خزینۂ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوقِ حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جزوِ فطرت ہے

تاریخ اودھ

حصّہ سوم

(جسمین)

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے وزیر علی خان پسر لطفی آصف الدولہ کے عزل نصب تک کے کل واقعات آصف الدولہ کی رکیک حرکات۔ اُنکے چھپے رازون کا انکشاف و پوست کندہ حالات۔ اُنکی عجیب و غریب سخاوت اور بیجا و لایعنی اسراف۔ آصف الدولہ کی اپنی مان یعنی بہو بیگم کے ساتھ سختی معاملات و سوء ادبی و تحکمات۔ اُنکی صحبت مین بواج اور ذلیل لوگون بھڑوون کی مداخلت اور نواب وزیر کی اُنسے صحبت۔ وزیر علی خان ایک خادمہ کے لڑکے کا آصف الدولہ کے انتقال پر مسند نشین سلطنت ہونا اور چار ماہ تک حکومت کرکے اپنی نالائقیون کے ہاتھون اور نیز اصلیت ظاہر ہو جانے پر سلطنت سے معزول ہو کر در بدر ٹھوکرین کھاتے پھرنا اور انگریزون سے برسر مقابلہ ہونا اور آخر کو قید ہو کر آنا اور حالت قید ہی مین دنیا سے کوچ کرنا۔ اور اُسکے عزل کے بعد نواب سعادت علی خان کا سلطنت اودھ کے تخت پر بیٹھنا اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ اُٹھنا اور انگریزون کا نواب وزیر سے نیا معاہدہ کرنا یہ تمام واقعات حسرت اندوز و سبق آموز درج ہین

مصنفہ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ اللہ القوی مصنف کتب متعددہ

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۱۹ع

بمطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوئی

تاریخ اودھ

حصۂ سوم

نواب آصف الدولہ یحییٰ خان بہادر ہزبر جنگ

ان کا نام مرزا یحییٰ خان اور عرف مرزا امانی تھا اواخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین امتہ الزہرا بیگم المخاطب بہ جناب عالیہ بہو بیگم بنت موتمن الدولہ محمد اسحاق خان شوستری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ صاحبزادگی مین انکو شاہ عالم نے عہدۂ میر آتشی اور غسل خانے کی خدمت دی تھی ان کا تلے کا دھڑ اوپر کے دھڑ سے چھوٹا تھا اِس وجہ سے گھوڑے پر سوار نہین ہو سکتے تھے ہاتھی اور پالکی پر سوار ہوتے تھے قوت حافظہ نہایت قوی تھی جسکو ایک نظر دیکھ لیا پھر وہ چیز اُن کے ذہن سے نہین اُتر سکتی تھی۔ تعزیہ داری دھوم دھام سے کرتے تھے جس دوکان مین سر بازار تعزیہ ملاحظہ کرتے تو اُدھر سے پیادہ پا نکلتے۔ کم سے کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ ہزار روپے نذر کرتے تھے۔ کئی لاکھ روپے کا ہر سال محرم مین خرچ تھا۔ بسنت اور جشن وغیرہ مین بھی ہر سال لاکھون روپے صرف کرتے تھے اُن کے باورچیخانے کا صرف روزانہ بائیس سو روپے سے زیادہ تھا جب ہاتھیون کے شکار کو جاتے تو اُن کے ہمراہ ہی چالیس چالیس ہاتھی باندھ لاتے

مقرر ہوے آداب نشست و برخاست اور تعلیم حرکات و سکنات بتانا ان کا کام تھا
ان کا بیٹا صاحبزادے کی خدمت مبارک مین دن بھر حاضر رہتا وہ فرح بخش
کے مؤلف سے بیان کرتا تھا کہ ہر فصل و موسم مین ہر قسم کے میؤ دن اور پھلون کی
ڈالیان روز لاکر اُن کے سامنے رکھتے تھے ایک دن اتالیق نے عرض کیا کہ اُنھین
سے جون سی چیز کی طرف رغبت خاطر عالی ہو اُسکی طرف میل فرمائیے باوجودیکہ
خدمتگار حاضر تھے خود جھپٹ کر شکر قند اُٹھا لیا اور دیر تک ہاتھ مین رکھکر اجلاف
کی طرح اُس سے بازی کرتے رہے - اتالیق نے کہا کہ امیرزادے ایسی ذلیل
چیزون کی طرف متوجہ نہین ہوتے نہ اس مین کوئی مزہ ہے نہ صورت اچھی ہے
پھینکدیجئے کئی بار تاکید کی مگر نہ پھینکا - اتالیق نے خود زور سے چھین کر پھینکدیا
اور باغبانون کو حکم دیا کہ شکر قند اور کیلے کی قسم سے کوئی چیز ڈالی مین نہ لگایا کرین -
یہان تک کہ سن شباب کو پہنچے اگرچہ کسی قدر حرف آشنا ہو گئے لیکن
میلان خاطر صرف لہویات کی طرف یوماً فیوماً غالب تھا - پدر والا گہر کبھی کبھی
اپنے پاس بُلا کر تربیت کا امتحان لیتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ صاحبزادے کی اصل
طینت و طبیعت ایسے خلاف دستور کامون کی طرف متوجہ ہے جو امیرزادون کی
وضع سے بہت دور ہین دست تاسف ملتے تھے چونکہ بیگم کی پاسداری خاطر غالب
تھی زبان سے کچھ نہ کہتے یہانتک نوبت پہنچی کہ ادیب موقوف ہوئے - اور
صاحبزادے کے چہرے پر سبزے کا آغاز ہوا - اب باپ نے مصاحب اور ہمنشین
آداب دان اُنکے پاس حاضر باشی کے لیے مقرر کیے تاکہ خراب اور واہی باتون
سے بچا کر ملک ستانی کے آئین - آراستگی فوج کے دستور شمشیر زنی و شجاعت کے

حلیۂ شریف۔ مزاج مبارک۔ تعلیم و تربیت

محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے فرح بخش مین اپنی چشم دید آپ کا حلیہ اور مزاج مبارک وغیرہ اس طرح لکھا ہے۔

(حلیۂ مبارک) چہرہ پر وجاہت تھی نقشہ چہرے کا کسی قدر باپ کے چہرہ سے ملتا ہوا تھا۔ اوپر کا دھڑ بڑا تھا اور تلے کا دھڑ کمر سے پاؤن تک کسی قدر چھوٹا تھا جب بیٹھ جاتے تو معلوم ہوتا کہ خوش قامت جوان ہین۔ جب کھڑے ہوتے تو آدمیون کی کمر تک پہنچتے۔ چھٹپن سے بدن فربہ تھا۔ کان اور گردن اور غبغب باہم گوشت کا ایک قطع معلوم ہوتے تھے۔ انگلیان اور ہاتھون کی ہتیلیان موٹی اور کوتاہ تھین۔

(مزاج ہمایون) طفلی سے مزاج شریف لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ مردم پواج کے ساتھ صحبت مناسبت رکھتی تھی اسی لیے رذیل۔ سفلہ اور دون ہمت لوگون کی ہم نشینی زیادہ پسند تھی۔ بے محل ہنسنا۔ گالی دینا۔ اور پھر فحش کلام کے جواب کا ترکی بترکی طالب رہنا۔ لاعینی کھیلون کی طرف رغبت رکھنا جس شخص کی زبان فحش کلامی کی عادی ہوتی اُس سے نہایت محظوظ ہونا محفل مین زیادہ تر کلمات فسق کو پسند کرنا طبعی خاصہ تھا۔

(تعلیم و تربیت) جناب والا کو جب مکتب مین بٹھایا تو معلم و ادیب اور خوشنویس حاضر ہوئے۔ سید شرف الدین خان محمد شاہی ایک نہایت مہذب اور دانائے عصر آدمی تھے اُنھون نے محمد شاہ کے جلسون مین آداب مجلس سیکھے تھے۔ اتالیقی پر

اطبائے حاذق کو ارشاد کیا کہ دوا کر کے اصلاح کرین۔ اگرچہ فی الجملہ قوت باہ تھی لیکن کسی کی کوشش اور سعی سے پورا فائدہ نہوا کیونکہ جب کوئی عمدہ نسخہ ضماد و طلاء کا طبیب بنا کر حاضر کرتے تو اُن کے سامنے لگا لیتے اور خلوت مین جا کر دور کر دیتے۔

ایک راز کا انکشاف

سیر المتاخرین مین جب مین نے یہ بات دیکھی کہ "جس فعل کے ساتھ آصف الدولہ کو عوام متہم کرتے ہین وہ اُنکی ظاہری وضع سے پایا نہ جاتا تھا بلکہ نہایت دور معلوم ہوتا تھا"۔ اِس بات کا مطلب عرصے تک صاف نہوا جبکہ محمد فیض بخش کی کتاب مین نے دیکھی تو اُس بات کی تہ کو پہنچا۔ وہ لکھتا ہے کہ "آصف الدولہ کے دل مین اکثر یہ بات گذرتی تھی کہ اگر مان باپ کا خوف اُٹھ جائے تو بکشادہ پیشانی جو کچھ دل مین آئے وہ کرگزرین اُن کے پدر والا گہر نے چند مرتبہ خبر دہندون اور خواجہ سراؤن سے جو صاحبزادے کی خدمت مین متعین تھے حقیقت حال معلوم کر کے اُن کو بہت کچھ دھمکایا اور ڈرایا اور اُن کے بد وضع ہمنشینون مین سے بعض کو حبس دائمی کی سزا دی۔ بعض پواج خیرہ سر کو راتون مین دریا مین ڈبوا دیا لیکن باوجود اس انتظام کے مزاج مبارک نے جادۂ بے اعتدالی سے تجاوز نہ کیا"۔

اِس بیان سے سیر المتاخرین کی یہ شرح معلوم ہوتی ہے کہ آصف الدولہ کے بد وضع ہمنشین خلاف وضع فطری کام مین رہتے تھے اگر ایسا نہوتا تو اُن کو حبس دوام اور غرق دریا کی سزا کیون دی جاتی جا بس سے نکلوا دینا کافی تھا شجاع الدولہ کو اتنی غیرت آنا جیسا بند دلالت اُس مطلب پر کرتا ہی اگر صاحبزادے

قواعد۔ داد و دہش کے ضوابط۔ عدالت و انصاف کے آداب مروت و حیا کے بتاؤ بتائین۔ تیراندازی و بندوق زنی کی مشق کرائین اور جتنے لوازم امارت و ریاست کے ہین اُنکے سکھانے مین دقیقہ فروگذاشت نکرین۔ رات دن ان مصاحبون کی یہی کوشش تھی۔ جب عمر کا ایک بڑا حصہ ان شغلون مین بسر ہوا تو صاحبزادے کو یہ تین باتین بخوبی آگئین ایک سخاوت دوسرے تیراندازی تیسرے بندوق زنی باقی ہر کام مین کچھ بھی نہین ہوئے اور سخاوت تو اتنا جوہر ذاتی ہوگئی کہ فضول خرچی اور مسرفی کے درجے کو پہنچ گئی۔ مزاج مین بے مروتی اور ناآشنائی نے اتنا غلبہ کیا کہ جن لوگون سے بے حد مانوس ہوتے اور اُنکی جدائی ایک منٹ کو گوارا نہ ہوتی اگر اُن سے تھوڑی سی حرکت بھی مزاج کے خلاف سرزد ہوتی یا کوئی نصیحت کی بات کہدیتے تو آتنی طوطا چشمی کرتے کہ پایۂ اعتبار سے گراکر پاس سے نکال دیتے۔

بیاہ۔ قوت رُجولیت

جب بیاہ کی نوبت پہنچی تو شجاع الدولہ نے کمال تمنا کے ساتھ قمرالدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیگم شولاپوری کو دہلی سے طلب کیا اور اُن کے دوسرے بیٹے انتظام الدولہ خانخانان کی بیٹی شمس النسا بیگم کے ساتھ کمال طمطراق کے ساتھ بیاہ کیا۔ اِس کام مین لاکھون روپے خرچ ہوئے لیکن زناشوئی کی نوبت نہ پہنچی۔ کبھی آصف الدولہ کے دل کو التفات جیسا کہ عالم کی رسم ہے نہ ہوا ایک رات بھی دُلھن سے ہمخواب نہ ہوئے اس وجہ سے ماں باپ کے دل کو بے حد ملال پیدا ہوا

میری عمر بھر کی کمائی ہے اور آپ کے نزدیک شجاع الدولہ کے تمام بیٹے برابر ہیں"
بڑی بیگم نے فرمایا کہ میں نے تو وہ بات بتائی جو مجھے بہتر معلوم ہوئی اب تم جانو
تمھارا کام جانے"

نواب آصف الدولہ کا مسند نشین ہونا

۲۴ؔ۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری روز پنجشنبہ کو شجاع الدولہ کا جام ہستی لبریز ہوا
اور تجہیز و تکفین کے بعد اُن کے جنازے کو دفن کرنے کے لیے لے چلے
مرزا علی اور سالار جنگ بھی جو آصف الدولہ کے حقیقی ماموں تھے دفن کرانے کے لئے
جنازے کے ساتھ گئے سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنی مسند نشینی
کی تعجیل کے لیے اپنے محرمان اسرار اُن کے واپس لانے کو روانہ کیے اول تو اُنھوں
نے دنیوی شرم و لحاظ کر کے مراجعت سے عذر ظاہر کیا مگر جب دوبارہ آصف الدولہ
کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ ضرور حاضر ہوں اُس وقت دونوں بھائی مجبور ہو کر واپس
ہوگئے اور اُن کے واپس ہوتے ہی اور لوگ بھی خوشامد کی راہ سے جنازے کا
ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے۔ آصف الدولہ نے بعد تنقیح مصلحت کے نواب ممتاز الدولہ
کرنیل کلیس اور مسٹر کنہی کو جو اہالیان کمپنی کی طرف سے مامور تھے اور شجاع الدولہ
کی مصاحبت میں رہا کرتے تھے طلب کر کے کہا کہ تاخیر مناسب نہیں مشیت ایزدی
سے کیا چارہ ہے اب مصلحت یہی ہے کہ مجھے مسند حکومت پر جانشین کر دو اول
سرداران مذکور نے عجلت مناسب نہ سمجھی باتوں میں آصف الدولہ کی تسلی کر کے انجام کار

ؔ فیض بخش نے ۲۳۔ ذیقعدہ روز چہارشنبہ لکھا ہے ۱۲ ؔ دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

خود خلاف وضع فطری کام کا ارتکاب کرتے ہوتے تو مفعول لڑکون کو ایسی سخت سزائین نہ دی جاتین اور خاصکر ضعیف الباہ شخص فاعل نہین ہوسکتا ہے اُن کو اگر فاعلیت کا شوق ہوتا تو دواؤن کے استعمال سے قوت باہ کے اضافہ کی طرف ضرور راغب رہتے کمزور باہ والا آدمی دوسرے پر قادر کب ہوسکتا ہے مفتاح التواریخ مین تو تصریح کردی ہے کہ آصف الدولہ مین رجولیت ہی نہ تھی پھر مجھے تعجب ہے کہ اُن کے نطفے سے دو بیٹون کا ہونا کیون بیان کیا جاتا ہے۔

آصف الدولہ کی مسند نشینی کے وقت اُنکی دادی کا نہایت مُناسب مشورہ دینا

جب شجاع الدولہ رہگرائے عالم ملک آخرت ہوے تو نواب عالیہ صدر جہان والدۂ شجاع الدولہ نے اپنے بیٹے کی بی بی اپنی بہو کو صلاح دی کہ "آصف الدولہ تمھارے حقیقی بیٹے ہین اُنکی عمر گو ۲۶ سال کی ہے مگر ابتک ایسے لہو ولعب کی طرف راغب ہین جو شان امارت کے خلاف ہے آئین و تمکین و بندوبست اور کارہائے امارت مین غور و خوض کی بو بھی اُن کے دماغ کو نہین لگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے یہ تمام سامان جو تمھارے شوہر نے جمع کیا ہی تھوڑے سے عرصے مین خراب و برباد ہو جائے گا اس لیے یہ مناسب ہو کہ آصف الدولہ کو برائے نام مسند پدر پر بٹھا دیا جائے اور مرزا سعادت علی خان کو جو ایک لائق فائق نوجوان ہین اُن کا نائب بنایا جائے" جنابعالیہ والدۂ آصف الدولہ نے جواب دیا کہ مین نے عُمر بھر مین یہ ایک ہی بیٹا پایا ہے بُرا یا بھلا جیسا بھی ہی

تاریخ مسند نشینی

گشت از پائے آصف الدولہ   رونقِ مسندِ وزارت ہند

دیگر

در بست و چہار مین ز ماہ ذیقعدہ   بکشود درِ طرب حکیم مطلق
اعنی کہ بمسندِ وزارت نشست   نواب کہ ز آصفِ سلیمان اسبق
ہم دولت آصف و سمی سیحیٔ   خانی و بہادری بہ اسمش ملصق
منصور۔ شجاع و مثل صفدر در جنگ   بردہ بہ سعادت و سخا گوے سبق
شد بے سر جہد سال تاریخ جلوس   نو وا د بمسندِ وزارت رونق

سید مرتضی خان جو ایام صاحبزادگی سے میر سامان تھے آصف الدولہ نے اُن کو اپنا نائب بنایا اور مختار الدولہ ہیبت جنگ خطاب دیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ہفت ہزاری منصب اور نوبت اور ماہی مراتب بھی عطا کیا اور جرنیلی کا عہدہ اُن کے بڑے بیٹے مرزا بزرگ کے نامزد کیا اور اقبال الدولہ خطاب دیا اور اس عہدے کی نیابت خوشحال راے پسر نول راے کو عنایت کی اور عہدۂ نظارت خانسامانی تحسین علی خان اور آفرین علی خان خواجہ سراؤن کے سپرد کیا۔

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ سب امرانے جو فیض آباد مین تھے مسند نشینی کی نذرین دکھائین مگر امراو گر خانہ نشین ہوگیا اور کہا کہ مین فقیر ہون اسا حیت کرونگا۔ نواب آصف الدولہ یہ خبر سُن کر ایک دن اُسکے گھر گئے اور اپنا لبادہ دے کر دلجوئی کی اُسی دن پل اسماعیل گنج کی تعمیر کا حکم دیا۔

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ آصف الدولہ نے خلعت نیابت کے ساتھ مختار الدولہ

نظر فرمائی۔ مگر جب آصف الدولہ نے عجلت ظاہر کی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ درصورت جلد ہوجانے ہماری مسند نشینی کے بہت سا روپیہ آپ لوگون کو دیا جائے گا۔ اُنھون نے سوچا کہ اول تو شجاع الدولہ کا بڑا بیٹا اور بموجب آئین وراثت کا بھی مستحق ہے دوسرے ہمارا کچھ نقصان نہین بلکہ ہمارا فائدہ ہوتا ہے پس اس خیال سے دستار ریاست اُن کے سر پر باندھکر۔ اُن دونون انگریزون نے تہنیت ادا کی اعیان دولت حاضر ہوئے اور نقارچی بھی جنازے کی ہمراہی چھوڑ کر نوبتخانے مین آئے۔ ہنوز باپ کی لاش دفن بھی نہ کرنے پائے تھے بلکہ بقول محمد فیض بخش اُنکی لاش نقارخانے کے دروازے تک پہنچی تھی کہ نوبت خانے سے شادیانے کی آواز بلند ہوئی اور کوئی جھگڑا اُنکی جانشینی کے واسطے نہین کھڑا ہوا کیونکہ کوئی اور مدعی سلطنت نہ تھا لیکن تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منجمون نے آصف الدولہ سے عرض کیا تھا کہ مسند نشینی مین جلدی کرنی چاہیئے اور نواب نے اس امر کو فتوت وکرم سے دور سمجھا تھا کہ ابھی تو باپ کا جنازہ پڑا ہوا ہے اور خود مسند نشینی کے مراسم ادا کرین۔ دولت خواہون نے دیکھا کہ ساعتِ سعید نکلی جاتی ہے اس لیے کرنیل کلیس کو بلا کر بیان کیا کہ دیر مناسب نہین مشیت ایزدی جاری ہوگئی اب یہی بہتر ہے کہ صاحبزادے کو مسند آرا کر دیا جائے کیونکہ یہی باپ کے ولیعہد اور ریاست کے مستحق ہین چنانچہ ابھی نواب مرحوم کی نعش زمین مین سونپنے بھی نہ پائے تھے کہ بضرورت نواب سالار جنگ اور نواب مرزا علی خان نے تابوت کی مشایعت سے مراجعت کی اور دار الامارت مین آکر آصف الدولہ کو شجاع الدولہ کا جانشین بنا دیا کہان ماتم کا شور تھا کہان مبارکباد اور شادمانی و تہنیت کا غلغلہ مچ گیا۔

پرگنہ مہونہ باڑی قلم و لکھنؤ مین اُنکو جاگیر بھی ملی سید مصطفےٰ اپنی جاگیر کو نواب
برہان الملک کے ساتھ آئے۔ سید احمد کا لکھنؤ مین انتقال ہوگیا۔ مقبرہ اُن کا
راج گھاٹ مین دریاے گومتی کے کنارے تعمیر ہوا سید مصطفےٰ صفدر جنگ کے
عہد مین شیر کوٹ اور نگینہ وغیرہ کے حاکم تھے اور وہ سید مصطفےٰ کی بہت عزت
کرتے تھے اور صنادید عرب اور پیرزادہاے بُرہان الملک سعادت خان سے جانتے
تھے لیکن محمد فیض بخش کی کتاب فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ صفدر جنگ کے
دل مین اُنکی طرف سے کدورت آگئی تھی وجہ اسکی یہ ہے کہ اُنکی زبان سے ایک ثقیل
بات شجاع الدولہ کی والدہ کی نسبت نکل گئی تھی اور وہ بات رفتہ رفتہ بیگم کے کانون
تک پہنچکر اُنکی ناخوشی کا موجب ہوئی تھی چونکہ محمد شاہ بادشاہ دہلی زندہ تھے اور یہ لوگ
بادشاہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیئے انتقام لینا مناسب نہ سمجھا بات کو دل مین رکھا
جب محمد شاہ مرگئے اور احمد شاہ گرفتار ہوگئے اور نواب صفدر جنگ اور مصطفوی خان
نے بھی دُنیا سے کوچ کیا اور شجاع الدولہ باپ کی جگہ فرمان روا ہوے تو انھون نے
مصطفوی خان کے بیٹون کو اپنے مُلک سے نکال دیا۔ یہ لوگ بنگالے کی طرف چلے
گئے بعض کہتے ہین کہ خود سید مصطفےٰ شجاع الدولہ سے زیارت عتبات عالیات کی
اجازت لیکر جہاز مین سوار ہونے کے لیئے بنگالے کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ
اُس زمانے مین انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی جاری تھی اِس لیئے اُدھر سے
راستہ بند تھا مجبوراً بنگالے مین قیام کیا قاسم علی خان عالیجاہ والی مرشد آباد نے
قدردانی کی سید مصطفےٰ کا بنگالے مین انتقال ہوگیا۔ اُن کے کئی بیٹے تھے

لہ فرح بخش مولفۂ شیو پرشاد ۱۲

کو جھالردار پالکی اور ہاتھی نقرئی عماری و سائبان دار اور دوسرا سامان امارت جیسے ماہی مراتب وغیرہ جو بادشاہی سرکار کے ہفت ہزاریون کو دیا جاتا ہی عطا کیا خواجہ سراؤنکی زبانی اُنکی دادی کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئین اور اپنی سرکار کے ناظر محرم علی خان کو حکم دیا کہ اسی وقت جاکر تمام سامان مختار الدولہ سے چھین لائے اور آصف الدولہ کو سامنے بلاکر جو کچھ دل مین آیا سخت و درشت کہا محرم علی خان حکم کے موجب روانہ ہوا ایک ساعت کے بعد آصف الدولہ نے محل سرا سے برآمد ہوکر منع کردیا چونکہ مسند ریاست کے مالک ہو چکے تھے محرم علی خان باز رہا اور بیگم صاحبہ سے جاکر عرض کردیا کہ حضور کے ارشاد کے بموجب ہاتھی لیکر ہاتھی خانہ مین بندھوا دیا اور پالکی پالکی خانہ مین پہنچوادی۔

حسب و نسب مرتضیٰ خان المخاطب بہ مختار الدولہ

میر مرتضیٰ عرف آغا خانی بن میر محمد باقر بن مصطفےٰ المخاطب بہ مصطفوی خان بن سید احمد الملقب بہ طبا طبا خان سادات صحیح النسب ایران سے ہین سید احمد نادرشاہ کے عہد مین ایران سے نکلکر اپنے بیٹے مصطفےٰ کو ہمراہ لیکر ہندوستان مین آئے تھے اُس زمانہ مین بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا دلّی مین موسوی خان کے مہمان ہوے اور فرخ سیر کے عہد تک یہان رہے نواب برہان الملک کے ساتھ ولایت سے شناسائی رکھتے تھے اُن سے ملاقات کرکے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوئے نواب برہان الملک کی بیگم نے ایک سید کی لڑکی رقیہ بیگم نام پالی تھی وہ لڑکی سید مصطفےٰ کے ساتھ منعقد کردی ایک لاکھ روپے کا جہیز عطا کیا او

حضور مین لیگئے وہ بیٹے کی اس حرکت سے بہت بے دماغ ہوئے اور فرمایا کہ
کیون اس شخص کو ہمارے پاس لائے لیکن زیادہ کاوش نکی کیونکہ اس وقت مین
میر مرتضٰے کا کیا مقدور تھا اور کون سے کاروبار اُنکے ہاتھ مین تھے۔
محمد فیض بخش کہتا ہے کہ یہ بات مین نے اپنی آنکھون سے دیکھی کہ جب شجاع الدولہ
فتح روہیلکھنڈ سے واپس ہوئے اور آنولے مین مقام کیا تو یہان سے کوچ کے وقت
ایک ندی کے پل پر پیادہ و سوار ہاتھی گھوڑون اور بہیر وغیرہ کا ہجوم تھا۔ اُس
میدان مین لوگون اور سواریون کی ایسی کھچا کھچ تھی کہ اگر کوئی سوار یہ چاہتا
کہ گھوڑے کا منھ پھیر کر پیچھے کو لوٹ جائے تو یہ بات بھی حاصل نہین ہوسکتی تھی
نواب شجاع الدولہ عماری فیل پر بیٹھے ہوئے بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے محلات کی
سواریون کے عبور کے لئے اہتمام کر رہے تھے۔ اس اثنا مین آصف الدولہ ہاتھی کے حوضے
مین سوار اور خواصی مین اُنکی سید مرتضٰے بیٹھے ہوئے بے تامل لوگون کو ریلتے پیلتے
افتان وخیزان ادھر آئے اور اس بات کا ذرا دل مین خیال نکیا کہ آدمیون کی کثرت
ہے ہاتھی کے صدمے سے پائمال ہوے جاتے ہین فیض بخش جواہر علی خان کے
ہاتھی کے حوضے مین بیٹھا ہوا پہلے سے وہان موجود تھا جواہر علی خان نے
ہاتھی کو بٹھا کر چاہا کہ سلام کرین مگر اُسکا موقع نہ ملا۔ آصف الدولہ تھوڑی دیر کے
بعد آہستہ آہستہ باپ کے ہاتھی کے قریب پہنچے اور آن کر سلام کیا یکایک نواب
کی نگاہ سید مرتضٰے پر پڑی تیز و تند نظر سے اُن کو دیکھکر مونچھون پر ہاتھ ڈالا جب
کئی بار مونچھون کو تاؤ دیا تو سید مرتضٰے سہم گئے قریب تھا کہ پائجامے مین پیشاب
نکل جائے اور عجب نہین کہ نکل گیا ہو عنبر علی خان خواجہ سرا گھوڑے پر سوار

(۱) سید صاحب جو پیاری بیگم زوجۂ مختار الدولہ کا باپ ہے (۲) سید مکرم (۳) میر محمد باقر (۴) میر محمد طاہر۔ ان محمد طاہر کے چار بیٹے تھے (الف) میر محمد نصیر (ب) محمد سعید (ج) میر بابا (د) محمد شفیع اور میر محمد باقر کے تین بیٹے تھے ایک سید محمد خان اقتدار الدولہ دوسرے سید مرتضے خان مختار الدولہ تیسرے سید اسماعیل نصیر الدولہ معزز خان۔ جب میر قاسم خان نے انگریزون کے ہاتھ سے ہزیمت پائی تو مصطفٰے خان کی اولاد بھی جاگیر ضبط ہو جانے کی وجہ سے لکھنؤ مین چلی آئی شجاع الدولہ نے اُن کا کوئی بندوبست نہ کیا حال تباہ کے ساتھ کبھی لکھنؤ مین کبھی موہان مین رہتے تھے میر صدیق صاحب آصف الدولہ کے توسط سے سید مرتضٰے انکی سرکار مین نوکر ہو گئے۔ دوسری وجہ انکے ساتھ بدسلوکی کی یہ بھی تھی کہ میر مرتضٰے اور اُن کے بھائی قدیم سے مغروری و خود نمائی مین مشہور تھے اس سبب سے شجاع الدولہ کی نظرون سے گرے ہوئے تھے یہان تک کہ نواب مرحوم نے علی العموم یہ حکم دیدیا تھا کہ مصطفٰے خان کے بیٹون کو کوئی اپنی رفاقت مین نہ لے اور اپنی صحبت مین نہ رکھے کئی بار نواب سالار جنگ نے میر مرتضٰے خان کی فلاکت و افلاس کا حال نواب شجاع الدولہ سے عرض کیا اور استدعا کی کہ ان کے جرائم کو معاف کیا جائے مگر نواب نے اِن کو اپنے قرب مین لینے سے حذر کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالی ان کے شر سے امن مین رکھے یہ ہمارے خاندان کے دشمن ہین انکی ذات سے فساد پیدا ہونگے۔ یہانتک کہتے ہین کہ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ سے بھی اس وجہ سے کبیدہ تھے کہ اُنھون نے مرتضٰے خان کو اپنے رفقا مین داخل کر کے خار کلفت و خاشاک کدورت سے اِن کو صاف و پاک کر دیا تھا۔ ایک دن آصف الدولہ مرتضٰے خان کو اپنے ساتھ نواب کے

محمد سعید خان کو بھی بھاری خلعت دیے اور منصب اور نوبت و جاگیرین بھی اُنکی تمنا سے زیادہ بخشین۔ تمام ملک کے مالی و جنگی اور انتظامی امور کا مختار کُل بنا دیا جس دن مختار الدولہ کو خلعت نیابت ملا۔ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ تھی۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی مسند نشینی سے ہفتے عشرے کے بعد ارکان دولت اور عزیز و اقارب کے مزاج مین اختلاف پیدا ہوگیا نواب موصوف کہ نہایت نیک طینت تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے کوتہ اندیشون اور ناتجربہ کارون کے اغوا سے اپنے باپ کے دولت خواہون سے بدظن ہوگئے اس وجہ سے ارکان دولت کے دلون پر صدمہ پیدا ہوا اور ہر ایک نے اُن سے علیحدہ ہونے کی تدبیر شروع کی محمد ایلچ خان کہ نہایت معتمد مشیر شجاع الدولہ کا تھا اور انگریزون سے پہلے سے تعارف رکھتا تھا وہ اُن سے مل گیا اسی طرح اور نوکر بھی اپنی اپنی فکر مین مصروف ہوئے۔

سیر المتاخرین مین آیا ہے کہ مختار الدولہ کی نیابت ایسی چمکی کہ آصف الدولہ سے بجز نام کے کچھ ظاہر نہ تھا اسباب شوکت و کامگاری اور لوازم ملک ستانی و جہانبانی جسقدر اس وقت نواب آصف الدولہ کی سرکار مین جمع تھا وہ تمام و کمال مختار الدولہ کے اختیار مین آگیا خزاین اور دفاتر و جواہرات۔ سامان و اسباب ظروف نقرہ و طلا و اسباب گرانبہا سے ریاست مالا مال تھی۔ نواب برہان الملک سعادت خان اور نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے وقت سے جو کچھ جمع تھا اور شجاع الدولہ نے میر قاسم اور روہیلون اور مرہٹون کی ضبطی سے جو کچھ جمع کیا تھا وہ تمام مال و اسباب اور جو کچھ نادرات ممالک روم و شام اور چین و فرنگ کی جمع کی تھین یہ تمام چیزین

نواب شجاع الدولہ کے ہاتھی کے پاس کھڑا تھا مرتضے خان اُسکے سلام کو سر پر ہاتھ رکھے تھے لیکن وہ مُنھ پھیر پھیر لیتا تھا تھوڑی دیر کے لئیے جب فیض بخش نے دوسری طرف دیکھکر پھر آصف الدولہ کے ہاتھی کی طرف دیکھا تو مرتضٰے خان کو اُنکی خواصی مین نہ پایا یا تو خوف کی وجہ سے خود اپنے آپ کو تلے گرا دیا یا آصف الدولہ کے اشارے سے اُتر گئے۔

مختار الدولہ کی نیابت کا زمانہ

تاریخ تیموریہ مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنے دربار کے حاضرین سے فرمایا کہ مین نے زمانۂ صاحبزادگی مین عہد کیا تھا کہ جب مسند نشین ہونگا تو اول میر مرتضٰے کو سرفراز کرونگا سب نے سر تسلیم خم کیا اُس وقت ایک گرانبہا خلعت جس مین جرکسی جو امراے رفیع القدر سے مخصوص ہے اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کلگی جس مین پر عقاب تھا اور موتیون کی کنٹھی اور ایک عمدہ ہاتھی جسپر نقرئی حوضہ اور زربفت کی جھول تھی اور ایک عمدہ گھوڑا جسپر طلائی ساز تھا اور جھالردار وہ پالکی جو شجاع الدولہ نے اپنی سواری کے لیے بنوائی تھی اور اُسکی تیاری مین پندرہ ہزار روپے سے کم نہ خرچ ہوے ہونگے بخشا یہ خلعت کسی طرح ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے سے کم کا نہ تھا اور ہفت ہزاری منصب اور مختار الدولہ جلادت جنگ خطاب بخشا اور ماہی مراتب اور نوبت بھی دی اور نوبت کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ شرف اندوزی حضور کے زمانے مین بھی بجوایا کرین کہ اُس وقت تک کسی امیر کو یہ اجازت نہ تھی اسی طرح مختار الدولہ کے بھائی سید معزز خان و سید محمد خان و

مجرائی کا پروانہ پہنچتا ہے۔ محمد ایلچ خان یہ رنگ اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھکر متحیر ہوگیا۔

آصف الدولہ کو دادی کی نصیحت

مسند نشینی کے دوسرے دن نواب آصف الدولہ اپنی دادی اور ماں کے پاس نذر پیش کرنے کو گئے، ماں تو اُنکی اپنے شوہر کے غم مین ایسی پریشان حال تھین کہ کچھ بات چیت نہ کرسکین لیکن دادی نے حواس درست کرکے نواب کی اس حرکت پر کہ مقربان قدیم کو نظرون سے گراکر نئے رفیقون کو شریک مشورہ اور مختار سلطنت بنایا ملامت کرنی شروع کی کہ یہ لوگ بالکل ناتجربہ کار ہین اور خیرخواہانہ طور پر نصیحت کی کہ جان مادر! تمھارے باپ دادا نے بڑی کوشش کے ساتھ ایسا لشکر جرار اور رفیقان تجربہ کار او رامرائے کامگار اور بہادران نامدار و خیرخواہان ہوشیار اور اسباب دولت و نعمت جمع کیا کہ آج تک کم کسی رئیس کے پاس فراہم ہوا ہوگا اور اُن لوگون نے بہت سی کوشش کرکے اور خون جگر کھاکے کار سلطنت کو رونق دی پس تمکو چاہیئے کہ ریاست اور ملک آرائی کا طریق اپنے ہواخواہون سے سیکھو اور اُن کے مشورے کے مطابق کام کرو اس قدر فوج اور حشمت سے فائدہ اُٹھانے کی یہی صورت ہے اور ایسے سامان کی موجودگی مین جس دشمن سے مقابلہ پڑے اُسکو تباہی کا مُنھ دکھا سکتے ہو پس مناسب یہ ہے کہ باپ کے وقت کے کارپردازون کو معزول نکرنا چاہیے اور اس فوج عظیم کے ساتھ مرہٹون اور بندیلون کی گوشمالی پر توجہ کرو کہ جنکی سرکوبی کا ارمان تمھارے باپ اپنے ساتھ

پرانے کارپردازون نے مختارالدولہ کے ملازمین کے سپرد کردین مختارالدولہ نے اپنے بڑے بھائی سید محمد کو اقتدارالدولہ بہادر کا خطاب دلاکر صوبہ الہ آباد کا نائب بنایا اور ہر ایک دوست اور اقربا کو صاحب اقتدار کردیا شجاع الدولہ و آصف الدولہ کے تمام نوکر مختارالدولہ کے دست نگر تھے کسیکی مجال نہ تھی کہ اُن کے برخلاف دم مارسکے اور انگریزون نے اپنی مصلحت کے لئے آصف الدولہ اور مختارالدولہ کو اس بات پر آمادہ کردیا تھا کہ جہان تک ہوسکے فوج مین کمی کرنی چاہیئے - اُدھر نواب شجاع الدولہ کی تمام فوج مغرور تھی اُن کو یہ زعم تھا کہ ہم کو ہرگز کوئی موقوف نہین کرسکتا۔ آصف الدولہ اُن کے موقوف کرنے کے واسطے کوئی حیلہ چاہتے تھے کہ تھوڑے سے جُرم و نافرمانی پر موقوف فرمائین -

مرتضےٰ خان چونکہ جوہر سخاوت سے خالی نہ تھے خلعت نیابت پاتے ہی اول اُنکی نظر فقرا۔ علما۔ مشایخ۔ برہمنون۔ بیراگیون اور مصرف خیر کی اُن معافیات اور جاگیرون پر پڑی جو عرصے سے ضبط ہوگئی تھین اور فورًا ایک فرد بناکر نواب کے حضور مین منظوری کے لیے پیش کی اور عرض کیا کہ فدوی نے خُدا سے عہد کیا تھا کہ اگر کبھی اس مرتبے کو پہنچ جاؤن تو غربا اور مساکین کے وظائف اور معافیات کو جو دُعا کا لشکر ہے اور عرصے سے ضبط ہین واگذاشت کراؤن انکو بالکل چھوڑ دیا جائے - آصف الدولہ نے اُسی وقت منظوری بخشی یہ جاگیرین لاکھون سے زیادہ روپیون کی تھین - مختارالدولہ نے اُسی وقت حکام اضلاع اور دفتر کے افسرون کو لکھا کہ جو شخص فرمان اور پروانہ دکھائے اُس کا روزینہ اور زمین اور گاؤن بلا دغدغہ چھوڑ دین - عنقریب

انگریز نہ تھا لیکن زمانۂ قدیم سے اسکے آبا و اجداد رفاقت سرکار انگریزی کے ساتھ رکھتے تھے۔ جرنیل مارٹین جسکی عجیب اور اعلیٰ عمارات مشہور ہین اُسی زمانہ مین میجر پھولیر کا رفیق تھا۔

محمد ایلچ خان نے کرنیل کلیس وغیرہ سرداران انگلش سے میل کرکے چاہا کہ نواب آصف الدولہ کے حضور مین صاحبان مذکور کی مدد سے دشمنون پر غلبہ حاصل کرے اور مختار الدولہ اس فکر مین تھے کہ انگریزون سے ملکر ایلچ خان کو نیچا دکھائین اس وقت مین انگریزون کے ملازمان معزز کی عجیب گرم بازاری تھی کپتان کانوی میجر پھلیر نے جنکو سرکار کمپنی کیطرف سے کوئی حکومت لکھنؤ مین حاصل نہ تھی صرف کرنیل کلیس کی مصاحبت کی وجہ سے سخن فروشی کی دوکان آراستہ کرکے شیرین زبانی سے ہر ایک کو اپنے دام ارادت مین پھانس لیا اور اس امید و بیم مین دولت رولنے لگے ان کے جو متوسل لوگ زر قلیل کے محتاج تھے وہ اب لاکھون روپے کے مالک بن گئے۔ میر محمد امجد خان کپتان کانوی کا میر منشی ایکدن کسی کام کے لیے محمد ایلچ خان کے مکان پر گیا اُسنے وہی نواب شجاع الدولہ کے وقت کا سا غرور کرکے جواب دلایا کہ اب فرصت نہین ہے منشی محمد امجد نے کپتان کانوی کو سمجھایا کہ رفیقون کی اہانت عین مالکون کی اہانت ہے محمد ایلچ خان آپکو کچھ نہین سمجھتا۔ یہ بہتر ہے کہ اپنے سوال و جواب محمد ایلچ خان سے موقوف کرکے مختار الدولہ سے معاملات مین رجوع کیا جائے جنھین انگریزون سے خلوص و محبت کی آرزو ہے القصہ دوسرے دن نواب آصف الدولہ محمد ایلچ خان کو ساتھ لیکر کرنیل کلیس سے ملاقات کو گئے محمد امجد خان کے اشارے سے مختار الدولہ بھی ہمراہ تھے مشورہ کے

قبر مین لیگئے تم اُن سے بدعہدی اور سرکشی کا انتقام خوب لو۔ یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسا لشکر اور اتنی تیاری بغیر کسی قسم کا کام نکالے ہاتھ سے جاتی رہے"
دیکھو ایک مضمون کو دو شخصون نے بیان کیا ہے محمد فیض بخش نے فرح بخش مین اور عنوان سے لکھا اور تاریخ تیموریہ کے مؤلف نے دوسرے ڈھنگ سے ادا کیا۔

نواب آصف الدولہ کا حال یہ تھا کہ تمام عمر اُنکی ناز و نعمت مین بسر ہوئی تھی ماں باپ کے سایۂ عاطفت مین پلے تھے گرم و سرد زمانہ سے بالکل ناواقف تھے اُن کو یہ خبر مطلق نہ تھی کہ فوج کس طرح رکھی جاتی ہے رفیقون کی کس طرح دلدہی کی جاتی ہے اب کہ یکایک سلطنت کا بوجھ سر پر آپڑا ایک طرف اُنکی جبلّی آرام طلب عادت اُن کو عیش و نشاط کی طرف کھینچتی تھی دوسری جانب نیر خواہان قدیم پاسداری سپاہ ملک کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

ایلچ خان۔ راجہ صورت سنگھ اور راجہ بیٹر چند شجاع الدولہ کے عہد مین تمام ملکی و مالی معاملات کے مختار تھے یہ لوگ مرتضےٰ خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے اسوقت زمانہ ان کے خلاف تھا مختار الدولہ کو ان کا رہنا سخت ناگوار تھا اور ہر بات مین چاہتے تھے کہ انکی مزلت پیدا ہو۔

انگریزون کے پوبارے

نواب آصف الدولہ کے پاس سوا دوسرے انگریزون کے دو انگریز سب بڑھکر تھے۔ ایک کرنیل کلیین دوسرے میجر بھولیر کہ بادشاہ کی طرف سے اسکا خطاب امتیاز الدولہ افتخار الملک بہادر ارسلان جنگ رشک ارسطو ثانی تھا۔ یہ شخص قوم

ذی اختیار نہ تھا جبکہ آصف الدولہ نے میر مرتضے کو اپنا نائب بنایا اور انکو مختار الدولہ
کا خطاب دیا تو چونکہ محمد ایلچ خان مدت سے یہ کام کرتا تھا وہ اس بات سے آزردہ
ہوا اور اُس نے انگریزون سے میر مرتضے کی مختاری کی شکایت کی۔ جو خلعت
انگریزون نے میر مرتضے کے لیے تجویز کیا تھا وہ واپس کرا دیا اب میر مرتضے اور
ایلچ خان مین عناد بڑھ گیا۔ آصف الدولہ خانِ مذکور کے استیصال کی فکر مین
مصروف ہوئے اور بہانہ ڈھونڈھنے لگے۔ ایلچ خان نے نواب کے مزاج کا
انحراف معلوم کرکے کرنیل کلیس سے کہا کہ میرا یہان ٹھہرنا اب مشکل ہے میرے حق
مین یہ بہتر ہے کہ کسی تقریب سے مجھے یہان سے کسی جگہ رخصت کرا دیجیے کہ
میری آبرو بچے ورنہ کسی دن ندامت و خجالت حاصل ہوگی کرنیل نے جواب
دیا کہ جو بات تم اپنے لیئے بہتر سمجھو وہ تجویز کرکے مجھے مطلع کرو مین اُسمین کوشش کرونگا
ایلچ خان نے کہا کہ خلعت وزارت بادشاہ سے حاصل کرنے کے بہانے سے مجھے
دہلی کو رخصت کردیجیے۔ کچھ دنون وہان لیت و لعل مین بسر کرونگا۔ کرنیل صاحب نے
ایلچ خان کی رائے کو پسند کیا اور دوسرے روز آصف الدولہ کے پاس حاضر ہوکر
عرض کیا کہ ایلچ خان یہان بیکار بیٹھا ہے اور خلعت وزارت حاصل ہونا تمام کامون
سے زیادہ ضروری ہے۔ مناسب یہ ہے کہ خان مذکور کو وہان بھیجدیا جاوے
وہ بادشاہ کے مزاج مین رسائی رکھتا ہے۔ عرض معروض کرکے خلعت وزارت
حاصل کرلیگا۔ ریاست کے کام کو مختار الدولہ اچھی طرح انجام دیتے ہین آصف الدولہ
نے کرنیل کے مشورے کو پسند کیا۔ ایلچ خان کو بادشاہ کی نذر کے لیے بہت سے
تحائف اور بارہ لاکھ روپیے کی ہنڈیان اور دو پلٹنین ساتھ کرکے رخصت کیا۔

وقت کپتان کانوی نے کرنیل کلیس کی طرف سے نواب سے کہا کہ ہم کو محمد ایلچ خان کی وساطت منظور نہین مختار الدولہ جو حضور کے ساختہ و پرداختہ اور دل سے ہوا خواہ ہین اس کام پر مقرر کیے جائین نواب کی یہ عین آرزو تھی مگر اس خیال سے کہ انگریز اس بات کو قبول نہ کرینگے زبان سے نہین نکالتے تھے یہ بات سُن کر نواب بہت خوش ہوئے اور کپتان کانوی کی بات بہت پسند کی اور اُسی وقت مختار الدولہ کو پاس بُلا کر کرنیل سے کہا کہ مختار الدولہ میری زبان ہے جو کچھ وہ زبان سے کہے وہ سب میری طرف سے سمجھا جائے۔ محمد ایلچ خان کو یہ قصہ معلوم ہوا تو سمجھا کہ میرا اب یہان رہنا مشکل ہے کہین ایسا نہو کہ مواخذے مین مبتلا ہو جاؤن

ایرج یا ایلچ خان کے حالات

یہ شخص افغان زادہ حنفی مذہب ایک مفلس آدمی کا بیٹا دھولپور باڑی کا رہنے والا تھا پہلے رائے لال چند فوجدار اٹاوہ کے فراشون مین نوکر تھا پھر مسعود خان خواجہ سرائے بادشاہی کے پاس رہنے لگا۔ پھر شجاع الدولہ کی سرکار مین آکر بازار لشکر کی داروغگی پر مامور ہوا اپنی چستی و چالاکی کی بدولت یہان تک ترقی کی کہ شجاع الدولہ کے زبانی احکام لوگون کو پہنچاتا تھا مغلیہ ملازمان شجاع الدولہ اُسکے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ لکھا پڑھا نہ تھا تھوڑے سے عرصے مین صاحب دولت ہو گیا شجاع الدولہ کے عہد مین عہدۂ نیابت کسی سے نامزد نہ تھا مگر ایلچ خان کاروبار ریاست انجام دیتا تھا چونکہ نواب شجاع الدولہ تمام کام آپ کرتے تھے اسلیئے نائب

اُس حیلے حوالے مین رکھا کہ آجکل مین خلعت وزارت لیکر چلتا ہون۔ اور
شاہ عالم کے درباری اسکو ذلیل توہم سمجھکر اکثر مضحکہ کرتے تھے ایکدن راجہ رام ناتھ
نے کوئی ایسی ہنسی کی بات کہی کہ خان مذکور کو جواب بن نہ آیا۔ فرط خجالت سے
گوپال پنڈت سے جو تنخواہ کا متقاضی تھا کہا کہ راجہ رام ناتھ میری رخصت کے
معاملے مین خلل انداز ہے اُس سے سمجھنا چاہیے۔ سپاہیون اور افسرون نے
فریب مین آکر اُسکے مکان پر بلوا کیا رام ناتھ تو عالم اضطراب مین کسی طرف نکل گیا
لیکن حکم بادشاہی ایلچ خان کے نام نافذ ہوا کہ دار السلطنت مین یہ حرکتین خلاف
ضابطہ ہین۔ ناچار ایلچ خان نے باون ہزار روپے اپنے پاس سے دیکر سپاہ کو
روانہ لکھنؤ کیا۔ ایلچ خان بخوبی سمجھ گیا تھا کہ مجد الدولہ دنیا سازی کرتا ہے اور
مختار الدولہ میری تذلیل کے درپے ہے ایسا نہو کہ مجھے یہان کسی بلا مین پھنسوا دین
اور پھر یہان سے نجات نہ مل سکے اس سے بہتر ہوگا کہ مین یہان سے
نکل جاؤن اسلیے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کے تفضلات مین تو کوئی شبہہ
نہین لیکن ارکان دولت دشمنون کے اغوا سے خفت و ذلت کے درپے ہین
اسلیے غلام رخصت ہوتا ہے بادشاہ نے نیمہ آستین عطا کر کے رخصت کیا۔ خانِ
مذکور نے یہان سے رخصت حاصل کر کے بے نیل مرام آصف الدولہ کے پاس
جانا مناسب نہ تصور کیا اور یہ خیال کیا کہ دشمن اور زیادہ چغل خوری کر کے تخریب
کے درپے ہوجائینگے اسلیئے نواب نجف خان کو جو قلعۂ ڈیگ کے محاصرے مین
مصروف تھا لکھا کہ مجد الدولہ میرا تمام مال و اسباب لینا چاہتا ہے نجف خان
ایسے مژدے پر گوش برآواز تھا ایلچ خان کو اپنے پاس طلب کیا۔ وہ اکبرآباد کو

ایلچ خان اپنا تمام سامان اور بال بچے لیکر فیض آباد سے دہلی کو روانہ ہوا اور
بادشاہ کی خدمت مین شرف اندوز ہو کر مورد تفضلات ہوا۔ بادشاہ نے اُسکو
خلعت خاصہ عطا کیا اور قمرالدین خان کی حویلی رہنے کو دی مرآت آفتاب نما
مین لکھا ہے کہ ایلچ خان نے بادشاہ سے پندرہ لاکھ روپے نذر دینے پر خلعت
وزارت کی درخواست کی اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے ثابت ہے کہ خان مذکور
نے بادشاہ کو بہت کچھ راضی کر لیا تھا قریب تھا کہ خلعت وزارت اور دوسرے
عطیات آصف الدولہ کے لیے حاصل ہون جبکہ مختارالدولہ کو یہ خبر پہنچی کہ عنقریب
ایلچ خان خلعت وزارت حاصل کر کے ادھر آتا ہے تو انھین یہ فکر ہوئی کہ اب ایلچ خان
کی طرف آصف الدولہ کو التفات پیدا ہو جائیگا اور میری نیابت کو ضرر پہنچے گا
اسلیے نواب مجد الدولہ کو متواتر لکھا کہ جیسے ہوسکے بادشاہ سے خلعت وزارت
آصف الدولہ کے لیے محمد ایلچ خان کی معرفت حاصل نہو مین جلد نیاز علی خان کو
مع تحائف و ہدایا و پیشکش کے بادشاہ کے حضور مین بھیجتا ہون۔ مجد الدولہ بھی
نہایت بد باطن تھا اور اُسکی دل سے یہ خواہش تھی کہ بادشاہی کام کو سرسبزی
حاصل نہو اُسنے مختارالدولہ کی مرضی کے موافق بادشاہ کے مزاج کو ایلچ خان کی
طرف سے منحرف کر دیا اور خلعت وزارت دلوانے مین دیر لگائی۔ مجد الدولہ ایلچ خان
کے معاملات مین عمداً لیت و لعل کرتا تھا اور نظرون مین تھا کہ یہ سونے کی چڑیا
جال سے نکلجانے نہ پائے۔ گوپال پنڈت وغیرہ افسران سپاہ جو ریاست لکھنؤ
سے ایلچ خان کے ساتھ تھے انھون نے اپنی تنخواہ دہلی مین طلب کی ایلچ خان
نہایت ممسک تھا ایک کوڑی اپنے پاس سے دینا جان دینے کے برابر بھی

بندگان خدا کو ثروت وجاہ بخشتا ہے اور اپنے پروردون سے کام لیتا ہے
نواب آصف الدولہ نے زمانے کے نشیب و فراز پر نظر کر کے اور مختار الدولہ کے
رغبت دلانے سے جھاؤ لال داروغۂ اصطبل کو راجہ کا خطاب اور خلعت اور
ہاتھی اور جھالردار پالکی دی اور محمد بشیر خان سے دیوان خانے کی خدمت نکالکر
اسکے تفویض کی یہ شخص خوش طبع اور سمجھدار تھا چند روز مین ترقی کر کے آصف الدولہ
کے مزاج مین دخل پیدا کر لیا اب دو ہزار سوار اور کئی پلٹنون کا سردار بھی بنگیا۔ نواب
کی خدمت مین ایام صاحبزادگی سے چند ہندو تلنگے تقرب رکھتے تھے کنکے نام یہ ہین
ہولاس سنگھ۔ سوبھا سنگھ۔ بھولا سنگھ۔ بندی سنگھ۔ میکو سنگھ۔ نواز سنگھ۔ موتی سنگھ۔
بھوانی سنگھ۔ اِس وقت مین کہ وہ خود فرمانروا ہوے تو ان پیادون کو بڑے
بڑے عہدے اور منصب عطا کیے راجہ کے خطاب دیے عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی
اور جھالردار پالکیان سوارون کے رسالے پیادون کی پلٹنین دیکر بڑے اقتدار
پر پہنچایا شجاع الدولہ کے عہد کے سردار جو مدتون جانفشانیان کر کے تفضلات
کے امیدوار تھے۔ مخذول و معزول ہوئے ان ہندوؤن مین سے ایک کو بیسواڑے
کی حکومت عطا کر کے گویا اپنی بدنامی خریدی اور اپنی پالکی کے کہارون مین سے
ایک کو جس سے کوئی خدمت ظہور مین آئی تھی راجہ مہرا کا خطاب و جھالردار
پالکی اور گھوڑا اور ہاتھی اور رسالہ دیکر سرفراز کیا اس نے پانسو سوارون کا ایسا
رسالہ تیار کیا جنکی پگڑیان سرخ تھین رانون تک کوٹ تھے اُن مین سنجاف سبز لگی
تھی پاجامے مشروع کے تھے اِسکے ہم قوم کہارون نے اِسکی سواری کی پالکی اٹھانے
مین دریغ اور بڑا ہنگامہ کیا آخرکار نواب کے دباؤ اور لالچ سے راضی ہو گئے۔

چلا گیا ذو الفقار الدولہ محمد نجف خان نے ایلچ خان کا اکبر آباد مین پہنچنا اور نواب آصف الدولہ سے خلاف غنیمت جان کر بہت خاطر کی اور اپنے آدمی بھیجکر ڈیگ مین اُسکو بلا لیا۔ اول نجف خان ایلچ خان کے خیمے مین گیا اور دوستی کے مراسم بخوبی بجا لایا جس سے ایلچ خان نہایت محظوظ ہوا اور نجف خان کی اطاعت مین ہمہ تن مصروف ہو گیا اور اُسکی رفاقت کو غنیمت سمجھا۔ نجف خان نے محالات قلعہ اکبر آباد وغیرہ کی حکومت اُسکے سپرد کر دی۔ اور نجف خان اُسکی صلاح پر تمام کام کرنے لگا۔ ایلچ خان نے کئی لاکھ روپے فوج شاہی کے خرچ کے لیے دیے آصف الدولہ نے مصاحبون کے اغوا سے ایلچ خان کی حویلی کو جو فیض آباد مین تھی ضبط کر لیا جس مین پُرانے خیمون اور تانبے کے ٹوٹے پھوٹے برتنون کے سوا کچھ نہ تھا۔ لال محمد ایلچ خان کا متبنّے آصف الدولہ کے پاس رہگیا۔

نواب آصف الدولہ کا اپنے ذلیل نوکرون کو بڑے بڑے مراتب دینا

ایلچ خان اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ بیر چند نواب شجاع الدولہ کے عہد مین تمام مہمات مالی و ملکی کے مختار تھے اور میر مرتضے خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے اس وقت مین کمان انکی گر گئی۔ مختار الدولہ کو بھی ان کا وجود ناگوار تھا اور ہر کام مین ان کی ذلت کے خواستگار رہتے تھے اسلیے در پردہ نواب آصف الدولہ سے عرض کرتے رہتے تھے کہ نواب مرحوم کے ارکان دولت حضور کو خیال مین نہین لاتے اور حضور کی سطوت و جلالت سے نہین ڈرتے جب کوئی صاحب اقتدار ہوتا ہے دا

قیدیون کو جو مسکین لوگ تھے رہا کر دیا مگر عرب خان ٹرنچ اور خان محمد خان اور
کمالزئی خان اور ہمت خان اور عالم خان نعرعشی اور حرمت خان اور ملا حسن
خان اور ملا عالم خان اور ملا عبدالواحد خان اور قاضی محمد سعید خان اور منو
خانساماں اور اختیار خان چیلہ اور ملاحت خواجہ سرا کو کہ ذی حوصلہ اور اولوالعزم
آدمی تھے نہ چھوڑا اُن سے زر وصول کرنے کی بھی توقع تھی اور نہ حافظ صاحب کے
اور دوندے خان کے خاندان کو چھوڑا بلکہ کئی مہینے کے بعد محبت خان کو بھی
الہ آباد بھیجدینا چاہا مگر مرزا علی خان آصف الدولہ کے ماموں نے شفاعت کی
جس سے وہ بچ گئے تاہم بعض حسد پیشہ مصاحبوں کے اغوا سے حافظ صاحب
کے خاندان کی ایذا دہی میں خفیہ کارروائی شروع کی محبت خان کی مُلاقات
اور تنخواہ بالکل بند کر دی اور آصف الدولہ کے ایما سے سید معزز خان قلعدار الہ آباد
قیدیوں پر سختی کرنے لگا اور سو روپیہ یومیہ جو اُنکی خوراک کے لیئے شجاع الدولہ کے
عہد سے مقرر تھا اُسکے دینے میں حیلہ کرنے لگا اور تھوڑا تھوڑا دیتا تھا اس عرصے
میں آصف الدولہ مہدی گھاٹ کو گئے محبت خان اور ذوالفقار خان پسران
حافظ رحمت خان جو لشکر کے ساتھ تھے بے سروسامانی کی حالت میں ہمراہ گئے
مہدی گھاٹ پر جان برسٹو صاحب ریزیڈنٹ گورنر کا مرسلہ آیا اور اُسنے محمد ذاکر کی
زبانی محبت خان اور ذوالفقار خان کا یہاں موجود ہونا نہایت بے سروسامانی
کی حالت میں سُنا تو اُن کے پاس ہرکارے بھیجکر اپنے پاس بُلایا مگر اُنھوں نے علانیہ
رزیڈنٹ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اسلیے خفیہ رات کے وقت ملے اُسنے
اُنکی تسلی و تشفی کی اور اُنکی بہبودی میں کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور اُن کے خیمے

کہار نہایت دانا تھا بعض ناچنے والی عورتون کو خاص کہارون کا گانا بجانا سکھا کر نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے نہایت پسند کیا اور بہت سا انعام بخشا۔ نواب کی پسندیدگی کیوجہ سے ممالک محروسہ مین اس قسم کا ناچ بہت جاری ہوا اور اکثر ناچنے والی عورتون نے اسکو سیکھ کر نواب کے پاس رسائی پیدا کی اور دولت حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کو جب ایسے بیش بہا خزانون پر قدرت حاصل ہوئی تو ہر کس و ناکس کو موقع و بے موقع دولت و حشمت بخشنے لگے جو مستحق نہ تھے اُن کو تو مالا مال کر دیا اور جو حقدار تھے اُن کو درماندہ اور محتاج بنا دیا جو اراذل و اوباش کہ مدت سے ہل جوتتے تھے اور ٹٹوؤن پر بوجھ لادتے تھے اور وہ سپاہی جو کندھون پر بندوقین اُٹھاتے اُٹھاتے تھک گئے تھے اب وہ نواب کی مہربانی سے مرتبۂ قارونی اور منصب کامرانی و سروری و سرداری کو پہنچ گئے تھے۔ اس وجہ سے سرداران قدیم اور افسران سپاہ بدیل اور متغیر ہو گئے تھے۔ خدمات جلیلہ اور مناسب رفیعہ سرداران معتمد سے نکالکر اُن اراذل کے ہاتھون مین دیدیے گئے اس وجہ سے پُرانے ملازمین کے دل نواب کے اخلاص سے پھر گئے۔

اُن اراذل کے لطائف مین سے ایک یہ بات ہے کہ ایک اپنی مجلس مین کہتا تھا کہ ہزار ہا سال آسمان شرفا کے موافق گردش کرتا رہا ہم غربا نے کبھی حسرت و غم نہ کیا۔ اس زمانے مین کہ روزگار نے ہم سے موافقت کی تو شرفا و نجبا رشک و حسرت سے مرے جاتے ہین۔

قلعہ الہ آباد مین روہیلکھنڈ کے قیدیون کو تکلیفین پہنچنا

نواب آصف الدولہ نے اپنے جلوس کی خوشی مین روہیلکھنڈ کے بعض

اُن مین وعدہ کیا تھا کہ تمھاری پنشن کے حقوق پہلے کے بموجب قائم کیے جائینگے دکھائے نواب نے شرمندہ ہوکر تمام اسباب واپس کیا۔

نواب آصف الدولہ کا مہدی گھاٹ کیطرف جانا اور خرچ کے لیے مان کو مجبور کرکے روپیہ بطور قرض کے لینا

مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ فیض آباد مین نواب کی دادی اور مان میرے عروج سے برافروختہ ہین اور ہر کام مین مزاحمت اور نکتہ چینی کرتی ہین تو اُنھون نے نواب کو تحریک کی کہ حضور کوچ فرماکر تھوڑے دنون مہدی گھاٹ پر تشریف رکھین تاکہ دور و نزدیک والون کو عبرت ہو اور مقصود اصلی یہ تھا کہ فیض آباد سے باہر نکلکر من مانی کارروائی کرین مگر سفر مین گلچھرّے اُڑانے کو روپے کا ہونا ضرور تھا اور جسقدر روپیہ تھا تو وہ اُنکی مان کے قبضے مین تھا کیونکہ شجاع الدولہ خزانے کا بڑا حصّہ اپنی بیگم کی تحویل مین رکھتے تھے۔ انگریزون سے صلح ہو جانے کے بعد اُنھون نے خیال کیا کہ ایسے سخت وقت مین بیگم نے اپنا سب زرِ نقد میرے حوالے کردیا اُن سے بڑھکر ہمدرد کون ہوگا آیندہ جو کچھ روپیہ آئے ضروری اخراجات کے بعد وہ بیگم کے پاس رہے۔ اُنکی یہ عادت تھی کہ دیوان صورت سنگھ اصل باقی کی فرد پیش کرتا تو وہ ملاحظہ کرکے ایلچ خان اور محمد بشیر خان کو حکم دیتے کہ عاملون اور حاکمون پر جسقدر روپیہ نکلتا ہے جیسے بنے تم دونون اُن سے وصول کرکے ہمارے اجلاس کی بارہ دری مین جمع کرو ہم سیر و تماشائے شہر و اطراف سے دوپہر دن رہے واپس آئینگے اگر اُسوقت تک سرکاری بقایا وصول نہو چکی تو تمھارے حق مین بہتر نہوگا۔ یہ دونون اہلکار ہر طرح

اپنے خیمون کے پاس کھڑے کرائے اور اُنکی عسرت کی خبر سُنکر اپنے پاس سے پانچ ہزار روپے اُن کو دیے اور کہا کہ تم بے اندیشہ اپنے حالات مجھ سے بیان کرتے رہا کرو۱؎

آصف الدولہ کے حکم سے نواب سید سعداللہ خان کی بیگم کے اسباب کا ضبط ہو جانا اور پھر اُس کا واگذاشت ہونا

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب سید سعداللہ خان کی بیگم فیض آباد مین رہتی تھی اور اپنا اسباب بیچ بیچ کر گذر کرتی تھی اور ہمیشہ پریشان حال رہتی تھی وہان اُسکی کوئی خبرگیری نہین کرتا تھا نواب سید سعداللہ خان نے جو سلوک شجاع الدولہ کے ساتھ کیے تھے اُس کا عوض یہ دیا گیا کہ آنولے سے اُنکی بیگم کو حراست مین رکھکر فیض آباد کو لیگئے اور وہان قید کر دیا۔ نواب آصف الدولہ نے اُس پر زیادتی یہ کی کہ مسندنشین ہوتے ہی بیگم کا تمام اسباب ضبط کر لیا اور مفت بدنام خلائق ہوے اسلیئے کہ اُسوقت بیگم کے پاس سوا کپڑون اور خیمون اور ظروف کے زر نقد نہ تھا یہ سارا قصور اہلکارون کا ہے جو نیک و بد مین تمیز نہین کرتے۔ اُنھون نے نواب کو اس پوچ حرکت پر کیون آمادہ کیا۔ نواب سید فیض اللہ خان صاحب والی رامپور کو جب یہ خبر پہنچی تو اُنھون نے احترام الدولہ کالون صاحب کو اس بارے مین بہت کچھ لکھا صاحب موصوف نے آصف الدولہ پر ایسے پوچ کام کی تمام قباحت ظاہر کرکے وہ شقے جو شجاع الدولہ نے بیگم کو بھیجے تھے اور

۱؎ دیکھو اخبار حسن وگل رحمت ۱۲

آصف الدولہ نے مرتضیٰ خان مختار الدولہ کو فیض آباد کو بیگم صاحبہ کی خدمت
مین بھیجا اور عرض کرایا کہ وہ تھوڑا سا روپیہ جو دیا تھا خرچ ہو چکا اسی قدر اور
مرحمت ہو جائے۔ اس بار بیگم نے سختی سے جواب دیا اور چند روز تک بدستور
مرزا علی خان کی معرفت گفتگو جاری رہی آخرکار چار لاکھ روپے بیگم نے اور دیے جب
مرتضیٰ خان یہ روپے لیکر مہدی گھاٹ کو گئے تو نواب نے اس رقم کو بہت کم خیال
کیا اور خود ڈاک کے ذریعہ سے فیض آباد آئے اور قرض کے نام سے اور روپون کی
درخواست کی اور ایک جھوٹی سند بھی اپنی مُہر لگا کر نوروز علی خان فوجدار اکبر پور
اور دولت پور کے نام لکھکر حوالے کی جسمین مندرج تھا کہ سدی مئو وغیرہ چند پرگنے
خالصے سے نکال کر والدہ صاحبہ کے نائبون کے حوالے کردو جب تک چار لاکھ
روپے اُنکی سرکار مین نہ پہنچ جائین اسوقت تک اُنھین کا قبضہ رہے اور دوسری
سند بطور فارغخطی کے لکھدی کہ آیندہ ہمکو کوئی مواخذہ والدہ ماجدہ سے نہین۔
فیض بخش کہتا ہے کہ اس مرتبہ جو نواب آئے تو خالق کی عجیب قدرت دیکھنے مین
آئی شجاع الدولہ کے عہد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ ایک جا تو بھی ساتھ لیکر سرکاری
مکانات خاص مین قدم رکھتا اور اُن کے ساتھ تمام آدمی نقار خانے سے کہ قلعہ مین
دوسرا درجہ ہے پیادہ پا چلتے تھے۔ اُن کے مصاحب۔ امرا ہد سالہ داران عمدہ۔
خواجہ سرا جو کار و خدمات مین مصروف رہتے تھے ان کے سوا دوسرا کوئی آدمی
اندر نہ جانے پاتا تھا۔ اب ایسے گنوار جنکی عمر لنگوٹی لگاتے گذری اُن کے باپ
بھائی اپنے ہاتھون سے ہل جوتتے اور یہ خود تلنگون کے زمرے مین نوکریان کرتے
نواب آصف الدولہ کی اردلی مین گھوڑون پر سوار نشستگاہ خاص تک آتے جاتے

کوشش کرکے روپیہ جلد وصول کراکے نواب کی خوشنودی کے لیے اُن کے بیٹھنے
کی خاص بارہ دری کے صحن مین اپنے اپنے وصول کیے ہوئے روپون کے علیحدہ علیحدہ
ڈھیر لگوادیتے جب واپس تشریف لاتے تو حکم دیتے کہ اس مین سے آدھا روپیہ بیگم صاحبہ
کی سرکار مین داخل کردیا جائے اور چوتھائی رائے ٹیرچند خزانچی کے حوالے ہو اور باقی
اسی جگہ پچاس پچاس ہزار کی مقدار مین ہر ہر گوشہ مین علیحدہ علیحدہ رکھ دین یہی
طریقہ ہمیشہ جاری رہا جب اُن کے انتقال کے بعد آصف الدولہ جانشین ہوئے اور
مہدی گھاٹ کی روانگی کا ارادہ کیا تو مختار الدولہ کی تحریک سے مان سے روپیہ مانگا
اُنھون نے بیٹے کو جواب دیا کہ دیوان کو بُلا کر محالات کے کاغذات کا ملاحظہ کرا ور
خزانے کے داروغہ رائے ٹیرچند سے مانگ یہ سوال وجواب سالار جنگ برادر بیگم صاحبہ
کے ذریعہ سے ہوتے تھے بیگم نے جھلا کر کہا کہ ابھی تیرے باپ کو مرے ہوے دس روز
بھی نہ گزرے اور مین ماتم کے سوگ مین بیٹھی ہون ایسا بے محل سوال کرنا کس قدر
بیحیائی ہے مجھے رونے کی بھی فرصت نہین آصف الدولہ کی دادی نے بہو کو کہا
کہ یہ عشق کی پہلی مہمانی ہے ابھی اس سے زیادہ خدمت گزاری کے مزے حاصل
کروگے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو تین روز سوال وجواب ہو کر چھ لاکھ روپے ملے اور
نواب ۱۱۔ ذیحجہ ۱۱۸۸ ہجری کو مہدی گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ پہلی مرتبہ
کشیدگی خاطر مان بیٹون مین واقع ہوئی مگر چھ لاکھ روپیہ اس قدر کثیر لشکر کے خرچ
اور انعام واکرام اور اخراجات بیجا کو کب تک کافی ہوتا ایک ماہ کے عرصے مین
ختم ہوگیا اور اب تک ملک کی آمدنی کی بالکل خبر نہ تھی کہ حاکمون نے کیا رعایا سے
لیا اور کیا سرکار مین پہنچایا۔ محرم مہدی گھاٹ مین ہوا عشرے کے بعد نواب

بزرگون مثلاً سالارجنگ، شیر جنگ، مرزان علیخان و خان عالم کی تعظیم بھی موقوف کی اور اختیارات ریاست کی لگام ایک خواجہ سرا انور نام کے ہاتھ مین دیدی۔ یہ نہایت پاجی مزاج سفلہ وضع اور سبک طوار تھا خطاب اسکو اختیار الدولہ انور علیخان دلایا۔ تمام عمال و حکام کی موقوفی و بحالی اور تعظیم و تکریم لوگون کی اسکی راے پر موقوف تھی اس کم ظرف بدمایہ نے سرداران قدیم کی بربادی پر کمر باندھی اور خیر کا دروازہ جسکو کھُلے ہوے ابھی تھوڑاہی عرصہ گذرا تھا مسدود کردیا بلکہ ابھی احکام وظائف فقرا و مشائخ کی واگذاشت کے اطراف ممالک مین مشتہر بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اُسنے یہ تمام کام روکدیے اور ضبطی کا نیا حکم بھیجدیا۔ القصہ مختارالدولہ نے دربار کی آمدورفت کم کردی۔ رات دن بادہ خواری اور فواحش کی صحبت مین رہنے لگے۔ نواب کثرت مہربانی سے اکثر اُن کے دیکھنے کو اُن کے مکان پر جاتے مختارالدولہ ایسے خود فراموش ہوگئے تھے کہ بندگی و خداوندی کا ادب ترک کردیا گستاخانہ و بے تکلفانہ باتین کرتے اکثر بالمشافہہ سخت و درشت الفاظ کہہ بیٹھتے لیکن نواب فرط رفت و محبت سے اُن کے کامون سے اغماض کرتے ایک فاحشہ کسبی ناچنے والی تھی جسکا نام چلالو تھا اُس سے تعلق خاطر پیدا کرلیا اُسکے حسن و جمال پر بے حد شیفتہ تھے رات دن اُسکے عشق مین مدہوش پڑے رہتے تھے حضرت عشق نے شادی کی تھی اور محبت کے قاضی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ایک دم کو اُسکی جُدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُن کے دل کو راحت پہنچتی تھی وہ بھی لیاقت کی تپلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی آداب صحبت کا کمال رکھتی تھی۔ اس زن فاحشہ نے مختارالدولہ کو اپنا مطیع عشق پاکر حکمرانی شروع کی اور جو چاہتی اپنے عاشق سے کرالیتی جدھر چاہتی کان پکڑکر پھیر دیتی۔

ہین اور نواب کی سواری کی پالکی کے آس پاس بھوانی سنگھ مولی سنگھ ہولاس سنگھ نواز سنگھ میکو سنگھ اسپان خاصہ کوتل پر جو ساز و یراق سے آراستہ ہوتے ہین سوار ہو کر راہ مین اختلاط کرتے ہوے چلتے ہین صرف دو ماہ کے عرصے مین یہ تغیر و تبدل واقع ہو گیا۔

لوگون کو یہ گمان تھا کہ نواب مہدی گھاٹ سے لوٹینگے تو فیض آباد مین باپ کی طرح رہا کرینگے کیونکہ تمام مکانات بدستور فرش و فروش سے آراستہ تھے شکست و ریخت اور مرمت و صفائی موافق قاعدے کے جاری تھی۔ چار پانچ ماہ تک نعیر کسی کام کے دریاے گنگا کے کنارے مقیم رہے۔ نہ فوج کی خبر تھی نہ ملک کی طرف توجہ تھی نہ سردارون سے تعلق تھا نہ پلٹنون کی قواعد کا خیال تھا نہ سپاہ کے سامان کا جائزہ لیتے تھے نہ توپخانے کی درستی کی فکر تھی نہ پرچہاے اخبار کے سُننے کی طرف رغبت تھی جس کا شجاع الدولہ کو ہر وقت خیال رہتا تھا۔ مختار الدولہ تدریج اور آہستہ آہستہ فوج کی خرابی عاملان محالات کی معزولی اور رؤسائے عمدہ کی بیخ کنی کی فکر مین مصروف ہوئے +

مختار الدولہ کا تسلط حاصل کرکے سرداران قدیم کی بربادی کی فکر کرنا

جب مختار الدولہ کو تھوڑے سے عرصے مین ملک کے تمام کامون پر بالاستقلال قدرت حاصل ہو گئی تو کبر شدادی اور نخوت فرعونی اُن کے دماغ مین پیدا ہو گئی امرائے دولت و ارکان ملک کی تواضع و تکریم چھوڑ دی یہان تک کہ آصف الدولہ کے

سے بڑھکر سمجھے جاوینگے لیکن مالک اور صاحب حکم ایک ہی بہتر ہے کیونکہ قدیم سے یہی دستور
چلا آتا ہے بہت سی گفت و شنید کے بعد یہان سے گورنر کو یہ باتین لکھی گئین وہان سے
حکم آیا کہ نواب آصف الدولہ بہادر مالک ملک ہین نواب سعادت علی خان کو بلا کر
اپنے پاس رکھین نواب نے اس احسان کے بدلے مین ملک بنارس انگریزون کو دیا
تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین اسی طرح مذکور ہے اور تاریخ تیموریہ مین بیان کیا ہے کہ
مختار الدولہ نے نواب وزیر الممالک کو دولت خواہی کے پردے مین انکے بلا لینے
کے لیے عرض کیا نواب نے انکے اغوا سے ایک خط اشتیاق آمیز اور تہنیت انگیز
انکی طلب مین لکھا نواب سعادت علی خان ابھی جوان ناتجربہ کار تھے انکو تامل ہوا
اور سرداران لشکر کو بلا کر ان سے مشورہ کیا اور کہا کہ مختار الدولہ کی غفلت اور
بے پروائی سے تمام کام وزیر الممالک کی سرکار کے درہم و برہم ہو رہے ہین وہ چاہتے
ہین کہ ہم لوگون کو بھی کھٹائی مین ڈالین ہر اک سردار یہ بات سن کر متردد ہوا
اسکے بعد سعادت علی خان نے کہا کہ والد مرحوم نے اس ملک کی حکومت و ریاست
مجھے تفویض کی تھی اور تمکو میری اطاعت کے لیے حکم دیا تھا ان کے دل کی یہ بات
معلوم ہوتی تھی کہ جب امر ناگزیر وقوع مین آئے تو ملک قدیم میرے بڑے بھائی
آصف الدولہ کے زیر نگین رہے اور جدید علاقے میرے پاس رہین تاکہ ہم بھائیون
مین خصومت و منازعت پیش نہ آئے پس اگر تم میری مدد پر کمر ہمت مضبوط باندھو
اور قول و قسم سے مطمئن کردو تو مین ہمسرانہ قوت سے انکو مسکت جواب لکھدون
تو لطافت علی خان اور [illegible] ان بڑیچ وغیرہ رسالہ دارون نے زمانے کی ہوا
اور نواب آصف الدولہ کے ارکان کی غفلت پر خیال کر کے اپنی مشورے سے

مختار الدولہ ہمیشہ سرداران سلطنت سے بے اتفاقی سے پیش آتے کسی کو منھ نہ لگاتے بلکہ یہ چاہتے کہ میری سواری کی جلو مین چلین۔ اپنے بھائیون کو بڑے بڑے منصب دیے تھے تمام سامان امارت اور تجمل حشمت مختار الدولہ کی سواری کے ساتھ حاضر رہتا۔ انکی سواری کے وقت نقیبون کی آواز دور باش اور ہمراہیون کے اژدہام سے شہر مین ایک تزلزل سا پیدا ہو جاتا۔

نواب سعادت علی خان کو روہیلکھنڈ کی حکومت پر خود مختاری کا خیال پیدا ہونا۔ مگر ہمراہیون کے اتفاق نکرنے سے اُن کا نواب آصف الدولہ کی طرف رُجوع کرنا

مختار الدولہ کو یہ اطمینان تھا کہ سرداران لشکر مین سے کوئی ایسا مرد میدان نہین جو اُن سے خصومت کر سکے لیکن نواب سعادت علی خان اور اُن کے ساتھ کے سردارون سے اندیشہ رکھتے تھے جو اُس وقت مین روہیلکھنڈ پر حاکم تھے اسلیے مختار الدولہ نے کرنیل کلیس اور میجر پولیسر سے بریلی کے باب مین مشورہ کیا کہ ایک میان مین دو تلوارین نہین رہ سکتین لہذا خواہش جناب وزیر الممالک کی یہ ہے کہ نواب سعادت علی خان کو وہان سے علیحدہ کر کے یہان بُلالین اور وہ صاحبزادون کی طرح یہان رہین اُنھون نے جواب دیا کہ ایسا کیسے [illegible] ہے کیونکہ شجاع الدولہ نے یہ ملک اُنکو دیا ہے مختار الدولہ نے کہا کہ جب وہ یہان آجاوینگے تو سب بھائیون

گریز کرونگا تو تمام لشکری و غادر فریب سے پیش آئینگے خجالت کو حجاب کا وسیلہ بناکر آصف الدولہ کے پاس مہدی گھاٹ کے راستے مین پہونچے نواب نے غایت رافت و کمال محبت سے بزرگانہ سلوک و شفقت مبذول کی اور گلے سے لگا کر ان الفاظ کے ساتھ اُنکے دل کو تسلی دی کہ "میرے باپ نے قضاے الٰہی سے انتقال کیا اور مین تمھارا باپ زندہ ہون تمکو کیا غم و فکر ہے تمنے سُنا ہوگا کہ نواب مرحوم نے تمکو میری فرزندی مین دیا تھا اور تم مجکو باپ کہتے تھے اب تک وہی رشتہ جاری ہے"۔ بعد اس کے خلعت ملبوس۔ گھوڑا۔ ہاتھی وغیرہ وہ چیزین جو ایسے فرزندان نامدار کو امراے عالیمقدار عطا فرماتے ہین بخشین اور اُنکی خاطر رمیدہ کو دام سحر تالیف سے رام کیا بسنت علیخان مع کمبو کے اور محمد شیرخان اور لطافت علی خان و مرتضےٰ خان بڑیچ بھی بریلی سے وہان آئے اور نواب کی سعادت ملازمت حاصل کی اور ہر ایک پر لطف و عنایت مبذول ہوئی۔ نواب نے مُلک روہیلکھنڈ کی نظامت پر شیرخان کو بھیجا بسنت علیخان اور مرتضےٰ خان کے سوا دوسرے سردار بھی روہیلکھنڈ کو واپس گئے۔

مختار الدولہ کا سرداران مقتدر کی تدبیر مین مصروف ہونا اور اُنکو نواب کے حضور سے ہٹا دینا

مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ ابھی ان سرداران مقتدر کے پاس سپاہ وافر موجود ہے اپنی اس قوت اور جاہ کے زور پر مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین تو اُن مین تفرقہ پردازی کی فکر کی اور سب کا نواب کے حضور مین جمع رہنا مناسب نہ سمجھا ہر ایک کو دوسرے کا مخالف بناکر بربادی امارت کی فکر مین پڑے پس اول اُنھون نے

اتفاق رائے کیا اور کہنے لگے کہ نواب مرحوم نے رخصت کے وقت ہم لوگون کو
بندگان عالی کے اختیار مین دیدیا تھا جب تک تن مین جان باقی ہے کبھی آپکے حکم
سے سرتابی نکرینگے جو کوئی ادھر کا رُخ کرے گا اُس سے مقابلہ کرکے شرط جانفشانی
بجا لائینگے۔ لیکن محبوب علی خان نے اس مشورے کو رد کردیا اور اُس مجلس سے اُٹھکر
سرداروں کو سمجھایا کہ ہم کو جناب عالیہ والدہ آصف الدولہ نے پرورش کیا ہے
ہماری کیا جرأت وجسارت کہ اُنکے حکم سے انحراف کرین اسلیے مناسب یہ ہے کہ
ایک عرضی اُنکی خدمت مین بھیجین جو کچھ اس امر مین وہ لکھین اُسکی تعمیل کرین اس بات
کے سُننے سے ایک شورش پیدا ہوگئی اور مجلس مشاورت مین فتور پڑ گیا تھوڑے عرصے
کے بعد بیگم صاحبہ کا شقہ پہونچا کہ نواب مرحوم کے بعد آصف الدولہ کو ریاست اور
باپ کی جانشینی کا حق حاصل ہے ہر ایک کو مناسب ہے کہ اُنکی بندگی و خانہ زادگی پر
مستقیم رہے اور کسی کی بدراہی سے انحراف وخلاف اختیار نکرے۔ ایسے شخص کو
چھوڑدے اور اُسکی طرفداری سے قطعاً ہاتھ اُٹھاکر آصف الدولہ کی اطاعت مین
سرگرم رہنا چاہیئے اس شقے کے پہونچنے سے محبوب علی خان کی بات سرسبز ہوگئی اور
دوسرے مدعیون کو ندامت عظیم حاصل ہوئی مختار الدولہ کو جب یہ حال معلوم ہوا
کہ محبوب علی خان نے سعادت علی خان کی تدبیر دور از صواب سے انحراف کیا تو اُسکو
تملّق اور لالچ سے اپنی دوستی کی طرف راغب کیا وہ مختار الدولہ کے دام تزویر مین پھنسکر
لشکر نواب آصف الدولہ کو روانہ ہوا دوسرے سردار بھی ڈرے اور سوا مختار الدولہ
کی اطاعت کے کوئی دوسری تدبیر بہتر نہ سمجھی اسلیے سب نواب کے لشکر کو چلے گئے اب
نواب سعادت علی خان نے خیال کیا کہ اگر آصف الدولہ کی فرمانبری و اطاعت سے

مین موتی باغ کے اندر نواب کی وادی اور مان رہتی تھین بڑی دھوم دھام سے نقارے بجواتا صبح و شام قلعہ سے سوار ہوتا اور اُس مین آتا حالانکہ نواب شجاع الدولہ کے عہد مین یہ جسارت کوئی سردار نہین کر سکتا تھا اور اُس ناظم نے اپنے بھائیون اور بھتیجون کو جا بجا مقرر کیا بخشی گری اور ڈیوڑھیات کے خزانے کی دارو غگی بھی اپنے متعلقین کو دی شجاع الدولہ کے قدیمی نوکرون کو دفعۃً معزول کر کے اُنکی حرمت و آبرو کے درپے ہوگیا معز خان۔ سلام اللہ خان۔ مرزا خانی وغیرہ کے اس قدر زمانہ موافق تھا کہ زمین پر پانوُن نہین رکھتے تھے۔ اور حد اعتدال سے گذر گئے تھے جو کچھ دل مین آتا تھا بے تکلف دبے خوف شرفا نجبا اور رعایا کے ساتھ عمل مین لاتے تھے۔ باوصف اسکے کہ نواب کے حقیقی ماموں سالار جنگ اور دوسرے سرداران قدیم اس وقت تک لشکر مین موجود تھے لیکن کسی سے کچھ تدارک نہین ہوسکا ان حالات کو دیکھ دیکھ کر یہ لوگ مآل کار کے اندیشے سے دست تاسف ملتے تھے اور متحیر تھے کوئی تدبیر سمجھ مین نہین آتی تھی۔

مختار الدولہ جب تک اس رتبے کو نہین پہونچے تھے صلاح و تقوے سے آراستہ تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ نیابت کے حاصل ہوتے ہی سب نیک اطواریان چھوڑ کر شراب پینے اور نرد کھیلنے مین مشغول ہو گئے اور اس قدر نخوت فرعونی دماغ مین سمائی کہ بلا شبہہ ہمچو من دیگرے نیست کا دعوے کرنے لگے کوئی ساعت کوئی گھڑی ایسی نہ تھی کہ خرابی لشکر و بربادی سلطنت اور اپنی امارت و ریاست کی تقویت کا خیال اُنکے دل سے دور ہوتا ہو۔

رائے پتر چند دارو غہ کو بے سبب اپنی ڈیوڑھی پر بٹھا کر قید کر دیا اسی طرح

اُنکا باہم مقابلہ کراکر مضمحل اور شکستہ حال کرانا چاہا۔ اور پہلی تدبیر جو اُنھون نے کی
وہ یہ ہے کہ محبوب علی خان سے محبت بڑھائی اور اُسکو یہان تک بے تکلف کیا کہ
اپنی بزم خاص کا شریک اور محفل اختصاص کا رفیق بنالیا خلوت مین اپنی محبوبہ
کے سامنے بلاکر اُس شاہد طناز کو شراب دینے کے وقت اشارہ کیا کہ محبوب علی خان کو
تاکید و اصرار کے ساتھ اتنے جام پلائے کہ وہ مدہوش ہو جائے ہرچند کہ محبوب علیخان
بڑا فرزانہ اور عاقل یگانہ تھا اور کبھی شراب نہین پیتا تھا لیکن ایسے وقت مین
عقل کو دماغ سے رخصت کرکے اُس کے ہاتھ سے پے درپے شراب لے کر خوب پی اور
متوالا ہو گیا اسی طرح دونون مین رشتۂ بے تکلفی و دوستی مستحکم ہو گیا نشے کا زور
گھٹنے کے بعد مختار الدولہ نے محبوب علی خان کی گردن پر یہ احسان ہو کھا کہ مین
چاہتا ہون کہ تمکو اپنا نائب بناکر تمام ملک کی حکومت کا کام تمھارے ہاتھ سے لیا کرون
لیکن بالفعل چکلۂ کوڑہ سرحد اٹاوہ تک تمھارے رسالے کی تنخواہ مین دیتا ہون
اول تم جاکر وہان کا انتظام کر آؤ محبوب علی خان بھی نواب کے دربار کا رنگ دیکھکر
بہت متفکر رہتا تھا اُسنے اسے غنیمت سمجھا صبح کو مختار الدولہ اُسے نواب کے پاس
لے گئے اور خلعت دلواکر اُدھر رخصت کیا۔

مختار الدولہ نے راجہ ہمت بہادر کو اُسکے پیادہ و سوار اور میر احمد کی پائیسی اور
دوسری فوج کے ساتھ جسکی تعداد بیس چالیس ہزار جوان سے کم نہ تھی کاپی وغیرہ کی تسخیر کیلیے
روانہ کیا۔

مختار الدولہ نے اپنے ایک بھائی کو فیض آباد کا ناظم مقرر کرکے اُدھر بھیجا اُس
بے ادب نے امتیاز و پاسداری کا لحاظ بالاے طاق رکھا باوجودیکہ عین بازار چوک

کہ بواج لوگ اور بازاری آدمی بھی مات ہو گئے وہ بھی ایسے کامون کو سُن سُن کر شرمندہ ہوتے تھے آصف الدولہ کی ایسی بد وضعی شہرت پذیر ہوئی کہ دور و نزدیک کے لاکھون آدمی ہر وقت یہی چرچے کرتے اور کہتے کہ خداوندا عہد آدم ابو البشر سے اس وقت تک سیکڑون بادشاہ۔ اُمرائے ظالم۔ سفاک۔ نامرد و بے حیا عالم مین گذرے ہین لیکن تاریخ کی کسی کتاب مین ایسا ناپاک حال نہین دیکھا۔ اُن کے بعض مصاحب بے ادبی والے کر کے مشہور تھے جیسے بھوانی سنگھ نواز سنگھ اور رستم علی وغیرہ۔

کسی رذیل سے رذیل قوم کا دنی الطبع آدمی ایسا نہ تھا کہ جس کو ایسے بیباک و بیہودہ خیال نواب نے ترقی و ثروت ندی ہو یہ لوگ جھالردار پالکیون اور خاص سرکاری عمدہ عمدہ گھوڑون اور ہاتھیون پر بیٹھے ہوئے کوچۂ و بازار مین متکبرانہ پھرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مین لکھنؤ مین آیا تو ان بے عقلون کو دیکھا کہ درحقیقت بموجب اس آیت کے اُولٰئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا سراپا بہائم خو تھے اور یہ مصنف نواب کو جن کو تاریخ سے ناواقف لوگ فرشتہ سیرت اور اُنکی طبیعت عموماً متحمل و بے پروا بتاتے ہین بہت احمق کہتا ہے اور اُنکے چال چلن کو ناپسند کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اُنھون نے ریاست کو برباد اور انتظام سابقہ کو برہم کر دیا۔

سپاہیان نجیب کا طلب اضافہ کیلیے بلوا کرنا مختار الدولہ کا اُنکے ہاتھ سے بے حرمت ہونا

شجاع الدولہ نے روہیلون سے لڑائی شروع کرنے کے وقت اپنی سپاہ کی

دوسرے خیر خواہان قدیم عہد شجاع الدولہ کو بے صدور تقصیرات بات پر ذلیل و تنگ کرتے تھے چاہتے تھے کہ ہر وقت یہ لوگ اُنکے سامنے دست بستہ رہین اکثر صاحب عزت ان باغیرت نے نوکری چھوڑ کر خانہ نشینی اختیار کی نواب سالار جنگ لشکر مین اور نواب مرزا علی خان فیض آباد مین موجود تھے اگر تھوڑا سا ظنطنہ دکھلاتے اور روسائے لشکر کو متفق کرکے ملک و فوج کے بندوبست پر کمر باندھتے تو اس قدر خرابی و خستگی پیدا نہوتی مگر یہ لوگ پرلے درجے کے ڈرپوک اور عیاش تھے انسے کیا ہو سکتا اگر کچھ اِنھون نے کیا تو یہ کیا کہ اپنی بیٹیان مختار الدولہ کے بیٹون کے نکاح مین دیکر اپنے مزے بنے رکھے۔ عنبر علی خان اور یوسف علی خان خواجہ سراؤن نے جو یہ کیفیت دیکھی تو ہمہ تن مختار الدولہ کی حاضرباشی مین رات دن رہنے لگے اور اس طرح انکی عزت و آبرو بچی اور جس نے ایسا نہ کیا وہ خرابی و آوارگی مین مبتلا ہوا۔

نواب آصف الدولہ کے تھوڑے سے اوصاف فیض بخش کے قلم سے

نواب آصف الدولہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی انکے سلام کا قصد کرتا تو فرماتے کہ مختار الدولہ کے پاس جائے ہمکو کسی کا سلام درکار نہین " رات دن کم رتبہ دون ہمت ہندوؤن کے ساتھ نشہ شراب مین مدہوش رہتے اور ایسے بد اج لوگون کی رائے اور پسند کے موافق جو ذلیل و سُبک شوق ہوتے ہین اُن مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے اِس قدر بے حجابی نامشروع اور خارج از غیرت و حیا کامونمین اختیار کی

تہر کا مطلق لحاظ نہ کیا اُنکی پالکی کو گھیر کر کہارون کے کندھون سے زمین پر گرا دی
اور مختار الدولہ کو کھینچکر باہر نکال لیا ڈنڈون اور بندوقون کے کُندون سے مارا
اس چقلیش مین اُن کے سر سے پگڑی گر گئی اور کپڑون کی دھجیان اُڑ گئین اور
قید کر کے دھوپ مین بٹھا دیا اور اُنکے نوکرون اور رفیقون مین سے جو ہاتھ لگا اُس
کی مُشکین باندھ کر توپون پر کہ گرمی سے جل رہی تھین بٹھا دیا اور جو رفیق و نوکر
مختار الدولہ کے سپاہیون کے ہاتھ نہ آئے گولیان اور گولے چلا کر اُن کو بھگا دیا۔
ایک پہر تک مختار الدولہ ایسی مصیبت مین گرفتار رہے کہ خُدا کسی پر نڈالے
اسکے بعد نشۂ بادۂ غرور و نخوت اُترا اور ہر ایک کی خوشامد کرنے لگے اور سپاہیون
کی دلجوئی مین مصروف ہوے لیکن وہ لوگ سوا ے تنخواہ ملنے اور اضافہ ہونے کے
کسی بات پر نہ جمتے تھے نواب آصف الدولہ نے جب مختار الدولہ کی اس ذلت و
خواری کا حال سُنا تو اُن کو نہایت غصہ آیا اور اس حالت کو دیکھنے کے لیے بارگاہ
کی چھت پر تشریف لے گئے اور توپخانے کے دارو غہ کو حکم دیا کہ توپین تیار کر کے
ان مُفسدون کو اُڑا دے اور تمام رسالہ دارون کو بھی فرمان ہوا کہ اپنے بندوقچیون
اور سوارون کو مختار الدولہ کی اعانت کے لیے مقرر کرین ہر ایک افسر نے یہی عذر
کیا کہ اس وقت سپاہ کا بلوا ے عام ہے کسی سردار و افسر کے اختیار مین کچھ باقی
نہین ہے فوج مطلق قابو مین نہین جو سپاہی کہ حضور کے پہرے چوکی پر مامور ہین
یہ بھی اُنھین لوگون سے رفاقت و ہمدردی رکھتے ہین یہی بہتر ہے کہ مفسدون
کے قصورات کو نظر انداز فرمایا جائے اس سرتابی کو تغافل مین ڈالکر تنخواہ دلا دیجائے
اور اضافہ بھی منظور کر کے خوش کر دیا جائے جب فتنہ بیدار سو جائے اور اس

دلداری کے لیے اُس سے اضافے کا وعدہ کیا تھا یہ فتح خدا ساز اُنکی سپاہ کی کوشش
کے بغیر حاصل ہو گئی اُسی زمانے مین نواب نے انتقال کیا تمام سپاہی اِس عطیہ سے
محروم رہے اس زمانے مین اکثر شوریدہ بختون نے زمانے کا رنگ دیکھ کر طلب تنخواہ
واضافہ کے لیے بلوا کیا مختار الدولہ کو اپنی شوکت وحشمت پر گھمنڈ تھا اس لیے
اُنکو کڑے کڑے جواب دیے ان باتون سے سپاہیون کا ہر فرقہ لڑنے مرنے کو مستعد ہوا
اُنھون نے اپنے افسرون کو نکالدیا اور توپین تیار کرکے لگا دین اور اُن کے پیچھے
اپنی صفین جما دین اور لڑائی کو مستعد ہوئے ابھی تک نواب مہدی گھاٹ پر
مقیم تھے کہ لشکر مین ہیجپیٹی پھیل گئی بازاری لوگ جو نہایت ڈرپوک ہوتے ہین اپنی
اپنی دوکانین سمیٹ کر بھاگنے لگے اس وقت مختار الدولہ بادۂ نخوت وغرور کی
بدمستی سے کسی قدر ہوش مین آئے اور بعض سرداران لشکر کو آتش فساد کی تسکین
کے لیے بھیجا لیکن بات بڑھگئی تھی کسی نے نصیحت نہ مانی اور ہر ایک رسالے مین
سے جوق جوق سپاہی اپنے اپنے افسرون سے منحرف ہو کر بلوائیون کی جماعت مین
شامل ہونے لگے سرداران لشکر نے جو دیکھا کہ یہان ہم تنہا کیا کر سکتے ہین جو کچھ زور
ہے سپاہ سے ہے اور سپاہ منحرف ہو گئی کہین ایسا نہو کہ چشم زدن مین تمام لشکر
لُٹ جائے اسیلیے وہ سب متفق ہو کر مختار الدولہ کے پاس گئے اور اُن کی منت
وسماجت کی مختار الدولہ کے دماغ مین وہ نخوت بھرا ہوا تھا کسی کو اپنا حریف
وہم چشم نہ جانتے تھے اپنی جگہ سے تو تدارک نہ کیا بلکہ پالکی مین بیٹھ کر بعض معتمد
رفیقون کو ساتھ لے کر اُن باغیون کے مجمع مین تشریف لے گئے یہ لوگ اُس وقت
نہ کسی کے فرمانبردار تھے اور نہ جوابدہی سے ڈرتے تھے مختار الدولہ کے سطوت و

جان برسٹو صاحب کا رزیڈنٹ ہوکر وزیر کے لشکر مین آنا

مسٹر جان برسٹو جو کلکتے سے نواب آصف الدولہ کے پاس رزیڈنٹ بنا کر بھیجے گئے تھے وہ مہدی گھاٹ کے مقام پر وزیر کے لشکر مین پہونچے ان دنون کرنیل پولیر کی بوجہ چرب زبانی کے گرم بازاری تھی اور کپتان کانوی مصاحب کرنیل کلمیس کچھ تو کرنیل کی مدد سے اور کچھ اُسکے لشکر کی قوت سے وزیر الممالک اور اُنکے مدار المہام پر غالب آگیا تھا۔ یہ شخص ہر روز اپنی افزایش اور کارپردازان سلطنت کی ہر آپ کے لیے ایک گل تازہ کھلاتا تھا ان دونون صاحبون کو برسٹو صاحب کے رزیڈنٹ ہوکر اودھ کی طرف روانہ ہونے کی خبر تھی لیکن اس خیال سے کہ کساد بازاری نہو جائے اِس بات کو اَن سنی کرکے اپنے کام مین سرگرم تھے اگر کبھی کبھی آصف الدولہ مسٹر جان برسٹو کے حالات اور اُنکی کلکتے سے روانگی کی وجہ دریافت کر بیٹھتے تو سہل اور سبک طور پر کچھ بیان کر دیتے مطلقاً کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ پورے پورے اختیارات کے ساتھ کلکتے سے آرہے ہین یہانتک کہ لشکر کے قریب پہونچ گئے مختار الدولہ نے ان انگریزون کی صلاح سے با دل ناخواستہ استقبال کیا اور ملاقات کو نواب کے پاس لائے نواب نے بھی جو کچھ خاطر کی وہ اُنکے مرتبے سے کم تھی لیکن جان برسٹو با وجود نوجوان ہونے کے ہوشیار اور مدبر آدمی تھے زمانے کی ہوا اور مجلس کا رنگ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہان کا حال یہ ہے ان لوگون سے نے اتفاقی کی مطلق شکایت نہ کی کرنیل پولیر کے خیمے مین ٹھہر گئے اور حریفون کو غفلت مین ڈالکر ہر ایک کے ساتھ بزم اخلاص

بغاوت کی آگ بجھ جائے اور بے عقل لوگ پشیمان ہو کر ندامت و خجالت کو وسیلہ شفاعت بنا کر عجز و زاری کرکے بندگان عالی کے قدمون پر سر رکھدین اور اپنے سردارون کا حکم ماننے لگین تو اُسوقت آہستگی اور تامل کے ساتھ ہر ایک رسالے مین سے چند ایسے آدمی جو شورہ پشت اور فتنہ انگیز ہون چُن چُن کر جرم مین متہم کرکے توپ سے اُڑوا دیے جائین تاکہ سب پر رُعب چھا جائے اگرچہ آصف الدولہ غیرت شوکت کی وجہ سے سینہ آسا آتش غضب مین بے چین تھے لیکن کیا کرسکتے تھے بجز پذیرا کرنے اس التماس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مجبور ہو کر راجہ ٹپر چند خزانچی کو بُلا کر حکم دیا کہ جس امر مین مُفسدون کی استرضا ہو اُسکے مطابق عہد و پیمان سے اطمینان کرکے اور دست بدست زر تنخواہ چکا کے مختار الدولہ کو اُنکے پنجے سے چھڑا لائے راجہ ٹپر چند ۳ ہزار اشرفیان خزانے سے لیکر اُن بلوائیون مین پہونچا اُن لوگون نے اول اُس کو بھی خوب بُرا بھلا کہا لیکن وہ شیرین زبانی اور لطائف تحمل سے پیش آیا جس سے ہر ایک کی گرمی ٹھنڈی ہوگئی اور سب کو تنخواہ دے کر اور اضافہ اپنے ذمے قبول کرکے اُنکے پنجے سے مختار الدولہ کو رہا کرایا اور ہر ایک کو حسن تدبیر سے راضی کیا اور اُن کی تنخواہ مین وہ اشرفیان چکا دین۔

مختار الدولہ ایسے روز سیاہ سے خواب مین بھی واقف نہ تھے اپنے نخوت و غرور کا خوب پھل پایا نواب وزیر کے سامنے آگئے تو دل مین خجالت آنکھون مین اشک ندامت بھرے ہوے تھے۔ نواب سے داد و بیداد کی اُنھون نے لطف و مہربانی سے گلے سے لگا لیا اور خلعت ملبوس بخشا۔

نواب وزیر کے پاس پہونچے اور تمام واقعہ بیان کیا ارکان حضور ابتک مطلق العنان
اور فارغ البال تھے یہ حال معلوم کرکے بہت گھبرائے۔ شام کے قریب مختار الدولہ
تصفیہ خاطر کے لیے گئے اور رزم و شیرین باتین کرکے رزیڈنٹ کی دلجوئی کی وہ
عقل و دانش کے پہاڑ تھے نائب کی چاپلوسی کی باتون مین نہ آئے اور اسی طرح
تمکنت و وقار کے ساتھ جواب شافی و مسکت دیتے رہے۔

انگریزون کے آصف الدولہ کے ساتھ معاملات

کلیورنگ مڈلٹن ایجنٹ تو چلے ہی گئے تھے اور اُن کی جگہ جان برسٹو صاحب بھیجے گئے
تھے شجاع الدولہ کے مرتے ہی گورنر کی کونسل مین فرینسس اور کرنیل مونسن اور
جنرل کلیورنگ کی غلبۂ آرا سے یہ امر فیصل ہوا کہ شجاع الدولہ کے ذمے جو روپیہ
واجب الادا ہے اُسکو بہت جلدی سے وصول کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ جو
عہد و پیمان اُنکے باپ کے ساتھ سرکار کمپنی کے ٹھہرے تھے وہ سب اُن کے ساتھ
قبر مین گئے اور کوئی اُن مین سے اب باقی زندہ نہین اب جو ہم سے نیا سودا امداد
و اعانت کا لوگے تو اُسکی قیمت از سر نو ٹھہرائی جائے گی پرانے بھاؤ پر نہین دیجائیگی
برسٹو صاحب سے جس دن مختار الدولہ ملنے آئے تھے اُسکے دوسرے دن اُن کو بلا کر
صاحب مذکور نے یہ کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے بنارس اور جونپور اور چنار گڑھ
اور غازیپور اپنی مہربانی سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کو ہمیشہ کے لیے آل تمغا کے طور پر
بخشدیئے تھے لارڈ کلایو نے خدا جانے کس وجہ اور کس خیال سے نواب شجاع الدولہ
مرحوم کو کمپنی کی طرف سے اور اپنی جانب سے چھوڑ دیے تھے اب صاحبان کلکتہ کی

مین شریک ہوئے۔ تمام حال یہان کا اور کرنیل کلیس و کپتان کانوی اور کرنیل پھولیر
نے وزیر کے معاملات مین دخیل ہونے کا قصّہ کلکتے کو لکھ بھیجا جب دہان کرنیل پھولیر
اور کپتان کانوی کے دخل و تصرف کا حال معلوم ہوا تو گورنر اور ممبران کونسل
ناخوش ہوئے اور رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ دنون اب بھی وزیر کے لشکر مین موجود ہون
تو گرفتار کر کے کلکتے کو بھیجدو اس حکم کے یہان پہونچنے سے قبل اتفاقاً یہ حال
کپتان کانوی اور کرنیل پھولیر کو معلوم ہوگیا کپتان تو پریشانی کی حالت مین
کوئی حیلہ کھڑا کر کے وزیر کے لشکر سے بلگرام کو چلا گیا اور وہان میو کی چھاؤنی مین
رہنے لگا۔ اور کرنیل کلیس اپنے تمام خیمہ و خرگاہ اور اسباب حشمت و جاہ کرنیل پھولیر
کے حوالے کر کے جس قدر اسباب لیجا سکا ساتھ لے کر باقی سامان دوستون کو دیکر
کلکتے کو روانہ ہوگیا۔ ان دونون انگریزون کے متوسلون اور رفیقون پر عجب انقلاب
اور شورش کا عالم گذرا اور انکی روانگی کے بعد اندیشہ و تردد کے دروازے
کھل گئے۔ مختار الدولہ اِس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوے اور بادہ نخوت سے
ہوشیار ہوے اُسی روز راجہ جھاؤلال کو نواب وزیر کی طرف سے استفسار صحت مزاج
کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اُنھون نے راجہ کی طرف التفات نہ کیا لکھنے مین
مشغول رہے تھوڑی دیر تک جھاؤلال سلام کرنے کی آرزو مین کھڑے رہے دیر کے بعد
سر اُٹھا کر مہربانی کے ساتھ اُنکی طرف دیکھا جھاؤلال نے جرأت کر کے وزیر کی طرف
سے خیریت پوچھی جان برسٹو صاحب نے درشتی کے لہجے مین جواب دیا کہ میری صحت مزاج
کی خبر دریافت کرتے ہو مین بیمار نہ تھا مجھے ہندوستانیون کی چاپلوسی پسند نہین"
جھاؤلال نے جو یہ عتاب و جلال دیکھا اور کلمات ملال سنے تو بدحواس ہوکر فی الحال

خوف آمیز و ہول انگیز سے ڈرا کر اِس امر پہ آمادہ کیا کہ کیا ضرور ہے کہ سہل معاملات کے لیے اِس قدر تکلیف سفر کی برداشت کی جائے اور انگریزون کو اپنی طرف سے رنج پہونچایا جائے یہی بہتر ہے کہ تھوڑا سا ملک اُنکو دے کر دوستی مستحکم کریجائے تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو لطائف الحیل مین راضی کر لیا تھا اور بعض کامون کی اُن کو اُمید بھی دلائی تھی سیر المتاخرین مین بھی ذکر کیا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو اِس بات پر آمادہ کیا کہ بنارس وغیرہ کا علاقہ جو راجہ چیت سنگھ بن بلونت سنگھ کی زمینداری مین ہے اور جسکی مالگذاری پچیس لاکھ روپے کی ہے اور ستر لاکھ روپے کے قریب محاصلات ہے سرکار کمپنی کو دلا دے اُس احمق نے آصف الدولہ کو جان برسٹو صاحب کی طرف سے امید و بیم مین ڈالکر راضی کر دیا۔

رشبرج صاحب تاریخ ہند مین اِس مطلب کو یون ادا کرتے ہین کہ کونسل کے اُنھین تین ممبرون نے ہسٹنگز کی مرضی کے خلاف نواب وزیر اودھ کو دبا کر بنارس قلمرو سرکار انگریزی مین شامل کرا لیا۔ غرضکہ رزیڈنٹ کی تدبیر سے ۲۰ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ ہجری مطابق ۲۱ مئی ۱۷۷۵ء کو نیا عہدنامہ لکھا گیا کہ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع جو شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کیے گئے تھے آصف الدولہ کے قبضے مین اُسی ہیئت سے رہینگے جیسے کہ ملک اودھ اُنکے پاس ہے اور سرداران انگریزی وعدہ کرتے ہین کہ وہ صوبۂ اودھ اور کوڑہ و الہ آباد کی حفاظت کرینگے جب تک مرضی کورٹ آف ڈائرکٹرز کی دریافت ہو گی اور نواب نے اپنے ملک کی اِس حفاظت کی بابت انگریزی کمپنی کو تمام اضلاع ماتحت راجہ چیت سنگھ کے مع محصول خشکی و دریا دیدیے

یہ مرضی ہے کہ اگر نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کے سرداروں سے مودت منظور ہے
تو یہ مقامات سرکار کمپنی کو دیدین اور اپنے دوسرے پرانے اور نئے ملکون پر بدستور
قابض و متصرف رہین اور انگریزون کو اپنا ممد و معاون سمجھین مختار الدولہ یہ بات سنکر
نہایت پریشان خاطر ہوے اور گذارش کیا کہ ملک کے مالک نواب آصف الدولہ ہین
انکی صلاح اور اجازت کے بغیر مجھے نفی و انکار کا اختیار نہین برسٹو صاحب نے کہا
کہ اب سے شام تک کی فرصت ہے اگر انگریزون سے دوستی رکھنی منظور ہے تو ان علاقون
کے حوالے کر دینے کی سند تیار کر کے بھیجدی جائے اور اگر کچھ اور منظور ہے تو اوس سے
سے اطلاع دی جائے۔ مختار الدولہ خاطر آشفتہ آصف الدولہ کی خدمت مین آئے
تمام حال ان سے عرض کیا نواب کے مشیرون نے بہت سی فکر دوڑائی مگر کوئی بات
سمجھ مین نہ آئی بجز اسکے کہ علاقے دیدیے جائین۔

کپتان کالون نے بعض معتمدون کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ کلکتے سے ہرگز
ایسا حکم نہین آیا ہوگا یہ جو کچھ کر رہے ہین برسٹو صاحب اپنی طرف سے کر رہے ہین
انکو کمپنی کی طرف سے علاقے مانگنے کی ہدایت نہین حضور انکی بات کی طرف التفات کرین
اور سوال و جواب مین قاصر رہین اور اس دلیری و جسارت کی شکایت کلکتے کو لکھین
اور حضور اپنے پیش خیمے کلکتے کی طرف کھڑے کرائین اور برسٹو صاحب سے کہلا بھیجین
کہ نواب مرحوم اور صاحبان انگریز مین جو عہد نامہ ہوا ہے اسکی دفعات دیکھ لو اگر ان
تمام عہد و پیمان کے موجود ہوتے تمھاری طرف سے خلاف ورزی ہوگی تو مین خود
کلکتے جا کر صاحبان کونسل سے مباحثہ کرونگا جو کچھ مقدر ہے وہان مقرر ہو جائے گا
مگر ارکان دولت نے آرام طلب نواب کو ان باتون پر توجہ کرنے دی اور کلمات

سیر المتاخرین مین لکھاہے کہ ہسٹنگز صاحب گورنر اگرچہ اس بات سے کہ ملک بنارس ضمیمہ سرکار کمپنی ہوا خوش ہوے مگر اس وجہ سے کہ شجاع الدولہ کے عہد مین وہ خود بنارس تک آئے تھے اور ملک مذکور کی درخواست کی تھی اور شجاع الدولہ نے بہت سے عذر کرکے ٹالے بالے بتا دیے تھے اور نہ دیا تھا۔ جان برسٹو نے جو اُن کی طرف سے رزیڈنٹ تھا ایسا بڑا کام کرکے ممبران کونسل کے سامنے ناموری حاصل کی کسی قدر ملول ہوے تاریخ تیموریہ مین بھی یہی لکھاہے کہ جب اس خوبی کے ساتھ جان برسٹو صاحب کی حسن تدبیر سے مملکت کے دینے کی خبر صاحبان کلکتہ کو پہونچی تو جنرل کلیورنگ وغیرہ نہایت خوش ہوے اور گورنر ہسٹنگ اس وجہ سے کہ انگریزون کی یہ تمنا جنرل کلیورنگ کے متوسل کے ہاتھ سے ظہور مین آئی نہایت ملول ہوے۔

بہر صورت گورنر نے ان شرطون کے منظور کرنے مین یہ عذر کیا کہ وہ بالکل برخلاف اُن عہد و پیمان کے ہین جو شجاع الدولہ کے ساتھ ہوے تھے اور گورنر نے یہ کہا کہ اس وقت جبراً و قہراً نواب سے جو شرطین چاہو ٹھہرالو وہ اپنی ضرورت کے سبب سے سب کو منظور کر لینگے مگر اُن کا ایفا نکر سکینگے۔ جب کورٹ ڈائرکٹرز کو اس نئے عہد نامے کی خبر ہوئی کہ بہت سا ملک ہاتھ آتا ہے اور زیادہ روپیہ دینے کا اقرار ٹھہرا ہے تو اُنھون نے مراسلۂ مہر ۲ دسمبر ۱۷۷۶ء مین یہ لکھا کہ ہمکو کبھی ایسی خوشی خاطر ملازمون کی کارگذاری سے حاصل نہین ہوئی جیسی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اُن کے عہد و پیمان کرنے سے ہوئی۔ جو عہد و پیمان آصف الدولہ کے ساتھ کیے گئے ہین ہم اُن کو بطیب خاطر منظور کرتے ہین۔

جنکی تفصیل یہ ہے۔

سرکار بنارس۔ سرکار چنار گڑھ۔ تکینس گڑھ۔ اضلاع جونپور۔ بجے پور۔ ملبوس خاص بھدوئی۔ سرکار غازی پور۔ پرگنہ اسکندر پور۔ فرید شادی آباد۔ ٹپہ سرنج۔ وغیرہ انکا خراج ۲۲ لاکھ ۸ ۴ ہزار ۴ سو ۹ ۴ روپیہ مقرر تھا اور نواب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ قاسم علی خان صوبہ دار سابق بنگالہ اور شمرو قاتل انگریزان کو اپنے ملک مین آنے نہ دینگے اور نہ اپنے پاس رکھینگے اور اگر وہ اُنکے قابو مین آجائینگے تو اُنکو قید کرکے انگریزی کمپنی کے سپرد کر دینگے اور یورپ کی کسی اور قوم کو اپنی ملازمت مین بغیر رضامندی انگریزی کمپنی کے نہ رکھینگے اور جو کوئی انگریزی کمپنی کے پروانے کے بغیر اُنکے ملک مین آئیگا یا اُس مین گذر کریگا یا رہیگا یا معلوم ہوگا کہ ملک مین ہے تو وہ اُسکو آنے نہ دینگے بلکہ اُسکے آنے مین مانع ہونگے۔ اور اگر آ بھی جائیگا تو اُس کو واپس بھیجدینگے۔ تمام یوروپین کسی قوم کے ہون جو نواب وزیر کے ملازم ہین اس عہد کی رو سے برخاست ہوے اور اُنھون نے وہ ... تاکہ اُنکو نوکر نہ رکھینگے اور جو شخص انگریزی کمپنی سے مفرور ہوکر آتا ہے یا آیندہ آئیگا بشرط گرفتار ہونیکے انگریزی کمپنی کے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور طرفین نے یہ بھی اقرار کیا کہ اگر بادشاہ کوئی بات ایک کی نسبت دوسرے کو لکھینگے تو وہ اُسکی رضامندی اور ارادے کے موافق کارروائی کریگا اور بادشاہ کی تحریر و تقریر پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا جائیگا۔ اور نواب نے ایک اقرارنامہ مہری علیحدہ اس مضمون کا بھی لکھدیا کہ زر بقایاے انگریزی کمپنی بابت کوڑہ و الہ آباد و روہیلکھنڈ و تنخواہ فوج حسب عہدنامہ نواب شجاع الدولہ بلا عذر و تکرار بروقت واجب ہونے کے ادا ہوگا۔

اولادِ حافظ رحمت خان اور دوندے خان کی قلعہ الہ آباد سے رہائی

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد اور جس قدر روہیلکھنڈ کے علما و فضلا و شرفا قلعۂ الہ آباد مین قید تھے اُنھون نے متواتر عرضیان نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور کی خدمت مین بھیجین اور استدعا کی کہ اس قید سخت سے ہم کو رہا کرا دیجیے۔ نواب موصوف نے رحم کھاکر مسٹر جان برسٹو لکھنؤ کے انگریزی رزیڈنٹ کو اُن کی رہائی مین کوشش کرنے کے لیے لکھا۔ رزیڈنٹ نے آصف الدولہ سے سفارش کی اور اس معاملے مین بہت دباؤ ڈالا۔ آصف الدولہ نے تین لاکھ روپے ان محبوسون کی رہائی کے عوض مین طلب کیے اور یہ رقم اس طرح سے پوری کی گئی کہ ایک لاکھ اسّی ہزار روپے نواب سید فیض اللہ خان نے عطا کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے دیے اس طرح تین لاکھ روپے جمع ہوکر جان برسٹو صاحب کے پاس بھیجے گئے جنھون نے آصف الدولہ سے قیدیون کی رہائی کا حکم سید معز خان قلعہ دار الہ آباد کے نام حاصل کرکے بھیجا اُسنے ایک مہینے تک سامان کی تیاری کے بہانے سے تعلل[1] کیا۔ اور آخر کار ۲ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو جان برسٹو صاحب کے ہرکارون اور اپنے آدمیون کے ساتھ اُن قیدیون کا قافلہ لکھنؤ کو روانہ کیا یہ لوگ گڑھ مانکپور کے راستے سے ۲۹ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو لکھنؤ پہونچے۔ کچھ دنون خواجہ یاقوت کے باغ مین خیمون مین رہے پھر کرائے کی حویلیون

---

[1] دیکھو گلِ رحمت ۱۲

"سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مختار الدولہ نادان مے باوجود اسقدر توضع مُفت کے اپنے حق مین کچھ بھی عہد و پیمان ارباب کونسل کلکتہ سے نہ لیا اس وقت جو کچھ چاہتا فوراً ہو جاتا اور کسی کی مجال نہوتی کہ اُسکی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھتا نہ کہ مارا جاتا۔ اگر احیاناً مارا جاتا تو اُسکے انتقام مین قیامت برپا ہو جاتی بلکہ آصف الدولہ کی ریاست اُسکی اولاد کو مل جاتی۔ لیکن تقدیر یون ہی تھی القصہ بنارس مع توابع کے ضمیمہ بنگالہ ہوا اور معاملات ملکی و مالی صوبۂ اودھ۔ الہ آباد۔ پتھر گڈھ۔ کوڑہ۔ اٹاوہ اور روہیلکھنڈ مین بدون اطلاع جان برسٹو صاحب کے کچھ نہوتا تھا اور مختار الدولہ بغیر اُنکی صلاح کے دم نہین مار سکتے تھے۔

مہدی گھاٹ سے آصف الدولہ کا لکھنؤ کو چلے جانا

جب گرمی کا موسم آخر ہوا اور برسات کا زمانہ سر پر آیا تو نواب مہدی گھاٹ سے لکھنؤ کو چلے گئے اور وہان حویلی قدیم واقع پنج محلہ مین قیام کیا۔ شہر فیض آباد کی محافظت کے لیے چند پلٹنین اور بھاری توپخانہ اور ہرکارے رہتے تھے اس شہر مین جس قدر سامان و اسباب ثروت تھا آہستہ آہستہ اُٹھاکر لکھنؤ مین بُلا لیا اور جسقدر کارخانے سرکاری تھے وہ بھی وہان چلے گئے یہان اب امارت و ریاست کی شان باقی نرہی لشکر کا بازار بھی لکھنؤ کو اُٹھ گیا افسرون اور سپاہیون نے بھی اپنے اہل و عیال اور اسباب و مال کو وہین بُلا لیا فیض آباد کی رونق جاتی رہی۔

کرچ لگائے دولتسرا مین گھس گیا جون ہی بیگم صاحبہ کی نظر اُسکی کرچ پر پڑی تو اُسکو سخت گالیان دین۔

اُس دن نواب مرزا علی خان کی معرفت روپے کی درخواست کی گئی بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ ہے لیکن وہ شجاع الدولہ کا دیا ہوا ہے اِس جواب کے سننے سے مختار الدولہ سانپ کی طرح بل کھانے لگے اور مرزا علی خان کے سامنے بیگم کو بے ادبانہ باتین کہین باوجودیکہ یہ بیگم کے بڑے بھائی تھے ڈاڑھی مُنھ پر رکھتے تھے مردی و مردانگی کا دعوے تھا لیکن اتنے نہ شرمائے کہ مختار الدولہ کو جواب دیتے اور اُنکو منع کرتے۔ شام ہوگئی تھی اُٹھ کر خوابگاہ کو چلے گئے دوسرے دن پھر ڈیوڑھی پر پہونچے اور تقاضا شروع کیا اور بہت تنگ پکڑا اُس وقت بیگم کے محل مین تین خواجہ سرا تھے جن مین دس بارہ جوان تھے اور بیس کے قریب کم عمر بیگم نے اُنکو حکم دیا کہ تلوار ڈھال لے کر محل مین حاضر رہین فیض بخش مؤلف فرح بخش اور اخوند احمد علی جواہر علی خان کے پاس اُسکی حویلی مین بیٹھے تھے کہ خرم علی یکایک مخلسرا سے آیا اور جواہر علی خان کی ڈھال تلوار اُٹھا لی اور تمام سرگذشت ڈیوڑھی کی بیان کی اُس دن دلون پر نہایت اندیشہ و دسواس رہا ہولناک خبرین ڈیوڑھی سے پے در پے جواہر علیخان کے پاس پہونچتی تھین اِس دن بھی کوئی فیصلہ نہوا بیگم صاحبہ نے مرزا علی کو کہا کہ تمھاری وجہ سے ہمارا خواب و خور اور چین و آرام یک قلم موقوف ہو گیا ہے ان لوگون کی طرف سے پیغام طرح طرح کے لاتے ہو اور خود جواب نہین دیتے جبکہ مردون کا یہ حال ہے تو وائے عورتون پر۔

القصہ جان برسٹو صاحب بیچ مین پڑے اور اصلاح کے درپے ہوئے اُنھون نے

مین رہنے لگے نواب سید فیض اللہ خان کی استدعا کے بموجب آصف الدولہ نے عنایت خان کی بی بی کو جو نواب موصوف کی حقیقی بہن تھین اور فتح خان خانساماں کے عیال و اطفال اور عبد الجبار خان کے اہل وعیال کو رام پور بھیجدیا۔ روہیلکھنڈ گزٹیر مین لکھا ہے کہ دوسرے سال جان برسٹو صاحب نے بڑی تقریر دن کے بعد آصف الدولہ کو ایک لاکھ روپے سال کی پنشن ان لوگون کے واسطے مقرر کرنے پر مجبور کیا شیو پرشاد کہتا ہے کہ ایک سال کی تنخواہ دینے کا حکم میر علی رضا فوجدار خیر آباد کے نام حاصل کر کے جان برسٹو صاحب نے اُنپر تقسیم کر دی۔

نواب آصف الدولہ کا اپنی والدہ کو دبا کر روپیہ لینا

لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مختار الدولہ نے ارادہ کیا کہ فیض آباد جا کر بیگمات سے اقبال دستان کو صدمہ پہونچائین عالم مستی و نشۂ شراب مین نواب سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ اور صفدر جنگ کا تمام اندوختہ بیگم صاحبہ کے پاس ہے وہ تمام خواجہ سرا اڑائینگے اور اپنے جاہ وجلال مین صرف کرینگے اگر حکم ہو تو جس طرح ممکن ہو اُن سے وصول کر لاؤن نواب کی عقل گم تھی بے اندیشہ حکم دیا کہ جا کر سامان اور خزانہ وصول کر لاؤ دیوانہ را ہوے بس است مختار الدولہ نے بسنت خواجہ سرا صاحب کمپو کو تلنگون کی چند کمپنیون کے ساتھ اور جان برسٹو اور نواب سالار جنگ کو ہمراہ لیکر فیض آباد کا عزم کیا اور وہان پہونچکر شوکت و نخوت کے ساتھ بیگم کی ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے اور نذر جانو کردن کا معمول تھا نہ بھیجی بسنت علی خان کہ ایک غلام سے زیادہ نہ تھا مگر مین

اور باقی ۳۶ لاکھ روپوں کے عوض سامان ذیل دیا۔
اسّی ہاتھیوں مین سے ستر ہاتھی جن مین سے ہر ایک کی قیمت دو دو تین ہزار روپے مقرر کی تھی سواری کے نو سو۔ بھون مین سے آٹھ سو ساٹھ رتھ جن کے بیل ناگوری تھے ستر ہزار روپے کے حقے جنکے نیچے بیچدار تھے۔ گھوڑے کا ایک طلائی زین ۲۰ ہزار روپے کا۔ حقے کے چالیس چنبر جنکی زنجیرون مین قیمتی جواہر جڑے ہوے تھے اور نہایت نفیس تھے کہ دیکھنے والون کی عقل اُن کو دیکھ کر دنگ ہوتی تھی۔ موتیون کے ہار۔ جواہرات۔ بانات اور کاشانی مخمل کے تھان اور مخملی و باناتی خیمے ان تمام چیزون کو ایک جگہ جمع کرکے قیمت کوتی گئی اور آٹھ دن مین تمام کام ختم ہو گیا۔
یہ تفصیل فیض بخش نے اپنی کتاب فرح بخش مین لکھی ہے۔ مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان مین یون لکھتے ہین کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوے بہت دن نہین گذرے تھے کہ نواب آصف الدولہ نے اپنی ماں کو بہت تنگ کرکے ۲۶ لاکھ روپیہ لے کر اڑا دیا اور تیس لاکھ روپے اور مانگنے لگے بلکہ اُنھون نے یہان تک ارادہ کیا کہ جو علاقہ اُنکی ماں اور دادی کے پاس ہے وہ بھی چھین لین ۱۷۷۵ء مین بیگم نے گورنر جنرل کے یہان نالش کی کہ اُن کا ۲۶ لاکھ روپیہ تو نواب نے اس بہانے سے چھین لیا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ وہ اور مانگتے ہین کہ سرکار کمپنی کو عہد و پیمان کے موافق دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائیگا تو مین تباہ ہو جاؤن گا۔ بیگم نے لکھا کہ مین اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بہت تنگ ہون اس پر انگریزون نے بیچ مین پڑکر ۱۹ شعبان ۱۱۸۹ ہجری مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۷۷۵ء کو ایک عہد موثق بیگم کے ساتھ کیا کہ بالفعل بیگم یہ تیس لاکھ روپیہ

بیگم صاحبہ کو کہلایا کہ آپ اب اس قدر روپیہ دیدین کہ آگے کو مطالبہ باقی نرہے
ورنہ پھر جھگڑا باقی رہے گا نواب آپ سے تقاضا کیا کرینگے اور آپکی عافیت زندگانی
تنگ رہے گی اور آرام مفقود ہوگا اور اس وقت مین اس کام مین واسطہ بنتا ہون
اسلیے پختہ وعدہ لے لونگا اور دین وایمان کی قسم کے ساتھ عہد وپیمان کو مؤکد کراکر
ایک تحریر اُن سے حاصل کرکے آپ کے حوالے کردونگا پھر عمر بھر کوئی آپ سے
معترض نہوگا۔ نواب مرزا علی خان کہ بیگم کے حقیقی بھائی اور جہان دیدہ آدمی تھے
بیگم کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آصف الدولہ آپکے بیٹے ہین اور آپ کی تجویز
سے مالک ومسند نشین ہوے ہین نہایت بے مروت اور اصلی طوطا چشم ہین اس
کے علاوہ آج کل شراب کے نشے مین ہر وقت ڈوبے رہتے ہین جو لوگ اُنکی مصاحبت
مین رہتے ہین اُنکے دماغ مین بوے آدمیت نہین پہونچی ہے اور مختار الدولہ جو اُن
کے نائب ہین وہ فرعون سے کم نہین صلاح وقت یہ ہے کہ تھوڑی سی نقدی
باقی وہ سامان جو احتیاج سے زائد ہے اور آج کل کسی کام مین نہین آتا رزیڈنٹ
کی معرفت اُنکو دیدیجیے۔ رزیڈنٹ ممنون ہونگے اور یہ خبر کلکتے اور لندن تک
پہونچے گی اور عہدنامۂ محکم رزیڈنٹ کا مہری آپکے ہاتھ مین آجائے گا اور اُس روزمرّہ
کی کشمکش سے جو ایک سال سے چلی آتی ہے اور آپ کا چین وآرام جاتا رہا ہے نجات
حاصل ہوگی بعد اسکے ایسے بیٹے سے درگذریجیے اور اُس سے کسی بہبود کی توقع نرکھیے
اور گوشۂ عافیت مین زندگی کے دن گذاریے ایک ہفتے تک قیل وقال اور کشمکش رہی
بیگم نے اپنے بھائی اور رزیڈنٹ کی صلاح کو مان لیا اور ساٹھ لاکھ روپے پر اس طرح
انفصال ہوا کہ پہلے بدفعات ۱۲ لاکھ روپے دیے تھے۔ آٹھ لاکھ روپے نقد اب دیے

دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم اور سرداران انگریزی کو گواہ دیتا ہون سرداران انگریزی
اس قولنامے مین شریک میرے ہین دوسرے یہ کہ مین زرقرضہ اپنی مان سے طلب
نہ کرونگا میرا کچھ دعوے اب اُنپر نہین ہے اور مین ہرگز اس عہدنامے سے انحراف
نہ کرونگا۔ اگر مین احیاناً خلاف ورزی اس عہدنامے کی کردن تو یہ تصور کرنا چاہیے
کہ مین سرداران انگریزی کمپنی سے منحرف ہو گیا۔ سرکار انگریزی طرفین کی ضامن
ہوئی۔

اسکے بعد بیگم صاحبہ کو بیٹے سے ایسی نفرت پیدا ہوگئی کہ اُن کا نام زبان پر نہین
لاتی تھین اگر کوئی دوسرا بیٹے کا مان کے سامنے ذکر کر بیٹھتا تو اُسکو منع کردیتین اور
اگر کسی ضرورت سے خط لکھنے کا اتفاق ہوتا تو لفافے پر برخوردار نور چشم کی جگہ صرف
آصف الدولہ لکھتین سات برس تک یہی ویترہ رہا اگر سال بھر کے بعد نواب شکار کی
تقریب سے کبھی دار السلطنت سے روانہ ہوتے اور فیض آباد کی طرف اُن کا گذر ہوتا
تو ایک یا دو رات مقام کرتے اور مان کے سلام کو محلسرا مین جاتے تو چند ساعت
روبرو بیٹھکر اُٹھ کھڑے ہوتے مان بیٹے دونون کو انقباض رہتا کوئی بات پیار و
انبساط کی ظہور مین نہ آتی۔ بیگم صاحبہ کا میلان خاطر بیٹے کی ضد سے بی لطفن کی طرف
ہو گیا اور آصف الدولہ کے رنج سے اُسکے بیٹے کو عروج دیا اور چونکہ یہ منظور تھا کہ بیٹے
کو ترکہ نہ پہونچے بے دریغ لاکھون روپے کا مال بیجا صرف کرتین۔

جھاؤلال وغیرہ کی مذلت اور بعض پلٹنون کی برطرفی

مختار الدولہ چند ماہ تک فیض آباد مین رہے اور بیگمات سے نقد روپیہ اور مال

اُن کو دیدین اور نواب نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی والدہ سے تیس لاکھ روپیہ بابت قرضۂ حال اور چھبیس لاکھ روپیہ بابت قرضۂ سابق کے کچھ نقد اور کچھ اسباب اور جواہرات اور ہاتھی اور اونٹ وغیرہ ورثہ پدری لیا اور اب کچھ دعوے میرا اُنپر باقی نہین رہا یہ سب مین نے افسران انگریزی کے ذریعہ سے لیا اور اب مطالبہ زیادہ اس سے ترک کیا اور مین یہ بھی وعدہ کرتا ہون کہ اپنی والدہ سے مزاحمت بہ نسبت جاگیر اور گنجیات اور بارہ دری اور باغات اور ٹکسال اور فیض آباد کے جو اُن کو نواب مرحوم نے دیا نہ کرونگا اور اُنکے حین حیات اُن کو قابض ان سب پر رہنے دونگا اور جب تک میری والدہ زندہ رہینگی اُس وقت تک مین اُن کو ان سب کی نسبت دق نکرونگا وہ اپنی جاگیر مین اپنے ملازمین کی معرفت تحصیل زر کرین مین اُنکو نہ روکونگا اگر میری والدہ حج کرنے جائین تو اُنکو اختیار ہے جسے چاہین اپنی جاگیر وغیرہ مین بطور مہتمم چھوڑ جائین یہ کلیۃً اُن کے اختیار مین ہے۔ مین اس مین مزاحم نہونگا خواہ وہ یہان رہین یا حج کو جائین سب جاگیر وغیرہ اُنکے قبضے مین متصور رہوگی اور کوئی شخص اُس سے مزاحم نہوگا جس کسی کو میری والدہ مہتمم جاگیر وغیرہ قرار دینگی اُس کی مین مدد اور حفاظت کرونگا اور جب وہ حج کو جائین تو اُن کو اختیار ہے جس ملازم مرد و عورت کو چاہین اور جو اسباب چاہین اپنے ہمراہ لے جائین مین مزاحم اُس کا نہونگا اور مین کچھ وقت کسی قسم کا مطالبہ کر کے جواہر علی خان اور بہار علی خان اور نشاط علی خان اور شکوہ علیخان اور تحویلداریون کو ندونگا میری والدہ کو اختیار ہے اپنی جاگیر وغیرہ مین جو چاہین کرین وہ مالک ہین ان شرائط کے لحاظ رکھنے کے باب مین خدا اور اُس کے رسول اور

دارادت کے نزدیک تھی اسلیے مختار الدولہ کی طرف رجوع کی اور قول و قسم کرکے اپنی طرف سے مطمئن کرلیا اور پھر اپنے منصب و مرتبے پر برقرار ہوگیا بلکہ بسبب موافقت ظاہری مختار الدولہ کے ہر روز اُسکا کام ترقی پر تھا۔

مختار الدولہ کے ساتھ مہدی گھاٹ پر فوج نے جو سختی کی تھی اُن کا دل اس فرقے سے بے حد مکدر تھا۔ اُنھون نے دیکھا کہ بسنت علی خان کے پاس زبردست کمپو ہے اُسکو برباد کردینے کی فکر کی اور جھاؤلال کی سپاہ کو بھی اور کم کرنا چاہا غرض اُن کی یہ تھی کہ سپاہ انکی یاری پر نرہے گی تو ہمیشہ میرے دست نگر رہینگے۔ اس کام کے پورا کرنے کو اُنھون نے چکلۂ اٹاوہ کے بندوبست کےلیے روانگی کی خبر مشہور کی اور اواخر ماہ شعبان ۱۱۸۹ھ ہجری کو بڑے لاؤلشکر کے ساتھ نواب کولے کر کوچ کیا اور مہدی گھاٹ کے مقام پر کشتیون کا پل بندھوا کر جھاؤلال کی چند پلٹنین اور چند پلٹنین بسنت علی خان کے کمپون کی اور کچھ فوج اُس پل کے ذریعہ سے دریا پار کرادی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ پل توڑکر کشتیان ہٹالی جائین اور دریا کے کنارے توپین لگوا دین اور انگریزی فوج کا ایک کمپو جو بلگرام مین مقیم تھا اُسے بلاکر حکم دیا کہ ان سپاہیون کو یہان سے بھگا دو اب مختار الدولہ نے اُنکو برطرفی کا حکم بھیجا۔ جب اُنھون نے یہ فریب پایا تو لڑنے مرنے کو آمادہ ہوگئے بڑا فتنہ پیدا ہوا قریب تھا کہ تمام لشکر لٹ جائے کہ جان بسٹو صاحب ہاتھی پر سوار ہوکر تھوڑے سے نوکر ساتھ لیکر دریا کو عبور کرکے اُن سپاہیون کے پاس پہونچے اور کہا کہ جبکہ نواب نے تمکو موقوف کردیا تو تمکو لڑنے کا کیا حق ہے اُنھون نے تنخواہ کا عذر کیا رزیڈنٹ نے اُسی وقت اپنے کاموپرداز و ن کو حکم دیا کہ ہمارے خزانے سے چند ہزار روپیہ گاڑی مین بھرا ئین

واسباب لے کر اور وزیر الممالک کے کارخانون کو سمیٹ کر لکھنؤ کو آئے ان کی غیر حاضری
کے زمانے مین جھاؤ لال اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ بٹر چند خزانچی نے باہم موافقت
اور میل کر کے خیر خواہی کے قالب مین نواب مختار الدولہ کی ناشائستہ حرکات کو
وزیر الممالک کے ذہن نشین کیا مختار الدولہ ان اخبار خیر اندیشی کو سُنکر وزیر کی طرف
سے دل مین بے حد خائف تھے جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو تحقیق حال کے لیے بیرون شہر
مقام کرایا وزیر الممالک فرط اشتیاق سے خود مختار الدولہ کے لشکر مین پہونچے
اوران لوگون کی غمازی کا حال اُن سے مشرحًا بیان کر دیا مختار الدولہ اپنے
طالع کی یاوری پر خوش وخرم ہوے اور نواب کے ہمرکاب شہر مین داخل ہوے اور
راجہ جھاؤ لال کی متعلقہ فوج مین سے چار پلٹنین نجیبون کی اور چند پلٹنین تلنگون کی
جو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگتی تھین اُسی دن موقوف کر دین ۔ راجہ جھاؤ لال
وزیر الممالک کی مصاحبت کے گھمنڈ پر نیرنگی زمانہ سے غافل تھے مختار الدولہ کے حق مین
تحقیر واہانت کی باتین کرنے لگے ۔ چغل خورون نے یہ باتین مختار الدولہ کے کانون تک
پہونچائین ۔ انھون نے دربار مین جانا موقوف کیا ۔ نواب وزیر اُنکے شیفتہ تھے
بے تکلفانہ اُنکے مکان پر پہونچے اور بہت دلداری کی ۔ مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ
وزیر الممالک میرے دام مین گرفتار ہین اور زمانہ رام ہے تو عرض کیا کہ اگر فدوی کی حرمت
منظور ہے تو میرے مخالفون کو اپنے حضور مین حاضر ہونے سے محروم کر دیا جائے نواب نے
اُنکی یہ عرض قبول کی اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر بٹھا کر دولتخانے مین لائے مختار الدولہ
نے اپنے معاندون کو نہایت زجر و تہدید کے ساتھ سامنے بلا کر اُنکے تمام کام اور مناصب
ومراتب چھین کر معزول وم ودود کر دیا راجہ جھاؤ لال نے اپنی رہائی بجز اطاعت

شیدی بشیر کی سپاہ کا بلوا کرنا۔ اور اُسکا بھاگ کر ذوالفقار الدولہ نجف خان کے پاس چلا جانا

محمد بشیر شجاع الدولہ کا غلام زر خرید تھا اور نواب ممدوح کی خدمت مین نہایت تقرب رکھتا تھا شجاع الدولہ نے اُسکو نجیب آباد کے انتظام پر مقرر کردیا تھا جس کا تعلق نواب سعادت علی خان ناظم بریلی سے تھا اُسنے جو دیکھا کہ مختار الدولہ انگریزون سے مل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ وزیر الممالک کی سرکار کو بگاڑ کر اپنا کام بنائے تو اُس نے دولت خواہی کی راہ سے نواب کو اس راز سے آگاہ کیا اور ایک عرضداشت بھیجی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختار الدولہ کی حرکات ناشائستہ کا انجام سلطنت کے حق مین بہتر نہ ہوگا ارکان دولت جن سے سلطنت کو مضبوطی تھی بعض کو ملک سے بے جرم نکالدیا بعض کو قید کردیا بعض کو نان شبینہ کا محتاج بنادیا اور نئے آدمی اپنی مرضی کے موافق نوکر رکھکر سب کام اُنکے ہاتھون مین دیدیے ہین۔ یہ لوگ رات دن مختار الدولہ کی سرسبزی اور سلطنت کے ہوا خواہون کی ذلت و خواری کی فکر مین مصروف رہتے ہین خدانخواستہ عنقریب کوئی ایسی خرابی پیدا کردینگے جس کا تدارک مشکل ہوگا ابھی عنان اختیار بندگان عالی کے ہاتھ مین ہے اگر یاوری اقبال اور تعلیم سروش ذانیش سے حضور والا سپاہ کی خبرگیری کی مشقت اور دوست و دشمن کے پہچان لینے کی تکلیف گوارا کرین اور اگلے کارپردازون کو جنھون نے ابھی دردولت کو نہین چھوڑا ہے اپنے پاس بُلاکر حقیقت حال استفسار فرمائین تو اُمید ہے کہ حریف جوابدہی کے خوف سے سلطنت کی اندرونی بدخواہی کا خیال چھوڑکر خیر خواہی کے راستے پر آجائین۔ نواب وزیر مختار الدولہ کی محبت مین محو

اور اُنکی سولہ دن کی چڑھی ہوئی تنخواہ بیباق کرا کے بندوقین لے لین اور لشکر سے نکالدیا جب ان کمپوؤن کے دوسرے آدمیون نے یہ کیفیت دیکھی تو دوسرے دن صبح کے وقت کوچ کا نقارہ بجاکر سب نے مُرتب ہوکر توپین اور بندوقین لے کر امیرالامرا مرزا نجف خان کے لشکر کی طرف کوچ کیا۔

آصف الدولہ گنگا کو عبور کر کے فرخ آباد کے نواح مین پہونچے اور وہان کئی مقام کیے اور ریاست مین سے کئی توپین اور دو تین ہاتھی اور کچھ گھوڑے پسند کر کے لے لیے کہتے ہین کہ پانچ لاکھ روپے خراج کے ریاست فرخ آباد سے مقرر ہوے ایک روز ایسے بڑے بڑے اولے پڑے کہ ایک ایک اولہ پانچ پانچ سیر کا تھا اسکے صدمے سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوے پھر یہان سے اٹاوے کی طرف کوچ کیا[1]۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اٹاوے پہونچکر یہان قیام کیا یہ مقام صوبہ اودھ اور انتربید کی حدود مین واقع ہے جہان سے اپنے بھائی سعادت علیخان کو جو روہیلکھنڈ کی حکومت پر متعین تھے اور شیدی بشیر کو طلب کیا۔

تاریخ تیموریہ سے اٹاوے جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رانا چھتر سنگھ نے اُن کو ہمت بہادر کے استیصال کے لیے مختار الدولہ سے عرض کر کے بلُایا تھا جس کا حال آگے آتا ہے۔

فائدہ۔ انتربید اُس ملک کا نام ہے جو گنگا اور جمنا کے درمیان مین ہے یہ دونون دریا کوہ کمایون سے نکلکر الہ آباد کے پاس مل گئے ہین تو انتربید کا مبدء دامن کوہ کمایون ہے اور منتہے نواح الہ آباد۔

[1] دیکھو گیان پرکاش ۱۲

میر بہادر علی نے دشمنون سے مقابلہ شروع کیا سدراہ ہوکر آخر دم تک مردانگی کے ساتھ
مدافعت کرتا رہا کہ آدھ گھڑی تک کسی کی جرأت نہوئی کہ بشیر کے خیمے مین داخل ہوکر
حقیقت حال سے مطلع ہو اس عرصے مین شیدی بشیر گنگا سے پار ہوکر آصف الدولہ
کی حد سے سلامت نکل گیا۔ یہان جب میر بہادر علی مارا گیا تو بلوائیون نے بشیر کے
خیمے مین گھسکر اُس کو ڈھونڈھا اور نہ پایا مختار الدولہ نے جب بشیر کے نکل جانے
کا حال سُنا تو بہت افسوس کیا اور اس غفلت کے جرم مین سپاہ کو برطرف کردیا
فرح بخش مولفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین مین شیدی کی بربادی خود آصف الدولہ
کے اشارے سے بتائی ہے بشیر اکبر آباد مین ایلچ خان کے پاس چلا گیا نجف خان نے
اسکے آنے کو بھی نعمت غیر مترقبہ تصور کیا اور تھوڑے دلون کے بعد اپنے لشکر مین
جو ڈیک کو محاصرہ کیے ہوے تھا طلب کر کے معانقہ اور مصافحہ کیا اور بہت مہربانی
فرمائی اور محالات لالپورا اور رہتک دہانسی وحصار وغیرہ اُسکے سپرد کر کے کہا کہ
وہان کی آمدنی سے اپنے رسالے کی تنخواہ ادا کرے اور اپنے مصارف چلائے اور
سپاہ جمع کرے۔ بشیر نے وہان پہونچکر مخالفون اور سرکشون کو مغلوب کیا اور
موسے خان بلوچ کو موافق کر کے لالپور علاقہ رہتک مین مقام کیا ملا رحمداد خان روہیلہ
نے مجد الدولہ کے ایماسے ۳۰ کوس کی مسافت کا دھاوا کر کے بشیر کے لشکر پر شبخون
مارا۔ بشیر اور موسے خان دونون گھوڑون پر سوار ہوکر میدان جنگ سے فرخ آباد
کو بھاگ گئے یہ مقام بلوچ مذکور تھا اور غیر ہے اُس فرخ آباد سے جو نوابان بنگش
کی حکومت مین تھا۔ ملا رحمداد خان نے گھوڑون ہاتھیون خیمون پالکیون اور دوسرے
تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دلون بشیر موسے خان بلوچ کے علاقے مین رہ کر

ہو رہے تھے اُنھون نے مختار الدولہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا مختار الدولہ نے مصلحۃً
اس بات کو تغافل مین ڈالدیا اور جب بشیر کے افسرون کو اپنا طرفدار کر لیا تو چند روز
کے بعد مخفی اشارہ کیا کہ بشیر کو قید کر لین اتفاقاً اُسنے بھی اس منصوبے کی خبر پائی بیچارہ
مع رفقا کے متحیر ہوا ایک دن اُس کے آدمی اُسکی اذیت و گرفتاری کے لیے تیار ہوے اور
طلب تنخواہ کے حیلے سے ہجوم کر کے اُسکے یہان آپہونچے اور ارادہ کیا کہ اُسکے زنانے مین گھسکر
اُسکو گرفتار کر کے بے حرمت کرین میر بہادر علی کہ سادات بارہہ سے ایک شریف آدمی تھا
اور حبشی مذکور کا پُرانا رفیق تھا اور مرہون احسان تھا اور شجاع الدولہ کی طرف سے
اُسکی نیابت کا کام انجام دیتا تھا اُسنے اہل فوج کو اس ارادے سے روکا اور کہا کہ محل
کے اندر نہ گھُسنا چاہیئے لشکریون نے اُس سیّد کو قتل کر ڈالا اور بشیر کو پکڑ کر پہرے مین
بٹھا دیا اور کوئی دقیقہ اُسکی بے حرمتی مین باقی نہ چھوڑا بشیر دو شبانہ رُوز پنجابیون کے
طویلے مین سئیسون کے زُمرے مین چھپا پڑا رہا آخر کار اُسنے پہرے کے آدمیون کو رشوت دیکر
اپنا مال و اسباب جو قارون کے خزانے سے کم نہ تھا لے کر کشتیون کے ذریعہ سے دریائے گنگا
کو عبور کیا شیو پرشاد کی فرح بخش مین یون ہی مذکور ہے اور سیر المتاخرین کے مؤلف نے
کہا ہے کہ میر بہادر علی نے شیدی سے دشمنون کے ہنگامے سے پیشتر یہ کہا کہ بندہ ان لوگون
کو باتون مین لگاتا ہے آپ جس طرح سے ممکن سمجھین اپنی راہ لین اور چند اشخاص معتبر
کو کہا کہ دریا یہان سے قریب ہے آپ لوگ شب ہی کے ہمراہ ہو کر اُس کو دریا پار کر کے
نجف خان کے ملک مین پہونچا دین یہ کہکر بشیر کو گھوڑے پر سوار کیا اور چند معتبر آدمی
ہمراہ کیے اور کہا کہ آپ حتے الامکان یہان سے فرار ہو جیے اس عرصے مین لوگ بشیر کے
خیمے پر آپہونچے طُرفہ شور و شر پیدا ہو گیا حبشی مذکور نے اس معرکے مین اپنی راہ لی اور

محبوب علی خان کو بھی معلوم ہو گیا اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ جب آصف الدولہ ظاہر ظہور
ہوئی بات اُسکے خلاف کرین تو وہ بھی نمکحرامی کا داغ لگا کر نجف خان سے جا ملے اتفاقاً
اِس عرصے مین راجہ کمال سنگھ باندھو والا اور لکھمان سنگھ مرکھری والا مین منافقت
پیدا ہو گیا انمین سے ایک نے اپنی مدد کے لیے محبوب علی خان کو مع تمام سپاہ کے
بلایا اور یہ وعدہ کیا کہ جب لشکر جمنا کے کنارے پہونچے گا تو ایک لاکھ روپے
دیے جائینگے اور ایک لاکھ روپے اُس وقت پہونچینگے جب لشکر جمنا کو عبور کر لیگا اور
اور تین لاکھ روپے فتح کے بعد پیش کیے جائینگے محبوب علی خان نے یہ سمجھا کہ جب
مین اُس ملک مین پہونچون گا تو میری سطوت سے وہ ملک بے مشقت وزیر الممالک
کے ملک کا ضمیمہ ہو جائے گا اور یہ روپیہ مزید ہو گا اس کو حاصل کر کے سپاہ
کی تنخواہ چکاؤن گا جو کہ اِس سے پہلے اُس کو مختار الدولہ سے ملک بندیلکھنڈ
کی تسخیر کی اجازت حاصل ہو چکی تھی اور نواب وزیر نے بھی بندیلون کے نکالنے
کا حکم دیدیا تھا اِس وجہ سے اب بادۂ غفلت اور خیال نخوت نے اُسے دوبارہ
حاکم وقت سے استمزاج کرنے کی اجازت نہ دی اور بغیر پوچھے جمنا کے کنارے تک
یلغار کنان جا پہونچا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس فوج کے اپنے ملکون مین آنے سے
دونون راجے ڈرے اِسلیے لاکھ روپے دینے مین دریغ کیا۔ محبوب علی خان کی سپاہ
کو کئی ماہ سے تنخواہ نہ ملی تھی روپے کی وصولی کی امید سے وہ یہان تک آئی تھی
جب یہ حال سپاہ نے دیکھا تو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگی اور افسرونکی فرمانبرداری
سے انحراف کر کے سرکشی کرنے لگی۔ محبوب علی خان نے خیال کیا کہ کام ہاتھ سے
نکلا جاتا ہے اور اپنی سپاہ کے ہاتھ سے آپ برباد ہوا جاتا ہون اُس نے فوج سے

پھر ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا گیا اُس نے بدستور مہربانی کی اور وہی علاقہ سونپنے لگا بشیر نے قبول نہ کیا۔

گور مہاے نے تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ بشیر کے چلے جانے کے بعد مختار الدولہ نے نواب کی دیوانی کا خلعت مع خطاب راجگی کے جگنا تھ داماد راجہ صورت سنگھ دیوان نواب شجاع الدولہ کے لیے تجویز کیا اور راجہ صورت سنگھ کو مہاراجہ کا خطاب دیکر بشیر کے علاقے پر روانہ کیا۔

محبوب علی خان خواجہ سرا کا مقہور ہونا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کے سردار ایسی ایسی حرکات دیکھ کر اپنی اپنی فکر مین مصروف تھے چونکہ اب ہندوستان مین نوکری تو رہی نہ تھی اور نہ کوئی ایسا رئیس مقتدر رہا تھا لہذا بہر حال اوقات بسری کرتے تھے منجملہ اُن کے محبوب علی خان خواجہ سرا جو شجاع الدولہ کی طرف سے کوڑے اور اٹاوے کا حاکم تھا اور کسی قدر صاحب جرأت و غیرت بھی تھا صاحبزادے کے اطوار سے نہایت متحیر تھا کہ کیا کرنا چاہیے لیکن فوج اور عمدہ اسباب جنگ اُس کے ساتھ تھا اُس کے پیادون کی رجمنٹ کا نام برق انداز تھا جس مین چھ سات ہزار نجیب بندوقچی تھے انکے علاوہ سوار بھی تھے کہ کُل دس ہزار جرار آدمیون کی جمعیت اپنے ہمرکاب رکھتا تھا اور کوڑے واٹاوے کے اطراف مین حسب الحکم شجاع الدولہ نہایت کروفر کے ساتھ بسر کرتا تھا آصف الدولہ کو اس کا بھی استیصال مدنظر ہوا اور وہ یہ خیال ہوا کہ نکل نہ جانے پائے چند لوگون کے ساتھ حاضر حضور رہے یہ حسال

بادہ غفلت و ادبار مین مدہوش تھے ان حریفون کے قریب پہونچ جانے سے
کچھ اندیشہ نہ کیا مسافر سمجھ کر چُپ رہے یہان تک کہ جس باغ مین محبوب علی خان کی
فوج مُقیم تھی انگریزی فوج وہان آکر جم گئی اور اب پیام دیا کہ تم لوگ اپنے مالک سے
انحراف کرکے آئے ہو اسلیے نواب وزیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم کو اپنی نجات و رستگاری
منظور ہے تو اپنی توپین اور بندوقین دیدو اور جدھر چاہو چلے جاؤ تمھاری جان
و مال سے کسی کو تعرض نہین اتفاق تو دیکھیے کہ تمام عمدہ سردار اور ذمہ دار فقط محبوب علیخان
کے ساتھ تھے اس موقع پر کوئی ایسا افسر نہ تھا کہ سپاہ اُسکے زیر حکم ہوتی یہ لوگ بالکل
بے خبر تھے کوئی قضاے حاجت کو گیا تھا کوئی کہین کسی کام مین مصروف تھا کوئی
سوتا تھا کوئی جاگتا تھا مگر اُن لوگون نے بھاگنے کو عار سمجھکر اُسی وقت سنبھل کر
بندوقین ہاتھون مین لے کر صفین قائم کرلین اور لڑنے کو تیار ہوے انگریزی توپون
کی پہلی باڑھ نے صدہا بہادرون کو بچھا دیا بقیۃ السیف نے بندوقون کی باڑھ مارکر
وہ توڑے ڈالدین اور تلوارین لے کر مردانہ حملہ کیا اور اس بے جگری کے ساتھ
انگریزی لشکر پر ٹوٹے کہ اُسکی دھجیان اڑادین انکی بندوقون کے فیر سے چند انگریز
مارے گئے اکثر سپاہی زخمی ہوے اور کچھ سپاہی ہلاک ہوے تھے اب انکی تلوارون
کی روشنی سے انگریزی سپاہیون کی آنکھون مین تاریکی چھاگئی اور ایسا دلیرانہ معرکہ
ہوا کہ اُس فوج کے پانون اُکھڑ گئے اور نہایت اضطراب کی حالت مین پسپا ہونے
لگی محبوب علی خان کے سپاہی کسی کے زیر حکم تو تھے نہین اپنی شجاعت ذاتی سے
اُنھون نے لڑنا شروع کیا تھا کہ اس عرصے مین بعض ناخدا ترسون نے یہ خبر مشہور
کردی کہ محبوب علی خان اپنی فوج کے تقاضے سے ڈر کر چلا گیا اور فوج کی بربادی

یہ کہا کہ تم اطمینان سے یہان مقیم رہو مین تمھارے کمیدانون کو ساتھ لیکر واپس دارالحکومت کو جاتا ہون۔ چکلہ کوڑہ کے مہاجنون سے روپیہ قرض لیکر تمھارے پاس لاتا ہون تنخواہ تمھاری چکا کر اور تم کو راضی وخوش کرکے بندیلکھنڈ پر حملہ کرونگا اور اُس مُلک کو فتح کرکے وزیرالممالک کے مُلک مین شامل کردونگا۔

لکھنؤ مین چغلخورون نے وقت پاکر نواب آصف الدولہ سے ایسا عرض کیا کہ محبوب علی خان اس فکر مین ہے کہ تمام سپاہ آراستہ اور توپخانہ شائستہ لیکر اس طرح فریب کرکے جمنا کو اُتر کر نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا جائے نواب یہ حال سُن کر بہت ناراض ہوے اور بغیر تحقیق و تامل کے مخفی مسٹر جان برسٹو سے اُسکے استیصال کے باب مین مشورہ کیا رزیڈنٹ نے گذارش کیا کہ اگر محبوب علیخان کو یہ حال معلوم ہوگیا تو اُسپر غالب آنا دُشوار ہے اسلیے یہ بہتر ہے کہ انگریزی پلٹنون کو باندے والے راجہ کو مدد دینے کے بہانے سے یہان سے روانہ کیا جائے اور غفلت کی حالت مین اُس فوج بے سردار پر یورش کرکے اُس کا توپخانہ چھین لین اگر بخوبی اُنپر قابو حاصل ہوجائے تو بندوقین بھی ڈلوالین اور اُن کو پریشان کردین القصہ کرنیل بالکر دو پلٹنین اور چند توپین لیکر کڑی کڑی منزلین کرکے اُس طرف پہونچ گیا۔ قبل سے یہ بات مشہور کردی تھی کہ یہ انگریزی سپاہ باندے والے راجہ کی امداد کو جارہی ہے اسلیے محبوب علی خان کے لشکری غفلت مین رہے کرنیل اپنی تمام فوج کے ساتھ محبوب علی خان کے لشکر سے چند کوس کے فاصلے پر جا پہونچا اور وہان مقام کردیا اور اپنے مخبر بھیج کر اُن کا تمام حال معلوم کرلیا جب آدھی رات باقی رہی تو فوج کو لڑائی کے لیے تیار کرکے اور توپین آگے کرکے اُس جماعت کی طرف کوچ کیا وہ

اُسکی گذر اوقات کے لیے مقرر کردی وہ اُسکی آمدنی سے مصارف چلاتا تھا جب امیرالدولہ
حیدر بیگ خان کا دور ہوا اور اُنھون نے انگریزون کا قرضہ چکانے کے بہانے سے
نواب کی مان اور دوسرے سردارون کی جاگیرین ضبط کین تو محبوب علی خان کی جاگیر
بھی ضبطی مین آگئی وہ غیور آدمی تھا لکھنؤ مین رہنا مناسب نہ سمجھا نواب سے اماکن مقدسہ
کی زیارت کی اجازت حاصل کرکے روانہ ہوا دہلی پہونچا یہان مرزا نجف خان تھے
اُنھون نے سید محمد خان اور قاسم خان رسالہ دارون کو استقبال کے لیے بھیجا
اور کمال اعزاز کے ساتھ ملاقات کی اور کمند محبت مین گرفتار کرکے بالفعل اس عزیمت
سے باز رکھا۔

لطافت علی خان کی سرگذشت

لطافت علی خان خواجہ سرا جو ایک برگیڈ کا مالک تھا وہ اس حال کو دیکھکر
باہر نکل جانے کی راہ ڈھونڈھنے لگا چونکہ ہمیشہ سے یہ مقرر تھا کہ کچھ فوج شجاع الدولہ
کی سرکار سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہتی تھی اور ایک شخص سوال وجواب کے لیے
بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اُسنے اُسکو غنیمت جانا اور کارسازی کرکے بادشاہ کے پاس
مع پانچ پلٹنون کے چلا گیا۔ اور مرزا نجف خان وغیرہ سے موافق ہوکر ۱۱۹۵ھ ہجری تک
وہان بسر کرتا رہا عالم شاہی مین ہے کہ ۱۱۹۰ھ ہجری مین ذوالفقارالدولہ کے بھانجے
مرزا شفیع خان کے حکم سے اسکی آنکھین چھری کی نوک سے نکلوائی گئی تھین کیونکہ اُس سے
دغا کرنا چاہتا تھا بعض کہتے ہین کہ مرزا شفیع خان اور افراسیاب خان دونون نجف خان کے

لہٰ دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

اسکے لیے یہ انگریزی سپاہ بھیجی ہے اب کیا ضرور ہے کہ ہم اپنی جان تباہ کرین جس قدر
لازمۂ غیرت و شجاعت تھا وہ ایک بار ادا کر دیا اور حریفون کو مقابلے سے ہٹادیا
انگریزون کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے اور ہمارا کوئی اس وقت یار و یاور
نہین یہ بہتر ہے کہ فرصت کو غنیمت جانکر اپنا اپنا اسباب لے کر یہان سے جدھر موقع ہو
چلے جائین ایسی بات کو دلون مین پوری تاثیر ہوتی ہے اور طبیعت ایسی خوشنما باتون
کو پسند کرتی ہے اس پر رلے قرار پائی اور دلاوران نامجو پر نامردی غالب آئی یاران بے ننگ و عار کی
چرب زبانی نے ایسی تاثیر کی کہ فوراً بار برداری اور سواری مین سے جو کچھ ہاتھ لگا
لے کر اور جنکے پاس یہ چیزین نہ تھین اُنھون نے اپنے سرون پر اُٹھا اُٹھا کر اور لشکریون
اور دکاندارون کا سامان لوٹ لوٹ کر اور بندوقین ہاتھون مین لے لے کر
گروہ گروہ جدھر سینگ سمائے اُدھر چلے گئے اور تھوڑی سی دیر مین باوجود ظہور غلبے
کے قدرت کاملۂ الٰہی نے نامردون کو مرد اور مردون کو نامرد بنادیا۔ اور اس قدر
فوج کثیر بے سبب مغلوب و بے حواس ہوکر مردی و مردانگی کو خیرباد کہہ گئی اُسی دن
سپاہ انگریزی نے مفرورین کے کیمپ پر قبضہ کر لیا اور تمام توپخانہ اور محبوب علیخان
کا جسقدر سامان لوٹ سے بچا تھا لے لیا محبوب علی خان کو یہ حال اُس وقت معلوم ہوا
کہ آب نامرادی اُسکے سر سے بھی چڑھ گیا اُسکو کوئی تدبیر ایسی نہ سوجھتی تھی کہ اس ورطۂ بلا
سے نجات پاتا آخر بجز الحاح و زاری کے رستگاری کی کوئی صورت نہ دیکھی اور معتمدون
کے ذریعہ سے کرنیل سے عہد و پیمان لے کر ملاقات کی اور اُسکے ساتھ لکھنؤ کو چلا گیا اور
نواب وزیر سے بار بار ب مجرا ہوا کچھ دنون بدگمانی کی وجہ سے اسیر عتاب رہا آخرکار نواب
بیگم کی سفارش سے قصور معاف ہو کر خلعت پایا نواب نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر

پیدا کی اور نامناسب گفتگو درمیان مین آنے لگی۔ ایک دن ہمت بہادر اپنے مشیرون
سے بطور مشورے کے کہنے لگا کہ مین چاہتا ہون کہ راجہ شیر جیت سنگھ کو کسی طرح قید کرکے
اُس کا علاقہ دبا لون۔ باوجودیکہ شیر جیت سنگھ اور رانا مین صفائی نہ تھی لیکن ہمت بہادر
کی بات رانا کے دل کو ناگوار گذری اور شیوۂ فتوت سے بعید سمجھا اور ناراض ہوکر کہا
کہ یہ امر آئین مروت سے بعید ہے کہ ایک شخص کے ساتھ قول و قسم کرکے اُسے اطمینان دلانا
اور اپنے پاس بلاکر دغا و فریب سے پیش آنا اگر اُسکے ملک کو دبانا منظور ہے تو اُس کو
خبر کرکے اجازت دو کہ وہ اپنے ملک کو چلا جائے اور مقابلے کی تیاری کرے اور پھر اُس
سے لڑکر بزور شمشیر اُسپر قبضہ کرو تاکہ فتح و فیروزی کی داستان دفترون مین لکھی جائے
اور برسون تک زمانے مین یہ کارنامۂ شجاعت یادگار رہے ہمت بہادر اس جواب سے
نہایت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح ایک دن فضول گوئی کے طور پر اپنے رفیقون سے بولا
کہ راجہ بخت سنگھ عورتون کی طرح رہتا ہے اور اکثر مکان مین بیٹھا ہوا اپنی عورتون
کے کپڑے سیتا رہتا ہے میدان کارزار مین وہ دلاورون کے سامنے شمشیر زنی کیسے کرے گا
رانا چتر سنگھ کی پاس خاطر سے اُسکے محالات مین نے چھوڑ رکھے ہین نہ کہ اُسکی شجاعت
کی توقع سے رانا کو یہ یاوہ گوئی اُسکی پسند نہ آئی جواب دیا کہ گو راجہ بخت سنگھ
جوان نازنین دعیاش و تماشبین ہے لیکن یقین رکھنا چاہیئے کہ میدان جنگ مین
وہ شیر خشمگین سے کم نہین ہوگا تم نے سنا ہوگا کہ نواب امیر خان مرحوم کی کیا وضع تھی
اور کیا لباس تھا لیکن میدان جنگ مین کوئی اُسکے مقابلے کی تاب نہ لاتا تھا اسی
مجلس مین بہت سے ایسے آدمی موجود ہین کہ وہ مدت تک نواب شجاع الدولہ کے
پاس عورتون کی طرح حاضر ہوتے تھے اور اب شجاعت و دلاوری کی لاف زنی کرتے

بے پالک تھے اول نجف خان کے انتقال کے بعد افراسیاب خان دلی کا امیرالامرا بنا بعد
اسکے مرزا شفیع نے اُس کو نکالکر بزور بادشاہ سے یہ منصب لے لیا اور نجف خان کی بیٹی
سے نکاح بھی کر لیا ۱۱۹۶ ہجری مین اسمعیل بیگ خان ہمدانی کے ہاتھ سے ڈیگ مین
مارا گیا تو دوبارہ افراسیاب خان امیرالامرائی کے مرتبے کو پہونچا پھر افراسیاب خان
۸ ذی حجہ ۱۱۹۸ ہجری کو زین العابدین برادر مرزا شفیع کی رائے سے مارا گیا۔

مختارالدولہ کا انوپ گر گوشائین کی خرابی کا
سامان پیدا کرنا

راجہ اندر گر گوشائین نواب صفدر جنگ کے پُرانے متوسلین ہے تھا انوپ گر
اُس کا چیلہ جسکا خطاب ہمت گر بہادر ہے اور ہمت بہادر کے نام سے مشہور ہے مختارالدولہ
کی طرف سے تیس چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ کالپی و جھانسی کی طرف متعین تھا اُس
کے ساتھ بائیسی پلٹن بھی تھی اور بھدوریہ والا راجہ بخت سنگھ اور دنیا والا راجہ شیر جیت سنگھ
اور سمتھر والا راجہ بشن سنگھ بھی اسکے لشکر مین آگئے تھے ہمت گر کو یہ منظور تھا کہ کالپی
و جھانسی کی طرف مرہٹون کا بیج نہ چھوڑے اسلیے رانا چتر سنگھ کو جو اس طرف کے مُلک
سے خوب واقف تھا گوہد سے بُلایا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا اُسنے روپیہ نہونے کا عذر
کرکے پہلو تہی کی ہمت بہادر نے چار ہزار روپے روز اُسکی روانگی کی تاریخ سے جب تک
ساتھ ہے مقرر کردیے رانا چار ہزار پیادہ و سوار ساتھ لے کر ہمت کر کے لشکر مین آگیا اور
شریک صحبت ہوکر انیس خلوت خاص بنگیا لیکن ہمت گر کی تلون مزاجی نے ہر روز نا چاقی

ف تاریخ تیموریہ مین ایسے ہی لکھا ہے مگر اسوقت گوہد مین رانا لوکیندر سنگھ حکمران تھا ۱۲

نے کام بگاڑ دیا اور خودی و غفلت و نادانی سے خودسری کے خیالات اُسکے دماغ مین
سما گئے ہین نا عاقبت اندیشی سے مرہٹون سے خط و کتابت کرکے اُنکی رفاقت اختیار کرنا
چاہتا ہے اسلیے جناب وزیر الممالک کی راے یہ ہے کہ تم اُسکی تادیب کو فوراً جاؤ
اگر وہ راہ رہت پر آکر ندامت و شرمساری ظاہر کرکے معافی چاہے تو امان دے کر
دار السلطنت کو بھیجدو ورنہ اُسپر حملہ کرکے استیصال کردو - راناچتر سنگھ کی یہی آرزو
تھی اُسنے جواب مین لکھا کہ اگر جناب وزیر الممالک انتظام مہمات کے حیلے سے جمنا کے
کنارے تک تشریف لے آئین تو فدوی اُن کے اقبال سے ہمت بہادر کو زندہ گرفتار کرکے
حاضر حضور کرے گا مختار الدولہ کو یہ راے پسند آئی اور نواب وزیر کو اٹاوے
کی طرف لے چلے ہمت گر کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ وزیر الممالک ایک بھاری لشکر لیکر
ادھر آرہے ہین تو رانا کی دراندازی سے ڈر کر چند معتمدون کو ساتھ لے کر وزیر الممالک
کے لشکر مین چلا گیا اور وسائط و وسائل کھڑے کرکے مختار الدولہ سے صفائی کرلی اور
قول و قسم کے ساتھ اُنکو اپنی طرف سے مطمئن کیا جب وہ صاف ہوگئے تو کہا کہ رانا
قدیم سے اس سرکار سے عناد و نفاق رکھتا ہے اور ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا ہے
جس زمانے مین کہ شجاع الدولہ اس طرف رونق افروز تھے تو اُن کی فوج کے
ہاتھ سے تباہی سے ڈر کر مکارانہ اُنکے حضور مین آیا اور میر نعیم خان کے ساتھ مرہٹون کو
نکالنے کے لیے مامور ہوا اور آخر کار مرہٹون سے ساز و باز کرکے نعیم خان سے دغا کی
نواب شجاع الدولہ کے دل مین اس بے ادائی کا خار کھٹکتا رہا لیکن اُن کو اجل نے
اتنی مہلت نہ دی کہ رانا کو سزا دیکر انتقام لیتے اب مین نے اُس کو اپنی رفاقت کے لیے
بلایا تو لیت و لعل کرتا رہا آخر کار چار ہزار روپے روزانہ مقرر کراکے مدت تک یہ رقم

ہین - راجہ ہمت بہادر اس کنائے کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کچھ جواب ندیا
ایسی ایسی باتین سُن کر اطراف کے راجون نے چلا جانا چاہا اور رانا چتر سنگھ سے
صلاح پوچھی اُس نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت متکبر و مغرور ہے اپنی پندار
غلط کے بدلے مین عنقریب نقصان کے گڑھے مین اوندھا گرنے والا ہے بہتر یہی
کہ یار لوگ اسکی رفاقت ترک کرکے اپنے اپنے ملکون کو چلے جائین اور واردات غیبی کے
منتظر رہین القصہ رانا چتر سنگھ سب سے اول چلا گیا اور اُسکے جاتے ہی ہمت بہادر
کی ہوا بگڑ گئی اطراف کے تمام باج گذار راجون نے شورش و فساد برپا کر دیا اور
اکثر محالات ہمت بہادر کے عاملون کے ہاتھ سے چھین لیئے ہمت بہادر بہت گھبرایا
اور کچھ تدارک نکر سکا اور اب علاقے کا فتح ہونا مشکل ہو گیا۔ اس عرصے مین پیشوا کے
ارکان سلطنت نے ہمت بہادر کو خط لکھے جس مین اُس کو اس ملک سے مرہٹون کے
نکالدینے کی وجہ سے دھمکی دی گئی تھی اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر وہ ہماری اطاعت
و رفاقت اختیار کرے گا تو اُسپر عنایت کی جائے گی اور اُس کو صاحب رتبہ بنادیا
جائے گا ہمت بہادر راجون کی نافرمانی اور سرداران لشکر کی بیدلی کی وجہ سے
پریشان تھا اور سمجھتا تھا کہ اب اِس ملک کا فتح ہونا قدرت سے باہر ہے جواب مین
کئی عرضیان نہایت اطاعت و انقیاد کے مضامین کی بھیجین۔

رانا چتر سنگھ نے یہ حال معلوم کرکے اُسکو خراب کرنے کے لیے نواب وزیر کو اُسکی
شکایت لکھی اور کہا کہ وہ مرہٹون سے مل گیا ہے۔

مختار الدولہ نے ایلچ خان اور بشیر خان کے اخراج کے بعد یہ ارادہ پختہ کر لیا تھا
کہ ہمت بہادر کو بھی بگاڑ دین اُنھون نے رانا کو جواب لکھا کہ فی الحقیقۃ راجہ ہمت بہادر

عرصے مین اس سرزمین کو مرہٹون کے شر و فساد سے صاف کردونگا مختار الدولہ کو ہمت بہادر سے دلی نفرت تھی اور یہ مشورہ عین اُن کی مرضی کے موافق تھا پسند کیا اور رانا کو اُس ضلع کے مہمات کے انتظام کی مختاری کا خلعت دلاکر رخصت کیا رانا اپنے بخت و اقبال کی یاوری پر ناز کرتا اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور مختار الدولہ نے بلاتامل و اندیشہ راجہ ہمت بہادر کو حکم دیا کہ نئی فوج موقوف کردے اور افواج متعینہ کو یہان بھیجدے۔

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ اگرچہ گوشائیون کے حال پر مہربان تھے لیکن وہ مطمئن نہ تھے اور مختار الدولہ کی فیلسوفی سے خائف تھے ہمت گر بھنڈ اور بھدادر کے انتظام کا بہانہ کرکے آصف الدولہ سے رخصت حاصل کرکے چلا گیا کچھ دنون وہان مقیم رہا پھر جب نواب وزیر کے ارکان ریاست مین اختلال پیدا ہو گیا اور سپاہ بلوے پر بلوے کرنے لگی تو ان واقعات سے اُسکے دل مین نواب وزیر کی ملازمت سے کراہیت آگئی اور اُس ضلع کو ویران کرکے اور بھنڈ کی آبادی جلاکے اکبرآباد کو ایلچ خان کے پاس چلا گیا کیون کہ دونون مین مدت سے عہد و پیمان ہو رہا تھا وہان سے ایلچ خان کی تحریر کے ذریعہ سے نواب ذوالفقار الدولہ کے پاس جو ڈیگ کے محاصرے مین مصروف تھا چلا گیا اُس نے اُسپر بڑی مہربانی کی نواب نے ڈیگ کو فتح کرکے محالات سنکھانہ وغیرہ بارہ لاکھ کی آمدنی کا ملک ہمت گر کو جاگیرداد اور رسالے کی تنخواہ مین دیدیا شیو پرشاد اس بیان کے بعد کہتا ہے کہ امراؤ گر ابھی آصف الدولہ کے پاس موجود ہے لیکن مختار الدولہ کی چالبازی سے بیدل ہے انھون نے اٹاوہ وغیرہ میان دوآب کا ملک گوشائیون کی حکومت سے نکالکر

بیتار ہا اور آخر کار کام کے وقت دغا کرکے وہان کے مقدمات مین خلل ڈالدیا اب خود
نواب وزیرالممالک یہان تشریف لے آئے تو وہ مکار دغا باز اِس وقت تک سلام کو
حاضر نہوا اور دور سے حیلہ سازی و دراندازی کر رہا ہے میرے قول کی صداقت
اس سے معلوم ہو جائے گی کہ آپ اُس کو اپنے پاس بلائین آپ دیکھ لینگے کہ وہ نہ آئیگا
مختار الدولہ نے ہمت بہادر کے استصواب سے رانا کو حاضر ہو کر وزیرالممالک کی
سعادت ملازمت حاصل کرنے کے لیے لکھا رانا نہایت عیار و دور اندیش تھا
ہمت بہادر کی تدویر سے متوحش ہوا اور حاضر ہونے مین عذر کرنے لگا اُس وقت
مختار الدولہ کو رانا کی سرکشی کا حال کھلا اُسکی بیخ کنی کی فکر سے اکثر رسالہ دارون کو
حکم دیا کہ جمنا کو عبور کرکے رانا کے ملک کو تاراج کرین اور ہمت بہادر نے بھی اپنی سپاہ
کو ضلع جھانسی و کالپی سے طلب کرکے رانا کے ملک کی سرحد مین پڑاؤ ڈالا اب رانا سمجھا
کہ اس لشکر جرار کا مقابلہ طاقت سے باہر ہے اپنے وکلاے معتمد جان برسو کے پاس بھیجکر
اُنسے کہلایا کہ اگر آپ حمایت و کفالت میری کرین تو حاضر ہونے کو تیار ہون رزیڈنٹ
نے مختار الدولہ کو دبایا اور کپتان لاد کو لانے کے لیے رانا کے پاس بھیجا کپتان نے گوہد
مین پہونچکر رانا کو تسلی و دلاسا دیا اور عہد و پیمان کرکے وزیرالممالک کے پاس لایا۔
مختار الدولہ نے چند کوس سے اُس کا استقبال کیا اور کمال اعزاز و اکرام کے ساتھ وزیر
کے سلام کو لے گئے وزیر نے بھی رانا کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا رانا نے مشورے
کے وقت عرض کیا کہ اس جماعت قلیل کی سرکوبی کے لیے اس قدر لاؤ لشکر یہان رکھنا
اور جس شخص پر اعتماد نہوا اُسکو مطلق العنان کر دینا شیوۂ دانش و احتیاط اور
دور اندیشی و کفایت سے بعید ہے اِس مہم کو میرے ذمے کر دیا جائے کہ تھوڑے سے

تم اُسکے اتفاق سے کام کیجیو اور مین جانتا ہون کہ وہ ملک سرکار سے علاقہ نہین رکھتا ہے
اور جو کچھ تمھارے سپاہیون کے لیے مقرر ہے ہم اُس سے ڈیوڑھا دینگے اور سوائے فوج
موجودہ کے جو کچھ فوج اور نوکر رکھوگے اُسکی تنخواہ بھی ملک سے محسوب ہوگی اور
دو لاکھ روپے کی جاگیر تمھارے واسطے مقرر ہوگی لیکن کسی کو اسپر اطلاع نہو افضل علی
نے بپاس حق نمک مختار الدولہ کے مشورے پر عمل نہ کیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس
جو جھاؤلال کے ساتھ رہتا تھا اُس کا شقہ بھیجدیا تاکہ راجہ کی معرفت نواب آصف الدولہ
کو دکھا دیا جائے شخص مذکور نے لالچ کی توقع سے میر مذکور کا خط اور مختار الدولہ کا شقہ
مختار الدولہ کے دیوانخانے کے دار وغہ مرزا اَبو کے پاس بھیجدیا مختار الدولہ نے اُن
خطون کو چاک کر کے شخص متوسط کو عنایت کا اُمیدوار کیا اور راجہ جھاؤلال کو خلوت
مین طلب کر کے کہا کہ ایک خط اس مضمون کا میر افضل علی کو لکھ بھیجین کہ سرمو ہمت بہادر
کے حکم سے تخلف نکرے اور یکدلی کے ساتھ کام کرے راجہ نے مختار الدولہ کے ایما
سے لکھا کہ تمنے راجہ ہمت بہادر کے ساتھ کس لیے عداوت اختیار کر رکھی ہے کہ اُس نے
عرضی تمھاری شکایت مین حضور مین بھیجی ہے بہتر یہ ہے کہ باہم شیر و شکر ہو کر رہو
میر مذکور اصل کار سے غافل تھا یہ خط پہونچتے ہی راجہ کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوا راجہ بھی
مقابلے کو تیار ہوا مگر چونکہ راجہ دور اندیش آدمی تھا چند معقول آدمیون کو درمیان
مین واسطہ کر کے تصفیہ کر لیا اور پھر ایک خط مختار الدولہ کو لکھا اور ایک عرضی حضور مین
ارسال کی کہ افضل علی بے وجہ مجھ سے لڑنے کو آمادہ ہوا مگر فدوی نے پاس ادب کیا اور
تحمل کیا امیدوار ہون کہ حضور کا شقہ میر مذکور کے نام صادر ہو جائے کہ بے وجہ فساد
پیدا نکرے۔ نواب نے مختار الدولہ سے فرمایا کہ میر افضل علی کو یہان بلا لیا جائے اُس نے

زین العابدین خان کو اُس جگہ مقرر کردیا ہے وہ اپنے متعلقہ ملک کا انتظام کر کے
زر تحصیل اقساط کے بموجب خزانے مین بھیجتا ہے بالفعل آصف الدولہ کی سرکار مین
مختار الدولہ کا طوطی بولتا ہے اور اُن کا تمام ساختہ و پرداختہ مقبول ہے اور
مختار الدولہ مآل اندیشی کی وجہ سے جہان برسٹو سے ملے ہوے ہین۔ دونون تمام ریاست پر
حاوی ہین۔

بائیسی پلٹن کی بربادی

شجاع الدولہ کی سیاہ کی سیاہ وردی والی پلٹنون مین سے ۲۲ پلٹنون کا ایک گروہ
تھا جس کا سرگروہ سید احمد بائیسی والا مشہور تھا کیونکہ ان پلٹنون کے پورے گروہ
کو بائیسی کہتے تھے ان مین سے چار پانچ ہزار آدمی شریف مغل دہلی کے رہنے والے تھے
یہ فی کس پندرہ روپے ماہوار کے حساب سے تنخواہ پاتے تھے انکی چھ پلٹنین تھین اور
انمین تعلیم قواعد انگریزی کا اہتمام تھا گو اُنکے پاس بندوقین توڑہ دار تھین مگر وہ اُنھین
نہایت پھرتی سے آگ بناتے تھے چونکہ یہ لوگ شریف و نجیب تھے اسلیے انکی خاطرداری
زیادہ تھی میر احمد کے مرنے کے بعد اُس کا بھتیجا میر افضل علی اُسکی جگہ بائیسی کا افسر اعلیٰ
مقرر ہوا تھا۔ نواب شجاع الدولہ نے جب جنگ افاغنہ کے عزم سے گنگا کو عبور کیا تو
ملک دوآبہ کو راجہ ہمت بہادر کے تفویض کردیا راجہ کے ساتھ میر افضل علی بھی تھا اور
اپنی فوج کے ساتھ کالپی مین رہتا تھا نواب کی وفات کے بعد بھی آٹھ ماہ تک یہ دونون
متصرف رہے گور سملے نے تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو لکھا
کہ ہمت بہادر سے مخالفت کرو اور اُسکے لشکر کو تباہ کرو مین کسی شخص کو یہان سے جو نگا

تنخواہین مل جائین اپنا حق پاکر تمام بندوقین کارخانہ سرکاری مین جمع کرا دینگے اور ہم چلے جائینگے۔ یہان کئی روایتین ہین فرزند علی کی ملخص التواریخ۔ تاریخ مظفری اور سیر المتاخرین کی تو یہ روایت ہے کہ آصف الدولہ نے آشفتہ ہوکر مختار الدولہ سے کہا کہ انکی سرتابی کی سزا دو اُنھون نے عرض کیا کہ یہ لوگ اپنی تنخواہ مانگتے ہین اور کچھ غرض نہین رکھتے آصف الدولہ نے فرمایا کہ اگر تمھین یہ تکلیف گوارا نہین تو ہم خود جاتے ہین جب اُنھون نے دیکھا کہ خود بدولت سوار ہوتے ہین تو مجبور ہوکر فوج متعینہ کو لیکر انکی سرکوبی کو گئے اور گور سہاے کی تاریخ اودھ کی روایت دہی ہے کہ نواب نے صرف یہ جواب دیا تھا کہ تم جانو اور میر افضل علی جا نے مختار الدولہ نے بموجب حکم کے پچھلی رات سے میر افضل علی کی سپاہ کے چارون طرف نواب کی ساری فوج اور توپخانہ جما دیا۔ اور تاریخ تیموریہ کی روایت یہ ہے کہ مختار الدولہ سپاہیون کی تنخواہ کا التماس سنکر ناراض ہوے انکے وکلا کو نکلوا دیا اور اپنے رسالہ دارون کو اُن سے لڑنے کے لیے حکم دیا اور توپخانے کے افسر کو فرمایا کہ اس جماعت کے آس پاس توپین لگا دے تاکہ نکلنے نہ پائین غرضکہ غرۂ محرم سے ان شرفا دنجبا پہ جو اپنا حق مانگتے تھے دار وگیر کا آغاز ہوا اور نواب کی سپاہ سنگدل نے ان کو نقطے کی طرح اپنے دائرے مین گھیر لیا اور رسد غیرہ جو دریا پار سے اُنکو پہونچتی تھی اُس کی آمد ورفت مسدود کر دی اُن کے بہشتی اگر پانی بھرنے کے لیے کنوؤن یا ندی پر جمع ہوتے تو گولون کا نشانہ بنا کر اُن کا کام تمام کر دیتے اسطرح اُن غریبون پر شور محشر برپا ہو گیا بلکہ یون کہا جائے کہ دوسرا واقعہ کربلا نمودار ہوا تو بیجا نہوگا اُسی رات اکثر ناجوانمرد بھیس بدل بدل کر اس مہلکے سے نکل گئے لیکن حریفون کے ہاتھ آ گئے اور جان ومال دونون کا نقصان اُٹھایا تھوڑے سے بہادران ناموس حرمت و عزت

عرض کیا کہ میر مذکور خود بخود ہمت بہادر کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوا ہے اور چاہتا ہے
کہ نئے ملک کو اپنے تصرف مین لائے الغرض شقہ اُسکی طلبی مین روانہ کیا نواب ان دنون
اٹاوہ مین مقیم تھے وہ یہ حکم پہونچتے ہی روانہ ہوا جبکہ لشکر کے متصل پہونچا تو بسبب اسکے
کہ شام ہو گئی تھی قریب دو یا چار کوس کے لشکر سے اپنی سپاہ کو لیکر اُترا اور چاہا کہ صبح کو
حضور مین حاضر ہو مختار الدولہ نے موقع پاکر حضور مین عرض کیا کہ میر افضل بوجہ
اُس کاوش کے جو مجھ سے رکھتا ہے لشکر سے علیحدہ اُترا ہے اور چاہتا ہے کہ وہان سے
تنخواہ کا سوال وجواب کرے جواب ملا کہ تم جاؤ اور وہ جانے اور بعض کہتے ہین کہ خود
نواب نے حکم دیا تھا کہ ہمارے لشکر سے فاصلے پر قیام کرے اور فرمایا کہ توپین توپخانے مین
داخل کر دی جائین اس پلٹن کے پاس تیس چالیس توپین تھین اور اُنکے متعلق بہت سا
گولہ بارود تھا سپاہی وافسر میر افضل علی کی خاطر خواہ اطاعت مین نہ تھے اور اس کو
شمار وحساب مین نہ لاتے تھے انھون نے فوراً تمام توپین اور اُن کا جملہ سامان سرکار مین
بھیجدیا مگر بڑی دو توپین کہ میر احمد نے اپنے روپے سے بنوا کر ایک کا نام باندہ قصاب
اور دوسری کا نام صف شکن رکھا تھا اور ساخت اُنکی عجیب وغریب تھی میر افضل علی کی وراثت
کے دعوے سے اپنے پاس رہنے دین اس کے بعد سپاہ نے عرض کر دیا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ
دیدی جائے کئی ماہ سے سرکار سے کچھ نہین ملا ہے بڑی تکلیف سے گذرتی ہے اور آیندہ
اگر رکھنا منظور ہو تو ماہ بماہ تنخواہ ملتی رہے مختار الدولہ نے اس بات کا تو کچھ جواب
نہ دیا یہی کہا کہ وہ دو توپین اور تمام بندوقین بھی داخل سرکار کر دو اور جہان چاہو
چلے جاؤ فوج نے سمجھ لیا کہ ہماری تباہی اور حق تلفی منظور ہے ایسا عرض کر دیا کہ اگر ہمکو
جُدا کرنا منظور ہے تو ہمارا المیاز ورہے سوا فرمان برداری کے کوئی چارہ نہین ہماری

حاصل ہو جائے گا۔

(۴) اگر یہ بھی ناگوار خاطر عالی ہو تو خدا اور رسول اور روح سید الشہدا کے واسطے ہم پر اتنا رحم کیجیے اور ننگ بدنامی کا دھبّہ ہم پر نہ آنے دیجیے کہ اپنے خداوند نعمت سے مقابلہ کیا آپ خود دور سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ہمارے دست و بازو کا تماشا دیکھتے رہیے کہ ہم کیسا لڑتے ہین۔ نواب شجاع الدولہ نے لاکھون روپے صرف کر کے ہمکو تیار کیا قواعد حرب وضرب سے ماہر بنایا قضاے آسمانی سے ہمارے ہاتھ سے کوئی کارنمایان اُنکے سامنے ظہور مین نہ آیا حیف آتا ہے کہ اپنا سپاہیانہ ہنر دکھائے بغیر دل پر حسرت کے ساتھ گولون کا نشانہ بن جائین توپین ہمارے مقابلے سے ہٹا کر سیاہ وردی کی پلٹنون کو جو ہماری طرح قواعددان اور فنون جنگ سے آگاہ ہین اور شیوۂ شجاعت اور تعلیم آداب رزم سے ہمارے ساتھ ہم چشمی رکھتی ہین ہمارے تباہ کرنے کے لیے حکم دیا جائے اوّل بندوقون سے میدان جنگ کو گرم کرین بعدہ تلوارین میانون سے نکالکر باہم لڑین اور ایک دوسرے کے دست و بازو سے ملک عدم کا راستہ لین اُسوقت ہمارا جوہر آپ پر کُھل جائے گا اور آپ کو تماشائے عجیب نظر آئے گا اور اس قدر کثیر فوج مور و ملخ کی طرح ہم بیکسون پر حملہ کرنے کو لانا اور ہماری تباہی کیلیے یہ زبردست توپخانہ جمانا جناب عالی کی بدنامی کا باعث ہے یہ داغ قیامت تک نہ دُھل سکیگا۔

مختار الدولہ اگرچہ سیّد عالی نژاد تھے لیکن اسوقت شامیون کی سی عادت اختیار کر کے یہی جواب دیا کہ مجکو ان برگشتہ بختون کی ہلاکت کے سوا کوئی چیز منظور نہین۔

اس جواب کے بعد گولہ اندازون کو حکم دیا کہ گولہ باری کرین ان بیچارون نے جب دیکھا کہ نایب کا دل کسی طرح رحم پر آمادہ نہین ہوتا تو مجبوراً تعزیہ خانے مین آکر

کی پاسداری کرکے آمادۂ مرگ ہوے اور اپنے قول پر قائم رہے۔

مختار الدولہ ۷ ماہ محرم کو تمام فوج اور سارا توپخانہ مسلح کرکے اُس جماعت کے مارنے کو سوار ہوے۔ اُن لوگون نے جو اپنی قلّت اور مخالفون کی کثرت دیکھ تو مقتضائے بشریت سے ہراسان ہوکر اپنے وکلا کی معرفت مختار الدولہ سے عرض کرا ہم بہن سے اکثر مسلمان اور اہل بیت کے محب اور آپ کے جد بزرگوار کے تعزیہ د ہین اُمیدوار ہین کہ ان چند ملتمسات مین سے جو بھی پسند خاطر مبارک ہو قبول فر جائے۔

(۱) ہمارے گناہ و جرائم کو معاف کرکے ہماری تنخواہ مین سے اِس قدر خرچ مرحمت ہو جائے کہ ہم بندوقین داخل سرکار کرکے اپنے وطن کو لوٹ جائین اور دعائے عمر و دولت بندگان عالی مین مصروف رہین۔

(۲) اگر ہمارا قتل و غارت ہی مدِ نظر عالی ہے تو ہمکو بھی عذر نہین اور جان دینے کے کوئی چارہ نہین رکھتے لیکن ان دنون تعزیہ دار ہین اور آج محر کی ساتوین تاریخ ہے عاشورے کے دن تک ہمکو امان جان بخشکر ماتم کرلینے کی مہلت دی جائے بعد اسکے جیسا رائے جہان آرائے خواہش کرے اُسپر عمل کیا جائے۔

(۳) اگر یہ بھی منظور خاطر عالی نہو تو جس قدر ہماری تنخواہ چڑھی ہوئی ہے اُ کی تھیلیان گاڑیون مین بھروا کر اِس سپاہ کے مجمع مین جو مور و ملخ سے کم نہین ا ہمارا خون پینے کو آمادہ ہے کھڑی کرادی جائین اور اُن کی حفاظت کے لیے تاکید کردی جائے اگر ہم اُن پر غالب آکر روپے چھین کر زندہ و سلامت بچ رہین تو اپنے کو پہونچ جائینگے اور لائق تحسین و آفرین قرار پائینگے اگر مارے گئے تو آپ کا مطلب

بعد اسکے کہا کہ "اے یار اب میری ایک وصیت سُن لے طعن و تشنیع کا محل باقی نہین جہان فانی مین اب ایک ساعت کا مہمان ہون ایک وصیت کرتا ہون اگر فتوت و جوان مردی کو کام فرماکر قبول کروگے تو دنیا و عقبےٰ مین مشکور و ماجور رہوگے" اُس سوار نے کہا کہ "کیا حاجت ہے بیان کرو مین اُس کو بسر و چشم بجالاؤنگا زخمی نے کہا کہ چند چھوٹے اور بیکس بچے میرے فلان شہر مین ہین اُنکی روزی کا سہارا سوا میرے کوئی نہین اور مین یہان اس طرح زخمی ہوکر راہی ملک آخرت ہونے والا ہون ایک سو کئی اشرفیان اور کئی جواہر جو پٹھانون کی لڑائی مین ہاتھ آئے تھے میری کمر مین بندھے ہین عنقریب لٹیرے آکر کپڑے اُتارکر انھین بھی لوٹ لینگے تم اُنھین کھول لو آدھے خود لے لیجیو اور آدھے میرے یتیم بچون کو پہونچا دیجیو" وہ نادان لالچ مین آکر فی الفور گھوڑے سے اُترا اور ڈھال تلوار ہاتھ سے زمین پر رکھدی اور زخمی کے پاس پہونچکر اُسکی کمر کا پٹکا کھولنا چاہا اُس دلاور کی کمر مین تلوار چھپی ہوئی تھی ایک ہاتھ ایسا مارا کہ دونون ٹانگین لکڑی کی طرح کٹ گئین اور اس حیلے سے اپنے ہم چشم کو اپنے پہلو مین بٹھاکر ہنسا اور کہا کہ اس جگہ مین تنہا پڑا ہوا انفس شماری کررہا تھا نہ کوئی انیس تھا کہ تھوڑی دیر اُس سے بات کرتا اور نہ کوئی جلیس تھا جس کو درد دل سُناتا چونکہ ہم مین تم مین مُدت سے خصومت اور لاف و گزاف و عداوت قائم تھی اور دونون مین ہمچشمی کے دعوے زبانون پر آتے رہتے تھے الحمد للہ کہ اسوقت بھی مین نے اپنا ہمدرد بنالیا اور اس مصیبت کے مقام مین تم کو دل کا حال کہنے کے لیے اپنا ہمنشین کرلیا جب تک دونون زندہ ہین ایک دوسرے کا انیس رہے گا اور اس جہان سے سفر کے بعد دونون یہان کی خاک مین مل جائینگے اور روز محشر مین

جس سے اب کسی کو لڑائی کی تاب نہ رہی میر افضل علی اپنے دو تین بھائیون کے سا
آمادۂ مرگ کھڑا رہا اُس وقت مختار الدولہ نے عبد الرحمن خان قندھاری کے سا
قسم کھا کر اُسے بھیجا کہ میر افضل علی کو کسی طرح اذیت نہ پہونچے گی وہ حاضر ہو جا
خان مذکور میر موصوف کا اطمینان کر کے لایا لڑائی ختم ہوگئی فتحمندی کے شادیا
مختار الدولہ کی طرف بجنے لگے مختار الدولہ شام کے وقت سردارون کے سر نیزون
لٹکوا کر لشکر وزیر مین داخل ہوے۔

حکایت مختار الدولہ کے لشکر کا ایک آدمی جو شجاعت کا نہایت مدعی تھا اس
شہادت کے کھیت مین ایک زخمی کی طرف سے گذرا جس کے ہر زخم سے خون فوار
کی طرح جاری تھا علاوہ دوسرے زخمون کے دونون پانون بھی توپ کے گولے
اُڑے ہوے تھے لیکن نہایت استقلال اور ہوش وحواس کے ساتھ یا حسین یا حسین
کہہ رہا تھا ان دونون مین پہلے سے نوک جھوک رہتی تھی اُس سپاہی نے نہایت جوشیلے
سے زخمی کو کہا کہ "اے فلان اپنے ولی نعمت کے ساتھ لڑنے کا مزہ پا لیا۔ اس مین
کیا مضائقہ تھا کہ تم لوگ اول ہتھیار دیدیتے اور پھر اصلاح کی کوشش کر
اُس زخمی نے کہا کہ "اے دوست جو کوئی شیوۂ انصاف رکھتا ہوگا اس غیرت
حمیت پر تحسین و آفرین کہے گا اگر کوئی ناجوان مرد بے حمیتی و بے حیائی سے برا کہ
اور چلنے لگے مین موت تو کبھی نہ کبھی آتی ہی مگر یہ سعادت کیسے حاصل ہوتی کہ ایا
بارو دبہ پڑا اُستّت مولاے حسین مین حق طلبی کی راہ مین ثابت قدم رہ کر ظالمان
رہے اور شہادت کو پہونچے البتہ ہمارا اور تمھارا کارنامہ دلاورون کی
بے مثل رہے گا"

اپنے رسالون کو تیار کرکے راستے مین جما دو اگر مختار الدولہ اپنے ارادۂ دلی کے وقوع مین لانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگین، ور ادھر کا قصد کرین تو اتنے گولے اور گولیان مارو کہ قدم اُٹھانے کی تاب نرہے وہین اُن کا کام تمام ہو جائے القصہ ان دونون سرداروں نے اپنی اپنی سپاہ کو تیار کرکے اور توپخانہ و آلات حرب درست کرکے لشکر وزیر الممالک اور فوج مختار الدولہ کے درمیان مین جاکر مورچہ بندی کی اور توپین کھڑی کرکے زنجیرون سے کسدین اور سپاہیون کو آمادۂ کارزار کرکے اگلی صفین باندھ دین اور خدا سے دم بدم مختار الدولہ کے بھاگنے کی دعا کرتے تھے چونکہ مشیت الٰہی اور تھی اور ابھی چند دن اُن کو عیش و حکمرانی دیکھنی مقدر تھی عروج کے کچھ دن باقی تھے فتح و نصرت حاصل کرکے لوٹے۔ راجہ جھاؤلال و بسنت علی خان اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوے اور ڈرے اور مبارکباد کہتے ہوے سامنے گئے مختار الدولہ کو مخبرون کے ذریعہ سے تمام حال معلوم ہو چکا تھا مگر اُس وقت اغماض کرنا مناسب جانا۔

نواب آصف الدولہ کو شاہ عالم بادشاہ کے ہان سے خلعت وزارت حاصل ہونا نواب کا بادشاہ کے حضور مین زرنقد اور اسباب اور چتر اور تخت بھیجنا

مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ آصف الدولہ اودھ مین

ساتھ ساتھ بارگاہ باز پرس مین جائینگے۔

یہ واقعۂ ہائلہ ۷ محرم ۱۱۸۹ھ ہجری کو مقام اٹاوہ مین ظہور مین آیا۔ آصف الدولہ کے اکثر نوکر جو سلطنت کا زور باز و تھے اِس لڑائی مین کام آئے اور وہ اس فتح سے نہایت خوش ہوے۔

اَلقصّہ گور سہاے کہتا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو کہلا بھیجا کہ "تمنے کس لیے بے سبب ہمت بہادر سے پرخاش کی تھی" جواب دیا کہ "راجہ جھاؤلال کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ بے سبب ہمت بہادر نے میری شکایت حضور مین بھیجی ہے" جب یہ جواب مختار الدولہ کے پاس پہونچا تو اُس خط کو میر مذکور سے منگا کر حضور مین پیش کر دیا تو۔ جھاؤلال کو قید کر دیا اُس کی گرفتاری کے بعد دیوانخانے کی داروغگی میان بسنت کو ملی۔ لیکن اور تاریخون مین جھاؤلال کے معتوب ہونیکی دوسری وجہ لکھی ہے جو آگے معلوم ہوگی۔

تاریخ تیمور یہ مین بیان کیا ہے کہ جب مختار الدولہ تمام سپاہ لے کر ہائیسی سے لڑنے کے لیے حربگاہ کو چلے گئے تو جھاؤلال اور بسنت علی خان وغیرہ یاران قابو طلب نے وقت کو غنیمت جانکر نواب وزیر سے عرض کیا کہ مختار الدولہ جو اس قدر فوج لیکر اُس جماعت پر حملہ آور ہوے ہین تو اس سے مقصود اسکی تباہی نہین بلکہ اس خیال مین ہین کہ اُنکے مقابلے سے بھاگ کر لشکر مین آوین تو وہ دلاور تعاقب کرتے ہوے حضور کے کیمپ مین گھس پڑین اور لشکریون کو کہ بے دل و بے حواس ہین لوٹ لین اسکے بعد مختار الدولہ کے دل مین جو خیالات فاسدہ سماے ہوے ہین اُن کی مدد سے ظہور مین لائین نواب وزیر مختار الدولہ کی امارت و نخوت اور کبر و خودسری و رد دیکھتے تھے اُنھون نے اِس بعید العقل بات کو قریب الوقوع سمجھ لیا۔ اور فوراً حکم دیا کہ تم دونون

قیام گاہ کے قریب پہونچا تو مختار الدولہ نے مع خدم و حشم کے استقبال کر کے فرمان بادشاہی
بر پا کی۔ اور نواب نے بھی استقبال کیا اور خلعت پہن کر باپ دادا کے خطاب سے
معزز ہوے۔ اور اس عطیہ کے شکرانے مین محفل آراستہ کی اُسی دن مختار الدولہ مارے
گئے۔ وزیر نے ایک لاکھ روپے اور تنقیح الاخبار کی روایت کے مطابق دو لاکھ روپے
نقد اور دس گھوڑے اور کئی ہاتھی جن پر طلائی اور چاندی کی مطلا عماریان تھین اور
یورپ کی بہت سی عمدہ چیزین اور ہر قسم کے تحف دہرا یا اور اسباب و سامان مع چتر
اور تخت روان کے مرزا خلیل اور نیاز علی خان کی معرفت بادشاہ کو بھیجے اور
قطب الدین خان کو خلعت ملبوس اور سرپیچ جواہر اور جیغہ مکلل اور مالاے مروارید
اور ایک ہاتھی اور آٹھ ہزار روپے دیے۔ اور راجہ دیا رام کو بھی خلعت دیا اور اُن کے
رفقا کو علی قدر مراتب دوشالے عطا کیے اور بادشاہ کے پاس رخصت کیا اور
ذوالفقار الدولہ کے لیے اپنی نیابت کا خلعت مع فیل و عماری زر اور سائبان اور
زربفت کی جھول اور اسپ کے بھیجا اور مجد الدولہ کے لیے دو ہاتھی اور ایک گھوڑا
روانہ کیا۔

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے ایک خلعت آصف الدولہ کے لیے
شاہ دُرّانی سے بھی حاصل کیا اور دونون بادشاہون کے ہان سے مختار الدولہ کو بھی
خلعت ملے۔

تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم نے آصف الدولہ کو مسند نشینی کے بعد
ہزبر جنگ خطاب دیا تھا۔

لہ دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

نوابی کرتے تھے خزانہ اُن کا خالی تھا سپاہ کی تخفیف کرنا چاہتے تھے عادتیں اُن کی
بڑی تھیں گھر میں بھی فساد تھا باہر بھی ملک میں بدنظمی ہو رہی تھی غرض ایسے ہنگامے
برپا ہو رہے تھے کہ جس سے نواب کو خود اندیشہ اور رفیق انگریزوں کو خوف تھا۔
سنہ ۱۷۸۴ء کے موسم سرما میں یہ افواہ اُڑی کہ شاہ عالم اور مرہٹے اور روہیلے اور سکھ مرزا نجف خان
کے رفیق بن گئے ہیں ۔ آصف الدولہ پر حملہ کرنے کو چلے آتے ہیں۔ گورنر جنرل نے
نواب کو سمجھایا کہ وہ نجف خان سے آشتی کر لیں جس سے یہ مصیبت سر سے ٹلے۔
آصف الدولہ کو ابتک وزارت کا خطاب بادشاہ کے ہان سے نہ ملا تھا۔ اگرچہ اُس
کا ملنا نہ ملنا برابر تھا مگر وہ اُس خالی خطاب کے لیے بیتاب تھے مختار الدولہ نے
مجدالدولہ سے سازش کر کے اپنے خاص ذریعہ سے خطاب و خلعت وزارت منگانے
کا بندوبست کیا پیشکش اور پانچہزار سپاہ بادشاہ کے پاس بطور کمک بھیج کر یہ خطاب
حاصل کیا چنانچہ خلعت وزارت مع جواہر اور قلمدان طلائی مرصع اور فیل و اسپ خاصہ
کے آصف الدولہ کے لیے بادشاہ کے ہان سے روانہ ہوا۔ یہ خلعت ۱۰ صفر سنہ ۱۱۸۹ ہجری
کو قطب الدین خان (خویش مجدالدولہ) اور راجہ دیارام کے حوالے ہوا تھا بادشاہ نے
ان دونوں شخصوں سے فرمایا کہ اول اس خلعت کو ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان
کے پاس لیجاؤ اُسکے صوابدید کے بعد آصف الدولہ کے پاس پہونچاؤ اور یہ بات
ذوالفقار الدولہ کی عزت افزائی کے لیے کی گئی تھی چنانچہ قطب الدین خان اور
دیارام نیاز علی خان کے ساتھ جو آصف الدولہ کی طرف سے اس سوال و جواب کے لیے
آیا تھا اُسکے پاس خلعت لیکر پہونچے جو ان دنوں ڈیگ کے محاصرے میں مصروف
تھا پھر قطب الدولہ اُس سے رخصت ہو کر اودھ کو روانہ ہوا جب آصف الدولہ کی

بعض اہل تحقیق نے اس واقعہ کی اصلیت یون بیان کی ہے اور یہ حال اُن لوگون سے زبان بزبان سُنا ہے جو اُس وقت مین ریاست مین اقتدار رکھتے تھے کہ مختارالدولہ شیرازی نشو و نما کے بعد ایران سے آئے تھے نشۂ شراب غرور و نخوت جو لازمۂ اہل ایران ہے آنکھون مین چڑھا ہوا تھا اہل ہند سے اختلاط کم رکھتے تھے اُمرا سے نہایت کج ادائی کے ساتھ مُلاقات کرتے تھے باقی ملازمان نواب وزیر اُن کی نظرون مین کب جچتے تھے۔

راجہ جھاؤلال اور بسنت علی خان نے ایکدن نواب وزیر سے عرض کیا کہ ہم لوگ جو حضور کے ساتھ بزم شراب گرم کرتے ہین تو یقین ہے کہ مختارالدولہ ہمکو آب شمشیر سے سرد کر دینگے جب یہ وار خالی گیا تو مکرر پھر عرض کیا کہ کرورون روپے کا محاسبہ مختارالدولہ سے لینا چاہیے اسپر بھی نواب نے التفات نہ کیا۔ جب کسی شمشیر تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو اُنھون نے یہ مشورہ قرار دیا کہ جس وقت بندگان عالی بستر خواب سے آنکھ کھولتے ہین تو مختارالدولہ آتے ہین اور نواب اُنکی صورت دیکھ کر آنکھ کھولتے ہین اور کمپنیان سلامی کے لیے روتخانے مین آتی ہین بہتر یہ ہے کہ اُس دم مختارالدولہ کے گولی ماردی جائے نواب وزیر کو اس مشورے پر اطلاع نہ تھی۔ مرزا حسن رضاخان سرفرازالدولہ بھی اس مشورے مین شریک تھے اور ان سے اور مختارالدولہ سے قرابت تھی اور صورت اس قرابت کی یہ ہے کہ نواب علی مردان خان شاہجہانی کے پوتے نواب کلب علی خان کی چند لڑکیان تھین اُنھین سے ایک لڑکی مرزا حسن رضاخان سے بیاہی تھی ایک لڑکی مینڈو بیگم سید صاحب ابن سید مصطفٰے المخاطب بہ مصطفوی خان سے منعقد تھی اس مینڈو بیگم کی ایک بیٹی پیاری بیگم نامی مختارالدولہ کی زوجیت مین تھی۔ اس قرابت قریبہ کی وجہ سے مرزا حسن رضاخان نے

مختار الدولہ کے قتل کے لیے سازش ہونا اور اُس کا کھُل جانا

جس زمانے مین کہ مختار الدولہ قتل ہوے تو یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ نواب آصف الدولہ کے خاص اشارے سے مختار الدولہ مقتول ہوے۔ تاریخ مظفری اور ملخص التواریخ مؤلفہ فرزند علی اور فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آصف الدولہ کی اُن کے قتل پر مرضی تھی۔ مگر بعض صاحب کہتے ہین کہ یہ بات محض افترا ہے۔ مؤلف عماد السعادت بھی لکھتا ہے کہ جس وقت مرزا محمد امین بن مرزا محمد یوسف کورنے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ مین مختار الدولہ کو درمیان سے اُٹھاتا ہون تو نواب ممدوح نے اجازت نہ دی اور نواب سالار جنگ نے بھی جنکی بیٹی مختار الدولہ کے فرزند سے منسوب تھی ایک دن امتحاناً نواب وزیر سے پوچھا کہ مختار الدولہ کے قتل کے باب مین کیا حکم ہے اُس وقت بھی آصف الدولہ راضی نہ ہوے اگر آصف الدولہ کو مختار الدولہ کا موقوف کرنا مدنظر ہوتا تو کون روک سکتا تھا پھر قتل کرانے کی کیا وجہ تھی۔ اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین یون ہے کہ مرزا محمد امین کور کو نواب نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تم خود مارنا چاہو تو مار ڈالو تم جانو اور تمھارا کام جانے تم بھی سید ہو اور وہ بھی سید ہین آپس مین خوب نپٹ لوگے اگر میری اجازت سے قتل کرنا چاہتے ہو تو مین ایک سید کے قتل پر راضی نہین بیچارے نے تمھارا کیا لے لیا ہے مرزا امین نے پھر کچھ نہ کہا۔ چونکہ مختار الدولہ کی اجل آچکی تھی نواب آصف الدولہ کو رنجیدہ کر دیا اور بعضے ایسے کام جو نواب کو ناپسند تھے کیے اور ایک بار جان برسٹو کے سامنے نواب سے مباحثہ کیا (انتہٰی)۔

یہ بات غلط نکلے تو اُمیدوار ہون کہ جناب عالی اُن مفسدہ پردازون کے نام سے
اطلاع فرمائین کہ مین اس قدر روپیہ اُن سے لے کر سرکار عالی مین حاضر کرون یہ امر
بھی دولت خواہی سے خالی نہین - نواب نے اُس وقت ہر ایک کا نام بتلا دیا۔
مختارالدولہ نے عرض کیا کہ میری دولت خواہی یہ ہے کہ ایّام صاحبزادگی مین
کارخانہ سرکار کا جو نہایت ابتر تھا بخوبی انتظام کیا دوسرے نواب شجاع الدولہ
سے حضور کی جاگیر کی سند مسترد کی جس سے سرکار کے کارخانے کو خوب رونق ہوئی
تیسرے مسند نشینی کے وقت سب اعیان ریاست یہ کہتے تھے کہ آصف الدولہ عیاش
اور صاحبزادہ مزاج ہین ریاست کی لیاقت نہین رکھتے دولت خواہ نے اُسوقت
کرنیل کلیس اور مسٹر کانوسی کو برخلاف مسٹر بھولیر صاحب کے حضور کی مسند نشینی
کے لیے آمادہ کیا چوتھے محمد ایلچ خان دلی سے خلعت نہ لا سکا مین نے بدون صرف روپے
کے وہان سے خلعت حاصل کر دیا اور بادشاہ قندھار سے بھی خلعت منگا دیا اُس وقت
کسی شخص نے خیر طلبی اور دولت خواہی کا دعوے نہ کیا۔ اب جملہ انتظام پورے
ہو چکے تو ہر ایک خیر خواہی بگھارنے لگا بہر صورت ان باتون کا انصاف حضور کے ہاتھ
مین ہے اگر ان باتون پر بھی مزاج عالی مین کدورت ہے تو اس نیابت سے نان جوین
ہزار درجہ بہتر ہے زیادہ ہوس نہین - جب تک جناب عالی محاسبہ لین مجھ دولت خواہ
کو تکلیف نوکری معاف ہو رزیڈنٹ نے بھی اقرار ضمانت کیا۔ یہ باتین ہو چکین
تو نواب وزیر نے مختارالدولہ کو آغوش لطف مین لے کر فرمایا کہ مین ہمیشہ تم سے
رضامند رہا اور اب بھی خوش ہون اور کوئی خلاف خیال نکرو اور اسی وقت
میر سعادت علی ... چل کر اپنے مخالفون کو مجھ سے پوچھا چنانچہ مختارالدولہ کو اپنی خواصی مین

کنتوی

مختار الدولہ کو اُن کے منصوبۂ قتل سے اطلاع دی بلکہ مدت تک یہ بار گران پیاری بیگم اور اقبال الدولہ زوجہ و پسر مختار الدولہ کی گردن پر رکھا کہ مین نے مختار الدولہ کو قاتلون کے ہاتھ سے بچایا ورنہ اُسی وقت کام تمام ہو چکا تھا۔ غرض یہ کیفیت سُنکر مختار الدولہ اندیشہ مند ہوے اور صبح کے وقت نواب کے پاس نہ گئے دو مرتبہ سرکاری عصابردار بھی بُلانے کے لیے آیا۔ مختار الدولہ نے کسل طبیعت کا عذر کر دیا جب تیسری بار عصابردار یہ پیام لایا کہ جو طبیب و علاج تمھارے گھر مین مہیا ہے وہ یہان بھی موجود ہے۔ مناسب ہے کہ جلد آؤ جنابعالی تمھارے انتظار مین ابھی تک خوابگاہ سے برآمد نہین ہوے۔ تو مختار الدولہ نے مجبور ہو کر چھ سات سو سوار کارگذار اور اکثر عزیز و اقارب اپنے ساتھ لیے اور پہلے مسٹر جان برسٹو رزیڈنٹ کے پاس گئے کہ اُس کو فی الجملہ اپنی کیفیت سے مطلع کرین یہ معاملہ سفر مقام اٹاوہ مین پیش آیا تھا نواب آصف الدولہ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی سوار ہو کر فی الفور جان برسٹو کے ڈیرے پر پہونچے۔ نائب اور منیب کے پس و پیش پہونچنے مین چند منٹ کا تفاوت واقع ہوا ابھی مختار الدولہ نے باتین شروع کی تھین کہ نواب وزیر کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ مختار الدولہ اور صاحب رزیڈنٹ نے استقبال کیا۔ نواب نے مختار الدولہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمنے کیا بدی کی تھی کہ تمنے ہمارا دو تین کروڑ روپیہ خراب کیا اور اُس کا حساب نہ سمجھایا۔ مختار الدولہ نے یہ اشارہ سُنکر اپنی مہر جان برسٹو صاحب کے حوالے کی اور جواب دیا کہ صاحب میرے ضامن ہین ایک کروڑ دو کروڑ روپے تک جو میرے ذمے ثابت ہون مین اُن کے ادا کرنے کو حاضر ہون لیکن جس وقت

کہ گلے سے لگا لیا اور اپنے دل سے غبار کدورت نکال ڈالا اور خلعت دیکر فرزند خواندہ
بنایا اور تمام فوج کا مختار کر دیا بسنت علی خان اپنے خیمے کی طرف شاد کام لوٹا اور
ایک ہفتے تک یہ معاملہ اسی طرح رہا کوئی صدا نہ اُٹھی ۔

مختار الدولہ اور بسنت علی خان خواجہ سرا کا مارا جانا اور آصف الدولہ کا ہلاکت سے بچ جانا

یمین الدولہ سعادت علی خان جو بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ شجاع الدولہ
کے عہد سے بریلی کے انتظام مین مصروف تھے اور اس عہد حکومت مین مختار الدولہ
نے جان برسٹو سے اجازت لے کر اُن کو اُس کام سے معزول کر کے بلا لیا تھا یہ نہایت
مدبر تھے حکّام کمپنی کے ساتھ خط وکتابت جاری تھی لیاقت و دانائی کی وجہ سے
شجاع الدولہ کی جملہ اولاد مین ممتاز تھے اور علامہ تفضل حسین خان اُنکی اتالیقی مین
رہتے تھے سعادت علی خان بھی اٹاوے مین نواب وزیر کے ہمراہ تھے اور سلطنت کی تمنا
دامنگیر تھی اُنھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ جب تک مختار الدولہ کے عروج بد
بانی نہ پھرے گا گوہر مدعا کا ہاتھ آنا دشوار ہے بسنت علی خان سے موافقت پیدا
کی اور بسنت علی خان اور جھاؤلال سے اودھ کی نیابت دینے کا وعدہ کیا اور
مختار الدولہ و آصف الدولہ کے قتل کرنے کی فکر کی راجہ جھاؤلال ۔ فضل علی ۔ طالب علی
خیالی خان ۔ مراد علی اور نور الدین اس کام پر مامور ہوے اور میر باقر اور یوسف خان
جو تیغ و شمشیر کے ساتھ والون مین تھے اُنھون نے بھی شراکت کی اور تفضل حسین خان بھی

بٹھا کر اپنے خیمے مین لائے - ابھی ان کی سواری خیمے مین نہ پہونچی تھی کہ بسنت علیخان وغیرہ نے یہ خبر سُن لی اور اُن پر پریشانی نے ہجوم کیا بسنت علی خان تو سلامی دیکر بھاگ کر اپنی فوج مین جا چھپا اسی طرح اور بھی روپوش ہو گئے فقط راجہ جھاؤلال کی شامت سر پر سوار تھی حاضر رہا اُس کو نواب نے بلا کر مختار الدولہ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اس کو قید رکھو - مختار الدولہ نے جھاؤلال کو ایک خیمے مین قید کر دیا فقط اسی قدر ممانعت کی کہ قلمندان اور ہتھیار اس کے پاس نہ جانے پائین اور پہرہ سر پر رہے اسکے سوا عمدہ کھانون اور کپڑون اور ناچ گانے مین کوئی فتور نہ تھا مختار الدولہ کا نائب انور علی خان خواجہ سرا خود جھاؤلال کے ڈیرے پر پہونچا اور تمام مال و اسباب اُس کا ضبط کر لیا اور رلادا بادی[1] طوائف جو اُسکی محبوبہ تھی اُسے پابہ زنجیر کر کے اپنے کیمپ مین لے آیا اور ایک چھوٹے خیمے مین قید کر دیا - چند روز کے بعد مختار الدولہ نے نواب وزیر الممالک کو اپنے اوپر متوجہ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور کے چند نوکر میری جان لینے کے درپے ہین اگر حضور کو فدوی کی خاطر منظور ہے تو اُن کی جوابدہی کا معاملہ میرے سپرد کر دین نواب نے اجازت دی کہ جس طرح مناسب سمجھو اپنے حریفون کو شکنجۂ عذاب مین کھینچو بسنت علی خان کو اب پورا یقین ہو گیا کہ مختار الدولہ مجکو قید کرینگے اُن کے چنگل سے رہائی مشکل ہے تو اپنے چند دوستون کے مشورے سے کلام اللہ ہاتھ مین لے کر مختار الدولہ کے پاس گیا اور قسم کھائی کہ مجکو اطاعت کے سوا کوئی بات منظور نہین - مختار الدولہ نے اُسکے ہاتھ سے کلام مجید لے لیا اُسنے تلبیس و فریب کی راہ سے مختار الدولہ کے طشت کا پانی جس مین اُنھون نے پاؤن دھوئے تھے لے کر پی لیا مختار الدولہ باوجود مخاصمت کے اُسکی ارادت کے ایسے مفتون ہوئے

[1] مصنف عمادالسعادت نے ... [illegible]

کا مورد عنایت ہو اور باطنا مرزا سعادت علی خان سے سازش کی کہ جب بندہ
مختار الدولہ کو مار کر آئے تو تم مع چند ہمراہیون کے سوار ہو کر پہونچ جانا بندہ
آصف الدولہ کے پاس پہونچکر اُن کا کام بھی تمام کردے گا اور آپ کو مسند ریاست
ملجائے گی جب یہ مشورہ طے پا گیا تو بسنت علی خان نے از سر نو مختار الدولہ سے
براہ مکر و فریب ملاپ کیا۔

فرح بخش مین شیو پرشاد نے ذکر کیا ہے کہ مختار الدولہ کو نیابت حاصل ہوے
عرصہ نہ گذرا تھا کہ اعیان سلطنت کے استیصال پر کمر باندھی اور بتدریج ہر ایک کو برباد
کر دیا اور جو جو ہاتھ لگا اُس کو قید کر کے بڑی سختی اور عذاب کے ساتھ ہلاک کیا اول شخص جو
اُنکے پنجے سے جان بچا لے گیا وہ ایلچ خان ہے کہ رنگ صحبت بدلا ہوا دیکھکر حصول خلعت
وزارت کے ملنے سے دہلی کو چلا گیا اور مختار الدولہ کی دراندازی کی وجہ سے
بادشاہ کے ہان سے بدون حصول خلعت اکبر آباد کو نواب ذوالفقار الدولہ کی حمایت
مین چلا گیا۔ دوسرا محمد بشیر ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ مختار الدولہ میری بربادی
کے درپے ہین تو بہتھر گڑھ علاقہ نجیب آباد سے کنارہ کشی کر کے اکبر آباد کو چلا گیا
تیسرا توپ گر گوشائین ہے کہ وہ اٹاوے سے بھنڈ کے انتظام کا بہانہ کر کے آصف الدولہ
سے رخصت حاصل کر کے چلا گیا اور بھنڈ کو جلا کر اور لوٹ کر ذوالفقار الدولہ کے پاس
پہونچا پرگنہ فتح آباد اور سعد آباد اُسکی جاگیر مین ذوالفقار الدولہ نے مقرر کیا۔
انقلاب روزگار دیکھیے کہ تھوڑے دنون سے نواب آصف الدولہ کے مزاج مین مختار الدولہ
کی طرف سے کدورت آگئی تھی اور مختار الدولہ کی طرف سے بھی روز بروز وہ حرکات
جو آصف الدولہ کی رنجش اور خفگی کا باعث ہوتین ظہور مین آتین اور آثار نافرمانی

اس سوال و جواب میں شیر و شکر تھے بسنت علی خان نیابت کی امیدین ہمہ تن اس
کام مین مصروف تھا۔ اور آگے سے زیادہ حاضر باشی مختار الدولہ کے پاس
شروع کی بظاہر دوست صادق اور جان نثار بنا طلسم ہند مین اسی طرح ہے۔
تاریخ تیموریہ مین بیان کیا ہے کہ خود بسنت علی خان کو یہ خیال ہوا کہ نواب
وزیر الممالک مختار الدولہ کے اس قدر مفتون ہین کہ مطلق ملک و فوج کی خبر نہین
رکھتے اور مختار الدولہ کو شجاع الدولہ کی سلطنت کا برباد کرنا مدنظر ہے یہ بہتر ہے
کہ مختار الدولہ کو قبر مین سُلا کر آصف الدولہ کو گوشۂ عافیت مین بٹھا دیا جائے
اور سعادت علیخان کو جو شجاع الدولہ کے فرزند دمین نہایت لائق و فائق ہین مسند نشین
کیا جائے یہ راز اپنے سرداران لشکر سے بیان کیا سب کی دلی تمنا یہ تھی کہ مختار الدولہ
کا استیصال ہو جائے اُنھون نے اتفاق رائے کر کے اور بھی ترغیب دی اور نواب
سعادت علی خان کو مسند نشینی کا اُمیدوار کر کے اپنے مشورے کا سرگرم ممبر بنالیا
لیکن یہ کام آسان نہ تھا اس لیے بسنت علیخان نے مکر و فریب سے کام لیا۔
سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ بسنت علی خان خواجہ سرا جو شجاع الدولہ کا نہایت
معتمد علیہ تھا اور فی الحقیقت جرأت سے خالی نہ تھا مختار الدولہ سے ہمسری کر کے
اطاعت نہین کرتا تھا اِسلیے مکرر ہا ہم گرنا چاقی ہوئی اور پھر وسائل و سایط کے ذریعہ
سے صفائی ہوئی اسی ضمن مین ایک مرتبہ ایسی رنجش بڑھی کہ آمیزش کی صورت
نہ ہوئی آصف الدولہ بھی دل مین بسبب خود مختاری مختار الدولہ کے جو مسٹر جان برسٹو
سے متفق تھے آزردہ ہو کر انکے معزول کرنے اور قتل کرنے کی فکر مین تھے بسنت علیخان
خواجہ سرا جرنل صاحب کے اس راز کو پاگیا چاہا کہ مختار الدولہ کو کسی طرح سے مار کر صف الدولہ

دوست صادق نظر آتا تھا بسنت علی خان نے اُس وقت بعض اپنے مخلصون کو کہ اُن
مین سے میر قدرت اللہ کے دونون بھانجے مراد علی اور لطف علی تھے مطلع کیا کہ
قتل مختار الدولہ کا عزم ہے جب مختار الدولہ بسنت علی خان کے خیمے پر پہونچے
تو اُس نے سر دروازہ تک استقبال کیا اور نہایت تواضع کے ساتھ سواری سے
اُتار کر مسند پر لا بٹھایا اور نذر دکھائی جس قدر جمعیت جلو اور سواری کی ہمراہ تھی
مختار الدولہ نے اُس کو رخصت کر دیا وہان پر سوائے چند طوائفون کے اور کوئی نہ تھا
اور جلابو طوائف بھی جو مختار الدولہ کی مرغوب تھی وہان موجود تھی اور سونا د
اُمن قوال جو نہایت خوش گلو تھے حاضر ہوے مختار الدولہ کے ساتھ کئی آدمی
ایسے بھی تھے کہ وہ بوجہ تقرب کے خیمے کے اندر چلے آئے تھے اُنکو بھی مبالغہ و تاکید
کے ساتھ واپسی کی اجازت دی یہ سب اندر سے چلے آئے اور باوجود مختار الدولہ
کے تقید کے لپنے اپنے مقامون پر حیرت زدہ سے بیٹھ گئے اس زمانے مین گرمی شدت
سے پڑتی تھی اور لو چلتی تھی لشکر مین اکثر امیرون نے تہ خانے بنوائے تھے بسنت علیخان
نے بھی ایک تہ خانہ بنوا کر فرش و اسباب وغیرہ سے آراستہ کیا تھا جب دُھوپ
تیز ہوئی تو مختار الدولہ کو تہ خانے مین چلنے کی تکلیف دی اُن کا جام حیات لبریز
ہو چکا تھا اُنھین بسنت کی خبر تو تھی نہین اپنے پیرون سے قبر مین اُترے غرض کہ
درباری کپڑے اُتار کر بآرام تمام استراحت فرمائی اُن کی محبوبہ دلنواز بھی حاضر تھی
اور بسنت علی خان بھی وہان موجود تھا مختار الدولہ کی منشا ایسی پائی گئی تھی
کہ کوئی اور یہان نہ رہے اسلیے صرف یہ تین شخص اور کچھ خدمتگار اُس جلسے مین رہے
دور ساغر کا رنگ جما اس تہ خانے مین فوارے جاری تھے اور ایک حوض پانی سے

صادر ہوتے تھے نواب اُنکی حرکات وسکنات سے تنگ آ گئے تھے اسلیے اُنکی گرفتاری
وقتل کے درپے تھے بسنت علی خان جو نواب آصف الدولہ کا رازدار تھا اُن کے
ارادے اور منشا پر مطلع ہو کر مختار الدولہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا بلکہ خاص
آصف الدولہ کی اجازت سے اس کام پر مستعد ہوا اور مختار الدولہ کی دعوت پر
عداوت مقرر کی۔

القصہ بسنت علی خان نے مختار الدولہ سے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ عرض کیا
کہ بندہ بسبب نحوست ایام کے چند روز تک آپکی نظرون مین مردود رہا گو بعد اسکے
نصیب کی یاوری سے مورد عنایت ہوا لیکن ابتک ہمچشمون مین حرمت وعزت نہین
ہے اور تمام تشکر مین انگشت نما ہے آپکی عنایت سے مرتبہ غلامی کو پہونچا اس لیے
آرزومند ہون کہ غریب خانے پر تشریف لے جاکر ہمسرون مین سربلند فرمائیے
مختار الدولہ اس وقت کسی کو دنیا مین اپنی برابر نہین جانتے تھے اور موت کا وقت
قریب آ پہونچا تھا اسلیے بلا تامل منظور کر لیا اور کہا کہ کل ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہے
ہم سیر کے لیے سوار ہونگے واپسی کے وقت تمھارے ڈیرے مین اُتر کر ایک دن اور
ایک رات وہان تفریح وتماشے مین بسر کرینگے۔

بسنت علی خان نے سامان دعوت کی تیاری کی اور عُمدہ عُمدہ کھانے پکوائے۔
مختار الدولہ دوسرے دن دربار مین آکر آصف الدولہ سے رُخصت ہوے اور نواب
کی تمام فوج کو جلو مین لے کر سیر وتفریح کے لیے سوار ہوے مُراجعت کے وقت بسنت علیخان
کے ڈیرون کی طرف آئے مختار الدولہ کے بعض ہوا خواہون نے منع کیا کہ وہان نہ جانا چاہیے
لیکن قضا نے اُنکی آنکھون پر غفلت کے پردے ڈالدیے تھے کچھ سماعت نہ کی دشمن جانی

اُنکے بے طاب اور مسلح آنے سے کسی قدر مستی سے ہوش مین آگئے اور زور سے کہا
کہ ہان کوئی ہے' وہان کون تھا کہ اُنکی مدد کو پہونچتا یا ایسی سختی مین اُن کا سر منتا
اور تاریخ شاہیہ مین پانچ آدمیون کا قتل کے لیے آنا لکھا ہے اُنمین سے میر فضل علی
اور میر طالب علی اندر آگئے تھے اور باقی تین آدمی باہر کھڑے رہے تھے مختارالدولہ
سمجھ گئے کہ یہ مجھے قتل کرنے کو آئے ہین اپنی جگہ سے دروازے کی طرف لپکے میر فضل علی
نے دوڑکر پہلو مین کٹار ماری مختارالدولہ نے دونون ہاتھ اُس کی کمر مین
ڈالکر پکڑ لیا اور ایسے کودے کہ دونون حوض مین جا پڑے لیکن اُن کا کام کٹار
سے تمام ہوچکا تھا پھر میر طالب علی نے پہونچکر چند پیش قبض مارے اُنکی جان نکل گئی
سر کاٹ کر زمین پر ڈالدیا یہ واقعہ ۲ صفر ۱۱۹۱ہجری یوم چہارشنبے کو مقام
اٹاوہ مین ظہور مین آیا تھا ایک سال ۲ ماہ ۸ دن کار نیابت انجام دیا میر محمد یعقوب
نے اس سانحہ کی تاریخ کیا مزہ دار موزون کی ہے ؎

قتل مردے شود نامردے

کسی اور شخص نے اُن کے مقتول ہونے کی تاریخ تعمیہ کے ساتھ یون نظم
کی ہے۔

مرتضےٰ خان شہید اکبر شد — از جفلے سپہر گردان شوم
سر قاتل گرفتہ ہاتف گفت — بہر تاریخ سید مظلوم

بعض خدمتگار جو حاضر تھے قتل کے خوف سے جان بچا کر نکل گئے اور خیمے مین
خبر پہونچائی بسنت علی خان خواجہ سرا مع دو تین کمپنی کے تیار و مسلح آصف الدولہ
کے پاس آیا اور اپنی فوج کو مع توپخانہ تیار کر آیا تھا منشا اُسکی یہ تھی کہ نواب کو

بھرا ہوا تھا مختار الدولہ سفید باریک کرتا پہنے تھے دونون پانون حوض مین ڈالدیے
یوسف خواجہ سرا کہ نہایت حسین تھا اور شجاع الدولہ کا منظور نظر تھا پانون ملنے
کے لیے بلا لیا گیا۔ ایک گھڑی نگذری تھی کہ ایک چوبدار آیا اور بسنت علی خان سے
کہنے لگا کہ خوان تیار ہین مختار الدولہ کو اُس کا یون بے حجابانہ چلے آنا ناگوار گذرا
ناراض ہوے اور کہا کہ یہ کونسا وقت دسترخوان لگانے کا ہے بسنت علی خان نے
عذر کیا جب دوپہر ہوئی مختار الدولہ نے خدمتگارون کو بھی رخصت کرکے ارادۂ
خواب آخرت فرمایا یہانتک کہ کوئی پاس نرہا شراب کی زیادتی کی وجہ سے مدہوش
تھے اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خدمتگارون کو رخصت کردیا
تھا اور بعض موجود تھے یا یہ ہو کہ تہ خانے کے دروازے پر بعض خدمتگار حاضر
رہے ہون اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ روایت صحیح ہے کہ تہ خانے مین آنے
سے پہلے کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ بعض اقرباے مختار الدولہ مؤلف سیر المتاخرین
سے کہتے تھے کہ شراب مین زہر ملایا تھا اگر نہ مارتے تو بھی زہر سے مرجاتے۔ شیو پرشاد
نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ جب وہ سوگئے تو راجہ جھاؤلال کے مغلون نے
بسنت علی خان کے ایما سے چھری سے کام تمام کردیا اور سیر المتاخرین مین ہے
کہ میر مراد علی اور اُسکے بھائی نے مع دو تین اور ہمراہیون کے منکر و نکیر کی صورت
تہ خانے مین آکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا تاریخ تیموریہ اور تاریخ شاہیہ مین ذرا اس کو
تفصیل سے لکھا ہے کہ مختار الدولہ کے قتل سے پہلے بسنت علی خان نے بناوٹ
سے اپنے آپکو بدمست قرار دیا اور اُبکائیان لیتا اور قے کرتا باہر نکل گیا اُس وقت
سات آدمی جو تہ خانے کے دروازے پر منتظر کھڑے تھے اندر آنے لگے مختار الدولہ

اشارہ کیا کہ اس کو قتل کر ڈالین اور خود بھی اپنے ہاتھ کا تنچہ اُس پر خالی کیا نواز سنگھ اور رہولاس سنگھ اور موتی سنگھ وغیرہ مردم حضوری نے جو بسنت سے دشمنی رکھتے تھے فوراً تلوارسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سر تن سے اُڑا دیا اور قتل کرنے کے بعد گالیان دے کر پاپوش کاری بھی کی اور نواب وزیر فوراً اُٹھ کر خیمے کے بالاخانے پر جسپر کبوترخانہ تھا پہونچے۔ خواجہ غلام محمد خان عرف بڑے مرزا جو بسنت علی خان کا بھانجا مشہور تھا اور بعض نے چچا یا خالو بتایا ہے اکثر دربار مین آیا کرتا تھا قضارا اُس وقت بھی آن پہونچا اور بسنت علی خان کو مقتول دیکھکر متحیر اور غضبناک ہوا اور خنجر جو کمر مین تھا میان سے نکالکر نواز سنگھ کی کمر مین مارا اگر پٹکا نہ بندھا ہوتا تو دو ٹکڑے ہو جاتے غلام علی خان جو مچھا غچ کے نام سے مشہور تھا اور اُس زمانے مین نواب کا موردکرم تھا تلوار میان سے نکالکر خواجہ غلام محمد کے سامنے آیا خواجہ نے اُسکے تلوار ماری وہ بھاگ نکلا نواب کے سب آدمی بھاگنے لگے وہ بالاخانے پر پہونچا۔ خانی خان بھی تلوار اور ڈھال لے کر سامنے آیا اور کہا کہ ارادہ کیا ہے جس راستے سے آیا ہے اُدھر ہی چلا جا اور نواب مطلق اپنی جگہ سے حرکت نکرکے خواجہ سے بولے کہ کیون کھڑا ہے اُسنے عرض کیا کہ پاس نمک رکھتا ہون ورنہ ہندوستان کو بے چراغ کر دیتا فرمایا کہ چلا جا عرض کیا کہ اس شرط سے جاؤن گا کہ کوئی مجھ سے متعرض نہو یہان سے آبرو کے ساتھ نکل جاؤن فرمایا کہ نواب مرحوم کی روح کی قسم کوئی تجھ سے متعرض نکرے گا وہ آداب بجا لاکر باہر نکلا جوتے بھول گیا تھا لوٹا اور جوتے پہنکر چلا گیا۔ جب بڑے مرزا کے بالاخانے سے تلے اُترا تو چوبکی کے خاص برداروں نے چاہا کہ بند وقون پر دھر لین نواب نے

قتل کرکے سعادت علی خان کو اُن کا قائم مقام کردے محافظون نے کمپنیون کو روک لیا اُسے تنہا جانے دیا جاسوسون نے پہلے سے نواب کو خبر کردی تھی کہ یہ واقعہ گذرا ہے اور بسنت علی خان ادھر آرہا ہے وہ نہایت پریشان ہوے دربانون نے اُسے روک کر نواب کو اطلاع کی تو انھون نے تنہا بلایا بسنت علی خان اُس وقت نشے مین اپنے آپ سے بھی بے خبر تھا اور تدبیر کار سے غافل۔ شمشیر برہنہ در دست عین نشے مین آکر تسلیم مبارکباد عرض کی کہ حضور کے دشمن کو حسب الحکم قتل کیا۔ آصف الدولہ بے حد مسرور ہوئے۔ مگر ظاہرداری کے واسطے تاکہ خلوق مین مطعون ہون غضب آلودہ ہوکر کہا کہ اُے نمک حرام اتو نے یہ کیا غضب کیا تجھکو کس نے اجازت دی تھی بسنت علی خان نے نواب کا مزاج برہم دیکھ کر عرض کیا کہ راجہ جھاؤلال کے فلان ہمراہی نے اُس بے گنہ کو مار ڈالا ہے اور تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ بسنت علی خان نے یہ جواب دیا کہ کسی کے حکم پر کیا موقوف تھا جبکہ اُس کو آقا کا دشمن پایا مار ڈالا۔ سیر المتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ بسنت علی خان کو شمشیر بکف دیکھ کر آصف الدولہ نے اپنی جان کے خوف سے کہا کہ شمشیر برہنہ کیون آتا ہے کیا میرا ارادہ رکھتا ہے وہ بغلین جھانکنے لگا اور دیکھا کہ راجہ نواز سنگھ اور خانی خان اور چند اشخاص نواب کے پاس مسلح کھڑے ہین وقت ہاتھ سے جاچکا تھا عرض کیا کہ کیا مجال کہ نمک حرامی کرون آصف الدولہ نے فرمایا کہ تلوار پھینکدے اُسنے دور ڈالدی جب نہتا ہوگیا تو آصف الدولہ نے لوگون کو

لہ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

۲لہ دیکھو فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

نوکر ہو اگر دو نون نمک حرام مارے گئے تو اپنے اپنے اعمال کا بدلا پا لیا تم کس واسطے بغاوت پر آمادہ ہوتے ہو بدستور اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہو مین ہر ایک شخص پر مہربانی رکھونگا اور بسنت علی خان سے زیادہ تمھارا خیال کرونگا جب ان لوگون نے اپنے ولی نعمت کی زبان سے کلمات تسلی آمیز سُنے تو دل کو صبر و شکیب حاصل ہوا اور کمرین کھولدین پھر نواب وزیر مختارالدولہ کی سپاہ مین گئے اور وہان بھی افسرون کو بُلا کر دلدہی کی اور خار کُلفت و ملالت اُن کے سینون سے نکالکر اُن کی تسکین کی لیکن چشم زدن مین دونون سرکارون کے کارخانے اور سامان امارت لٹ کر برباد ہو گئے اور تمام قیمتی اشیا مفسدون ہاتھ اُڑالے گئے۔

نوازش علی خان خواجہ سرا نے مختارالدولہ کی لاش کو تجہیز و تکفین کے بعد آغوش لحد مین سونپا اور وہین اٹاوے سے دو کوس کُل کر اُن کا مقبرہ بنوایا۔ اور بسنت علی خان کی فوج کے آدمیون نے اُسکی لاش کو بڑے کرو فر سے اُٹھایا اور خاک مین ملایا۔ اور کھانے تقسیم کیے۔ مختارالدولہ نے لکھنؤ مین دریاے گومتی کے پاس جہان حسن باغ اور سیدون کا احاطہ تعمیر ہے لاکھون روپے کے مصارف سے مظفر حسین خان کے اہتمام مین عالی شان عمارات بنوائی تھین اور سیدون کا احاطہ اُس زمانے مین مختارالدولہ کا احاطہ مشہور تھا۔ اُن عمارات مین سے اکثر منہدم ہو گئین اور کچھ ضبط ہو گئین۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے بسنت علی خان کا علاقہ مرزا حسن رضا خان اور راجہ جگناتھ داماد راجہ صورت سنگھ کے سپرد کر دیا

فرمایا کہ ہمنے اس کو پناہ دی ہے۔ تاریخ مظفری مین ہے کہ جب بڑے مرزا نے سُنا کہ
بسنت علی خان مارا گیا تو ڈھال تلوار لے کر آصف الدولہ کے ہان پہونچا اور بسنت
کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اس کو کس نے مارا ہے حاضرین مین سے ایک شخص غصے کے ساتھ
بولا کہ مین نے مارا ہے بڑے مرزا نے اُس کو وہین مُلک عدم کو پہونچایا نواب نے
یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہمارے سامنے سے چلا جا اُس نے عرض کیا کہ اگر کوئی مجھ سے
تعرض نکرے گا تو مجھے بھی کسی سے پرخاش نہین وزیر نے کہا کہ جا تجھ سے کسی کو
کام نہین وہ وہان سے چلا گیا۔ اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے
کہ بڑے مرزا نے نواز سنگھ کو زخمی کیا اور صحیح و سلامت دربار سے نکل کر اپنے خیمے
مین آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان و مال کی سلامتی سے اکبر آباد کو ایلچ خان
کے پاس چلا گیا اس عرصے مین بسنت علی خان کی پلٹنین جو نواب وزیر کے مقتول ہونے
کی منتظر تھین سراپردے تک آ پہونچین۔ اور مختار الدولہ کی فوج بھی انتقام کیلیے
تیار ہو گئی اور قریب تھا کہ ان دونون فوجون مین تصادم ہو کر لشکر لٹ جائے
اس وقت لشکر مین ایک تلاطم برپا تھا بازاری اور دوکاندار اور سپاہی سردار
اپنی اپنی اشیاے نفیس اُٹھا اُٹھا کر افتان وخیزان چارون طرف بھاگنے لگے
سرداروں کی عورتین تنگی فرصت کی وجہ سے سواری کی تیاری کی راہ نہ دیکھ کر
برہنہ پا خیمون سے نکل کھڑی ہوئین قریب تھا کہ بدمعاش لُوٹ مار شروع کر دین مگر
نواب وزیر ہمت کر کے سب کی تسلی کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر سراپردے سے باہر نکلے
الوند خان خواجہ سرا جو مختار الدولہ کا نائب تھا خواصی مین تھا اول بسنت علی خان
کی سپاہ مین گئے اور افسرون کو بُلا کر اُنپر بہت مہربانی کی اور فرمایا کہ تم سرکار کے

سعادت علی خان نے گوشائین کو یہ کہا کہ اگر تم اپنے اگلے وعدے پر قائم رہو تو جو کچھ دل
مین ٹھہرائی ہوئی ہے وہ بات ابھی ظہور مین آسکتی ہے گوشائین نے جواب دیا کہ
ہم سب بسنت علی خان سے قوی دل تھے اُسکی مدد سے اس کام پر آمادہ ہوے تھے
اُس کے مارے جانے سے شیرازۂ استقامت بکھر گیا کسی کا دل مطمئن نہین ہر اک اپنے
کام مین حیران ہے پس دوسرے کی کوئی کیا مدد کرسکتا ہے ہرکارہاے اخبار نے یہ خبر
نواب آصف الدولہ تک پہونچائی وہ جلد سوار ہو کر امراؤگر کے خیمے مین آئے اور
سعادت علی خان کے یہان آنے کا سبب دریافت کیا گوشائین نے سخن سازی کی راہ
سے قسم کھائی اور کہا کہ مجکو کسی طرح حضور کے ساتھ دغا منظور نہین آخرکار نواب
آصف الدولہ وہان سے اُٹھ کر جان برسٹو صاحب کے خیمے مین چلے گئے اور مختار الدولہ
کے قتل کے بارے مین کلمات حسرت آمیز کہنے لگے جان برسٹو صاحب نے بھی بہت افسوس
کیا جس وقت نواب آصف الدولہ نے رزیڈنٹ کے خیمے کی طرف رُخ کیا گوشائین نے
سعادت علی خان سے کہا کہ اس وقت آپکی حمایت کرنا انگریزون سے جنگ مول لینا
ہے بہتر یہ ہے کہ آپ یہان سے تشریف لے جائین نواب وزیر بھی آپکی طرف سے بدگمان
ہین اُس وقت سعادت علی خان نے اُس کی کمر مین ہاتھ ڈالکر کہا کہ اگر تمکو حمایت سے
گریز ہے تو مجکو کسی طرف حفاظت کے ساتھ پہونچادو گوشائین نے کہا کہ یہ بات بھی
ہو نہین سکتی مگر مین آپ کو ایک گھوڑی ایسی دیتا ہون جو سو کوس راہ طے کرسکتی ہے
اور اس وقت سپاہ کا بلوا ہے کوئی کسی کی خبر نہین رکھتا اُس پر سوار ہو کر جدھر
جی چاہے نکل جائیے کہ اس ہلڑ کے مٹ جانے کے بعد البتہ نواب وزیر آپ کے ساتھ
برا کرینگے نواب سعادت علی خان اُس گھوڑی پر سوار ہو کر گھبرا کر اُس تہلکے سے اکبرآباد

راے پڑ چند خزانچی کہ نواب شجاع الدولہ کے عہد مین بسنت علی خان کی سپاہ کی موجودات اور بخشی گری کا کام کیا کرتا تھا اس کو راجہ جھاؤلال نے بسنت علیخان کی حیات مین ہزارون بے حرمتی اور ذلت کے ساتھ قید کردیا تھا اب اُس سے جھاؤلال نے مختارالدولہ اور بسنت علی خان کا تمام مال واسباب وصول کرکے قید سے رہا کردیا مگر ابھی منالال دیوان بسنت علی خان قید مین ہے لالہ عالم چند کہ دیوان کا پیشکار ہے اُس طوفان بے تمیزی سے رہائی پاکر کیمپ مین پہونچ گیا۔

سعادت علیخان کا بدنامی اُٹھاکر نجف خان ذوالفقارالدولہ کے پاس چلاجانا

جب نواب سعادت علی خان کو یہ حال معلوم ہوا کہ مختارالدولہ مارے گئے اور بسنت علیخان وزیرالممالک کو قتل کرنے کو گیا ہے تو اس نوید کے سُنتے ہی بے تامل اپنے خیمے سے روانہ ہوے اُمراؤگر کے کیمپ تک پہونچے تھے کہ علامہ تفضل حسین خان مل گئے اور اُنھون نے بسنت علی خان کے بھی مقتول ہونے کی خبر سُنائی اور کہا کہ لشکر بھر مین خونریزی کا واقع ہونا آپکے اشارے سے مشہور کرتے ہین سعادت علی خان اس خبر سے پریشان اور اندیشہ مند ہوے اور سوچے کہ کیا کرین مُفت بدنام ہوے نہ آصف الدولہ سے مقابلے کا مقدور تھا نہ یاراے قیام تھا لاچار ہوکر اُسی دم امراؤگر گوشائین کے خیمے مین پہونچکر اُس سے مدد چاہی سیرالمتاخرین مین لکھا ہے کہ سعادت علی خان نے گوشائین سے یہ بھی کہا کہ اگر تم حمایت کرو اور میرے بھائی کو مسند سے اُٹھاکر مجھکو مسند آرا کرو تم تمھین بڑے مرتبے پر پہونچادون اور تاریخ تیموریہ مین کہا ہے کہ نواب

زندگی سے اُنکے ساتھ منسوب تھی نکاح کیا اور اسکے بعد ذوالفقار الدولہ کے پاس چلے گئے۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ذوالفقار الدولہ نے مرزا کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر استقبال کیا اور کمال عزت کی کپڑون اور جواہر کے خوان اور گھوڑے ہاتھی دیے اور دلجوئی کرنے لگا اور آمد و رفت مین بہت سا پاس ادب کرتا اکثر خود جاکر ملاقات کرتا سعادت علی خان کے تکلیف کھینچنے کا روادار نہ تھا۔ اگر اتفاقاً مرزا سعادت علی خان اُس کے قیام گاہ پر چلے جاتے تو دروازے تک استقبال کرکے اپنی مسند پر بٹھاتا اور خود مؤدب نیچے بیٹھتا۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین بیان کیا ہے کہ نجف خان نے یہ تجویز کی کہ وزارت کی نیابت سعادت علی خان کے لیے اور غسل خانے کی داروغگی مدار الدولہ کے لیے اور خانسامانی کی خدمت کرم قلی خان بن منیر الدولہ کے لیے مقرر ہو۔ ایک دن سعادت علی خان اکبرآباد مین اپنی ناکامیابی سے خفا ہوکر دریاے جمنا سے عبور کرکے شاہدرے مین جا اُترے اور ارادہ کیا کہ فوج جمع کرکے بریلی وغیرہ اقطاع روہیلکھنڈ پر قبضہ کرین ذوالفقار الدولہ نے اُنکے مزاج کی ناخوشی پر مطلع ہوکر کرم قلی خان کو بھیج کر سعادت علی خان کو سمجھا کر لوٹایا اور راضی و خوش دل کر لیا اور بیانہ وغیرہ تین محال اُنکی جاگیر مین مقرر کردیے اور دو پلٹنین کہ مقابلہ کرنیل مارکرسے کوڑے اور اٹاوے کی طرف سے بھاگ آئی تھین وہ سعادت علی خان کے سپرد کردین اور آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے اقطاع روہیلکھنڈ سعادت علی خان کے تحت حکومت ہین مناسب یہ ہے کہ آپ بدستور وہ ملک مرزا کے سپرد کردین اگر آپ تعویق و اغماض کرینگے تو مرزا بارادۂ ناصواب کوئی حرکت کرینگے آصف الدولہ

کی طرف چلے گئے اُنکے ساتھ علامہ تفضل حسین خان اور انکا بھائی رحمت اللہ خان
اور دو تین پرانے نواب کے نوکر جنھون نے ایسے وقت مین بھی ساتھ نہین چھوڑا تھا
اور مختار الدولہ کے چند قاتل تھے۔ بڑی کوشش کے ساتھ کڑی کڑی منزلین طے کرنیکے
راستہ بھول گئے گنوارون نے فتحپور کے پاس اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا راہ بھولکر
مرزا سعادت علی خان گوہد کے علاقے مین پہونچے تفضل حسین خان کو میر مظہر علی خان
سے رابطۂ اتحاد تھا اور یہ شخص رانا چتر سنگھ کی سرکار مین بڑا اقتدار رکھتا تھا اسوجہ
سے گوہد کے علاقے مین تھوڑی دیر آرام کیا اور تفضل حسین خان نے میر مظہر علیخان کو
مرزا کے آنے سے خبر دی اُس نے فتوت کے اقتضا سے رانا کو خاطر داری و مہمانی پر
آمادہ کیا رانا اندھیری رات مین چند رفیقون کو ساتھ لے کر وہان آیا اور مراسم دلجوئی
وخاطر و مدارات کے ادا کیے اور قلعہ گوہد مین لے گیا اور مناسب تحت پیشکش گذرانا
نواب سعادت علیخان کو رانا کے حسن سلوک سے بہت تسلی حاصل ہوئی اور چند روز
یہان رہ کر کلفت سفر مٹا کر امیر الامرا ذو الفقار الدولہ نجف خان کے مُلک کو
جانے کا ارادہ کیا رانا نے اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اپنی کچھ فوج
حفاظت و رہبری کے لیے ہمراہ کر دی جس نے ان کو امیر الامرا کی سرحد تک پہونچا
دیا۔ جب کہ ایلچ خان کو سعادت علی خان کے اکبر آباد کے قریب پہونچنے کی خبر
ہوئی تو گھوڑے ہاتھی پالکی اور دوسرے سامان امارت ایک دو منزل پر بھیج کر
باوجود علالت کے استقبال کر کے کپڑون کے خوان اور گھوڑے ہاتھی اور شہرفیان
اور روپے نذر کیے اور بہت سامان مرزا کے پاس مقرر کر دیا اور بڑی خاطر داری
کی۔ چند روز مرزا اکبر آباد مین رہے اور مدار الدولہ کی بیٹی سے جو شجاع الدولہ کی

آدمیون کو موقوف کر دیا اور شجاع الدولہ کے وقت کے لشکر کے پڑانے نوکر وئین
سے بھی بہت سے لوگون کو برطرف کر دیا اور اکثرون کے لیے یہ مقرر کیا کہ سال مین
بارہ مہینون کی جگہ آٹھ ماہ کی تنخواہ ان کو ملا کرے اور بعض کی تنخواہ سال بھر مین
دس ماہ کی رکھی باقی سرکار مین بچت قرار دی چنانچہ مرتضےٰ خان بڑیچ کے رسالے
کے نصف آدمیون کو الگ کر کے بڑی کوشش سے نصف کو باقی رکھا۔ شاگرد پیشہ
مثلاً فراش۔ خدمتگار۔ چوبدار وغیرہ بھی ایک چوتھائی موقوف ہوے اور جس قدر
باقی رہے تھے اُنکی تنخواہ بھی عالم بالا پر تھی بھوکون مرتے تھے۔ ہر ایک شخص تنخواہ
کے لیے داد بیداد کرتا پھرتا تھا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ بلکہ جو لوگ
نئے سرداری کے مرتبون کو پہونچے تھے وہ طعن و تشنیع سے زخمون پر نمک چھڑکتے تھے
جو رسالہ دار ایسے تھے کہ انگریزون کی حمایت اُن کو حاصل تھی تو اُن کی تنخواہ مل جاتی
تھی مگر یہان یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زر نقد کے توڑے اُن کو پرکھائے جاتے تھے بلکہ
وہ اس طرح ملتی تھی کہ سرکاری کپڑے اور پرانے دُھرانے تانبے کے برتن اور
دوسری قابل نیلام چیزین اُن کو تنخواہ کے عوض مین دی جاتی تھین اور یہ مال سو
کا ہوتا تو ہزار مین کوت کر دیا جاتا۔ اس وقت نواب کی سپاہ کی حیثیت بے حد خراب
تھی اور جس کسی کو بھی ذرا سا تعلق ملازمت سے تھا اُسکی حالت روز محشر کے مجرم
سے کم نہ تھی کوئی کسی کی دردمندی کی فکر نہین کرتا تھا اور نہ کسی مستمند کی فریاد
سُنتا تھا جاگیرداران قدیم کی جاگیرین ضبط کر لین یہان تک کہ بیگمات کی جاگیرون پر
بھی ہاتھ صاف کیا اس زمانے مین مرزے بھی وہ تلنگے تھے جو ایک زمانے مین دال روٹی
کو بھی ترستے تھے صاحبزادگی کی حالت مین نواب کی اردلی مین رہنے اور ناگفتہ بہ

نے یہ تحریر دیکھ کر ایلچ خان کو جو آصف الدولہ کے پاس لکھنؤ پہونچکر نیابت کا کام کرنے لگا تھا طلب کر کے اُس سے مشورہ کیا اور دریافت کیا کہ سعادت علیخان کے باب مین کیا کیا جائے اور اس کو ہدایت کی کہ جان برسٹو صاحب پر یہ امر ظاہر کرکے اُن سے درخواست کرے کہ وہ اس کا تصفیہ کر دین تاکہ فتنۂ خانگی خاموش رہے ایلچ خان جان برسٹو کے پاس گیا اور اُس سے صلاح کی تو اُس نے کہا کہ چند پرگنے سعادت علی خان کی جاگیر مین دیدیے جائین اور نواب بہادر اور مرزا جنگلی کو اُنکے پاس بھیجکر منا لیا جائے۔

آصف الدولہ کی کاہلی وعیاشی سے تمام مُلکی اور جنگی کامون مین فتور پیدا ہو جانا رزیڈنٹ کا ہر ایک جزئی و کلی چیز پر حاوی ہو کر سلطنت کو سر اُٹھانے کے قابل نہ چھوڑنا

یہ سفر آصف الدولہ نے بڑی نامبارک ساعت مین کیا تھا کہ سپاہ کے بلوون سے بڑے بڑے رنج اُٹھائے اور اُنکی قوت کو عظیم الشان صدمہ پہونچا مگر اُنہین سمجھ کہان تھی کہ اس حالت پر اُن کو افسوس آتا اور تدارک پر متوجہ ہوتے بلکہ اُنھون نے سپاہ کو اور کمزور کرنا چاہا۔

مختار الدولہ کے مارے جانے کے بعد ٹپرچند کو نواب کے مزاج مین دخل و رسوخ پیدا ہو گیا۔ اُسکے مشورے سے نواب وزیر نے مختار الدولہ کے وقت کے تمام امتیازی

انتظام افواج وآراستگی اسباب حرب ومعزولی وبحالی سپاہ وکمی وبیشی محاصل معالات
مین اُن کو پورا اختیار حاصل ہوگیا آئے تو تھے رزیڈنٹ بنکر یہان تمام کامون کے
مالک بن گئے۔

جو فوج نواب شجاع الدولہ نے انگریزی فوج کی تقلید پر بڑی کوشش اور
صرف کثیر سے تیار کی تھی وہ تمام فوج جان برسٹو نے آصف الدولہ کو دو تنخواہی
کے پردے مین سمجھاکر انگریزون کے ہاتھ مین دیدی اس مین کرنیل اور میجر اور
کپتان سب انگریز مقرر ہوے اور تمام توپخانہ جو قواعددان فرانسیسون اور ارمنیون سے
شجاع الدولہ نے تیار کرایا تھا وہ انگریزی افسرون کے ہاتھ مین آگیا تمام فرانسیس اور
ارمنی افسرون کو نکال باہر کیا بلکہ مُلک سے بھی خارج کردیا۔

امراؤ گر سے نواب کو بدگمانی تھی اُس سے صاف نہ تھے اس لیے اُسکو تمام سپاہ
ہمراہی کے موقوف کرنے کا حکم دیا اُس نے جو دیکھا کہ نواب کسی طرح اُس کے حال پر
متوجہ نہین ہوتے نئے نئے آدمی پیش ہوکر خود نواب کے ہاتھ سے اُن کی سلطنت کی
چولین ڈھیلی کرائے دیتے ہین اور وہ اس فعل سے بڑے خوش ہین اور ایسے صلاح کارون
کو اپنا دوست صادق جانتے ہین تو مجبور ہوکر اُس نے نواب کی رفاقت سے پہلوتہی
کی اور اپنی تمام سپاہ ساتھ لے کر اکبرآباد کا عزم کیا اتفاقاً اثناے راہ مین اُسکا گذر
وہان ہوا جہان بیرچند کے عیال واطفال مُقیم تھے امراؤ گر نے ان تمام لوگون کو اور
اُسکے مختار کار اُتم چند کو قید کر کے ساتھ لیا جب یہ خبر بیرچند کو پہونچی تو بہت پریشان
ہوا نواب کے قدمون پر سر رکھ کر زار زار رُونے لگا اور مُدت تک حضور مین اظہار
درد مندی کرتا رہا اور بہت سی سفارشین امراؤ گر کے پاس پہونچائین اُس نے یہی جواب دیا

کامون کے مرتکب ہونے نے اُن کو اُن کے حوصلون سے زیادہ نواب کے ہاتھ سے
رتبون پر پہونچوا دیا۔ نواب شجاع الدولہ کے رشتہ دار جو صاحب غیرت و حمایت تھے
ان اراذل واوباش کے پیش ہو جانے سے اپنے منصبون سے گر کر حاضر باشی سے بھی
محروم تھے۔ مختار الدولہ کے رشتہ دار جو اُن کی زندگی مین کسی کو اپنا ہم پلّہ نہین
جانتے تھے اس کبر و نخوت کے مکانات مین اس وقت اتنے درجہ اعتبار سے گرے کہ
بعضے معزول ہوے بعضے قید ہوے بعضے جلاوطن ہو کر دربدر پھرنے لگے اُن کے
دوسرے متوسلون کی بھی بے حد ناقدری تھی یا تو وہ عروج تھا یا یہ حال ہوا کہ
نہایت درماندہ و عاجز ہو کر سر نہین اُٹھاتے تھے۔

جُوق جُوق سپاہی و سردار جماعت جماعت رسالہ دار و جماعہ دار مرزا نجف خان
کی ترقی اقبال کا حال سُن کر اُن کے لشکر کی طرف روانہ ہونے لگے ان مین مرتضی خان
بڑیچ بھی تھا اور وہ بھی علی قدر مراتب قدردانی کرنے لگے نواب کے باپ کے نوکرون
کو اِنسے بہت نفاق پیدا ہو گیا نواب کو بھی یہ باتین معلوم تھین اس لیے کسی پر اعتبار
نہ رہا۔ خود آرام طلب تھے کام کرنے سے گھبراتے تھے اِسلیے تمام کام سلطنت کا جان برسٹو صاحب
رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا تمام مُلک کے حل و عقد کا رزیڈنٹ کو اختیار ہو گیا
اُنھون نے بھی سرکار کمپنی کی خیرخواہی کے کام کرنے کو ایسے بڑے وسیع مُلک کے معاملات
مین اپنا دخل پیدا ہونا غنیمت جانا اور اُس کو لطیفہ غیبی سمجھا برسٹو صاحب عقل کے
پُتلے تھے اُنھون نے آصف الدولہ کو ایسا شیشے مین اُتارا اور اُن کے مزاج مین
وہ دخل پیدا کیا کہ نواب علانیہ کہا کرتے تھے کہ مسٹر جان برسٹو میری جان ہے
میرا بھائی ہے میرا مالک و مختار ہے جو کچھ وہ کہے کرو۔ کُل معاملات مالی و مُلکی و

نہ پہونچا تھا کہ آصف الدولہ نے دلجوئی کے مضامین کے پروانے ایلچ خان کے پاس بھیجے اگرچہ یہ شخص اکبرآباد سے چلا جانا خود اسے چاہتا تھا کیونکہ نجف خان کے روپیہ طلب کرنے سے کہ وہ ہمیشہ اُس سے مانگتا رہتا تھا تنگ آگیا تھا مگر اُس کو آصف الدولہ کی تحریر پر اعتماد نہ تھا۔ مسٹر جان برسٹو[۱] سے حفظ آبرو کا وعدہ چاہا جب اُن کی تحریر پہونچی تو غنیمت جانکر ۲۹ ربیع الاول ۱۱۹۰ہجری کو مع عیال و اطفال اور سامان اور مرتضےٰ خان بڑیچ اور محمد بشیر خان کے اکبرآباد سے بے اطلاع اور مشورۂ ذوالفقار الدولہ محمد نجف خان کے نکل کر رات کو شاہدرے مین ٹھہرا صبح کو وہان سے کوچ کرکے لمبی لمبی منزلین طے کرتا ہوا فیروزآباد اور شکوہ آباد کی راہ سے نبی گنج کے پاس پہونچکر نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کو پیام دیا کہ دریاے گنگا کا پُل بلا توقف تیار کردین نواب نے جواب مین لکھا کہ گھاٹون اور کشتیون پر انگریزون کا اختیار ہے یہان سے متعلق نہین اس لیے ایلچ خان قنوج کے پاس سراے میران پور کے نزدیک مقیم ہوا اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے جنرل اسٹبرٹ رستم جنگ کو لکھا اُس نے جواب دیا کہ اجتماع اور انبوہ لشکر کی ضرورت نہین سپاہ کو دور کرکے جریدہ اُتر کر چلے آئین۔ ایلچ خان کے ساتھ جمعیت زیادہ تھی اُس نے آصف الدولہ کو لکھا کہ غلام بموجب طلبی حضور سے دس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ قنوج مین پہونچ گیا ہے جنرل صاحب نہین اُترنے دیتے اُترنے کا اُمیدوار ہے نواب آصف الدولہ نے ایلچ خان کی استدعا کے بموجب ایک خط جنرل صاحب کو لکھا کہ محمد ایلچ خان اور مرتضیٰ خان بڑیچ میری طلبی سے آتے ہین ان کو عبور کی اجازت دیدی جائے اور محمد بشیر خان کو نہ اُترنے دیا جائے آخر الامر

---

[۱] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

کہ میری تمام سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ کوڑی کوڑی جب تک یہان نہ آجائے گی کبھی رہا
نہ کرون گا بنڑ چند نے جب دیکھا کہ بے روپے پہونچائے اہل و عیال کی رہائی
ناممکن ہے تو اُسکے رسالے کی تمام وکمال تنخواہ بھجوائی اور ہزارون با خوشامد کی
تب اُسکے متعلقین گوشائین کے ہاتھ سے رہا ہوے۔ یہ تمام واقعات چکلہ کوڑہ کے مقام
پر ظہور مین آئے تھے۔

ایلچ خان کا آصف الدولہ کے پاس آجانا اور مختار الدولہ کی جگہ مُقرّر ہونا

مختار الدولہ کے مارے جانے کے بعد نواب وزیر نے چاہا کہ مُہر نیابت اقتدار الدولہ
سید محمد خان برادر کلان مختار الدولہ یا سید معز خان اُن کے منجھلے بھائی کے تفویض
کرین مگر اُنھون نے قبول نہ کیا اس عرصے مین انور علی خان خواجہ سرا جسکا اخبار الدولہ
خطاب تھا اُمور نیابت کو سرانجام دیتا تھا کچھ دنون کے بعد مہر نیابت سرفراز الدولہ
مرزا حسن رضا خان کے سپرد ہوئی لیکن یہ حرف ناآشنائے معاملہ فہمی کی قوت نہ تھی اس لیے
انگریزون نے اس بھاری عہدہ پر ان کا تقرر تسلیم کرنے مین تامل کیا جبکہ کوئی نیابت
کے لائق نہ پایا گیا تو ایرچ خان کا ذکر ہوا جو شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد مختار الدولہ
کی معاندت کی وجہ سے خلعت وزارت لانے کے بہانے سے نکل گیا تھا اور برسون سے
اکبر آباد مین تھا مرزا نجف خان کی طرف سے یہان کا صوبہ دار تھا اُس نے ملنے مین نجف خان
اس خیال سے کہ ایرچ خان کے پاس بچاس لاکھ روپیہ ہے اُس سے لے لیا جائے ڈیگ
سے اکبر آباد کی طرف آرہا تھا۔ سعادت علی خان اُس کے ساتھ تھے ابھی منزل مقصود تک

بھائیون کو محمد ایلچ خان نے علحدہ کرنا چاہا تو جان برسٹو صاحب نے اُن کی طرفداری
رکے کہا کہ خان مقتول کے بھائیون کو اپنی اپنی جگہ بدستور سابق بحال رکھو ایلچ خان
نے جواب دیا کہ عزل و نصب عمال مین دخل دینا صلاح دولت نہین ایرج خان
نے براوران مختار الدولہ کے ساتھ صرف معزولی ہی تک بس نہین کیا بلکہ اُنکے ساتھ
بلا قصور نہایت سخت برتاؤ کیا یہانتک کہ اقتدار الدولہ کو دھوپ مین بٹھایا۔
ور کانون مین زنبور لٹکا کر طالب محاسبہ ہوا اور آب و دانہ اور بول و براز مسدود کیا اور
سپاہ سلطنت کی بہت تخفیف کی۔

شیدی بشیر کا باقی حال

ایلچ خان نے آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر ظاہر مین تو شیدی بشیر خان کے
عفو قصور کی درخواست کی اور در پردہ نواب کے مزاج کو اُس کی طرف سے اور
ملدر کر دیا اور آصف الدولہ سے اس مضمون کا ایک شقہ لکھا کر کہ ہمارے پاس حاضر ہونے
کا ارادہ موقوف کر کے جہان دل ہو چلا جائے بشیر خان کے پاس بھجوا دیا مشارٌالیہ
آصف الدولہ کی عنایات اور ایلچ خان کی شوم طبعی سے مایوس ہو کر مکن پور سے کوٹا
اٹاوہ گیا وہان ٹھہرنا مناسب نہ جانکر فیروز آباد کو راجہ ہمت گر کے پاس چلا گیا جس
سے پہلے سے دوستی رکھتا تھا اور وہین قیام اختیار کر لیا۔ گیان پرکاش مین لکھا ہے
کہ آخر کار بشیر خان نابینا ہو گیا تھا۔

امام بخش غلام بچہ اور اُس کا اقتدار

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ کسی کا ایک غلام بچہ امام بخش نام نہایت بدآغاز و نافرجام

محمد ایلچ خان اور مرتضے خان بڑیچ نے آصف الدولہ کی تحریر اور جنرل صاحب کے ایما سے زیادہ سپاہ کو برطرف کرکے پانسو جوانون کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی کو گنگا کے گھاٹ نانا مئو پر نگینہ کے پاس عبور کیا اور وہان سے موہان پہونچکر متواتر عرضیان ارادت اور عقیدت کی متضمن وزیر کے حضور مین بھیجین نواب نے فرط کرم اور نوازش سے مرزا احسن رضا خان داروغہ دیوانخانہ کو استقبال کے لیے بھیجا مرزا نے بموجب ارشاد کے استقبال کیا اور ایلچ خان کی تسلی و تشفی کرکے ۳۰ ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ ہجری کو شنبہ کے دن نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی۔ نواب نے بڑی قدردانی کی اور خلعت ہفت پارچہ اور پالکی جھالردار اور ہاتھی اور گھوڑا ایلچ خان کو عطا کیا۔ اور خلعت پنج پارچہ اور پالکی سادہ اُسکے پسر متبنے غلام نبی خان کو دی اور ۲۲ ماہ مذکور کو خلعت نیابت و مختاری اُمورات جز و کل کا ایلچ خان کو عنایت کیا۔ اور اُسکی پیش دستی مین مرزا احسن رضا خان مامور ہوے نواب نے تمام رسالہ دارون اور حاکمون اور سردارون پر تاکید کردی کہ ایلچ خان کو نائب کل تصور کرکے کاغذات مالی و مُلکی اُس کے پاس بھیجتے رہین جو کوئی اُس کے حکم سے خلاف ورزی کریگا اُس کے حق مین بہتر نہو گا۔ ایلچ خان نے اپنی کمان چڑھی ہوئی دیکھ کر الہ آباد سے سید معزز خان کو علیحدہ کرکے حبیب رائے کو وہان مقرر کیا اور بہرائچ و اعظم گڑھ کی حکومت سید محمد خان سے نکالکر بسنتی رام کو دی یہ دونون مختار الدولہ کے بھائی تھے اور مالیسی وغیرہ کے محالات پر سیتارام کو مقرر کیا اور سانڈی پالی کا علاقہ غلام نبی خان کے تفویض کیا اور اودھ کے تعلقے پر الماس علی خان کو قائم کیا اور کوڑے کی خدمت سلیمان کو جو نواب قاسم علیخان عالیجاہ والی بنگالہ کا خانسامان تھا دی۔ جبکہ مختار الدولہ کے

اُس کی عزت ہونے لگی اور اُس نے زبان آوری کی قوت سے لوگون کا ایک مجمع اپنے پاس کر کے سرکار دربار آراستہ کر لیا اِس عرصے مین مبارز الملک سعادت علی خان خلف نواب شجاع الدولہ کلکتے سے بنارس کی طرف لوٹ رہے تھے اُنھون نے یہ خبر سُن کر عظیم آباد اور مونگیر کی راہ مین امام بخش کو اپنے پاس بُلایا وہ اُن کے پاس حاضر ہوا اور اِس بات سے انکار محض کیا کہ مین نے یہ دعوے کیا تھا کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہون سعادت علی خان نے اُسکا جرم معاف کر کے چھوڑ دیا جو لوگ اُس کے پاس جمع تھے اُنھون نے یہ حال دیکھکر سارا سامان واسباب لُوٹ لیا اور وہ تباہ حال ہو گیا۔ آخر کار مفقود الخبر ہو گیا۔

آصف الدولہ کی بعض عادات کا تذکرہ

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ مجکو مکرر آصف الدولہ کی حضوری خلوت میسر آئی ظاہرا شعور وخرد سے بے نصیب تھے نہایت درجہ صحبت اراذل اور پواچ نوکر دنین مصروف تھے اور بجز لہو ولعب کے کسی طرف راغب نتھے کبھی کبھی اپنے اردلی والون کی ترغیب سے بندوق بازی اور تیر اندازی کرنے لگتے تھے ہر روز صبح سے دوپہر تک ایک باغ سے دوسرے باغ مین یا ایک جنگل سے دوسرے جنگل مین جاتے اور ہاتھیون کے تماشے مین بسر کرتے بعد دو تین روز کے ہمیشہ ہاتھیون کی لڑائی دیکھتے ایسے ہی مشاغل مین دن رات گذارتے تھے دوسرا کوئی کام نتھا۔ اور نوکرون کی تنخواہ دینے کے باب مین اُنکا یہ حال تھا کہ اُن کی اردلی والون کے سوا ملازمان لشکر مین سے جو کوئی تنخواہ طلب کرتا تو اُس کے دشمن ہو جاتے اور توپ سے اُڑا دینے مین نہایت بیباک تھے۔ بعض لوگ بُلوا کر کے اپنی تنخواہ لے بھگے تھے۔ اُن مین سے چند آدمی آصف الدولہ کے ہاتھ لگ گئے اول تو

تھا۔ آصف الدولہ کے عہد طفلی مین اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر آصف الدولہ کے
پاس پہونچا اور مقرب ہوا۔ شجاع الدولہ نے اُس کے شر و فساد پر مطلع ہوکر مدتون قید
رکھا اور عرصۂ دراز کے بعد رفقاے عزیز کی سفارش سے رہا کرکے اخراج کا حکم دیا
تھا وہ مخفی پرگنہ ٹانڈہ کے نواح مین رہتا تھا اور اپنی اقامت کی خبر آصف الدولہ کو دیا
کرتا تھا فیض بخش فرح بخش مین لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ نے اسکو دائم الحبس کرکے قصبۂ ٹانڈہ
مین رکھا تھا آصف الدولہ نے شجاع الدولہ کے مرتے ہی طلبی کا پروانہ اُس کے نام
صادر فرمایا مختار الدولہ اور بسنت علی خان کے مقتول ہونے کے بعد وہی غلام بچہ
تمام فوج ملازم سرکار آصف الدولہ کا جس مین قریب تیس چالیس ہزار تلنگے اور
چار پانچ ہزار ترک سوار تھے جنرل ہوا۔ مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ اُس غلام بچے کی مجھ سے
کئی ملاقات ہوئی اور مین نے اُسکی بات چیت سُنی خدا جانتا ہے کہ نہایت پاجی اور
صورت و سیرت مین جملہ مخلوق سے بدتر تھا۔ دو روپیہ ماہوار نوکری کی بھی لیاقت
اپنے فسادات ذاتی کی وجہ سے نرکھتا تھا وہ تو اس لائق بھی نہ تھا کہ لشکر مین بھنگ فروشی
کی دوکان کرتا حسن رضا خان نائب باوجود تمام اقتدار کے اس ملعون سے ڈرتا رہتا تھا۔
فیض بخش نے بھی اسکو شورہ پشت بد مزاج اور مغرور بتایا ہے۔ مگر تھوڑے دنون کے بعد
آصف الدولہ کی طبیعت اُس کی مصاحبت سے سیر ہو گئی نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ
اپنے مُلک سے خارج کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی اُسے جگہ یا سواری کو جانور دے گا تو اُسکا مال و
اسباب ضبط کیا جائے گا وہ بد انجام برہنہ پا مُلک و شہر سے بدر ہوا۔ تاریخ مظفری مین
ذکر کیا ہے کہ وہ عظیم آباد کو چلا گیا چونکہ آدمیون نے اُس کو شان و شوکت کے ساتھ
دیکھا تھا اُس نے لوگون پہ یہ بات ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہون اس وجہ سے

کی قائم مقام تھی لاکھون بڑے بڑے آدمی اور شاندار زمیندار اور راجے اس ملک مین بسر کرتے تھے اور اب بجز رذیل اور پوچ مصاحبون کے آصف الدولہ کے دربار مین اُن مین سے کسی کا نشان بھی نہین چند روز کے بعد اُمراؤ گرگوشائین بھی چلا گیا اسی طرح برہان الملک اور صفدر جنگ کے اکثر اقربا نجف خان کے پاس چلے گئے جہان پر بیس تیس ہزار سوار اور پچاس ساٹھ ہزار پیادہ جرار رہتے تھے وہ مقام ویران ہوا چند پیادے بکسر یہ دو دو تین تین روپے کی نوکری مین افتخار سمجھتے ہین اور پڑے ہین۔ منشی ذکاءاللہ تاریخ ہند مین لکھتے ہین کہ آصف الدولہ کا دل و دماغ اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا۔

مختارالدولہ کے اقربا کا باقی حال

مختارالدولہ کے بھائیون نے اور اُنکے بعض رفیقون نے کڑی جھیل کر رہائی پائی اُن کا مال و اسباب ضبط ہوا دونون بھائی کبھی کبھی باریاب حضور ہوتے تھے اکثر خلوت اور گوشے مین بسر کرتے تھے جبکہ نواب وزیر کا لشکر اٹاوے سے پھر کر لکھنؤ مین آیا تو اقبال الدولہ پسر مختارالدولہ نے نواب کی دعوت کا سامان کیا اور اس کام مین بڑی دھوم دھام دکھائی ہزارون روپون کا کپڑا فرش پا انداز مین بچھوایا اور سوا لاکھ روپے کا چبوترہ تیار کرایا اور نواب وزیر وہان تشریف لے گئے ناچ رنگ ہوا تناصہ تناول کیا اور کشتیان نقد و جنس کی پیش ہوئین جو نواب آصف الدولہ نے قبول کین وقت رخصت اقبال الدولہ نواب وزیر کو پہونچانے گئے اور وہان سے رخصت ہوے ابھی دیوانخانے مین پہونچے تھے کہ اُسی وقت نواب کے حکم سے تلنگون

کچھ دنون قید رکھے گئے۔ بعدہ اُن کو توپ سے اُڑوا دیا۔ پس تذکرۂ آبحیات مین جو نواب
کو فرشتہ سیرت بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکی طبیعت مین عموماً تحمل اور بے پروائی تھی اِس
سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کو تاریخ کے ان حالات پر اطلاع نہ تھی یا یہ حال اُن
کا اپنی خاص مرضی والون کے ساتھ ہوگا اور دوسرے نوکرون اور رعایا کے حق مین
سفاک تھے یا یہ کہ نواب کا مزاج اوائل عمر مین سفاک واقع ہوا تھا اور آخر عمر مین طبیعت پر
تحمل اور بے پروائی غالب آئی۔ مؤلف سیر المتاخرین نے محبوب علی خان خواجہ سرا کے
مقہور رہونے کے ضمن مین بیان کیا ہے کہ آصف الدولہ کے اپنی جنگی فوج کے استیصال
کا سبب یہ تھا کہ وہ روز و شب لہو و لعب چوپڑ بازی مرغون کی لڑائی۔ پتنگ بازی وغیرہ
مین مصروف رہتے تھے اِسلیے اُن کو ہر کام سے نفرت تھی۔ نہین چاہتے تھے کہ
ایک گھڑی بھی اُمور مملکت داری مین مصروف ہون اور مملکت داری بدون اِس کے
ناممکن ہے کہ انتظام مُلکی مین غور کیا جائے بڑے بڑے کامون کو انجام دیا جائے لوگون
کے سوال و جواب سُننے کی دردسری گوارا کی جائے حضرت کا وہ مزاج تھا کہ ایسے
اُمور مین ایک گھڑی بھر بھی متوجہ ہونا دم بند کرتا تھا اور انگریزون کی نسبت یقین
تھا کہ یہ میرے ہمہ تن خیر اندیش ہین۔ میرے نقصانات کے ہرگز روادار نہون گے اور
انگریز چونکہ ہوشیار تھے اِسلیے ایسے شخص کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور کسی طرح اُس کو
زہیر نہین کرتے تھے۔ انگریزون نے معاملات مُلکی و مالی و انتظام فوج تو اپنے اختیار
مین لے لیا تھا باقی ہر امر مین آصف الدولہ کو مع اُن کے مصاحبون کے مطلق العنان کردیا
تھا۔ کیا حُسنِ اتفاق ہے کہ دونون اپنی اپنی دانست مین فارغ البال ایک دوسرے کو
مغتنم سمجھتے تھے۔ افسوس شجاع الدولہ کی وہ ریاست تھی کہ اس زمانے مین سلاطین ہند

پرگنۂ دلمئو بھی اقبال الدولہ کی جاگیر مین تھا یہ پرگنہ معرکۂ ضیافت کے بعد ضبط کرلیا گیا
اور اِس جاگیر کی عوض چکلۂ بہرائچ وغیرہ بارہ لاکھ روپے کا علاقہ صیغۂ مستاجری مین اُن
کے حوالے کیا گیا۔ اُنھون نے اپنے علاقۂ مستاجری مین پہونچکر زمینداران ہٹول سے
میدان جنگ گرم کیا۔ اور مختار الدولہ کے دوسرے بھائی نصیر الدولہ اپنے بھتیجے اقبال الدولہ
کی جاگیر مین سے کچھ زر نقد لے کر دکن کو چلے گئے مگر یوان تک پہونچکر کچھ دنون کے بعد
لوٹ آئے اور اقبال الدولہ چند سال کے بعد علاقہ داری سے معزول ہوکر خانہ نشین
ہوے مگر چند سال تک پرگنۂ اوریا کی جاگیر اقبال الدولہ کے نام پر برقرار رہی ایک بار
مقدمات سائر مین عامل الماس علیخان و عامل اقبال الدولہ مین نزاع واقع ہوئی پیاری بیگم
زوجۂ مختار الدولہ اور دولت النسا بیگم زوجۂ اقبال الدولہ نے نواب وزیر سے
مستاجری سائر جاگیر کی بھی چاہی مگر نواب نے یہ کیا کہ اوریا کو بھی الماس علی خان کی
مستاجری مین ملا دیا اور مصارف سپاہ کے وضع ہوجانے کے بعد سات ہزار روپیہ مہینہ
نقد جاگیر کا مقرر ہوگیا اِس کے بعد چار ہزار روپیہ ماہوار گھٹا کر تین ہزار روپیہ مہینہ جاگیر
کی عوض رہ گیا۔ غرض جس قدر التفات حکام انگریزی کا مختار الدولہ کے لواحقین
کی طرف مبذول ہوتا اُس قدر کارپردازان سلطنت اُن سے بدظن ہوتے تھے
یہان تک کہ وہ تین ہزار روپیہ بھی مسدود ہوگیا اور آصف الدولہ مختار الدولہ کے
مخالف مشہور تھے حالانکہ برہمی جاگیر اور کمی مواجب کی وجہ نائبون کی بدسلوکی تھی۔
آصف الدولہ لکھنؤ مین رہنے لگے صرف نواب بیگم زوجہ وزیر الممالک صفدر جنگ بنت
برہان الملک والدۂ شجاع الدولہ اور بہو بیگم زوجہ شجاع الدولہ فیض آباد مین
شجاع الدولہ کی تعمیرات کی اُنس کی وجہ سے متوطن تھین۔

کے بہرے سر پر صورت بلا آپہونچے اور حکم دیا کہ دیوانخانہ سے جانب محلسرا قدم نہ اُٹھائے۔ کچھ دنون ذہین
نظر بند رہے پھر از سر نو انکے گھر کی ضبطی ہوئی۔ جب یہ کارروائی ہو چکی تو نواب وزیر اقربائے مختار الدولہ
کی تالیف قلوب کی جانب متوجہ ہوے اور انکے مکانون پر آنے جانے لگے پیاری بیگم زوجہ مختار الدولہ
کے گھر اکثر جایا کرتے تھے اور اقبال الدولہ کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے پرگنہ اوریا کی جاگیر جسکی جمع
ایک لاکھ روپیہ تھی اور جو اقبال الدولہ کے نامزد تھی بحال رکھی مختار الدولہ کی حیات
اور اقتدار الدولہ کے زمانے مین اقبال الدولہ کی نسبت نواب سالار جنگ کی بیٹی
کے ساتھ قرار پائی تھی اور بناتی بیگم دختر مختار الدولہ کی نسبت جو بطن مختلف سے تھی
مرزا منجھو پسر نواب سالار جنگ کے ساتھ مقرر ہو چکی تھی اور سالار جنگ مختار الدولہ کے
مقتول ہونے کے بعد اپنی بیٹی کی نسبت سے اقبال الدولہ کے ساتھ منکر تھے آصف الدولہ
نے سالار جنگ کو مبالغہ و اصرار سے راضی کیا اور خود متدعی اس شادی کے ہوے
اور دس ہزار روپیہ مختار الدولہ کی بیگم کو اس صرف کے واسطے دیکر بخوبی سرانجام دیا
آفرین علی خان خواجہ سرا اس بزم شادی مین شریک ہوا اور اُس کے روبرو رسمین
اُمور مین ایک

سنا کہ یہ میرے رہ لمتاخرین کہتا ہے کہ آصف الدولہ اس عمل کے نہایت شائق تھے
انگ .. چونکہ ہوشیار۔ ایک طرف آپ ہو جاتے اور دوسری طرف کسی علے کو عزر کرتے۔
ادا ہوئین ۔ ا کرتے تھے لمتاخرین کے قیام لکھنؤ کے زمانے مین بھی قائم خان فوجدار فیل خانہ کے
مؤلف سیر اتھا باقی ہر اہتمام کیا تھا۔
جہان شادی ہوتی اتفاق ہے النسا بیگم زوجہ اقبال الدولہ کو ہمشیرہ صاحبہ کہا کرتے تھے کیونکہ
ایک مرتبہ مؤلف سیر اتھے۔ افسوس جنگ کی بیٹی تھی اور سالار جنگ نواب وزیر کے ماموں تھے
بیاہ مین شریک ہو کر ا

ایلچ خان کا میدان اور مسجد مشہور رہے۔

اب آصف الدولہ اور جان برسٹو کو تقرر نائب کی فکر ہوئی۔ خواجہ حسن رضا خان شجاع الدولہ کے عہد سے باورچی خانے کی دارونگی اور کسی قدر تقرب رکھتے تھے اور اس عہد مین بھی زیادہ تر صاحب تقرب اور خلوت و جلوت مین حاضر باش تھے نیابت کی تجویز ان کے لیے ہوئی لیکن اس نظر سے کہ بے علم آدمی تھے اور آرام طلب و عشرت دوست اور کم محنت تھے اُنھون نے اس بار کے قبول کرنے سے انکار کیا اور لوگ بھی حیران تھے کہ عہدۂ نیابت سے جو بات مقصود ہے وہ ان سے کیسے برآئیگی بس ان بے چارے کو کیون تکلیف دی جائے خدا جانے کس مصلحت سے مسٹر جان برسٹو کی یہی رائے قائم ہوئی کہ آصف الدولہ کی نیابت خواہ مخواہ انھین پر مقرر رہوا اور ان کا نائب دوسرا شخص کاردان اور ہوشیار کر دیا جائے اور اس خدمت کے لیے اول سالار جنگ کے استصواب سے الماس علی خان خواجہ سرا تجویز ہوا یہ نہایت کم ہمت تھا اندیشہ دور از کار کرکے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر بیگ خان اس کام کو اچھی طرح کر سکتے ہین جیسا کہ فرح بخش مین شیخ محمد فیض بخش نے ذکر کیا ہے دوسری کتابون سے حیدر بیگ خان کے تقرر کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اسمعیل بیگ خان شورہ والا مغل ولایت زاد کہ نہایت عیار اور دنیا دار آدمی تھا اُس زمانے مین کہ شاہ عالم بادشاہ اور فوج انگریزی الہ آباد مین تھی سرکار کمپنی کی طرف سے ڈاک اور اخبار کا داروغہ تھا اور اس وقت مین بھی ڈاک خانہ اور رزیڈنٹی کے ہرکارون کا داروغہ تھا یہ شخص حیدر بیگ خان کابلی سے موافقت اور لالچ رکھتا تھا اور وہ بھی اس کے لیے سبز باغ بوٹیا کرتا تھا ایرچ خان کی بیماری کے وقت سے اسمعیل بیگ خان جان برسٹو سے حیدر بیگ خان کے اس تقرر کے لیے کوشش اور اُن کی لیاقت کی تعریف

ایرچ خان کا انتقال کرنا حسن رضا خان و حیدر بیگ خان کا زینۂ عروج پر قدم رکھنا

اکبر آباد سے آکر دو تین مہینے کے عرصے مین ایرچ خان کارگزار نے جو کہ دربار آصفی کا مرجع صغار و کبار تھا تھوڑا سا انتظام کیا تھا اور جان برسٹو سے سوال و جواب کرتا تھا کہ آپ معاملات ملکی و مالی مین دست اندازی نہون جو روپیہ اپنا بابت قرض کے آصف الدولہ کے ذمے عائد کرتے ہو اُس کی قسط مقرر کر کے مجھ سے نقد لیا کیجیے اور موافق عہد شجاع الدولہ کے ملک سے دست برداری کیجیے اور مطابق عہد نامۂ کمپنی کے عمل کریے یہ بات اگر آپ کو نامنظور ہو اور سوال و جواب کرنا ہو تو بندہ آپ کے ساتھ کونسل مین گفتگو کرنے کو تیار ہے۔ مسٹر جان برسٹو اُس کے طلب کرنے سے نہایت شرمندہ تھا تدبیر مین تھا کہ کیا کرے۔ ایلچ خان اکبر آباد سے علیل آیا تھا لکھنؤ مین پہونچکر سخت علیل ہو گیا مدت دو ماہ اور ۱۷ دن بیماری کی حالت مین نیابت کا کام اچھا کیا عارضۂ سوء القنیہ اور ضعف و برودت جگر مین پہلے سے مبتلا تھا آخر استسقا ہو گیا ۲۸ رجب ۱۱۹۰ہجری کو راہی ملک آخرت ہوا لیکن فیض بخش نے فرح بخش مین شعبان مین انتقال کرنا لکھا ہے۔ شیخ شفیع الله سے پانچ لاکھ روپے کے مال کی فرد ایلچ خان نے اپنی حیات مین بنوائی تھی وہ اُس نے نواب آصف الدولہ کی نذر گذرانی نواب نے فرد کو ملاحظہ کر کے تمام مال ضبط کر لیا اور پچھ چھ پارچے کے خلعت غلام نبی خان اور لال محمد خان پسران متبنائے ایلچ خان کو مرحمت ہوئے[۱]۔ ایلچ خان اور مختار الدولہ دونون کی حویلیون کی ضبطی ایک ساتھ قریب ہوئی لکھنؤ مین آجتک

---

[۱] دیکھو فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

رکھتے تھے دونون بھائی احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد مین کہ صفدر جنگ کی وزارت کا زمانہ تھا ہندوستان مین آئے صفدر جنگ کی سرکار مین نوکر ہوے۔ صفدر جنگ کے انتقال کے بعد حیدر بیگ خان سلطان پور۔ رُدولی۔ دریاباد۔ کوڑہ اور سرکار الہ آباد کے فوجدار رہے تھے۔ نور بیگ خان نے راجہ بینی بہادر کی سفارش سے شجاع الدولہ سے اعظم گڑھ و سُلطان پور وغیرہ چند محال ٹھیکے مین لیے دونون بھائی نہایت سخت گیر تھے یہانتک کہ دوستون سے بھی غرض آشنا تھے تھوڑے دنون کے بعد ڈیڑھ لاکھ روپے مالگذاری کے نور بیگ خان کے ذمّے عائد ہوے اور دونون بھائی قید کر دیے گئے جبکہ روپیہ داخل نہو سکا تو ان پر تشدد ہوا ان کو دھوپ مین بٹھلاتے تھے کھانے مین بہت سا نمک ڈالکر کھلاتے تھے اور پانی نہین دیتے تھے یہانتک کہ نور بیگ خان صدمون سے مرگیا[1]۔ اور حیدر بیگ خان نے سفارش سے رہائی پائی اور بہار علیخان خواجہ سرائے بہو بیگم سے سفارش کرکے اُن کی جاگیر کوڑیا کی تحصیلداری کی خدمت اُن کو دلادی جبکہ وہان بھی حسب عادت دست تصرف دراز کیا تو محاسبے کی علت مین کشاکش مین مبتلا ہوے آخرکار سید محمد خان اقتدار الدولہ نے ضمانت کرکے اُس بلا سے نجات دلائی۔ اُس کے بعد چکلہ داری کوڑہ جہان آباد پر مقرر ہوئے[2]۔ محمد ایلچ خان نے پھر اُن کو محاسبے مین جکڑا اگر مرتضےٰ خان بڑیچ نے ضامن ہوکر آبرو بچائی۔

ایلچ خان کے بعد طالع خوابیدہ بیدار ہوا حسن رضا خان کی پیش دستی کی عزت پائی۔ حیدر بیگ خان دانشمند کارکردہ اور لائق اور شریف تھے سیاق سباق مین

---

[1] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲ [2] دیکھو طلسم ہند ۱۲ [3] دیکھو شرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

کرتا تھا اُنھون نے حسن رضا خان کی پیش دستی مین مقرر کرا کر امیر الدولہ کا خطاب دلایا
ہت پرشاد نے ملخص تاریخ اودھ مین حیدر بیگ خان کے تقرر کے متعلق ایک عجیب حکایت
لکھی ہے اور وہ ایک ایسی ریاست مین بے جوڑ نہین معلوم ہوتی تفصیل اُس کی یہ ہے
کہ ایلچ خان کے مرنے کے بعد نیابت کے باب مین مشورہ ہوا حسن رضا خان تو ناخواندہ تھے
جان برسٹو صاحب نے تجویز کیا کہ دوسرا شخص پیش دست ہو چنانچہ تین آدمی تجویز ہوے
مرزا ابو طالب خان لندنی - اسمعیل بیگ خان شورہ والا - مرزا جعفر تقدیر کی کسی کو خبر
نہ تھی حیدر بیگ خان اُن دنون تباہی سے پریشان اور بیکار بیٹھے تھے سو پچاس روپے
کی نوکری کی امیدواری مین میانے پر سوار ہو کر جان برسٹو صاحب کے سلام کو جاتے
تھے کوٹھی کے باہر ایک بڑا درخت تھا وہ وہان میانہ رکھوا کر بیٹھتے تھے جب رزیڈنٹ
ہوا کھا کر آتا تو یہ بھی سلام کر لیتے اسی طرح ایک مدت گذر گئی ایک دن برسٹو صاحب نے
اُنھین اپنے پاس بُلوا کر امتحان جو لیا تو خوب مستعد پایا - فرمایا کہ کوٹھی پر حاضر ہون اور
آصف الدولہ کو کہلا بھیجا کہ کل نیابت کا خلعت ہماری کوٹھی پر لیتے آوین کہ ایک شخص
کو ہمنے آپکے واسطے تجویز کیا ہے اور حیدر بیگ خان سے کہا کہ تم عمدہ کپڑے پہن کر کل صبح
کو حاضر ہونا یہ بے چارے بہت خوش ہوے کہ شاید سو دو سو روپے کی نوکری میرے لیے
تجویز ہوئی ہے فجر کے وقت جب اپنے معمول پر پہونچے اور اُدھر سے آصف الدولہ کی
سواری بھی آئی خلعت تو ساتھ ہی تھا جان برسٹو نے وہ خلعت اُنھین پہنایا -

حیدر بیگ خان کا حال

یہ حیدر بیگ اور اُنکا بھائی مرزا نور بیگ دونون کابل کی پیدایش تھے اور مذہب حنفی

(۲) محمد ابراہیم خان۔

(۳) صمصام الدین خان۔

(۴) مرزا علی رضا۔ ان مین سے محمد عسکری خان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی مرزا علی خان سے بیاہی تھی۔ نواب ظفرا ہی بیگم کے بطن سے پیدا ہوے تھے۔ اور مرزا عسکری کے بیٹون کو مرزا نتھے اور مُغلو صاحب کہتے تھے۔ محمد ابراہیم خان کے کوئی اولاد نہوئی اور صمصام الدین خان کے جو بیٹا تھا وہ جوہر لیاقت سے محروم تھا اسلیے مشہور نہوا۔

مرزا علی رضا کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیان تھین بیٹون کے یہ نام ہین۔

(الف) موسےٰ خان۔

(ب) غلام رضا خان۔

(ج) حسن رضا خان۔ اُن کی بیٹیون مین سے بنارسی بیگم نطف علی خان بن بندہ علی خان داروغہ تصیحہ کے ساتھ منعقد ہوئی تھی۔ اور دوسری لڑکی مرزا جعفر کی زوجیت مین تھی جو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے سرکار انگریزی کے متوسلون مین قرار پائے تھے اور نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت مین اُن کا ذکر کیا جائیگا تیسری لڑکی مرزا جھیکو صاحب پسر آغا زین العابدین بن نواب کلب علی خان کے ساتھ بیاہی تھی۔ یہ کلب علی خان بندہ علی خان کے چچا اور مردان علی خان کے پوتے تھے۔ مرزا علی خان کی یہ تین بیٹیان اور حسن رضا خان ایک بیٹا ایک بطن سے تھے اور وہ دونون بیٹے مختلف بطنون سے تھے حسن رضا خان کو اُن کے چچا ابراہیم خان نے پرورش کیا تھا محض بے علم تھے ہرچند اُنھون نے انکار کیا مگر یاوری قسمت اور رفیق عنایت مسٹر جان برسٹو

بدطینتی رکھنے تھے ذی علم تھے دفتر کی تہذیب وشائستگی اچھی طرح کی شجاع الدولہ کے عہد مین جو دفتر مرتب نہ تھا اُسے ترتیب دیا۔

گورنر جنرل نے بھی حسن رضا خان کو نائب اودھ تسلیم کیا۔

حیدر بیگ خان نے اپنے بڑے بھائی کی صحبت پائی تھی اہل دیہات اُن کے نظم ونسق کی تعریف کرتے تھے نہایت دانا وزیرک تھے جو کام کرتے تھے بہت سوچ سمجھ کر کرتے تھے شاید کہ اُس مین لغزش نہو جائے فیض بخش کہتا ہے کہ حیدر بیگ خان کو خلعت نیابت شعبان ۱۱۹۰ہجری مین ملا تھا تذکرہ حکومت مسلمین مین غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ ۱۲۰۱ہجری مین مرزا حیدر بیگ خان عہدہ نیابت پر ممتاز ہوے تین سال تک سلطنت کے اعیان وارکان اُن کو خیال مین نہ لائے اور انکی اطاعت سے عار کرتے تھے وہ بھی صبر وتحمل سے کام لیتے رہے اور اس عرصے تک ہر کام مین نواب وزیر اور انگریزون کی رضا جوئی مین مصروف رہے یہان تک کہ خوب استحکام و استقلال پیدا کر لیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کارمر جو عہ مین مصروف ہوے صحبت شراب وکباب مین شاغل اور آمد ورفت دربار سے غافل ہوگئے اور جو آیا فوج وملازمین مین تخفیف کرتا تھا۔

حسن رضا خان فخر الدولہ

حسن رضا خان جان نثار خان کے پوتے تھے جو شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے خواصان معتمد سے تھا۔ اُسکے چار بیٹے تھے۔

(۱) محمد عسکری خان۔

لوٹ آئے اور اپنا اجتہاد جاری کیا۔

عہدونکا انتظام اور ٹکیٹ راے کا حال

عہدۂ دیوانی ٹکیٹ راے کایست سری باستم کے سپرد ہوا۔ جرنیلی سپاہ کا عہدہ محمد رضا خان فرزند سرفراز الدولہ سے نامزد ہوا یہ شخص مرض صرع مین مبتلا تھا اور مجنون صفت آزاد مشرب تھا اور جرنیلی کی نیابت امام بخش کے نام قرار پائی اور اسی سال کرنیل گاڈرسے کلکتے سے آکر نواب وزیر کی سرکار مین نوکر ہوا فوج کا افسر ہوا اُس نے وہ پلٹنین جو ایرچ خان نے برطرف کی تھین پھر جمع کین ٹکیٹ راے کا حال یہ ہے کہ یہ شخص حشمت علی خان تحویلدار جواہر خانۂ نواب شجاع الدولہ کے داماد کے پاس نوکر تھا بارہ روپے سے زیادہ اُس زمانے مین درماہہ نصیب نہوتا تھا یہان سے علٰحدہ ہو کر اکبر علی خان داروغۂ دیوانخانۂ مختار الدولہ کے پاس نوکر ہوا تھوڑے دنون مین اپنی خوش کلامی کی وجہ سے کہ شعر و سخن سے طبیعت آشنا تھی انور علی خان خواجہ سرا سے مختار الدولہ تک آمد و رفت جاری ہوئی اور مشرف دیوانخانہ ہو گیا مختار الدولہ کے بعد سرفراز الدولہ تک رسوخ حاصل کیا عہدۂ دیوانی اور راجگی کا خطاب پایا یہ شخص خوش وضع اور حلیم الطبع تھا اُمور خیر مین نیکنامی کے ساتھ شہرت حاصل کی سرکار لکھنؤ مین برہمنون کے واسطے روزینے اور چندے کا دروازہ اسی کی وجہ سے کھلا ہزار دو ہزار روپیہ تا بقاے سلطنت تمام قلمرو اودھ مین مجرا لئے دفتر سلطانی تھا راجہ ٹکیٹ راے نے عمارات عالی اور میوہ دار باغات اکثر تیرتھون پر تیار کرائے اور بہت سے پختہ پل بنوائے ہندوون کے بہت سے معابدون پر شوالے اور ٹھاکردوارے تعمیر کرا لئے اس صاحب قلم کی بدولت اب تک لاکھون روپے کے وظیفہ خوار ہین

سے آصف الدولہ کی نیابت اُن کے نام مقرر ہوئی اُنکی بے علمی کی وجہ سے مسٹر جان برسٹو کو ہمیشہ سوال و جواب کاغذی در پیش رہتے تھے صاحب علم کی تلاش تھی اس سے لیے حیدر بیگ خان کو اُن کی پیش دستی مین مقرر کر دیا۔ منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ حسن رضا خان بہت نیک طینت اور نیک کردار تھے اپنی رحمدلی سے اُنھون نے کاروبار مالی و ملکی مین تندہی نہ کی تمام ریاست کے کام کا دارومدار امیر الدولہ کی ذات پر کر دیا تھا جو کہ پورے طور پر کار و بار پر حاوی ہو گئے تھے۔

عماد السعادت مین کہا ہے کہ حسن رضا خان سوا سیر و شکار کے نواب کے ساتھ مین اور نماز روزے کے دوسرا کام نہ کرتے تھے آٹھ لاکھ روپے سالانہ اُنکو ریاست سے ملتے تھے عزت اُن کی ایسی تھی کہ نواب وزیر اکثر اوقات اُن کو بھیّا کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے یہان تک کہ امیر الدولہ بھی عیدین اور دوسرے مُبارک موقعون پر اُنھین نذر دکھاتے تھے جبکہ امیر الدولہ کا یہ حال تھا تو دوسرے کس حساب مین تھے۔

ہت پرشاد نے لکھا ہے کہ اس وقت تک لکھنؤ مین مُسلمان فقط شیعہ تھے اور بارہ امامون کے مذہب سے خبر نہ رکھتے تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین مرزا حسن رضا خان نے یہ طریقہ جاری کیا چنانچہ جس وقت مرزا جوان بخت شاہزادے لکھنؤ مین وارد ہوے تو اُس جمعہ کو خود نواب صاحب شریک نماز جمعہ ہوے اور میر دلدار علی شاگرد میر سید علی طباطبائی فقہ امامیہ کی کتابون کے مروج ہوے۔

دوسری کتابون مین بھی لکھا ہے کہ مولوی دلدار علی اور میر مرتضےٰ وغیرہ علماے مذہب امامیہ نے حسن رضا خان کی وجہ سے نام پیدا کیا جمعہ و جماعت کی نماز جس کا رواج اس ملک مین نہ تھا جاری کی اور کربلا جاکر اجتہاد کا حکم وہان کے مجتہدون سے حاصل کر کے

مغل بچون کو اطلاع ہوگئی وہ سب فیض آباد کے رہنے والے تھے اُنھون نے جواہر علیخان
اور نثار علی خان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ تلنگے یہ حرکت کرنے والے ہین
ہم آپ کے غلام ہین توپین سب ہمارے ساتھ ہین ہم تلنگون کے مقابلے مین توپین لگا کر
اُن کو بھگا دینگے بشرطیکہ پانچھزار روپے آپکی سرکار سے ہم کو مرحمت ہو جائین کیونکہ باقی
تنخواہ کی وجہ سے ہم لوگ فاقے کرتے ہین اور جینے سے تنگ آگئے ہین بیگم صاحبہ نے
جواب دیا کہ جسنے تمکو نوکر نہین رکھا ہے ملک کے مالک آصف الدولہ ہین اُن سے
لینا چاہیے ہم ایک کوڑی نہ دینگے چند مرتبہ اُن بیچارون نے رفع الزام کے لیے
عرض کرایا لیکن بیگم نے قبول نہ کیا تنگ آکر اُنھون نے بھی تلنگون سے اتفاق کر لیا
اور آٹھوین ماہ شوال سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو تمام پلٹنون نے تیاری کی اور مغل بچون نے بھی
توپین درست کین اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اول جواہر علی خان کی حویلی کو گھیر کر اس
کے نیچے دو توپین بھر کر کھڑی کر دین دوپہر دن کے وقت سے رات بھر یہی معاملہ درپیش
رہا آب و طعام سب پر بند تھا شہر کی دوکانین بند ہوگئین کوئی متنفس بازار مین نظر
نہ آتا تھا۔ دوسرے دن پہر دن چڑھے تک یہی طوفان رہا بیگم صاحبہ نے مجبور ہو کر
چوراسی ہزار روپیہ دلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ چقماقی بندوقین ہماری سرکار مین
داخل کر دین تلنگون نے جواب دیا کہ ہم شہر مین نہین نہتے اگر ایسا کرین اور آپ کے
آدمی ہم پر حملہ کر بیٹھین تو ہم نہتے کیا کر سکینگے شہر کے باہر جنوب کی جانب دارب علیخان
خواجہ سرا کی کوٹھی کے پاس جو وسیع میدان ہے وہان ہم اپنی تنخواہین باہم تقسیم کر کے
بندوقین دیدینگے نشاط علی خان خواجہ سرا کو ہمارے ساتھ کر دیا جائے آخرکار تمام تلنگے
اور مغل بچے یہ خزانہ لے کر شہر کے باہر گئے۔ تلنگے روتے جاتے تھے دو تین سپاہی بازار کے

اکثر ناکارین قائم ہین بہت سے دہات وا راضی صیغہ معافی مین اپنے محتاجون اور غریبون
کو سرکار اودھ سے دلا کر سندین مرحمت کین جو ابتک جاری ہین اُس کی صحبت مین ہمیشہ
مثنوی روم اور تصنیفات شیخ سعدی اور دیوان حافظ کا چرچا رہا کرتا تھا۔

گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ راجہ نے ایک مسجد اور امام باڑہ اور دوسری مسجد
حیدر گنج کے پاس بنوائی تھی۔

فیض آباد مین تنخواہ کے لئے پلٹنون اور توپخانے کا بلوا

سُرخ وردی والے تلنگون کی تین پلٹنین جن کا افسر اعلیٰ بھاکھ رائے تھا شجاع الدولہ
کے عہد سے شہر فیض آباد اور بیگمات کے محلون اور نواب کے خاص محل اور نشستگاہ
اور سامان کے کوٹھون کی حفاظت کے لیے متعین تھین اور ۶۵ توپین اور پانسو مغل گولہ انداز
بھی رہتے تھے یہان کے سپاہی لکھنؤ کے حالات سُنتے رہتے تھے کہ جب وہان ڈیڑھ سال
کی چڑھی ہوئی تنخواہ سپاہی مانگتے ہین تو اگر وہ اہل پلٹن ہوتے ہین تو اُن کے مقابلہ مین
نجیبون کو اور اُن کے توپخانے کو لاکر اُن کو بھگا دیا جاتا ہے اور اگر نجیب طلب کرتے ہین
تو تلنگون کی پلٹنین اُن کے سامنے لاکر اُن کو پریشان کر دیا جاتا ہے اِس ترکیب سے
شجاع الدولہ کے وقت کی آدھی فوج برہم اور خراب ہوگئی ہے بھاکھ رائے فیض آباد سے
لکھنؤ کو گیا کئی ماہ تک وہان سرداروں کے پاس آیا اور گیا اور کوشش کی تو چند ہزار روپے
علی الحساب ہاتھ لگے اور وہ لاکر بانٹ دیے اور باقی کے لیے مایوس ہوگیا اب ان سپاہیون
نے یہ مشورہ کیا کہ ہم مدت سے بیگم صاحبہ کی چوکی پہرے کی خدمات انجام دیتے ہین
ان کا محاصرہ کرکے اپنی تنخواہین لے کر اپنے اپنے مکانون کو چلدین اِس مشورے پر

ریاست کے سلاح خانۂ فیض آباد کے محافظون پر بیگم صاحبہ کے نوکرون کے ہاتھ سے زیادتی ہونا نواب وزیر کا ناراض ہو کر سزادہی کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد کو فوج بھیجنا

شجاع الدولہ کے عہد مین شہر مین دو سلاح خانے تھے ایک ہمت بہادر گوشائین کی چھاؤنی کے قریب شہر سے جنوبی طرف اور دوسرا فصیل کے باہر احاطۂ اندرون سرائے یونس خواجہ سرا مین اگرچہ آصف الدولہ کے عہد مین توپون اور بندوقون کا بننا موقوف ہو گیا تھا لیکن لوہا تانبا اور سیسہ وغیرہ وہان بہت سا موجود تھا۔ ان سامانون پر داروغے مقرر تھے اور ایک ایک دو دو پہرے تلنگون کے حفاظت کے لیے رہتے تھے۔ سلاح خانہ جانب مغرب کا داروغہ غلام حسین خان تھا اُس کے پاس حفاظت کے لیے سیاہ وردی والی پلٹن کا ایک پہرہ رہتا تھا اور یہ پلٹن لکھنؤ مین تھی اِس پہرے کا بھاکھرلے اور شہر کی حفاظت سے کوئی تعلق نہ تھا یہ پہرہ بالکل گمنامی کی حالت مین پڑا ہوا تھا بیگم صاحبہ نے جو یہ حکم دیا کہ شہر مین تلنگے کا نام باقی نرہے تو اُن کے خواجہ سرا یار علی نام کہ نہایت کم حوصلہ تھا دس بیس سپاہی ساتھ لے کر گیا اور اُن تلنگون پر سختی کر کے نکالنا چاہا غلام حسین نے بہت کچھ سمجھایا اور منّت و سماجت کی کہ مجکو اور میرے یہان کے تلنگون کو اُن تلنگون سے جنھون نے بلوا کیا ہے کوئی تعلق نہین یہ تلنگے تو سرکاری سامان کی محافظت کے لیے مقرر ہین اگر یہ لوگ یہان سے چلے

بنیون کا قرض ادا کرنے کے لیے آئے تھے بیگم کے آدمیون نے اُنسے پوچھا کہ تم کس واسطے روئے کہنے لگے کہ اے صاحب ہم لوگ یہان بارہ سال سے نوکر تھے اور ہمارے باپ دادا اسی مُلک کی رعیت ہین اب اس دولتخانے سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق ہوتا ہے اب آئیندہ یہان کب آنا ہوگا سوا اسکے بدنام اور نمک حرام بھی ٹھہرے کہ وجہ شجاع الدولہ کو بے سبب تنگ کرکے تنخواہ لی اسلیے رونا آتاہے۔ الغرض دوپہر دن باقی تھا کہ تین ہزار تلنگے اور پانسو مُغل بچے تمام توپین لے کر شہر کے باہر گئے ہزارون تماشائی ان کے پیچھے تھے نشاط علی خان خواجہ سرا اور دس بیس اُنکے اور ہمراہی تھون مین سوار اُن کے ساتھ بندوقین لینے کو گئے۔ وہان سبزے کے میدان مین تھیلیان رکھکر متصدیون اور وکیلون نے سب کی تنخواہین دست بدست تقسیم کردین اور شام تک یہ روپیہ تقسیم ہوچکا کئی ہزار روپیہ جو لکھنؤ سے آیا تھا اس مین سے آدھا روپیہ تنخواہین دے دلا کر بچ گیا تھا مُغل بچون نے جو دیکھا کہ یہ روپیہ تنخواہ سے فالتو ہے گنوار اسے کیون لیجائین خود چھین لینے کا ارادہ کیا اول خالی توپ چلائی اور پھر تلوارین میان سے نکالکر اُن روپون پر جاپڑے تلنگے بندوقین ڈال ڈالکر چاروں طرف بھاگنے لگے نشاط علی خان رتھ مین بیٹھ کر شہر کو بھاگ گیا چار چار پانچ پانچ کوس تک ہرطرف بندوقین زمین پر پڑی تھین شام تک شہر فیض آباد سپاہیون سے خالی ہوگیا بیگم صاحبہ نے دوسرے دن جواہر علی خان خواجہ سرا کو حکم دیا کہ اب سپاہ کا اجتماع بکھر گیا اور اتفاق ٹوٹ گیا مغل بچون کو جو اس شہر کے رہنے والے ہین اس جرات اور بے دردی کی سزا دو بیگم کے آدمیون نے باندھکر حاضر کیا اور سخت سزائین دے کر شہر سے نکال دیا۔

فیض آباد پہونچے اور بہار علی خان اور جواہر علی خان کے سرکاٹ لائے وہ نہایت
شورہ پشت اور بدمزاج تھا ایسی باتین خدا سے چاہتا تھا حسن رضا خان کو جب حال
معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوے باوجودیکہ اُس دن مُسہل استعمال کیا تھا رزیڈنٹ
کے پاس گھبرائے ہوے گئے اور کہا کہ امام بخش سخت بدذات ہے وہان جاکر بے تامل
لڑائی شروع کردیگا۔ بیگم صاحبہ کے پاس بھی ہزار پانسو آدمی نوکر ہین شہرپناہ کی دیوار
دُرست ہے اور شہر کے ہر دروازے پر ایک توپ تیار کھڑی ہے آدمی بھی جمع ہین
غالباً امام بخش کے جاتے ہی کشت وخون ہوجائے گا اگر آپ کی کوشش سے مین بھی
بھیجدیا جاؤن تو معاملے کو راستی کے ساتھ سُلجھادون رزیڈنٹ فوراً سوار ہوکر نواب
کے پاس گئے اور حسن رضا خان کو ساتھ بھیجے جانے کے لیے حکم دلوا دیا۔ اتفاقاً وہ ہرکارے
اخوند احمد علی کے جو بیگم صاحبہ کی جاگیر کا کام کرتا تھا اور جواہر علی خان کا خانسامان تھا
عنبر علی خان خواجہ سرا کے پاس لکھنؤ آئے ہوے تھے۔ عنبر علی خان کا مُلکی و مالی کام بھی
اخوند احمد علی سے متعلق تھا اور خط کا جواب لے کر نواب وزیر کے ہرکارون کے زمرے
مین رات بسر کرنے کو گئے اُن کو یہ خبر وہان معلوم ہوئی تو راتون رات چلکر گجردم اخوند
احمد علی کی حویلی پر پہونچے اور اُس کو جگا کر تمام حال بیان کیا امام بخش اور حسن رضا خان
بھی نوراہی تک کہ فیض آباد سے مغربی جانب پانچ کوس پر واقع ہے پہونچ گئے
اخوند احمد علی اپنے آنے کے خلاف وقت مین اُن دونون ہرکارون کو ساتھ لیے ہوے
جواہر علی خان کی حویلی مین آیا اور تمام وکمال حال کہ سُنایا جواہر علی خان اُسی وقت
تنہا بغیر مردم جلو کے محلسرا کو گیا اور بیگم صاحبہ کو بیدار کرا کے تمام حال عرض کیا
اُنھون نے فرمایا کہ ناکے کے سپاہیون کو حکم بھیجدیا جائے کہ آگے نہ بڑھنے دین

جائینگے تو یہ تمام سامان چور چورا لینگے خدا کے واسطے اس بہرے کو مت چھیڑو کوتاہ عقل مغرور نے بالکل نہ سُنا اور ہر ایک تلنگے کا دست و بازو پکڑ کر نکالدیا اسباب اُٹھانے کی بھی فرصت نہ دی غلام حسین نے یہ تمام مضمون عرضی مین لکھکر اور یار علی کا ظلم و ستم تحریر کرکے نواب آصف الدولہ کے حضور مین بھیجدیا۔ دو رات دن جو ہنگامہ بھاکھر رائے کے تلنگون نے مچایا تھا وہ نواب کے اور رزیڈنٹ کے اخبار نویسون نے پہلے ہی لکھ بھیجا تھا لیکن آصف الدولہ کو اُمور ملکی مین نہایت غفلت تھی اور شغل خاطر لہویات مین رہتا تھا اسلیے کچھ خبر نہ ہوے جب غلام حسین کی عرضی پہونچی تو حضرت کو بے حد غیظ و غضب پیدا ہوا اور اُنکی ناعاقبت اندیش آنکھون مین جہان تیرہ و تار ہو گیا فوراً سوار ہو کر رزیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُن سے بیان کیا کہ جواہر علیخان اور بہار علی خان خواجہ سرائان والدہ صاحبہ نے اغوا کرکے بہت سی فوج جمع کی ہے اور فیض آباد سے ہماری حکومت اُٹھادی ہے اور وہان سے چند ملٹنون کو نکالدیا ہے ہنگامہ پردازی کرکے بھاری بلوا مچایا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ خود فوج اور توپخانہ لے جاکر اُن کی آتش فساد کو بجھاؤن آپ بھی ہمارے ساتھ چلین رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمارے اخبار نویس نے خبر تحقیق لکھی ہے کہ اُن تلنگون کی تقصیر ہے کہ بیگم صاحبہ کو دو راتدن محصور کرکے اُن پر آب و طعام بند کردیا تھا جب اُنھون نے تنخواہ ہزار روپیہ دیا تو محاصرہ اُٹھایا اور لے کر چلے گئے رزیڈنٹ نے یہ بھی کہا کہ آپ کی شان اس سے عالی ہے کہ غلامون کے تدارک کے لیے خود تشریف لیجائین نواب نے رزیڈنٹ کے سامنے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن وہان سے نہایت مکدر اور غضبناک لوٹے اور محلسرا مین آکر امام بخش جرنیل کو حکم دیا کہ سات سو ترک سوار ہمراہ لے کر راتون رات یلغار کرکے

کے نشے مین بدمست ہو کر اُس کے سامنے نقارخر کی راہ سے ترک سوارون سے کہنے لگا کہ
ان دونون خواجہ سراؤن کو اس طرح پکڑلون گا جیسے شہباز مرغی کو پنجون مین داب کے
لے اُڑتا ہے صبح کو متھونے جواہر علی خان کے خدمتگار محمد شاکر کو بُلا کر یہ بھید کہدیا کہ
بظاہر غفلت کا برتاؤ ہے مگر دل مین گرفتاری کا ارادہ ہے اور یہ ڈھیل اور غفلت
فریب سے خالی نہین اُس نے جواہر علی خان سے عرض کردیا دوسرے دن سہ پہر کے وقت
نماز ظہر کے بعد جواہر علی خان بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی کو جانے لگا اُس وقت سوا ے
کہاران پالکی اور دو تین چوبدارون کے کوئی سپاہی اردلی کے لیے موجود نہ تھا
یہ حال امام بخش کو معلوم ہوا اُس نے تلنگون کی کمپنی جس مین ستر آدمیون سے
کم نہ تھے تیار کرا کے بھیجی اور حکم دیا کہ جون ہی جواہر علی خان باہر نکلین اُنھین پکڑلین
جواہر علی خان کی حویلی کے دروازے سے دس بیس قدم کے فاصلے پر یہ تلنگے
صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور سانگینین چڑھالین جواہر علی خان کے آدمیون نے
پوچھا کہ یہان کھڑے ہونے کا سبب کیا ہے جواب دیا کہ جرنیل صاحب ادھر آنے والے
ہین اُن کی سلامی و ہمراہی کے لیے کھڑے ہین لوگون نے اس جواب کو فریب جانا
کیونکہ سانگینین چڑھانے سے اُن کو جواہر علی خان کے پکڑ لینے کا شبہ ہو گیا کیونکہ
امام بخش کی فرودگاہ یہان سے دور تھی جواہر علی خان کے دوستون نے اُس کے
خدمتگار یار علی کو بُلا کر اُس سے یہ ماجرا کہلا یا اُس وقت جواہر علی
محمد حیات خان داماد مرزا پھلوری برادر ذکریا خان لاہوری بیٹھا ہوا اختلاط
کی باتین کر رہا تھا کہ یار علی نے یہ بات آکر کان مین کہدی جواہر علی خان اُسی طرح
بغیر خوف و ہراس کے باتین کرتا رہا اور یار علی کو کچھ جواب نہ دیا۔ یار علی نے خود ہی

اگر قدم آگے رکھیں تو ماریں شہر میں عجیب تلاطم مچ گیا کہ دبنے سے تعلق رکھتا تھا تمام آدمی حیرت زدہ ہوکر اپنے اپنے کاموں کی فکر میں پڑ گئے چاروں طرف شہر کے باشندے لپکتے پھرتے تھے یہ معلوم نہوتا تھا کہ کدھر جاتے ہیں اور کدھر سے آتے ہیں جب امام بخش ممتاز نگر سے آگے بڑھا اور شہر میں گھسنے کا ارادہ کیا تو بیگم کے سپاہیوں نے توپیں اور بندوقیں سامنے کرکے روکا امام بخش آگے نہ بڑھا اور حسن رضا خان سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر میری راے پر رہوگے تو مخمصے سے چھٹا دونگا اُس نے قبول کیا اب حسن رضا خان نے اپنے ایک مصاحب کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا اور عرض کرایا کہ غلام حضور کے مجرے کے واسطے لکھنؤ سے حاضر ہوا ہے کیا قصور ہے کہ سرکار کے نوکر متعرض ہوتے ہیں بیگم نے آغا محمد صادق کو حکم دیا کہ حسن رضا خان کو جاکر لے آوے اور امام بخش کو وہیں چھوڑدے مگر عرض معروض کے بعد اُس کو بھی پروانگی ہوئی سات سو ترک سوار تھے اور حسن رضا خان کے سپاہی تھے اسی طرح ایک ہزار کے قریب جمعیت ان کے ساتھ تھی یہ سب مسلح و مستعد ڈیوڑھی پر حاضر ہوے اور نذر گذرانی دیر تک گفتگو رہی بیگم کی طرف سے بہار علی خان خواجہ سرانے مردانہ وار بات کی اور کسی طرح نہ دبا غرض آخر کے بعد ہر ایک اپنے اپنے مقام کو چلا گیا امام بخش نے ڈیوڑھی پر خواجہ سراؤں کی کثرت دیکھ کر طرح دی لیکن دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ جس طرح ممکن ہو دونوں خواجہ سراؤں کو تنہا پاکر پکڑلے اگرچہ حسن رضا خان اُس کے فساد اور آویزش کی نگرانی کرتے تھے اور جواہر علی خان کے آدمی بھی متنبہ تھے امام بخش نے آٹھ دن تک تدبیر کی لیکن قابو نہ پایا ایک رات فیض آباد کی ایک طوائف متھو نام کو امام بخش نے اپنے پاس بلایا اور شراب

وغیرہ انھین مین سے تھے جب شجاع الدولہ فرمان روا ہوے تو نواب محمد علیخان نے اُن کی اطاعت نکی اسلیے معزول ہوکر لکھنؤ مین آئے۔ اور منصور نگر مین رہنے لگے۔

حرمت خان بن حافظ رحمت خان کا بریلی پہونچکر پیلی بھیت کے لے لینے کی کوشش کرنا آخرکار آصف الدولہ اور نواب فیض اللہ خان والی رامپور کی فوجون سے مغلوب ہوکر بھاگ جانا

حافظ رحمت خان کے بیٹون مین سے حرمت خان اور اکبر خان اور عظمت خان نے جان بر سلوک صاحب کے ورا ہے کو قبول نہ کیا اور ۱۱۹۱ھ ہجری مین روہیلکھنڈ کو چلے گئے۔ حرمت خان تھوڑے سے سوار و پیادہ جمع کرکے پیلی بھیت کی طرف روانہ ہوا اور اُس مقام کو فتح کرنا چاہا نواب آصف الدولہ کی جس قدر فوج یہان متعین تھی اُس نے مدافعت کی حرمت خان کی جمعیت کم تھی اور قلعہ مضبوط تھا سر نہو سکا وہان سے بھاگ کر نانک متہ کے جنگل مین جو دامن کوہ مین واقع ہے چلا گیا آصف الدولہ نے خبر پاکر حاکم بریلی کو حکم دیا کہ حرمت خان کے تعاقب مین فوج بھیجکر وہان سے نکالدے اور نواب فیض اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ اپنی فوج حرمت خان کے تعاقب مین روانہ کرین اور اُس کو پہاڑ سے نکالدین نواب موصوف نے مُلّا صید خان بخشی اور احمد خان ولد فتح خان خانسامان کے سالے حرمت خان کے پیچھے نانک متے کی طرف بھیجے ان دونون فوجون سے حرمت خان کا مقابلہ ہوا تھوڑی سی لڑائی کے بعد حُرمت خان کوہ کمایون پر چڑھ گیا۔

بخیبون کا تمن لاکر پالکی کے پاس کھڑا کر دیا جواہر علی خان سوار نہ ہوا تلنگے شام تک
انتظار کر کے لوٹ گئے القصہ آٹھ دن تک یہ کشمکش رہی حسن رضا خان نے تمام حال
فیض آباد کا نواب وزیر کو لکھ بھیجا اُنھون نے حکم بھیجا کہ بندوقین لے کر لوٹ آؤ
جب بندوقون کی درخواست کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ چوراسی ہزار روپے
کے بدلے مین ہم دہ دیدو اور لو خان مذکور نے ایک تمسک لکھدیا کہ لکھنؤ پہونچکر
آٹھ دن مین روپے بھیجدونگا اور بندوقین ہمراہ لے گئے یہ ہنگامہ ماہ شوال
۱۱۹۰ھ ہجری مین واقع ہوا تھا۔

جواہر علیخان وغیرہ خواجہ سراؤن کی حقیقت

چونکہ ان خواجہ سراؤن نے اس سلطنت مین خوب نام پیدا کیا گل چھرے اُڑائے
نواب اور اُن کی مان مین کئی بار فساد کرائے اسلیے انکا کچھ حال سُننا چاہیے۔

نواب محمد علی خان نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے چچازاد بھائیون سے تھے
نادر شاہ کے حملۂ ہندوستان کے بعد سے خیرآباد کے حاکم تھے مُدت دراز تک اُس ضلع پر
حکومت کی ایکبار اُس ضلع کے زمینداروں نے تمرد کیا سرکاری زر واجبی روک لیا
محمد علیخان نے اُن پر حملہ کیا اور بھاری لڑائی ہوئی نواب نے ہاتھی کی عماری سے اُترکر
ایسی شمشیر زنی کی کہ کشتون کے پشتے لگادیے خود بھی مُہلک طور پر زخمی ہوے لیکن
غالب مسلمان رہے بہت سے ہندو مارے گئے اُنکے بچے اور عورتین پکڑی گئین نواب
نے زخمون سے غسل صحت کے بعد اُن لڑکون کو خواجہ سرا بنادیا زخم کی تکلیف سے
ایک لڑکا مرگیا اور باقی سب زندہ رہے جواہر علی خان و عنبر علی خان و نشاط علیخان

سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین تعمیر کرائی اور سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین جعفر گنج مین ایک مسجد تیار کرائی ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین میر زین العابدین نے انتقال کیا۔ بعض تو یہ کہتے ہین علت محاسبہ مین گرفتار ہو کر قید ہستی سے رہائی پائی مولوی فائق نے اُسکی وفات کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

چون وفات میر زین العابدین — خلق را افزود صد رنج و قلق
ماہ شعبان بود ہم یوم الخمیس — کز غمش گردیدہ جانم سینہ شق
سال تاریخش نوشتن خواستم — از سواد خامۂ غم بر ورق
گفت فائق با دو حرف حزن دل — گشت زین العابدین واصل بحق

الفاظ حزن دل سے حا اور زا کے عدد لے کر مصرعۂ آخر کے اعداد کے ساتھ ملائین تو سنہ ۱۲۱۰ ہجری ہو جائین زین العابدین کی وفات کے بعد اُس کی زوجہ مصری بیگم کے ہاتھ کئی لاکھ روپے کا ترکہ نقد و جنس آیا یہان تک کہ بعض نے ستر لاکھ روپے کا ترکہ بتایا ہے مصری بیگم نے الماس علی خان سے کہا کہ اس قدر نقد و جنس شوہر کے متروکے مین سے میرے پاس حاضر ہے اُس خواجہ سرائے سیر چشم عالی ہمت نے جواب دیا کہ مردے کا مال مرنے کے پیچھے جانا چاہیے اسلیے مناسب یہ ہے کہ لڑکون کو تقسیم کر دو مین محتاج اور کوتاہ ہمت نہین کہ اُس کو لون مصری بیگم نے وہ تمام ترکہ اپنے بیٹون کو تقسیم کر دیا سید زین العابدین خان کثیر الاولاد تھا اُسکے بعض بیٹون نے وہ زر نقد عالم شباب مین اُڑا دیا اور بعض اولاد نہایت رشید نامور ہوئی اُن کو نواب وزیر کی سرکار سے نظامتین ملین اُن مین سے سید کاظم اور میر ہادی علی اور میر باقر علیخان تھے۔

واقعات متفرق

(۱) فتح چند نایک قلعہ دار تال گانوٗن نے جو فرخ آباد کے قریب ہے بغاوت کی تو کرنیل گاڈر لشکر لے کر اُسکے سر پر پہونچا اور اُس کو گرفتار کیا۔

(۲) اس عرصے مین امیر الدولہ حیدر بیگ خان نے راجہ صورت سنگھ کو جو بریلی کی حکومت پر سعادت علی خان کے بعد سے مقرر ہوا تھا معزول کیا اور اُسکی جگہ کندن لال مقرر ہوا جیسا کہ طلسم ہند سے ثابت ہے مگر شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ کندن لال پہلے مقرر ہوا تھا اسکے بعد راجہ صورت سنگھ کا تقرر ہوا جس نے کندن لال کے خاندان کو خدمات سے معزول و موقوف کر کے قید کر دیا۔

(۳) ارکان سلطنت نے سید جمیل الدین تورانی کا رسالہ توڑ دیا تو یہ رسالہ مرزا نجف خان ذو الفقار الدولہ کے پاس چلا گیا یہ شخص سید تھا اور میر شجاع الدین بن شاہ قلی بن میر تقی کا بیٹا تھا یہ میر تقی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے مین بڑے مرتبے کا آدمی تھا۔

(۴) اس دور حکومت مین میان دوآب کا تمام مُلک رُکن الدولہ الماس علیخان خواجہ سرا کو ایک کروڑ اور کئی لاکھ روپے پر ٹھیکہ مین ملا میر زین العابدین خان معروف بہ کوڑی والا اُسکی طرف سے میان دوآب مین کئی پرگنون پر حکومت رکھتا تھا اور الماس علی خان کی رفاقت مین بڑے اعزاز سے رہتا تھا اور اسطرح لاکھون روپے کا سرمایہ بہم پہونچا کر بٹھور مین ایک امام باڑہ اور مسجد لب دریا

رہتا تھا آصف الدولہ کے عہد مین لکھنؤ مین رہنے لگا پنشن سرکار انگریزی سے
پاتا تھا کم شغل تجارت رکھتا تھا اس کا گورنر جنرل کی کونسل کے دو ایک ممبرون
سے بہت میل تھا اگرچہ انگریز نہ تھا مگر سرکار کمپنی مین اُس کا بڑا اعتماد تھا امیر الدولہ
نے اُس کی معرفت کلکتے کو لکھکر جان برسٹو کو ۱۷۸۲ عیسوی مین معزول کرا دیا۔
بعد اس کے دونون مین بہت دوستی ہو گئی اور امیر الدولہ کا بھی اقتدار بڑھ گیا
بعد اس کے کپتان مارٹین جنرل مارٹین ہو گیا عمارت مین بہت سلیقہ رکھتا تھا
بڑی بڑی عمارتین لکھنؤ مین بنوائین اسکی ایک کوٹھی مین مرزا سلیمان شکوہ رہا کرتے
تھے دوسری کو پچپن ہزار روپے مین سعادت علی خان نے اُس کی وفات کے بعد
مول لے کر اپنی عمارات مین ملا لیا اور نام اس کا فرح بخش رکھا اور اُس مین ایسی عمدہ
تعمیر اپنی طرف سے کی کہ جو قابل دید تھی اگرچہ پہلے سے بھی اچھی تھی اب اور بھی خوب
ہو گئی تیسری کوٹھی بی بی پورہ کی راہ مین تھی اور یہ قابل دید عمارت تھی اس کی تعمیر
مین پندرہ لاکھ روپے کا صرف بتاتے ہین جب مارٹین صاحب نے اسکی تعمیر کا ارادہ
کیا تو اول نقشہ نواب آصف الدولہ کو دکھلایا اُنھون نے نقشے کو پسند فرما کر اُس کے
خریدنے کی خواہش ظاہر کی بعض کہتے ہین کہ اُس کی قیمت دس لاکھ روپے قرار پا گئی
پس پندرہ لاکھ روپے صرف ہونے کی بات غلط معلوم ہوتی ہے۔ آصف الدولہ کے
مرگ نے اس معاملے کو انجام ہونے دیا اور چند روز کے بعد وہ جنرل بھی مر گیا اور یہ تعمیر
ناتمام تھی مگر اُس نے بنظر اس کے کہ کوئی حکم ہان آیندہ اس کو ضبط نہ کر لے یہ وصیت
کر دی تھی کہ اس کی لاش اس مکان مین دفن ہو اور جو روپیہ اُس نے واسطے تیاری
مدرسہ کے جمع کیا تھا اُس کے سود کی آمدنی سے یہ تعمیر اختتام کو پہونچی غدر کے زمانے مین

امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا اقتدار

جبکہ حیدر بیگ خان نے دیکھا کہ انگریزی فولادی پنجے کی مدد سے ریاست بیرونی حملون سے محفوظ ہے تو شجاع الدولہ کے وقت کے رسالہ دارون کی تنخواہ کوڑی کوڑی ادا کرکے الگ کردیا سب نجف خان کے پاس دلی کو چلے گئے پھر بھی انگریزی سپاہ کی تنخواہ دینا پڑی اور سوار و پیادے ریاست مین بھی کثرت سے ملازم تھے اِن کی تنخواہین بھی سال مین ایک بار یا دس مہینے مین یا آٹھ مہینے مین دینا پڑتی تھین۔ نواب آصف الدولہ الگ عیش و عشرت اور تعمیرات مین لاکھون روپے لگاتے تھے اگر نواب کو بیس لاکھ روپے کی بھی ضرورت ہوتی تو فوراً لیتے اگر روپے کے پہونچنے مین گھڑی دو گھڑی کی بھی دیر ہو جاتی تو زمین و آسمان کو برہم کر دیتے ان مصارف کی وجہ سے انگریزی کمپودون کی تنخواہ کے پہونچنے مین دیر ہوتی تھی اس لیے جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ سے امیر الدولہ کی رنجش پیدا ہوگئی اسکے سوا اور بھی اسباب تھے جب امیر الدولہ نے دیکھا کہ رزیڈنٹ ہر کام مین اُن کو دباتا ہے اور وہ اُسکے مقابلے مین عہدہ برآ نہین ہوسکتے تمام اعلیٰ عہدہ دارون کا عزل و نصب بھی رزیڈنٹ کے ہاتھ مین تھا تو اُنھون نے یہ تدبیر سوچی کہ جان برسٹو کی بدلی کرا دی جائے اور آیندہ سوائے رزیڈنٹ کے خود بھی گورنر جنرل سے سوال جواب کرسکے چنانچہ راجہ نند رام پنڈٹ کشمیری کے توسط سے جو حسن رضا خان کا رفیق تھا اور قبل اسکے محمد ایلچ خان کی سرکار کا مختار تھا مارٹین صاحب سے موافقت ہوگئی یہ شخص فرانسیس تھا اور پہلے کپتان تھا شجاع الدولہ کے عہد مین میجر پولیر کے ساتھ

محبت خان کی سفارش کی۔ اور وہ محبت خان کو اپنے ساتھ لکھنؤ مین لے آئے اور
اُن کا ماہوار دو ہزار روپے کا بدستور بحال کردیا اور جب خود گورنر جنرل لکھنؤ آئے
تو اُنھون نے آصف الدولہ سے کہا کہ محبت خان کی تنخواہ آپ کے خزانے سے رزیڈنسی
کے خزانے مین جایا کرے وہان سے محبت خان کو مل جایا کرے گی اُس وقت سے
محبت خان کی تنخواہ لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت ملنے لگی اور حافظ صاحب کا خاندان
کمپنی کے متوسلون مین مقرر ہو گیا۔ محبت خان انگریزون کو اپنا حامی سمجھ کر
رزیڈنٹ کے دربار مین جایا کرتے اور نواب آصف الدولہ کے دربار مین بھی حاضر ہوتے
نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ نواب محبت خان کا طریقہ شہر لکھنؤ مین نواب وزیر اودھ
سے یہ رہا کہ آٹھوین دن جمعہ کے روز ملاقات کو جاتے تھے اور نواب وزیر اودھ تعظیم دیکر اپنے پاس
بٹھاتے تھے اور برادر کہکر گفتگو کرتے تھے نواب محبت خان عیدین وغیرہ مین نچھاور کرتے
تھے نذر کبھی نہین دی۔ شادی و غمی وغیرہ مین نواب وزیر اودھ خود نواب محبت خان
کے مکان پر آتے تھے یا اپنے ولی عہد کو برائے مشارکت بھیجتے تھے نواب سعادت علیخان
کے ابتدائے عہد مین محبت خان کے بھائی ذوالفقار خان کا انتقال لکھنؤ مین ہوا
فاتحہ خوانی کے لیے نواب نے اپنے بڑے بیٹے غازی الدین حیدر کو بھیجا نواب سعادت علیخان
خود بھی ایک دو مرتبہ محبت خان کے مکان پر آئے مگر آخر زمانے مین کسی قدر شکر رنجی
واقع ہوکر ملاقات ترک رہی کیونکہ نواب کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیان ہمارے
لڑکون کو دین اور ہماری لڑکیان اپنے فرزندون کے واسطے کرین محبت خان نے
یہ بات نامنظور کی۔

تنبیہ تاریخ مظفری سے مستفاد ہوتا ہے کہ سید ربیگ خان کلکتے کو دوبار گئے

مارٹین صاحب کی قبر کھود کر اُس کی ہڈیان جو باقی تھین اُن کو مفسدون نے پاش پاش اور پریشان کردیا تھا مگر بعد فرو ہونے مُفسدے کے کچھ ہڈیان جو دستیاب ہوئین دوبارہ قبر مین رکھی گئین۔

اِس جملۂ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جان برسٹو کے چلے جانے کے بعد جو رزیڈنٹ آتا امیر الدولہ سے موافقت رکھتا ورنہ یہان جمتا نہین۔ جان برسٹو صاحب آخر ۱۱۹۷ہجری مین دوبارہ لکھنؤ کی رزیڈنسی پر آیا لیکن تھوڑے دنون رہا اور اُسکی مداخلت زور کے ساتھ جم نہ سکی کیونکہ یہان کی بنا مستحکم ہو گئی تھی۔

حافظ رحمت خان کے بیٹون کے ساتھ سلطنت کی بدسلوکی

جب ۱۷۸۲ء مین برسٹو صاحب معزول ہو کر مڈلٹن صاحب اُس کی جگہ لکھنؤ کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو پھر لکھنؤ کے اہلکارون نے حافظ رحمت خان کے خاندان کی تنخواہ دینے مین تساہل کیا محبت خان مجبور ہو کر کلکتے کو گیا اور گورنر جنرل سے استغاثہ کیا طلسم ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سلطنت اودھ نے گورنر جنرل کو لکھدیا تھا کہ محبت خان سے ملاقات نکرنی چاہیے اسلیے گورنر جنرل نے محبت خان سے ملاقات نہ کی مگر گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے محبّت خان کی بہت دلجوئی کی اور پانچہزار روپے دعوت کے اور ایک گھوڑا محبّت خان کو عنایت کیا اور وعدہ کیا کہ مین آپ کے معاملے مین آصف الدولہ سے سفارش کرون گا چنانچہ جب امیر الدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے مرسلہ کلکتے کو گئے تو گورنر جنرل نے اُن سے نواب

یہ تمام کیفیت مسیر طالبی مین لکھی ہے۔ حیدر بیگ خان اور کرنیل ہانی مین کچھ صورت عناد پیدا ہوئی اس لیے کرنیل ہانی کلکتے کو چلا گیا اور مرزا ابو طالب خان کا بھی کاروبار برہم ہوا ناچار یہ بھی ۱۷۸۷ء مین کلکتے کو اس غرض سے چلا گیا کہ خود جا کر گورنر جنرل سے داد خواہ ہو۔ اگرچہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل اُس سے نہایت تپاک سے پیش آئے۔ لیکن وہ اسکی کچھ مدد نکر سکے کیونکہ ٹیپو سلطان کے خلاف فوج کے کمانڈر نچیف ہو کر مدراس جا رہے تھے۔ چار برس تک وہ سخت انتظار کی حالت مین کلکتے پڑا رہا کہ شاید اِس کو وہان سے کچھ نفع ہو جائے۔ جب ۱۷۹۲ء مین لارڈ کارن والس کلکتے واپس آئے تو اس کو گورنر جنرل کا سفارشی خط نواب اور رزیڈنٹ لکھنو کے نام ملا جس مین لکھا تھا کہ مرزائے موصوف کو کوئی عہدہ عطا کر دیا جائے یہ خطوط لے کر مرزا ابو طالب خان لکھنو پہونچا نواب آصف الدولہ اُس سے براحم خسروانہ پیش آئے اور اُس کو یہ اُمید دلائی کہ کوئی معقول عہدہ دیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے لارڈ کارن والس کے ہندوستان چھوڑتے ہی نواب کا سلوک برعکس ہو گیا اور بجائے اس کے کہ اُس کو حسب وعدہ کوئی عہدہ دیا جاتا اُس کو حکم دیا کہ لکھنو خالی کر دے مجبوراً اُس کو پھر کلکتے آنا پڑا اس وقت سر جان شور گورنر جنرل تھے اُنھون نے بھی اُس کی امداد کا وعدہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اِس وعدے نے کبھی فخر ایفا حاصل نہ کیا اس مرتبہ پھر اُس کو تین سال متواتر سخت انتظار سے سابقہ پڑا اور آخر مایوسی نے بصرف اُس کا دل ہی توڑ دیا بلکہ اُسکی صحت پر بھی بہت بڑا اثر کیا۔ شاید ان ہی وجوہ سے اُسنے ایک انگریز دوست کے ہمراہ انگلستان جانے کا قصد کیا۔ مرزا ابو طالب خان ۱۷۹۹ء مین روانہ انگلستان ہوا۔ عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو ہندوستانی

ایک بار وارن ہسٹنگ کے عہد مین سنہ ۱۱۹۸ ہجری مین اور دوسری مرتبہ سنہ ۱۲۰۰ ہجری مین لارڈ کارن والس کے زمانے مین۔

نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی ابناے شجاع الدولہ

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے چوتھے سال یمین الدولہ سعادت علیخان لشکر مرزا نجف خان سے پھر کر لکھنؤ مین آئے اور کچھ دنون سعادت گنج مین قیام کیا اور پھر شہر بنارس مین رہنے پر مجبور کیے گئے اور وہین اُن کے مصارف کے لیے روپیہ ریاست سے انگریزون کی معرفت ماہ بماہ پہونچتا تھا۔

بعد اس کے مرزا جنگلی صاحب شجاع الدولہ کے بیٹے نجف خان کے لشکر مین چلے گئے ابھی زیادہ قیام نہ کیا تھا کہ مرزا نجف خان نے قضا کی مرزا جنگلی نے بھی وہان سے مراجعت کی اور پھر کچھ دنون کے بعد عظیم آباد کو چلے گئے۔

کرنیل ہانی کے اجارے سے علاقے کا نکال لیا جانا اور مرزا ابو طالب خان کا کچھ ذکر

کرنیل ہانی نے نواب وزیر سے بہت سا علاقہ اجارہ لے کر مرزا ابو طالب خان پسر محمد بیگ خان کو وہان کا کاروبار سپرد کیا۔ مختار الدولہ کے عہد تک مرزائی کے ساتھ بخوبی گذری۔ مختار الدولہ کے بعد حیدر بیگ خان نے مرزا ابو طالب خان کی تنخواہ کم پانسو روپیہ ماہوار پاتا تھا موقوف کی اس وجہ سے اُس کا دل ٹوٹ گیا چنانچہ اُسنے

غلام حسین خان بنگالے والے کے رفقا سے تھا آئمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم مین معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع و نقد و جنس اور عمارات اور زن و فرزند بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سیدا لشہدا کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض اُدھار سے زر نقد بہم پہونچا کر مول لیتا تھا غرض کہ جس جگہ اس نے عملداری کی بیمثل رہا پہلے فیض آباد مین مامور ہوا وہان چوری کا بہت زور و شور تھا وہان حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص شب کو اپنے گھر کا دروازہ بند نکرے خدانخواستہ اگر کوئی صورت نقصان کی ظہور مین آئے تو سرکار اُس کو عوض نقصان دے گی اور جو کوئی چوری کی علت مین گرفتار ہوتا اُسکو قتل کروا دیتا اور ہاتھ کاٹ ڈالنا تو ایک بات تھی اس سبب سے چورون کا نام باقی نرہا اور جس جگہ تھوڑے دنون کے لیے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا تھا اور اپنی قبر بنواتا تھا اور کہتا تھا کہ آخر ایک دن جہان سے اُٹھنا ہے اور جبکہ نواب آصف الدولہ نے آستانۂ نجف اشرف کی درستی کے لیے پانچ لاکھ روپے اور سرفراز الدولہ نے دو لاکھ روپے حاجی محمد کی معرفت بھیجے تھے تو خواجہ صاحب نے بھی اپنی مقدرت کے موجب ایک معقول رقم بھیجکر تعمیر مین شرکت کی تھی اور ہمیشہ چرمی تسمہ زیب کمر اور لباس شنجرفی در بر رہتا تھا اور جب حکام کو عرضی لکھتا تھا تو اول یہ عبارت لکھ دیتا تھا " دانا بر حق موجود بے شک " اس فقرے کے بعد قلم جانب مطلب اُٹھتا تھا اور غریبون کو اُس کے لنگر خانے سے کھانا اور جاڑون مین لباس سرمائی ملتا تھا اُسکے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا ابراہیم علیخان بریلی مین چند مدت عہدۂ دیوانی پر مامور رہا پھر انگریزی تحصیلداری پہ نوکر ہوا۔

آدمی انگلستان گیا ہے وہ راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ سُن کر لوگون کو تعجب ہوگا کہ
راجہ موصوف کے جانے سے پہلے مرزا ابو طالب خان ولایت پہونچ چکا ہے انگلستان مین
وہ ایرانی شاہزادہ مشہور تھا اُس نے چار سال سفر مین صرف کیے اور اِس عرصے مین
تینون براعظم یعنی ایشیا افریقہ اور یورپ دیکھ لیے جب وہ کلکتے مین واپس آیا تو اُس
نے اپنے روزنامچون سے سفرنامہ مرتب کیا اور نام اُس کا مسیر طالبی رکھا جس کو مسٹر
چارلس سٹوارٹ پروفیسر زبان ایشیائی نے انگریزی مین ترجمہ کر کے ۱۸۱۰ء مین
انگلستان مین چھپوایا تھا ہندوستان مین آکر وہ بندیلکھنڈ کے ایک ضلع مین کلکٹر
مقرر کردیا گیا اور اِسی عہدے پر ۱۲۲۰ ہجری مطابق ۱۸۰۵ء مین اُس نے انتقال
کیا چونکہ وہ پس ماندگان کے لیے کوئی کافی ذریعۂ اوقات بسری نہین چھوڑ گیا تھا
اِس لیے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُس کی بیوہ اور بچون کی پنشن مقرر کردی۔

اسمٰعیل بیگ خان شورہ والا

اُسی زمانے مین اسمٰعیل بیگ خان شورہ والہ کے لیے جو حیدر بیگ خان کا ساعی
ہوا تھا صوبۂ الہ آباد کی حکومت قرار پائی چنانچہ اُس نے وہان پہونچکر مطالبہ
باقیات مین اکثر زمینداردن کی اراضی واملاک مول لیکر صاحب دولت بنگیا۔ مگر
دولت حیات سے ہاتھ اُٹھایا۔ اُس کا بیٹا زین العابدین خان چند مدت بریلی مین
سرکار انگریزی کا نوکر رہا آخر بیکاری کی حالت مین لکھنؤ مین قضا کی۔

خواجہ عین الدین انصاری صوبہ دار بریلی

دوسرے برس خواجہ عین الدین انصاری عملداری صوبہ بریلی پر مقرر ہوا یہ شخص

ہوا اور راجہ کا خطاب ملا۔

(۳۳) جلوس آصفی سے آٹھوین سال لکھنؤ مین محکمہ عدالت قائم ہوا مفتی غلام حضرت اور قاضی غلام مصطفےٰ سے فتوے مسائل شرعیہ واحکامات عدالت متعلق تھے مگر بھوانی سنگھ اردلی کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ اُس کی مداخلت کی وجہ سے مقدمات عدالت ضعف پذیر رہے اسلیے عدالت کی افسری سید محمد نصیر برادر عم زاد مختار الدولہ سے نامزد ہوئی اور مولوی محمد امین فتوے کے واسطے مقرر تھے اُن کی تنخواہین سرکار سے مقرر تھین لیکن علماء عدالت کی تنخواہ تساہل کے ساتھ ملتی تھی راجہ ٹکیٹ رائے مدار المہام دیوانی چونکہ مفتی غلام حضرت پر مہربانی رکھتا تھا اس واسطے سید محمد نصیر برداشتہ خاطر ہو کر بنارس کو چلے گئے اور غلام حضرت کا طوطی بولا۔

(۳۴) ایکبار غلام قادر خان بن نواب ضابطہ خان خلف نجیب الدولہ اپنے باپ سے روٹھ کر لکھنؤ مین آئے نواب آصف الدولہ نے جھالر دار پالکی بخشی اور نواب ضابطہ خان سے اُنکی سفارش کی اِس وجہ سے پھر اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

نواب آصف الدولہ اور اُنکے اہلکارون کے مصارف

نواب آصف الدولہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ ہولی اور بسنت وغیرہ کے جشن اور دوسرے لاابالی مصارف مین خرچ کرتے تھے اور ہر سال جو شکار کے لیے کوچ درپیش ہوتا تھا تو کارپردازون پر اس قدر سختی روپے کی طلبی مین فرماتے تھے کہ حیدر بیگ خان اور راجہ ٹکیٹ رائے کا دم ضیق مین پڑتا تھا اسی وقت حاضر کرتے تھے اِس کے سوا نواب وزیر کے مزاج مین یہ بات بھی تھی کہ جو تاجر کوئی عمدہ شے لاتا تھا بلا تکلف خرید فرماتے

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کی لکھنؤ مین آمد

اقبال الدولہ کی خرابی

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کلکتے سے لکھنؤ مین آیا نواب وزیر نے الہ آباد تک استقبال کیا اور بکمال طمطراق کے ساتھ شہر لکھنؤ مین لائے بزم ضیافت آراستہ کی اُن دنون سرکار کمپنی کو دکن مین حیدر نایک سے جس کا دار السلطنۃ سرنگ پٹن تھا سخت جنگ در پیش تھی جرنیل صاحب نے نواب وزیر سے زر نقد اور فوج کے ساتھ مدد کرنے کی درخواست کی چنانچہ امرائے لکھنؤ اور جملہ جاگیر دارون پر کئی لاکھ روپے کا چندہ قرار پایا مگر ہر ایک کو اس بات مین اغماض تھا اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے پیش قدمی کی اور ساٹھ ہزار روپیہ دیا تو چندے کا راستہ طوعاً و کرہاً جاری ہوا حیدر بیگ خان اور سرفراز الدولہ کو اقبال الدولہ کا یہ معاملہ خوش نہ آیا اسلیے اُنکی جاگیر قرق کی اور تین ہزار روپیہ جو اُنکا درماہہ تھا موقوف کیا۔

متفرق واقعات

(۱) آصف الدولہ کے جلوس سے ساتوین برس راجہ بلبھدر سنگھ ناظم اور حیدر بیگ خان سے قرقی تنخواہ کی علت مین مقابلہ پیش آیا بندلیون نے اسکی مدد کی آخر کار فوج انگریزی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اوراسی سال بچھراج متوطن بنارس شہر بنارس سے کسی فتنہ انگیزی کے باعث کہ خوف سیاست دامنگیر تھا بھاگ کر آیا پھر چند خزانچی کے عزل کے بعد خزانچی مقرر

بڑھتا جاتا تھا آصف الدولہ خود تو رات دن عیش و عشرت مین مشغول رہتے تھے ان کے اہلکار رشوت اور تغلب مین مصروف تھے اس سبب سے سارے مُلک مین اندھیر تھا۔ زمیندار سرکش تھے رعایا افلاس اور تباہی کی حالت مین ڈوبی ہوئی تھی جب تک نواب کا تعلق انگریزون سے نہ ہوا تھا تین کروڑ روپے کی آمدنی اُن کے ملک کی تھی ۱۷۷۶ء مین آمدنی اس سے آدھی بھی نہ ہوئی اور آگے سالون مین اور بھی زیادہ خاک اُڑی فیض آباد مین جو عہد و پیمان روہیلون کی لڑائی کے بعد نواب سے ہوے تھے جس عہدنامے پر شروع ۱۷۷۵ء مین آصف الدولہ نے دستخط کیے تھے اُس مین یہ ٹھہرا تھا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا ایک برگیڈ اودھ مین رہے گا اور اُس کا خرچ نواب کے ذمے ہوگا کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی اس امر کو منظور کرلیا تھا کہ اگر نواب کی مرضی ایسی ہو تو ایک برگیڈ وہان رہا کرے غرض اس سپاہ کا رہنا جبراً و قہراً نواب کے ذمے نہین لگایا گیا تھا اُن کی مرضی پر موقوف تھا ۱۷۷۸ء مین ایک اور برگیڈ انگریزی سپاہ کا جس مین انگریزی افسر حکمران اور چھ پلٹنین پیادون کی اور ایک توپخانہ اور ایک حصہ سوارون کا شامل تھا چند روز کے لیے اور بڑھایا گیا۔ اور فتح گڑھ مین تعینات ہوا کیونکہ نواب کو خوف آس پاس کے حملون کا تھا اور نواب کی بہت سی سپاہ انگریزی افسرون کے ماتحت ہوئی اس جدید برگیڈ کے خرچ کے واسطے کوئی مقدار معین نہین ہوئی اور مختلف اوقات مین تھوڑی تھوڑی سپاہ ضرورتون کے وقت بلائی گئی ۱۷۷۹ء مین برگیڈ چندروزہ کا خرچ آٹھ لاکھ روپیہ اور نواب کی سپاہ مین افسرون کا خرچ چار لاکھ روپیہ تخمینے سے زیادہ ہوا یہ تو سپاہ کے خرچ کا حال تھا اب دوسرا خرچ رزیڈنٹ اور اُس کے عملے کا تھا اب اُس پر گورنر جنرل کے ایک

تھے خصوصاً انگریزی سوداگرون کا مال ایک روپے سے لاکھ روپے تک مول لینے مین
دریغ نہ تھا۔ مارٹین صاحب فرانسیسی جو میجر پھولیر صاحب کے مصاحبون سے تھا اُسنے
لاکھون روپیہ نواب وزیر کی بدولت تجارت مین پیدا کیا یہ کیفیت نواب وزیر کے
مصارف کی تھی حیدر بیگ خان جو سرفراز الدولہ حسن رضا خان کے نائب تھے بلکہ منیب
سے بڑھکر اقتدار رکھتے تھے اُنکے مصارف چھبیس لاکھ روپے سالانہ سے کم نہ تھے
گوٹہ کناری عطر اور پھلیل لاکھون روپے کا اُنکے محل مین صرف ہوتا تھا اور راجہ ٹکیت رائے
کے مصارف اور بھی زیادہ تھے اُنھون نے بڑی بڑی عمارتین اور متعدد باغات اور اکثر
کٹرے اور بہت سے پل اور معابد بنوائے جو آج تک اُن سے یادگار ہین اور الماس علیخان
جو ہمیشہ مستاجری کرتے رہے اُنکے مصارف اور بھی بڑھے ہوے تھے وکیل اور متصدی
ان حضرت کے اپنے گھرون مین بادشاہ وقت تھے ایک ایک نے لاکھون روپے کی عمارت
بنوا لی غرض ان مصارف نے حیدر بیگ خان کو دریاے فکر مین ڈبو دیا تھا۔ آخر کار
سپاہ پر کمی کا قلم پھرا قدیمی رسالہ دار موقوف ہوے۔

نواب وزیر کا انگریزی سپاہ اور ملازمون کے مصارف کی زیر باری سے گھبرا جانا اور اُن کا وارن ہسٹنگز سے ان مصارف کے بار سے سُبکدوش کر دینے کے لیے التجا کرنا اور نیا عہد نامہ منعقد ہونا

مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین کہتے ہین کہ جو کچھ نواب آصف الدولہ
کو سرکار کمپنی کا روپیہ ادا کرنا چاہیے تھا وہ اُن سے ادا نہو سکتا تھا روز بروز قرض

ضرور تھا کہ اُس کا فیصلہ فریقین آپس مین ملکر کر لیتے لیکن فریقین مین اختلاف تھا
اس لیے زبردست فریق کے ہاتھ مین اختیار تھا جو چاہے فیصلہ کرے۔ مگر بعض کے
نزدیک یہ ہسٹنگز صاحب کی ہٹ دھرمی تھی عہدنامے مین اور کورٹ ڈائرکٹرز کے
احکام مین صاف لکھا ہوا تھا کہ نواب کو سپاہ اپنی مرضی کے موافق رکھنے کا اختیار
ہے جس کے معنی صاف ہین کہ جب چاہین رکھین جب چاہین نہ رکھین مگر اسوقت
گورنر جنرل کو اور مشکلات درپیش تھین کہ انگریزی سپاہ کو وہ اودھ سے بلا لیتے
تو ملک مین اندھیر مچ جاتا۔ میدان خالی دیکھکر آس پاس کے دشمن اودھ پر پل پڑتے
خصوصًا مرہٹے اس تاک مین بیٹھے ہوے تھے وہ ضرور ملک پر چڑھائی کرتے اور
پامال کر ڈالتے اور سرکار کمپنی کا قرضہ نواب سے کیسے وصول ہوتا وہ سارا مارا جاتا
مرہٹون سے ڈانڈا ملتا۔ سرحد کی حفاظت مین اور اُن سے لڑنے مین سرکار کا اور روپیہ
خرچ ہوتا اب بھی سرکار کمپنی دو والے مین تھی پھر معلوم نہین کیا ہوتا۔ حفاظت
خود اختیاری کا قانون انصاف کے قانون پر غالب تھا۔ نواب اودھ حقیقت مین
سرکار کمپنی کے تابعین سے تھا بغیر اُس کی حفاظت وحمایت کے وہ ایک روز نوابی
نہین کرسکتا تھا۔ ہسٹنگز نے جیسے کوئی اپنے تابعین کو حکم دیتا ہے نواب کو لکھا کہ
اُن کو سپاہ رکھنی پڑے گی جو استحقاق آقا کو ملازم پر حاصل ہوتا ہے سرکار کو نواب پر اور
اُس کے ملک پر یہ حق حاصل تھا۔ گورنر جنرل سے جب اس بات کی دلیل ولایت
مین پوچھی گئی کہ اُس نے ایسا کیون کیا تو اُس نے کہا کہ عہدنامے کی عبارت پہلودار
تھی اُسکے معنی مشتبہ تھے اِسلیے زبردست کو اختیار تھا کہ جو معنی چاہتا وہ عبارت
مشتبہ کے مقرر کرتا مگر یہ جواب ہٹ دھرمی پر فریب اور دھوکے کا روغن چڑھانا

اور ایجنٹ کا خرچ زیادہ ہوا اس کے علاوہ ملازمان سرکار کمپنی کے تحفہ تحائف پنشن وغیرہ کا جُدا صرف تھا۔ ۱۸۰۰ء مین نواب نے گورنر جنرل سے اس کمپو کے خرچ سے سُبکدوشی پانے کی التجا کی اور کہا کہ مین اُس کے بار کے تلے دبکر مرا جاتا ہون اور تین برس مین سارے میرے مُلک کی آمدنی کھا گیا اب میرے گھر کے آدمیون کو بھی کھانے کو کچھ نہین بچتا۔ شجاع الدولہ کی اولاد کو چوتھائی تنخواہ ملتی ہے ان ضرورتون کے سبب سے مُلک کا خراج بڑھانا پڑا اس سے اُس کی تحصیل مین اور بھی زیادہ خسارہ آگیا زمیندار اور کاشتکار بھاگ بھاگ کر چلے گئے سپاہی اور پرانے شریف اور نجیب زادے حیران ہو کر مُلک چھوڑے چلے جاتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہے جو مُلک سے خراج وصول کرتی ہے سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہے بڑی مشکل سے گذارہ ہوتا ہے یہ خرچ اس سپاہ کا مجھ سے نہین اُٹھ سکتا۔ سپاہ کام کی نہین اُس کے افسر ایسے سرکش اور متمرد ہین کہ وہ مُلک کا اپنے تئین مالک سمجھتے ہین مُلک کا محصول نہین وصول ہونے دیتے اور سارے میرے مُلکی معاملات کو درہم برہم کر دیا ہے کب تک میرے گلے پر چھُری رہے گی۔ گورنر جنرل کب ایسی سُنتے تھے اُنھون نے خفا ہو کر لکھا کہ نواب نے خود ہی اپنے مُلک کی حفاظت کے واسطے انگریزی سپاہ کو بلایا ہے اُسکے سارے خرچ اُٹھانا اُن کے ذمّے واجب ہے اُسکے بلا لینے یا گھٹانے کا اختیار ہم کو ہے۔ ہم جب چاہین ایسا کرین نواب کو اپنے عہد کے موافق تنخواہ دینی چاہیے خواہ اس مین مُلک کی آمدنی اُن کی سپاہ کو بھوکا مارے یا اُس کو موقوف کر دین یہ اُن کا اپنا قصور ہے کیون عیاشی اور بدکاری مین پھنسے رہتے ہین جس سے مُلک کا یہ حال ہو گیا ہے۔ عہدنامے مین تو میعاد سپاہ کے رہنے کی متعین نہین تھی اس لیے

جو مجکو دینا چاہیے اُس کے ادا کرنے کی مجھ مین استطاعت نہین میری والدہ اور دادی نے جو خزانہ لے لیا ہے اُس کو چھین لینے کی مجکو پروا نگی ہو۔ چنانچہ دوسری شرط یہ قرار پائی کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کرلین مگر جس جاگیردار کی سرکار کمپنی دستگیری کرے اُس کی پنشن نقد موافق محاصل جاگیر کے نواب رزیڈنٹ کی معرفت دین اس عہدنامے پر چوتھی شرط یہ تھی کہ کوئی رزیڈنٹ فرخ آباد مین مقرر نہو۔

قولنامہ جو وزیر نے گورنر جنرل سے کیا

چونکہ میری درخواستین بلا کمی و تامل کے منظور ہوئین مین اب مکرر وہ درخواست گذارش کرتا ہون کہ مین نے زبانی عرض کیا تھا اور امید ہے کہ آپ میرے تمام معروضات پر لحاظ فرمائینگے اور یقین ہے کہ اُن کی منظوری بلا تامل فرمائی جائے گی کیونکہ اُن مین صرف آپکی مہربانی درکار ہے اور کمپنی کو کچھ تعلق اُن سے نہین ہے صرف اس قدر کہ جو روپیہ مجھ سے لینا ہے وہ کمپنی کو دیا جائے مین اس واسطے عرض کرتا ہون کہ جو تعداد نفری سہ بندی اور دوسری فوج کی کثرت سے ہو گئی ہے وہ کم کی جائے اور ایک حد مقرر ہو جائے اور اُن کی تنخواہ آمدنی پر نہ دلائی جائے بلکہ خزانے سے نقد ملا کرے اور اُس کی تعداد نفری اُسی قدر ہو جس قدر روپیہ خزانے سے مل سکتا ہو مگر چونکہ یہ امر بہت مشکل ہو گا جب تک کہ میرے خانگی اور علاقے کے اخراجات جُدا نہ ہون مین یہ بھی عرض کرتا ہون کہ مجکو کچھ روپیہ مقرر ہو کر اخراجات خانگی کے واسطے

ف دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ بشپرج صاحب ۱۲

تھا عہدنامے مین کوئی عبارت مشتبہ نہ تھی۔ سوا اس کے گورنر جنرل نے یہ کہا کہ نواب نے جو یہ درخواست دی تھی کچھ اپنی ضرورتون کی وجہ سے نہین دی بلکہ ان کے صلاح کارون اور مشیرون کو یہ معلوم ہوا تھا کہ سرکار کمپنی کے ممبران کونسل مین طوفان نفاق برپا ہے اُس مین وہ خود غارت ہوا چاہتی ہے۔ اس لیے نواب کو ایسی درخواست پر مبادرت ہوئی اس لیے مین نے اُس کا جواب ایسا سخت دیا تھا اگر اُس کا یہ سبب نہوتا تو مین کچھ بات نواب کی مان لیتا۔ اب سرکار کمپنی کا قرض نواب پر ۱۷۸۰ء مین ایک کرور چالیس لاکھ روپیہ ہوگیا۔ سپریم کونسل نے تقاضے پر تقاضا شروع کیا نواب نے عذر پہ عذر کرنے شروع کیے کہ ملک مین میرے جان نہین میرے پاس کھانے کو بھی نہین اسپر گورنر جنرل نے یہ ارادہ کیا کہ لکھنؤ کو خود جائیے اور آصف الدولہ سے روبرو گفتگو کیجیے مگر نواب نے کچھ چکنی چپڑی باتین بنا کے اُن کو اپنے ارادے سے باز رکھا اور خود ہی تھوڑے سے مصاحبون کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس چنارگڑھ کے قلعہ مین آگئے ظاہراً معلوم ہوتا تھا کہ اس ملاقات کا انجام بخیر نہوگا کیونکہ نواب یہ چاہتے تھے کہ برگیڈ چند روزہ اور رزیڈنٹ اور اُنکی سپاہ کے انگریز افسرون کا اور بہت سے اخراجات کا بوجھ اُن کی گردن سے اُٹھ جائے اور ہسٹنگز صاحب کو روپیہ لینا منظور تھا مگر اتفاق سے ان باتون پر اتفاق ہوگیا اور گورنر جنرل نے مان لیا کہ سوا اُس برگیڈ کے جس کا خرچ شجاع الدولہ کے زمانے مین بھی لیا گیا تھا اور جسکی تنخواہ دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار تھی اور اُس ایک پلٹن کے جو رزیڈنٹ کی حفاظت کرے اور جسکی تنخواہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار قرار پائی ہے باقی تمام سپاہ کے خرچ نواب کے ذمے سے اُٹھا لیے گئے آصف الدولہ نے گورنر جنرل سے کہا کہ کمپنی کا روپیہ

بندوبست اُنھون نے اپنے ہی ہاتھ مین رکھا تھا اور آپ ہی اُس کا کل روپیہ وصول
کرتی تھین اس کے سوا شجاع الدولہ نے خزانۂ کثیر جمع کیا تھا جس کا تخمینہ تین کروڑ
روپیہ تھا وہ بھی انھین کے قبضے مین تھا یہ دونون ساس بہوین فیض آباد مین
بڑے عمدہ محلون مین رہا کرتی تھین اور آصف الدولہ لکھنؤ مین رہتے تھے گومتی کے
کنارے پر اُنھون نے عمارتین تعمیر کرائی تھین چونکہ اس وقت سرکار کمپنی کو بہت
سے اخراجات درپیش تھے اس لیے ہسٹنگز صاحب کو یہ سوجھی کہ ان بیگمون کی دولت کو
کسی طرح لینا چاہیے۔ انگریزون کو دولت اپنے اخراجات ضروری کے لیے چاہیے تھی
نواب کو اپنے گلچھرے اُڑانے کے لیے درکار تھی غرض ان دونون بھلے مانسون کے
آپس مین قول وقسم ٹھہر گئے کہ ہسٹنگز صاحب تو نواب کو فوج اور افسران ملکی کے
بار خرچ سے سبکدوش کر دین اور نواب ان دونون عورتون سے دولت لے کر
اپنا قرضہ سرکار کمپنی کا چُکا دین۔ نواب کو بحیثیت نوابی ان بیگمون کی جاگیر پر اپنا اختیار
تھا اور اُن کی دولت کے وہ وارث موافق شرع کے تھے بیٹے کے ہوتے مان کا حق
آٹھوین حصے کا ہوتا ہے اور مان کے ہوتے دادی کا کچھ حق نہین ہوتا نواب آصف الدولہ
کی غفلت یا بے پروائی یا فیاضی تھی کہ اُن کی مان اور دادی یہ خزانہ دبا بیٹھی تھین
آصف الدولہ نے مان کو بہت تنگ کر کے بہت سا روپیہ لوٹ کر اُڑا دیا تھا ۱۷۷۵ء
مین کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوے بہت دن نہین گذرے تھے ان کی بیوی نے
گورنمنٹ انگریزی کو یہ شکایت لکھی تھی کہ مین اپنے بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہون ایک دفعہ
تو ۲۶ لاکھ روپے مجھ سے اس بہانے سے لے چکا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت
ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ مانگتا ہے کہ سرکار کو عہد و پیمان کے موافق

ملا کرے اور باقی آمدنی خزانۂ عامرہ مین رکھی جایا کرے اور صاحب رزیڈنٹ بہادر اُس کا ملاحظہ کر لیا کرین اور اُس مین سے اخراجات سپاہ و دفاتر ہوا کرین اس صلاح سے مُراد یہ نہین ہے کہ سالانہ اداے سرکار کمپنی مین تخلل واقع ہو بلکہ وہ یعنی اداے قرضۂ سابق و مطالبۂ حال کمپنی ہر سال بتعداد مختلف دیا جائیگا۔

گورنر جنرل نے جو نواب کے ساتھ اس قدر رعایت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ نواب نے اُن کو دس لاکھ روپے بطور نذر کے دیے تھے نقد روپیہ تو نواب کے پاس تھا نہین کیونکہ وہ اس وقت مین قرضدار تھے۔ دس لاکھ روپے کی ہنڈی ایک بڑے مہاجن کے نام تھی گورنر جنرل نے اپنی چھٹی مورخۂ ۲۰ جنوری ۱۷۸۲ء کے ذریعہ سے کورٹ ڈائرکٹرز کو اس رقم کی اطلاع کر دی اور لکھا کہ یہ روپیہ مجھے میرے حسن خدمات کے جلدو مین مل جائے مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس عطا کے دینے مین تخل کیا اور صاف انکار کر دیا۔

عہد نامۂ چنار گڑھ کی دوسری شرط کے مضمون پر بحث

اس عہد نامے کو دیکھ کر کہ نواب اپنے مُلک مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کر لین تم کو تعجب ہوگا کہ اس مین ظاہرا کوئی نفع انگریزون کا نظر نہین آتا مگر اس مین بڑا فائدہ نقاب مین مُنھ چھپائے ہوے تھا اب آشکارا ہوتا ہے آصف الدولہ کی دادی اور مان دو بڑی بوڑھی بیگمین تھین شجاع الدولہ کے وقت مین اُن کا بڑا دور دورہ رہتا تھا اور اُن کے مرنے کے بعد بھی بہت بڑی جاگیر پر قابض تھین اس جاگیر کا اہتمام اور

کے رفیق بے دریغ خرچ کرتے تھے نواب کا خزانہ خالی تھا اس لیے گورنر جنرل کی نظر مین یہ بات ہو تو ہو کہ یہ روپیہ نواب کے ہاتھ لگ جائے تو سرکار کمپنی کا زر قرض وصول ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ بانی مبانی اس فساد کے حیدر بیگ خان تھے۔

اس کا کچا چٹھا شیخ محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے اپنی فارسی کی تاریخ فرح بخش نام مین لکھا ہے۔ یہ شخص چھ سال کامل شجاع الدولہ کے عہد مین ۱۱۸۳ھ ہجری سے یہان کے حالات دیکھ چکا ہے بعد ان کے آصف الدولہ کی مان کے خواجہ سرا ے مقرب جواہر علی خان کے ساتھ نہایت عزت و تقرب کے ساتھ سات برس تک رہا ہے جواہر علیخان کے مرنے کے بعد نواب ناظر محمد داراب علی خان خواجہ سرا کا ناظر رہا اور یہ عرصہ بیس سال کا تھا تمام حالات مفصل اور چشم دید لکھے ہین کیونکہ ان مین وہ خود بھی شریک رہا ہے پس اُس نے وہ باتین بے مبالغہ لکھی ہین جو خود سُنی اور آنکھ سے دیکھی ہین۔ یہ کتاب ۱۲۳۲ھ ہجری مین ختم کی ہے اور یہ مکمل تاریخ فیض آباد کے اُن واقعات کی ہے جو آصف الدولہ کی مان اور دادی اور اُنکے نامی نامی ملازمین مین واقع ہوے۔

الماس علی خان کا حیدر بیگ خان کے وجہی مُطالبے سے برافروختہ ہو کر اُن کی معزولی پر آصف الدولہ کو آمادہ کرنا اور نواب کی مان کا بھی اس مشورے مین شریک ہو جانا

جب حیدر بیگ خان کو استقلال کامل حاصل ہو گیا تو اب اُنھون نے جوہر طبعی دکھانا شروع کیے سب سے اول الماس علی خان پر ہاتھ ڈالنا چاہا یہ شخص ایک کروڑ روپیے کا مستاجر تھا فوج ساتھ رکھتا تھا کسی سے دبتا تھا نہین دستور اس کا یہ تھا کہ آصف الدولہ

دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائے گا تو مین تباہ ہو جاؤن گا اس پر انگریزون نے
بیچ مین پڑکر ایک عہد مؤثق بیگم کے ساتھ کیا کہ اب آیندہ آصف الدولہ اُن کو
روپے کے لیے نہین دق کرینگے اور وہ اپنی جاگیر و مال پر قابض رہنگی اور اُن کو
اختیار رہے کہ جہان چاہین وہان رہین بالفعل یہ تیس لاکھ روپے دیدین۔ مگر اب
زمانہ بدل گیا خود ضامن و محافظ کو روپے کی ضرورت تھی جس نے ضمانت دی تھی
اُس کو کچھ شرم و لحاظ اس کا نہ تھا کہ وہ آصف الدولہ سے وہ بد حرکتین کرائے
جنکو کرتے ہوے وہ جھجکتے تھے۔ اب ضرور تھا کہ ان بیگمون کی جاگیر و مال و دولت
ضبط کرنے کے واسطے کوئی وجہ بھی نکالنی چاہیے اور وجہ بھی ایسی ہو کہ جو رسم و
رواج اور دین و ایمان اور آئین و انصاف کے موافق اور آدمیت و انسانیت
کے مطابق ہو اور ادب فرزندی کے بھی خلاف نہو مان کا ادب اور پاس عزت تو
وحشیون مین بھی ہوتا ہے اسلیے سوچتے سوچتے یہ سوجھی کہ چیت سنگھ زمیندار بنارس
کی بغاوت کا الزام لگائے کہ اُنھون نے چیت سنگھ کی اعانت کی اور اُس کو فوج بھی
بھیجی اور روپیہ بھی بھیجا۔

انگریزی مورخ اور مترجم جو اصل کار سے واقف نہین ہین وہ آصف الدولہ
کی بدسلوکی کے اپنی مان کے ساتھ تمام الزام کو وارن ہیسٹنگز کے سر تھوپتے ہین اور
عہد نامۂ چنار گڑھ کی اس دوسری مجمل شرط سے کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک
مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کرلین یہ سمجھتے ہین کہ گورنر جنرل نے اُن کی مان کی جاگیر کے
ضبط کرنے کی اجازت دی ہے اگرچہ گورنر جنرل کو نواب سے کمپنی کا قرضہ وصول کرنے
کی فکر تھی اور روپیہ اُن کی مان کے پاس بہت تھا جس کو بے کار مصارف مین وہ اور اُن

اپنے پاس رکھتا ہے باقی نصف کو بھی سنبھال لیگا اور پیر و مرشد کے اقبال سے تمام
مالی حالت کا انجام اچھی طرح ہوتا ہے گا نواب سادہ مزاج نے بلا تامل اس بات کو قبول
کر لیا اسکے بعد الماس علیخان نے عرض کیا کہ شاید خاطر اشرف سے یہ بات اُتر گئی ہے
کہ نواب مختار الدولہ کے مرنے کے بعد گورنر جنرل اور پیر و مرشد کے درمیان یہ بات
قرار پائی تھی کہ اگر نائب کا تغیر و تبدل منظور ہو تو باہمی استصواب و اطلاع کے
بدون صورت پذیر نہو پس اول کلکتے کو خبر بھیجنا اور اُس طرف کی راے بھی شریک کر لینا
واجب ہے اگر جناب عالیہ متعالیہ (والدۂ آصف الدولہ) بھی گورنر جنرل کو اس
معاملے مین اشارہ فرما دینگی تو اور زیادہ استحکام کی صورت ہو جائے گی آصف الدولہ
نے اس راے کو پسند کیا۔ اس مشورے کے بعد الماس علی خان اٹاوے کو چلا گیا اور
ایک ماہ کے بعد آصف الدولہ اور سالار جنگ اُن کے ماموں یہ دونون فیض آباد
تشریف لے گئے اور جو کچھ الماس علی خان نے سمجھایا تھا وہ تمام باتین جناب عالیہ سے
ظاہر کین اور سب کے مشورے سے بہار علی خان خواجہ سرا کا گورنر جنرل کے پاس
کلکتے کو بھیجا جانا قرار پایا۔

بہار علی خان خواجہ سرا کی صدر یعنی کلکتہ کو گورنر جنرل کے پاس آصف الدولہ کی ماں کی طرف سے سفیر بنکر حیدر بیگ خان کی معزولی کی اجازت حاصل کرنے کیلیے روانگی اور اس مقصد کے حصول مین ناکامیابی

بیگم اور اُنکے مشیرون نے اخفاے راز مین بہت کوشش کی اور بہار علیخان کو

اور اُن کے اہلکارون کی بے خبری کی وجہ سے کبھی یہ حیلہ کھڑا کرتا کہ ابکی سال سکھون کی فوج نے یورش کرکے مُلک کو تباہ کر دیا ہے کبھی یہ کہدیتا کہ برف اور پالے نے فلان وقت مُلک کے کھیتون کو بگاڑ دیا ہے اور جس قدر چاہتا جمع سرکاری مین سے کمی کر دیتا اور ریاست مین اتنی توفیق کسی کو نہ ہوتی کہ تحقیقات کرے حیدر بیگ خان کی نیابت کے زمانے مین بھی تین سال تک یہی ویترہ رکھا سنہ ۱۱۹۴ہجری مین حیدر بیگ خان نے دلائل صحیح اور براہین قاطع بیان کرکے الماس علی خان کو ساکت کیا اور سات لاکھ روپے کا اُس سے مواخذہ کیا الماس علی خان سے سولے ادا سے زر مذکور کے کوئی جواب نہ بن سکا اور نہایت پیچ و تاب کھا کر غیظ و غصّے سے آپے مین نرہا اور نواب سالار جنگ کے قدمون پر دستار استغاثہ ڈالکر اُن سے حیدر بیگ خان کی معزولی کے باب مین مشورہ طلب ہوا۔ باوجودیکہ پہلے حیدر بیگ خان کی خودہی تعریف و تحریک کی تھی چندر وز کے بعد نواب آصف الدولہ کو دعوت کے حیلے سے سالار جنگ کی حویلی مین بُلوا کر اُن سے خلوت مین عرض کیا کہ مین غلام موروثی ہون جس قدر مال و اسباب مین نے حاصل کیا ہے وہ سب جناب کے لیے تحویل و امانت کے طور پر اپنے پاس جمع رکھا ہے یہ حیدر بیگ کابلی الاصل ہے اور چونکہ اس کا بڑا بھائی نواب شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارا گیا ہے اِسلیے نہایت عداوت اِس دولتخانے سے رکھتا ہے اس کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا نقشہ جمائے گا کہ جس کا مٹانا بڑی بڑی تدابیر کے ساتھ امکان سے باہر ہوگا صلاح دولت یہ ہے کہ اِس منصب عالی اور عہدہ جلیل القدر کو حیدر بیگ خان سے نکال کر نواب سالار جنگ کے سپرد فرمانا چاہیے وہ بندگان عالی کے حقیقی ماموں اور ماں باپ سے زیادہ خیرخواہ ہین خانہ زاد نصف مُلک کے قریب

بچون کے ساتھ کھیل رہی تھی قیمتی موتی جس کا ہرایک دانہ ہزار روپے سے کم کا نہ ہوگا
بڑے پیالے مین ڈالکراُن پر بلی کے بچون کو ڈالدیا تھا اور وہ اُن پر سے اُٹھ نہین
سکتے تھے جب اُٹھنے کا ارادہ کرتے پانوٴن کے نکے سے موتی لڑک جاتے اور وہ اِس
تماشے سے ہنستی تھی کان مین جو اُس کے آویزے تھے اُن کا ہرایک موتی پچاس ہزار
کی قیمت سے کم کا نہوگا بہار علی خان نے یہ حال دیکھ کر اپنے تحائف کو لیجانا مناسب
نہ سمجھا شرماگیا لیکن ایک قیمتی زین جو نواب سالار جنگ نے اپنی حویلی سے ساتھ کردیا تھا
اور چند جواہر کہ بیگم نے اپنی سرکار سے دیے تھے اور چند شیشے عطر کے گورنرجنرل کے سامنے
پیش کیے اُنھوادنے ان تحائف کو دیکھ کر کہا کہ ان کو اُٹھالو اِس لیے کہ دار السلطنۃ
لندن مین یہ بات مشہور ہوجائے گی کہ ایک کرور روپے کے تحفے فیض آباد سے
آئے ہون گے اور یہ چیزین جو کچھ ہین وہ ظاہر ہے البتہ عطر ہم لے لینگے کیونکہ عطر ہمیشہ
علی اکبرخان کی معرفت بیگم صاحبہ کی طرف سے بھیجا ایا ہوا ہمارے پاس پہونچا کرتا ہے
بہار علی خان نے کہا کہ علی اکبرخان ایک فضول اور یاوہ گو آدمی ہے اپنی عزت افزائی
کے لیے اُسنے عرض کیا ہوگا کہ مین بیگم صاحبہ کا وکیل ہون جو کچھ وہ کہتا ہے دروغ ہے
بیگم صاحبہ نے نہ اُس کو وکیل بنایا ہے نہ اُس کے ہاتھ کبھی عطر بھیجا ہے گورنرجنرل نے
حکم دیا کہ اب اگر علی اکبرخان آئے تو اُسے دخل نہ دیا جائے اور تین سو روپے ماہوار
جو اُس کے سرکار کمپنی کی طرف سے مقرر کردیے تھے وہ بھی بند کر لیے یہ علی اکبرخان
ڈھاکہ کا رہنے والا نہایت ذکی و ذوفنون تھا باوجودیکہ اُمی محض تھا مگر دس بیس خط
اراکین مشرق کے جو اس کے نام پر تھے اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ہر ایک کو نکالکر صفائی
اور سُرعت کے ساتھ پڑھ دیتا تھا ۱۱۸۴ھ ہجری مین جب شجاع الدولہ انگریزون سے

کلکتے کی طرف روانگی کے لیے لکھنؤ بھیجا بارش کی شدت تھی جب بارش مین کمی واقع
ہوئی تو بہار علی خان نے اپنی عزیمت ٹانڈے کو مشہور کی یہ مقام فیض آباد سے
دو منزل پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ بیگم کی جاگیر مین تھا اور تعلق بہار علی خان
سے رکھتا تھا یہان پہونچکر کلکتے کے سفر کی تیاری شروع کی اور سامان درست ہونے لگا
بیگم کے نامی خواجہ سراؤن مین سے ایک شخص کا نام نشاط علی خان تھا اُس کے دل مین
جواہر علیخان اور بہار علی خان کی مختاری سے آتش حسد سُلگتی رہتی تھی جو کچھ راز
ان کے ہوتے وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو پہونچاتا رہتا تھا
اس نے مجملاً حسن رضا خان کو یہ لکھا کہ یہان بیگم صاحبہ اور نواب آصف الدولہ اور
نواب سالار جنگ کا کوئی مشورہ ہوا ہے معلوم نہین کہ کونسا اہم مطلب درپیش ہے
اُدھر لکھنؤ مین بہار علی خان یا اُن کے کسی مصاحب معتمد کی زبان سے کلکتے کی عزیمت
کی خبر نکل گئی تھی اور تمام شہر مین مشہور ہوگئی تھی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہار علی خان
کلکتے پہونچا اور وہ تحائف جو گورنر جنرل کے مرتبے کے موافق نہ تھے ہمراہ لے گیا۔ گورنر جنرل
نے اسکی آمد کی خبر سُن کر پہلے دن ہزار روپے دعوت کے نام سے بھیجے اور سات سو روپے
ماہوار پر ایک مکان کرائے لے کر اُس مین ٹھہرایا دو تین دن کے بعد بہار علی خان
گورنر جنرل سے ملا جس کمرے مین گورنر جنرل کی اور اُس کی ملاقات ہوئی وہان ایک پردہ
لپٹا ہوا تھا گورنر جنرل کے حکم سے وہ کھولا گیا شجاع الدولہ کی تصویر اُس پر کھچی ہوئی تھی
بہار علی خان تصویر کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا اور آداب تسلیمات بجالایا اور آنکھون مین آنسو
بھر آئے گورنر جنرل نے فرمایا کہ جس دن سے یہ شخص درمیان سے اُٹھ گیا ہے دل سے
تسکین و آرام بالکل زائل ہوگیا ہے۔ اُس وقت گورنر جنرل کی میم ایک طرف بلی کے

کشیدہ خاطر ہو کر چلا گیا تیسری وجہ یہ ہے کہ یاقوت نام خواجہ سرا بہار علی خان کی حویلی کا مختار تھا اسکے ذمے ہزارون روپے تھے بہار علی خان چاہتا تھا کہ فیض آباد پہونچکر اپنے گھر کا حساب اُس سے سمجھ کر جو کچھ نکلے گا وصول کیا جائے گا وہ یہ ارادہ بہار علیخان کا معلوم کر کے چاہتا تھا کہ کوئی ایسی بات واقع ہو جس سے اس کا کام بگڑ جائے اپنے حال مین گرفتار ہو کر مجھ سے تعرض کی فرصت نرہے اس لیے نمک حرامی پر کمر باندھی اور جو کچھ یہان مشورہ واقع ہوتا کاشی راج اور اکبر علی خان کو پہونچا دیتا بلکہ ان باتون پر قناعت نکرکے اپنی طرف سے بھی چند ایسی باتین بنا کر جو بہار علی خان کی خانہ براندازی کا موجب ہوتین کہتا۔

بیگم صاحبہ کی گورنر جنرل سے چار خواہشین تھین۔

(۱) مختار الدولہ اور جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے زمانے مین جو کاغذ وثائق کے دُرست ہوے تھے اُن پر گورنر جنرل کی مہر بھی ہو جائے تاکہ اچھی طرح استحکام ہو جائے۔

(۲) ہمارا جب دل چاہے اور جہان کی آب وہوا پسند آئے خواہ بنارس ہو یا عظیم آباد یا خود اپنی جاگیر کے محالات اُس مین مع تمام سامان اور نوکر و چاکر کے جا کر رہنے لگین فیض آباد سے روانگی کے وقت کوئی شخص تعرض نکرے۔

(۳) ایک دو مرتبہ ہمارے اندوختے مین سے خواہ ہماری رضامندی سے یا بغیر رضامندی کے لے لیا گیا اب ہماری جاگیر کے محالات اور زر نقد اور خواجہ سراؤن اور خادمان محل سے کسی کو سروکار نرہے (جو کہ آصف الدولہ کی طرف سے بیگم کو کشیدگی خاطر تھی یہ اُنکی طرف اشارہ تھا)

شکست پاکر روہیلون کے ملک مین چلے گئے اور انگریزون نے لکھنؤ مین دخل کرلیا
تو چند ماہ تک لکھنؤ کا کوتوال رہا پھر کبھی اس ریاست مین نوکری نہ ملی زبان فارسی
خوب سمجھتا اور بولتا تھا چونکہ کلکتے مین یہ بات مشہور تھی کہ یہ شخص والدۂ آصف الدولہ
کی طرف سے وکیل ہے اسلیے بہار علی خان سے خط وکتابت شوقیہ کا سلسلہ جاری گیا
تاکہ مردمان کلکتہ اُس کو وکیل جانتے رہین پھر خود ایکبار ملنے آیا بہار علی خان نے
اُس سے دریافت کیا کہ آج کل اوقات معیشت کہان سے ہے کہا کہ سرکار کمپنی سے
وکالت کی تنخواہ پاتا ہون دریافت کیا کہ کس کی طرف سے وکیل ہو جواب دیا کہ بیگم صاحبہ
کی طرف سے پوچھا کونسی بیگم کہا تمھاری بہار علی خان نے یہ بات گورنر جنرل کی زبان
سے بھی سُنی تھی غُصے ہوا اور کہا کہ کب تمکو وکیل بنایا ہے کونسا ایسا کام بیگم صاحبہ کا
یہان سے متعلق تھا جس کی ہمکو خبر نہین ہوئی اور تمکو وکیل بنا دیا اکبر علی خان خاموش
ہوگیا اور محجوب ہوکر چلا گیا اور بہار علی خان سے عداوت پیدا کرلی اور خرابی کی فکر مین
مصروف ہوا۔ دوسری بات بہار علی خان کے کام کی درہمی کی یہ ہے کہ رائے کاشی راج نام
ایک ہندو تھا جو شجاع الدولہ کی شکست بکسر سے قبل بینی بہادر برہمن نائب شجاع الدولہ
کی جانب سے وکالت کے لیے شجاع الدولہ کے دربار مین حاضر رہتا اور معاملات سوال و
جواب مین اچھا سلیقہ رکھتا تھا۔ حیدر بیگ خان نے آصف الدولہ کی وکالت کے لیے
گورنر جنرل کے پاس کلکتے کو بھیجا تھا چند سال سے وہان تھا سال بھر کے عرصے سے اُس
کی تنخواہ سرکار لکھنؤ سے نہین پہونچی تھی اس لیے تکلیف اُٹھا رہا تھا۔ بہار علی خان کی ملاقات
کو آیا اور مزاج پرسی کے بعد ہزار روپے بطور قرض کے مانگے اُس نے نہ دیے بلکہ رنج
پہونچانے کو حسن رضا خان وحیدر بیگ خان کی نسبت تہتک آمیز الفاظ کہے یہ بھی

کے علاوہ اپنی طرف سے مضمون بڑھا کر لکھدیا تھا بے چارہ حیدر بیگ خان اس
منصوبے سے غافل باطمینان خاطر کام کر رہا تھا لکھنؤ مین داد عیش و عشرت دے رہا
تھا ان عرائض کے مطالعہ کرنے سے چہرہ فق ہو گیا منھ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں آنکھون
مین عالم شب دیجور سے زیادہ تاریک ہو گیا مضطربانہ حسن رضا خان کے پاس گیا
اور یہ تمام ماجراے دل آشوب اُن سے بیان کیا مُدّت تک نائب منیب دونون دریاے فکر
مین غوطے مارتے رہے اور کوئی بات تسلی خاطر کی ان کے دل مین نہین جمتی تھی
حیدر بیگ خان نے اپنی طبیعت کو قابو مین کرکے یہ بات کہی کہ جناب عالیہ نواب
شجاع الدولہ کے سامنے سے ریاست اور کارہاے بند و بست اور معاملہ سپاہ سرکاری
سے سروکار نہین رکھتین۔ ان کو ان معاملات کی طرف کسی طرح کا التفات نہین ہے اور مین
اور آپ دونون اُن کی اطاعت اور فرمان برداری مین کسی قسم کی کوتاہی نہین کرتے
کوئی تقصیر جس سے اُن کی کشیدگی خاطر متصور ہو ہماری طرف سے ابتک وقوع
مین نہین آئی تاکہ یہ تدارک ہمارے واسطے تجویز کرتین اول یہ بات تلاش کرنی
چاہیے کہ یہ گُل تازہ کس کے باغ سے کھلا ہے اور یہ ہوا کس میدان سے چلی ہے
اور باعث اس کا کیا ہے اس کے بعد تدابیر صائبہ کے ساتھ اس فساد کی درستی اور
اس رخنے کی دروازہ بندی کی جائے حسن رضا خان اگرچہ جودت طبع و ذکا سے
عاری تھے لیکن رسائی عقل اور یاوری اقبال سے یہ بات نہایت دور اندیشانہ
کہی کہ سعدی کی گلستان مین ہے کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود
تم جب تک اس فتنۂ خوابیدہ کے ظہور کی تحقیق و تلاش کروگے اُس وقت تک
حریف جو مُدّت سے کلکتے مین بیٹھا ہوا ہے اپنا مطلب نکال لیگا مصلحت وقت یہ ہے

(۴) تبدیلی نائب کی خواہش تھی کہ گورنر جنرل اس سے اتفاق راے کرین۔

اول اول گورنر جنرل نے ان امور پر رضامندی ظاہر کی اور بہ طیب خاطر بہار علی خان کی تسلی و تشفی کر کے اطمینان دلادیا بہار علی خان نے تمام سرگذشت بیگم صاحبہ کے حضور مین فیض آباد کو لکھ بھیجی اس بات سے ان کو ایک طرح کی خوشی و انبساط حاصل ہوا اس کے بعد گورنر جنرل کے ہان کے کارپردازون نے بہار علی خان سے کچھ چاہا اس نے کراہیت خاطر کے ساتھ قبول کر کے بیگم صاحبہ کی منظوری پر موقوف رکھا جب بیگم صاحبہ کی خدمت مین یہ بات لکھی تو جواب بھیجا کہ جو کچھ مقتضائے وقت ہو عمل کرے اہلکاران مذکور کی طرف سے جتنا سوال ہوتا بہار علی خان اس مین کمی چاہتا گو بہار علی خان بلند حوصلہ اور خوش ہمت آدمی تھا لیکن یاقوت در پردہ اس کے کام کو بگاڑنا اور بنیاد شوکت کو ڈھانا چاہتا تھا اس لیے وہ بہار علی خان کو خراب صلاح دیتا تھا بہار علی خان اس کے کید سے غافل تھا یاقوت اتنا بخیل و ممسک تھا کہ کوئی اگر اس کا صبح کو نام لیتا تو تمام دن روٹی اور پانی سے محروم رہتا یاقوت بہار علی خان کے آج کل صلاح کارون مین تھا خیرخواہی اور اظہار دوستی کی راہ سے صلاح دیتا کہ اتنا نہ دینا چاہیے بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہیے یہان تک کہ طرفثانی کا سوال چالیس لاکھ روپے کا تھا چند ماہ کی گفتگو مین گھٹتے گھٹتے پندرہ لاکھ پر نوبت پہونچی اور اس پر بھی اس کو صبر نہ آتا تھا سوال و جواب کی مدت بڑھ گئی۔

اس مدت دراز مین کاشی راج اور اکبر علی خان کے عرائض حیدر بیگ خان کو لکھنؤ پہونچ گئے تھے جو کچھ ان لوگون نے یاقوت کی زبان سے سنا تھا وہ اور اس

کو یہ ملک شکست کے بعد سرکار کمپنی نے مرحمت کیا ہے وہ جب تک زندہ رہے اِس دولت کے آداب کی رعایت کرتے رہے یہ خواجہ سرا کہ اُن کا غلام ہے اس کو یہ جسارت کیسے ہوئی کہ اِس سرکار کے انعام کو بے قدر و ناچیز جانکر پھیرتا ہے بہار علی خان نے یہ کلمات سُنے تو فوراً فیض آباد کو روانہ ہوگیا اور اِس راہ بعید کو تھوڑے ہی دنون مین طے کرکے اپنے مقام پر پہونچ گیا اور بے حصول گوہر مقصود بیگم صاحبہ کے سامنے شرمندہ حاضر ہوکر وہان کا تمام حال عرض کیا۔ ایک مطلب کے برہم ہونے کے لیے جس سے بیگم صاحبہ کو زیادہ تعلق بھی نہ تھا دو تین دوسرے اہم مقاصد جو اُن کی ذات سے خصوصیت رکھتے تھے برہم ہوگئے۔

حیدر بیگ خان اور حسن رضا خان پر شعلہ افروزی الماس علی خان و نواب سالار جنگ کا راز کھل جانا

بہار علی خان کے بے حصول گوہر مقصود واپس ہو جانے سے حیدر بیگ خان اطمینان حاصل کرکے اِس بات کی تحقیق و تلاش کے درپے ہوے کہ اس مفسدے کی شعلہ افروزی کا بانی اور اصل کون ہے چپکے چپکے بہت سے مخبر لگا دیے جوکہ معمول ہے کہ جو بھید دوسرے پر کھل جاتا ہے ہرگز چھپا نہین رہتا خواہی نخواہی آشکارا ہو جاتا ہے بہت سی تلاش کے بعد پتا چلا کہ اِس فساد کی بنیاد الماس علی خان کی طرف سے ہے جوکہ اُس سے سات آٹھ لاکھ روپے تنگ کرکے وصول کیے تھے اِسلیے اُسنے دشمنی پر کمر باندھکر یہ تجویز نکالی تھی گو بظاہر وہ کنارہ کرکے اپنی مستاجری کے علاقے کو چلا گیا تھا لیکن کارستانی اُسی کی ہے اور نواب سالار جنگ کا شریک غالب ہونا اور اُن کے کہنے سے آصف الدولہ کا آمادہ

کہ اول فوراً گورنر جنرل کے حضور سے حریف کی اس کارروائی کو بند کرا کے یہ راستہ رد کردیا جائے تاکہ ہم دشمن کے نشانے سے بچ کر دوسری فکر مین مشغول ہون اور اُس وقت تحقیق و تفتیش اصل کار کی دلجمعی کے ساتھ کرسکین حیدر بیگ خان نے یہ تجویز بہت پسند کی اُسی جلسۂ شورے مین سرفراز الدولہ اور حیدر بیگ خان کیطرف سے اس مضمون کا مراسلہ گورنر جنرل کے واسطے تیار ہوا کہ جس کام کے لیے بہار علیخان حاضر ہوا ہے ہم اُمیدوار ہین کہ وہ قبول فرمایا جائے اس سرفرازی کے عوض مین ایک کروڑ روپے خادمان عالی کے اخراجات کے لیے بطریق نذرانے کے پیش کیے جائینگے اور بالفعل بارہ لاکھ روپے مُرسل ہین کلکتے کے مہاجنون سے خزانے مین داخل ہوجائینگے یہ تحریر تو انکی طرف سے روانہ ہوئی اور بہار علی خان کا حال کلکتے مین یہ تھا کہ پندرہ لاکھ مین سے بھی پانچ روپون کی کمی چاہتا تھا جیسے ہی عریضہ حیدر بیگ خان کا بارہ لاکھ روپے کی ہُنڈی کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس پہونچا بہار علی خان کے سوال وجواب دفتر لیت ولعل مین داخل ہوگئے بہار علی خان کو اُدھر کی بے اعتنائی اور پہلو تہی ظاہر ہونے لگی جب اپنی طرف توجہ کم دیکھی تو گورنر جنرل سے رخصت چاہی اُدھر سے بہت خوب جواب پاکر فیض آباد کی واپسی کو آمادہ ہوا اور روانگی کا دن قرار پایا گورنر جنرل نے رخصتانہ خلعت دیا۔ بہار علی خان چونکہ شجاع الدولہ کے دربار کا خوگر تھا دوسرے اغنیا اور سلاطین کے دربارون سے آشنا نہ تھا وہی پرانی بو دماغ مین بھری ہوئی تھی۔ عمدہ خلعت کو واپس کرکے عرض کیا کہ جس مطلب کو مین آیا وہ نکل جاتا اُس وقت مین مجھے یہ خلعت زیب دیتا تھا اب کس طرح اس کو پہنون گورنر جنرل اس حرکت سے آزردہ ہوے اپنی مجلس مین فرمانے لگے کہ شجاع الدولہ

پر سوار کچھ چیزین خرید رہے تھے اُس وقت اُن کی مان اپنی ساس سے ملکر اپنے رہنے
کے مقام پر جو عین بازار مین واقع تھا آرہی تھین جواہر علی خان سکھپال کے پیچھے پیچھے
ہاتھی پر سوار جارہا تھا عین بازار مین آصف الدولہ سواری دیکھ کر ہاتھی سے اُتر پڑے
اور آداب نیازمندانہ کے ساتھ مجرا و سلام کر کے سکھپال کا پایہ پکڑ کر چند قدم ہمراہ چلے
اُس وقت جواہر علی خان نے چاہا کہ نواب کے پاس ادب سے ہاتھی سے اُتر آئے لیکن
نواب نے اپنے ہاتھ سے منع کر کے فرمایا کہ اِس وقت سواری اشرف کے ساتھ ہے بدستور
سوار رہے ناچار جواہر علی خان سوار رہا بازاری لوگ اور دوسرے آدمی جو اِس ممانعت
کے حال سے بے خبر تھے اور رو در سے تماشا دیکھ رہے تھے طعن کرنے لگے کہ آقا ے نعمت
توزمین پر پیادہ کھڑا ہے اور خواجہ سرا جو ایک غلام ہے ہاتھی پر سوار چل رہا ہے۔
اسی طرح ایک مرتبہ بیگم صاحبہ اپنی ساس سے ملنے کے واسطے سوار ہوئی تھین اور
چوک سے خود نواب قلعہ کو جا رہے تھے قلعہ کے دروازے مین ایک دیوار کھچی ہوئی تھی
جو نگاہ کو روکتی تھی نواب کے پیش جلو کے آدمی اُن کی مان کے پیش جلو کے آدمیون سے
رل گئے اور دونون مین ریل پیل ہونے لگی دونون طرف سے چوبدار اور نقیب دورباش
کے اہتمام مین سرگرم تھے اور دوسرے جلودار بھی دور باش بولتے جاتے تھے
بیگم صاحبہ کے آدمیون نے نواب کے آدمیون کی ڈنڈون اور سونٹون سے خوب
خبر لی یہ بات بھی عوام مین بہت زبان زد رہی حالانکہ نواب آصف الدولہ نے اِس
امر کو گوارا کر لیا اور اپنے آدمیون کو مان کے آدمیون کے ساتھ جھگڑا کرنے سے
روکا۔

ہو جانا اور ان کی خواہش سے بیگم صاحبہ کا دخل دینا اور بیگم صاحبہ کا بہار علی خان
کو بھیجنا ذرا ذرا سی باتین معلوم ہو گئین اب حیدر بیگ خان ان کی خرابی شوکت کے
درپے ہوے۔ الماس علی خان کی نسبت خیال کیا کہ اُس کا گرانا اور اُسکے معاملات
کو بگاڑنا زیادہ دشوار نہین کیونکہ وہ کروڑ روپے کے محالات کا عامل ہے رات دن
اُسکے طرح طرح کے معاملات پڑتے رہتے ہین اُس کو پایۂ اعتبار سے گرا کر محاسبے کے
شکنجے مین کھینچنا آسان تھا مگر جسارت اور بے ادبی بیگم صاحبہ اور اُن کے متعلقین
اور سالار جنگ کے ساتھ سخت مشکل معلوم ہوتی تھی آخر بہت سے تامل و تدبر کے
بعد یہ بات حیدر بیگ خان کے ذہن مین آئی کہ مان بیٹون مین رنج و نفاق پیدا
کر دینا چاہیے جو کچھ ظاہر ہو آصف الدولہ کے ہاتھ سے ظاہر ہو اور ہم اس بدنامی سے
محفوظ اور کنارے پر رہین اہل نجوم سے حیدر بیگ خان کو بڑا اعتقاد تھا چند نجومی
اُسکے نوکر تھے حیدر بیگ خان اُن سے اپنے طالع کی سعادت اور بہار علی خان وغیرہ
کے طالع کی نحوست کا حال دریافت کرتے تھے دو برس تک مطلب برآری کے موافق
جواب نہ پایا جب منجمین اور ستارہ شناسون نے حیدر بیگ خان کے طالع کی سعادت
اور طرفثانی کے طالع کی نحوست بتادی تو اب اُنھون نے اپنے ارادے کے ظہور کے لیے
عزم بالجزم کر کے اس کام پر آمادہ ہوے جواہر علی خان کی شوکت و ثروت دوسرے
خواجہ سراؤن سے بڑھی ہوئی تھی خواجہ سراے ہمسر و ہمچشم انکے اوج حشم پر خار کھاتے
تھے حسد کی آگ اُن کے سینون مین ہمیشہ مشتعل رہتی تھی اور وہ لوگ ہمیشہ سے
چاہتے تھے کہ یہ خفت و ذلت اُٹھائے ایکبار نواب آصف الدولہ اپنی مان اور دادی
کی زیارت کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد آئے تھے اور ایک دن چوک کے بازار مین ہاتھی

جانشین ہوا اور اُس کو بھی خطاب راجگی کا مل گیا - عالمگیر کے عہد سے بنارس کا صوبہ
اودھ کے شامل ہو گیا تھا اسلیے یہ راجہ شجاع الدولہ کو خراج دیتا تھا اُس نے
جو خدمات سرکار کمپنی کی شجاع الدولہ اور انگریزون کی لڑائی مین بکسر مین کین اور
اُس کے عوض مین جو سلوک انگریزون نے اُس کے ساتھ کیا وہ بیان ہو چکا ہے
وہ انگریزون کے لُطف وعنایت سے اپنے مُلک مین خیر و عافیت کے ساتھ راج
کرتا تھا - جب وہ سنہ ۱۷۷۰ء مین مر گیا تو اُس کا بیٹا جو ایک طوائف کے بطن سے تھا
چیت سنگھ اُس کا نام تھا اور ریاست کی قابلیت رکھتا تھا اُس کا اس طرح جانشین
ہوا کہ نواب شجاع الدولہ کو بہت سا نذرانہ دیا اور کچھ خراج کے زیادہ دینے کا وعدہ
کیا کچھ انگریزون کا سہارا ڈھونڈا اُنھون نے شجاع الدولہ سے سند بنارس کے
راجہ ہونے کی اُنھین شرائط کے ساتھ جو اُس کے باپ کے ساتھ تھین دلا دی -
سنہ ۱۷۷۳ء مین جب ہسٹنگز کی ملاقات شجاع الدولہ سے ہوئی تو اُنھون نے یہ کہا
کہ مجھ سے دس لاکھ روپے لو اور اس راجہ کو معطل کر دو مگر گورنر جنرل نے کہا کہ
ہم اُن عہد و پیمان کو جو بلونت سنگھ کے ساتھ ہوے ہین چیت سنگھ کے ساتھ
نہین توڑ سکتے - اور گورنر جنرل نے چٹھی چیت سنگھ کو لکھی کہ تمھاری عزت و دولت و
حکومت و ثروت کی جب ہی تک خیر ہے کہ تم سرکار کمپنی کے سایۂ عاطفت مین
پناہ گزین ہو اور ہمکو بھی تمھاری حُرمت ملحوظ ہے تمھارا مُلک ہماری سرحد پر واقع ہے
اور تمھارا دوست ہونا اُس کی پُشت و پناہ ہے - ہمکو یقین ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہمیشہ
وفادار رہوگے اور جب ہمکو تمھارے کام پڑے گا تو اُس کو دل سے کروگے اور تم سے
وعدہ کیا جاتا ہے کہ خراج زیادہ نہین لیا جائے گا جب سرکار کمپنی کے آصف الدولہ

گورنر کی بنارس کی طرف آمد حیدر بیگ خان کا کمپنی کے روپے دینے کے لیے آصف الدولہ کو اس امر پر آمادہ کرنا کہ وہ اپنی ماں سے روپیہ مانگین اور چیت سنگھ زمیندار بنارس کی حقیقت

بہار علی خان کی کلکتے سے مراجعت کے بعد گورنر جنرل نے کلکتے سے حیدر بیگ خان کو لکھا کہ تمھاری خاطر اور پاسداری سے جو معاملہ بہار علی خان کے ساتھ ہوا وہ ظاہر ہے اُس وعدے کے مُطابق وہ زرِ کثیر ہمارے پاس بے تامل پہونچا دو حیدر بیگ خان نے جو یہ دیکھا کہ مجھ سے اس قدر رقم سرانجام نہین ہوسکے گی جواب مین گذارش کیا کہ جناب والا بنارس تک تشریف لا دین تو انشاء اللہ تعالے وہ تمام روپیہ خزانۂ سرکار کمپنی مین پہونچ جائے گا۔

اس کے سوا دوسری وجہ گورنر جنرل کے بنارس مین آنے کی راجہ بنارس کا واقعہ تھا اس سے پہلے بیان ہوچکا ہے کہ راجہ بنارس جو پیشتر نواب وزیر کے ماتحت تھا اب انگریزون کے تابعین مین قرار پایا تھا اس راجہ کا نام چیت سنگھ تھا اس کا خاندان قدیمی نہ تھا جس وقت سلطنت مغلیہ کو نادر شاہ کے حملے سے صدمہ پہونچا تو اس افراتفری مین گنگاپور کے زمیندار برہمن منسا رام نے کچھ ملک دبا کر محمد شاہ سے راجہ کا خطاب حاصل کیا یہ راجہ کا خطاب پہلے بادشاہ کے ہان سے اُسی شخص کو ملتا تھا جو صاحب مُلک و حشمت ہوتا تھا آج کل کا راجگی کا خطاب نہ تھا کہ بے مُلک دیا جاتا بعد از ان بلونت سنگھ اُسکا

سے نہ تھا ناراض تھا او سان سنگھ ایک سال سے کلکتے مین گورنر جنرل کے پاس حاضر تھا اور بار بار عرض کرتا تھا کہ چیت سنگھ نا لائق ہے اُس کی سرکار کی رونق مجھ سے تھی اور بلونت سنگھ کے نواسے کی طرف سے بھی عرائض گذارتا تھا وہ لکھتا تھا کہ میری ماں رانی کے بطن سے ہے اسلیے ریاست کا مستحق مین ہون اگر چیت سنگھ کی جگہ مجھکو مسند نشین کر دیا جائے تو ایک کروڑ روپے بطور نذرانے کے پیش کرون گا اور دس لاکھ روپے سالانہ اُس خراج پر اضافہ کرونگا جو چیت سنگھ دیتا ہے یہ بات گورنر جنرل کے دل مین تھی جب حیدر بیگ خان نے عریضہ گورنر جنرل کو بنارس تک آنے کے لیے لکھا اور انقلاب کا وقت پہونچ گیا گورنر جنرل نے دو کروڑ روپے لینے کے خیال سے کلکتے سے کوچ کیا اور وہان سے کشتیون کے ذریعہ سے مغرب کی طرف روانہ ہوے حیدر بیگ خان نے چیت سنگھ کے ہنگامے کے بعد گورنر جنرل کی کلکتے کو واپسی سے پہلے صوبہ لکھنو کی آمد و خرچ کے حساب کی فرد درست کر کے آصف الدولہ کے ملاحظے مین گذرانی جس کی رو سے سوا کروڑ روپے سرکار انگریزی کے ریاست اودھ پر نکلتے تھے جو دونون کمپنیون کی تنخواہ اور یورپ کی اشیاے نادرہ کی خریداری کی بابت تھے۔ نواب نے ارشاد فرمایا کہ صوبہ اودھ تمام و کمال اور آدھا صوبہ اکبر آباد اور کسیقدر صوبہ الہ آباد تمھارے اہتمام مین ہے ان روپون کا سرانجام کرو عرض کیا کہ سرکار دولتمدار کے اخراجات کی کثرت سے جن مین سے بعضے احتیاج سے زائد ہین بچت اتنی نہین ہو سکتی بہت سے تردد اور تلاش کے بعد ۲۵ لاکھ روپے یہ غلام بہم پہونچا سکتا ہے ایک کروڑ کا جمع کرنا بہت مشکل اور محال ہے۔ مگر ایک صورت غلام کے دل مین گذری ہے کہ اگر ارشاد ہو تو عرض کرے حکم دیا کہ بیان کرو اُس نے عرض کی کہ ہم غلامون نے

کے ساتھ عہد و پیمان ہوے اور نیا انتظام کیا گیا تو جس ملک پر چیت سنگھ حکومت کرتا
تھا وہ ۱۷۷۵ء مین سرکار کمپنی کے حوالے کر دیا گیا سرکار کمپنی نے بھی چیت سنگھ کو
بدستور اپنے حال پر بحال رکھا اور بائیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار ایک سو اسی روپیہ سالانہ
خراج ٹھہرالیا اور اقرار کرلیا کہ راجہ سے اور زیادہ خراج نہین مانگا جائیگا۔ ہندوستان
مین اس وقت انگریزون سے کئی جگہ لڑائیان ہورہی تھین اور اُن کے مصارف
بہم پہونچانا گورنر جنرل کا کام تھا اس وجہ سے ہیسٹنگز صاحب کے سر پر اس وقت
اس قدر بوجھ پڑا کہ شاید ہی کبھی کسی اکیلے شخص پر گو کیسا ہی عالی حوصلہ کیون نہو اس
سے زیادہ پڑا ہو۔ حیدر نایک والی میسور۔ فرانسیس۔ ولندیز۔ مرہٹے یہ سب کے سب
ایک ہی دفعہ انگریزون کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوے تھے اور سب سے ہنگامہ
کارزار گرم تھا۔ مگر لڑائی روپے بغیر کب ہوسکتی ہے اسلیے گورنر جنرل کو روپیہ فراہم کرنے
کی فکر تھی اس لیے اُنھون نے راجہ چیت سنگھ والی بنارس سے یہ کہا کہ سرکار انگریزی
جو تمھاری حاکم اور محسن ہے اُس کی اس ضرورت کے وقت روپے اور فوج سے
مدد کرو راجہ نے اس سے پہلو تہی کی اس لیے گورنر جنرل آپ بنارس چلے آئے
اس سے اُن کا خاص منشا یہ تھا کہ چیت سنگھ کو دبا کر اپنا کام نکالین۔

لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش مین گورنر جنرل کے آنے کی حقیقت یون لکھی ہے
کہ اوسان سنگھ بلونت سنگھ کا نائب تھا اُس کے تمام کاروبار یہ سرانجام دیتا تھا چیت سنگھ
سے اس کی نہ بنی اور خدمات سے معزول کردیا گیا یہ شخص چاہتا تھا کہ سبز باغ دکھا کر
خود مسند ریاست پر بیٹھ جائے راجہ بلونت سنگھ کی ایک بیٹی رانی سے تھی اُس سے ایک بیٹا
تھا یہ لڑکا بھی مسند نشینی کی تمنا رکھتا تھا اور چیت سنگھ کی مسند نشینی سے جورانی

کو کوئی عذر کا مقام نہو گا چار و ناچار حوالے کرنا پڑے گا بعد اسکے اُن مقامات کا اُن سے
نکالنا بے حد دشوار ہو گا اگر فرض کر لیا کہ سرکار کمپنی ایسی صورت اختیار نکرے اور یہ شق
اختیار کرے کہ روپیہ مانگنے مین توقف کرے تب بھی ایک کروڑ روپے کا سُود ایک ہی
سال مین کتنا بڑھ جائے گا اور اس صورت مین تمام روپے کا ادا کرنا بے حد مشکل ہو گا۔
جنابعالیہ کے کوئی دوسرا فرزند سوائے بندگان حضور کے نہین ہے شرعاً و عرفاً
اُن کے سامنے اور اُن کے بعد پیر و مرشد ہی اُن کے تمام مال کے مالک ہین اور ظاہر ہے
کہ جواہر علی خان و بہار علی خان نے بہت سی فوج نوکر رکھی ہے اور سامان ظاہری
بے حد آراستہ کیا ہے نہایت کر و فر و طنطنہ و شوکت سے زندگی بسر کرتے ہین رات دن
عیش و عشرت مین مصروف رہتے ہین جبکہ غلامون کے ساتھ ایسی رعایت اور سلوک
جنابعالیہ کی طرف سے ہے پھر اگر وہ روپیہ حضور کے ایسے کام مین کہ بقائے ریاست کا موجب
ہے آجائے تو کونسی بڑی قباحت اور کیا نقصان پیدا ہو گا چونکہ نواب صاحب سادہ مزاج
تھے رات دن بے کار کامون اور لہو و لعب مین مصروف رہتے تھے کبھی زر کثیر کی
آتشبازی بنوا کر چھٹرواتے کبھی کوئی غیر ضروری عمارت عالی تیار کرلتے بندوبست ملک
اور آراستگی فوج اور دوسرے کشورستانی کے حوصلون سے عاری محض تھے مزاج بالکل
دُور اندیشی اور مآل کار کے سمجھنے سے معرا تھا جواب مین فرمانے لگے کہ اگرچہ والدہ ماجدہ
سے روپے کا طلب کرنا بے حد بے ادبی کا باعث ہے اور کمال بدعہدی اس مین متصور
ہے لیکن جبکہ ایسی ضرورت شدید درپیش ہو تو مجبوراً عرض کیا جائے گا جب حیدر بیگ خان
کا سوچا ہوا کام درست ہو گیا اور تیر مقصود نشانے پر پہونچگیا تو اُسنے بخوبی اس کی پختگی
اور استحکام کرکے اطمینان حاصل کرلیا۔

سرکار اقدس کی دولت سے مدتہائے درازسے پرورش پائی ہے اور پاتے ہین اگر ایک سال اپنے اوپر تکلیف برداشت کرلین تاکہ خاطر اشرف سے خلجان رفع ہوجائے تو غلامی و نمکخوارگی سے بعید نہوگا پس اول محالات جاگیر غلام اور نواب سرفرازالدولہ کے ضبط فرمائے جائین اِس کے بعد تمام چھوٹے بڑے نوکرون کو حکم دیا جائے کہ اپنی جاگیرات کا ایک ایک سال کا محاصل سرکار مین نذر کرین اگر اس سے بھی پورا روپیہ جمع نہو سکے تو تھوڑا تھوڑا بطور قرض کے جنابعالیہ اور اُن کے خواجہ سراؤن سے اور کسی قدر نواب سالار جنگ سے جو شریک دولت ہین طلب کیا جائے اور اس طرح ایکبار سرکار کمپنی کے تقاضے اور نقصان سود سے فراغت حاصل فرماکر ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول رہین اس کے بعد کسی قسم کا کسی وقت کوئی خلجان اور تشویش خاطر ہمایون کے آس پاس نہ پھٹکے گی۔ نواب نے یہ تقریر سُن کر فرمایا کہ پہلی شق مستحسن ہے اور دوسری شق بے جا ہے قابل پذیرائی نہین اِس لیے کہ والد ماجد جنت آرامگاہ کی وفات کے بعد کئی بار بہت سا روپیہ جناب والدہ صاحبہ سے لیا گیا ہے پچھلی بار مین نے اُنکو ایک وثیقہ لکھ کر دیدیا ہے جسپر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی مُہر ہے اور جناب ماموں صاحبان (نواب مرزا علیخان مرحوم اور نواب سالار جنگ) کی مُہرین بھی ثبت ہین۔ اب روپیہ لینے کی جسارت نہین ہوسکتی۔ حیدر بیگ خان نے جب دیکھا کہ نواب ایسے کام کو کرتے ہوے جھجکتے ہین تو پھر عرض کیا کہ ایسے سخت وقت مین کہ بہت سا روپیہ سرکار کمپنی کا جناب والا کے ذمے ہے اگر ادا کرنے مین توقف ظہور مین آیا تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ مبادا سرکار کمپنی کیطرف سے درخواست پیش ہو کہ ریاست مین سے محالات جدا کرکے حکام انگریزی کے سپرد کردیے جائین جن کی آمدنی سے اپنا زر قرض وصول کرلین اور ایسی صورت مین جناب والا

بیچارے راجہ نے تو پیر پھیلا دیا کہ بھائی تو رسی لا اور باندھ کر لے جا دیکر راجہ کے
چچازاد بھائی بابو مینار سنگھ کے مُنھ سے یہ نکلا کہ کس کا مقدور ہے کہ راجہ کو پابزنجیر کرے
چوبدار بولا کہ چیت سنگھ اور چیت رام کی گفتگو مین کسی مسخرے کو دخل دینے کا کیا اختیار
ہے اِس وقت بابو صاحب لہو کا سا گھونٹ پی کر رہ گئے اگرچہ چیت رام کو ارکان دولت
نے دھکے دے کر نکالدیا اُس نے گورنر جنرل کے پاس جا کر ایک ایک بات کی سو سو لگا کر
بیان کین بنارس کے فساد کی یہ بنیاد ہے گورنر جنرل نے مارکھم صاحب رزیڈنٹ بنارس
کو حکم دیا کہ راجہ کو گرفتار کرلین اُنھون نے راجہ کی حویلی کے گرد شوالے مین پہرے بٹھا دیے
اور اُسکا دولتخانہ اُس کے واسطے قیدخانہ بنا دیا بیچارے راجہ نے اس پر سر نہ ہلایا اور
یہی کہا کہ فرمان قضا اور حکم انگریزون کا میرے نزدیک برابر ہے مین اور میرے قلعے اور
میری دولت اور میری جان سب سرکار پر قربان ہے چیت سنگھ کی رعیت اپنے حاکم کے
انصاف اور رعایا پروری کے سبب سے اُس کو بہت عزیز رکھتی تھی جونہی راجہ کی
گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تمام اُس کے علاقے مین ایک ڈُندمچ گیا رام نگر سے بہتسے آدمی
مسلح ہو کر آن موجود ہوے دو کمپنیان انگریزی پہلے پہرون پر موجود تھین اب اور دو کمپنیان
بھیجدین راجہ کے آدمیون نے جب ان کمپنیون کو اندر جانے سے منع کیا اور تمام مسلح آدمیون
نے اُن کا راستہ بند کر دیا تو کپتان نے توپ چلانے کا حکم دیدیا اُسی وقت بلوا مچ گیا
تلوارین چلنے لگین راجہ کے نوکر جو صدہا موجود تھے اور سامان جنگ درست رکھتے تھے
طیش مین آکر بے حکم راجہ کے کمپنیون پر ٹوٹ پڑے اور کشتون کے پشتے لگا دیے سب کو قتل کر ڈالا
سر اُن کا کہین گیا اور دھڑ کہین رہا اُن کے پاس کارتوس نہ تھے لڑتے کیا چیت رام جو آ گیا
تھا جھپٹ کر راجہ سے لپٹ گیا اور تلنگون کو آواز دی کہ آؤ وہ تلوارین لے کر راجہ کیطرف بڑھے

راجہ بنارس کے وقعات

راجہ چیت سنگھ کے ہاتھ سے حکومت بنارس نکالکر بلونت سنگھ کے نواسے کو اُسکی جگہ بٹھانے اور ایک کروڑ روپے وجہ نذرانے مین لینے اور خراج سالانہ مین اضافہ کرانے اور حیدر بیگ خان کی استدعا کے بموجب گورنر جنرل نے کلکتے سے کوچ کیا جب اُنکا مقام عظیم آباد سے ایک منزل ادھر ہوا تو حیدر بیگ خان نواب آصف الدولہ سے اجازت لے کر استقبال کے لیے لکھنؤ سے نکلے اور کوچ و مقام کرتے ہوے جونپور تک جا پہونچے وہان ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام برنالا ہے اور درحقیقت ایک نالا تھا خیمگاہ برپا کی گورنر جنرل تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ بنارس مین پہونچگئے چیت رام چوبدار ہندو کہ اس سے قبل چیت سنگھ راجۂ بنارس کا نوکر تھا راجہ نے کسی قصور پر اُس کو اپنی سرکار سے علیحدہ کردیا تھا وہ بنگالے کو چلا گیا اور گورنر جنرل کی اردلی کے چوبدارون مین نوکر ہوگیا یہ شخص راجہ سے دل مین بے حد عداوت رکھتا تھا اور ایک شخص علی الدین نام راجہ بنارس کے ہان نوکر ہوگیا تھا اور بہت سامال و دولت پیدا کرکے مرفہ حال بنگیا تھا بعد کو راجہ اس سے ناخوش ہوگیا وہ یہان سے چلا گیا اور چیت رام چوبدار کی معرفت کلکتے مین انگریزون کا نوکر ہوگیا یہ دونون متفق ہوکر راجہ بلونت سنگھ کے نواسے کے مین اور چیت سنگھ کی خرابی کے درپے ہوگئے یہ بھی دونون اس سفر مین گورنر جنرل کے ساتھ تھے گورنر جنرل کے حکم سے یہ چوبدار راجہ کے بلانے کو گیا اور سختی و بے ادبی سے بات کی اور گستاخانہ راجہ سے کہنے لگا کہ یہان ایک ایک سپاہی گورنر جنرل ہے اگر تمھارا کوئی آدمی ذرا بھی بولا تو تمھاری اور تمھاری رانیون کی ٹانگون مین رسی باندھ کر کشان کشان لاٹ صاحب کے پاس لیجاؤنگا

کی طرف سے یہان کا تحصیلدار تھا قلعہ مین رہتا تھا جان کالون نے اپنا ہرکارہ
کشتی پر بٹھا کر ٹانڈے کو بھیجا اور شمشیر خان کو زبانی پیغام دیا کہ گنوار لوگ میری
تلاش مین جوق جوق پیچھے سے آرہے ہین بہت جلد بڑی بڑی چند کشتیان گھاٹ
کے اس پار بھجوا دیجے تاکہ تمام خزانہ لیکر دریا اُتر کر آپ کے پاس پہونچ جاؤن اور
اس بلائے جانگداز سے رہائی حاصل کرون اس مرد کوتہ اندیش نے اپنی سی سمجھ
کے چند مصاحبون کی صلاح سے کشتیان نہ بھیجین بلکہ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ توپ
کے چند گولے جان کالون کی طرف لگوائے ان کو خیال یہ تھا کہ اب انگریزونکا اقبال
اُٹھ گیا گورنر جنرل قلعہ چنار گڑھ مین موجود تھے جان کالون نے یہ تمام حال اُن کو
لکھ بھیجا اگرچہ اُس سانحے کے بعد بیگم صاحبہ نے میر نثار علی کو سو جوانان نجیب کے ساتھ
کالون کی مدد کو بھیجا اور اُس کو بلا کر انگوری باغ مین ٹھہرایا اور بخوبی خاطرداری اور
دعوت مین کوشش کی مگر گورنر جنرل کے دل مین عناد کا بیج جم گیا حیدر بیگ خان
نے جب یہ دیکھا کہ بنارس مین ہنگامۂ فساد پیدا ہو گیا تو مضطرب ہو کر آصف الدولہ
کو لکھا کہ حضور تمام فوج موجودہ و لشکر صوبہ جات اور سارے توپخانے کو ساتھ لیکر
ادھر جلد تشریف لائین ورنہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا نواب فوراً بہت سے سامان
کے ساتھ سرزمین مشرق کی طرف عازم ہوے اور حیدر بیگ خان کو ساتھ لے کر
ملک بنارس مین پہونچگئے اور اپنی فوج کو دریاے گنگا عبور کرا کے حکم دیا کہ چیت سنگھ
کو شکست دیکر نکالدے چنانچہ الماس علی خان خواجہ سرا نے جس کے ساتھ بہت سی سپاہ
تھی اور ریاست لکھنؤ کے جنوبی و مغربی حصے کا حاکم تھا گنگا کو عبور کیا۔ اس عرصے مین
گورنر جنرل نے بھی ہر طرف سے فوجین منگا کر راجہ بنارس کی بیس ہزار فوج کو شکست دیکر

تو پھر راجہ کے نوکرون نے بھی اُنکی بوٹیان اُڑا ئین چیت رام کا بابو مینار سنگھ کے بیٹے
شکو سنگھ نے ایک ہاتھ مین کام تمام کیا انگریزی فوج کے بہت سے سپاہی اور افسر
مارے گئے۔ یہ ہیسٹنگز صاحب کی غلطی رائے تھی کہ وہ بنارس کے رہنے والون کو بنگالیون
کی طرح بُزدل اور ڈرپوک سمجھے یہان کے آدمیون کا سپاہیانہ پن وہ دیکھ چکے تھے
وہ بہار اور کلکتہ نہ تھا کہ تھوڑے سے سپاہیون سے کام چل جاتا یہ بنارس تھا اگر
راجہ کو قید کرنا تھا تو اس قدر سپاہ کو لانا تھا کہ وہ اس کام کے لیے کافی ہوتی ان
مٹھی بھر آدمیون کو لاکر ناحق گنگا کے کنارے لہو مین اشنان دلایا بلوا عام ہو گیا اور
بادھو داس کے باغ کو جہان گورنر جنرل اُترے ہوے تھے آگھیر لیا گورنر جنرل کو
اپنی جان کے لالے پڑے مگر اوسان و استقلال کو اُنھون نے اب بھی ہاتھ سے ندیا
اور رات کو دریا اُتر کر پیادہ قلعہ چنار گڑھ کو کہ سات کوس پر مشرق کی طرف
تھا چلے گئے تمام مُلک مین بغاوت اور انگریزون سے مخالفت کی ہوا پھیل گئی جہان
کسی سپاہی تلنگے کو سُرخ وردی پہنے دیہات کے گنوار دیکھتے اذیت دیتے تھے چنانچہ
جان کالون نام ایک انگریز شمالی صوبے کے ایک محال پر حاکم تھا اسکے ساتھ فوج کم تھی
کمی سپاہ کی وجہ سے اُس ضلع کے گنوارون نے اُسپر ہجوم کیا اور اُسکی تحصیل کے خزانے
کو لوٹنے کی خواہش کی جب اُس کو یہ آثار معلوم ہوے تو پہلے اس سے کہ گنوار لوگ
اُسپر حملہ کرین تمام خزانے کو ہاتھی پر لدوا کر اور حوضے مین آپ بھی بیٹھ کر چند سپاہیون
کے ساتھ رات مین چھپکر جائے امن کی تلاش مین نکل کھڑا ہوا صبح کے وقت دریاے
گھاگھرا پر پہونچکر شمالی کنارے پر کھڑا ہوا اس دریا کے جنوبی جانب قصبۂ ٹانڈہ تھا
جو والدہ آصف الدولہ کی جاگیر مین تھا شمشیر خان چیلہ جو بہو بیگم کا غلام تھا بہار علیخان

اپنی درگذرا اب بیگمون کے پیچھے پنجے جھاڑ کے چمٹے غرض اس اُلٹ پھیر مین کیا لکھنؤ آئے تھے تو قرضدار تھے یا اب اُن کے پاس تیس لاکھ روپے تھے اس ملک مین انگریزون کے پوبارے تھے ہیسٹنگز صاحب نے نہایت عقلمندی کی کہ اس بغاوت کا مقدمہ کوئی نہین بنایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس الزام کے لیے کوئی شہادت بہم نہ پہونچے گی اس لیے بیگمین لوٹ سے بچ جائینگی اُنھون نے نواب کو سمجھایا کہ تم جاتے ہی بیگمون کی جاگیر ضبط کر کے اپنا نفع اُٹھاؤ اور خزانہ ضبط کر کے سرکار کمپنی کا قرض چکا ڈالو اور خرچ اُٹھاؤ جس سے پھر کوئی گورنمنٹ بنگال کا اودھ پر مطالبہ نہ رہے یہ بیان مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کا ہے۔

لیکن فیض بخش بالکل اس کے برعکس لکھتا ہے کہ راجہ بنارس کے ہنگامے سے گورنر جنرل نے فرصت پائی تو آصف الدولہ کی اجازت سے حیدر بیگ خان اُن سے ملے اور ظاہر کیا کہ چیت سنگھ ایک زمیندار سے زیادہ نہین ہے اُس کی کیا قدرت تھی کہ آپ کے مقابل اُٹھنے کی جُرأت اور جسارت کرتا یہ تمام ہنگامہ آرائی نواب آصف الدولہ کی ماں کے خواجہ سراؤن کے ایما سے ہوئی ہے بلکہ عجب نہین کہ بیگم صاحبہ نے بھی اشارہ اس معاملے مین کر دیا ہو گورنر جنرل نے جواب مین کہا کہ یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ سرکار کمپنی کی طرف سے شجاع الدولہ کے ساتھ کسی قسم کے حُسن سلوک مین کوتاہی نہین ہوئی اور نہ اُن کے بعد اُن کی ریاست کے اُمور مالی و مُلکی مین فرمان کمپنی نے کوئی خلل اندازی کی پس بے سبب بیگم صاحبہ جیسی دانا اور عاقلہ رئیسہ سے ایسی حرکت جو بالکل خارج از آہنگ ہے بڑے تعجب کا مقام ہے اس گفتگو کے درمیان مین جان کالون نے بہو بیگم کر شمشیر خان چیلے کی شکایت کی جس سے حیدر بیگ خان کے

بجے گڑھ کو جہان وہ چھپا ہوا تھا فتح کرلیا مگر جو خزانہ قلعہ مین موجود تھا اُس کو ہاتھون ہاتھ اُسکی سپاہ نے نکال لیا اور گورنر جنرل مُنھ تکتے اور ہاتھ ملتے رہ گئے کہ نہ تو خزانہ اُن کے ہاتھ لگا جس کی بڑی ضرورت تھی اور نہ راجہ قابو مین آیا کیونکہ وہ بھاگ کر گوالیار پہونچا اور وہان ۲۹ برس رہ کر رہ گرائے مُلک عدم ہوا اُس کے بعد اُسکے بھانجے مہیب نرائن سنگھ کو گدی پر بٹھایا جو بلونت سنگھ کی رانی کی بیٹی کے بطن سے تھا اُس کی عمر ۱۹ برس کی تھی ریاست کی کارروائی اُس سے مشکل تھی اس لیے اُس کا باپ نائب مقرر ہوا اس راجہ سے بائیس لاکھ روپے کی جگہ چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا اور شہر بنارس کی دیوانی و فوجداری دونون اور تمام علاقے کی فوجداری اُسکے ہاتھ سے نکال لی اور ٹکسال بھی بند کرادی۔

چیت سنگھ کے فساد کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کے اور اُن کے خواجہ سرا اُن پر ڈالنا

اصل کار سے بے خبر مورخ لکھتے ہین کہ اودھ کی رعایا نے جو چیت سنگھ کے ہنگامے مین فساد برپا کیا تھا گورنر جنرل نے اُس کو آصف الدولہ کی مان اور دادی پر ڈالنا چاہا اس فساد کو بیگمون کے ذمے لگا دینا آسان تھا مگر اس الزام کے لیے کوئی شہادت موجود نہ تھی لیکن مسٹر بان مڈلٹن اس امر کی شہادت بڑی تھی کرنیل ہینی بیگمون پر جرم بغاوت ثابت کرنے مین بڑے سرگرم تھے کرنیل صاحب بھی غضب کے پتلے تھے اُنھون نے ایک زمانے مین نواب آصف الدولہ کے تعفنین مین تیر دے رکھا تھا نواب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ خدا کے واسطے اس کو یہان سے بُلوا لیجیے اور میری جان کے پیچھے سے جنجال چھڑائیے نہین تو مین نوابی سے

خواجہ سرا کی بے دماغی سے ملال اُٹھانا

نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ مین پہونچکر حسن رضا خان سے ارشاد کیا کہ
جناب والدہ صاحبہ نے چند مرتبہ تمکو یاد فرمایا تھا اُن کے سلام کو تمھارا جانا مصلحتاً
ضرور ہے اُنھون نے فیض آباد کا قصد کیا مقصود ایک تو جناب عالیہ کا سلام تھا دوسرے
شجاع الدولہ کی برسی مین کہ ۲۳ ذیقعدہ معین و مقرر تھی شرکت منظور تھی۔ رخصت
کے وقت حیدر بیگ خان نے حسن رضا خان کو صلاح دی اور کہا کہ آپ سے اور نواب
کی وادی کے مقرب الخدمت مطبوع علی خان خواجہ سرا سے اتحاد اور مناسبت دلی قدیم
سے ہے اور آپس مین راز و نیاز ہوتے ہین مجکو یقین ہے کہ والدۂ شجاع الدولہ کے
خواجہ سرا نواب آصف الدولہ کے خواجہ سراؤن سے بوجہ اُن کی شان و تجمل کے اظہار
کے دل مین صاف نہون گے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ جو مقدمہ ہمکو منظور خاطر ہے
اُس مین دونون بیگمین اتفاق نکر سکین کیونکہ اگر دونون ایک رائے اور ایک دل
ہوجائینگی تو ہمارا نقش مراد کرسی نشین نہو سکے گا جب حسن رضا خان فیض آباد پہونچگئے
تو اول والدۂ شجاع الدولہ کی ڈیوڑھی پر مجرے کو حاضر ہوے بعد اس کے والدۂ
آصف الدولہ کی ڈیوڑھی پر گئے اس ڈیوڑھی پر آداب و تسلیم کے مناسک ادا کرنے اور
نذرین بھیجنے کے بعد دیر تک بیٹھے اور ڈیوڑھی کے حکیمون طبیبون اور دوسرے حاضرین
سے اختلاط مین مصروف رہے جو مامائین اور کنیزین محل کے دروازے تک آنے کی مجاز تھین
اور قدیم سے خان موصوف کے ساتھ تعارف رکھتی تھین اُن مین سے ہر ایک کے ساتھ
بقدر مراتب استفسار خیریت حالات و اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور جواہر علیخان کے آنے کا

خیال کی تصدیق اور تائید ہو گئی گورنر جنرل نے پھر کہا کہ اگر نوکر یا غلام سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو قاعدے کی رو سے مواخذہ اُس کا مالک سے مناسب نہین اس معاملے مین بیگم صاحبہ اور اُن کے توابعین سے علانیہ تدارک عمل مین لانا نارواہے حیدر بیگ خان نے جواب مین عرض کیا کہ جب بالاجمال اس قدر معلوم ہو گیا کہ شمشیر خان سے یہ جسارت عمل مین آئی ہے تو اسی قصور کو خاطر اشرف مین جاگزین رکھنا چاہیے اور اس حرکت کے مقابلے مین نواب آصف الدولہ سے عرض کرکے تدارک کراؤنگا لیکن بشرطیکہ اندرونی طور پر جناب مدد دین اور صورت اس کی یہ ہے کہ اگر بیگم صاحبہ اس مقدمے مین بیٹے کی شکایت آپ کو لکھین تو جناب کی طرف سے یہی جواب دیا جائے کہ تم جانو اور بیٹا جانے ہم رئیس کے خانگی معاملات مین مداخلت نہین کرتے اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کو کہدین کہ ہر باب مین میری معاونت کرین جب یہ بات طے پا چکی تو آصف الدولہ کی ملاقات گورنر جنرل سے ہوئی اور پہلی ہی ملاقات مین رخصت بھی جانبین سے عمل مین آ گئی گورنر صاحب رستے لکھنؤ کو چلے گئے اور آصف الدولہ ہیسٹنگز صاحب کے بنارس سے رخصت ہو جانیکے بعد خود سلطانپور کی راہ سے فیض آباد کو روانہ ہوے کیونکہ اُن کی والدہ نے شقہ بھیجا تھا کہ اُس نور چشم کے دیکھنے کی مشتاق ہون یہان آکر دیدار فرحت آثار سے چشم دلکو منور کرین فیض آباد پہونچکر چند روز وہان رہے بعد اس کے لکھنؤ کو روانگی کی اجازت حاصل کی رخصت کے وقت بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اس مرتبہ حسن رضا خان تمھارے ساتھ کیون نہ آئے نواب نے عرض کی کہ غلام لکھنؤ پہونچکر بھیجدیگا۔

حسن رضا خان کا فیض آباد کو جانا اور وہان جواہر علیخان

جواہر علی خان خواجہ سرا کو مزاج پرسی کے لیے بھیجا نواب نے ان کی پاسداری سے اس خواجہ سرا کی بہت دلجوئی کی ارا کین لکھنؤ بھی ملے حسن رضا خان نے حسب ظاہر بہت کچھ اظہار خلوص کیا اور سالن کے چند دیگچے اپنے باورچی خانے سے روزانہ بھجواتے رہے لیکن دعوت نہین کی۔

اب اس خواجہ سرا کی رعونت کا حال حیدر بیگ خان کے ساتھ بھی سُننے کے قابل ہے باوجودیکہ یہ اُس وقت مین تمام ریاست کے اُمورات مالی وملکی پر حاوی تھے اور اتنا استقلال حاصل کر لیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر اور ہمپہلو نہین سمجھتے تھے زمانہ سابق مین شجاع الدولہ کے عہد مین ایک فوجدار سے زیادہ نہ تھے اس لیے یہ خواجہ سرا لوگ انکو خیال مین نہ لاتے تھے تواضع وتکریم تو بہت دور رہے جواب سلام مین بھی انداز تکبر رکھتے تھے دربار آصفی مین حیدر بیگ خان اور جواہر علی خان کا سامنا ہوا حیدر بیگ خان نے سبقت کر کے سلام کیا اور معانقے کو بڑھے جواہر علیخان نے معانقے سے اعراض کیا صرف جواب سلام کے لیے سر پر ہاتھ رکھ کر زبانی خیر وعافیت دریافت کر لی اور بالکل اخلاق ظاہری اور تملق دنیاداری کا برتاؤ نہ کیا۔

اسی زمانے مین کہ جواہر علیخان لکھنؤ مین موجود تھا ایک دوسرا واقعہ ظہور مین آگیا وہ یہ ہے کہ بھوانی سنگھ نام ایک شخص سلون کے علاقے کا رہنے والا گانون کا زمیندار تھا اس کے پاس دو تین گانون دوسرے جواہر علیخان کی سرکار سے آٹھ ہزار روپے مین اجارہ تھے جنکی جمع کامل اٹھارہ ہزار روپے تک پہونچگئی تھی چونکہ یہ شخص نواب آصف الدولہ کا مصاحب تھا فوج اس کے ماتحت تھی جواہر علیخان کا نائب اخوند احمد علی مجمع دیہات کی افزونی اور اُس کی طلبی سے اعراض کرتا تھا اتفاقاً اُسی سال

انتظار کرنے لگے جو دولت سرا مین موجود تھا لیکن جواہر علی خان کو حسن رضا خان سے باطناً کدورت تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ایک شخص مرزا ابراہیم بیگ نام کی حسن رضا خان سے سفارش کی تھی حسن رضا خان نے اُس کو ٹال دیا تھا اور نہ چٹھی کی کوئی پروانہ کی تھی اور حسن رضا خان کو یہ واقعہ یاد بھی نہ تھا اسی لیے جواہر علی خان محل سے نہین نکلتا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ جب ڈیوڑھی سے حسن رضا خان اُٹھ جائین تو اپنے مکان کو جائے اور خان موصوف یہان تک جواہر علی خان کے انتظار مین بیٹھے رہے کہ آفتاب زوال کی طرف مائل ہو گیا۔ مجبور ہو کر جواہر علی خان نکلا اور سیدھا پالکی مین سوار ہونے کو متوجہ ہوا حسن رضا خان نے سلام کیا اور اُٹھ کر ارادہ معانقے کا کیا جواہر علیخان نے نہایت بے اعتنائی کے ساتھ جواب سلام کو سر پر ہاتھ رکھا اور فوراً آبے ملے سوار ہو کر اپنے گھر کا رستہ لیا حسن رضا خان اس حرکت سے شرمندہ ہوے اور کچھ نہ پوچھا کہ اس حرکت خلاف معمول اور اس قدر کشیدگی خاطر کا سبب کیا ہے اور اُٹھ کر اپنی فرودگاہ کو چلے گئے جب اس امر کی خبر والدۂ آصف الدولہ کو ہوئی تو دونون کو بلُوا کر گلے ملوا دیا اگرچہ حسب ظاہر صفائی ہو گئی اور سلام وکلام کا سلسلہ جاری ہو گیا لیکن دلون مین غبار ویسے ہی باقی رہا ایک ہفتے کے بعد حسن رضا خان نے لکھنؤ کو رخصت حاصل کی اور خلعت لیکر واپس آگئے۔

والدۂ آصف الدولہ کی جاگیر کے بعض دیہات مین ریاست کا مداخلت کرنا لیکن مقابلے اور خونریزی کے خیال سے طرح دینا

اُسی زمانے مین نواب آصف الدولہ کی گردن پر دانہ نکل آیا اُن کی ماں نے مضطر ہو کر

خداوند عالم اور جناب بیگم صاحبہ مالک ہین غلام کو کیا قدرت ہے کہ حضور یا اُن کی
مرضی کے خلاف کوئی کام کرے اُس دن نواب کے دل مین تھوڑا سا تکدر پیدا ہو گیا۔
دو دن کے بعد جواہر علی خان رخصت کا خلعت پاکر فیض آباد کو واپس ہوا یہ بات
جب بیگم صاحبہ سے عرض کی تو اُنھون نے کہا کہ خبردار ہماری جاگیر کے علاقے مین مداخلت
نہ ہوین مولوی نے دوبارہ آصف الدولہ سے حقیقت حال ظاہر کی نواب نے تلنگون
کی پلٹن اُن گانوون پر قبضہ کرا دینے کو بھیجی جب وہ پلٹن بھوانی سنگھ کے علاقے مین
داخل ہوئی اور یہ خبر فیض آباد آئی تو بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ پلٹن نکال دی جائے
اُن کے حکم کے بموجب مرزا احمد علی بیگ کپتان دو سو سوار اور نجیبون کے تُمَن
جنمین ایک ہزار جوانون سے زیادہ تھے اور دو توپین لے کر روانہ ہوا ستر کے قریب سپاہی
پہلے سے سلون مین متعین تھے اور کچھ علاقے کے گنوار اور زمیندار فراہم ہو گئے اسطرح
تین چار ہزار آدمیون کے ہجوم نے پلٹن کو جا گھیرا پلٹن کے افسر نے یہ حال نواب کو لکھا
جو کہ عنقریب تمام جاگیر بیگم صاحبہ کا ضبط کرنا اور خواجہ سرایون کا گرفتار کرنا منظور خاطر تھا
اس لیے حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ بالفعل یہ مصلحت ہے کہ پلٹن واپس کر لی جائے
چند روز کے بعد اسکی تدبیر دوسری طرح کی جائے گی جب پلٹن واپس چلی گئی تو فیض آباد
مین یہ خبر سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ گنوارون اور دوسرے آدمیون کے ہجوم سے نواب
کی فوج ڈر کر چلی گئی مقابلے کی تاب نہ لائی۔

بہو بیگم اور اُنکے بیٹے نواب آصف الدولہ مین نا چاقی کا آغاز ہونا

جب پلٹن کی واپسی کو علاقۂ بھوانی سنگھ سے دس بارہ روز کا عرصہ گذر چکا

نواب کی مصاحبت کے درجے سے گر گیا اور نہ وہ مرتبہ باقی رہا نہ حضوری بلکہ قید کردیا گیا۔ مولوی فضل عظیم صفی پوری حسن رضا خان کی جانب سے باورچیخانے اور دیوانخانے کا نائب تھا اور یہ خدمت عہد شجاع الدولہ سے اُس سے تعلق رکھتی تھی ان کارخانون کے حاکم اصلی خود حسن رضا خان تھے۔ اس زمانے مین مولوی مذکور بھی بھوانی سنگھ کا طرفدار تھا اور نواب کے سامنے اُسکی طرف سے سوال و جواب کیا کرتا تھا اسکو خبر تھی کہ بھوانی سنگھ کے دیہات مستاجری مین دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی نے جواہر علی خان سے سوال کیا کہ آخر بھوانی سنگھ ایک ہندو شخص کے ہاتھ مین یہ گانوٗن تھے اگر اُسکی جگہ مجھے دیدیے جائین تو مہربانی ہوگی مین جس طرح نواب سرفرازالدولہ حسن رضا خان کا مطیع و منقاد ہون اسی طرح آپکا فرمان بردار ہون جس قدر روپیہ بھوانی سنگھ سرکار مین داخل کرتا تھا مین بھی قسط بہ قسط داخل کرتا رہون گا چونکہ اخوند احمد علی نے جواہر علی سے قبل سے یہ بات کہدی تھی کہ ان گانوٗن مین دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی چاہتا ہے کہ بالا بالا یہ منافع حاصل کرے آپ کسی حیلے سے اُس کی خواہش سے اعراض کردین جواہر علی خان نے اپنے نائب کے کہنے کے بموجب مولوی کو یہ جواب دیا کہ فیض آباد پہونچنے کے بعد بیگم صاحبہ سے عرض کرکے گانوٗن تمھارے حوالے کردیے جائینگے اُن کی اطلاع کے بغیر ایک گانوٗن دینے کا مقدور نہین مولوی نے جب دیکھا کہ اس معاملے مین لیت و لعل کرتے ہین تو نواب آصف الدولہ سے عرض کرکے سفارش چاہی نواب نے جواہر علی خان سے فرمایا کہ ہماری پاس خاطر سے یہ علاقہ مولوی کے حوالے کردو اور والدہ ماجدہ کو ہرگز اطلاع نہ ہو اگر اس معاملے مین کوئی حیلہ کروگے تو ہم تلنگون کی پلٹن بھیجکر مولوی کا قبضہ کرادینگے۔ جواہر علی خان نے عرض کیا کہ

کا محاصرہ کرلیا اُس نے عرضی حضور کو لکھی چونکہ یہان دوسری تدبیر سوچی ہوئی تھی
حکم ہوا کہ وہان سے واپس آجائے اس بات سے کسی قدر اہل فیض آباد کو دلجمعی ہوگئی
جب ایسی ایسی باتین ظاہر ہونے لگین اور بیگم صاحبہ کو کھٹکا ہوا اور نواب سالارجنگ
کی جاگیر بھی ضبطی مین آگئی اور اُنھون نے دم نہ مارا تو اب بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان کو
حکم دیا کہ علٰحدہ علٰحدہ شقے آصف الدولہ اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ اور حیدربیگ خان
اور مولوی فضل عظیم خان کو بیگم کی طرف سے لکھے ہم ان شقون کو ان کی عبارتون مین
نقل کرتے ہین۔

شقہ بنام آصف الدولہ از جانب والدۂ او بشان آصف الدولہ

معلوم نمایند کہ بہ ترغیب نمک کوران خانہ برانداز ما بدولت کہ قبلۂ تو ایم دما و رای آن
انواع پرورش سرّا و علانیۃً در حق تو کردہ ایم کہ تو خود ازان خوب اطلاع دآگاہی
داری با وصف این ہمہ مدارج بحرکات ناساز بے ادبانہ مے خواہی کہ عنداللہ ماخوذ و عندالخلق
رسوا و بدنام شوی و از حین وفات والد خود کہ بر مسند ریاست جا کردہ ما را سوائے ضرر و خصومت
از تو ہیچ نرسیدہ و حقوق شرعی و عرفی آن قدر کہ بر گردن تست بر ذمۂ شجاع الدولہ
نبود و او کہ چند ہزار زن منکوحہ و غیر منکوحہ و متعیہ و غیر متعیہ در سرای خود مے داشت
باوصف آن اطاعت و انقیاد و خاطرداری و دلجوئی ما را کہ مے کرد تو خوب مے دانی
در قلمرو او شہرت ست و تو کہ از بطن من پیدا شدۂ و لخت جگر منی بر تو اطاعت فرمانبرداری
من ہزار چندان واجب ست دانچہ از نقود و اجناس و محالات جاگیر وغیرہ کہ با خود دارم
ہمہ بدولت آن مرحوم ست از دولت تو آلودۂ یک دام نہ شدہ ام بالفعل انچہ عنمیدۂ
و ارادہ داری غلط ست نظرے کہ بر محالات جاگیر من دوختۂ ازین خیال خام دست بردار

توحیدر بیگ خان نے ہر طرف سے اطلاعین بہم پہونچا کرا ور ہر طرح کی رخنہ بندی کر کے
اور دونون بیگمات (یعنی آصف الدولہ کی مان اور دادی) کے باہمی نفاق سے فائدہ
اُٹھاکر اگلے حساب کے کاغذات کو دوبارہ نواب کے ملاحظے مین پیش کیا اور کسی قدر مخفی دھمکی بھی
دی اور نواب کی فضول خرچیون کو لمبی لمبی تقریر دن مین ذکر کیا اور حسن تقریر سے
نواب کو اُنکی مان کی جاگیر کے ضبط کرنے اور اُن سے روپیہ بطور قرض کے لینے کی طرف آمادہ کیا
لیکن نواب ایسے بدنامی کے کام مین ہاتھ ڈالنے سے پہلو بچاتے تھے۔ جب حیدر بیگ خان
نے خیالی تخویف سے نواب کو بہت تنگ کیا تو اُنھون نے بدحواس ہو کر اُنکے مشورے کو
مان لیا۔ اب حیدر بیگ خان نے دکھانے کو اولاً اپنی اور حسن رضا خان کی جاگیرین
ضبط کین بعدہ عنبر علی خان اور آفرین علی خان اور محبوب علی خان خواجہ سراؤن
اور مدار الدولہ وغیرہ کی جاگیرون کو ضبط کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ نواب سالار جنگ
کی جاگیر کی ضبطی کے لیے بھی نواب وزیر کا ارشاد ہے اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جناب عالیہ
سے بھی روپیہ مانگا جائے گا اس قسم کی خبرین مشہور ہوتے ہوتے فیض آباد مین پہونچین
اور وہان ان کا عام طور پر چرچا ہونے لگا خواجہ سراؤن نے بیگمات سے عرض کیا لیکن
بظاہر عقل سلیم نے اس بات کو قبول نہ کیا اس لیے اس پر کچھ توجہ اور اعتنا نہوئی یہانتک
کہ میر ناصر علی نام ایک شخص جو شجاع الدولہ کے عہد سے علاقون پر عامل رہتا آتا تھا
ریاست کی طرف سے بیگم صاحبہ والدۂ آصف الدولہ کی جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا
جب یہ خبر بیگم صاحبہ کو فیض آباد پہونچی تو حکم دیا کہ اُس کو ایک شب بھی وہان نہ ٹھہرنے
دین فوراً نکالدین بیگم کی فوج ۱۹ سو آدمی کے قریب موجود تھی اور اُن کی مدد کو
گانؤن کے آدمی بھی جمع ہوگئے یہان تک کہ پانچ چھ ہزار کے قریب جمعیت نے میر ناصر علی

بنام مولوی فضل عظیم خان مگر تو خود را فراموش کردہ کہ از جادۂ راستی انحراف داری سخن چند روز ست کہ با کنیزان ما بدولت کہ ہیچ رتبہ نداشتند بہ خوش آمد و چاپلوسی پیش آمدہ ہر یکے را ہمشیرہ مے خواندی و بران مباہات مے کردی مروز بلے طمع دہ ہزار روپیہ گنجائش علاقہ بھوانی سنگھ موجب فساد و فتنہ مے شوی و کمر بر نمک حرامی بستہ فیما بین ما بدولت و لخت جگر باغوا پیدا زہی آخر این آتش کو کنار نیست کہ با لا با لا خواہد رفت۔

جب یہ خط لکھنؤ مین ہر ایک مکتوب الیہ کے پاس پہونچے سب نے متفق اللفظ والمعنے آصف الدولہ سے کہا کہ بیگم صاحبہ نہ لکھی ہین نہ پڑھی یہ جو کچھ عبارت آرائی ہے جواہر علی خان کی طرف سے ہے اُسنے اُن کی اطلاع کے بغیر جو کچھ دل مین آیا بے باکانہ لکھوا بھیجا ہے اور نہایت آزادی سے ایسی جسارتین کرتا ہے صلاح یہ ہے کہ آخر حضور کے والد کا غلام ہے اگر اُس کو تھوڑی سی گوشمالی حضور کے ہاتھ سے ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ آیندہ احتیاط رکھے نواب نہایت سادہ مزاج تھے اس بات پر مستعد ہو گئے اور فیض آباد کو روانگی کا ارادہ کیا۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

نواب نے اپنی روانگی سے قبل اپنی ماں کو تحریر بھیجی کہ غلام خود حضور کی خدمت مین حاضر ہونے والا ہے جو کچھ حضور کو ارشاد فرمانا اور غلام کو عرض کرنا ہوگا بالمواجہ یہ کام ہو جائے گا اس عریضے کے فیض آباد پہونچنے سے ایک طرح سے اطمینان خاطر حاصل ہوا لیکن بعضے ٹکڑے توڑنے والے نمک حرام جو خانہ خرابی پر آمادہ تھے اور

والا نتیجہ آن در دنیا و عقبے نیک نخواہد شد۔

شقۂ بیگم بنام حیدر بیگ خان رفعت پناہ حیدر بیگ خان محفوظ باشند

ہنگامیکہ عوض باقیات زرہائے سو ولی و دریاباد برادر بزرگ تو نور بیگ در شدت

تمازت آفتاب مرداد بکمال صعوبت جاندادکہ متصل برادر از گرمی خورشید و بے آبی مانند

مرغ نیم بسمل بر زمین سنگین مے غلطیدی و قریب بود کہ برادر ملحق شوی دران حال شفیع

توگشتہ و زرہا از خزینۂ خود رسانده جان بخشی کرده در حفظ و حمایت خویش نگاہداشتم

دران وقت سر غلامی و فدویت بر آستانۂ ما مے مالیدی و حالا ہم کہ رتبۂ نیابت مُلک

مے داری بدولت فرزند ارجمند من ست نہ از جائے دیگر برسانیدۂ مگر قصاص خون برادر

از غلامان ما مے خواہی کہ مصدر این ہمہ شوخی و فتنہ و فساد گشتۂ مگر سبب این ست کہ

آصف الدولہ سادہ مزاج واقع است و در لہویات مشغول ہر چیز تعلیم میکنی او از مآل کار

ناندیشیده ہمان مے کند خدائے منتقم جزائے اعمال بتو خواہد داد۔

بنام مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ ضابطہ و آئین سلاطین و ملازمان انگریزی چنان

ست کہ از قول و فعل خود بر نمے گردند ہر چہ مے گویند و یا مے نویسند بران راسخ و ثابت

مے باشند و سابق چند کاغذ مہری جان برسٹو وغیرہ صاحبان پیش خود موجود مے دارم

چنان نوشتہ اند کہ بعد ازین مادر و جدہ متعلقین سرکار کمپنی را و نواب آصف الدولہ را

از نقود و اجناس و محالات جاگیر و جمیع متعلقان حضور از ملازمان و عبید و خدم وغیرہ

ہیچ گونہ تعرض و سروکار نماندہ بطور خود ہر چہ دانند و توانند بکنند ہرگاہ این چنین وثائق

مضبوط نوشتہ دادہ اند پس این ہنگامہ آرائی کہ شہرت دارد و متواتر مسموع مے گردد

و معلوم مے شود کہ عنقریب سمت ظہور مے گیرد چگونہ و از چہ راہ است۔

اسمد علی بیگ کپتان کی ماتحتی مین تھے اور اٹھارہ توُمن نجیبون کے جواہر علیخان کے ساتھ
تھے اور ایک کمپنی تلنگون کی عقلمند خواجہ سرا کے پاس تھی اور ایک توُمن نجیبون کا
بہار علی خان کے ہمراہ تھا اور سو جوان شگون علی خان خواجہ سرا کے ساتھ تھے اور دو چار
سفید پوش یکہ جوان ان کے سوا تھے۔ بیگم کی طرف نہ کسی کا نواب سے لڑنے کا ارادہ تھا
نہ کوئی دوسرا خیال۔

ریاست کی جب تمام سپاہ جمع ہو گئی اور توپخانہ آراستہ ہو چکا تو نواب آصف الدولہ
مع مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کے فیض آباد کو روانہ ہوے۔ حیدر بیگ خان نے اس
موقع پر عرض کیا کہ فدوی اور دو تین دن تک افواج متفرق و باقی ماندہ کو جمع کر کے
اور ساتھ لے کر یہان سے روانہ ہوگا جب تک مین حاضر ہو جاؤن حضور اُس وقت تک
کسی امر مین جلدی اور شتابی نکرین ان کے دیر سے روانہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص
منجمین کے کہنے مین تھا اور اُنھون نے بالاتفاق کہا تھا کہ ابھی آپکی روانگی کی ساعت نہین
آئی ہے اسلیے سپاہ کے جمع کرنے کے حیلے سے نواب کے ساتھ نہ گئے آصف الدولہ کا معمول
قدیم سے تھا کہ جب فیض آباد کا ارادہ کرتے تو پہلے سے حکم پرانے مکانات کی دُرستی کا
جو موتی محل کے پاس تھے جہان نواب کی والدہ رہتی ہین بھیجدیتے تھے اور فراش و
کارپردازان کو سجا دیتے تھے اب کی مرتبہ فیض آباد کا قصد کیا تو مکانات کی تیاری کا حکم
کسی اہلکار کو نہین بھیجا اور جب فیض آباد مین داخل ہوے تو آصف باغ مین اُترے۔
یہ باغ شجاع الدولہ نے آصف الدولہ کے نام پر تیار کرایا تھا اور چوک سے جہان موتی محل
تھا ناکۂ لکھنؤ کی سمت ایک کوس جریبی کا فاصلہ رکھتا تھا۔ جب ایسا واقع ہوا تو اُنکی مان
نے جواہر علیخان اور بہار علی خان کو اُن کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ ہم سے ایک کوس کے

جواہر علی خان اور بہار علی خان کا جاہ وحشم ایک آنکھ نہین دیکھ سکتے تھے وہ حسد کی راہ سے الٹی سیدھی باتین اور جھوٹے سچے حالات بیگم صاحبہ کے ہان کے اپنے دل سے تراش کر حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان کو لکھتے رہتے تھے اور اس مین اپنی بہتری و بہبودی سمجھ کر اقسام رعایات نقد وجنس کے نواب آصف الدولہ کی سرکار اور ارکان سرکار سے متوقع تھے اور ان مین سے بعض خود بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا تھے جب اُنھون نے دیکھا کہ نواب خود تشریف لانے والے ہین اور ممکن ہے کہ مان بیٹے باہم مل جائین اور صفائی ہو جائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ فلان فلان امر کا فلان شخص بانی ہے اور ان دونون کو اُس وقت معلوم ہو جائے کہ فلان غلام نے ایسا لکھا تھا اور فلان نے ویسا تو مٹی پلید ہو۔ یا سر تن سے جُدا ہو یا منھ کالا کر کے گدھے پر سوار کرکے تشہیر کیے جائین اس لیے ان لوگون نے فیض آباد سے لکھا کہ توپین گولہ بارود کے ساتھ اور دوسرا سامان جنگی اور تین چار ہزار پیادہ وسوار اور سیکڑون یکہ جوان لڑنے مرنے والے یہان مستعد وآمادہ لڑائی کے لیے بیٹھے ہوے ہین۔ نواب کی خدمت مین عرض کر دیا جائے کہ اگر تشریف لاتے ہین تو بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے آوین۔ نواب صاحب نے اس جھوٹی بات کو سچ سمجھ کر تمام سپاہ متفرق کو جابجا سے جمع کیا اور عاملون کو لکھ دیا کہ اس باقاعدہ فوج کے عوض دوسرے سہ بندی کے جوان بھرتی کرکے جابجا گھاٹون اور پرگنون مین بھیجدو اور یہ کل سپاہ لکھنؤ کو روانہ کردو چنانچہ تمام پلٹنین تلنگون کی سُرخ وردی والی اور تمام نجیب سیاہ وردی والے اور تمام رسالے سوارون کے رکاب ہمایون مین جمع ہو گئے۔

اب بیگم صاحبہ کی سپاہ کی تفصیل سُنیے جو اُن کے پاس فیض آباد مین تھی دو سو سوار

ناخوش ہوکر اپنی جاے سکونت کو بدل دینا

جس دن حیدر بیگ خان پہونچے اُسدن آصف الدولہ خود تو مان کے پاس نگئے سالارجنگ کو بھیجکر اُن کی زبانی پیام دیا کہ غلام کو کروڑ روپے انگریزون کے دینے ہین اُمیدوار ہون کہ حضور سے مرحمت ہوجائین بیگم صاحبہ نے یہ بات سُن کر سالارجنگ سے فرمایا کہ کیا پھر مزاج آصف الدولہ کا اعتدال طبعی سے منحرف ہوگیا ہے یا غلبۂ خفقان کی وجہ سے ایسی غافلانہ باتین مُنھ سے نکالتا ہے اور آپ میرے بزرگ ہین اس لیے مین آپ سے کیا کہون ایسے پیغام بے محل اور بے کار آپ لاتے ہین بھلا اُس سے پوچھو تو کہ تمام صوبہ اودھ والہ آباد اور دوسرے ممالک وہ اپنے قبض وتصرف مین رکھتا ہے لیکن کبھی ایک کروڑ روپون کی صورت اُس نے اپنی آنکھون سے دیکھی ہے یا اُس کے باپ نے کبھی اتنے روپے جمع کیے تھے اگر اُس کے دل مین یہ بات ہو کہ شجاع الدولہ کی دولت میرے پاس جمع ہے تو وہ تو پہلے ہی مجھ سے لے گیا ہے میری جاگیر سے چار لاکھ روپے کی آمدنی ہے اسی قدر خرچ بھی پھر مین نے کروڑ روپے کہان سے جمع کرلیے دوسرے دن صبح کو خود نواب آصف الدولہ اپنے امون کو ساتھ لیکر بیگم صاحبہ کے پاس آئے انکے بیٹھ جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایک کروڑ روپے کی درخواست کی ہے سچ کہو کہ باپ کے عہد مین اِس قدر روپیہ کبھی ایک جگہ دیکھا تھا یا تمنے اِس قدر عرصے مین کبھی جمع کیا ہے ہمنے تو خواب مین بھی اتنا روپیہ نہین دیکھا یہ کیا باتین ہین کہ غائبانہ زبان پر لاتے ہو نواب نے قطعی انکار کیا کہ غلام نے کبھی ایسی درخواست نہین کی ہے اُس وقت بیگم صاحبہ نے نواب سالارجنگ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ واہ بھائی صاحب عجیب پیغام خلاف واقع

فاصلے پر ٹھہرنے کا سبب کیا ہے نواب نے جواب مین کہلایا کہ ان دنون خفقان کی ایسی
شدت ہے کہ بدون مکان وسیع وخوش فضا کے دل پر پریشانی رہتی ہے لکھنؤ مین بھی
زیادہ تر صحرا کی سیر مین کٹتی تھی یہ مکان بارہ دریہاے قدیم کے مقابلے مین بہت وسیع
ہے رفع وحشت خاطر کے لیے یہین کی سکونت کو اطبا نے تجویز کیا خاکسار شام کے وقت
حضور کی خدمت مین حاضر ہوگا اور دونون خواجہ سراؤن کو ایک ایک دوشالہ ایک
ایک پگڑی ایک ایک رومال اور ایک ایک گوشوارہ بطریق خلعت کے بخشا خوشی خوشی
دونون شخص بیگم صاحبہ کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ نواب شام کے وقت خود بھی
آدینگے اُسی دن نہایت تنگ وقت پر کہ بعض جگہ چراغ بھی جل گئے تھے۔ نوابصاحب
اپنے حقیقی ماموں نواب سالار جنگ کو ساتھ لے کر ماں سے ملنے کو آئے اور ضابطۂ قدیم
کے مطابق ایک سو ایک اشرفی کی نذر دے کر بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر نماز مغرب ادا کرنے
اور باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بہانے سے جلد اُٹھ گئے اور گلاب باڑی مین جا کر
اُسی طرح ہاتھی پر بیٹھے ہوے فاتحہ پڑھ کر آصف باغ کو چلے گئے دوسرے دن سے
یہ دستور رکھا کہ روز صبح کو ماموں کے ساتھ آتے سلام کرکے بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر
اُدھر کی باتین کرکے چلے جاتے ماں اور بیٹے کے دونوں مین انقباض رہا چوتھے دن
حیدر بیگ خان بھی فوج اور توپخانے کے ساتھ آگئے اس مرتبہ حسن رضا خان اور
حیدر بیگ خان سلام اور نذر کو حاضر نہوے اس سے زیادہ کبیدگی خاطر رہی

آصف الدولہ کا اپنی ماں سے کروڑ روپے طلب کرنا

دونون طرف سے بہت سا انکار واصرار پیش آنا بیگم کا

جو کچھ روپیہ ان کے امکان مین ہوگا بے دروسری کے ہاتھ آجائے گا جناب عالیہ سے
کاوش اور رد و بدل کرنا ادب کے خلاف ہے اور یہ امر کام کسی طرح قرین مصلحت نہین
نواب صاحب نے اس رائے کو پسند کیا اور دونون خواجہ سراؤن کی گرفتاری کی تدبیر کرنے
لگے نواب نے آفرین علی خان خواجہ سرا کو اپنی ہان کے پاس بھیجا کہ تھوڑی دیر کے لیے
جواہر علی خان اور بہار علی خان کو میرے پاس بھجوا دیا جائے کہ ایک بات ان سے کہنی ہے
بیگم کے آدمی اس پیام سے ڈر گئے اور وہ دونون خواجہ سرا بھی دریاے فکر و حیرت مین
ڈوب گئے اُنھون نے محل سرائے نکلکر اپنے مکانون کو جانا چھوڑ دیا محلسرا سے نکل کر مکان
آتش خانہ مین کہ ڈیوڑھی پر تھا آجاتے اور یہان حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر پھر
محلسرا مین چلے جاتے۔ بیگم صاحبہ نے آفرین علی خان کو جواب کہلا بھیجا کہ اپنے آقا سے جا کر
کہدے کہ تجھکو مجھ سے کونسی پردہ داری ہے خود کیون نہین میرے پاس آکر جو کچھ منظور
خاطر ہے کہتا خواجہ سراؤن سے کیا سروکار وہ کبھی نہین آئینگے یہ بات مشہور ہونے سے
چھوٹے بڑے پھر متوحش ہوے اور سمجھے کہ ہنگامہ طول کھینچے گا جب خواجہ سراؤنکا آسانی
سے ہاتھ آنا میسر نہوا تو آفرین علی خان کی زبانی نواب نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اب ارادہ
فدوی کا ایسا قرار پایا ہے کہ آپ کے متصل بارہ دری قدیم مین آکر رہون لیکن شاگرد پیشہ
اور مردم ہمراہی کے رہنے کے لیے وسیع مکان درکار ہین اگر دو تین دن کے لیے ایسا ہو کہ
آپ کے پیادے جنکے مکان فیض آباد مین ہین اپنی اپنی جگھون سے اُٹھ کر اپنے اپنے گھر وہین
چلے جائین تو بہتر ہے تاکہ میرے آدمی اُن جگھون مین اُتر جائین۔ اس پیغام سے
بیگم صاحب نہایت برافروختہ ہوئین اور کہنے لگین کہ خیریت ہے باطن کا حال معلوم ہوا
اگر ایسی حالت ہے تو مجھے اپنا رہنا بھی قلعہ مین گوارا نہین جب آفرین علی خان بیگم کے

دل سے تراش کر لائے تھے آپ کو ایسی باتون سے کونسا فائدہ ہے وہ بیچارے دم بخود ہو گئے نہ اقرار کرتے بنتی تھی نہ انکار کرتے تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد خود نواب آصف الدولہ ہی نے اس بات کی یون تفسیر کی کہ انگریزون کو دینے کے لیے کروڑ روپے مجھے چاہیین یہی پیام دیا تھا مین نے طلب نہین کیے تھے ماموں صاحب یہ سمجھ گئے کہ مین طلب کرتا ہون اگر ان مین سے کچھ حضور بھی مرحمت کر دین تو غلام کی مشکل آسان ہو جائے بیگم نے جواب دیا کہ کروڑ اور آدھے کروڑ روپے تو مین نہین جانتی اگر تم کو مطلوب ہین تو پانچ چھ لاکھ روپے دے سکتی ہون لیکن اول یہ بتا دینا چاہیے کہ روپے قرض لیتے ہو یا بطور ثواب کے نواب نے عرض کی کہ بطور قرض کے چاہتا ہون اسی قدر سوال وجواب پر مجلس ختم ہو گئی نواب آصف الدولہ باغ کو چلے گئے اور خواجہ سرا اپنے مکانون مین آکر کھانے پینے مین مشغول ہوے جب یہ حکایت حیدر بیگ خان کے کانون مین پہونچی تو نواب سے عرض کیا کہ جناب عالی نے ایک کروڑ روپے کے لیے اتنی تکلیف اُٹھائی ہے لکھنؤ سے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ فیض آباد تک سفر کیا ہے دُور دُور تک لوگون نے یہ بات سُنی ہے کہ نواب نے اپنی مان سے زر کثیر پایا ہے اس قدر تھوڑے روپے لینے پر جو خود حضور نے رضامندی ظاہر کر دی ہے تو اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ بدنامی علاوہ رہی کہ مان سے بلا رضامندی کے روپیہ لیا پھر کس لیے بہت سا روپیہ نہ لیا جائے جس سے کام نکل جائے اسکی تدبیر نمک خوار کے ذہن مین یون ہے کہ جواہر علیخان اور بہار علی خان دونون حضور کے باپ کے غلام ہین اور جناب عالیہ کے یہی مدار المہام ہین اُن کا تمام اندوختہ ان کی تحویل مین ہے یہی سیاہ وسفید کے مالک ہین کسی طرح ان دونون کو بیگم صاحبہ سے جُدا کر کے تھوڑی دیر قید رکھ کر کسی قدر چشم نمائی کی جائے

کو دوپہر کے بعد جناب عالیہ سوار ہوئین تمام فوج جو دو ہزار کے قریب تھی اور تمام خواجہ سرا
اور ان کے آدمی ساتھ ہوے اور سامان ضروری بھی ہمراہ لیا بڑی بیگم موتی باغ مین کہ
قلعہ سے زیادہ مسافت نہین رکھتا تھا رہتی تھین رستے مین اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ
سپاہیون کا سواری کے ساتھ چلنا دشوار تھا قلعہ کے دروازے سے موتی باغ تک سب نے
دورویہ صف باندھ لی سواری ان صفون کے درمیان سے گذری تمام شریف آدمی اور
یکہ جوان کہ بیگم صاحبہ کے نوکر اور خواجہ سراؤن کے مصاحب تھے اور جن کا معمول سواری
کے ساتھ رہنے کا نہ تھا اس وقت مسلح ہوکر سواری کے ساتھ ہے اور سپاہیان نجیب
جنکی وردی سیاہ تھی اور تلنگے جنکی وردی سرخ تھی اپنے افسرون کے حکم کے بغیر اور
بدون اجازت مالکون کے بندوقون کے توڑے سلگا کر کھڑے ہوگئے جب سواری قلعہ
سے نکلی تو مولوی فضل عظیم خان نے سلام کرکے نذر پیش کی جو نا منظور ہوئی جب یہ خبر
نواب آصف الدولہ کے کان مین پہونچی تو اُن کا دِل بھر آیا گو دل و دماغ اُن کا کیساہی
اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کردیا تھا مگر اُس وقت اُن کا دل نہ سکا انھون
نے ارادہ کیا کہ تیزی سے پہونچ کر معذرت کرکے منت وسماجت کے ساتھ سواری کو
پھر قلعہ مین لوٹا ئین لیکن حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ اگر روپیہ لینا منظور خاطر ہے
تو تھوڑی دیر توقف فرمانا چاہیے آخر دادی صاحبہ کے دولتخانے مین جارہی ہین وہ بھی
اپنا مکان ہے اور وہان ہمیشہ جاتی رہتی ہین کوئی نئی بات نہین اُسی وقت مولوی
فضل عظیم خان نے پہونچکر عرض کیا کہ حضور کا اس وقت معذرت کے لیے تشریف لیجانا
مصلحت کے خلاف ہے وہان تمام مادہ تیار ہے سپاہیان پیادہ و سوار بندوقون کے
توڑے سلگائے ہوے مستعد کھڑے ہین اور نفس الامر یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کو ان آدمیون

پاس سے رخصت ہو کر باہر نکلا تو دیکھا کہ نقار خانے کے دروازے سے قلعہ کے دروازے تک کہ یک پولیہ کہلاتا تھا دونون طرف ہر ایک دوکانمین دس دس بیس بیس سپاہیان نجیب بیگم صاحبہ کے ملازم جو جواہر علی خان کی ماتحتی مین تھے بیٹھے ہین اور اُس وقت دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ پہلے سے مرزا احمد علی بیگ کپتان کے رسالے اور عقلمند خواجہ سرا کی کمپنی مین جو آدمی کم تھے اور اُن کے نامون کی جگہ دوسرے آدمی بھرتی کرنے کے لیے حکم ہوا تھا ایسے موقع پر ان دونون شخصون نے بھی بھرتی شروع کردی تھی اور ایک ایک کی جگہ دس دس اور دس دس کی جگہ سو سو آدمی نوکری کے لیے حاضر تھے اسلیے ہتھیار بندون کا ہجوم عام ہو گیا تھا اس اژدحام مین آفرین علی خان میلانے مین سوار آیا اور بلند آواز سے کہا کہ سپاہی ان مکانون سے اُٹھ جائین اور اپنے اسباب لیجائین حضور نواب صاحب کے آدمی یہان قیام کرینگے جب سپاہیون کے کانون مین یہ آواز پہونچی تو آفرین علیخان کو گالیان دینے لگے اور کہنے لگے کہ جناب عالیہ کے بغیر ہم یہان سے نہین ہٹینگے آصف الدولہ تو کیا حقیقت رکھتے ہین اگر شجاع الدولہ اور صفدر جنگ اور برہان الملک اپنی قبرون سے اُٹھ کر یہان آوین اور اس بات کی درخواست کرین تو یہ امر ناممکن ہے۔ آفرین علی خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر تمام حال کو بڑی آب و تاب کے ساتھ عرض کیا اس ہنگامے مین نواب آصف الدولہ کی دادی کے جاسوس بھی موجود تھے اُنھون نے جاکر اپنی بیگم سے حال بیان کیا اُنھون نے اپنی بہو کو کہلا بھیجا کہ یہ کیا خلاف توقع اور بے قاعدہ باتین سُننے مین آرہی ہین مین سوار ہو کر تمھارے پاس آکر مفصل حال معلوم کرنا چاہتی ہون۔ والدہ آصف الدولہ نے جواب مین عرض کرایا کہ آپ بزرگ ہین سواری کا قصد بیجا مناسب نہین مین خود آپ کے پاس آتی ہون۔ جمعہ کے دن ۲۵ محرم ۱۱۹۶ھ ہجری

خواجہ سراؤن کے ممتاز اور شریف نوکر بھی تیار تھے یہ بھلے آدمی رات کو بھی حفاظت کے لیے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جمے رہے۔

انگریزی پلٹن کا قلعہ اور جواہر علی خان وبہار علیخان کے مکانون پر قبضہ کر لینا۔ حکمت عملی سے بیگم کے آدمیون کو منتشر کرا دینا

شب شنبہ ۲۶ محرم ۱۱۹۶ھ ہجری کو پہر رات گئے انگریزی پلٹن ایک انگریز کی ماتحتی مین تیار ہو کر مغرب کی طرف سے دلی دروازے کی راہ ہو کر قلعہ مین داخل ہوئی اور بہو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی اور جواہر علی خان وبہار علی خان کی حویلیون اور قلعہ کے تینون دروازون پر پہرے کھڑے کر دیے اور قلعہ کی شمالی طرف کا بھی جو دریا کی سمت واقع ہے انتظام کر لیا اور ایک ایک توپ ہر ایک دروازے پر کھڑی کر دی اِس کارروائی سے بیگم صاحبہ کے طرفدارون کو بالکل مایوسی پیدا ہو گئی نواب نے ذرا پاس ولحاظ نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ تھوڑی سی چشم پوشی سے مدعا حاصل ہو جائے گا والدہ صاحبہ اور اُن کے مشیر سمجھ لینگے کہ نواب اِس مرتبہ بیمروتی پر کمر باندھے ہین اپنی درخوست پوری کرا کر چھوڑینگے اور جس طرح بن سکے گا روپیہ لیے بغیر نہ مانینگے۔ بیگم صاحبہ اور اُنکے طرفدار مایوس ہو جائینگے اِسی وجہ سے پلٹن کو قلعہ مین داخل کر دیا پہلے بھی نواب نے ان سے روپیہ لیا تھا لیکن اتنی سختی نہین کی تھی اب جانبین سے آمد و رفت آدمیون کی بند ہو گئی اور اعتبار و اعتماد ایک کو دوسرے کا نہ رہا عنبر علی خان ویوسف علی خان خواجہ سرا کہ جواہر علی خان کے بھائی کہلاتے تھے پہر رات گئے نواب کی طرف سے اُن کی دادی کے

کے کھڑے ہونے اور توڑے سُلگا لینے کی بالکل خبر نہ تھی نواب صاحب نے ان دو باتون کی وجہ سے عزیمت سواری رد کدی بیگم صاحبہ کے ساتھ چالیس رتھون مین مغلانیان اور کنیزین سوار ہو کر گئین جب سواری موتی باغ مین داخل ہوئی تو جواہر علی خان اور بہار علی خان مطبوع علی خان کی حویلی مین اُترے یہ حویلی بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی سے متصل تھی اور یہ شخص اُن کا خواجہ سرا تھا۔

بیگم صاحبہ کو قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس چلے جانے کی صلاح خواجہ سرا اُن نے دی تھی اُن کا مقصود یہ تھا کہ جب بیگم صاحبہ مکان چھوڑینگی تو آصف الدولہ اپنی بدنامی کے خیال سے روپے کا سوال بندکر دینگے اور محبت مادری سے جوش مار کر معذرت کو چلے آئینگے۔

بیگم صاحبہ کی جاگیر مین بڑے بڑے آٹھ محال تھے جنپر آٹھ عامل مقرر تھے ان کے سوا چھوٹے ضلعون پر بھی فوجدار متعین تھے اخوند احمد علی تمام محالات جاگیر کا افسر اعلیٰ تھا اُس نے چند روز قبل ہولے زمانہ دیکھ کر دوراندیشی کی راہ سے تمام محالات کے عاملون کو حکم لکھدیا تھا کہ اپنی تمام جمعیتون کے ساتھ فیض آباد مین چلے آئین۔ تمام ملازمان بیگم صاحبہ اور عاملون کے تمام آدمی و شاگرد پیشہ اور اکثر زمینداران دیہات جو حسن معاملہ کی وجہ سے راضی تھے جمع ہو کر اُسی دن فیض آباد پہونچگئے جس دن بیگم صاحبہ قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس آگئی تھین یہ جمعیت بھی دو ہزار سے کم نہ تھی یہ تمام آدمی فیض آباد کے جنوبی ناکے تک جو ناکہ الہ آباد کہلاتا ہے اور قلعہ سے ایک کوس جریبی کی مسافت رکھتا ہے دورویہ صف باندھکر کھڑے ہوگئے بازار کے دوکانداروں نے لوٹ مار کے خوف سے دوکانین بندکر دین اور تماشے کیلیے کھڑے ہوگئے تماشائیونکا جم اور پانچ چھ ہزار سپاہیونکا مجمع شہر مین ہونے سے اژدہام ہوگیا شہر کے نجیب و شریف آدمی بیگم صاحبہ دیدہ

کون ہے اگر معلوم ہو تو مین بھی اُن کی فوج کے ساتھ شریک ہو کر اُن کے دشمن سے لڑون
یہ بات سُن کر نواب کی دادی نے انکی مان سے کہا کہ بی بی اپنے بیٹے کا پیغام سُن لیا
کیا جواب دیا جائے بیگم نے ساس کو جواب دیا کہ مجکو بالکل اسکی خبر نہین کہ کس نے فوج کو
تیار اور لڑائی کے لیے مستعد کیا ہے پھر جواہر علی خان اور بہار علی خان کی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ شاید تمنے یہ جسارت کی ہوگی یہ دونون شخص صبح سے سامنے کھڑے تھے
عرض کرنے لگے کہ یہ غلام حضور مین حاضر ہین باہر کے حالات کی کچھ خبر نہین اور حضور کے
حکم کے بغیر کیا مقدور تھا کہ اپنے صاحبزادے اور پیر و مرشد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے
ہمکو بالکل خبر نہین۔ عنبر علی خان نے عرض کیا کہ توپین انگریزی پلٹن کے سامنے جو قلعہ
مین داخل ہو گئی ہے تیار کھڑی ہین بیگم نے کہا کہ توپین آصف الدولہ کے آدمیون کے
حوالے کردو۔ یہ حکم ہوتے ہی نواب کے مغل بچے بیگم کے گولہ اندازون سے توپین لے کر
اپنے ہاتھون سے کھینچتے ہوے لشکر مین لے گئے بیگم کے توپخانے کے مغل بچے بے تکلف
چلا چلا کر اہانت کے الفاظ کہنے لگے۔ کہتے تھے کہ کاش کسی مرد کے نوکر ہوتے سالہائے دراز
سے اس سرکار کے نوکر تھے ماہ بماہ تنخواہ پاتے تھے عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ آقا کے
سامنے اپنے خون کو نثار کردین آج کا دن جان نثاری کا تھا اس بی بی اور خواجہ سراؤن
لے جان فدا کرنے کی نوبت نہ پہونچنے دی تُف ایسی نوکری پر یہ عبارت کسی قدر
ادب سے درست کرکے لکھی ہے ورنہ انھون نے تو کھُلی کھُلی اور بہت فحش گالیان
دی تھین جب توپین ہاتھ سے نکل گئین تو بیگم کے آدمیون کا طنطنہ کسی قدر سُست
ہو گیا لیکن بدستور کھڑے تھے۔ عنبر علی خان نے نواب کے پاس پہونچکر سب حال
عرض کیا۔

مکان پر آئے اور چند باتین عرض کرکے جواہر علی خان کو نواب کی طرف سے بہت دھمکایا اور رخصت ہوکر لوٹ آئے۔

دوسرے دن کہ شنبے کی صبح اور محرم کی ۲۶ تاریخ تھی بغیر اس کے کہ بیگم صاحبہ کو کوئی خبر ہو یا جواہر علی خان کو اطلاع دین مرزا احمد علی کپتان اور عقلمند خواجہ سرا کمال طنطنے کے ساتھ قلعہ مین آئے اور پانچ چھ توپین جو قلعہ مین رکھی ہوئی تھین اُن کو اپنے ہمراہیون سے کھچوا کر باہر لے آئے انگریز جو قلعہ مین پلٹن کے ساتھ تھا اُس کو لڑائی کی اجازت نہ تھی اس لیے خاموش رہا منع نہ کیا ان چھو دن توپون کو چوک مین لے جاکر ترپولیہ کے دروازون مین کھڑا کر دیا ایسے مقام پر جہان قریب ترا انگریزی توپ قلعہ کے دروازے پر دکھن رویہ کھڑی تھی انھون نے اسکے بالمقابل اپنی توپین شمال رویہ کھڑی کین اور سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑے چھوڑ کر پیادہ ترپولیہ پر چڑھ جائین سوار جو دو سو آدمیون سے زیادہ تھے بندوقون کے توڑے سلگا کر چڑھ گئے منظور یہ تھا کہ اگر نواب وزیر کی فوج لڑائی کے لیے ادھر سے آئے تو تلے سے تلے کے آدمی اور اوپر سے اوپر کے آدمی اُن کو بھون دین۔

۲۶ محرم روز شنبہ کو پہر دن چڑھے عنبر علی خان آصف الدولہ کے لشکر سے اُنکی دادی کے محل مین پہونچا اور اُن کی والدہ کے سامنے کھڑے ہوکر دادی سے عرض کیا کہ نواب صاحب نے آپکی خدمت مین گذارش کیا ہے کہ غلام سلام کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جاسوسون کی زبانی معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ کے آدمی توپخانہ لے کر سد راہ ہین اس اندیشے سے غلام نے حاضر ہونے کی جرأت نہین کی اگر والدہ ماجدہ نے میرے مقابلے کے لیے یہ سپاہ آراستہ کی ہے تو مجکو مقابلے کی قدرت نہین اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہے تو وہ آخر

برابر برابر آدمی کھڑے ہین کہ ایک کا دوسرے سے کندھا چھلتا ہے ڈیوڑھی پر جسقدر آدمی ہین اُن سب کو ملاکر دس ہزار کے قریب معلوم ہوتے ہین نواب کے مصاحبون نے یہ مشورہ دیا کہ جس طرح ہوسکے اس ہجوم کو بھی متفرق کردینا چاہیے تب خواجہ سرا ہاتھ آوینگے۔ چنانچہ پھر عنبر علی خان کو بھیجکر بیگم صاحبہ سے نواب نے عرض کرایا کہ اگر سپاہی لوگ بازار سے چلے جائین تو مین آجاؤن۔ بیگم نے حکم دیا کہ سب یہان سے ہٹ کر اُس میدان مین ٹھہر جائین جو شہر سے جنوب کی طرف واقع ہے جہان شجاع الدولہ کے عہد مین پرشاد سنگھ کی دونون پلٹنون کی چھاؤنی تھی اور اب وہان چھوٹی سی کوٹھی داراب علی خان نے بنالی تھی چنانچہ خود عنبر علی خان بیگم صاحبہ کی اجازت سے اُن کو ساتھ لے گیا اور اُس جگہ ٹھہرا دیا جب یہ آدمی چلے گئے تو چوک کا بازار بلکہ یون کہو کہ تمام شہر خالی ہوگیا خرید و فروخت اور شہر والون کے دوسرے کام بند ہوگئے تمام آدمی گلی کوچون مین کھڑے ہوے تھے کہ اس ہنگامے کا انجام کیا ہوگا لیکن جو لوگ کہ ڈیوڑھی پر بیٹھے ہوے تھے اور قریب پانسو آدمیون کے تھے وہ جگہ سے نہ ہلے۔ بہو بیگم کے موتی محل سے نکلکر موتی باغ مین آنے کے وقت جس قدر فوج دور و یہ کھڑی تھی اُس کی کوئی حقیقت نواب کی فوج کے سامنے نہ تھی لیکن چونکہ یہ آدمی شہر مین سے تھے اسواسطے بہت معلوم ہوتے تھے اس لیے نواب کے ارکان دولت کو اندیشہ تھا کہ اگر لڑائی ہوگئی تو یہ کوئی صف جنگ میدان تو ہے نہین کہ توپ و گولہ بندوق کارگر ہے خانہ جنگی کی وضع ہے اور عوام یہ کہتے تھے کہ اگر دونون بیگمین لڑائی کو سوار ہوجائین تو نواب کی طرف شجاع الدولہ کے وقت کی جو سپاہ ہے مبادا وہ پاس ادب کا لحاظ کرے اور بلوا پیدا ہوجائے اور علاقے کے گنوار بھی آکر شریک ہوجائین تو اس سے قباحت

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ جس وقت عنبر علی خان محل مین آصف الدولہ کا پیغام اُنکی دادی سے بیان کر رہا تھا اُس وقت بعضے خواجہ سرا اندر سے باہر آئے اور اخوند احمد علی اور میرے اور دوسرے حضار مجلس کے سامنے کہنے لگے کہ ساس نے بہو سے کہا کہ اگر لڑائی کا ارادہ ہے تو بسم اللہ ہم تم دونون سوار ہوتے ہین اس صورت مین احتمال ہے کہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان پہونچ جائے یا نہ پہونچے کیونکہ شجاع الدولہ کی فوج خراب ہو چکی ہے چند رسالہ دار جو باقی رہ گئے ہین وہ ہماری اور تمھاری شرکت سے مطلع ہونگے اور تمھارے بیٹے سے ناراض ہین غالب کہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ بہو نے جواب دیا کہ استغفر اللہ یہ کیا کلام ہے اس طول عمر مین یہی ایک لڑکا خانۂ دل کا چراغ ہے مجکو یہ کب منظور ہے کہ اُس کو صدمہ پہونچے۔ اور ایک بار جواہر علی خان و بہار علیخان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ سارا فساد اور ہنگامہ آرائی صرف تمھارے لیے ہے اگر ہو سکے تو آصف الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو جاؤ تم اُس کے باپ کے غلام ہو اگر چاہے گا سزا دے گا تم اپنے نفسون پر گوارا کرلیجو کہ غیرت و ننگ کا موقع نہین ہے اور اگر اُس کی چشم نمائی سے عار ہے تو جہان پناہ مل سکے چلے جاؤ اور مجھ سے کچھ توقع رکھو چونکہ ان بیٹے کا معاملہ تھا اور یہ خانہ زاد تھے ان کو اگر کچھ ناز تھا تو اسی قدر تھا کہ بیگم صاحبہ کی خدمت گذاری اور حاضر باشی مین رہتے تھے جب روبرو جواب صاف پالیا تو حیرت سے چھکے چھوٹ گئے سوائے سکوت کے ایک بات مُنھ سے نہ نکل سکی۔

القصہ عنبر علی خان نے یہان کا تمام حال نواب آصف الدولہ سے عرض کیا نواب کے اہل دربار نے اُس سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے آخر کس قدر آدمی ہونگے اُسنے جواب دیا کہ اگرچہ میرا تخمینہ یقین کے قابل نہین لیکن قلعہ کے دروازے سے شہر کے دروازے تک

جاؤن گا تو یکا یک بغیر لڑے بھڑے کسی کے ہاتھ نہ آسکون گا اگر مارا جاؤن گا تو پردہ
ڈھک جائیگا اور اِس سے بہتر ہوگا کہ ہم چشمون مین رسوائی حاصل ہو اس بات
کو دل مین پختہ کرکے گھوڑے پر سوار ہو کر موتی باغ کے پیچھے ایک پاکھڑ کے پیڑ تلے آکر
کھڑا ہوا ساتھ ایک گٹھری تھی اُس مین چند دوشالے اور شالی کمربند اور دوسرے
چند کپڑے تھے اور سو اشرفیان انگرکھے کی ایک طرف کی جیب مین اور سو دوسری طرف
کی جیب مین پڑی ہوئی تھین اور اب یہ ارادہ تھا کہ بیگم صاحبہ کی سپاہ کے مجمع مین
پہونچ جائے کہ اس درمیان مین حسن رضا خان کا خدمتگار اُس کے پاس آکر کہنے
لگا کہ اس وقت کوئی تدبیر فائدہ نہ بخشے گی اگرچہ تم مجکو اپنا دشمن جانتے ہو لیکن مین
وہی پرانا دوست ہون میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ اپنے آپ بدون طلب نواب کے
پاس چلے جاؤ وہ تمھارے صاحبزادے ہین جو کچھ کرینگے اس مین ننگ وغیرت کا مقام
نہین اُس وقت بہار علی خان نے بلند آواز سے کہا کہ اول مین خود جاتا ہون اور
حاضر ہوتا ہون نواب میرے مالک ہین جو کچھ اُن کی مرضی ہوگی بسر و چشم اطاعت
کرون گا جواہر علی خان نے دیکھا کہ حسن رضا خان نے یہ مشورہ دیا ہے اور بہار علیخان
جانے کو تیار ہے اگر مین انکار کرونگا تو تمام ہنگامہ آرائی میرے سر پر پڑے گی تن بہ تقدیر
چلنا چاہیے جب یہ دونون خواجہ سرا مستعد روانگی ہوے اور بیگم صاحبہ سے اجازت
مانگی تو اُس وقت آصف الدولہ کی دادی نے اپنے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو ہمراہ
کرکے اُسکی زبانی آصف الدولہ کو نصیحت کے یہ کلمات کہلوائے کہ تمھارے پاس خاطر
سے ان دونون شخصون کو بھیجا جاتا ہے ظاہرا ان کا کوئی قصور معلوم نہین ہوتا مگر
تمھارے زعم مین خلاف واقع یہ تقصیروار ہین تو ایسا ہی سہی تم انکی خطا کو معاف

پیدا ہو جائے گی۔

جواہر علی خان اور بہار علی خان خواجہ سراؤن کی گرفتاری

حیدر بیگ خان کی مرضی یہ تھی کہ فریب و فسون سے جیسے ہوسکے خواجہ سرا ہاتھ آجائین اگرچہ مُقدم روپے کا لینا تھا لیکن بہار علی خان کے کلکتے جانے اور کاشی راج وکیل کے سامنے کلمات سخت کہنے کا داغ دل سے نہین مٹتا تھا اسلیے اس کی بازداشت بھی دل سے چاہتے تھے اسلیے خواجہ سراؤن کے پکڑنے مین بڑا اصرار تھا نواب آصف الدولہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ عنبر علی خان نے نہایت دانائی کے ساتھ بیگم کو راضی کرکے تمام سپاہ کو شہر سے نکالکر باہر ٹھہرادیا اُن کے بعض بے ادبی والے مصاحب عرض کرنے لگے کہ اگر اس وقت تلنگون کی ایک کمپنی بھیجدی جائے تو بے تکلف خواجہ سراؤن کو قید کرلے ہرکارون نے عرض کیا کہ خواجہ سرا دولت سرا کے اندر حضور کی والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ کے سامنے کھڑے ہین اور اُسہرا کے قریب بڑی بیگم صاحبہ کے سپاہی اور شہر کے شریف زادون مین سے یکہ جوانان صاحب غیرت ڈیوڑھی پر حاضر ہین اسطرح خواجہ سراؤن کا ہاتھ آنا ناممکن ہے۔

اس کشمکش مین جواہر علی خان کی غیرت نے اُس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ نواب کے سامنے جانے اور بے عزتی کا نشانہ بننے سے یہ بہتر ہے کہ جو آدمی شہر کے باہر مسلح اور لڑنے مرنے پر آمادہ بیٹھے ہین اور برسون سے ان کی پرورش مین نے کی ہے ان مین جلکر شریک ہو جانا چاہیے غالب یہ ہے کہ وہ رفاقت سے مُنھ نہ موڑینگے جب انھین پہونچ

ہے پس مین اُن کی تقصیر معاف کرکے چھوڑے دیتا ہون حیدر بیگ خان نے عرض کیا
کہ یہ تمام کئی دن کی محنت مُفت رائگان جائے گی اور دہلی سے جو کلکتے تک اس بات کی
شہرت ہوگئی ہے سب عبث اور بے فائدہ ہو جائے گی اور بدنامی علاوہ رہے گی حضور
ان کو تھوڑے دن تک قید رکھین ابھی کروڑ روپے وصول ہوے جاتے ہین یہ سونے کے
چڑے ہین جال مین پھنس گئے ہین نواب نے رزیڈنٹ کی طرف توجہ کی اُس نے بھی
حیدر بیگ خان کے ایماسے اُنھین کے قول کی تائید کی نواب نے اس مشورے پر
کاربند ہوکر اپنے قیام گاہ کو مراجعت کی اور اُن خواجہ سراؤن سے کہا کہ ہم رزیڈنٹ سے
تمھاری سفارش کر گئے ہین اس وقت معذرت کے لیے تمھارا خود جانا مناسب ہے
مولوی فضل عظیم خان کو فرمایا کہ تم صاحب کے خیمے تک انکے ساتھ جاؤ۔ خلاصہ یہ ہے
کہ مولوی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب ان کی سواری رزیڈنٹ کے خیمے کے پاس پہونچی
تو مولوی نے اپنی سواری کے ہاتھی کو تیزی سے آگے بڑھایا چند ترک سوار جو مولوی
کی اردلی مین چل رہے تھے وہ اُسکے ساتھ تو نہ ہوے بلکہ خواجہ سراؤن کی سواری
کو گھیر کر چلنے لگے اسلیے خواجہ سراؤن کے دل مین دغدغہ پیدا ہوا لیکن مجبوراً چلتے تھے
جب رزیڈنٹ کے خیمے کے سامنے پہونچے تو سواریون سے اُتر گئے رزیڈنٹ اپنے خیمے
سے باہر آیا اور سلام کرکے کہنے لگا کہ مین اس وقت چاے پی رہا ہون آپ اس برابر کے
خیمے مین ٹھہریے فراغت پاکر آتا ہون پہلے سے وہ خیمہ انکے قید کرنے کے لیے تجویز ہوا
تھا اور آس پاس پلٹن کی بندوقین لٹادی تھین ان کا پہونچنا تھا کہ چارون طرف
پہرہ قائم ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد میر نثار علی جو بہار علی خان کا بھائی مشہور تھا
آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گیا تو ایک آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہوکر

کر کے ہمارے پاس واپس بھیجد و جواہر علی خان اور بہار علی خان و مطبوع علی خان۔
گھوڑون پر سوار ہو کر آصف الدولہ کے پاس روانہ ہوے اور ساتھ صرف ایک ایک
خدمتگار تھا۔جب یہ آصف باغ مین پہونچے اُس وقت نواب بیت الخلا مین تھے دونون
نے اپنے ہاتھ باندھ لیے بہار علی خان نے دونون ہاتھ رومال سنے لپیٹ لیے تھے اور
جواہر علی خان نے دوشالے سے جو کندھے پر ڈلے ہوے تھا۔جب نواب پاخانے سے
نکلے تو دونون نے اِس ہیئت سے سلام کیا نواب نے مہربانی فرماکر دونون کے ہاتھ اپنے
ہاتھ سے کھولدئے اور بنگلے مین کہ خوابگاہ کا مکان تھا اپنے ساتھ لے جاکر بیٹھنے کو حکم دیا
مطبوع علی خان نے دادی کا پیغام نواب سے بیان کیا نواب کی اردلی کے آدمی کم ظرفی
اور شوخی سے تلوارین میان سے نکالکر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ
کیا اصیل تلوار ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ تلوار کہان کی ہے کبھی کوئی شخص ننگی تلوار نواب
کے ہاتھ مین دیدیتا تھا اور یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہوتا تھا کہ تم لوگ اُس وقت
مین لڑنے اور مقابلے کا دعوے کرتے تھے اب تنہا ہمارے دام مین آپھنسے ہو اب تم تو
بے استعداد ہو اور ہم ہتھیار رکھتے ہین نواب نے دونون خواجہ سراؤن سے کہا کہ
تم یہان موجود رہو مین رزیڈنٹ کے پاس جاتا ہون شاید وہ اِس وجہ سے تم سے
ناراض ہو گئے ہونگے کہ جب انگریزی پلٹن قلعہ مین داخل ہوئی تو اُس وقت تمھارے
سپاہی بندوقون کے توڑے سلگائے ہوے تھے مین اُن سے تمھاری طرف سے معذرت
کر کے آتا ہون اور نواب سوار ہو کے شجاع الدولہ کے بنائے ہوے رمنے مین جو ایک
بڑا میدان ہے اور جہان رزیڈنٹ اور حیدر بیگ خان ٹھہرے ہوے تھے آئے
اور بیان کیا کہ دادی صاحبہ نے اُن دونون گناہگارون کو بھیجا ہے اور یہ پیام دیا

بیگم کی جاگیر کا ضبط کیا جانا

اب جواہر علی خان اور بہار علی خان کو علیحدہ علیحدہ کردیا گیا اور نواب کی طرف سے ان پر روپے کا تقاضا ہونے لگا جواہر علی خان نے جواب دیا کہ مین جاگیر سے روپیہ تحصیل کرنے کا مختار تھا جو کچھ آمدنی کا روپیہ وصول ہوتا وہ قسط بہ قسط پہونچا دیتا تھا وہ روپیہ بہار علی خان کے مکان پر جمع ہوتا تھا مجھے اُس کی خبر نہین کہ کہان ہے جب بہار علی خان سے طلب کی نوبت پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ تمام روپیہ موتی محل مین جو جناب بیگم صاحبہ کے رہنے کی جگہ ہے جمع ہوتا تھا حکم ہوا کہ بہار علی خان افیون بہت کھاتا ہے افیم بند کردی جائے کہ بیتاب وبیقرار ہوکر روپے کا پتا دیگا ایسا کرنے سے بہار علی خان تڑپنے لگا ایک خدمتگار تھوڑی سی افیم آفتابے کے سرپوش مین چپکا کر پاخانے مین رکھ گیا بڑی دقت سے گولی بنا کر نگل لی کیونکہ یہ گھولکر پینے کے عادی تھے اب کچھ تسکین ہوئی اس وقت جواہر علی خان کو یہ خبر پہونچی کہ سپاہ اخوندمحمدعلیخان پر تنخواہ کا تقاضا کر رہی ہے کہلا بھیجا کہ آخر روز ملازمت تک کی تنخواہ تمام وکمال بیباق کردی جائے اس وقت خزانہ دوسرون کے قبضے مین تھا مہاجنون سے قرض لیکر ادا کیا جب بہار علی خان پر افیون بند ہونے سے سخت تکلیف واقع ہوئی جان کنی کی نوبت پہونچی تو اقرار کیا کہ جو کچھ میرے مکان مین موجود ہے دیدونگا حکم ہوا کہ لکھے پچپن لاکھ روپیہ قرار پایا فرد لکھ کر پیش کی یہ کاغذ جواہر علی خان کے پاس مہر لگانے کو بھیجا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ مین بیگم صاحبہ کا خزانچی نہین ہون اصرار ہوا تو مجبور ہوکر مہر لگادی۔ دوسرے دن دونون خواجہ سراؤن کو سبکروان پر بٹھا کر

مر گیا اس کے بعد مطبوع علی خان نے حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا نواب کی دادی نے
اُس پر خفگی کی اور بہت سخت الفاظ کہے دس بیس ڈھنڈورے والے بیگم کے لشکر
مین اور نواب وزیر کے لشکر مین یہ منادی کرتے پھرتے تھے کہ اگر کوئی نوکر جواہر علیخان
کا یا بہار علی خان کا ہتھیار بند نظر آئیگا تو قید کر دیا جائیگا اور سزا پائیگا اس شہرت سے بیگم صاحبہ
کی سپاہ کے حواس جاتے رہے اور سب آدمی اِدھر اُدھر چھپنے اور بھاگنے لگے علاقے کے عامل لوگ
جو شریف اور نجیب آدمی تھے اور برسون سے آرام و سکون مین بسر کی تھی حکومت
کرتے تھے سوائے گھوڑے اور پالکی کی سواری کے ایک قدم پیادہ پا چلنے کے عادی
نہ تھے وہ پیادہ پا لباس بدل بدل کر شہر کو آنے لگے جس کسی دوست کے گھر پر جاتے
وہ ملنے سے گریز کرتا اور بے مروتی و ناآشنائی سے پیش آتا اس خوف سے کہ مبادا
میرا مکان تاراج ہو جائے وہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ہم انکے مکان پر اُتر جائین اور
صاحب مکان بے مروتی کرکے بزور مکان سے رخصت کرتے تھے اور وہ بے شرمی کرکے
جمتے تھے اُٹھتے نہ تھے اور جانتے تھے کہ کوئی ہمارے پیچھے آتا ہوگا۔ ہر روز بیگم صاحبہ کے
اہلکارون پر آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت نازل تھی نوکر چڑھی ہوئی تنخواہ
کی طلب مین اہلکارون کو تنگ کرتے تھے قید خانے مین جواہر علی خان کے معدے مین
ریح کا غلبہ ہو کر درد ہو گیا کچھ کھانا نہ کھایا تیسرے دن تسکین ہوئی کھانا حسن رضا خان
کے باورچی خانے سے آتا تھا اس طرح پانچ دن اور گذرے بارش کا جو زور تھا
وہ بھی گھٹا۔

خواجہ سراؤن پر روپے کے واسطے تشدد ہونا۔

اُن کی رفاقت کو ترک کرنا

نواب وہ تمام روپیہ لینے کے بعد آٹھوین دن ماہ صفر ۱۱۹۶ھ ہجری کو مان اور دادی سے رخصت ہوے بغیر لکھنؤ کو چلے گئے دوبارہ خواجہ سراؤن کے پانو مین بیڑیان پڑنیکا حکم ہوا اور ابکے ہر ایک کے دونون پانوؤن مین پڑین اگرچہ ہلکی تھین لیکن ایسے آرام طلبون کی تکلیف تو ظاہر ہے جگ صاحب اور بورن صاحب وہیڈ صاحب وغیرہ کئی انگریز پلٹن کے ساتھ قلعہ اور خواجہ سراؤن کی محافظت کو موجود رہے ابھی تک جواہر علی خان اور بہار علی خان اپنی اپنی حویلیون مین رہتے تھے بہار علیخان کی حویلی موتی محل سے ملی ہوئی تھی دونون کی دیوارین باہم بلا فصل جڑی ہوئی تھین جگ صاحب کو اندیشہ مفروری کا پیدا ہوا اس لیے اس کو بھی جواہر علی خان کی حویلی مین لاکر رکھا قید پوری تھی۔ نواب کی مان اپنی ساس کے پاس موتی باغ مین رہتی تھین۔

عقلمند خواجہ سرا جواہر علی خان کا نہایت عزیز بچگانہ تھا ہاتھی اور پالکی نشینی کا رتبہ رکھتا تھا وہ اول دن ہی اُٹھ کر حسن رضا خان کے پاس چلا گیا۔ نشاط علی خان نے بھی اپنا خیمہ وزیر کے لشکر مین کھڑا کرا لیا۔ چند روز کے بعد بتدریج خرّم اور سہیل اور نکہت فلاح کی امید پر بے رخصت لکھنؤ کو چلے گئے۔ اخوند احمد علی ان لوگون کو بہت سمجھاتا اور منع کرتا اور تنخواہ کے نہ ملنے اور تنگدستی اور تکلیف اخراجات کا جو عذر کرتے اُس کو رفع کر دیتا اسپر بھی یہ لوگ چلے گئے۔ یہان تک کہ بہشتی۔ حجام دھوبی پیشگی تنخواہ لیتے اور سامان کی درستی کرکے لکھنؤ کو چلے جاتے سب سے بڑھکر

اور محافظت کے لیے کمپنی ہمراہ کرکے روانہ کیا دونون قیدی چوک کے بازار مین
پہونچے موتی باغ مین جانے کا حکم نہ ملا وہان کھڑے رہ کر والدہ آصف الدولہ سے
اجازت طلب کی حکم آیا کہ دیدو بہار علی خان کی حویلی مین گئے وہان سکہ حالی کے
سولہ لاکھ روپے نکلے اور سوا لاکھ اشرفیان پائی گئین یہ سب زر نقد حوالے کردیا
اور لاکھ روپے آصف الدولہ کی دادی کے مکان سے قرض لے کر دیے گئے اور
بعض چیزین جواہرات کی قسم سے جو حقّے کی چلمون مین لگی ہوئی تھین یہ بھی دیدی
گئین اور یہ تمام سرمایہ لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ اب حکم ہوا کہ ان خواجہ سراؤن کے ایک
ایک پیر مین بیڑی ڈالی جائے۔ تعمیل ہوئی ایک دن حیدر بیگ خان جو تمام ان کامون
کے بانی مبانی تھے قیدیون کے پاس عیادت کو محبس مین آئے غمخواری سے جو مکاری
سے خالی نہ تھی ان کی حالت بغور دیکھ کر کہا کہ مجکو یہ حال معلوم نہ تھا نواب صاحب
سے عرض کرکے بیڑیان تمھارے پاؤن سے نکلوا دونگا مدعا ان کا یہ تھا کہ ان کو جتا ئین
کہ تمنے میری معزولی پر جو کمر باندھی تھی اُسکے بدلے مین نے آج تمکو ان مصائب مین
پھانسا ہے بعد اس کے خواجہ سراؤن سے کہا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر سرکار انگریزی نے
ضبط کر لی ہے اگر تم چاہو تو مستاجری کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہو اُس وقت
جواہر علی خان نے اخوند احمد علی کو بلایا اُسنے انکار کیا اب حیدر بیگ خان اپنے خیمے کو چلے
گئے اور دو گھڑی کے بعد دونون کے پاؤن کی بیڑیان کٹوا دین۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد سے لکھنؤ کو روانگی بہو بیگم کے تنخواہ دارون اور رفیقون کا

انگریزی کتب تواریخ کی سند پر لکھی ہے صحیح ہے تو یہ منتقم حقیقی کی طرف سے بدلا ہے
شجاع الدولہ کی اُس بیرحمی کا جو اُنھون نے انگریزی فوج کی مدد سے حافظ رحمت خان
دوندے خان اور دوسرے علما وفضلا وامراے روہیلا کی بیوی بچون کے ساتھ
۱۱۸۸ھ ہجری مین کی تھی ۔

اوائل ربیع الاول ۱۱۹۶ھ ہجری مین حیدر بیگ خان کا عریضہ بیگم صاحبہ
کے پاس اس مضمون کا پہونچا کہ اپنے کسی متصدی واہلکار کو روانہ فرمادین تاکہ
اُس کے سامنے قیمت جواہرات واشرفیون کی منقح ہو جائے اخوند احمد علی کی تجویز
سے چیت رام متصدی لکھنؤ کو بھیجا گیا اُس کے سامنے لکھنؤ کے پرکھیے بلائے گئے
ان کو پہلے سے سکھا دیا گیا تھا اُنھون نے پچاس ہزار روپے کی چیز کے دس ہزار
روپے کوتے اور ایک ایک اشرفی کی قیمت پندرہ پندرہ روپے مقرر کی حالانکہ ہر اشرفی
سولہ روپے قیمت رکھتی تھی اس وقت چیت رام کو مُنھ سے لفظ نکالنے کا یارا نہ تھا
اس حساب سے ساڑھے چھ لاکھ روپے پچپن لاکھ روپے مین سے گھٹے جن کا اقرار
بہار علی خان نے کیا تھا یہ روپے اس کے ذمے نکالکر تقاضا کرنے لگے اور اس حیلے سے
قید رکھا جواہر علی خان سے ملنے کے لیے ایک داراب علی خان دوسرے فرح بخش کے
مصنف محمد فیض بخش کو اجازت تھی ان دو کے سوا تیسرا شخص اُنکے پاس جا نہین سکتا
تھا یہانتک کہ اسطرح چار مہینے بسر ہوے ۔

نواب آصف الدولہ اور حیدر بیگ خان کا راجہ بلبھدر کی شکایت بیگم صاحبہ کو لکھنا اور اُنکا جواب معقول دینا

اس حال کے درمیان ایک عریضہ نواب کا اور ایک عرضی حیدر بیگ خان کی

یہ بات ہے کہ والدہ آصف الدولہ کے حقیقی بھائی سالار جنگ کا یہ حال ہوا کہ بیگم نے اُن کو ملاقات کے لیے بلایا باوجودیکہ بیگم کی بدولت امارت کے مرتبے کو پہونچے تھے لیکن اب اُن کے پاس جانے سے گریز کرتے تھے بہت سی تاکید و تقید و ہزار جبر ثقیل کے بعد بیگم کے پاس گئے آصف الدولہ کی دادی کی ڈیوڑھی پر تھوڑی دیر بہن کے پاس بیٹھے بیگم ان سے اونچی آواز سے جو باتین کرتی تھین وہ دوسرے اُن آدمیون کے کانون مین پہونچتی تھین جو ڈیوڑھی کے پاس تھے نواب سالار جنگ کسی کا جواب نہین دیتے تھے چپ بیٹھے ہوے تھے تھوڑی دیر کے بعد خائف و لرزان وہان سے اُٹھ گئے بیگم نے کہا خیر اُٹھ کر چلے جایئے تم سے جو مجھے امید ہے اُس کی توقع خدا سے ہے۔ خدا ہمارا حافظ و معین و ناصر ہے اصطبل۔ فیل خانے اور گاؤخانے کے داروغہ ہر روز ڈیوڑھی پر آتے اور فریاد کرتے کہ جانور دانہ چارہ نہ ملنے سے مرے جاتے ہین بیگم جواب مین یہی کہتین کہ مرین تو مرین ہمارے پاس خود روپیہ نہین ہے۔

مولوی ذکاءاللہ نے ہندوستان کی تاریخ مین لکھا ہے کہ بیگمین اپنے گھر مین قید تھین کھانے کو اُن کے پاس اتنا پہونچتا تھا کہ اُنکی ملازم عورتون کا پیٹ نہ بھرتا تھا اور وہ بھوک کے مارے مرنے کے قریب ہو گئی تھین غرض ان نیک بخت بی بیون پر محرم کے دہے گذر گئے۔ اس لفاظی مین یہ سراسر غلطی ہے کہ بیگمون کو قید کر دیا تھا اُن کے مکان پر پہرے کھڑے ہونے کا حال فیض بخش نے بالکل نہین لکھا بیگم اپنی ساس کے مکان پر رہتی تھین اور ساس کی کسی چیز پر ریاست نے قبضہ نہین کیا تھا اور وہ بھی بیحد مالدار تھین خرچ کرنے کے مواقع اور بہانے تلاش کرتی رہتی تھین تو کیا مہانداری کے مراسم نہ ادا کرتی ہون گی اگر یہ بات مولوی ذکاءاللہ کی جو

او (بیشمار دولت اور بہت وسیع ملک پر قدرت حاصل ہونے اور کسی چیز کی طرف احتیاج باقی نہ رہنے کے باوجود) اپنی ایسی ماں اور مہربان کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور ظاہری و باطنی کے محض نمک حرام نوکرون کے بہکانے سے عداوت پر آمادہ ہوجائے اور اُسکی تھوڑی سی جاگیر اور زر نقد کو جو اُسکے باپ کے دیے ہوے ہین اور ماں نے وہ زر نقد بیٹے کے کسی سخت اور بے حد ضرورت کے وقت پر کام آنے کے لیے رکھ چھوڑا ہے نہایت سختی اور بے مروتی کے ساتھ چھین لے اور ماں کے غلامون اور کنیزون کو قید کردے اور اُسکے متعلقین کی خبرگیری سے غفلت کرکے تمام عالم مین اپنے آپ کو بدنام اور ماں کو ہلکان کرے اور اللہ پاک کے اِس حکم سے « لا تقل لہما اُف (یعنی ماں باپ کو ہون بھی نہ کہنا چاہیے) باوصف دعوے اسلام کے غافل ہو۔

عہد قدیم سے ابتک ایسا تو ہوا ہے کہ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے حکومت و ریاست کے لیے لڑا ہے اور مخالفت پر آمادہ ہوا ہے لیکن ماں کے ساتھ کسی بیٹے نے جبکہ وہ رئیس اعظم ہو کبھی تھوڑی سی چیز پر اتنی سختی کرکے اُس کی بے عزتی نہین کی ہے۔ قیامت مین خدا کو کیا جواب دوگے موتی سنگھ۔ بھوانی سنگھ اور نواز سنگھ وغیرہ نہایت شکستہ حال لنگوٹی بند گنوار تمھارے مُلک سے لاکھون روپے حاصل کرکے امیر کبیر بن گئے۔ تمنے اُن سے کبھی باز پرس کی۔ شان دین داری و ریاست و دعوے فہم و فراست کے یہی معنی ہین جن سے تم متصف ہو۔

بلبھدر کو بہکانے کی تہمت جواہر علی خان پر تمھارے آدمیون نے رکھی اور تمنے اس بات کو باور کرکے مجکو شکایت لکھی۔ جب تک جواہر علیخان ہمارے حکم سے کام کرتا تھا تمام اُسکے محکوم تھے۔ تمھاری سرکار مین بھی بہت سے عاملان معزول موجود ہین اُن

بہو بیگم کے پاس آئی نواب لکھتے ہین کہ راجہ بلبھدر نے آپکی جاگیر کے محالات مین گنوارون کی جمعیت کثیر کے ساتھ ہنگامہ آرائی کی ہے غالب ہے کہ یہ کام اُس کا جواہر علی خان کے ایما سے ہوا ہو گا آپ اُس کو چشم نمائی کردین ورنہ یہان سے سزا دیجائیگی۔

حیدر بیگ خان کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ساڑھے چھ لاکھ روپے سرکار کے خواجہ سراؤن کے ذمے باقی ہین چونکہ یہ روپیہ سرکار انگریزی کا ہے امیدوار ہون کہ اُن کو حکم ہو جائے کہ ادا کردین وہ اس قدر روپے کی وجہ سے قید ہین یہ فدوی اور نواب سرفراز الدولہ جناب کے غلام ہین اِس معاملے مین ہماری کوئی مداخلت نہین ہے ورنہ خدمتگذاری مین کوتاہی نہ کی جاتی۔

بیگم نے آصف الدولہ کو جواب لکھا۔ برخوردار نورچشم طولعمرہ۔ تمھارا عریضہ نظر سے گذرا حال معلوم ہوا سنا جاتا ہے کہ تم کتب سیر و تواریخ کے مطالعہ کا شوق زیادہ رکھتے ہو پس کسی کتاب مین تمنے یہ مضمون دیکھا ہے کہ حضرت آدم کے عہد سے اِسوقت تک کسی مان کا فرزند (جو اُس کے بطن سے عالم وجود مین آیا ہو اور مان نے اُسکی ہر طرح سے پرورش اور تعلیم مین دل سے کوشش کی ہو اور اپنی تمام عمر اُسکی دلجوئی مین بسر کردی ہو اور اُس کے سوا کوئی دوسرا فرزند نرکھتی ہو اور اپنی زندگی کے تمام مزون کو اُس کی ذات مین منحصر سمجھا ہو۔ اور اُسکے باپ کے مرنے کے بعد بہت سے لائق فائق اُس کے بھائی دوسری ماؤن سے موجود ہون اور اُس کی دادی کی اور باپ کی تمام سپاہ و سردارون کی یہ رائے ہو کہ باپ کی ریاست پر کسی دوسرے بھائی کو بٹھا کر ملک و مال اور فوج اُس کے حوالے کی جائے لیکن اسکی مان کی کوشش اور اصرار اور خدا کے فضل سے وہی بیٹا مسند پر بیٹھ کر حکومت اور سلطنت کو پہونچے

کہین کہین الفاظ بگاڑ دیے مگر اس سے آصف الدولہ کی طبیعت کی خوب تصویر کھچ جاتی ہے یہ خط ان کا بیٹے کے نام قیامت تک یادگار رہے گا۔

بیگم صاحبہ نے حیدر بیگ خان کے عریضے کے جواب مین یہ مضمون لکھا یا کہ میرے نوکر چاکر فاقون سے مرتے ہین جانور ہلاک ہو رہے ہین جاگیرین ضبط کر لی ہین جو کچھ روپیہ موجود تھا وہ خواجہ سراؤن کو قید کر کے زبردستی لے لیا ہے اب میرے پاس روپیہ کہان اگر تم دونون میرے غلام با وفا تھے تو کس واسطے میری ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے بھلائی کی باتین عرض نکرائین اور اس خاص معاملے مین ماں اور بیٹے کو صلاح نیک نہ دی اور سب سے طرفہ اور عجیب بات یہ ہے کہ تم لکھتے ہو کہ خواجہ سرا سرکار کمپنی کا روپیہ ادا نہین کرتے یہ بات تو دیوانون اور مجنونون کی سی ہے دودھ پیتا بچہ بھی ایسی بات سُن کر ہنس دیگا۔ کیا ان خواجہ سراؤن نے کوئی علاقہ بنگالے یا عظیم آباد کا ٹھیکے مین لیا تھا۔ یا کمپنی سے کسی ضرورت کے وقت زر نقد قرض لیا تھا کہ جو روپیہ ان کے ذمے ایسا نکلتا ہے کہ اُسکی بازداشت مین قید کر دیے گئے ہین بات سوچ کر کہنی چاہیے۔

جب خواجہ سراؤن کو دو مہینے سختیون کو جھیلتے ہو گئے وہ بیچارے بیمار و نزار ہو گئے اسلیے اُنھون نے افسر محبس سے اجازت چاہی کہ ہم باغ مین کچھ ٹہل لیا کرین افسر محبس نے اُن کو اجازت اس سبب سے نہ دی کہ اُس کو اندیشہ تھا کہ وہ کہین بھاگ نہ جائین۔ لوہے کی بیڑیان اُن کے پابند رکھنے کے لیے کافی نہین تھین۔ کچھ عرصے کے بعد آصف الدولہ کی دادی کے گانون بھی ضبطی مین آ گئے اُنھون نے مرزا نجف خان کو جو دربار دہلی کا امیر الامرا ہو گیا تھا لکھا لیکن وہ اُسی زمانے مین رہ گرائے ملک آخرت

مین سے کسی سے یہ کہنا چاہیئے کہ ایسی حالت مین اپنے ساتھ حکومت کے زمیندار یا رعایا کو جمع کرکے فساد برپا کرا دے اگر وہ ایسا کر سکتا ہے تو جواہر علی خان بھی تقصیروار ہے تمکو یہ بھی خبر نہین کہ بلبھدر پڑانا مفسد ہے یا نیا۔

راجہ موہن سنگھ نے نواب برہان الملک کے ساتھ کس قدر شرارتین کین اور بلبھدر کے باپ بیم سنگھ اور اُسکے چیلے نول سنگھ نے بارہا نواب صفدر جنگ سے مقابلہ کیا اور خود بلبھدر نواب شجاع الدولہ اور نواب محمد علی خان و بینی بہادر و غلام حسین خان کروڑہ وزین العابدین خان کے ساتھ جنگ وجدال سے پیش آیا۔ سات مرتبہ ہماری جاگیر مین ہمارے آدمیون سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اس سے قطع نظر اُمراے ذی شوکت وجاہ کو ادنے آدمیون کے کامون سے شکوہ وشکایت اور ضعف نالی کرنا بے حد نازیبا ہے اور درجۂ امارت وریاست سے بعید ہے اپنے برابر والے کی شکایت البتہ معمول ہے خدا کے فضل سے تمھاری سرکار مین ایک بڑی فوج اور کافی توپخانہ موجود ہے اور انگریز بھی تمھارے مددگار ہین یہ سب چیزین کس دن کام آئینگی جس شخص کی یہ حقیقت ہو کہ وہ ایک ادنے فوجدار کے مقابلے کی تاب نرکھتا ہو اُمراے عالی قدر اُس کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے عار کرتے ہین تمھارا ایک رسالہ دار بلبھدر کی گوشمالی اور نکالدینے کو کافی ہے آیندہ توفیق رفیق ہوجیو۔

فرح بخش کے مؤلف نے بیگم صاحبہ کے حکم سے یہ خط لکھا تھا اور اُسی دن سے تین برس تک بیگم صاحبہ کی طرف سے یہی شخص خط لکھتا رہا اُس نے اپنی کتاب مین اس کو نقل کیا ہے مین نے حالات پر روشنی پڑنے کے لیے زیادہ تر لفظی ترجمہ کیا ہے کاتب نے

ایسے سخت وقت مین اپنے مزاجون پر ہم کو قابو رکھنے کا اعتماد نہین خدا جانے کہ
جان کی حفاظت کے لیے کونسی بات ہمارے منھ سے نکل جائے ایسی تدبیر فرمایئے کہ
ہمارا لکھنؤ کو جانا رک جائے بہ ایما اس بات کی طرف تھا کہ جو کچھ ہمارے ہاتھون مین تھا
وہ دیدیا گیا اور جو کچھ والدہ آصف الدولہ کے پاس ہے اور اُنھون نے چھپا دیا ہے
اُس کا نشان مصیبت عظیم کے وقت ہم دیدینگے اور وہ سارے کا سارا خزانہ برباد
ہو جائیگا اس لیے اگر تھوڑا سا دیکر ہمکو راہ سے لوٹا لیا جائے تو وہ بڑا خزانہ محفوظ
رہے۔ (تُف کنیز و غلام کی ذات پر کہ بیگم کی بدولت عمر بھر عیش کیا شاہزادون
کی طرح رہے لاکھون روپے کے مالک بنے اور تھوڑی سی سختی مین اپنی جان کی
حفاظت کے لیے ایسی نمک حرامی کا مقصد دل مین ٹھان لیا اگر سو جان عزیز ذلت
خواری اور صعوبت وزاری کے ساتھ تلف ہو جائین تو گوارا کر لیا ہوتا لیکن ایسی
بدخواہی کا خیال دل مین نہ آنے دیا ہوتا) غرضکہ صبح کو وہ عریضہ نواب آصف الدولہ
کی ماں نے پڑھکر ساس کو سُنایا آصف الدولہ کی دادی نے بطور مشورے کے کہا
کہ ان دونون خواجہ سراؤن کا لکھنؤ کو جانا قباحت سے خالی نہین ایسی تدبیر ہونی
چاہیے کہ راستے سے لوٹ آئین۔ بہو بیگم (والدہ آصف الدولہ) نے کہا کہ اگر
یہ لوٹ آئین تو مین لاکھ روپے دیتی ہون اس شرط پر کہ آپ یہ فرما دین کہ بالفعل
مین اپنے خزانے سے بطور قرض کے دے رہی ہون اُن کے عریضے کے جواب مین یہی مضمون
لکھ کر بھجوا دیا جائے کہ انگریزون کو روپے دے کر لوٹ آئین۔ اُس دن قیدی چل کر
محمد پور تک پہونچ گئے تھے بیگم صاحبہ کا جواب وہین پہونچا اس وقت جواہر علیخان
اور محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش یہ دو ہی شخص موجود تھے اُنھون نے مشورہ کر کے

ہوا اور کوئی صورت کشود کار کی نہ نکلی۔

خواجہ سراؤن کی لکھنؤ کو روانگی۔ وہان اُن پر جبر و تشدد ہونا اور فیض آباد کو اُن کی واپسی کے بعد کسی قدر زرِ نقد اور سامان کا ہاتھ آنا

جب چھ ماہ اور چند روز گذر گئے اور برسات سر پر آگئی تو ماہ رجب ۱۱۹۶ ہجری مین لکھنؤ سے حکم فیض آباد کو پہونچا کہ قیدی خواجہ سراؤن کو لکھنؤ بھیجدیا جائے وہان باقی روپیہ نہین دیتے یہان جس طرح بنے گا شکنجہ فرسائی کرکے اُن سے وصول کیا جائے گا یہ خبر آنے سے عجیب تلاطم پیدا ہوگیا۔ اس وقت جواہر علی خان کے پاس کروفر کا سامان اس قدر تھا بارہ ہاتھی تیس گھوڑے سو سپاہی اسی قدر سامان بہار علیخان کے پاس تھا۔ رجب ۱۱۹۶ ہجری کو دونون خواجہ سرا تلنگون کی دو کمپنی اور ایک انگریز کی حراست مین لکھنؤ کو روانہ ہوے۔ جب خیمہ شہر فیض آباد سے دو کوس کے فاصلے پر ممتاز نگر مین برپا ہوا تو پہر رات گئے جواہر علی خان نے محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش کو اپنے پاس بلاکر ایک عریضہ آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کو اور ایک خط اُن کے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو لکھا کر اُسی وقت اُن کے پاس بھجوا دیا اور داراب علی خان کو ایک شقہ لکھا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ تحریرین پہونچانا دادی صاحبہ کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ہم غلامون کو لکھنؤ لیے جاتے ہین خدا جانے وہان کس قدر بدنی اور روحانی تکلیفین ہمکو دی جائین اور ہم پر ظلم و ستم ہو

چشم نمائی کرین۔ دیوان ہولاس رائے دد خلاصی اور سزا کا سامان لیکر خواجہ سراؤن کے بنگلے مین آیا اول بہار علی خان کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا جواہر علی خان از خود اُٹھ کر بنگلے کی غلام گردش مین آکر کھڑے ہوگئے بہار علی خان نے جست کرکے وہ رسی جو لکڑی مین لٹک رہی تھی اپنی گردن مین ڈالکر قوت کے ساتھ کھینچی تاکہ بدن سے جان نکل جائے اور رہیا کانہ گالیان دینے لگے سردارون مین سے کسی کو اپنی گالیون سے باقی نہ چھوڑا حالانکہ اُن کو ڈرانے کے لیے یہ کارروائی کی تھی جب دیکھا کہ یہ مرنے پر آمادہ ہین تو ہاتھ پکڑ کر ہلاکت سے روکا اور دلدہی کرکے بٹھا دیا۔

پارلیمنٹ کے کاغذات مین وہ چٹھی موجود ہے جو رزیڈنٹ نے ان قیدیون کے افسر کو لکھی تھی کہ صاحب من نواب نے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ جو خواجہ سرا تمھاری قید مین ہین اُن کو سزائے جسمانی دی جائے اس لیے جو افسر نواب کے آئین اُنھین قیدیون کے پاس جانے دو اور جو اُن کا جی چاہے وہ قیدیون کے ساتھ کرنے دو۔

بجنور مین مولوی علم الہدے نامی ایک کامل رہتے تھے جو شاہ بدر عالم درویش کے مُرید تھے بہار علی خان نے شیخ فیض بخش کو اُنکے پاس بھیجکر استدعائے دعا کی وہ فاضل عارف تو ہاتھ نہ لگے مگر اُن کے چھوٹے بھائی کہ بعض اُمور مین اپنے بڑے بھائی سے بہتر تھے ملے نام ان کا شاہ حبیب اللہ تھا اُنھون نے چار نقش لکھ کر حوالے کیے اور کہا کہ ایک ایک کو دونون صاحب سیدھے کانکی لو کے تلے رکھین اور ایک ایک کو ہاتھ مین نظر کے سامنے رکھین انشاءاللہ تین دن مین تاثیر بخشینگے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ دن کا عرصہ لگے گا وہان سے واپس آکر وہ تعویذ دونون

یہ قرار دیا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ فی الحال یہ روپیہ نہ دیا جائے اگر اتنی جلدی دیدیا جائیگا تو لکھنؤ مین رزیڈنٹ اور فیض آباد مین میجر کلفن (جو جگ صاحب کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا) دونون یہ خیال کرینگے کہ بیگم صاحبہ یا خواجہ سراؤن کے پاس روپیہ بہت ہے کہ اتنی سی تکلیف پر کہ محمد پور تک آئے ہین ایک لاکھ روپے دیتے ہین اگر ان کو کوئی سخت تکلیف دی جائیگی تو یقین ہے کہ تمام وکمال ساڑھے چھ لاکھ روپیہ یکمشت ہاتھ آجائیگا اب کہ فیض آباد سے نکل کھڑے ہوے چار و ناچار لکھنؤ کو جانا چاہیے آخرکار وہان بہت سی کش مکش کے بعد معاملہ راہ پر آجائیگا وہین یہ لاکھ روپے طلب کرکے دیدئے جائینگے نواب آصف الدولہ کی دادی کا شقہ اور خط مہری مطبوع علی خان کا سنداً محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس مشورے کو بہار علیخان نے بھی پسند کیا اور یہان سے آگے چلکر لکھنؤ پہونچگئے۔

رزیڈنٹ نے دونون خواجہ سراؤن کو اپنی چھاؤنی کے ایک بنگلے مین جسکے گرد بڑا احاطہ تھا ٹھہرایا مولوی ذکاءاللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ کو کد اس لیے تھی کہ ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل نے نہایت سختی سے لکھا تھا کہ نواب سے عہدنامے کے موافق تعمیل جلد کراؤ اگر اس مین تم ڈھیل کروگے تو مین خود ہی لکھنؤ مین آؤنگا اور وہ کام جو بودے دلون سے نہین ہوسکتے خود کرونگا رزیڈنٹ اس دھمکی سے ڈر گیا اُس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ چنار گڑھ کے عہدنامے کی تعمیل ابھی حضور ہوئی جاتی ہے لیکن محمد فیض بخش کہتا ہے کہ تمام سختیون کے محرک حیدر بیگ خان تھے چنانچہ دو ماہ کے بعد آخر ماہ رمضان مین یکایک حیدر بیگ خان رزیڈنٹ کی کوٹھی پر آئے جو محبس سے قریب تھی اور اُن کو ترغیب دی کہ خواجہ سراؤن کو

جمع ہو گئے یہ حالت جب اُس انگریز نے دیکھی تو فوراً لوٹ گیا اور یہ جھگڑا خیریت
کے ساتھ طے ہو گیا اُسی دن یہ خبر لکھنؤ جا پہونچی۔ میجر کلفن صاحب جس کے ہاتھ مین
فیض آباد کا اہتمام تھا ایک عمدہ تدبیر سوچ کر ڈیوڑھی پہ آیا اور نہایت ادب کے ساتھ
بہو بیگم کی خدمت مین عرض کرایا کہ حضور عالم و عالمیان کی قبلہ و کعبہ ہین مین جناب
کا ایک نوکر ہون جو کچھ ارشاد ہو بجا لاؤن جناب عرصۂ نو ماہ سے بڑی بیگم صاحبہ کے
مکان پر مُقیم ہین دونون بیگم صاحبہ کے نوکرون کو قلت مکان کی وجہ سے تکلیف
ہے امیدوار ہون کہ قلعہ کے محل خاص مین تشریف لے چلین مین رکاب سعادت
مین رہون گا اور جو خدمت ارشاد ہو گی بجا لاؤن گا اور اس باب مین اتنا مبالغہ
کیا کہ بیگم صاحبہ کو سوار ہونا پڑا میجر خود اردلی مین چلا۔ بیگم صاحبہ کو قلعہ مین لیجا کر
موتی محل مین اُتار دیا اور ہر روز ڈیوڑھی پر آتا اور نوکرون کی طرح سلام و مجرا کرتا
اور بیگم صاحبہ کو اپنی طرف سے بہت کچھ راضی کر لیا چند روز کے بعد عرض کرایا کہ
ساڑھے چھ لاکھ روپیہ اس قدر مالیت نہین رکھتا کہ اس زر قلیل کی وجہ سے
جناب کے اور صاحبزادہ والا جاہ یعنی نواب کے درمیان کشیدگی خاطر رہے اور
جناب کے ذی عزت و اعتبار خواجہ سرا قید رہ کر ہر طرح کی تکالیف اُٹھائین اس
خیر طلب کے دل مین آسان طریق اس کا یہ گذرا ہے کہ چار لاکھ روپے تو آپ جسطرح
بھی ممکن ہو جمع کروا دین اور ایک لاکھ روپے مین اپنے پاس سے شامل کر دونگا
اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا تمسک لکھ دین کہ جس سال جاگیر کے محالات قبضے مین آئین
آپ کے نوکر پہونچا دین اس صورت مین مین ضامن ہوتا ہون کہ دونون خواجہ سراؤن
اور جاگیر کو ایک ساتھ چھڑوا دون گا بیگم نے جواب دیا کہ زر نقد کا ہم سے سرانجام

خواجہ سراؤن کو دیے حقیقت مین ایسا ہی ہوا کہ تین روز کے بعد لکھنؤ سے فیض آباد
کی طرف روانہ کیے گئے جب مقام سرامین جو کھٹاکر دوارے کے نام سے مشہور ہے
پہونچے تو ایک ایک بیڑی ایک ایک پانؤن کی کاٹ دیگئی آٹھوین دن فیض آباد مین پہونچے
یہان دوسرے پانؤن کی بیڑی بھی کاٹ کر بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے پاس بھیجے گئے۔

اِس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جواہر علی خان و بہار علی خان کی فیض آباد
سے روانگی کے بعد انگریزی پلٹن مین سے جو قلعہ مین متعین تھی ایک انگریز ایک توپ
اور ایک کمپنی لے کر بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر آیا توپ کو بیرونی دروازے پر
اندرونی دروازے کے مقابل جو ڈیوڑھی خاص تھی بھر کر کھڑا کر دیا اور بتی روشن
کر کے گولہ انداز کے ہاتھ مین دیدی اور کمپنی سے موتی باغ کا محاصرہ کرا دیا اور کہا
کہ ہمکو بڑی بیگم صاحبہ سے کوئی غرض نہین اور نہ اُنکے آدمیون سے مطلب ہے
لیکن جنابعالیہ جو یہان آکر رہی ہین اُن کی تکلیف دہی اور اُن کے متعلقین پر
کھانا اور پانی بند کرنے کے لیے آئے ہین اگر بڑی بیگم صاحبہ کے آدمی ہمکو اس کام سے
مانع ہونگے تو البتہ اُنکے مقابلے مین کارروائی کرینگے جب یہ جسارت حد سے گذر گئی
اور نوبت اس حد تک پہونچی تو بڑی بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا اور سپاہی بھی لڑنے مرنے
کو آمادہ ہوے۔ محرم علی خان ناظر کا دیوان بھیم راج جلد گانوؤن کو چلا گیا اور وہان
خبر کر کے ایک ہزار شمشیر زن راجپوت جمع کر کے اپنے ساتھ لے آیا اور تین سو سپاہی
جو پُرانے ملازم تھے مسلح اور آمادہ ہو کر آ گئے اور مطبوع علی خان بذات خود توپ
کے پاس کھڑے ہو کر اُس انگریز سے لڑنے لگا اور باہم دست بازی اور کشتی کی
نوبت پہونچی یہ حال دیکھ کر شہر کے چھوٹے بڑے آدمی بھی غضبناک ہو کر وہان

چنانچہ ایک گٹھر روزانہ نکالا جاتا اور بارہ دری مین جو دریا کی جانب تھی رکھا جاتا
سات دن تک روزانہ ایک گٹھر نکلتا آٹھوین دن سے کھولنا شروع کیا ایک گٹھر
کھولا گیا تو اُس مین سفید ململ کے تھان نکلے اُنکی قیمت کی اور بدستور باندھ دیا
دوسرے دن دوسرا کھولا ایک گٹھر کے باندھنے اور کھولنے مین صبح سے تیسرا پہر ہو جاتا
ایک ایک گٹھر کے ململ کے تھانون کی قیمت چوراسی ہزار روپے مقرر ہوئی جب کُل
گٹھرون کی قیمت تین لاکھ سے بھی بڑھ گئی تو میجر کلفن نے درخواست کی کہ ایک لاکھ روپے
نقد دیے جائین۔ بہو بیگم نے فرمایا کہ قیدیون نے اپنے پاس سے ایک کوڑی نہین دی ہے
یہ لاکھ روپے وہ اپنے پاس سے دین یہ لوگ روپیہ فراہم کرنے کی فکر مین ہوے
لیکن تلنگون کے چوکی پہرے کی وجہ سے چھپے ہوے روپے کو نکال نہ سکتے تھے کیونکہ
اخفا منظور تھا۔ انھون نے بڑی بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ حضور نے سابق مین
لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اب عطا کیے جائین اُنھون نے جواب دیا کہ یہ
روپیہ بہو بیگم نے اپنی سرکار سے اس خیال سے قبول کیا تھا کہ خواجہ سرا لکھنؤ لیجانے
سے رُک جائین۔ ہزار دقت کے ساتھ داراب علی خان کے ذریعہ سے پندرہ ہزار روپے
ہاتھ آئے ان مین سے کچھ سکۂ حالی کے روپے تھے اور کچھ سکۂ رکابی کے بہو بیگم نے سُنکر
یہ روپے واپس کرا دیے اسکے بعد خواجہ سراؤن نے اپنے پاس سے پچاس ہزار روپے
دیے جب میجر کلفن کا قبضہ کپڑے کے گٹھرون اور پچاس ہزار روپون پر ہو گیا تو
اُس نے اس مضمون کی ایک تحریر دی کہ مین خدائے پاک اور حضرت عیسیٰ کو ضامن
دیتا ہون کہ اس سامان اور روپے کو لکھنؤ لیجاؤن گا اور وہان پہونچتے ہی خواجہ سراؤن
کو رہا اور جاگیر کو واگذاشت کرا دون گا مگر جانے کے بعد کچھ ظہور مین نہ آیا چوکی پہرہ

نہین ہو سکتا مگر چار یا پنچ لاکھ روپے کا کپڑا ہماری سرکار مین ہے وہ دیدیا جائیگا
تحویلدار وہی دونون خواجہ سرا ہین جب وہ لکھنو سے آجائین گے اور اُن کی بیڑیان
کٹ جائینگی تو اُن کے ہاتھ سے یہ کپڑا پہونچ جائے گا۔ میجر مذکور نے رزیڈینٹ لکھنؤ
اور حیدر بیگ خان دونون کو لکھا کہ ہر طرح سے دھمکی دی گئی اور دق کرنے مین
کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن بیگم صاحبہ ایک روپیہ دینا قبول نہین کرتین مین
نے بڑی کوشش اور خوشامد سے اُن کو زر نقد کی جگہ اسباب دینے پر آمادہ کیا
ہے اب جو کچھ ہاتھ لگے اُسے مفت اور غنیمت سمجھنا چاہیے اُن دونون خواجہ سراؤن
کو فیض آباد پہونچا دینا بہتر ہے۔ جس دن فیض بخش نے اِس ورد و پیش سے
چار نقش لاکر دیے تھے اُسکے دوسرے دن یہ خط لکھنؤ پہونچا۔ ایک انگریز دونون
خواجہ سراؤن کے پاس آیا اور کہا کہ تمکو فیض آباد لے چلینگے آج سفر کا سامان درست
کر لو دوسرے دن لکھنؤ سے روانہ ہوے آٹھوین دن فیض آباد پہونچے اول جواہر علیخان
کی حویلی مین دونون خواجہ سرا اُتارے گئے اور بالکل بیڑیان پاؤن سے نکالکر بیگم صاحبہ
کے پاس جانے کی اجازت دی لیکن انگریزی تلنگون کا گارد سواری کے ساتھ تھا
اور پلٹن کا بندوبست بھی قائم تھا جب بیگم صاحبہ کے سامنے آٹھ ماہ اور چند روز
کے بعد دونون خواجہ سرا پہونچے تو بے اختیار زار زار رونے لگے اور سر دونو کو
دیر تک زمین سے نہ اُٹھایا۔

ماہ رمضان تھا خواجہ سراؤن کے آنے سے دو روز کے بعد بہو بیگم نے حکم دیا
کہ اجناس کا کوٹھا جو شجاع الدولہ کے عہد سے بند تھا کھولین اور اُس مین سے
کپڑون کے وہ گٹھر جو نواب قاسم علی خان کے یہان سے ضبط ہوے تھے نکالین

جنرل پامر صاحب شوکت جنگ رزیڈنٹ ہوکر آیا تھا یہ صحیح نہین۔ مڈلٹن صاحب
کے تقرر سے پہلے جو ۱۸۰۱ء مین ہوا تھا سالانہ خرچ نواب سے ستر لاکھ روپے سالانہ
سے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تک مانگا جاتا تھا اور رزیڈنٹ اِس روپے مین
سے ساٹھ لاکھ روپے سے لے کر اسی لاکھ روپے تک وصول کرکے بھیجا کرتا تھا اِس
لیے ہر سال قرض زیادہ ہوتا جاتا تھا جس وقت چنار گڑھ مین نواب آصف الدولہ
اور گورنر جنرل کی ملاقات ہوئی تو یہ قرض چوالیس لاکھ روپے کا تھا رزیڈنٹ
نے بجائے اسی لاکھ روپے کے جو سب سے زیادہ وصول ہونے کی امید تھی ایک کروڑ
اور چالیس لاکھ روپیہ وصول کیا تھا مگر نواب پر اِس سال حسابون کے پیچ پاچ
لگا کر اڑھائی کروڑ روپیہ لگایا گیا جو مُلک کی سالانہ آمدنی سے پورا دوچند تھا۔
مڈلٹن صاحب نے اپنے عذرات پیش کیے کہ ہمکو بیگم سے روپیہ لینا تھا اور بیگم وہ تھی
جو نواب کی ماں تھی یون ہی لوگ ہمکو بدنام کرتے تھے کہ اپنے فائدے کیلیے بیٹے کو ماں
کے واسطے قصاب بنا دیا ہے اگر ہم زنانے مین گھس جاتے اور پردے کا لحاظ نہین رکھتے
تو اور زیادہ نواب کی تفضیح ہوتی غرض یہ کام ہی ایسا تھا جس مین توقف ہونا لازم
تھا میدان جنگ کے دشمن سے کام نکالنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ دشمن مستور سے
عہدہ برآ ہونا مشکل نکلا اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ میرا حکم یہ نہ تھا کہ تم
زنانے کا پاس نکرو اور گھر مین دبرانہ گھس جاؤ مگر تم نے کچھ اور ہی ٹٹی کی اوجھل مین
شکار کھیلا ہے مین اُسے جانتا ہون غرض گورنر جنرل کو رزیڈنٹ پر رشوت ستانی
کا شبہ ہوا اِسلیے اُسکو موقوف کیا۔

برستور خواجہ سراؤن کے دروازے اور بیگم کی ڈیوڑھی پر اور قلعہ مین قائم رہا جو کچھ تھا وہ فریب تھا اس امید مین ماہ ذیحجہ گذر کر محرم ۱۱۹۷؁ ہجری شروع ہوگیا پورا ایک سال اس کشاکشی مین گذرا۔

لکھنؤ کی رزیڈنسی سے مڈلٹن صاحب کا موقوف ہونا اور جان برسٹو صاحب کا دوبارہ اُن کی جگہ مقرر ہونا۔

جس قدر روپیہ بہو بیگم سے نہایت سنگدلی کے ساتھ لیا گیا سرکار کمپنی نے اُس سے بہت زیادہ نواب کی جیب سے نکال لیا

برسٹو صاحب اور مڈلٹن صاحب کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین اب تازہ حال یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک جب بیگمون سے روپیہ مڈلٹن صاحب زبردستی نہ چھنوا سکے اور احکام گورنر جنرل جو اُن کے پاس اس باب خاص مین آئے اُن کی تعمیل مین بھی اُنھون نے التوا کے لیے معقول حجتین پیش کین تو گورنر جنرل رزیڈنٹ سے خفا ہوگئے اور ۲۳ ستمبر ۱۷۸۲؁ع کو اُنھون نے اس الزام مین کہ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا نہین کیا معزول کر دیا اور برسٹو صاحب کو جس کی بحالی کا حکم کورٹ ڈائرکٹرز بھیج چکی تھی اُسکی جگہ مقرر کر دیا اور ۶ مئی کو میجر پامر کو اپنا خانگی نج کا ایجنٹ مقرر کرکے نواب آصف الدولہ کے پاس بھیجا اور اُس کی معرفت اور بہت سی نئی درخواستین کی گئین تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین جو لکھا ہے کہ اعتضاد الدولہ نصیر الملک

تکیے مین بیچ محلہ قدیم کے مقابل واقع تھی ٹھہرایا یہ دونون شخص سال بھر تک وہان رہے اور معاملہ لیت ولعل مین پڑا رہا یہ تمام حیلہ بازی اور فیلسوسی حیدر بیگ خان کی تھی وہ نہین چاہتے تھے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر واپس ہو۔

ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کا لکھنؤ مین ورود۔ مہاراجہ سیندھیا کی طرف سے اس مقام پر اُنکے پاس سفیر کا آنا

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے ۱۱۹۸ھ ہجری مین حیدر بیگ خان کو کلکتے مین ہیسٹنگز صاحب کے پاس بھیجا جس کام کے لیے وہ بھیجے گئے اُسکو اچھی طرح انجام کو پہونچایا کہ آصف الدولہ نہایت رضامند ہوے۔ گورنر جنرل برسٹو صاحب کے کام سے بھی ایسے ناراض ہو گئے جیسے وہ مڈلٹن صاحب کے کام سے ہوے تھے شاید وہ یہ کام ہون جو فیض بخش نے لکھے ہین کہ برسٹو صاحب نے حیدر بیگ خان کے ساتھ والدہ آصف الدولہ سے زبردستی روپیہ لینے اور خواجہ سراؤن کو قید کرنے اور دونون بیگمون کی جاگیرات کو ضبط کر لینے اور رلپٹن انگریزی کو قلعہ فیض آباد مین قائم کرنے کے باب مین اختلاف کیا اور اس کام کو خراب جانا بہرصورت گورنر جنرل نے چند مہینے کے بعد ہی برسٹو صاحب کو معزول کرنا چاہا مگر اور ممبران کونسل نے گورنر جنرل کی راے کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور وہ بدستور کام کرتے رہے مگر گورنر جنرل جس کام کے پیچھے پڑتے تھے اُسے کر کے چھوڑتے تھے اب اُنھون نے یہ تجویز پیش کی کہ لکھنؤ مین رزیڈنٹ نہ رہے اور جو رزیڈنٹ سے کام لیا جاتا ہے وہ ہندوستانیون سے

بہو بیگم اور اُن کے آدمیون پر جو تشدد ہوا اور خزانہ اُنسے چھینا گیا اُس سے لندن مین بڑی ناراضی پھیلی

جبکہ لندن مین فیض آباد کے واقعہ کی خبر مشہور ہوئی تو بیگمون کے ظلم و ستم پر وہان بڑی ہاے واے مچی اور تحقیقات ہونے لگی۔ حیدر بیگ خان نے یہ راز مہو بیگم پر ظاہر ہونے دیا نواب کو بھی اظہار سے منع کر دیا اور اُس کے تدارک کی یہ تدبیر سوچی کہ بیگم کو دوسری صورت سے راضی کر لیا جائے۔ نواب سے عرض کر کے آفرین علی خان کو فیض آباد کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ غلام نے انگریزون سے سماجت کر کے پلٹن کے قلعہ فیض آباد سے اُٹھ جانے کا حکم لے لیا ہے چنانچہ جان برسٹو صاحب نے پلٹن کو وہان سے بُلوا لیا۔ دوسری تدبیر یہ کی کہ ماہ رمضان ۱۱۹۷ھ ہجری مین ایک عریضہ نواب نے اپنی مان کو لکھا کہ وزیر علی خان میرا فرزند صُلبی ہے اُمیدوار ہون کہ اُسے تبرک مرحمت ہو جائے اور اُس سے پردہ توڑ دیا جائے تاکہ اُس کی آبرو بڑھ جائے جناب عالیہ نے جواب مین لکھا کہ تمھارا مکان ہے اجازت کی حاجت کیا ہے جب اجازت آ گئی تو نواب اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض آباد کو گئے وہان دو تین دن ٹھہرے بہت سی چاپلوسی کی اور عرض کیا کہ مین نے انگریزون سے آپ کی جاگیر چھوڑ دینے کے لیے کوشش کی ہے جواہر علی خان و بہار علی خان کو میرے ہمراہ کر دیا جائے گو ہر مقصود ہاتھ آ جانے کے بعد اُنکو رخصت کر دونگا چنانچہ ان دونون خواجہ سراؤن کو ہمراہ لے کر آخر ماہ رمضان اور عین بارش مین لکھنؤ کو روانہ ہوے اور وہان پہونچکر دونون خواجہ سراؤن کو محرم علی خان کی حویلی مین جو شاہ پیر محمد کے

ہم جانین اور نواب وزیر جانین دونون باہم نپٹ لینگے گورنر جنرل نے کہا کہ وزیر کا دشمن عین ہمارا دشمن ہے بھاؤ خاموش ہوگیا اور اسکے بعد کہا کہ پٹیل بہادر نے کہا ہے کہ میری خاطر سے چیت سنگھ راجہ بنارس کا قصور معاف کردیا جائے اور اُس کا مُلک اُس کو واپس کردیا جائے کیونکہ وہ برہمن ہے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ بات اُس وقت ہوسکتی ہے کہ پٹیل بہادر رانلے گوہد کا مُلک جو قدیم سے ہمارا دولت خواہ ہے اُس کو دیدین بھاؤ بخشی نے کہا کہ اِس ملک کی تمام رعایا انگریزون کی دولت خواہ ہے بس کس کس کو ملک دیا جائے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ برہمن بھی کوچہ و بازار مین بھیکین مانگتے پھرتے ہین یہ ضرور نہین ہے کہ ہر برہمن کو مُلک دیا جائے اس جواب شافی سے بھاؤ بخشی خاموش ہوگیا اور رخصت ہوکر گوالیار کو لوٹ گیا۔

اِسی زمانے مین لکھنؤ مین مرزا خرم بخت شاہزادہ دہلی بھی آئے تھے۔

تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ گورنر جنرل نے رخصت کے وقت ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے کے وہ تمسک جو نواب وزیر پر کمپنی کے قرض کی بابت تھے نواب کے سامنے پھاڑ ڈالے۔ حسن سلوک مردان چنان مے باشد۔ افسوس اتنی چھوٹی سی معلومات پر یہ لوگ تاریخ کی کتاب لکھنے بیٹھ جاتے ہین۔ الغرض ۲۷ اگست ۸۴ؔ۱۷ء کو گورنر جنرل نے لکھنؤ سے مراجعت کی۔

بیگمون کی جاگیر کا پھر اُن پر بحال ہوجانا

نواب وزیر نے اس زمانے مین راجہ جھاؤلال کو جو مدت سے قید تھا رہا کرکے

لیا جائے اِسلیے کہ نواب کو بڑی شکایت ان رزیڈنٹون کے ہاتھ سے رہتی ہے ہمیشہ نواب کے خطا اُنکی شکایت مین آتے رہتے ہین اس پر کونسل مین کئی روز تک مباحثہ رہا مگر آخر کار ۱۷۸۳ء مین گورنر جنرل کو اپنی رائے مین کامیابی ہوئی اور اُنھون نے اب خود لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا نواب آصف الدولہ مع اپنے تمام ارکین کے استقبال کی غرض سے الہ اباد تک تشریف لے گئے اور وہ دونون خواجہ سرا یعنی جواہر علیخان وبہار علی خان بھی ہمرکاب تھے ایک ماہ کے بعد گورنر جنرل کے ساتھ مراجعت کی اور پہلے سے مرزا حسن رضا خان کو شہر کی تزئین اور آرائش کے لیے بھیجدیا تھا۔

۲۷ مارچ ۱۷۸۴ عیسوی کو گورنر جنرل اور نواب لکھنؤ مین آئے گورنر جنرل کا بڑا مطلب یہان آنے سے یہ تھا کہ نواب وزیر سے سرکار کمپنی کا قرض وصول کرین اُنھون نے آصف الدولہ کے نائب سے روپیہ وصول کیا اور بہو بیگم اور بڑی بیگم اور سالار جنگ کی جاگیرون کے واگذاشت کرنے کے لیے بھی کہا۔ گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ سے کہدیا کہ بیگمون کو جاگیر دینے مین تمھارا اور تمھارے مُلک کا بھلا ہے اُن سے تمھین انتظام مین بڑی مدد پہونچے گی اور گورنر جنرل نے لکھنؤ مین اپنے آنیکا اطلاعی خط بھی بہو بیگم صاحبہ کو لکھا۔

یہان ایک دلچسپ بات سُن رکھنے کے قابل ہے جو تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھی ہے کہ بھاؤ بخشی نام مہاجی سیندھیہ کا سفیر لکھنؤ مین گورنر جنرل کے پاس مُلک دوآبہ کے سوال وجواب کے لیے جو ریاست لکھنؤ کے تصرف مین تھا ان ایام مین آیا اور کہا کہ پٹیل بہادر وہ اپنا مُلک مانگتے ہین گورنر جنرل نے جواب دیا کہ ہمکو اختیار نہین ہے نواب وزیر اُس مُلک کے مالک ہین بھاؤ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ بیچ مین دخل ندین

مؤلف فرح بخش فیض آباد پہونچے تو جواہر علی خان نے تامل دکمال حال اخوند صاحب سے بیان کیا انھون نے جواب دیا کہ اس قدر کا واپس ہو جانا بھی غنیمت سمجھنا چاہیے اس عرصے تک جو قرق رکھا تو اُن کا کیا کر سکے بہار علی خان کو کہدینا کہ وہ بھی اُن محالات مین شریک ہو جائین۔ ٹانڈہ اور نواب گنج دوبارہ مل جائین تو پھر اُن پر قبضہ کر لین جواہر علی خان بولے کہ مین اس معاملے مین دخل نہین دیتا تم خود جاکر اپنی طرف سے سمجھا دو چنانچہ اخوند صاحب نے اُن کو نشیب و فراز بتایا تو خیال مین اُن کے بات آگئی اور بیگم صاحبہ سے عرض کیا کہ اب جو کچھ دیتے ہین حضور قبول کر لین باقی محالات کے چھوڑ دینے کے لیے نواب سے وعدہ لے لین بیگم نے داراب علیخان کو نواب کے پاس بھیجکر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم چونکہ خود پروانہ لائے ہو تمھارے پاس خاطر سے قبول کر تی ہون بشرطیکہ باقی محالات کی واپسی کا وعدہ کرو نواب نے قسم کے ساتھ وعدہ فرمایا اور پروانہ حوالے کر کے لکھنؤ کو رخصت ہو گئے۔
جب پروانہ جواہر علی خان کے پاس آیا تو مرزا برہان علی بیگ نائب موہن گنج نے کہ بہت ہوشیار آدمی تھا دیکھ کر کہا کہ مجکو محالات جنوبی مین بھی شک واقع ہو گیا اس لیے کہ اس پروانے مین سلون وغیرہ محال جاگیر لکھا ہے جمع کا لفظ یعنی محالات نہین ہے حالانکہ اُس طرف تین محال ہین (۱) محال سلون کہ میر گنج وغیرہ ضلعے اُس سے متعلق ہین (۲) محال نصیر آباد کہ رد کھا دپر سدی پور دا تھیہ اس سے تعلق رکھتے ہین (۳) محال جائس کہ موہن گنج وسمر دتہ وسیدھا مشہور بگوڑ اکنائی کا اُس سے تعلق ہے اور یہان فقط محال کا لفظ لکھا ہے اس بات کے سُننے سے دوسرے آدمیون کو بھی شک پیدا ہو گیا۔ اُس وقت فرح بخش کے

اسکا ہاتھ امیر الدولہ کے ہاتھ مین دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی قصور بھی اس سے سرزد ہو جائے تو ہماری خاطر سے معاف کردین۔

نواب محالات جاگیر بیگم صاحبات کے واگذاشت کرنے کا پروانہ جو تقی بیگ خان کے نام تھا کہ فی الحال وہ ان محالات پر حاکم تھا خود لے کر فیض آباد کو گئے اور بیگم صاحبہ کو دیدیا اُنھون نے قبول نہ کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر مین ضبطی سے قبل اپنا علاقہ تھا۔ (۱) جنوب کی طرف سلون جس مین آٹھ محال تھے (۲) شرق کی طرف قصبۂ ٹانڈہ (۳) شمال کی جانب دریاے گھاگرہ کے پار نوابگنج (۴) غرب کی طرف لکھنؤ سے ملا ہوا اسمعیل گنج۔ سلون کے محالات کا تعلق جواہر علی خان سے تھا۔ اور قصبۂ ٹانڈہ و نواب گنج بہار علی خان کے سپرد تھا اور اسمعیل گنج شگون علی خان کے تفویض تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان کے حوالے تھا۔

ان مین سے ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف کر دیے تھے باوجود گورنر جنرل کی تاکید کے حیدر بیگ خان عناد دلی کی وجہ سے اور بھی چار محالون کو بیچ مین ڈال گئے اور اُس وقت بیگم کی سمجھ مین وہ بات نہ آئی وہ یہی سمجھین کہ صرف ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف رکھے ہین پروانے کی عبارت یہ تھی کہ سلون وغیرہ محال جاگیر بدستور والدہ صاحبہ کے نذر کیئے گئے پس بیگم صاحبہ نے یہ معلوم کرکے کہ ٹانڈہ اور نواب گنج کا نام پروانے مین نہین لکھا اور باقی تمام علاقے کا ذکر ہے پروانے کو مسترد کر دیا۔ بہار علی خان نے بھی بیگم صاحبہ کو ورغلا دیا تھا نواب وزیر اس وجہ سے دو دن تک مان کے سلام کو بھی نہ آئے جب چار دن کے بعد اخوند احمد علی اور

کہ بیگمات کو راضی کر دینا چاہیے اُنھون نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا لیکن بیگم ڈری ہوئی تھین اُنھون نے گورنر جنرل یا رزیڈنٹ سے کچھ دریافت نہین کیا۔

ہیسٹنگز صاحب کے دشمن کہتے ہین کہ اُنھون نے بیگمات پر وہ بیرحمی و بیدردی کرائی کہ کسی وحشی قوم سے بھی اُس وقت تک ظہور مین نہ آئی تھی۔ دوست اُن کے اس الزام کو یون مٹاتے ہین کہ مال آصف الدولہ کے باوا کا تھا اُس کو بیگمون نے ناحق غصب کیا تھا اُنھون نے شرع اسلام کے موافق دلایا۔ منصف مزاج اس پر اعتراض کرتے ہین کہ ہیسٹنگز صاحب مُفت مال مارنے کے لیے مفتی شرع اسلام بن گئے جس وقت اُنھون نے بیگمون سے عہد استوار کیا تھا کہ ہم آصف الدولہ کو روپے کے لیے اُن کو تنگ نہ کرنے دینگے اُس وقت مُفتی صاحب کا فتوے معلوم نہین کہان گیا تھا۔ مگر ہمکو اس وقت سرایلچ امپی کے انصاف کی داد دینی چاہیے اس وقت وہ مجبور تھے کہ اس معاملے مین اپنا دخل نہین دے سکتے تھے اُن کی تمام حکومت بنگال پر ختم ہو جاتی تھی اُن کو اودھ کے معاملات مین کسی طرح بولنے کا منصب نہ تھا وہ لکھنؤ مین پالکی کی ڈاک پر ان واقعات کو سُن کر آئے ایک بھیڑ آدمیون کی اُنھین دیکھ کر آموجود ہوئی اور بیگمون کی شکایت مین اظہار حلفی لکھے ہوے ہاتھ مین لائے وہ صاحب جج کو اُنھون نے دیے۔ اُنھون نے لیے جج صاحب اِن کو پڑھ نہین سکتے تھے اور نہ کوئی مترجم اُنکے ساتھ تھا غرض وہ اِن سب اظہارات کو لیے ہوے کلکتے کو اُلٹے چلے گئے اب سوال یہ ہے کہ اُنھون نے اتنا لمبا چوڑا سفر کیون کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سفر سے اُنکی غرض یہ تھی کہ جس معاملے مین

مؤلف نے کہا کہ حیدر بیگ خان نے غالباً تقی بیگ خان کو علحدہ بھی لکھا ہوگا اور
اُس مین تفصیل دی ہوگی اگر اُس نے اپنے عاملون کو تمام محالات سے اُٹھا لیا ہوگا
تو اس صورت مین مطلب حاصل ہے اور اگر وہ بعض محالات سے قبضہ اُٹھائے
تو جو کچھ مرزا برہان علی صاحب کہتے ہین وہی دُرست ہے دوسرے دن اخوند صاحب
اپنے رفقا کو ساتھ لے کر محالات کو روانہ ہوے گانوٴن والے جوق جوق اپنے مکانون
سے ہتھیار بند نکل کر استقبال کو آتے تھے جائس مین پہونچکر مقام کیا اور آغا محمد صادق
کشمیری کو جو جواہر علی خان کا نوکر تھا تقی بیگ خان کے پاس سلون کو بھیجا اُس نے
صرف اس قدر سُنا تھا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر چھوڑ دی گئی ہے اُسکے پاس اب تک
کوئی تحریر حیدر بیگ خان کی اس معاملے مین نہین آئی تھی وہ آدمی نیک اور
معقول تھا اُس نے وہ پروانہ جو اخوند صاحب ساتھ لے گئے تھے دیکھتے ہی آٹھون محال
سے اپنے عاملون کو اُٹھا لیا اور ان سے کہدیا کہ قبضہ اپنا کر لو یہان تک کہ حیدر بیگ خان
کا حکم اُس کے پاس بھی جا پہونچا جس مین بعض محالون کو چھوڑ دینے اور بعض کو بدستور
قبضے مین رہنے دینے کی تفصیل تھی - مرزا برہان علی بیگ نے جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور مین
آگیا - محال سلون خاص اور ان تین علاقون رو کھا - دیپسدی پور - واقعہ نیر بر
بیگم صاحبہ کے کارگذارون کو قبضہ ملا اور سمروتہ و موہن گنج و گورا و جائس خاص پر
بدستور ریاست متصرف رہی اس صورت مین آدھے محال ضبط رہے اور آدھے چھوڑ دیے
گئے اور نہ اسمٰعیل گنج و ظلہ واغ صوبہ سے بیگم کے آدمیون کو سروکار رہا دو سال تک
بیگم صاحبہ نے چار محالون پر قناعت کی جب یہ خبر کلکتہ ہوتی ہوئی لندن مین پہونچی
تو وہان سے وارن ہیسٹنگز کے جانشین لارڈ کارن والس کو کورٹ دائرکٹرز نے لکھا

باؤلی مین اُتارا مثل مشہور ہے کہ جب معزول ہو جاتا ہے تو معقول ہو جاتا ہے
اب انکار کی مجال مان اور دادی اور اُن کے عملے کو نہ ہی سرنگون نواب کے کہنے
سے فیض کو حاضر ہو گئین۔ دونون بیگمات کے ملازمون اور متعلقین کے لیے
دوسرے مکان قریب اپنے مالکون کے مقرر کرائے جن مین تمام سامان آسائش
تیار تھا بعد اسکے شہر مین منادی کرادی کہ آصف الدولہ اپنی دادی اور مان کے
نائب ہین تمام ملک اور ہر ایک شہر و قصبہ اور ہر ایک سامان ریاست کی بالاصالۃ
یہی دونون بزرگوار مالک ہین تمام شہر کی رعیت ان کی فرمانبردار اور محکوم ہے
ان کے آدمی کسی کو زخمی کر دین کہین چوری یا کوئی اور بدعت کرین تو اُن سے
باز پرسی کی نواب کی ذات سے توقع نہ رکھین۔ لکھنؤ پہونچنے سے پندرھوین دن
بہار علیخان خواجہ سرا مر گیا۔ کیونکہ فیض آباد سے دوسری منزل پر اُسکی سواری
کے گھوڑے نے شوخی کی وہ پُشت زین سے زمین پر گرا زیر ناف چوٹ آگر پیشاب
بند ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۹ ہجری کا ہے۔ اُس کی لاش فیض آباد کو جواہر علیخان
نے بھجوا دی وہین دفن ہوا میر نثار علی خان جو بہار علی خان کا بھائی کہلاتا تھا
نعش کے دفن ہونے سے قبل حویلی مین تنہا گھس گیا اور کوٹھا کھول لیا حیدر بیگ خان
کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے بیگم صاحبہ کو یہ حال کہلا بھیجا وہ بے حد متکدر
ہوئین۔

شادی مین لڑکی کی طرف کا انتظام الماس علی خان کے حوالے تھا اور لڑکے
کی طرف کا سرفراز الدولہ حسن رضا خان کے ہو بیگم صاحبہ نے بھی لکھنؤ مین حسین علیخان
کی بیٹی کو جو بی بی عاشورن کے بطن سے تھی مرزا نصیر ولد مرزا امین ابن مرزا یوسف

وہ قانون کے موافق حکم نہین دے سکتے تھے اُس مین بے قاعدہ کچھ اپنا بھی حکم لگائین اور اظہار حلفی جو اُنھون نے جمع کیے وہ کچھ کام آئین۔

آصف الدولہ کا مان اور دادی کی دلجوئی کرنا ان کو ایک شادی کی تقریب مین لکھنؤ کو اپنے ساتھ لے جانا۔ حیدر بیگ خان کا محالات کے باب مین سمجھوتہ کر لینا

آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کی تعلیم سے بیگم صاحبہ کے خوشنود کرنے کا یہ حیلہ کھڑا کیا کہ وہ بہ نفس نفیس فیض آباد آئے اور نہایت درجہ خلوص واطاعت غلامانہ ظاہر کرکے خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میری بیٹی کی شادی کتخدائی احمد علی خان شوکت جنگ خلف نواب مرزا علی خان کے بیٹے کے ساتھ درپیش ہے اگر حضور لکھنؤ تک قدم رنجہ فرما کر میرے جھونپڑے کو رونق بخشین تو بندہ نوازی سے بعید نہوگا اُنھون نے منظور کر لیا اجازت حاصل ہونے کے بعد دونون سرکارون کے غلامون اور کنیزون کی سواری کے لیے دس دس ہاتھی دس دس ٹانگن گھوڑے دس دس رتھ اور پچاس پچاس ہزار روپے مصارف راہ کے لیے بھیجے اور لکھنؤ تک منزل بمنزل عالیشان خیمے کھڑے کرائے اور ہر مقام پر عمدہ عمدہ کھانون کا انتظام بھی کرایا اور یہ سب اہتمام اپنی سرکار سے کیا اور چند قدم نواب نے اپنے ہاتھ سے سکھپال کا پایہ پکڑ کر پیادہ چلے لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مان کو بیچ محلہ مین اور دادی کو مکان

نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کی فوج آصفی و انگریزی کے ساتھ معبر دارا نگر پر تقرری اور نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کے ساتھ اُن دونون فوجون کا جھگڑا ہونا

جبکہ سکھون کی شورش اور تاخت وتاراج کا اثر دریاے گنگا کے کنارے تک ظاہر ہونے لگا تو نواب آصف الدولہ نے کچھ سپاہ انگریزی اور اپنی فوج دارانگر پر گنگا کے متصّل متعین کردی اور نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو لکھا کہ آپ بھی کچھ اپنی فوج وہان بھیجدین تاکہ یہ دونون فوجین مل کر سکھون کے ادھر آنے مین مزاحمت کرین۔ نواب سید فیض اللہ خان نے مولوی غلام جیلانی خان کا رسالہ وہان بھیجدیا باوصف اس فوج کے وہان پہونچ جانے کے اور گنگا کے گھاٹ پر احتیاط رکھنے کے بھی سکھون نے ایک باریورش کر کے دریاے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو لوٹ لیا اور شرفا کی ننگ وناموس کو برباد کیا۔ اسی طرح کئی سال یہ فوجین دارا نگر مین مقیم رہین۔ ۱۰ رمضان ۱۱۹۵ ہجری مین نواب آصف الدولہ کی اور انگریزی سپاہ کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خان کے آدمیون کی لڑائی ہوئی۔ انگریزی و آصفی سپاہ کو ہزیمت ہوئی پٹھانون نے اُن پلٹنون کا اسباب اور سامان لوٹ لیا۔ اس فساد کے بعد سے سپاہ کی تعیناتی دارانگر کے مقام سے موقوف ہوگئی مگر انگریز اور آصف الدولہ اس جھگڑے کا حال سُنکر ناراض ہوے اور لکھنؤ سے پامر صاحب اور علامہ تفضل حسینخان

ہمشیر زادہ برہان الملک کے ساتھ نامزد کیا اور بی بی لطف النسا کی منگنی مرزا محمد تقی خان برادر دوم مرزا نصیر کے ساتھ کی۔

جب دو تین دن بیگم کے کوچ کی تاریخ مین باقی رہ گئے تو حیدر بیگ خان ڈیوڑھی پر حاضر ہوے اور سلون کی طرف کی جاگیر کے محالات (جو فیض آباد سے جنوب کی سمت واقع ہین) چھوڑ دینے کی فرد بیگم صاحبہ کے پاس پہونچائی۔ اس موقع پر بھی حیدر بیگ خان اپنی صنعت دکھا گئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ جواہر علیخان بیگم کی تحریر کے بموجب تین لاکھ اونچھتر ہزار روپے جمع سالانہ بیگم کے خزانے مین ہمیشہ پہونچایا کرتا تھا اور بہار علی خان ڈیڑھ لاکھ روپے داخل کرتا تھا تمام جمع سوا پانچ لاکھ روپے انکے ہاتھون سے دوامی پہونچتی تھی۔ حیدر بیگ خان نے عرض کرایا کہ آپ کو غرض اس قدر روپے سے ہے محالات جنوبی کی جمع خام بغیر مجرائی خرچ سہ بندی و تنخواہ تحصیلداران و پیشکاران بیگم صاحبہ کے حضور مین لکھ بھیجی قصبہ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرہ کے پار شمال کی طرف واقع ہین ان کا تعلق بہار علی خان سے تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان سے تعلق رکھتا تھا او قصبہ اناؤ خاص (کہ جسکے ضلع مین اعلیٰ درجے کے چاول پیدا ہوتے تھے) شجاع الدولہ کے عہد سے بیگم صاحبہ کے تصرف مین تھا اب حیدر بیگ خان نے سہ بندی کا خرچ اور تحصیلدارون کی تنخواہ وغیرہ ٹانڈہ و نواب گنج و کلہ داغ و اناؤ کی آمدنی سے مجرا کر کے بقیہ آمدنی جمع محالات سلون مین شامل کر دی اور بیگم کو اس طرح سمجھا کر راضی کر لیا۔ ۲۷ رجب سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو دونون بیگمات لکھنؤ سے فیض آباد پہونچ گئین۔

مندرجہ عہدنامہ مانگی اُنھون نے حسب الطلب انگریزی تین ہزار سپاہ بھیجی گروہ اسقدر نہ تھی جو اُن سے مانگی گئی تھی اس لیے وہ فوج نامنظور کی گئی اور انگریزی گورنر جنرل نے مقام چنار گڑھ مین آصف الدولہ سے ملاقات کر کے اُن کو نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست چھین لینے کی اجازت دیدی چنانچہ ۱۹ ستمبر ۱۷۸۱ء کو ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کی تیسری دفعہ نواب سید فیض اللہ خان سے متعلق تھی جو کہ نواب سید فیض اللہ خان نے بسبب شکست کرنے عہد کے حقوق حفاظت وحمایت گورنمنٹ انگریزی ضبط کرادیے اور اپنی خودسری سے نواب آصف الدولہ کو بہت دقت اور تکلیف دیتے ہین لہذا آصف الدولہ کو اجازت ہے کہ جب موقع وقت ہو اُن کی ریاست ضبط کر کے اُن کو نقد روپیہ مشروطۂ عہدنامہ معرفت رزیڈنٹ لکھنؤ کے دیا کرین مگر جس قدر روپیہ اُس فوج کا ہوگا جو اُنھون نے عہدنامے کی رو سے سرانجام کرنے کی شرط کی تھی وہ روپیہ اُنکی نقدی مین سے منہا ہو کر حساب کمپنی مین تا قائم رہنے جنگ حال کے محسوب ہوگا۔ یہ اجازت لارڈ مذکور کی سوانح عمری مین ایک مشہور یادگار باقی ہے یہ تدبیر صرف نواب سید فیض اللہ خان کے ڈرانے کے واسطے کی گئی تھی کیونکہ آصف الدولہ کو اُس ریاست سے نفع حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی جب مدراس اور بمبئی کے احاطون مین لڑائی کی آگ بھڑک رہی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز نے نواب آصف الدولہ سے کہا کہ تم نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوار اپنی خدمت کیلیے مانگو تاکہ انگریزی سپاہ مدراس جانے کے لیے کافی ہو اور گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کو بھی پانچہزار فوج آصف الدولہ کے واسطے تیار کرانے کی ہدایت کی اس درخواست پر نواب سید فیض اللہ خان نے لکھا کہ مجھے عہدنامے کے موافق

کشمیری تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ تاوان وصول کرنے کے لیے رام پور آئے اور نواب سید فیض اللہ خان سے بات چیت ہوئی نواب صاحب چونکہ نہایت دوراندیش تھے اس لیے پندرہ لاکھ روپیہ دے کر راضی کر دیا۔ یہ بیان جام جہان نما مؤلفہ مولوی قدرت اللہ صدیقی کے مطابق ہے مگر انگریزی کتب تواریخ مین ان پندرہ لاکھ روپون کے دیے جانے کی حقیقت دوسرے طور پر لکھی ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ بھی ضمناً اسمین شامل ہو۔

گورنمنٹ انگریزی کا آصف الدولہ کو ترغیب دینا کہ وہ ریاست رام پور ضبط کرلین اور اس حیلے سے پندرہ لاکھ روپے اور بقولے تیس لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے وصول کرنا

عہدنامۂ لال ڈانگ کے بموجب جس پر ۱۷۷۴ء مین انگریزی حکومت کی ضمانت لی گئی تھی نواب سید فیض اللہ خان سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ پانچہزار سے زیادہ سپاہ اپنے پاس نہ رکھین اور نواب اودھ کی اعانت دو تین ہزار سپاہ سے ہنگام جنگ موافق اپنی قابلیت کے کیا کرین جب انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی شروع ہوئی تو نواب سید فیض اللہ خان نے دو ہزار سوار بھیجنے کی درخواست انگریزون سے کی جس پر لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے ان کا بہت شکریہ ادا کیا کوئی کہتا ہے کہ ۱۷۸۰ء مین گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سپاہ

ہرجے کا روپیہ دینے پر راضی ہوے چونکہ وہ ایک ذی مقدرت رئیس خیال کیے جاتے تھے اسلیے پندرہ لاکھ روپے ہرجے کی بابت طلب کیے اس روپے کے ادا کرنے پر نواب سید فیض اللہ خان راضی ہو گئے اور میجر پامر صاحب انگریزون کی طرف سے رامپور گئے اور وہان ایک مہینہ رہے اور نواب سید فیض اللہ خان سے پندرہ لاکھ روپے لیے اس طرح کہ پانچ لاکھ روپے فوراً دیے اور پانچ لاکھ فصل خریف مین اور دو لاکھ ربیع ۱۱۹۱ فصلی مین اور باقی تین لاکھ روپے شروع خریف ۱۱۹۲ فصلی مین ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ ہجری مطابق ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء کو پامر صاحب نے نواب وزیر کی طرف سے اُس شرط کو جس سے اُن پر فرض تھا کہ بروقت ضرورت دو تین ہزار سپاہ سے نواب وزیر کی مدد کرین عہدنامۂ سابق سے مسترد کر دیا۔ اور اس تاریخ سے نواب سید فیض اللہ خان فرض مدددہی سے بری کیے گئے۔

اس کے علاوہ پندرہ لاکھ روپے اور اس بہانے سے وصول کیے کہ یہ ریاست نواب سید فیض اللہ خان کے حین حیات تھی اب یہ اُن سے عہد کیا گیا کہ نسلاً بعد نسلٍ یہ مُلک قائم رہے گا۔ مگرل کی انگریزی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس دوسری رقم کے دینے سے نواب سید فیض اللہ خان نے انکار کر دیا گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو رپورٹ بھیجدی کہ آصف الدولہ کی درخواست نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوارون کی بے جا تھی موافق عہدنامے کے دو تین ہزار سپاہ سے خدمت گذاری اُن کے ذمّے واجب تھی اور جو افواہین کہ اُن کی بغاوت کی نسبت مشہور ہوئی تھین وہ محض بے اصل تھین۔

پانچہزار سپاہ کل رکھنے کی اجازت ہے جس مین دوہزار سوار ہین جو اسوقت سرکار کمپنی کی خدمت گذاری مین مصروف ہین اور تین ہزار پیادے ہین وہ مُلک کی تحصیل آمدنی کرتے ہین اُن کے بغیر کام مُلکداری کا نہین چل سکتا مین سپاہ کہان سے لاؤن گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کے اس جواب پر جان برسٹو لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان سے تین ہزار سوار مانگے اس پر بھی اُنھون نے عذر کیا مگر دوہزار سوار اور ایکہزار پیدل بھجدیے اسپر انگریزون نے نواب آصف الدولہ کو سمجھایا کہ وہ راضی نہون۔ غرض موافق دفعہ سوم عہدنامۂ چنارگڑھ نواب آصف الدولہ نے ارادہ کیا کہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کرلین کیونکہ انگریز اس عہدنامے کے ضامن جب تک تھے کہ کوئی نقض عہد نواب سید فیض اللہ خان کی طرف سے ہو اب یہ بڑی ہٹ دھرمی تھی کہ انگریز اس بہانے سے عہدنامۂ لال ڈانگ سے پھرتے تھے اُس مین یہ کہان لکھا ہوا تھا کہ پانچہزار سوارون سے نواب اودھ کی استعانت کی جائے گی اُس مین تو دو تین ہزار سپاہ کا بحسب قابلیت وعدہ تھا وہ بھی سوارون کا نہ تھا غرض کہان یہ عہد کہ پانچہزار سپاہ سے زیادہ نہ رکھو کہان یہ معنی اُسکے کہ پانچہزار سوار نواب اودھ کی خدمت کے لیے بھیجو زمین آسمان کا فرق تھا مگر زبردستون کو اختیار تھا کہ جو چاہین سو کرین اس وقت تو فقط اس اصول پر ہیسٹنگز صاحب کا عمل تھا کہ جس رئیس اور امیر سے جو کچھ اینٹھا جائے وہ اینٹھیے جو مرغی موٹی ہو اُسے ذبح کیجیے ۱۷۸۲ء مین آصف الدولہ کو از حد اصرار ہوا کہ گورنر جنرل اجازت دیدین کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کرلین اور نواب سید فیض اللہ خان اس خدمت کے عوض

یہ قوم شیوۂ فتوت و جوانمردی کے ساتھ متصف ہے خاصکر تم اس قوم مین اپنی
دانش و فطانت کی وجہ سے نہایت شہرت رکھتے ہو۔ بادشاہ ان بے شرم غلامون
کے ہاتھ سے بے حد ملول ہین کیونکہ ان کو مطلقاً آقائی و غلامی کا پاس نہین ہے
ہر کام مین نافرمانی کرتے ہین اگر خدائے تعالے تمکو اطاعت کی توفیق بخشیگا تو ہم کسی تدبیر
سے ان نمک حرامون کے ہاتھ سے رہائی حاصل کر کے تمھارے پاس پہونچ جائینگے اور
تم اس واردات غیبی کو اپنے اقبال و امارت کا نشان جانکر جانفشانی پر آمادہ ہوجاؤ
تاکہ تمھاری کوشش سے سلطنت کو انتظام اور خلائق کو رفاہ حاصل ہو اور یہ نیکنامی
قیامت تک تمھاری یادگار صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ شیر علی جب یہ خط لیکر کلکتے پہونچا
اور گورنر جنرل کو دیا تو اُنھون نے اس کا جواب یہ لکھا کہ مین بعضے کامون کی درستی
کے لیے لکھنؤ جانے والا ہون جبکہ جناب والا کا یہ مصمم ارادہ ہے تو بے تکلف لکھنؤ کیطرف
تشریف لے آئیے مجھسے جو کچھ ہو سکے گا خدمت گذاری کے لوازم اور بندگی کے مراسم
بجا لاؤنگا جبکہ شاہزادے کو گورنر جنرل کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو قلعہ
سے نکلنے کی فکر کرنے لگے ایک دن احمد علی خان قلعہ دار کو جو شاہزادے کے سامنے
ہمیشہ دم صداقت بھرتا رہتا تھا خلوت مین بلا کر اس مشورے مین شریک کیا
اُس کم ظرف نے افراسیاب خان کی رضاجوئی کے لالچ سے فوراً مجد الدولہ کو آگاہ
کر دیا اُس نے بادشاہ کو ان قبائح سے مطلع کر دیا بادشاہ معاملے کے برملا ہوجانے
سے متردد ہوے اسلیے چند محافظ مقرر کر دیے کہ رات دن شاہزادے کی خدمت
مین رہ کر اُن کی حرکات و سکنات پر نظر رکھین اوائل ماہ جمادی الاُخرے مین
گورنر جنرل لکھنؤ پہونچ گئے تو شاہزادے نے مکرم الدولہ اکبر علیخان کو جو اُنکے نامون

مل کی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس معاملے مین انگریزی دست اندازی نے صرف اپنا اعتبار ثابت کرنا چاہا مگر اس کے خلاف لوگون مین یہ مشہور ہوا کہ آصف الدولہ نے اس دست اندازی کی بابت انگریزی حکومت کو کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کا لکھنؤ مین ورود اور اُن کے معاملات

تاریخ تیموریہ مین واقعات ۱۱۹۸ھ ہجری مین لکھا ہے کہ مرزا جوان بخت جہاندار شاہ جو شاہ عالم کے بڑے بیٹے تھے اور دوسرے شاہزادون سے علوحوصلہ وغیرت وحمیت وشجاعت مین ممتاز تھے اُنھون نے افراسیاب خان کی بدسلوکی و بدعہدی بادشاہ کے ساتھ دیکھ کر دل مین یہ بات قرار دی کہ اس بدعہد سے عہد توڑ کر انگریزون سے جوڑنا چاہیے جو بات کے پابند اور شیوۂ صداقت وارادت مین ثابت قدم تھے خصوصاً وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل ان اوصاف مین سب سے بڑھکر سمجھے جاتے تھے شاہزادے کا خیال یہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل خدمتگذاری پر کمربستہ ہو جائین تو سلطنت کے مردہ جسم مین جان تازہ پڑ جائے شاہزادے نے گورنر جنرل کے استمزاج کے لیے اپنے خواص شیر علی کو کلکتے کی طرف بھیجا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر وہ جادۂ ارادت پر ثابت قدم ہون تو قلعہ دہلی سے کسی طرح نکل کر اُنکے پاس کلکتے کو چلے جائین اپنے ہاتھ سے ایک خط بھی لکھ کر شیر علی کو سند کے لیے دیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مجھے یقین ہے کہ انگریز اپنے قول و قرار کا پاس ولحاظ بخوبی کرتے ہین اور

پر جہان سے راستہ مطلوب نکلتا تھا اور دونون مین تین گز کا فاصلہ تھا گو دے
ہوا کا زور اور غبار ہر قدم پر چلنے سے مانع تھا لیکن دل پر جبر کرکے چلتے رہے
یہان تک کہ فیض بخش نہر کے کنارے جا پہونچے یہان شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان
نہ ملے جنکو موجود رہنے کا حکم تھا تو پھر لوٹے اپنے قصر کی چھت کے پاس ایک سیاہ چیز
نظر آئی سمجھے کہ کوئی چوکیدار ہوگا جو ہماری آہٹ سُنکر تلاش مین آیا ہے شاہزادے
کمال جلادت سے لپکے اور اُس کا گلا پنجے مین داب لیا کہ مار ڈالین بے اختیار اُس
کی زبان سے نکلا کہ مین ہون عبدالرحمن اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض بخش نہر پر آئے
وہان بھی کوئی شخص محسوس ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ثابت خان ہے اُسکی تسلّی کی
اور اُس کا ہاتھ شیخ عبدالرحمن کے ہاتھ مین دے کر اُس نقب پر آئے اور اُس مین
سے نکل کر برآمدے مین پہونچے جو فضاے دریا کی سیر کے لیے تھا یہان چار خواص
کمندین تیار لیے ہوے منتظر بیٹھے تھے وہ اس جرأت و جلادت پر محو حیرت ہو گئے اس
مقام پر فصیل شرقی سے کمندون کے ذریعہ سے اُترنا چاہا دیوار کی اونچائی ۳۵ گز
سے کم کی نہ ہوگی کمند کو اُس سے لٹکا کر پتھر کے ستون سے مضبوط باندھ دیا شاہزادے
نے دل مین سوچا کہ خود پہلے اُتر جاؤن اور اُن کے انتظار مین کھڑا رہون یا ان کو
چھوڑ کر چلا جاؤن مگر یہ نامناسب ہوگا اسلیے اُنسے کہا کہ تم پہلے اُترو بعد اسکے مین اُترونگا سب
نے یہ بات پسند کی سب سے پہلے نجش اللہ جلودار کو اُتارا بعد اسکے ثابت خان کو بعد اسکے خود اُترے
انکے بعد امام بخش اُترا پھر میر اعظم و شیخ عبدالرحمن تلے آئے فیض اللہ کو حکم دیا کہ قدمون کے نشان مٹا کر اور
کمندون کو کسی طرف پھینک کر اور سلاح خانے کو مقفل کر کے قلعہ کے دروازے سے نکلکر چلا آئے القصہ عبدالرحمن خان
گوجرون کو ساتھ لے کر نیلہ برج کے قریب پہونچا تھا کہ ہوا کی شدت۔ گرد و غبار کی

اور نہایت غمگسار و شریک حال تھے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور عبدالرحمن خان
خواص کو لینے پرگنۂ بٹول کو بھیجا اور یہ کہا کہ گوجرون کی جماعت کو راضی کرکے
یہان لے آئے۔ اور امام بخش خان - میر اعظم - شیخ عبدالرحمن - شیخ فیض اللہ
الہ بخش خواصون کو جو بھروسے کے آدمی تھے کمندین بنانے کا حکم دیا اُنھون نے
بڑی بڑی رسیان چند روز مین جمع کرکے قصر سلاح خانہ کے بالاخانے پر رکھین
اور جو دیوار شاہزادے کے رہنے کے مکان اور مکان سلاح خانہ کے درمیان
حائل تھی اُس مین سوراخ کرکے آنے جانے کا راستہ بنا لیا۔ القصہ ۲۶ جمادی الاخرے
کو کہ نکلنے کا وقت مقرر تھا اکرم الدولہ کو حکم دیا کہ سواری کے گھوڑے تیار کرکے
ٹنبر گنج — پت پر گنج مین موجود رکھین اور عبدالرحمن خان کو حکم دیا کہ گوجرون کو اپنے ساتھ لیکر
مع ایک گھوڑے کے قلعہ کی فصیل سے ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر حاضر رہے شیخ
عبدالرحمن اور ثابت خان کو حکم دیا کہ نہر فیض بخش پر جو باغ حیات بخش کی دیوار پر
جاری ہے ہمارے انتظار مین کھڑے رہین یہ کام شاہزادے کا بغیر ہمرازی حرم خاص
تعلق النسا بیگم کے سرانجام نہین پا سکتا تھا اسلیے اُس کو بھی اپنے راز مین شریک کیا
اور روانگی کی رات سے چند روز پہلے سے خلوت گزینی اختیار کرلی تھی اتفاقاً جس رات
چلنے کا انتظام کیا تھا شام سے گرد و غبار اور تاریکی کا زور تھا یہان تک کہ قریب
کا آدمی بھی ممتاز نہین ہو سکتا تھا آج شام سے شاہزادے نے حکم دیا کہ کوئی آدمی
ہماری خوابگاہ مین نہ رہے ہماری نیند خراب ہوتی ہے جب چار گھڑی رات گذر گئی
تو وضع بدلی کالا دوشالہ بدن پر لپیٹا اور اُس اندھیری رات اور آندھی مین کہ
آنکھین خیرہ ہوتی تھین اپنے قصر کی چھت پر چڑھے اور اس چھت سے دوسری چھت

کے پاس پہونچے وہان کوئی کشتی نہ ملی یہان سے افراسیاب خان کا لشکر قریب تھا دریا پایاب تھا تھوڑی دیر مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنے کے لیے ٹھہرے جب اُس کا پتا نہ چلا تلاش کرتے ہوے آگے بڑھے راستے مین تین جگہ جمنا کا پانی کمر تک عبور کرنا پڑا۔ اور خربوزون کے کھیتون سے ہزار مشقت کے ساتھ اُفتان و خیزان اور کھیت والون سے احتراز کنان نکلے یہان تک کہ شہر پناہ کے نیلہ برج تک جا پہونچے۔ فرودگاہ سے یہان تک بوجہ راستے کے خم و پیچ کے تین کوس جریبی راہ طے کرنی پڑی وہان بھی کوئی آدمی نہ ملا ساتھیون کے ہوش و حواس بگڑ گئے اور اب ہر ایک اپنی نجات کی تجویز سوچنے لگا مشورے کے وقت کوئی بولا کہ مجدالدولہ کے پاس چلے چلیے کسی نے کہا کہ افراسیاب خان کے پاس چلنا مصلحت ہے کہ اپنے ایسی حالت مین وہان چلنے سے یہ لوگ شرمندہ ہونگے اور پھر کبھی بدخواہی نکرینگے کوئی کہتا تھا کہ احمد علی خان کے پاس چلنا بہتر ہے کہ وہ حقوق کی وجہ سے پوشیدہ قلعہ مین داخل کردے گا شاہزادے نے سب کی باتین سُن کر جواب دیا کہ یہ کیا بودی صلاح ہے جب تک میرے دم مین دم باقی ہے کوشش کو ہاتھ سے نہ دونگا البتہ مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے مکان پر ہے یا کہین اور جگہ ہے بخش اللہ جلودار اور میر اعظم کو تلاش کے لیے بھیجا کہ ناگاہ پانوُن کی آواز شاہزادے کے کانون مین آئی چلتے وقت یہ باہم طے ہو گیا تھا کہ سیٹی کے ذریعہ سے آواز اور اُسکا جواب دیا جائے چنانچہ دونون طرف سے سیٹی بجی بخش اللہ اور میر اعظم نے شاہزادے کے پاس آکر بیان کیا کہ مکرم الدولہ کو اُنکے مکان سے لے آئے اور آپکے گھوڑے بھی ہمراہ لائے ہین شاہزادے نے گوجر خان کو حکم دیا کہ پٹ پڑگنج کے گھاٹ کیطرف لیچلے وہان سے دریا کو

کثرت بجلی کی کڑک دمک اور بادل کی گرج سے گوجر گھبرا گئے آگے قدم نہین اُٹھاتے تھے بلکہ عبدالرحمن خان پر دست درازی کرنے لگے اور اس حالت سے کرم الدولہ تک پہونچے۔ اُس کے ساتھ جمعیت دیکھی تو گوجرون نے اپنا راستہ لیا عبدالرحمن خان انکی تسلی اور دلاسا کرتا ہوا ہمراہ گیا۔ کرم الدولہ اور ارشد خان و گوجر خان وغیرہ باہم مشورہ کرنے اور کہنے لگے کہ ایسے طوفان مین شاہزادے صاحب کا آنا غیر ممکن ہے بہتر یہ ہے کہ مکان کو چلے جائین شاہزادے انکے چلے جانے کے بعد پانچون خواص کے ساتھ قلعہ سے اُتر کر خندق مین پہونچے ہر طرف بیس تیس قدم کے فاصلے سے شہرپناہ کے چوکیدار کھڑے تھے اور اُن کے سوا سُرخ وردی والی پلٹن کے سپاہی کون ہے کون ہے کہکر ایک دوسرے کو ہوشیار کر رہے تھے ایسے مخمصے مین شاہزادے آہستہ آہستہ قلعہ کی دیوار کے تلے تلے نورگڑھ کے پل کی طرف چلے کتنا ہی پانوٗن کی آہٹ کو چھپاتے تھے لیکن سوکھے ہوے پتّون اور کنکریون کے پانوون تلے آنے سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اس وجہ سے ہمراہی سہمے جاتے تھے شاہزادے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوے اور رفیق ہمراہ نہایت جانفشانی کے ساتھ چوکیدارون کے پاس سے گذرے اور دل مین یہ ٹھہرا لیا کہ جو کوئی اُنمین سے ٹوکے اُس کا کام تلوار سے تمام کر دیا جائے یا تو کسی نے سمجھا نہین یا دیدہ ودانستہ ڈر کر ان سے اعراض کیا او صحیح وسلامت اُس مجمع سے نکل کر اُس مقام پر آئے جہان عبدالرحمن خان کو گوجرون کے ساتھ کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا شاہزادے کے ساتھیون نے اشارہ وکنایہ مین آوازدی عبدالرحمن خان اور گوجرون کو وہان نہ پایا آگے چلے یہان تک کہ نورگڑھ کے پل کے پاس جمنا مین گھسے کمر سے بھی زیادہ پانی پایا اس سے گذر کر پٹ پڑ گنج کے گھاٹ

کو شاہزادے کے پاس بھیجکر کہلایا کہ افراسیاب خان نے جا بجا حضور کی تلاش کرائی
ہے پس حضور قلعہ سرایہ مین دن بھر رہین رات کو مین حضور کے ساتھ چلون گا۔
شاہزادے نے گھوڑا بڑھایا اور قلعہ مین جا اُترے۔ اب معلوم ہوا کہ قلعہ کے
محافظ دغابازی پر آمادہ ہین نین سُکھ نے نہایت خوشامد سے عرض کیا کہ دو تین دن
یہان مقام کرنا چاہیئے شاہزادے نے کہا کہ ٹھہرنا کہین منظور نہین آج رات کو گنگا کو
عبور کرونگا وہ لوگ بہت سے جمع ہوکر اصرار کرنے لگے شاہزادے نے سمجھ لیا کہ
یہان کوئی فریب درپیش ہے فوراً تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا اور فرمایا کہ یہ کیا
گستاخی و نامردی ہے کہ اپنے مالک کے ساتھ دغا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ابھی تم سے
لڑون گا اور تم مین سے بہتون کو فی النار کرکے خود بھی جان دون گا اب وہ لوگ
گڑگڑانے لگے اور منت و سماجت کے ساتھ قول و قسم کیا اور کہا کہ ہم سے کبھی دغا
ظہور مین نہ آئے گی یہان ٹھہرانے مین حضور کی دولت خواہی منظور تھی شاہزادے
راضی ہوکر دوپہر تک وہان ٹھہرے ظہر کی نماز کے بعد وہان سے آگے کو روانہ ہوئے
اور بیس کوس چل کر گنگا کو قمر الدین نگر کے گھاٹ سے عبور کیا اور موضع سدامن مین
جو دریا سے چار کوس تھا ٹھہرے گرمی کی شدت اور راہ کی کربت سے ایک گھڑی
تک غش اور ضعف مین مبتلا رہے تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا رات بھر وہان رہے
وہان کا فوجدار چیت سنگھ گوجر آیا اور ایک گھوڑی نذر کی اور اُس کی خواہش
کے مطابق دن بھر وہان مقام کیا شام کو کوچ کرکے چار کوس چل کر چھپڑاؤن مین
پہونچے یہ مقام نواب آصف الدولہ کی عملداری مین تھا صبح کو بارہ کوس چلکر
امروہے مین پہونچے یہان کے فوجدار اور دوسرے عمائد سادات نے پیشوائی کرکے

اُتر پینگے اُس نے کہا کہ مجکو اُس کا حال معلوم نہین البتہ راج گھاٹ کے رستے
سے پایاب اُتار دونگا کیونکہ مجھے وہان کا حال معلوم ہے شاہزادے اُسی طرف
چلے یہ گھاٹ قلعہ کے مقابل تھا درمیان مین خربوزون کی فالیزین تھین جو کوئی
پوچھتا جواب دیتے کہ افراسیاب خان کی سپاہ کے آدمی ہین سکھون پر چڑھ کر
جارہے ہین الغرض جس طرف سے گئے تھے اُدھر ہی سے لوٹ کر راج گھاٹ سے
جمنا کو پایاب عبور کر کے موضع سوندھ مین پہونچے وہان شاہزادے نے پوشاک بدلی
اور اللہ کا شکر ادا کیا گوجر خان نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر توقف کرنا چاہیے مین
اس گانون سے کسی واقف کار آدمی کو راہ نمائی کے واسطے لاتا ہون چنانچہ
جیت سنگھ نام اپنے ایک دوست کو لا کر شاہزادے کی ہمراہی کے لیے مقرر کیا
اُس نے ہینڈن ندی کو جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ہے پایاب عبور کرا کے
سرورہ نام گانون مین پہونچایا یہان گوجر رہتے تھے اور یہ بڑے لٹیرے تھے
جیت سنگھ سے موافقت رکھتے تھے اُسنے گوجرون کو لا کر شاہزادے کے حضور مین
پیش کیا اُنھون نے نذرین دکھائین اور عرض کیا کہ صبح قریب ہے دن بھر یہان
آرام کیجیے شام کو ہم ہمراہ چلکر دریاے گنگا تک پہونچا دینگے شاہزادے نے کہا کہ
مخالف تعاقب کرینگے اُس وقت تم سے کچھ نہو سکے گا گوجرون نے عرض کیا کہ ہم
دو سو جوان ہم قوم ہین اگر وہ لوگ یہان آئینگے تو ہماری تلوار سے جان بچا کر
نہ لیجا ئینگے شاہزادے نے اُن مین سے ایک کے مکان مین آرام کیا شام کو یہان سے
سوار ہوے اور تمام رات اس جماعت کے ساتھ چلکر صبح کے قریب اورنگ آباد مین
جو سرورہ سے چالیس کوس تھا جا پہونچے یہان نین سُکھ گوجر نے گانون سے اپنے بیٹے

نافرمانی ہوتی ہے اسلیے بہتر یہ ہے کہ حضرت ادھر کا قصد نکرین اسلیے شاہ آباد مین دو مقام ہوے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر سے مشورہ کیا کہ بادشاہ کے شقون کا کیا جواب دیا جائے اور شاہزادے کے ساتھ کہ اس قدر تکلیف کرکے مدد کی توقع پر آئے ہین کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے آخر یہ راے قرار پائی کہ بادشاہ کے ارشاد پر اعتماد نہین اسلیے کہ مختاران سلطنت جو چاہتے ہین کراتے ہین اور شاہزادے کا آزردہ کرنا حمیت سے بعید ہے اس واردات کو غنیمت جانکر جو کچھ خدمتگذاری کا لازمہ ہے اُس مین دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے اور بادشاہ کو مصنوعی عذر لکھدینا چاہیے القصہ بادشاہ کو عرضی مین لکھا کہ جو کچھ حضور نے مرشدزادے کے لیے حکم دیا ہے اُس کے موافق اُن سے عرض کیا جائے گا اگر قبول کرلیا تو بہتر ہے ورنہ لوازم خدمتگذاری سے باز رہنا سُبکی سلطنت کا موجب ہے آگے اس باب مین حکم مناسب دینا چاہیے بعد اسکے گورنر جنرل نے اپنی طرف سے اپنے ایڈیکانگ مسٹر اسکاٹ کو اور نواب نے راجہ گوبندرام کو استقبال کے لیے بھیجا اُن کے ساتھ اتنا سامان کیا تین ہاتھی نقرئی حوضہ دار اور جھالردار پالکی۔ چند گھوڑے تازی و ترکی جنپر ساز طلائی و مرصع تھا اور دوسرا اسباب امارت و سلطنت بھی دیا میان گنج کے پاس یہ دونون شخص شاہزادے کے پاس پہونچے اور اُن خیمون مین شاہزادے کو اُتارا جو خاص اُن کے لیے وزیر کے افسرون نے کھڑے کیے تھے دوسرے دن چلکر قصبۂ موہان مین مقام کیا یہان بھی اُس سے زیادہ لوازمہ موجود تھا یہان پر وزیر اور گورنر جنرل کی عرضیان آئین کہ اسی مقام پر قیام رہنا چاہیے ہم یہان حضور کے سلام کو حاضر ہون گے جب نواب وزیر اور گورنر جنرل کے قریب آجانیکی خبر پہونچی

نذر دکھائی آج یہان ٹھہرے دوسرے دن روانہ ہوکر مرادآباد مین داخل ہوے فتح اللہ خان خلف دوندے خان نے آکر نذر دکھائی اور کائل کی حویلی مین اُتارا اور اپنی طرف سے ضیافت وغیرہ مہمانی کا سامان مُہیا کیا۔ دوسرے دن رامپور کی طرف کوچ کیا نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے شاہزادے کی آمد کا حال سُنا تھا تو پیشوائی کو تیار تھے کہ دوسرے رستے سے شاہزادے کی سواری رام پور مین داخل ہوئی نواب موصوف نے نہایت ادب کے ساتھ دیوانخانے مین اُتارا اور مسند شاہانہ پہ بٹھایا اور ۱۲ اشرفیان نذر دین اور بقدر حال اپنے بیٹون سے نذرین دلوائین دوروز شاہزادے نے توقف کیا کوچ کے وقت نقد دوہزار روپے اور دو ہاتھی اور چند گھوڑے اور عالیشان خیمہ اور دوسرا سامان باربرداری وامارت پیش کیا یہان مصطفےٰ خان خلف یعقوب علیخان حاضر ہوکر سعادت ملازمت سے شرف اندوز ہوا تین منزلین کرکے بریلی پہونچے یہان کے فوجدار راجہ صورت سنگھ نے سلام کرکے پانچہزار روپے نقد اور ایک ہاتھی پیش کیا شاہزادے نے رخصت کے وقت اپنے ملبوس مین سے ایک دوپٹہ بخشا اور اُس کے داماد راجہ جگناتھ کو دوشالہ دیا اور یہان سے مصطفےٰ خان کو سفیر بناکر آصف الدولہ اور گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے پاس بھیجکر بھگونت نگر مین رفیقون کی آسائش کے لیے دو مقام کیے شاہ آباد ضلع ہردوئی مین نواب وزیر اور گورنر جنرل کی عرضیان اس مضمون کی پہونچین کہ ہمارے پاس بادشاہ کا فرمان آیا ہے کہ مرشدزادہ بے استرضاے اقدس کے چلا گیا ہے اس صورت مین ہم حیران ہین اگر حضور کے ارشاد کے موافق عمل نہین کرتے ہین تو تمام عالم مین بدنامی ہوگی ورنہ بادشاہ کی

جمع ہوگئے کہ اُسی شاہزادے کو جو شمشیر زنی۔ تفنگ افگنی اسپ تازی ونیزہ بازی
کا عادی تھا شاہد پرست اور عیش وعشرت مین محو بنادیا کئی فاحشہ عورتین اپنے
محل مین داخل کرلین نواب وزیر کو یہ باتین ناگوار گذرتین کبھی حُسن تقریر اور
لطائف الحیل سے کبھی اشارہ وکنایہ سے کبھی دوسرون کی زبانی صاف طور پر
سمجھایا مگر خوشامدیون نے دولتخواہی کی ان باتون کو قالب بدخواہی مین ڈھالا
اور شاہزادے کے مزاج کو منحرف کردیا نواب وزیر نے بھی سلوک بندگی وپرستاری
اور ارسال پیش کش وہدایا مین تغافل شروع کردیا رفتہ رفتہ طرفین کے دلون مین
کدورت پیدا ہوگئی اور تاریخ شاہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ ہجری مین ایک
لکھنوی طوائف کریم بخش (بقولے کرم بخش) نام سے جوش محبت مین آنکھین لڑگئین
اور اُس کو کاشانہ محل بنایا اس سے وزیر کو بہت رنج ہوا۔ بعض دوسری کتب سے
ثابت ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی پاسداری کی وجہ سے یہ امر نواب وزیر کی ناخوشی کا
باعث ہوا تھا۔ یہان تک کہ وہ شاہزادے سے بے رخصت لکھنؤ سے فیض آباد کو
چلے گئے اب شاہزادے کو لکھنؤ مین ٹھہرنا ناگوار ہوا اور ماہ ذی حجہ کے عشرۂ دوم
سنہ ۱۲۰۰ ہجری مین لکھنؤ سے بنارس کی طرف روانہ ہوگئے اور وہان جاکر قیام کیا۔
جبکہ وارن ہیسٹنگز اپنے عہدۂ گورنر جنرلی سے مستعفی ہوکر کلکتہ سے چلے گئے اور
لارڈ کارن والس اُن کی جگہ مقرر ہوکر آئے اور سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین لکھنؤ کو وزیر سے
ملنے کے ارادے سے روانہ ہوے تو راہ مین بنارس کے اندر شاہزادے سے ملاقات
ہوئی شاہزادے نے گورنر جنرل کو خلعت عطا کیا دوسرے دن نواب سعادت علیخان
گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے اور تھوڑی دیر بات چیت کرکے اپنے مقام کو لوٹ آئے

تو شاہزادے نے اکرم الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا وہ ان دونون سے ملکر شاہزادے
کے پاس لایا دونون نے سامنے پہونچکر قاعدۂ قدیم کے موافق آداب زمین بوس
ادا کیا اور نذرین دکھائین اور دست بستہ کھڑے ہوکر مراتب اشتیاق عرض کیے
شاہزادے نے دونون کو خلعت دیے نواب وزیر نے عمدہ چار ہاتھی نقرئی سامان اور
مکلف عماریون کے ساتھ اور پانچ عمدہ گھوڑے اور نشان ونقارہ وغیرہ بطور
پیش کش کے دیے اور آپ تمام سپاہ اور سردارون کے ساتھ ہمرکاب رہے شاہزادے
نے وزیر الممالک کو اپنی خواصی مین بٹھایا۔ اور راستے بھر اختلاط رہا لکھنؤ مین پہونچکر
نواب نے شاہزادے کو باغ باؤلی مین اُتارا جس قدر سامان سلطنت ضرور تھا وہ سب
سرکار وزیر سے آگیا اور گورنر جنرل اور وزیر دونون رخصت ہوکر شہر مین چلے گئے
دوسرے دن صبح کو وزیر تمام عمائد اور سپاہ اور جلوس کے ساتھ اور گورنر جنرل تمام
انگریزیون اور انگریزی فوج کے ساتھ شاہزادے کی فرودگاہ پر گئے اور اُن کو
سوار کراکر شہر مین لاکر سنگی محل مین کہ عمدہ عمارت ہے اُتارا اور تاریخ شاہیہ مین لکھا
ہے کہ ٹیڑھی کوٹھی مین اُتارا تھا وزیر نے پہونچا کر اسباب اور جواہرات کی کشتیان
اور پچاس ہزار روپے نقد اور نقرئی پالکی نذر کی چندروز شاہزادے اس جگہ رہے
پھر اُنکی خواہش سے کرنیل مارٹن کی کوٹھی مین ٹھہرائے گئے نواب وزیر
شاہزادے کی بہت خاطر کرتے تھے اور ۲۵ ہزار روپے ماہوار مصارف کارخانجات
وغیرہ کے لیے اور ۷ ہزار روپے خرچ باورچی خانہ کے لیے مقرر کیے جیسا کہ سلطان الحکایات مین ہے
بعض قابو طلب لوگون نے شاہزادے کے مزاج کو عیاشی کی طرف مائل کردیا اور فواحش
وارباب نشاط کی صحبت کی طرف راغب بنادیا چندروز مین رنڈی بھڑوے اِتنے

تین چار ہزار پیادہ و سوار اور دس توپین اور پندرہ بیس ہاتھی تھے بنارس
مین پہونچکر مادھو داس کے باغ مین قیام کیا گورنر جنرل نے سولہ ہزار روپیہ ماہوار
مشاہرہ شاہزادے کا سرکار نواب وزیر سے حسابات ملکی سے جُدا گانہ مقرر کرادیا
مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے سال آصف الدولہ کی جانب سے
مقرر ہوے تھے آخر شاہزادے نے ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ہجری کو عارضۂ ہیضہ مین
مبتلا ہوکر انتقال کیا نواب سعادت علی خان اور رزیڈنٹ بنارس کے اہتمام
سے مدفون ہوے۔

تنبیہ یہ حال اجمال کے ساتھ وقائع عالم شاہی مین شاہزادہ سلیمان شکوہ
کی نسبت لکھا ہے اور واقعات ۱۱۹۰ہجری مین ذکر کیا ہے۔ اور اسمین شک نہین
کہ نواب آصف الدولہ کے عہد مین یہ بھی دہلی سے نکل کر لکھنؤ مین آئے تھے اور نواب
نے اُنکے مصارف کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا تھا کہ جام جہان نما مین
مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے۔

سوانح محمد عباس علی خان مین لکھا ہے کہ جہاندار شاہ مرزا جوان بخت بہادر
ولی عہد شاہ عالم بادشاہ جب لکھنؤ کے ارادے سے رامپور مین آئے تو احقر کو
اُنکی خدمت مین باریابی حاصل ہوئی اور وہ ہر طرح کا شرف اختصاص بخشکر
اپنے ساتھ لکھنؤ کو لے گئے وہان سے بنارس کو ہمراہ لے گئے جب بہت دنون کے بعد
اُن کا جانا دہلی کو ہوا تو احقر کو پانچہزار سوار و پنجہزاری منصب اور اقتدار الدولہ
عباس علی خان بہادر صمصام جنگ خطاب کے ساتھ سرفرازی بخشی اُن کی وفات
کے بعد شاہزادہ مرزا احسن بخت بہادر خلف شاہ عالم کی رفاقت حاصل ہوئی۔

گورنر جنرل نے دوسرے دن سعادت علی خان کے قیامگاہ پر رسم بازدید ادا کی نواب نے اُن کی ضیافت کی پھر شاہزادے جوان بخت گورنر جنرل سے ملنے کیلیے اُن کی فرودگاہ پر گئے اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر نواب سعادت علی خان کو تو نہ بٹھایا ایک خواجہ سراکو لے گئے وجہ اس کی یہ تھی کہ اُن کو گورنر جنرل سے تنہائی مین کچھ باتین کرنا تھین جب یہ حال نواب سعادت علی خان کو معلوم ہوا تو وہ بہت کبیدہ خاطر ہوے شاہزادے نے گورنر جنرل سے کہا کہ الہ آباد اور کوڑے کے اضلاع جس طرح بادشاہ سلامت کے قبضے مین دیے گئے تھے اُسی طرح ہمکو مل جانا چاہیے گورنر جنرل نے کہا کہ آپ لکھنؤ کا قصد رکھتے ہین اور مین بھی وہین چلتا ہون وہان پہونچکر یہ بات وزیر الممالک سے کہی جائے گی غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ کو گئے اُنکے پیچھے پیچھے شاہزادے بھی لکھنؤ کو روانہ ہوے گورنر جنرل نے وزیر پر شاہزادے کی خواہش ظاہر کی۔ آصف الدولہ نے لطائف الحیل کے ساتھ اُن اضلاع کے دینے سے انکار کردیا اور شاہزادے سے ظاہر و باطن مین ایسے کبیدہ ہوے کہ اُن کو نواب کی عملداری مین رہنا ناگوار گذرنے لگا۔ اس لیے گورنر جنرل کے مشورے سے اکبرآباد کی طرف چلے گئے۔ فرخ آباد کے مقام سے شاہ عالم بادشاہ کو یہ اطلاع گذری کہ مرزا جوان بخت اکبرآباد کی طرف جارہے ہین تو بادشاہ نے اُن کو دلی مین بلا لیا کچھ دنون یہان رہ کر ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۰ ہجری کو اکبرآباد پہونچے مگر یہان اتنی آمدنی نہ تھی کہ اُن کے مصارف کو کتفی ہوتی اس لیے دوبارہ لکھنؤ کا عزم کیا اور ۱۵ رجب سنہ ۱۲۰۰ ہجری کو فرخ آباد کے رستے سے لکھنؤ مین آئے اور وہان سے بنارس کو روانہ ہوے۔ اُن کے ساتھ

قدیم سے شاہ عالم بادشاہ کے باورچیخانہ خرد کے مصارف کے لیے بھیجا جاتا تھا اور
مرزا سلیمان شکوہ کے لیے چھ ہزار روپیہ اور سکندر شکوہ کے لیے دو ہزار روپیہ ماہوار
قرار پایا مگر نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی کے وقت جو عہد نامہ ہوا تھا اُس
سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جوان بخت کی بیگم و شاہزادگان بنارس کی تنخواہ سالانہ
دو لاکھ چار ہزار روپیہ جاتی تھی۔

نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کے حال مین لکھ چکا ہون کہ آصف الدولہ اُن سے
بغیر رخصت ہوے فیض آباد کو چلے گئے وجہ اس سفر کی یہ تھی کہ سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین مرزا نصیر
اور مرزا محمد تقی کے بیاہ بہو بیگم صاحبہ نے بڑی دھوم دھام و تزک و احتشام سے
فیض آباد مین رچائے آصف الدولہ کو بھی بلایا وہ لکھنؤ سے جاکر شریک ہوے جب
یہان سے رخصت ہوکر بہرائچ کی طرف میلۂ سالار مسعود غازی کی سیر کے لیے جانے
لگے تو رخصت کے وقت اپنی دادی صاحبہ کے پاس گئے اُنھون نے مرزا نصیر کی
تنخواہ مقرر کرنے کے لیے درخواست کی دو ہزار روپے ماہانہ کا حکم لکھ کر کاغذ بیگم صاحبہ
کو دیدیا۔ جب مان سے رخصت ہونے آئے تو اُنھون نے محمد تقی خان اور بی بی
لطف النسا کی تنخواہون کے لیے کہا ان دونون کے لیے تین ہزار روپے ماہوار مقرر
کیے ان مین دو ہزار خاص آغا محمد تقی خان کی ذات کے لیے اور ایک ہزار بی بی
لطف النسا کے لیے تھے اور یہ تنخواہین الماس علی خان کے محالات پر قرار پائین۔
افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے مرزا محمد تقی کو خُرد سالی سے

شاہزادے مرزا اسمعیل بیگ خان کے ساتھ اکبر آباد مین مہاجی سیندھیا کے لشکر سے شکست پاکر جیپور کو چلے گئے احمد نے اُن کو ترغیب دی کہ افغانستان کو چلین چنانچہ بیکانیر اور بھاولپور کی راہ سے کابل پہونچے اور وہان احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ سے ملے اُنھون نے بہت خاطر کی اور کہا کہ سواران جرار کا لشکر اپنے بیٹے کی افسری مین اُن کے ساتھ ہندوستان کو بھیجون گا اور غازی الدین خان کے مشورے سے مرزائے موصوف کو سلطنت ہندوستان کے تخت پر بٹھاؤن گا اُسی زمانے مین شاہزادے کے مزاج مین جنون کی شورش پیدا ہوگئی اس لیے یہ کام ظہور مین نہ آسکا اور اُسی سال تیمور شاہ نے انتقال کیا زمان شاہ مالک سلطنت ہوے اور اُنھون نے کہا کہ اگلے سال ہم خود ہندوستان کا سفر کرینگے اور تمکو اپنے ہمراہ لے جائینگے اور جو کچھ شاہ جنت مکان نے تمھارے حق مین تجویز کیا تھا اُس سے زیادہ عمل مین لائینگے مگر شاہزادے کا مزاج زیادہ خراب ہوکر کامل جنون ہوگیا یہان تک کہ بادشاہ کے ایک سردار کو جس کا نام عباس علی خان تھا اور جو ایک خدمت پر ہندوستان جارہا تھا مع اُس کے بیٹے کے اُس عباس علیخان کے دھوکے مین مرواڈالا جوان کا رفیق تھا کیونکہ جنون مین وہ اُس کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے اور وہ اُن سے علحدہ ہوگیا تھا

مرزا سکندر شکوہ بھی لکھنؤ مین آئے تھے اس زمانے مین نواب آصف الدولہ مرض الموت مین مبتلا تھے کچھ دنون مراتب خدمتگذاری ادا ہوے لیکن جیسا کہ مد نظر تھا ویسی مدارات ظہور مین نہ آئی کہ نواب موصوف نے انتقال فرمایا مگر سولہ ہزار روپیہ بنارس مین اولاد مرزا خرم بخت و مرزا جوان بخت کے لیے جاتا رہا اور سات ہزار روپیہ ہوار

کاٹ لی جائے اخوند احمد علی نے عرض کیا کہ ایک آدمی کا گناہ سو پر پڑتا ہے مین اپنی طرف سے زنجیرین درست کرائے دیتا ہون بیگم نے جواب دیا کہ تنخواہ کے کاٹ لینے مین آیندہ کے لیے تنبیہ ہے۔ جب تنخواہ کی تقسیم کا وقت آیا تو بیگم سے بغیر اجازت لیے اخوند مذکور نے سب کو تنخواہ دیدی۔ اُن بے حیاؤن نے پھر وہی حرکت کی ابکی بیگم نے حکم دیا کہ اُن کی تنخواہ کا روپیہ ہمارے پاس لائیو وقت پر تین ہزار روپے طلب کر کے بیگم نے اپنے توشے خانے کے داروغہ کے حوالے کرا دیے۔ اخوند احمد علی نے سوزنون کی زنجیرین تو سونے کی بنوا دین اور شاگرد پیشہ کی تنخواہ اپنے گھر سے چکا دی اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی نہایت بے دیانت و خائن تھا اور بیگم کی سرکار سے بے حد روپیہ اُڑاتا تھا کہ ایسے مصارف اپنے ذمے گوارا کر لیتا تھا اس شخص پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ حلوائی کی دوکان اور دادا جی کی فاتحہ۔"

سالار مسعود غازی کی حقیقت

نواب آصف الدولہ کا انکے میلے کو جانا اوپر بیان ہوا ہے اسلیے انکی حقیقت پر یہان روشنی ڈالتا ہون۔

بہرائچ نامی مقام لکھنؤ سے ۷۰ میل اُتر کی جانب ہے۔ یہان سالار مسعود غازی کی درگاہ اور رجب سالار کا مقبرہ ہے۔ سُنتے ہین کہ رجب سالار تغلق شاہ کے بھائی تھے اور سالار مسعود غازی کے حق مین اختلاف ہے۔ مناقب الاولیا مین لکھا ہے کہ اولاد محمد بن حنفیہ سے ہین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے۔ مرآت الاسرار

بطور فرزندن کے پرورش کیا تھا اس لیے تمام اہل خاندان و اراکین ریاست
ان کا ادب کرتے تھے ان کی شادی کے لیے بہو بیگم کے پاس گئے اور اُن سے
عرض کیا کہ مرزا محمد تقی کی پرورش مین نے بطور فرزندون کے کی ہے اور یہ لڑکی
بی بی لطف النسا جو آپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پا رہی ہے میری بہن اور
والد مغفور کی بیٹی ہے جب اس کی ماں نے بحالت رضاعت رحلت کی تو جناب
والد ماجد نے آپ کی آغوش شفقت مین جگہ دی تاکہ اس کی پرورش بخوبی ہو جائے
اور اصل حال اس وجہ سے نہ کھولا کہ مبادا اُسکی جانب سے آپ کا میل خاطر
کم ہو جائے اور اُنھون نے اپنی بیماری کے دنون مین بسنت علی خان و جواہر علیخان
کے سامنے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تمھاری والدہ ماجدہ کے سایۂ الطاف مین جو دختر
آسائش گزین ہے وہ میری بیٹی اور تمھاری بہن ہے ایسا نہو کہ بیگم صاحبہ ناواقفیت
سے اسکا بیاہ کسی نامناسب جگہ کر دین بیگم صاحبہ نے دونون ناظرون کو طلب کرکے
تصدیق چاہی تو اُنھون نے از روے قسم نواب صاحب کے بیان کی تصدیق کی جب یہ بات
پایۂ ثبوت کو پہونچگئی تو لطف النسا معروف بہ چھوٹی بیگم کا عقد مرزا محمد تقی کے ساتھ
ایسے شان و تجمل سے کیا کہ عرصے تک یادگار زمانہ رہا۔

بہو بیگم صاحبہ کے نوکرون کو نہ تکلیف سفر کی تھی نہ جنگ و جدال کی نہایت
آرام سے بسر کرتے تھے کسی قصور پر بھی تنخواہ وضع نہ ہوتی ماہ بماہ درماہہ بلکہ پیشگی
لیتے اور خوش و خرم زندگانی بسر کرتے تھے۔ ان کی حالت کا اندازہ اس حکایت سے
ہو سکتا ہے کہ ایک بار فراشون یا خواصون نے سرکاری خاص بندوقون کی سوئیون
کی چاندی کی زنجیرین چرا لین بہو بیگم نے حکم دیا کہ شاگرد پیشہ کی ایک ایک ماہ کی تنخواہ

اہل عالم کی زیارت گاہ ہے سال مین ایک بار میلا ہوتا ہے دور دور سے لوگ
سیدنی کے ہمراہ آتے ہین اجلاف قوم کے آدمی دور و نزدیک سے لال لال نیزون
کے ساتھ ہزارون ڈفالی گاتے بجاتے ساتھ لے کر اپنی اپنی بستیون سے نکلتے ہین
اور یہان آکر نذر و تحائف گذرانتے ہین غرضکہ جیٹھ کا پہلا اتوار اس میلے کا
پہلا دن ہے عوام مین جو بالا پیر نام سید مسعود کا مشہور ہے وہ بالارکھ کی رعایت
سے ہے بالا سے مراد بالارکھ اور پیر سے مقصود سید مسعود ہے۔ مقبرۂ سید مسعود مین
سیدنی کی طرف ایک گوشہ مین چھوٹا سا گول حوض ہے اس کو بالا کنڈ کہتے ہین کوئی ہندو
اس کو اگنی کنڈ بالارکھ اور کوئی بالارکھ کی دھونی ظاہر کرتا ہے قبر کی نذر کا مال
مجاوران درگاہ اور کنڈ کی پوجا کے حاصل پنڈے قوم ہندو پاتے ہین مجاورون
اور پنڈون کے باہم اس آمدنی مین کچھ رسم اور معاہدہ ہے۔

آصف الدولہ کے بعض اخلاق کا تذکرہ بعض مصنفون کے قلم سے

محاربۂ غدر مین منشی سیدی لال لکھتا ہے کہ آصف الدولہ آٹھ پہر نشۂ بھنگ
مین ترنگ اٹھایا کرتے تھے کھٹملون اور چیونٹیون اور مکڑیون سے شغل رکھتے تھے
ان حشرات کے نگہبان صدہا روپے کے درماہے پاتے تھے راجہ مہرا کہار کو کتب خانہ اور
مولوی فضل عظیم صفی پوری کو عہدۂ آبکاری دیا حسن رضا خان نائب حرف ناآشنا
وامی محض تھا ولن بادل ہاتھی کی شادی بڑی ہتنی کے ساتھ بڑی دھوم دھوم اور
تزک و احتشام کے ساتھ کی لکھوکھا روپیہ خرچ ہو گیا بارہ سو ہاتھی اس کی برادری کا

مین ان کو سید علوی بتایا ہے۔ محمود غزنوی کے بھانجے تھے ان کی مان کا نام ستر معلےٰ ہے اور باپ کا نام سالار ساہو ہے۔ ۲۱ رجب سنہ ۴۰۵ھ ہجری روز یکشنبہ کی صبح صادق کے وقت اجمیر مین پیدا ہوے مرآت الاسرار مین ان کی ولادت ۲۱ شعبان کی لکھی ہے (تولد ناصر دین) تاریخ ولادت ہے غزانامہ مسعود سے معلوم ہوتا ہے کہ سومنات معروف بہ دوار کا زمین گجرات علاقہ جوناگڑھ کی لڑائی مین سلطان محمود کے ساتھ شریک تھے۔ جب سلطان راے جیپال کو مغلوب کر کے مع مال غنیمت غزنی کو لوٹ گیا تو مسعود ہندوستان مین رہ گئے بہت سے مقامات فتح کر کے مال اور سپاہ کثیر جمع کی۔ دہلی کے راجہ راے مہیپال اور اُس کے بیٹے گوپال سے سخت معرکہ پیش آیا گوپال کے ہاتھ سے اُنکی ناک پر زخم آیا اور ایک دانت بھی ٹوٹ گیا لیکن فتح انھین کے ہاتھ مین رہی سالار مسعود نے سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا اس کے بعد قنوج کو گئے اور دریاے گنگا کے کنارے مقام کیا اجیپال ان کے مقابلے کی تاب نہ لایا اطاعت اختیار کی — سالار نے اکثر رایان اطراف کو شکست دے کر مطیع کیا۔ ابو محمد چشتی کے مرید تھے۔ بہرایچ مین ایک ہندو فقیر بالارکھ نامی رہتا تھا مسعود نے جہاد کے لیے اس مقام پر چڑھائی کی اور سورج کنڈ کو جو ہندوون کا معبد عظیم تھا مسمار کیا وہان رائیون سے سخت لڑائی ہوئی شہر دیو کے ہاتھ سے اُنکی شہرگ پہ ایک تیر لگا جس سے روح بدن سے پرواز کر گئی وہین دفن ہوے ۲۱ رجب سنہ ۴۰۵ھ ہجری تاریخ ولادت ہے اٹھارہ سال گیارہ مہینے ۲۴ روز دنیا کی ہوا کھائی انیسوین سال اول وقت عصر روز یکشنبہ ۱۴ رجب سنہ ۴۲۴ھ ہجری کو شہادت پائی درگاہ انکی

بے فکر ہے ہین اپنے ملک متصرفہ کی تو خبر نہین رکھتے پہاڑ کی فتوحات ان سے کیا ہوگی
بنارس جیسا ملک آسانی سے چھوڑ دیا یہ اگر ادھر آتے ہین تو ان کے آنے سے کوئی
حرج نہین ان مین ینپال کے عزم کی کیا ہمت ہے غرضکہ نواب نے ان کے ساتھ
کوہ بوٹول پہ پہونچکر ایک بنگلہ بنوایا اور ہر سال سیر کو جانے لگے۔

افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کے ہاتھ
سے ہر وقت تسبیح جدا نہین ہوتی تھی شاید یہ حال آخری عمر کا ہوگا کیونکہ اسی کتاب
مین لکھا ہے کہ نواب کو رقص و سرود سے شوق اس حد تک تھا کہ جب اس مین مصروف
ہوتے تو دوسری طرف تعلق نہ رکھتے۔ سیما نورا بھانڈ و بڑی مصری وغیرہ حضر و سفر
مین آصف الدولہ کے حضور مین حاضر باش رہتے تھے کہتے ہین کہ ایک روز جلسۂ رقص
و سرود برپا تھا سیما نورا بھانڈ اپنے مجرے مین حاضرین دربار کو علم و فن موروثی سے
خوش کر رہا تھا کہ ناگاہ نواب قاسم علیخان بن نواب سالار جنگ نے جو نواب
آصف الدولہ کے ماموں زاد بھائی و مقرب خاص تھے ایک بندوق خالی سر کردی
اُس کی آواز کے خوف سے سیما نورا بھانڈ زمین پہ گر پڑا اور ہاے ہاے کی صدا سے
حاضرین دربار کو منغض کر دیا آصف الدولہ نے اُسکی اس حرکت بے جا پر نفرین کی اور
اس گروہ کی بزدلی پسند نہ کی پھر اُس بھانڈ کو لشکر سے نکالدیا۔

وحید الدین بن حکیم محمد سعید الدین متوطن بدایون نے ۱۲۵۰ سنہ ہجری مطابق
۱۸۶۸ سنہ ء مین تذکرۂ حکومت المسلمین لکھا ہے اُس مین کہتے ہین کہ لکھنؤ کی سرکار
مین نواب آصف الدولہ کے عہد سے احترام و اکرام سادات عظام و شرفاے کرام کا
زیادہ ہوا جاگیر و املاک سالانہ اس قدر مخلوق کو عطا ہوئین کہ حیطۂ تحریر و تقریر سے

براتی تھا الماس علی خان خواجہ سرا دلھن والا اور نواب آصف الدولہ دولھا والے تھے۔

محمد فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ ہر سال ایام بہار مین کہ ہندو ہولی مناتے ہین ہندوؤن کی کثرت صحبت کی وجہ سے اس قسم کے کھیل تماشون کے بڑے شائق تھے ہولی مین جشن عام کرتے اور بہت سا روپیہ صرف مین لاتے اُن کی مان بھی ہر سال ہولی کے دنون مین اُن کے بلانے پر لکھنؤ کو جایا کرتین اور ایک ماہ تک وہان رہا کرتین۔ اسی طرح نواب صاحب جاڑون کے موسم مین کوہ بوٹول کی سیر کو جایا کرتے تھے اور کئی مہینے تک اس سفر مین رہتے تھے ابتدا مین شجاع الدولہ ایکبار اس پہاڑ کی طرف گئے تھے پہاڑی ڈرے کہ یہ امیر صاحب عزم ہے توپخانہ اور فوج بھی اس کے ساتھ بہت ہے کہین ایسا نہو کہ ان دشوار گذار راہون سے آگاہ ہو کر ان پہاڑون پر اپنا قبضہ جمالے۔ اُنھون نے دامن کوہ کی طرف پانی کاٹ دیا نواب کو یہان مقام کرنے مین تکلیف واقع ہوئی اس لیے جلد لوٹ گئے۔ آصف الدولہ باپ کے ساتھ تھے انھون نے بھی اول اول ۱۱۹۰ھ ہجری مین اُدھر کا قصد کیا پہلے فیض آباد مین آئے اور مان سے منت و سماجت کے ساتھ عرض کیا کہ والد ماجد کی وفات کے بعد سے آپکو سوائے سفر لکھنؤ کے اور کسی جگہ جانے کا اتفاق نہین ہوا اگر غلام نوازی کر کے میرے ساتھ کوہ بوٹول کو چلین تو تفریح طبع مبارک بھی ہو اور میری سرفرازی بھی ہو جائے نواب نے بہت کوشش کی تو بیگم بھی ساتھ ہو لین پہاڑون کی سیر کرا کے ارھائی ماہ کے بعد لوٹے پہاڑیون نے ان کو تکلیف نہ دی اور مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ

کہ تلوار کے دیکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ محتاج و غریب سُنتے تھے کہ نواب آصف الدولہ بہادر پارس ہین لیکن میری تلوار نواب صاحب کے ہاتھ مین پہونچنے کے بعد بھی لوہے کا لوہا ہی سونے کی تلوار کیون نہین ہوگئی یہ سُنتے ہی نوابصاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس کی تلوار کے برابر اشرفیان تول کر اس کے حوالے کرو آخرش ایسا ہی عمل مین آیا وہ دعا کرتی اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

اسی طرح کی ایک حکایت مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری مین خان خانان کے ذکر مین لکھی ہے کہ ایک دن دربار مین بیٹھا تھا اعالی و موالی اہل غرض و اہل مطلب حاضر تھے ایک غریب شکستہ حال آکر بیٹھا اور جون جون جگہ پاتا گیا پاس آتا گیا قریب آیا تو ایک توپ کا گولہ بغل سے نکال کر لڑھکایا کہ خان خانان کے زانو سے آکر لگا نوکر اس کی طرف بڑھے اُس نے روکا اور حکم دیا کہ گولے کی برابر سونا تول دو مصاحبون نے پوچھا کہا کہ یہ قول شاعر کا کسوٹی پر لگاتا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

حکایت سوم ایک روز نواب آصف الدولہ دولتخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ مین پستول تھا ایک چیل برآمدے کے اوپر اُڑ رہی تھی نوابصاحب نے پستول اُس کے مقابل کیا وہ چیل دائین بائین ہوگئی یہان تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا ایک سپاہی برآمدے کے نیچے کھڑا تھا اور بندوق اُسکے ہاتھ مین تھی اُس نے اپنے دل مین خیال کیا کہ نواب صاحب کو اس چیل کی ہلاکت منظور ہے اُس نے بندوق اُسکی طرف چلائی چیل زمین پر آپڑی نواب صاحب نے جو زیر برآمدہ جھک کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے چیل کو مارا ہے تو فی الفور اُسکی طرف

باہر ہے اور اس قدر نقد وجنس محتاجون اور غریبون کو مرحمت ہوا کہ بیان سے افزون ہے اب چند حکایتین آصف الدولہ کی سخاوت ودریا دلی کی اس سلسلے سے لکھی جاتی ہین۔

حکایت اول بعض چغل خورون نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ بعض آدمیون نے حضور کی مہر بنالی ہے اور اُس مُہر سے پروانے ملک ومعاش کے جاری کرتے ہین۔ اور سرکار کا مال اس فریب سے تلف ہوتا ہے جواب مین فرمایا کہ آخرش وہ لوگ یہ ملک ومعاش کس کے نام سے جاری کرتے ہین عرض کی کہ مُہر خاص حضور کے نام کی تیار کرلی ہے فرمایا کہ بابا بات کا آل واحد ہے خواہ مین نے اجازت دی یا نہ دی دونون صورتون مین ہمارے ہی نام سے تو کھاتے ہین یہ سُن کر چغل خور منفعل وخجل ہوے۔

حکایت دوم ایک دن نواب آصف الدولہ بالاخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوے تھے اتفاقاً بالاخانے کے تلے نظر جا پڑی کیا دیکھتے ہین کہ ایک ضعیف عورت تلوار ہاتھون پہ لیے ہوے نذر گذراننے کی اُمید پر کھڑی ہے نواب صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس ضعیفہ سے یہ تلوار لے کر ہمارے پاس لاؤ کہ ہم اُس کو ملاحظہ کرینگے نوکرون نے فی الفور وہ شمشیر حاضر کی نواب صاحب نے اُس تلوار کو ہاتھ مین لیا اور ساخت اُس کی خام لوہے کی دیکھ کر واپس کرنے کا حکم دیا جب وہ تلوار ضعیفہ کے پاس واپس آئی تو وہ اُس تلوار کو اُلٹ اُلٹ کر بار بار دیکھنے لگی نواب نے تعجب سے فرمایا کہ کیا ہمنے تیری تلوار کو بدل لیا ہے یا اس مین سے کچھ چھڑا لیا ہے جو تو بار بار اُس کو بغور دیکھتی ہے ضعیفہ نے جو یہ بات سُنی تو پکار کر عرض کرنے لگی

جو مخبر لکھنؤ مین رہتے تھے اُنھون نے اس کا سبب یہ لکھا کہ جب حیدر بیگ خان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے نواب سے عرض کیا نواب اُسی وقت سوار ہو کر رزیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُس سے سارا واقعہ بیان کیا رزیڈنٹ نے کانپور کی انگریزی فوج کے سپہ سالار کو لکھا کہ فوج واپس کر لی جائے اور کوئی سختی و نقصان جاگیر کے گاؤن مین نہ پہونچنے پائے چنانچہ یہ سپاہ اِس لیے لوٹ گئی دو دن کے بعد حیدر بیگ خان کا خط جواہر علی خان کو اس مضمون کا پہونچا کہ ظاہرا تمھاری جاگیر کے آدمیون نے انگریزی سپاہیون پر زیادتی کی ہوگی اِس لیے فلان فلان آدمیون اور کوتوال اور سلون کے عامل کو لکھنؤ کو روانہ کر دو یہان اخوند احمد علی نے پہلے ہی پیش بندی کر کے سب کو پکڑ کر پابزنجیر کر لیا تھا اُن سب کو سلون سے بلا کر لکھنؤ کو بھیجدیا جہان چھ ماہ تک روبکاری رہی اور آخرکار انگریزی سپاہیون کا قصور ثابت ہوا اور اِن بیچارون نے نجات پائی۔

نواب سالارجنگ کی وفات

سنہ ۱۲۱۱ ہجری مین نواب سالارجنگ کا مزاج علیل ہوا بہو بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ بھائی کی عیادت کے لیے فیض آباد سے لکھنؤ مین آئین اور ڈیڑھ مہینہ تک روزانہ مچھی بھون سے سوار ہو کر اُنکے مکان مین مزاج پرسی کے لیے جاتین جب بیماری نے طول کھینچا تو فیض آباد کو لوٹ گئین اور چند روز کے بعد نواب سالارجنگ نے رحلت کی۔

کلکتے سے لکھنؤ تک بیٹھی ہوئی تھین اخوند احمد علی نے ہر عامل کو تاکید
کردی تھی کہ ان ہرکارون کی حفاظت بخوبی کرتے رہین ایسا نہ ہو کہ ان کو
کسی بات کی تکلیف پہونچے اور حکام بالا تک شکایت جائے۔ اتفاقاً سات تلنگے
دو کشتیان لے کر گنگا کو اتر کر میر گنج مین آئے اور غلہ خریدنے کا قصد کیا باہم
خرید و فروخت مین تکرار ہوگئی کئی دوکان دارون کو انھون نے مارا پیٹا بازاریون
کو معلوم نہ تھا کہ یہ انگریزون کے نوکر ہین اور کانپور سے آئے ہین سپاہیون نے
اتنی سختی کی کہ ایک بنیے کو تلوار سے گھائل بھی کردیا۔ پینٹھ کا دن تھا ہر قسم کے آدمی
بہت سے جمع تھے سب نے ایکا کرکے مقابلہ شروع کیا سپاہی گھبرا گئے اور ڈر کر
بھاگے اور گھاٹ پر کشتیون مین بیٹھنے کے لیے آئے قضارا کشتیون مین پہلے سے آدمی
بیٹھ گئے تھے جس سے یہ سوار نہ ہوسکتے تھے کیونکہ بوجھ سے کشتیان چل نہ سکتی تھین پیچھے
پیچھے بازاریون کی پکار تھی کشتیون کا بوجھ چلنے سے مانع تھا۔ جب بہت شور و غل
ہوا تو کشتیون کے آدمی کود کود کر پانی مین جا پڑے اور تلنگون نے ان مین سوار ہو کر
کشتیان چلا دین یہ سپاہی کانپور پہونچے اور وہان اس واقعہ کی اپنے افسر سے
شکایت کی اُس نے ایک پلٹن اور دو توپین تدارک کے لیے بھیجین جب یہ پلٹن دریا
کو عبور کرکے آئی تو ہر طرف خوف سے شور نشور برپا ہوگیا سادات رسول پور و
مصطفےٰ آباد کی عورتین بے حد خوف کی وجہ سے چادرین اوڑھ اوڑھ کر پیادہ
گھرون سے نکل کھڑی ہوئین جس گانون مین جاکر پناہ ڈھونڈھتی تھین وہان اپنی ہی بستی
کا سا حال پاتین جب یہ خبر فیض آباد مین پہونچی تو یہان بڑی تشویش پھیلی بعد اس
کے دوبارہ فیض آباد مین خبر آئی کہ دو توپین اور پلٹن لوٹ گئی۔ بیگم صاحبہ کے

۱۲۲۳۰۰ روپیہ سالانہ کا تھا فقط اجنٹ کی تنخواہ ۲۲۸۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی ہیسٹنگز صاحب جب لکھنؤ مین آئے تھے تو ان کا باڈی گارد مقرر ہوا تھا وہ برخاست کیا غرضکہ لارڈ کارن والس نے روپے کو گھٹا کر پچاس لاکھ روپیہ سالانہ خراج نواب کے ذمے رکھا مگر بباعث ضعف انتظام نواب کم کرنا فوج انگریزی حسب عہدنامہ ۱۷۸۱ء مناسب تصور نہین ہوا۔ اور گورنر جنرل نے ۱۵۔ اپریل ۱۷۸۷ء کو نواب کو لکھا کہ جو عہدنامہ انگریزی کمپنی اور نواب شجاع الدولہ کے درمیان ہوا تھا اُس مین طرفین کا نفع ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہی مطلب آپ کی اور کمپنی کی دوستی اور اتفاق مین ملحوظ رہا ہے پس جو اتفاق طرفین کی بہبودی اور رفاہ کے واسطے ہو اُس کو پائدار ہونا چاہیئے اس سبب سے جب سے کہ میری تقرری یہان امورات کے انتظام کے لیے ہوئی ہے میری نیت ہمیشہ اسپر متوجہ رہی ہے کہ یہ اتفاق دوستانہ مضبوط اور مستحکم ہو چونکہ مین کمپنی کے اور آپکے ملکون کو یکسان تصور کرتا ہون تو حفاظت آپکے ملک کی ضروری ہوئی اس سبب سے کہ وہ سرحدی مُلک ہے اور اُس مین غیر کا حملہ ممکن ہے اور یہ حفاظت کمپنی کی فوج کی مدد کے بغیر بخوبی نہین ہو سکتی اس لیے مین آپ کے روبرو وہ اُمور ظاہر کرتا ہون جو بہت سے غور و تامل کے بعد میرے نزدیک مناسب ہین۔ فوج مقیم فتح گڑھ کے باب مین جسکی برخاستگی عہدنامہ چنار گڑھ ۱۷۸۱ء کے مطابق ہوئی ہے مین صلاح دیتا ہون کہ وہ برخاست نہ کی جائے بلکہ وہان مقیم رہے۔ یہ صلاح اس وجہ سے دیتا ہون کہ آپ کا مُلک وسیع ہے اور جو فوج وہان مقیم ہوگی وہ آپ کے مُلک کی حفاظت کے واسطے ضرور کارآمد ہوگی۔ اگرچہ بالفعل کوئی فوج کشی آپکے مُلک پر

لارڈ کارن والس کے پاس کلکتے کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کی طرف سے جانا تاکہ سپاہ انگریزی کا بوجھ ریاست کے سر سے اُتارین

جبکہ ہیسٹنگز صاحب کی جگہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل ہوے تو آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کو کلکتے کو بھیجا۔ حیدر بیگ خان آخر محرم ۱۲۰۰ھ ہجری مطابق نومبر ۱۷۸۶ء مین براہ خشکی لکھنؤ سے کلکتے کی طرف روانہ ہوے ۹ ربیع الاول کو عظیم آباد پٹنہ کے علاقے مین پہونچے ایک دن وہان ٹھہر کر آگے کو کوچ کیا۔ کلکتے کو پہونچکر گورنر جنرل سے ملے۔ نواب آصف الدولہ کا اُنکے بھیجنے سے مطلب یہ تھا کہ سپاہ انگریزی کا بوجھ اپنی گردن سے ٹالین۔ اور فتح گڑھ کے برگیڈ کو جس کے بلا لینے کا وعدہ ہیسٹنگز صاحب کر گئے تھے اپنے ملک سے نکالین حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نو برس سے چہراسی لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیتے تھے ۱۷۷۵ء کے عہدنامے کے مطابق اُن کو ۳۱۲۰۰۰۰ روپیہ اور ۱۷۸۱ء کے صلح نامے کے موافق ۳۴۲۰۰۰۰ روپیہ دینا چاہیئے تھا۔ گورنر جنرل نے جو ملازمان نواب اودھ کا روپیہ بیٹھے کھا رہے تھے اُس کا انتظام کر دیا اور بہت خرچ گھٹا کر ایک پورے برگیڈ کا خرچ اُنکے ذمّے رکھا جو ہمیشہ اُن کی حفاظت کے لیے تیار رہے کیونکہ سکھون کا خوف اودھ کے پیچھے لگا ہوا تھا اُسی قدر سپاہ اُن کے ملک کے لیے کافی تھی پامر صاحب کو جو گورنر جنرل کے اجنٹ صرف اس لیے رہتے تھے کہ نواب آصف الدولہ اور گورنر جنرل کے خطوط ایک دوسرے کے پاس پہونچائین موقوف کر دیا اس اجنٹ کا خرچ

تمام مُلک ہندوستان مین دیکھو فساد اور خرابی ہو رہی ہے مگر آپ کے مُلک مین
امن وامان جاری ہے اِس صلاح کی تائید مین اور بہت سے دلائل قوی تر بیان
ہو سکتے ہین مگر میری رائے مین جس قدر مین نے بیان کیا ہے اُس کا نتیجہ بھی کم نہین
اور اُس سے آپ کی رائے مین بھی میری صلاح قرین مصلحت ہوگی۔اس واسطے
زیادہ طول دینا مصلحت نہین رکھتا میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ آپ کو تکلیف اُس
خرچ سے زائد جو کمپنی کا آپ کی دوستی اور آپکے مُلک کی حفاظت کے باعث سے
ہوتا ہے نہ دی جائے اور جو حساب میرے پاس ہے اُس سے ظاہر ہے کہ پچاس لاکھ فیض آبادی
سکہ سولہ سنہ کا خرچ ہوتا ہے۔اسی روپے مین نواب سعادت علی خان کا وثیقہ اور
روہیلون کی تنخواہ اور رزیڈنٹ منجانب گورمنٹ انگریزی کے اخراجات شامل
ہین۔القصہ میری تجویز اور نیت یہ ہے کہ اُس عہدنامے کی منظوری کی تاریخ سے
آپ سے زیادہ اُس پچاس لاکھ روپے سے نہ لیا جائے گا اور کسی طرح کا مطالبہ نہوگا
اگر آپ بعد ازین کمپنی سے زیادہ فوج طلب کرینگے تو اُس کا خرچہ واجبی اس کے سوا
آپ کو دینا ہوگا اور اگر کوئی ہر دو برگیڈ یا رسالہ سواران مین سے واپس طلب
کیا جائے گا یا فوج مین زیادہ کمی ہوگی اُسی قدر حساب واجبی کم کرکے آپکو دلاؤنگا۔
اِس نظر سے کہ اس عہدنامے کے مطالب مین کوئی وجہ اختلاف رائے کی باقی نرہے
مین آپکو اطلاع دینا ضروری تصور کرتا ہون کہ اگر کسی ضرورت پر کچھ تبدیلی اس
فوج مین واقع ہو خواہ بایزادی یا کمی رسالہ سواران و پیادگان کی تو یہ شرائط
مانع اُسکی نہونگی اگر کل فوج مین زیادہ کمی واقع نہوا اور یہ بھی واضح ہو کہ اس
تبدیلی کے عوض کچھ زیادہ آپ سے مطالبہ نہوگا۔ایک رزیڈنٹ جیسا اب ہے

خیال مین نہین ہے مگر آخرکار آپکے مُلک کی حفاظت فوج موجودہ مُلک پر منحصر ہو گی اور جب تک فوج آپکے مُلک مین رہے گی اُس وقت تک کوئی خیال فوج کشی بھی آپکے اوپر نکرے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فوج کمپنی کی دلاوری اور قوت اکثر جنگاہون مین آزمائی گئی ہے یہان تک کہ جب اُسکے دشمن کی فوج اُس سے بیس گنی بھی زیادہ تھی تاہم اُسکی قوت اور طاقت ظاہر ہوئی ہے اور خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر زور آور رہے گی اور فتحیاب ہو گی۔ مگر چونکہ ہمیشہ واقعات جنگ مین شبہ رہا کرتا ہے تو عقل و احتیاط مقتضی اسکی ہے کہ ہرایک تدبیر ممکن الوقوع عمل مین آئے تاکہ یقین فتح ہماری طرف عائد ہو آپکو بھی معلوم ہو گا کہ کچھ نسبت کمپنی کی فوج مین اور آپکی فوج مین نہین ہے اور یہ کہ بغیر مدد کمپنی کی فوج کے آپکی حکومت اور آپ کا ملک محفوظ نہین رہ سکتا مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میری رائے پر غور کرینگے تو آپ کو راستی میرے بیان کی معلوم ہو گی اور آپ قیام ایسی فوج کا منظور کرینگے جس کی دلاوری اور قواعد پر اعتبار کلی ہے اُنکے مقابلے مین جو قواعد جنگ کچھ نہین جانتے اور مجھے شک نہین کہ آپ خرچ زائد اس فوج کا منظور کرینگے کیونکہ اس سے حفاظت ملک مقصود ہے اس واسطے مین بلاتامل صلاح دیتا ہون کہ آپ اُس قدر اپنی فوج کو برخاست کرینگے جس قدر اس زائد کارآمد فوج کے قیام کے واسطے مکتفی ہو گا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو کہ جس قدر روپیہ اس فوج کے لیے ضروری ہے وہ آپکے مُلک مین صرف ہوتا ہے اصل مطلب اس صلاح کا یہ ہے کہ آپکے مُلک کی حفاظت کی تدبیر کامل ہو اور آپ کو اس امر کا یقین ہو گا کہ ہماری حمایت کا فائدہ کیا ہے۔ کیونکہ

اور انگریزی رزیڈنٹ وہان سے اب خواہ بعد اختتام ۱۷۹۴ع فصلی کے طلب کرلیا جائے گا اور بعد اس سنہ کے وہ وہان نرہے گا اور نہ دوسرا امور ہوگا اس بارے مین بسبب اس کے کہ ابتک مداخلت اس گورنمنٹ کی اُس ضلع کے بندوبست مین تھی مین آپ کو اطلاع دینی مناسب تصور کرتا ہون کہ آپ نواب مظفرجنگ کے حقوق کا لحاظ رکھینگے اور اگر کسی وجہ سے آپ کو فرخ آباد کے معاملات کا انتظام کرنا پڑے تو آپ وعدہ کرین کہ آپ اُس علاقے کی آمدنی سے کافی روپیہ مظفرجنگ کے اچھی طرح گذارے کے لائق علحدہ کردینگے اور چونکہ مظفرجنگ کی ماں اور بھائی دل دلیرخان اور دیپ چند دیوان سابق نے انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ وجوہ دوستی ظاہر کی ہین اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ کچھ گذارہ اُنکے لیے بلاواسطہ مظفرجنگ تجویز ہو۔ یہ مشہور ہے کہ دل دلیرخان کو مظفرجنگ اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور جو اعتبار کہ دل دلیرخان پر اس گورنمنٹ کا ہے اُس کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اگر اُسکی پورے طور پر حفاظت نہ ہوگی تو وہ مظفرجنگ کی خفگی سے نقصان اُٹھائے گا اس لیے میری آرزو ہے کہ آپ وعدہ کرین کہ خاص اُن لوگون کی پنشن مظفرجنگ کے خرچ مین سے اُن کو علحدہ رزیڈنٹ کی معرفت دلوایا کرین۔ اُس حساب کی رو سے جو آپکے اور کمپنی کے درمیان مین ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکے ذمے بہت باقی ہے مگر حسب نیت مذکورۂ بالا مین نہین چاہتا کہ آپکو زیادہ دینے کی تکلیف ہو۔ مگر جو ضروری اخراجات ہون اُن کا ادا کرنا ضرور ہے مین اس واسطے صلاح دیتا ہون کہ اب جس تاریخ سے یہ عہدنامہ قرار پائے گا آپ اُس تاریخ کو تمام بقایاے تنخواہ فوج جو آپ کے مُلک مین موجود ہے اور رزیڈنسی

آپ کے دربار مین رہے گا اگرچونکہ یہ راے کمپنی کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ آپکی حکومت
مین کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے اس لیے احکام تاکیدی رزیڈنٹ کے نام جاری
ہون گے کہ وہ مداخلت خود نہ کرے اور نہ کسی رعایاے انگریزی کی طرف سے
معافی محصول وغیرہ کا یا کسی اور طرح کا دعوے بذریعہ حکم گورنمنٹ انگریزی کے
پیش کرائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انتظام آپ کے مُلک کا آپ کے اور آپکے
اہلکارون کے سپرد رکھ کر مین غیر کی مداخلت کا انسداد کرونگا اور تاکہ یہ امر بلاحجت
وقوع مین آئے مین صلاح دیتا ہون کہ آپ کسی یوروپین کو اپنے ملک مین بغیر میرے
حکم تحریری کے رہنے ندین اور اگر مین کسی کو ایسی اجازت یا حکم دون گا تو اسکی نقل
آپکے پاس بھیجی جائے گی اگر کوئی یوروپین بغیر میری اجازت تحریری کے آپ کے
ملک مین جا کر رہے تو آپ اُس کو زبردستی اُٹھا دین اور اگر اُس کی طلبی ہو تو
آپ صاحب رزیڈنٹ کے پاس جو کمپنی کی جانب سے رہے گا اُس کو بھیجدین مین
نے جو حالات گذشتہ ملاحظہ کیے اور آپکی دوستی کا حال جو آپ کے اور کمپنی کے
درمیان مین مشہور عام ہے دیکھا تو مجھے حال ذیل لکھنا مناسب تصور ہوا۔ کہ چند
سال گذشتہ مین آپکے مُلک والون نے خودغرضی سے اکثر استغاثے گورنمنٹ انگریزی
مین کیے ہین جسکے سبب سے بدنامی آپ کے انتظام کی ہوئی ہے میرا ارادہ یہ ہے
کہ اسکا انسداد ہو اور مین نے کچھ توجہ اُن کے استغاثے پہ نہین کی ہے۔ گرچونکہ
دوستی بہم مشہور ہے اس لیے اگر آپ انصاف کو کار فرمائین تو طرفین کی نیکنامی
اور شہرت کا موجب ہے۔

فرخ آباد کے بارے مین عہدنامۂ چنارگڈھ کی شرط چہارم کا لحاظ رہے گا

صراحت کے ساتھ حیدر بیگ خان سے ان تحائف کے نہ لینے کا عذر کر دیا حیدر بیگ خان تھوڑے دنون کلکتے مین رہ کر گورنر جنرل سے رخصت ہوے اور جس راستے سے گئے تھے اُسی راستے سے لوٹے۔ عظیم آباد مین باقی پور کے پاس چند روز توقف کر کے لکھنؤ پہونچے اس سفر مین بہت سا روپیہ اہل حاجات کو دیا تھا بعض کہتے ہین کہ انھون نے اس کام مین ایک لاکھ روپے صرف کیے بعض اس سے بھی زائد بتاتے ہین۔ اس کارروائی کے ظہور سے نواب آصف الدولہ حیدر بیگ خان سے بہت خوش ہوے اور اُنکو سب سے زیادہ دولتخواہ سمجھنے لگے۔

نواب وزیر کی طرف سے گورنر جنرل کی تحریر کا جواب

نواب وزیر نے گورنر جنرل کی تحریر کے جواب مین ایک خط جولائی ۱۷۸۶ء مین اُن کو لکھا کہ آپکی دوستانہ تحریر پہونچی مضمون اُس کا یہ ہے کہ کمپنی کا اور آپ کا یہ مصمم ارادہ ہے کہ میری حکومت اور انتظام مین مداخلت نہ ہوگی اور رزیڈنٹ لکھنؤ کو حکم تاکیدی ہوگا کہ وہ نہ آپ مخلت کرے گا اور نہ کوئی شخص آپکا ماتحت کسی طرح کی مداخلت کرنے پائیگا۔ اور میرے مُلک کی حکومت میرے اور میرے اہلکارون سے متعلق رہے گی۔ اور غیر کی مداخلت بالکل مسدود ہوگی۔ نواب حیدر بیگ خان نے اُن سب اُمور کو مفصل بیان کیا جو آپکی مہربانی اور الطاف کے سبب میرے کامون کے بندوبست کرنے کا باعث ہوے مجھے نہایت خوشی ہوئی مین ہمیشہ آپکی نیک نیتی کے تصور مین خوش تھا اب اُس کے نتیجے دیکھ کر خوش ہوتا ہون اور

اور نواب سعادت علیخان اور سرداران روہیلہ کا خرچ اور نیز زر بقایے مسٹر اندرسین اداکردین اور باقی جو کچھ رہے گا وہ حساب کے کاغذات سے علحدہ ہوگا اور اس گورنمنٹ کے قرضے کے طور پر آپ کے ذمے تصور نہ کیا جائے گا جو مطالب کہ اس مین لکھے گئے ہین اُن کے بارے مین اکثر گفتگو حیدر بیگ خان سے ہوئی وہ آپکا بڑا خیرخواہ ہے اور دونون سرکارون کا دوست ہے اور چونکہ وہ آپ کے کُل اُمور سے واقف اور آپ کا معتبر ملازم اور وزیر اعظم ہے اسلیے مین نے اُسکو امور فوائد باہمی کا مجاز تصور کرکے بلاتامل اُس سے وہ سب حال جو میری رائے مین فوائد طرفین کی ترقی کے لیے مناسب اور مفید متصور ہوا کہا ہے اور میری رائے مین اُس سے کہنا بمنزلے آپکے ساتھ کہنے کے ہے مگر چونکہ آپ کی منظوری بھی شرائط مقبولہ حیدر بیگ خان کے لیے ضرور ہے اس لیے مین نے مناسب تصور کیا کہ علت غائی اُس کی اس تحریر مین درج کردون باقی حال مفصل حیدر بیگ خان آپ سے بیان کرے گا۔ آپ اطمینان رکھین کہ نہایت ایمانداری سے تمام شرائط کی تعمیل آنریبل کمپنی کی طرف سے کرونگا۔

طلسم ہند مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کروڑ روپے کا جواہرات گورنر جنرل کی نذر کیا تھا اُنھون نے اپنی عالی ہمتی سے کہا کہ اس تحفے کے عوض کونسی نایاب شے نواب وزیر کے پاس اپنی طرف سے روانہ کرون اس سے بہتر یہ ہے کہ یہی تحائف نواب وزیر کو ہماری طرف سے پہونچادو۔ تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے آصف الدولہ کے تحائف اس وجہ سے نہین قبول کیے کہ وہ ولایت مین انجیل اُٹھاکر آئے تھے کہ مین ہندوستان کے کسی رئیس کا تحفہ نہین لونگا اور اُنھون نے

جو فوج اب فتح گڑھ اور کانپور مین ہے وہ بدستور قائم رہے اور اپنے بھائی سعادت علی خان اور سرداران روہیلہ کی تنخواہین اور رزیڈنٹی اور دوسرے انگریزون اور رزیڈنٹ ہمراہی مہاراجہ سیندھیا کے اخراجات اور ڈاک کا خرچ وغیرہ بھی جو آپنے پچاس لاکھ روپیہ مقرر کردیاہے کہ مین دیاکرون یہ مجھے منظور ہے۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا خرچ اس پچاس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگا اور کسی طرح کا مطالبہ اسکے سوا نہو گا۔ اور یہ بھی درج فرمایا ہے کہ جب کبھی کوئی ان دو برگیڈ مین سے یا رسالہ سوارون مین سے واپس طلب کیے جائینگے یا زیادہ کمی اُس فوج مین ہو گی تو کمی خرچ کے مطابق روپیہ کمی کا اس پچاس لاکھ مین سے مجرا ہو گا مین یہ بھی منظور کرکے فرد قسط بندی ارسال کرتا ہون اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیشہ مہربان اور عنایت فرما میرے حال پر رہینگے جس سے میری بہبودی اور آسایش کا باعث ہوگا آپکے مہربانی نامے کے ہر امر کا جواب مین نے نہین دیا ہے اسوجہ سے کہ مین نے سُنا ہے کہ آپ ضرور اس نواح مین تشریف لائینگے پس بروقت ملاقات ہر امر مین دوستانہ گفتگو کی جائیگی۔ اب یہ خیال کرکے کہ آپ کے حکم کی تعمیل اور آپکی رضا جوئی اہم مراتب دوستی سے ہے مین نے اپنی منظوری تحریر کی۔ فرخ آباد کے بارے مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ وہ مثل سابق میرے ماتحت رہے گا اور رزیڈنٹ جو وہان مقیم ہے وہ خواہ اس وقت خواہ ۱۱۹۱ فصلی کے ختم ہونے کے بعد برخاست ہو گا اور سنہ مذکور کے بعد وہ وہان نہ رہے گا اور نہ کوئی اور اُسکی جگہ مامور ہو گا۔ اور آپ حکم دیتے ہین کہ مین مظفر جنگ کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤن اُنکے حقوق کا لحاظ رکھون۔ اور جبکہ انتظام امور

اس قدر شکر گذار ہون کہ اُسکا ایک شمہ بیان کرنے کے واسطے دفتر چاہیے یہ مشہور ہے کہ نواب مرحوم کی زندگی مین اور اُنکے انتقال کے وقت اور میری جانشینی اور حکومت کے زمانے مین انگریزون کی دوستی کامل اور مستحکم اور بے ریا رہی ہے اور اللہ کی عنایت سے آیندہ یوماً فیوماً ترقی پذیر ہوگی اس وقت مین ایسا بڑا رئیس صاحب علم وخبر اختیارات کل اور حکومت کامل کے ساتھ میرے ملک کے انتظام کے واسطے آیا مین سمجھتا ہون کہ ایسے رئیس کا ورود صرف میری خوش نصیبی سے ہوا مجھے امید قوی اور اطمینان کامل ہے کہ میرے تمام کام میری مرضی کے موافق سرانجام پائینگے فوج مقیم فتح گڑھ کے قائم اور جاری رہنے کے باب مین جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ مثل سابق قائم رہے مین نے بخوبی غور کیا اور سمجھا با وجودیکہ میرے ملک کا بڑا صرف اُس فوج کے سبب سے سال بہ سال ہوتا ہے سابق مین جو عہد و پیمان سرداران انگریزی کے ساتھ اس بارے مین ہوئے ہین اور جس طریق پر یہ معاملہ بہت سی گفتگو کے بعد طے ہوا ہے اُس سب سے آپ بخوبی واقف ہین بہر حال مجھے آپکی توجہ سے بہتری اور بہبودی کی اُمید ہے اور مجھے لازم آیا کہ اُس کا اصل مفصل حال بیان کرون مگر مین نے سُنا ہے کہ آپ اس طرف تشریف لاتے ہین یہ میری عین دلی خواہش ہے اور آپکی ملاقات سے مجھے خوشی حاصل ہوگی اس واسطے اس مطلب کو اُس وقت پر منحصر رکھا۔ اور یہ ضروری تصور کیا کہ اول آپکی مہربانی حاصل کرون بعد اُسکے آپ مہربانی والطاف سے جو مشہور عام ہے وہ تجویز فرمائین جو میری بہبودی اور خوشی کا باعث ہو اور آپ کو بھی منظور ہو اس لیے آپکی رضامندی اور خوشی کے قائم رکھنے کے لیے مین منظور کرتا ہون کہ

زر اخراجات فوج وغیرہ نواب صاحب کے خط کے ساتھ مرسل خدمت ہے اور
مین ایک ہنڈی اُس قدر روپے کی جس قدر دو مینول صاحب نے فرمایا تھا کہ
ماہ فروری ۱۷۸۶ء تک فوج کو چاہیے بھیجتا ہون اور دو ہنڈیان اُس روپیہ
کی بابت بھی جو شاہزادون اور نواب سعادت علی خان کی تنخواہ کا فروری ۱۷۸۶ء
تک ہے بھیجتا ہون یہ سب حضور کے ملاحظے مین گذرینگی - چونکہ مجھے سفر مین
بہت عرصہ ہوگیا اسلیے اکثر طریق کارروائی مین بدانتظامی واقع ہوئی ہے اور
توقف اور تساہل بھی زر سرکار کمپنی کی ادائی مین ہوگیا اور اب کہ مین یہان
آگیا ہون اور فصل کے تردد وغیرہ کا وقت ہے مین سرکار کے کام مین مصروف
ہون اور اللہ کی مدد اور حضور کی عنایات سے ہر ایک کام کا انتظام ہو جائیگا
اور جو زر یا فتنی کرنیل ہارپر صاحب اور دوسرے صاحبان انگریز کا ہے وہ جسقدر
بعد تحقیقات آخر ماہ فروری ۱۷۸۶ء تک ہوگا ہنگام وجوب تک ادا ہو جائےگا
روپیہ قسط بندی بابت اخراجات فوج ابتداے مارچ ۱۷۸۵ء سے جون ۱۷۸۶ء
تک سرکاری خزانے مین داخل ہوگیا اور آیندہ اللہ کی عنایت سے ماہ بماہ
قسط بندی کے مطابق ادا ہوتا رہے گا - امید کہ تحریرات عالی سے سرفراز
ہوتا رہون -

گورنر جنرل کی لکھنؤ مین تشریف آوری - عہد نامہ تجارت

کارن والس صاحب آپ ہی لکھنؤ مین آئے سلطنت کی طرف سے رسم استقبال
اور دعوت علی قدر مراتب حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوئی - تاریخ مظفری مین لکھا ہے

ضلع مذکور کا مناسب متصور ہو تو معقول پنشن نواب مظفر جنگ کے لیے مقرر کرون اور نواب مظفر جنگ کی مان اور اُنکے بھائی دل دلیر خان اور راے دیپ چند دیوان سابق نے جو خواہش دلی گورنمنٹ انگریزی کمپنی کی نسبت ظاہر کی ہے یہ ضرور ہے کہ کچھ گذارہ اُن کا بلا واسطہ نواب مظفر جنگ کے مقرر ہو چونکہ نواب کی دشمنی اُن کے ساتھ ظاہر ہے اور دل مین دلیر خان پر گورنمنٹ انگریزی کا اعتبار ہونے کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہو گی تو مظفر جنگ کی وجہ سے اُس کو تکلیف ہوگی مین اُسکے واسطے کچھ گذارہ مظفر جنگ کی زر پنشن مین سے مقرر کر کے لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت اُسکو دلایا کرون مین ان سب اُمور مین آپکے حکم کی تعمیل کرون گا اور مظفر جنگ کی مان اور دل دلیر خان اور راے دیپ چند کو رزیڈنٹ کی معرفت گذارہ دلوایا کرون گا اور اُن کو حفاظت مین رکھونگا امید کہ ملاقات حاصل ہونے تک تحریرات سے معزز اور مسرور ہوتا رہون اِس خط کے ساتھ پچاس لاکھ روپے کی قسط بندی بھی بھیجی گئی تھی۔

حیدر بیگ خان نے اپنی طرف سے بھی ایک عریضہ گورنر جنرل کو بھیجا جسکا مضمون یہ ہے "سابق مین ایک عرضی اپنے لکھنؤ مین پہونچ جانے کے حال کی حضور کی خدمت مین بھیجی ہے یقین ہے کہ ملاحظے مین گذری ہو گی۔ اب حضور کی تحریر دوستانہ کا جواب نواب وزیر کی جانب سے بھیجا جاتا ہے اُس سے حضور کی رضا جوئی کا حال نواب وزیر کی طرف سے واضح راے عالی ہو گا حضور نے اُن کے اُمور مین از حد مہربانی ظاہر فرمائی ہے اور یقین ہے کہ آیندہ بھی وہ ہی عنایات اُنکی نسبت جاری رہینگی کیونکہ اُن کو حضور کی ذات سے نہایت توقع ہے ایک فرد قسط بندی

تاریخ وفات

زین جہان نواب حیدر بیگ خان   عازم ملک عدم گردید ہاے
سال تاریخ وفاتش پیر عقل   گفت رحلت کرد امیر الدولہ وائے

اپنی وفات سے پہلے انھون نے اپنے تمام نقد و جنس کی فرد تیار کرا کے نواب وزیر کے پاس بھیجدی اور لکھا کہ یہ مال سرکار کا ہے چاہین لین اور چاہین بخشدین اکبر علیخان و حسین علی خان اپنے دونون بیٹون کو نواب کے سپرد کر دیا اُنکے متروکات مین بیس لاکھ روپے کے قریب نقد و جنس تھا لڑکے بھی کم سن تھے۔ چونکہ نواب وزیر حسن خدمات حیدر بیگ خان سے مسرور تھے اسلیے وہ مال و اسباب ضبط نہ کیا اُنکی اولاد کو بخشدیا اور اُنکی تنخواہ بھی اُن کے بیٹون پر مقرر کردی۔

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کے بعد راجہ ٹکیت رائے کی ذات پر نظم و نسق کاروبار کا مقرر ہو گیا جو سابق مین چارون صوبون کا دیوان کار پرداز مالی و ملکی تھا اور اُسکو وزیر نے مہاراج ادھراج نرندر راجہ ٹکیت رائے بہادر خطاب دیا اور راجہ دھنپت راے خزانے کا کام کرتا تھا اور راجہ بلاس راے پیشکار بخشی گری کا کام کرتا تھا۔ گیان پرکاش مین نواب آصف الدولہ کے ہندو کار پردازون کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ راجہ خوشحال راے پسر راجہ نول راے الہ آباد کا صوبہ دار رہا اور راجہ بھگوانداس کا بڑا بیٹا راے بہادر سنگھ اور چھوٹا بیٹا راے بالک رام دونون جھاؤلال کی رفاقت مین کام کرتے ہین اور کارخانجات کے کامون پر مامور ہین اور راجہ بھگوانداس جو راجہ جھاؤلال کا بڑا دوست تھا خطاب اُنکی

کہ اول ملاقات مین آصف الدولہ نے گورنر جنرل کو تحفے پیش کیے اُنھون نے کچھ نہ لیا اور وہی عذر بیان کیا جو حیدر بیگ خان سے کیا تھا۔ جب آصف الدولہ گورنر جنرل سے ملنے کو گئے تو اُنھون نے ولایت فرنگ و انگلستان کے تحفے نواب کو دیے نواب نے اُنکی خاطر سے دو ایک چیزین لے لین باقی وہین چھوڑ دین۔ پھر گورنر جنرل آصف الدولہ سے رخصت ہو کر بنارس کی طرف راہی ہوے۔

سنہ ۱۲۰۲ ہجری مین ایک عہدنامۂ تجارت سرکار کمپنی کے ساتھ قرار پایا جس کی رو سے ایک محصول فی صدی قیمت اجناس پر لینا تجویز ہوا اور زمینداروں وغیرہ کو ممانعت ہوئی کہ محصول گذرات کا نہ لیا کرین۔

امیرالدولہ حیدر بیگ خان کی وفات۔ مُلکی انتظامات

حیدر بیگ خان مدت تک اودھ کے انتظام مین مصروف رہے۔ نواب وزیر کے خیر طلب تھے تشخیص اور تحصیل کا کام خوب کیا رعایا بھی راضی رہی مگر فوج و سپاہ مین انگشت نما تھے۔ رشیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کلکتے جا کر ایسا معاملہ درست کیا کہ کوئی صاحب حکم فرنگی نواب کے علاقے مین نہین رہا مگر اسقدر خرابی کی کہ سپاہ کی تنخواہ کم کر دی اور مُلک کی خبرگیری کی حیدر بیگ خان ایک سال سے ضعف معدہ کے عارضے مین مبتلا تھے مگر دو تین مہینے سے دستون کا ایسا عارضہ پیدا ہوا کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت جاتی رہی علاج سے کسی طرح نفع نہوا اوائل ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۶ ہجری مین شہباز اجل کا شکار ہوے کشمیری باغ واقع لکھنؤ مین دفن ہوے۔

بہت دور دور سے طلب ہوے تھے اور سب کو حکم ہوا تھا کہ اپنی اپنی راے سے نقشے اِس مکان کے لیے پیش کرین تاکید یہ تھی کہ کسی عمارت کی نقل نہو اور یہ مکان ایسا تیار ہو کہ کبھی پیشتر ایسا نہ بنا ہو اور جتنی تعمیرات مشہورہ ہین سب سے زیادہ خوش قطع اور خوش اسلوب ہو۔ کفایت اللہ ایک شخص تھا جسکی تدبیر سے یہ تیار ہوا ہے اور جیسا اب وہ موجود ہے اُس سے ظاہر ہے کہ جو شرائط نواب کی تھین اُنمین کمی نہین ہوئی ہے یہ عمارت اُسیقدر مضبوط ہے جسقدر خوبصورت اور خوش قطع ہے بنیاد اسکی بہت عمیق ہے اِسکے دالان کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز ہے بعض نے یون لکھا ہے کہ اسکی وسعت ۱۶۷ فٹ سے ۵۲ فٹ تک ہے یہ چھت ایک سو بیس فٹ چوڑی بالکل لداؤ کی بنی ہوئی بے ستون کھڑی ہے شاید دنیا مین کوئی ایسی چھت نہو گی آصف الدولہ بعد وفات اِس مین دفن ہوے لاکھون روپے کا قیمتی اسباب اِس امام باڑے مین سجایا گیا اور کانچ کا سامان قیمتی ایک لاکھ روپے ڈاکٹر فلٹن صاحب کی معرفت طلب کیا مگر نواب کی رحلت کے بعد یہ اسباب لکھنؤ مین پہونچا۔ مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ جس زمانے مین اِس امام باڑے کی تیاری شروع ہوئی تو اُس وقت سخت قحط سالی تھی غلہ روپے کا آٹھ سیر بکتا تھا شاعرون نے اسکی تاریخین لکھی تھین یہان بھی اُن مین سے بعض کو نقل کیا جاتا ہے ؎

آستانِ شہید ابن شہید	۶
ولہ	
قصر شاہِ کربلا آلِ نبی	۰

کے ساتھ سرفراز ہوکر بریلی و روہیلکھنڈ کا صوبہ دار رہا اور راجہ ہولاسراے کہ راجہ ٹکیٹ راے کا رشتہ دار ہے کاروبار مالی و ملکی مین اُسکی ذات پر بھی دارومدار تھا اس شخص نے امام باڑہ اور مسجد بنائی تھی۔

نواب آصف الدولہ کے عہد کی تعمیرات

کوٹھی بیباپور (یا بی بی پور) اس کو نواب آصف الدولہ نے سیرگاہ وشکارگاہ کے طور پر تعمیر کرایا تھا اور وہان جاکر سیر وشکار کیا کرتے تھے۔ یہان وزیرعلیخان قید ہوا تھا۔

پل پختہ نواب آصف الدولہ نے قریب ۱۷۸۰ء کے دریاے گومتی پر تعمیر کیا تھا اُسکی تاریخ صراط مستقیم ہے۔

دیگر

پل نو بنا گشت بر گومتی — بتدبیر نیک و بعقل رزین
چو از فہم خود سال او خواستم — بگفتا پل استوار و متین

بڑا امام باڑہ نواب نے ۱۱۹۵ ہجری مین ایک عالی شان امام باڑہ اور ایک بڑی مسجد اور رومی دروازہ تعمیر کرایا ان عمارتون کی چھتون مین ایک تسو بھر لکڑی کا نام نہین سب چھتین ڈاٹ کی ہین امام باڑے کی عمارت گویا تعمیرات لکھنؤ مین سب سے بہتر و اعظم ہے اور آصف الدولہ کی سلطنت کے بڑے کامون مین شمار کی جاتی ہے نواب ممدوح نے بیشمار روپیہ اسکی تعمیر مین صرف کیا تھا اس کا خرچ دس لاکھ روپے بتاتے ہین شاید اس مین کچھ مبالغہ بھی ہو کاریگر اس کام کے واسطے

بجانب راست رہتا ہے یہ تعمیر یعنی دولتخانہ مشتمل ہے متعدد مکانات پر جو متصل ایک دوسرے کے ہین مگر ان مین کچھ ہنر معارونکا صرف نہین ہوا ہے ان مکانات مین نواب آصف الدولہ اور اُنکے عملے رہا کرتے تھے جب نواب نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دارالقرار ٹھہرایا اور خاص محلہ نواب کا اُنھین کے نام سے مشہور تھا یعنی جس مکان مین وہ آپ رہا کرتے تھے اُسکو آصفی کوٹھی کہا کرتے تھے مگر جب سعادت علیخان بعد اُنکے مسند نشین ہوے اور قیام اپنا اُنھون نے فرح بخش مین مقرر کیا تو یہ مکانات خالی رہے اور اس سبب سے خستہ وشکستہ ہو گئے۔

گیان پرکاش کا مؤلف آصف الدولہ کی تعمیر عمارت کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ نواب نے باغ اور باغیچے اور صدہا بارہ دریان اور نہرین اور حوض اور پانی کے خزانے اور فوارے اور حمام خشتی وسنگین اور شیشے کا محل بے مثل اور ہاتھی دانت کا بنگلہ بنوایا۔ اور نواب نے سات لاکھ روپیہ حاجی محمد طہرانی کی معرفت نہر فرات سے ایک نہر نجف اشرف مین لانے کے واسطے بھیجا اس کام مین مدد کے لیے مرزا حسن رضا خان اور خواجہ عین الدین انصاری نے بھی روپیہ دیا اس نہر کا نام نہر آصفیہ رکھا اور اس نہر کے جاری ہونے سے پانی کا قحط رفع ہو گیا۔ بعض نوشتون سے کربلا مین نہر کا بنوایا جانا پایا جاتا ہے اور میر محمد اجمل الہ آبادی کی نظم سے مشہد مین نہر کا جاری کرانا ثابت ہے مشہد ایک شہر کا نام ہے ایران مین واقع ہے پہلے زمانے مین طوس کہلاتا تھا۔ حضرت علی موسیٰ رضا علیہ السلام کا مزار مشہد مین ہے اس لیے مشہد مقدس کہلاتا ہے۔

دیگر

بزم گاہِ شہید راہِ خدا

دیگر

مقام آل پیمبر مقام محمود ست

دیگر

وزیر ہند سلیمان جناب آصف جاہ | ہزبر جنگ خدیو جہان کلاہ کبار
رفیق گشت چو توفیق حق بنا کردش | امام باڑہ گردون بسال ہشت آثار
بگوش اہلِ جہان گفت عقل تاریخش | رواق عرش جناب آئمۂ اطہار

دیگر

کرد نواب آصف الدولہ | چون بنا جاے غم بحسن یقین
داد ہاتف خبر زتاریخش | روضۂ امجد امام دین

رومی دروازہ یہ نواب آصف الدولہ کے وقت مین تعمیر ہوا ہے اور مشہور ہے کہ نقل دروازہ روم کی ہے مگر جو لوگ روم کو دیکھ آئے ہین کہتے ہین کہ ایسا دروازہ کوئی شہر روم مین نہین ہے غالب ہے کہ نواب کو کسی شخص نے مغالطہ دیا ہو کیونکہ اگر وہ چاہتے کہ نقل دروازہ روم کی بنے تو اس مین شک نہین کہ دو سو نقشے دروازہاے روم کے اُنکے سامنے پیش ہوتے یہ دروازہ اور امام باڑہ کلان دونون اُس زمانے مین بننا شروع ہوے تھے کہ جب لکھنؤ مین قحط سالی تھی اور اس لحاظ سے یہ عمارات عالی شروع ہوئی تھین کہ جس سے غربا باشندۂ شہر پرورش پائین اس دروازے کی بلندی چالیس پچاس گز سے اونچی تھی۔

دولتخانہ رومی دروازے سے جو غرب کو چلو تو دولتخانہ یا محل قدیم لکھنؤ

نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اُس علم
کی زیارت کے لیے آنے لگے اور ایک گنبد پختہ وہان تعمیر کرا دیا یہ گنبد اور بھی
موجب ترقی ہوا شیرینیان اور نیازین حاجتمندون نے حاضر کرنی شروع کین
جب مرزا فقیرا نے قضا کی تو اُسکے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ جاری
رکھا اور اُسکی آمدنی سے اوقات بسر کرتا تھا عشرۂ محرم مین زیادہ رونق ہوتی
نواب سعادت علیخان اور نواب آصف الدولہ کے دلونمین نفاق تھا اور نواب سعادت علیخان
بنارس مین رہتے تھے اُنھون نے اپنے دلمین یہ نیت کی کہ اگر بعد انتقال نواب آصف الدولہ
مجکو حکومت لکھنؤ حاصل ہوگئی تو مین علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دونگا اور گنبد طلائی
و درگاہ وسیع تعمیر کراؤنگا چنانچہ بعد انتقال نواب آصف الدولہ و گرفتاری وزیر علیخان کے
ایسا ہی ظہور مین آیا کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔ اُنھون نے
گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ وسیع تعمیر کرائی اور اُسکے دو درجے قرار دیے
یعنی ایک درگاہ مردانی اور دوسری زنانی تعمیر کرائی۔ اُسکی آمدنی کچھ خادمون
کے حصے مین آتی تھی اور کچھ سرکار مین داخل ہوتی تھی رفتہ رفتہ وہان کی آمدنی
لاکھون روپے سالانہ کو پہونچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی کی جمعرات کے دن
اُس درگاہ مین بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ زیارت کرنے والون کے سوا ہزارون تماشائی
اور شہر کی پری پیکر طوائفین بن ٹھن کر جمع ہوتی تھین سلطنت کے قیام تک یہ جلسہ
بڑی دھوم دھام سے رہا اب بقول شخصے ؎

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

نواب سعادت علی خان کے بعد غازی الدین حیدر نے نقارخانہ بلند بنوایا

درگاہ حضرت عباس کی حقیقت

مرزا فقیر نام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا۔اُس نے ایک علم درلیے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کردیا اور شہر کے لوگون سے یہ بات ظاہر کی کہ مجکو خواب مین یہ الہام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ مین جو علم معرکۂ کربلا مین تھا وہ فلان مقام پر دفن ہے تو اُسکو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق جمع کرکے اُس مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا جو بھرت کا سہ شاخہ تھا اور گھر مین کہ رستم نگر مین واقع تھا نہایت تعظیم کے ساتھ رکھا۔اِس حکایت سے شہرت پائی کچھ بوڑھی عورتین اور دوسرے عوام منت مُرادین ماننے لگین کسی کا مقصود پورا ہوا کسی کا نہ ہوا چند روز کے بعد نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمتگار پر خفا ہوے اور فرمایا کہ کل تیری ناک کٹوا لونگا وہ بیچارہ ڈرا اور جا بجا منتین ماننے لگا اِس علم کی خبر مشتہر ہو چکی تھی یہان بھی آیا اور دُعا مانگی حسب اتفاق نواب نے اُسکی ناک نہ کٹوائی۔اسکے چند روز بعد نواب صاحب اس کے حال پر مہربان ہوے اور باتین کرنے لگے اُسنے اُن کو مہربان پاکر یہ عرض کیا کہ فلان روز حضور نے غلام کی ناک کٹوانے کے باب مین حکم فرمایا تھا بعنایات خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی۔نواب نے علم جناب عباس کی تفصیل پوچھی اُس نے تمام کیفیت برآمد ہونے کی عرض کی نواب کو کمال استعجاب ہوا اور کسی اپنے معتمد کو مرزا فقیر کے مکان پر بھیجا اور ایکہزار روپیہ بھی نذر کے لیے ارسال کیا اُس نے واپس آکر ساری کیفیت اُس علم کی بیان کی

حوضِ نایاب بدرگاہ جنابِ عباس	گشتِ مشہور جہان ہمتِ آن بحرِ سخا
صرفِ زرشد چو درین وجہ حسن بہرِ حسین	حاصلش دین شد و ہم نام نکو در دنیا
اسد از بہرِ تماشش بہ طہارت تاریخ	قلمم کرد رقم ثانی کوثر با دا

مرزا حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ رائے کا کلکتے کو بھیجا جانا

نواب آصف الدولہ نے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیٹ رائے کو کلکتے کو گورنر جنرل کے پاس بھیجا چنانچہ یہ دونون اوائل شوال ۱۲۰۰ھ ہجری مین عید الفطر کی نماز کے بعد آصف الدولہ سے رخصت ہوکر پندرہ سولہ ہزار سوار اور دو توپون کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر شہر کے متصل ٹھہرے اُنکے ہمراہ انگریزی فوج کی چار کمپنیان بھی ارکاٹ صاحب کے زیر حکم ہوئین اسی مہینے مین یہ دونون شخص اس لاؤ لشکر کے ساتھ کلکتے کی طرف روانہ ہوے۔غازیپور اور جونپور کی راہ سے بنارس پہونچے وہان کے صاحب رزیڈنٹ اور نصیر الدین خان بن علی ابراہیم خان حاکم عدالت دیوانی و فوجداری نے استقبال کیا سرفراز الدولہ نے آصف الدولہ کی جانب سے خلعت جسکے ساتھ مالاے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع تھا علی ابراہیم کے بیٹے کو دیا۔علی ابراہیم خان ان دنون علیل تھا اِسلیے وہ خود نہ ملا وہان سے کوچ کرکے تاریخ آخر ذیقعدہ کو داناپور کے متصل پہونچے یہان کے حکّام انگریزی سول و فوجی نے ملاقات کی وہان سے ذیحجہ کے مہینے مین آگے کوچ کیا۔پٹنے مین باغ جعفر خان المخاطب بہ مرشد قلی خان مین ٹھہرے پھر وہان

اور نوبت و گھڑیال رکھا گیا۔ اور دروازۂ نقرئی اندرون درگاہ ممبر نقرئی اور دوسرا جملہ سامان آرائش مرتب ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت مین ملکہ زمانیہ نے باورچیخانہ درگاہ مذکور کا تعمیر کرایا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ آمدنی مردانی درگاہ کی سرکار مین جاتی تھی اور وہان داروغہ و تحویلدار و چوکی پہرہ وغیرہ مقرر تھا اور زنانی درگاہ کی آمدنی مرزا فقیرا کی اولاد کو ملتی تھی۔ زمان شاہی تک درگاہ کا یہی دستور رہا غدر مین جس طرح تمام شہر مین لوٹ ہوئی اُسی طرح درگاہ مین بھی ہوئی کہ جملہ سامان مع علم کے جو برآمد کردۂ مرزا فقیرا تھا تلف ہو گیا اور درگاہ سرکار گورنمنٹ مین نزول ہو گئی بعد دو ایک سال کے اِس درگاہ کو غلام رضا شرف الدولہ نے رجسٹر نزول سے واگذار کرایا۔ اور کچھ جدید سامان بھی اپنی طرف سے درگاہ مین چڑھایا اولاد مرزا فقیرا کو بالکل درگاہ سے خارج کیا اور کل آمدنی درگاہ کو آپ لے کر اُس درگاہ مین صرف کرتے رہے۔ شرف الدولہ کے انتقال کے بعد واجد علی شاہ کے حکم سے نواب پیارے صاحب خلف نواب حسن علی خان درگاہ کے متولی ہوے۔ واجد علی شاہ ہنگام روانگی کلکتہ اپنا تاج و تلوار درگاہ مین چڑھا گئے تھے اور یہ منت مانی تھی کہ انشاء اللہ اگر ملک مسترد ہو گا تو اپنے سر پر تاج اس درگاہ مین آکر پہنون گا اور تلوار کمر سے لگاؤن گا۔ ایام غدر مین یہ دونون چیزین بھی تلف ہو گئین۔ غدر کے بعد امیر الدولہ خلف کلان نواب رکن الدولہ بن نواب سعادت علی خان نے ایک حوض اندرون صحن درگاہ بنوایا اسکی تعمیر کی تاریخ سلیمان خان اسد نے اسطرح نظم کی ہے ؎

چشمۂ فیض چہ نواب امیر الدولہ	کرد تعمیر پئے نذر امام دو سرا

وزیر علیخان کی شادی

ماہ شعبان ۱۲۱۰ھ ہجری مین نواب آصف الدولہ نے مرزا وزیر علی خان کی شادی کا سامان کیا یہ شادی اشرف علی خان بن بندہ علی خان کی دختر سے قرار پائی تھی۔ یہ بندہ علی خان نواب برہان الملک اور نواب صفدر جنگ اور نواب شجاع الدولہ کے عہد مین داغ و تصحیحہ[۱] کی خدمت رکھتا تھا اس تقریب مین نواب آصف الدولہ نے بہت سا روپیہ صرف کیا۔ فقط روشنی مین تین لاکھ روپے کا تیل جلا تھا۔ ہزارون نقرئی گھڑے ساچق مین تھے اور آرائش کی ٹٹیان قیش اور بادلہ و تامی سے آراستہ تھین۔ یہ تمام سامان دولتخانے سے سج کر چار باغ تک کہ درمیان مین تین کوس کا فاصلہ ہے گیا۔ گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ آتشبازی نہایت نفیس تیار کرائی ایک قسم کا غبارہ تھا کہ آسمان مین بطور تارے کے جاتا اور ایک گھڑی تک وہان ٹھہرتا دوروپیہ ٹھا کر بنگلہ ترپولیا اور بروج سے آراستہ کیے تھے۔ سات روز تک یہ جشن رہا اس شادی کے مصارف کی وجہ سے تمام چیزین بہت گران ہوئین۔ غلہ اور تیل اور ہر قسم کا کرانہ اور کپڑا زیادہ قیمت پر چڑھ گیا بیوپاریون کے پوبارے تھے اس شادی کا صرف کم سے کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ

[۱] عمدہ عمدہ گھوڑون وغیرہ پر انکی صحت کی پہچان کے واسطے نشان لگا دینے کو داغ کہتے ہین اور تمام جانورون مین سے جانچ کر عمدہ جانورون کے چھانٹنے کو تصحیحہ کہتے ہین ۱۲ فرہنگ انتخاب شاہجہان نامہ متضمن شرح اُردو انٹرنس کورس

سے چلکر آخر ذیحجہ مین مرشد آباد مین داخل ہوے۔ عشرۂ محرم کے دن یہان بسر کیے۔ اِس مقام پر سرفراز الدولہ نے مسافرون۔ محتاجون اور سیدون کو بہت کچھ دیا۔ یہان انگریزون سے بھی ملاقاتین ہوئین اور جو نامی آدمی ہندوستانی اُن سے ملے اُنھین خلعت عطا کیے پھر یہان سے روانہ ہوکر کلکتے مین داخل ہوے۔ شہر کے باہر مقام کیا۔ لارڈ کارن والس صاحب گورنر جنرل سے کئی ملاقاتین ہوئین۔ گورنر جنرل نے کمپنی کی طرف سے خلعت مکلف دیے۔ گورنر جنرل تو دہان سے جہاز پر سوار ہوکر ولایت کی طرف روانہ ہوے یہ دونون جدید گورنر جنرل سے ملنے کے انتظار مین ٹھہرے رہے اور اس وجہ سے دو مہینے تک وہان رہنا ہوا۔ جبکہ جدید گورنر جنرل سرجان شور صاحب کلکتے مین پہونچے تو اُن سے ملکر ۱۲۰۸ھ ہجری مین وہان سے معاودت کی ۷ جمادی الاولے کو پٹنے مین پہونچے یہان تین چار مقام کرکے اور غریبون کو اپنی سخاوت سے فیض پہونچا کے لکھنؤ کی طرف چلے اوائل ماہ جمادی الاخرے مین مقام بہرائچ مین آصف الدولہ کے پاس پہونچ گئے۔ آصف الدولہ سیر و شکار کے بعد لکھنؤ کو روانہ ہوئے یہ دونون ہمراہ تھے۔ ۸ جمادی الاخرے روز پنجشنبہ کو آصف الدولہ لکھنؤ مین داخل ہو گئے اور دونون کو خلعت فاخرہ دیے یہ سفر نو مہینے کے عرصے مین ابتداے شوال ۱۲۰۷ھ ہجری سے اوائل جمادی الاخرے ۱۲۰۸ھ ہجری تک پورا ہوا۔ دونون کا گذار پندرہ لاکھ روپیہ صرف کرکے پھر آئے سواے اپنی راہ و رسم کے ارباب کونسل سے کوئی بات نواب کے فائدے کی ظہور مین نہ لائے اور کلکتے سے مراجعت کے بعد ٹکیت راے اور سرفراز الدولہ مین موافقت نرہی۔

اُن کو مجروح و معزول اور قید کر کے اُنکے چھوٹے بھائی نواب سید غلام محمد خان کو
مسند نشین کیا اور ۲۲ محرم کی شب کو افسران فوج کے مشورے سے چار شخصون
نے نواب سید محمد علی خان کے پاس پہونچکر اُن کا کام تمام کر دیا سلطان الاخبار مین
نہایت غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے تمنچے کی گولی سے
نواب سید محمد علیخان مجروح کا کام تمام کیا تھا اُن کا قتل بالکل اُن کی لاعلمی مین ظہور
پایا تھا۔ روہیلکھنڈ گزیٹیر مین ذکر کیا ہے کہ جب آصف الدولہ کو اس بلوے کی خبر
ہوئی تو اُنھون نے معقول رشوت لے کر اس معاملے کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ
یہ آپس کا فساد ہے مگر مسٹر چیری انگریزی رزیڈنٹ اس خبر کی تصدیق سے انکار
کرتا ہے بلکہ اُس کا بیان ہے کہ آصف الدولہ کا خیال یہ تھا کہ نواب سید محمد علیخان
اور نواب سید غلام محمد خان دونون اس ریاست کے مستحق نہین ہین کیونکہ یہ ریاست
اُنکے باپ کے حین حیات تھی لیکن تاریخ آصفی سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید
محمد علی خان کی جانشینی وزیر کی اجازت سے عمل مین آئی تھی پس یہ کہنا کہ
آصف الدولہ نے دونون بھائیون کو اس ریاست کا مستحق نہ بتایا محل نظر ہے
اور آصف نامے کے مصنف کا بھی یہ کہنا تحقیق کے خلاف ہے کہ آصف الدولہ نے
نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مضمون پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ انگریزی کی
تاریخون سے اسکا پتا چلتا ہے کہ آصف الدولہ تو نواب سید غلام محمد خان کی
مسند نشینی پر بیش بہا تحائف لے کر کچھ نیم راضی سے ہوگئے مگر یہ معاملہ ایسا نہ تھا
کہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی مرضی کے طے ہوتا جب اُس سے کہا گیا تو اُس نے نواب
سید غلام محمد خان کی مسند نشینی سے انکار کر دیا چونکہ یہ ریاست انگریزی گورنمنٹ

روپے تک بتاتے ہین - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور سید محمد علی خان ولی عہد
نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور بھی ایک ماہ پیشتر سے مہمان آئے تھے -
موزون نے آصف نامے کے آخر مین ایک مثنوی اُس شادی کے حال مین لکھی ہے
اُسمین تاریخ یون موزون کی ہے

ازین عقد فرخ دلم شاد شد — کہ این خانۂ دولت آباد شد
دِلم کرد موزون زفرطِ طرب — زمن سال تاریخ راچون طلب
بیک بیت گفتم دو تاریخ نغز — سخن را برآوردم از پوست مغز
دہی سیمنت یارب این عقدرا — کہ کرد از دل خلق وا عقدرا
زروے وفاق وزروے وداد — کہ کمتر چنین اتفاق اوفتاد
دگر سال تاریخ آمد بکف — قران دو کوکب بہ بُرجِ شرف

اس شادی کے بعد مرزا علی رضا خان کی جو وزیر علی خان سے چھوٹا اور متبنے
تھا مرزا جنگلی کی بیٹی سے شادی کی اس مین روپیہ کم صرف ہوا - غرضکہ نواب کے
عہد مین مُلک کی زیادہ تر آمدنی ایسے ہی مصارف مین خرچ ہوتی تھی سوا عیش
وعشرت کے کسی کو کسی سے کام نہ تھا ہر روز عید اور ہر شب شبِ برات تھی -

نواب آصف الدولہ کی افاغنہ روہیلکھنڈ پر چڑھائی

نواب سید فیض اللہ خان والی رامپور کے انتقال کے بعد اُن کے بڑے بیٹے نواب
سید محمد علی خان ۲۰ ذیحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری کو مسند نشین ہوے - ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کو
افسرانِ فوج نے اُنکی مے نوشی ناحق کوشی بدمزاجی اور سخت گیری کی وجہ سے

چھٹی شاہ آباد ضلع ہردوئی مین۔ ساتوین شاہ جہان پور مین۔ آٹھوین قریب تلہر کے ہوئی۔ انگریزی فوج بھی کڑی کڑی منزلین کرتی ہوئی بریلی آپہونچی اور یہان قیام کیا اور لکھنؤ کی فوج کا انتظار کرنے لگی لیکن لکھنؤ کی فوج نے اس فتح مین شریک ہونے کی عزت کی کوشش نہ کی۔ جب نواب سید غلام محمد خان کے پاس اُن کے چھوٹے بھائی سید فتح علی خان کی (جو اُن کی طرف سے نواب وزیر کے پاس بطور سفارت کے بھیجے گئے تھے) تحریر اس مضمون کی آئی کہ لکھنؤ کی فوج رام پور پر چڑھائی کرنے والی ہے تو اُنھون نے بھی تیاری کی اور بہت سی جدید سپاہ بھرتی کرکے بریلی کی جانب کوچ کیا کچھ مئو کے پٹھان بھی ننگ قومی کی وجہ سے آکر شامل ہوگئے تھے اُن کی فوج کی تعداد عماد السعادت مین ۴۵ ہزار سے ۶۰ ہزار تک بتائی ہے یہی روایت تاریخ شاہیہ کی ہے اور منتخب العلوم مین پچاس ہزار لکھی ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین پچیس ہزار بیان کی ہے اور جام جہان نما مین تیس ہزار ذکر کی ہے۔ معظم نے اپنی مثنوی مین صحیح تعداد بتائی ہے اُسکی روایت کے موافق سرسٹھ ہزار آدمی تھے اور وہ کہتا ہے کہ تیرہ توپین بڑی بڑی تھین اور چالیس شتر نال تھین اُنکی فوج کا جماؤ سپاہ گری کا بناؤ بڑھے ہوے پٹھانون کے حوصلون کی یاد دلاتا تھا کوئی نیزہ تانتا تھا کوئی رستم کو پیر زال جانتا تھا اپنی تلوار کے جوہر پر کوئی نازان کوئی ثانی سام کوئی خنجر بریان کوئی زدر آور ڈھال پھول کی طرح اُٹھاتا کوئی شیر کی کلائی پکڑ کر بٹھاتا یہ بہادر دشمنون کے مقابل جانے کو لیس تھے بہادری کو لیلی جانتے تھے رشک قیس تھے۔ بعض بڈھون کی کمرین خم تھے

کی وساطت اور ضمانت سے تھی اس لیے اُسپر لازم آیا کہ وہ آصف الدولہ کی مدد کرکے نواب سید غلام محمد خان سے ملک نکال لے اسلیے گورنر جنرل کے حکم سے سر رابرٹ ابرکرمبی فرخ آباد سے انگریزی فوج لیکر اس بلوے کے انسداد کے واسطے روانہ ہوا عماد السعادت مین لکھا ہے کہ انگریزی فوج مین دو پلٹنین گورون کی اور بارہ پلٹنین تلنگون کی اور دو رجمنٹ ترک سوارون کے تھے اور معظم نے جنگنامہ دو جوڑا مین انگریزی فوج کی تعداد چودہ ہزار بتائی ہے جن مین سے سات سو گورے تھے تاریخ مظفری مین انگریزی فوج کی تعداد پندرہ سولھا ہزار لکھی ہے اور نواب آصف الدولہ بھی تیاری کرکے اوائل ماہ ربیع الاول ۱۲۰۹ھ ہجری مین الہ آباد سے لکھنؤ کو آئے اور یہان تین مقام کرکے رام پور کی جانب کوچ کیا اُنکی توپون کے عجیب وغریب نام ہین جو بعض شاعرون نے نظم کیے ہین اُن کو یہان لطف کے لیے بیان کرتا ہون - دھور دھانی - فتح پیکر - نہنگ - شیر پیکر - جم ڈکار - ملک میدان - فتح بار - اجگر - خود پسند - کھنڈ دھاتی - کڑک بجلی - سرجیو - گھن گرج - سدگار دل - فتح لشکر - صف شکن - وزیری - جہانگیری - حیدری - سلیمانی - پھلجھڑی - فتحیاب - غباری - انگریزبان - شترنال - کرنال - ہتنال - ان مین سرجیو بہت بڑی توپ تھی - الماس خان خواجہ سرا بھی اٹاوے سے فوج لیکر وزیر کا شریک ہو گیا تھا - سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نواب مظفر جنگ بنگش رئیس فرخ آباد بھی ہمراہ تھا اور انگریزی رزیڈنٹ چیری صاحب بھی نواب کے ساتھ تھا - نواب آصف الدولہ کی پہلی منزل نول گنج مین - دوسری الماس گنج مین - تیسری سلطان گنج مین - چوتھی باوان مین - پانچوین سرمن نگر مین -

جنگ کیجیے وقت پر ہم طرح دے جائینگے۔ روہیلے اُسی وقت اُن نمک حرام افسرون
کے ڈیرون پر چڑھ گئے مگر یہ افسر پہلے ہی سے قاصد کی گرفتاری کی خبر سُن کر
لشکر سے نکلکر جنگل کی طرف بھاگ گئے تھے۔ روہیلون نے اُن کا سامان واسباب
لوٹ لیا۔ غرضکہ پٹھانون کی فوج تین روز مین میرگنج پہونچی۔ صبح کو آگے بڑھی
اور دوجوڑہ کو عبور کرنے لگی۔ انگریزی فوج نے بھی بریلی سے آگے بڑھکر اُس
سے سات میل بچھان کی طرف سنگھا کے پل کے پاس قیام کیا۔ بریلی کا صوبہ دار شمبوناتھ
بھی پانچہزار سپاہ کے ساتھ انگریزی فوج کے ہمراہ تھا۔ جب جنرل ابرکرمبی کو
یہ خبر پہونچی کہ نواب سید غلام محمد خان ملک سے کوچ کرکے دوجوڑہ کو عبور کرآئے
تو اُس نے نواب کے سفیر کو جو انگریزی کیمپ مین موجود تھا بلا کر کہا کہ نوابصاحب
نے یہ اچھا نہین کیا جو آگے کو بڑھ آئے ہمارا اُن کا عہد وپیمان اب شکست ہوگیا
اُن کو لڑائی کا بندوبست کرنا چاہیے اور اُس سفیر کو لشکر سے رخصت کردیا اب
نواب صاحب کو صلح کی اُمید جاتی رہی اور دوسرے دن ہاتھی پر سوار ہو کر آگے
کو بڑھے اور موضع بھٹورہ کے کھیڑے پر اُن کی فوج قبضہ کرنے لگی یہ مقام
انگریزی فوج کے سامنے دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا۔ اور اب فتح گنج
(یا فتح گنج غربی) کہلاتا ہے۔

مقابلے مین روہیلونکا انگریزی فوج پر غلبہ ظاہر کرنا مگر آخر کار شکست فاش پانا اور دامن کوہ کماؤن مین پناہ لینا

۲۴۔ اکتوبر ۱۷۹۴ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۰۹ھ ہجری روز جمعہ کو سنگھا کے

گر جرأت مین غیرت رستم تھے۔ نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا پہلا مقام
موضع ملک علاقہ رامپور مین ہوا اور یہان اُنھون نے سپاہ کی تنخواہ مین اشرفیان
تقسیم کین۔ نواب صاحب نے اس مقام سے جنرل ابرکرمبی کو لکھا کہ آپ درمیان
مین پڑ کر نواب وزیر سے ہماری صفائی کرا دیجیے جرنیل صاحب نے جواب بھیجا
کہ آپ مطمئن رہیے جب نواب آصف الدولہ یہان آجائینگے تو مین صلح کرا دونگا
مگر جس قدر خزانہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کا ہے وہ میرے پاس پہونچا دیا
جائے اور آپ اپنی سرحد سے قدم آگے کو نہ بڑھائین۔ جب یہ جواب نواب
صاحب کے پاس پہونچا اور اُنھون نے اپنے سردارون سے مشورہ کیا تو سب نے
بالاتفاق جواب دیا کہ یہ بات اعتبار کے قابل نہین جرنیل صاحب نے یہ بہانہ اسلیے
کیا ہے کہ لڑائی مین وقفہ ہو جانے سے اُنکو اتنی مہلت مل جائے کہ اُنکی فوج کے
شریک وزیر کی فوج بھی ہو جائے اور دونون فوجین مل کر جنگ کرین اور سب نے
یہی رائے دی کہ صبح کو آگے بڑھنا چاہیے۔ چنانچہ اس صلاح کے بموجب ملک سے
یہ فوج آگے بڑھی۔ نواب صاحب کے چھ بھائی اور تھے جن مین سے سید نظام علیخان
سید فتح علیخان۔ سید حسن علی خان بریلی مین انگریزون کے پاس پہونچ گئے تھے
کیونکہ ہر ایک ان مین سے ریاست کا اُمیدوار تھا اور انگریزون سے خفیہ عہد وپیمان
کر چکا تھا۔ تین بھائی یعنی سید یعقوب علی خان۔ سید کریم اللہ خان سید قاسم علیخان
اُنکے ہمراہ تھے بلکہ ایک دن ایک اور گل کھلا کہ سپاہی نواب صاحب کے پاس
ایک شخص کو پکڑ کر لائے اُس شخص کی تلاشی لی تو کمر مین سے کئی خط نکلے یہ خط بعض
افسرون کی طرف سے جنرل ابرکرمبی کے نام پر تھے اُن کا مضمون یہ تھا کہ آپ آگے

نواب کے ہمراہ کھڑا تھا اور نواب سید محمد علی خان مقتول کا سمدھی تھا یہ نواب سید
غلام محمد خان سے ظاہر مین موافق تھا اور باطن مین مخالف اسنے انگریزی فوج پر
دھاوا کیا اور بنجو خان اور بلند خان کی جماعت کو کمک پہونچانے سے انکار کیا اور
میدان جنگ سے مع اپنے ماتحت سپاہیون کے بھاگ گیا اس کے بھاگتے ہی دفعتہً
میدان مین بھاگڑ پڑ گئی اور ایک دم مین میدان صاف ہو گیا۔ نواب سید
غلام محمد خان کے ہمراہ صاحبزادۂ سید احمد یار خان اور صاحبزادۂ سید نصر اللہ خان
اور دو چار رفیق باقی رہ گئے۔ جنکے اصرار سے نوابصاحب نے بھی مجبور ہو کر میدان چھوڑا
اور رامپور کی طرف چلے راستے مین بھاگے ہوے سپاہی اور سردار ملے یکم ربیع الثانی
۱۲۰۹ھ ہجری روز یکشنبہ کو نواب صاحب رامپور مین داخل ہوے اور تمام خزانے
اور بیگمات اور بچون کو لے کر پہاڑ کی طرف چلے گئے رعایاے شہر مین سے بہت سے
شرفا اپنی عورتون اور بچون کو لے کر اُدھر ہی کو روانہ ہوے مگر نواب سید
احمد علی خان کی والدہ اپنے بیٹے کو لیکر رامپور سے نہین نکلی۔ نواب موصوف
اور یہ تمام مفرور پٹھان پہاڑ کی ایک گھاٹی مین جو نہایت دشوار گذار جگہ تھی
پناہ گیر ہوے اِنکے پناہ لینے کے مقام مین اختلاف ہے انتخاب یادگار مین لال ڈھانگ
مذکور ہے اور یہ محض غلط ہے عالم شاہی اور جام جہان نما مین ان کا فنا چور[1] مین
پناہ گزین ہونا ذکر کیا ہے قیصر التواریخ اور منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ ریہڑ
کی طرف پناہ لی ہے۔ دُرِّ منظوم سے بھی کہ وہ نواب سید غلام محمد خان کا جنگنامہ

[1] اس لفظ مین اختلاف ہے کہین فا کے بعد نون ہے کہین تا ہے اور عماد السعادت کے نسخے مین
قفیا چور واقع ہے۱۲

نواب سید غلام محمد خان اُس ٹیلے پر جہان آج کل انگریزی کشتون کی یادگار
کا پتھر نصب ہے مع اپنے بھائیون اور سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان
خلف نواب سید علی محمد خان اور سید احمد یار خان بن سید محمد یار خان خلف نواب
سید علی محمد خان اور محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کے ہاتھیون پر سوار کھڑے ہوئے
اِس لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے اُنھون نے کپتان رامزی کی رجمٹ کی شکست
دیکھ کر قبل از وقت فتح کے نقارے بجوا دیے تھے۔ مگر جس قدر سوار ترک سوارون
کو لتاڑتے ہوے انگریزی کیمپ مین گھس گئے تھے اُن کو کوئی کمک نہ پہونچی اور وہ لوگ
لوٹ مین مصروف ہو گئے تھے کہ یکایک جنرل ابرکرمبی نے گورون کی پلٹن اور
چار توپین اور بقولے دو توپین پٹھانون کی سیدھی طرف گھما کر لگا دین سلطان الحکایات
مین لکھا ہے کہ قریب تھا کہ انگریزی فوج کا استیصال ہو جائے کہ جنرل ابرکرمبی
نے ایک پلٹن اور چار توپون سے افغانون پر حملہ کیا اور ایسے وقت مین اپنے سپاہیون
کی بربادی کا بھی خیال نہ کیا جو پٹھانون سے لڑ رہے تھے اِسلیے پٹھانون کو شکست
ہو گئی تاریخ آصفی مین ہے کہ انگریزی جنرل جو قلب لشکر مین تھا اُسنے فوج میمنہ کو
جمع کر کے روہیلون پر توپون سے آگ برآگ اور لوہے پر لوہا برسایا کہ تھوڑے
عرصے مین پٹھانون کا چڑھا ہوا زور ایک دم سیلاب کی مانند اُتر گیا اور بہت سے
روہیلے مارے گئے آخر کار ایک ہزار روہیلے کام آئے اور باقی ماندہ نے منتشر اور
متفرق ہو کر بھاگنا شروع کیا بھٹورے کے میدان کی فتح انگریزی فوج کے نصیب مین
لکھی تھی انجام کار روہیلون کو کامل شکست ہوئی اور کوئی پٹھان میدان مین
باقی نہ رہا باعث اس کا یہ ہے کہ دلیر خان کمالزئی جو پانچہزار آدمیون کے ساتھ

نجو خان اور بلند خان کے سر کاٹ کر آصف الدولہ کے پاس لے گئے جو کٹرے سے
بریلی کو روانہ ہو چکے تھے لاہی کھیڑے کے پل کے پاس سواری پہونچی تھی کہ شتر سوار
دونون سرلے کر پہونچا اور نواب کو دکھائے اور وہان سے واپس لاکر فتح گنج کے
کھیڑے مین دفن کیے گئے۔ آصف الدولہ نے بریلی کے باہر قیام کیا اور جنرل اکر کبھی
کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پہونچنے تک آگے کو نہ بڑھین جب نواب آصف الدولہ
کا گذر میدان جنگ مین ہوا اور پٹھانون کی لاشین پڑی دیکھین تو راجہ
جھاؤ لال کو حکم دیا کہ جتنے مقتول اس میدان مین پڑے ہین اُن کی لاشین
دفن کرا دینی چاہیئین چنانچہ بہادر علی اس خدمت پر متعین کیا گیا اُس نے
کُشتون کو جمع کرا کے دفن کر دیا[اہ] اور زخمیون کو چنواکر مرہم پٹّی کے لیے جراح مقرر کیے
جب وہ تندرست ہو گئے تو ہر ایک کو مکان تک پہونچ جانے کے لیے خرچ دے کر
روانہ کیا[ملہ]۔

انگریزی اور آصفی فوج کا روہیلون کے تعاقب مین دامن کوہ کی طرف جانا اور نواب سید غلام محمد خان صاحب کا مجبور ہو کر اپنے آپ کو انگریزون کے حوالے کر دینا۔ آخر کار انگریزون کی اجازت سے بیت اللہ کو جانا

آصف الدولہ بریلی سے کوچ کر کے میر گنج مین انگریزی فوج سے آملے یہان سے

اھ دیکھو آصف نامہ ۱۲

ملہ دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

ہے یہی ثابت ہوتا ہے اُسکی نظم یہ ہے

بہ دامن کوہ را بر گرفت | در فتح چون آن مظفر گرفت
نخستین مقامے بہ ریٹر نمود | کہ یک جا شود لشکر جنگ سود
بہ دھارا کہ در پائے آن درہ بود | دم تیغ او برق کین مے نمود
گرفتند آن درہ از مورچل | کہ تا نا ید از خصم سیل خلل

اور عباس علی خان تخلص بہ عباس ولد زیارت خان نے اپنے سوانح مین لکھا ہے کہ مین نے لاہور مین یہ خبر سُنی تھی کہ نواب سید غلام محمد خان نے کوہ چلکیا مین پناہ لی تھی۔

سر رابرٹ ابرکرمبی نے روہیلون کا دوجوڑا تک تعاقب کیا اِس کے بعد مقتولون کی لاشین گاڑنے کے واسطے جنرل مذکور کو ایک روز وہان قیام کرنا پڑا اور زخمی بریلی کو بھیجدیے گئے۔ اب لشکر آصف الدولہ کا حال سُنیے جو تلہر مین مقیم تھا کہ جس وقت میدان جنگ مین لڑائی بگڑ گئی اور آصف الدولہ کے پاس اِس بات کی خبر پہونچی تو اُنھون نے عبدالرحمن خان قندھاری اور الماس خان کے رسالون کو کرنیل مارٹین کے ساتھ روانہ کیا اور اُن کے عقب سے نواب آصف الدولہ خود سوار ہوے اور جھاؤلال کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے جو خبرین موصول ہون وہ ہم کو ہر وقت پہونچتی رہین نواب وزیر ابھی کٹرہ کمال زئی خان مین پہونچے تھے کہ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ نواب سید غلام محمد خان کو شکست ہوئی فتح کی توپین چھوٹنے لگین جھاؤلال کو خلعت مرحمت ہوا انگریزی فوج اپنے مقتولون کی لاشین دفنانے سے فارغ ہو کر میر گنج کو چلی گئی اور شمبوناتھ حاکم بریلی کے ملازم

جھاؤلال گفتگو کے لیے مقرر ہوا۔ جھاؤلال نے نواب سید غلام محمد خان کے پیغام مصالحت کے جواب مین آصف الدولہ کی طرف سے امن دینے کا وعدہ تو کیا لیکن ریاست پر قائم رکھنے کا کوئی صریح وعدہ نہین کیا۔ صاحبزادہ سید نصراللہ خان واپس آئے اور اُن سے نواب سید غلام محمد خانصاحب یہ ناتمام جواب پاکر امید برآری سے مایوس ہوے اور اب اُنھون نے مقابلہ جاری رکھنے کے خیال سے سپاہ کو اشرفیان تقسیم کین اور رسد حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا کہ راجۂ کوہستان کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجکر اُس سے استدعا کی کہ وہ بیوپاریون کو حکم دیدے کہ وہ اُنکے لشکر مین رسد پہونچاتے رہین۔ راجہ نے اُنکی استدعا پر روہیلون کے لشکر مین رسد پہونچانے کا حکم جاری کر دیا اور بہت سا غلہ پٹھانون کے مورچون مین آگیا۔ آصف الدولہ نے جب یہ دیکھا کہ روہیلے قابو مین نہین آتے تو ایک روز شب کے وقت انگریزون سے مشورہ کر کے یہ تجویز کیا کہ یہان سے فوج کو آگے بڑھانا چاہیے تاکہ پٹھانون پر رعب پڑے اور صلح کی طرف مائل ہون چنانچہ پٹے سے فوج آگے بڑھائی گئی اور پہاڑ کے تلے تک اُن کا تعاقب کیا گیا انگریزی فوج نواب آصف الدولہ کی سپاہ کے آگے تھی۔ انگریزی فوج کے آگے بڑھنے سے پٹھانون کی سپاہ مین کوئی ہراس پیدا نہوئی۔ بلکہ انگریزی لشکر مین ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ پٹھان توپون پر کوئی حملہ نہ کر بیٹھین یا شب خون مارین اور جاڑا بخار بھی شدت سے انگریزی سپاہ مین پیدا ہو گیا تھا۔

نواب سید غلام محمد خان نے اُس مقام دشوار گذار کو ایسا حصار بنایا تھا کہ انگریزی فوج سے سر نہو سکا۔ تو ناچار انگریزون نے اُن کی فوج کے سردارون

دونون فوجون نے رامپور کی طرف کوچ کیا جب یہ لشکر رامپور کے قریب پہونچا تو جھاؤلال نے آصف الدولہ کے حکم سے شہر کی محافظت کے لیے ایک پلٹن مقرر کردی تاکہ کوئی شخص سپاہ انگریزی یا آصفی سرکار ام پور مین گھسکر کسی کو لوٹنے کھسوٹنے نہین اور حکم سنا دیا گیا کہ کوئی لشکری شہر مین نہ جائے نواب آصف الدولہ نے کوسی کے کنارے مقام کیا اور یہان دو دن دو رات قیام کرکے تیسرے دن نواب سید غلام محمد خان کے تعاقب مین کوچ کیا یہ فوجین ریٹھر تک پہونچین اور میدان ٹپّہ مین ٹھہرین۔ مولوی غلام جیلانی رفعت در منظوم مین کہتے ہین۔

وزانجا دو اسپہ بہ ریٹھر رسید   بمیدان ٹپّہ بکین آرمید

مگر روہیلون نے آصف الدولہ کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر ٹپّے کو پہلے ہی لُوٹ کھسوٹ کر تباہ کر دیا تھا۔ انگریزی فوج نے روہیلون پر بہت کچھ گولہ باری کی مگر اُنکے مورچے ایسے محفوظ تھے کہ وہان مطلق نقصان کا اثر نہوا۔ جبکہ متفقہ فوجون سے پٹھانون کے مورچے مسخر نہ ہو سکے تو انگریزون نے نواب سید غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اور صلح کر لیجیے نواب نے جواب دیا کہ مجکو پہلے سے صلح کا خیال تھا۔ آپکی جانب سے لڑائی کی ابتدا ہوئی تو ناچار مجکو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر آپ عہد و پیمان کر لین تو مین آپکے پاس چلا آؤن انگریزون نے اس تحریر کا یہ جواب دیا کہ آپ بے کھٹکے چلے آئین یہان آنے کے بعد سب امور متنازعہ فیصل ہو جائینگے۔ نواب صاحب نے اس امر کے استحکام اور صلح کی پختگی کی غرض سے صاحبزادہ سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کو سفارت پر انگریزی کیمپ مین روانہ کیا اور نواب آصف الدولہ کی طرف سے

نے نہ مانا اور کہا کہ مین اس معاملے مین تم سے زیادہ واقفیت رکھتا ہون میرے والد
(نوراللہ مرقدہ) کا معاملہ بھی انگریزون کے توسط سے طے ہوا تھا اور وہ انگریزون
کے لشکر مین چلے گئے تھے اور تم اب لڑائی کو ختم کرو ورنہ بنا ہوا کام بگڑ جائے گا اور
بغیر کسی قسم کے قرار و مدار کے اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ نواب موصوف
کے انگریزی کیمپ مین چلے آنے کے بعد صاحبزادہ سید نصراللہ خان بہت سی جمعیت
کے ساتھ اپنے مورچون مین ٹھہرے رہے۔ اس خیال سے کہ مبادا کوئی دغابازی
نواب موصوف کے ساتھ کی جائے تو وہ جنگ کو مستعد ہوکر زور ڈالین اور نواب
آصف الدولہ نواب سید غلام محمد خان صاحب کو رئیس رامپور تسلیم کرلین یہ قول
عمادالسعادت کے مؤلف کا ہے اور تاریخ آصفی کے خلاف ہے کیونکہ اُس مین لکھا
ہے کہ نواب صاحب کا آنا خاص نصراللہ خان کے نفاق کی وجہ سے ہوا جنکو چیری صاحب
نے درپردہ ملا کر نواب کی خیرخواہی سے پھیر دیا تھا بہرصورت آصف الدولہ نواب
سید غلام محمد خان کی مسند نشینی کے خلاف تھے اور اُنھون نے انگریزون سے
صاف صاف اُنکی مسند نشینی کی مخالفت ظاہر کی۔ کیمپ مین تشریف لے آنے
کے بعد جنرل ابرکرمبی کی اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی معاملات ضروری
کے بارے مین چند سوال و جواب ہوکر جنرل صاحب نے نواب صاحب کو اُس خیمے
مین جانے کے لیے رخصت کیا جو اُنکی آسائش کے لیے پہلے سے تیار تھا جب وہ اُسمین
پہونچگئے تو اُس کے گرد پہرے کھڑے کردیے نواب صاحب نے جرنیل کو کہلا بھیجا کہ یہ تو
وعدہ خلافی ہوئی جرنیل نے یہ جواب دیا کہ ہمارا اقرار آپ سے یہ تھا کہ آپکی ذات
کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہونچے گی ہر طرح کی آسائش کا سامان ملے گا اپنے اُس قرار پر

کو خط لکھے کہ تم یہان چلے آؤ تمھارے قصور معاف کیے گئے جب نواب صاحب کو
یہ حال معلوم ہوا کہ انگریز میرے لشکر مین تفرقہ پردازی کی فکر کر رہے ہین اور اُنھون
نے میرے افسرون کو خط بھیجے ہین تو اُنھون نے عہدہ دارون سے وہ خط طلب کیے
جو دل سے خیر خواہ تھے اُنھون نے تو پیش کر دیے۔ منافقون نے نہ دکھلائے خط کے
آنے سے انکار محض کیا نواب نے دل مین خیال کیا کہ دشمن تو صلح پر آمادہ ہے اور
بعض ظاہری دوست دغا و فریب کی فکر مین ہین اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ
مخالف کے لشکر مین چلا جانا چاہیے علاوہ اسکے رسد کی بھی کمی ظاہر ہونے لگی تھی پس
نواب صاحب نے اول صید خان کو انگریزی لشکر کے سپہ سالار کے پاس بھیجا تاکہ
اُمور صلح طے ہو جائین۔ جرنیل صاحب نے نواب صاحب کی حفاظت جان کی ذمہ داری
کی ملک دینے کی نسبت کوئی عہد و پیمان نہین کیا اور قرار پایا کہ اسکاٹ صاحب اور
چیری صاحب نواب صاحب کو لانے کے لیے بھیجے جائین اور ایک اقرار نامہ
جرنیل صاحب کی طرف سے لکھا گیا اور وہ مہرون سے مکمل ہو کر صید خان کو دیا
جو اُسے نواب صاحب کے پاس لے گیا۔ نواب سید غلام محمد خان نے اپنے عزیز و
اقارب کو جمع کر کے کہا کہ میری جگہ صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو سمجھنا چاہیے مین
انگریزی لشکر مین جاتا ہون خیر اندیش افسرون نے اُن کے اس ارادے کو ناپسند کیا
اور مشورہ دیا کہ آپکے وہان جانے مین اندیشہ ہے۔ اس عرصے مین اسکاٹ صاحب
نواب صاحب کے پاس پہونچ گیا اور چیری صاحب بن سے باہر کھڑا رہا۔ نواب صاحب
اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانگی کو طیار ہوے عمر خان بڑموچھے اور نواب صاحب
کے چھوٹے بھائی کرم اللہ خان ساتھ ہوے سپاہ نے اصرار کے ساتھ روکا لیکن نواب

کیے جائینگے البتہ نائب کا تقرر تمھاری مرضی کے مطابق ہوگا جسکو تم منظور کروگے
ہم اُسکو مقرر کردینگے جو لوگ نواب سید غلام محمد خان کے ہواخواہ تھے اُنھون نے
اس طرح صلح ناپسند کی اور انگریزی فوج کو تیر و بندوق سے تنگ کرنے لگے۔
انگریزون کے ہان یہ مشورہ قرار پایا کہ جب تک نواب سید غلام محمد خان یہان
موجود رہینگے روہیلے اپنی ہٹ سے باز نہ آئینگے اور صلح کی طرف کبھی مائل نہونگے
اسلیے جمعہ کی شب کو آدھی رات کے وقت اُن کو ہاتھی پر بٹھاکر بہت سے سوارون
کی حراست مین بنارس کی طرف بھیجدیا چند مدت کے بعد نواب صاحب نے بنارس مین
اپنے اہل و عیال و اطفال و اعزہ و اقربا کو چھوڑ کر اور انگریزون سے
یہ اقرار کرکے کہ رام پور کو نہ جاوینگے حج کعبۃ اللہ کا عزم کیا۔ ۲۱ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری[1]
کو پٹنے کی طرف چلے گئے اور کچھ دنون وہان رہ کر جہاز مین بیٹھنے کے لیے کلکتے
کی طرف کوچ کیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر ماہ رجب ۱۲۱۲ھ ہجری مین
کابل پہونچے اور وفادار خان کے ذریعہ سے زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی
کی ملازمت سے مشرف ہوے خلعت فاخرہ اور ناصر الملک مخلص الدولہ
مستعد جنگ بہادر خطاب پایا۔ یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۱۲۱۲ھ ہجری کا ہے[2]۔

روہیلون کے ساتھ مصالحت ہوجانا

نواب سید غلام محمد خان کی روانگی کے بعد لشکر انگریزی اور آصفی روہیلون

---

[1] تاریخ مظفری مین اسی طرح لکھا ہے۔ اخبار الصنادید مین شوال کی جگہ شعبان سہو القلم سے لکھ گیا ہے ۱۲ منہ [2] دیکھو واقعات درانی ۱۲

ہم اب بھی قائم ہین لیکن ملک آپ کو نہین مل سکتا۔ اب نواب صاحب کے ہاتھ نہین
چارہ کچھ نہ تھا مجبور تھے۔ مخالف کے قبضے مین آگئے تھے اُنھون نے اپنی فوج مین
کہلا بھیجا کہ میرے اہل وعیال اور خزانے کو میرے پاس پہونچا دو اور تم اب
مختار ہو چاہے صلح کرو یا جنگ وہان سپاہ کو جو یہ خبر پہونچی تو اُس نے نواب کے
بیٹے سید عبد العلی خان کو سردار مقرر کر کے مقابلے پر کمر باندھی اور جنگل کی آڑ سے
انگریزی لشکر پر بندوقین مارنے لگے اور رات کو بھی ستانے لگے۔ نواب صاحب
نے انگریزون سے کہا کہ جس قدر خزانہ وہان موجود ہے وہ روہیلے تلف کر دینگے
آپ مجکو یا عمر خان کو چھوڑ دین تاکہ خزانہ بربادی سے بچا کر آپکے لشکر مین لے آئین
انگریزون نے نواب کو تو نہ چھوڑا عمر خان کو چھوڑ دیا۔ جبکہ عمر خان نے لشکر روہیلہ
مین پہونچکر انگریزون کا یہ پیام سُنایا کہ سارا خزانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے
اہل وعیال کو انگریزی لشکر مین بھیجدو۔ تو روہیلون نے یہ جواب دیا کہ جب تک
ہمارے تن مین جان باقی ہے ایسا نہین کرینگے اور عمر خان کو بھی روک لیا عمر خان
کے ساتھ جو آدمی انگریزی لشکر کے گئے تھے اُنھون نے اُنکو واپس کر دیا اور
کہدیا کہ مجھے بھی سپاہ روہیلہ نہین چھوڑتی انگریز یہ خبر سن کر مشوش ہوے
اور رؤسائے افاغنہ کو کہلا بھیجا کہ ہمکو تمھارے معاملات کی درستی منظور رہے
اور تم ہم سے جنگ کرتے ہو نواب کا خزانہ لے کر یہان چلے آؤ نصف ملک تمکو
دیدیا جائے گا مگر فوج روہیلہ نے یہ جواب دیا کہ نواب سید غلام محمد خان کو
ہمارے پاس پہونچا دو اسپر انگریزون نے کہا کہ وہ رہا نہین ہو سکتے کیونکہ نواب
سید محمد علی خان کے بیٹے سید احمد علی خان مستحق ہین وہ مسند نشین ریاست

اس مشورے کے بعد روہیلون نے انگریزون کو کہلا بھیجا کہ ہمکو آپکے حکم کی تعمیل منظور ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ مختار و نائب ریاست نواب سید نصر اللہ خان مقرر کیے جائین۔ آپ نے جو زبانی پیام دیا ہے اُس مضمون کو تحریر کرکے اور پختگی اُسکی قسم سے فرماکے بھیجدیجیے تو ہم سارا خزانہ بھی آپکے پاس بھیجدین اور اطاعت کو حاضر ہوجائین۔ انگریزون نے روہیلون کی درخواست کے بموجب یہ مضمون لکھ بھیجا دوسرے روز صاحبزادہ سید نصر اللہ خان عہدنامے کی تکمیل کیلیے انگریزون کے پاس چلے آئے۔ نواب آصف الدولہ نے نواب سید احمد علی خان اور اُنکی والدہ کو بھی رامپور سے لشکر مین طلب کرلیا تھا۔ بیگم نے بھی یہی خواہش ظاہر کی کہ نواب سید احمد علی خان کے نائب سید نصر اللہ خان مقرر کیے جائین چنانچہ موضع ٹپّہ کے گھاٹ مین ۵ جمادی الاولے ۱۲۰۹ھ ہجری کو عہدنامہ تحریر ہوا اِس عہدنامے کی رو سے یہ قرار پایا کہ جو کچھ خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا ہوگا فوج روہیلہ اُسکو امانتہً کمپنی کے حوالے کردیگی اور بعد حوالے ہوجانے خزانہ کے نواب آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی کی فوجین یہان سے روانہ ہون گی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہوکر جہان چاہے گی چلی جائے گی اور نواب سید احمد علی خان کے ۲۱ سال کی عمر کو پہونچنے تک سید نصر اللہ خان بطور منصرم ریاست اور محافظ سید احمد علیخان کے مقرر ہونگے۔

نواب سید احمد علی خان کو جس قدر ریاست دی گئی طول مین زیادہ سے زیادہ ۸ و ۰ ۵ میل اور عرض مین زیادہ سے زیادہ ۴ و ۳۰ میل ہے کل رقبہ اس ریاست کا دیہی کاغذات کی رو سے ۲ ر ۸۹۹ میل مربع ہے۔ لیکن

کے دبانے کے لیے اُنکے مورچون کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے پٹھان بھی مقابل ہوے
بندوقین مارنے لگے چونکہ روہیلے ایسے موقع پر پناہ گزین تھے کہ انگریزون
کی طرف سے اُنکو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا اِسلیے اُن کا کوئی آدمی
کام نہ آیا اور انگریزی فوج کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوے۔ اگرچہ
بڑے بڑے افسران روہیلہ کی یہ مرضی نہ تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر سپاہ
برابر لڑتی رہی کہ اثنائے جنگ مین انگریزون کی طرف سفید جھنڈی جنگ
بند کردینے کی علامت کے لیے ہلائی گئی۔ بعد اسکے انگریزون کی طرف سے
ایک ایلچی اِس مضمون کا خط لیکر روہیلون کے پاس گیا کہ یہ صورت اچھی نہین
سب اعزہ واقارب تمھارے رامپور مین موجود ہین مخالفت کے ترک نکرنے کی
صورت مین اُنکے واسطے بہت بُرا ہے اِسلیے بہتر یہ ہے کہ لڑائی کو موقوف کرکے
نواب کا خزانہ یہان بھیجدو۔ نواب سید احمد علی خان کو مسند نشین ریاست
کیا جائے گا اور جسکو تم نائب تجویز کروگے اُسے نائب و مختار ریاست بنایا جائیگا۔
اِس تحریر کو دیکھکر تمام سرداران روہیلہ جمع ہوے اور مشورہ کیا کہ نواب سید
غلام محمد خان مخالف کے قبضے مین آگئے اُن کا رہا ہونا معلوم۔ دو مہینے سے
ہم یہان محصور ہین ہر طرح کی تکلیف اُٹھا رہے ہین اور پہاڑ کی آب و ہوا نہایت
خراب ہے بہت سے آدمی تپ و لرزہ اور اسہال کی بیماری مین مبتلا ہین قوم
اور طاقت کو بیحد نقصان پہونچ رہا ہے اگر دشمن دباتا ہوا ہمارے مورچون مین
گھس آیا تو تمام عزت و ناموس برباد ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ انگریزون کے حکم کی
تعمیل کی جائے اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کی نیابت کے لیے استدعا کی جائے

آصف الدولہ نے رامپور کے قریب پہونچکر اجیت پور مین مقام کیا اور دوسرے روز سوار ہوکر رامپور کی سیر کو نکلے کوچہ و بازار مین پھرے کئی ہزار روپیہ مساکین کو دیا۔ جب سید نصر اللہ خان کے دیرے کے پاس پہونچے تو اُنھون نے ایک ہزار اشرفیان نذر کین اور وزیر اُنکے دیرے مین داخل ہوے بعد اسکے آصف الدولہ اور انگریز تمام فوج کے ساتھ ۲۵ جمادی الاولےٰ کو بریلی کی طرف چلے گئے۔ جب دونون لشکر سرحد رامپور سے نکل گئے تو تمام پٹھان رامپور مین آکر اپنے اپنے گھرون مین آباد ہوے۔ خاندان ریاست رامپور اور نواب سید احمد علیخان اور سید نصر اللہ خان آصف الدولہ کے ساتھ بریلی کو چلے گئے۔ وہان جمادی الآخر سنہ ۱۲۰۹ ہجری مطابق ۳ دسمبر ۱۷۹۴ء کو تفصیلی عہدنامون کی تکمیل ہوئی۔ مگر ان عہدنامون مین عہدنامہ تمہیدی کی اتنی مخالفت کی گئی کہ اُس مین تو خزانہ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی کے پاس امانۃً رکھا گیا تھا اور اب یہ شرط لکھی گئی کہ کمپنی نے یہ سارا خزانہ نواب آصف الدولہ کو بطور نذرانہ بابت ریاست رامپور کے اور بعوض کل حقوق ضبطی وغیرہ مال و اسباب نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سید محمد علی خان کے دیدیا۔ جبکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون نے یہ دیکھا کہ سید نصر اللہ خان صاحب نائب ہوگئے تو انگریزون سے کہا کہ ہماری تنخواہ کا تصفیہ کردینا چاہیے تاکہ سید نصر اللہ خان پھر تغافل نہ کرین اس لیے اُنکی تنخواہین بھی عہدنامے مین داخل کردی گئین اور نواب سید فیض اللہ خان نے جس قدر تنخواہ اپنے بیٹون کی مقرر کی تھی نواب آصف الدولہ نے اس سے زیادہ اُنکے درماہے مقرر کیے۔

دوسری تحقیقات کے مطابق رقبہ اس کا ۸۹۲ ½ میل مربع معلوم ہوتا ہے
اس ریاست کی آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ اُس وقت مین قرار دیکر نواب
سید احمد علی خان کے لیے مقرر کی تھی ۱۱۸۸ھ ہجری مین ریاست رامپور چودہ لاکھ
پچھتر ہزار روپے کی قرار پاکر نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو عہدنامہ لال ڈانگ[۱]
کے مطابق تفویض ہوئی تھی۔ اُنکے حسن انتظام سے آمدنی اسکی بائیس لاکھ روپے
سالانہ کو پہونچ گئی تھی تو اس حساب سے اصل ریاست مین سے بارہ لاکھ روپے
سالانہ کی آمدنی کا ملک کٹ گیا اور اس کاٹے ہوے ملک کی تحصیل کا سزاول نواب
کی طرف سے عطا بیگ خان سرف مرزا کلان جو پہلے اعظم گڑھ کا حاکم تھا فوج شائستہ
کے ساتھ مقرر ہوا جب یہ عہدنامہ تمہیدی تحریر ہو چکا تو صاحبزادہ سید نصراللہ خان
روہیلون کے لشکر مین گئے اور تین لاکھ اکیس ہزار اشرفیہائے سکہ چیبو ربارہ چھکڑوں
مین لدوا کر انگریزی لشکر مین پہنچوا دین اور چیری صاحب رزیڈنٹ کے سپرد کردیا
جو انگریزی کمپنی کی جانب سے عہدنامے کی تکمیل کا ضامن تھا۔ نواب آصف الدولہ
نے نواب سید فیض اللہ خان کے دیوان طوطارام کو رامپور سے بلوا کر اُنکے خزانہ
کا سب حساب سمجھا اُسنے جمع خرچ پورا سمجھایا اور دیوان سے ملک کی نکاسی کا حساب
لیا گیا تو بائیس لاکھ روپے سے زائد آمدنی پائی گئی۔ بعد اس کے آصف الدولہ
مع لشکر ذاتی و انگریزی دامن کوہ سے کوچ کرکے رامپور کی طرف روانہ ہوئے
بعد اسکے پٹھانون کی سپاہ اسپنے مورچون سے نکلی اور صاحبزادہ سید نصراللہ خان
روہیلون کے لشکر کو حضرت نگر مین چھوڑ کر آصف الدولہ کے لشکر مین شریک ہوگئے

[۱] دیکھو جنگنامہ معظم ۱۲

کے لئے پچیس ہزار روپیہ سالانہ اور محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کے لیے چھ ہزار روپیہ سالانہ اور بیگمات کے مصارف کے لیے اُنسٹھ ہزار روپیہ سالانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے بیٹون کے لیے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ۔ مجموعی تعداد ان مصارف کی چار لاکھ روپیہ سالانہ ہوئی باقی آمدنی سپاہ کے خرچ کے لیے مقرر کی اور اُس کے مطابق بند خرچ تیار ہو کر صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو دربار مین دیدیا گیا۔ ۹ جمادی الآخرے سنہ ۱۲۰۹ ہجری کو نواب آصف الدولہ مع فوج انگریزی کے اودھ کو چلے گئے اور نواب سید احمد علی خان اور اُن کے اہل خاندان و افسران فوج رام پور کو روانہ ہو گئے۔ ۱۸ جمادی الاخرے کو نواب لکھنؤ مین داخل ہوے۔ جس دن نواب کا داخلہ لکھنؤ مین ہوا تمام چوک اور دوکانین دورویہ کمال حسن و خوبی سے نقش و نگار کے ساتھ آراستہ کی گئی تھین۔ تامی اور کمخواب کے تھان دوکانون مین بچھائے گئے اور پری پیکر رنڈیان سر سے پانون تک زیور اور گران بہا پوشاکون سے آراستہ ہو کر چھتون پر کمرون مین جلوہ گر تھین اور تماشائیون کا کوچہ و بازار مین ہجوم تھا۔ نواب نے روپے اور اشرفیان محتاجون اور ارباب نشاط کو بخشین۔ ناسخ نے آصف الدولہ کی فتحیابی کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے ؎

مژدہ اے ناسخ کہ با اقبال و جاہ	بر عدو نواب آصف فتحیافت
از پئے تاریخ این فتح مبین	ہان بگو۔ نواب آصف فتحیافت

تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ نواب جس قدر خزانہ رام پور سے لائے اُس مین سے بہت سا روپیہ اُن انگریزون کے عیال و اطفال کو حسب درجہ دیا جو اس لڑائی

نواب آصف الدولہ کا نواب سید احمد علی خان اور اُن کے اُمرا کو خلعت عطا کرنا اور ریاست رامپور کی آمدنی کے مصارف مقرر کردینا بعد اس کے آصف الدولہ کا اودھ کو روانہ ہوجانا

مظم کہتا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے ۵ جمادی الاخرے ۱۲۰۹ھ ہجری کو اپنے دربار مین نواب سید احمد علی خان کو طلب کرکے ایک خلعت عطا کیا جس مین ایک زرین دستار اور ایک ٹوپی اور ایک سرپیچ اور کلغی اور موتیون کی مالا اور سپر اور تیغ تھی اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی اور پالکی بھی دی۔ جب نواب سید احمد علی خان خلعت پہن چکے تو ایک خلعت اُنکے نائب سید نصراللہ خان کو دیا۔ پھر ریاست رامپور کے بائیس ارکان دولت کو طلب کرکے اُنکو بائیس خلعت عطا کیے۔ اور نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون کو بھی خلعت مرحمت کیے نواب آصف الدولہ نے آمدنی ریاست مین خرچ کا سالانہ اس طرح انتظام کیا کہ نواب سید احمد علی خان کی ذات خاص کے سالانہ مصارف کے لیے ایک لاکھ روپیہ سید نصراللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ۔ سید حسن علی خان و سید فتح علی خان و سید نظام علی خان ابنائے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ بہتر ہزار روپیہ اور سید یعقوب علیخان و سید قاسم علی خان و سید کریم اللہ خان ابنائے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ اور سید احمد یار خان بن محمد یار خان پسر نواب سید علی محمد خان اور سید مصطفےٰ خان بن سید اللہ یار خان خلف نواب سید علی محمد خان

حفظ وحراست کرے اور ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ مظفر جنگ آصف الدولہ کو
دیا کرے۔ اپنے عہد ریاست کے اخیر حصے مین نواب مظفر جنگ نے ساڑھے چار لاکھ روپیہ
خراج کی تخفیف لکھنؤ سے حاصل کرنے مین بہت کوشش کی اگرچہ وہ بذات خود
ایک مرتبہ وہان گیا لیکن اُسکی کوشش نے کچھ فائدہ نہین اُٹھایا۔ وہ اُس شخص
کے ہاتھ سے بچ گیا جسکو وہ یقین کرتا تھا کہ آصف الدولہ نے روپیہ دے کر اُسکے قتل پر
آمادہ کیا تھا۔ ایک شخص بھاگو خان نامی نے اس مشکل مین اُسکی جان بچائی تھی۔
نواب مظفر جنگ نے ۳۸ برس کی عمر مین ایک خفیف علالت کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۶ء
کو انتقال کیا زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ نواب آصف الدولہ اور مسٹر لیڈن رزیڈنٹ
لکھنؤ اس معاملے کی تحقیقات کرنے اور جانشین تجویز کرنے کے لیے فرخ آباد مین گئے
جھاؤلال نے چاہا کہ فرخ آباد مین بھی آتش فتنہ مشتعل ہو۔ نواب وزیر کا مزاج
اس راہ پہ لایا کہ مظفر جنگ کے بڑے بیٹے رستم علیخان نے اپنے باپ کو زہر دے کر
ہلاک کیا ہے مسند نشینی کے لائق نہین مناسب یہ ہے کہ اُسکی جگہ دوسرا بیٹا امداد حسین
نصیر جنگ جو عاشق محل کے بطن سے تھا مسند نشین کیا جائے اور خداوند خان نائب
بنایا جائے۔ جب افاغنۂ مئو وشمس آباد نے جو شریک دولت فرخ آباد تھے یہ خبر سنی
تو اُنھون نے نواب وزیر کی مداخلت خلاف سمجھ کر مفسدہ برپا کیا آخر وہ جماعت
جو خداوند خان کی مطیع تھی راجہ جھاؤلال کی پاسداری کی وجہ سے مستعد مقابلہ
ہوئی دوسری طرف سے اُمراؤ بیگم پہلی زوجہ نے بمددگاری اپنے بھائی امین الدولہ
کے اپنے بھتیجے دلاور جنگ پسر امین الدولہ کو جو اُس کا متبنے تھا پیش کیا فریقین مقابل
نے نواب آصف الدولہ کی توجہ اور مہربانی حاصل کرنے کی کوشش کی آخرش

مین کام آئے تھے چنانچہ کرنیل برنگٹن کی میم کو چالیس ہزار روپے دیے۔

نواب مظفرجنگ والی فرخ آباد اور اُسکے ساتھ سلطنت اودھ کے معاملات۔ مظفر جنگ کی وفات ہونا اور اُس کا جانشین مقرر کرنے کے لیے آصف الدولہ کا فرخ آباد کو جانا

نواب مظفرجنگ ایک کمزور اور ناتجربہ کار جوان آدمی تھا۔ اُسکے ملک مین سے الماس علی خان عامل نواب وزیر نے قصبہ دھرہرہ کو ایک غیر کافی خراج پر لے لیا تھا پرگنہ حافظ مئو اور سوج ہمیشہ تاراج ہوتے رہے فتح گڑھ کے قریب گھاٹ اُترنے کے محصول کو نواب وزیر کے افسرون نے زبردستی لے لیا تھا۔ فرخ آباد ویران ہوگیا وہان پر کوئی مستقل حکومت کئی برسون تک نہین رہی۔ نواب آصف الدولہ اور اُنکے نائب اور لکھنؤ اور فرخ آباد کے رزیڈنٹون اور فتح گڑھ کے کمپو کے حاکمون اور نواب مظفرجنگ اور اُسکے بیس نائبون نے باری باری سے دست اندازی کی۔ اِس نواب کی بھی سرکار کمپنی مدت سے سرپرستی کرتی تھی اور نواب اودھ کی دست بُرد سے بچاتی تھی۔ اِس نواب کا مُلک طول مین ۱۵۰ میل اور عرض مین ۵۰ میل تھا اور سارے مُلک کی آمدنی ساڑھے دس لاکھ روپے کی تھی۔ انگلش گورنمنٹ نے مظفرجنگ اور آصف الدولہ کے درمیان ۱۷۸۶ء مین یہ عہد و پیمان کرادیے تھے کہ نواب فرخ آباد اُس قدر سپاہ رکھے جو ریاست کے کامون کو کرسکے اور نواب اودھ ایک پلٹن اپنی سپاہ کی فرخ آباد مین ہمیشہ رکھین جو نواب فرخ آباد اور مُلک کی

منگا یا کہ اتنا زیادہ روپیہ مصارف بیجا مین رائگان خرچ ہوتا ہے اگر اس کے عوض
خزانے مین جمع ہو تو کسی ضرورت کے وقت کام آئے نواب وزیر اس مضمون سے
تاڑ گئے کہ یہ آتش افروزی ٹکیٹ راے کی ہے ورنہ انگریز کچھ ہمارے ناصح نہین آجسے
سے ٹکیٹ راے نواب کی نظرون سے گر گیا اور اُس کے معزول کرنے پر آمادہ ہوے
سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین ٹکیٹ راے نے ایک فرد مہاجنان شہر کے قرضے کی تعدادی
پچھتر لاکھ روپیہ فاضلات کی خزانچی سے لکھوا کر نواب کے ملاحظے مین گذرانی اور
عرض کیا کہ اس کا سود باعث نقصان سرکار ہے چونکہ نواب وزیر کو توجہ کاغذات
کی جانب بہت کم تھی دیکھ کر نہایت برافروختہ ہوے اور غضب مین آکر راجہ
جھاؤ لال کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک حیدر بیگ خان زندہ رہا ہمکو حساب
و کتاب کی تکلیف نہین دی جبکہ ہم بذات خاص متوجہ اس کام کی طرف ہون تو یہ
کارپرداز لوگ جو لاکھون روپیہ اپنے حقوق کا لیتے ہین محض بیکار ہین یہ سُن کر پہلے
جھاؤ لال خاموش رہا جب دوبارہ نواب وزیر نے ارشاد فرمایا اُسوقت جھاؤ لال
نے عرض کیا کہ راجہ ٹکیٹ راے شہر کے مہاجنون سے سازش رکھتا ہے اور بیجناتھ
جو خزانے کا دارونہ ہے وہ ٹکیٹ راے کا بھائی ہے اور اُس کو آج اس قدر مقدرت
حاصل ہے کہ چاہے تو چاندی کی عمارت تعمیر کرے اور یہ سب دولت حضور کی بدولت
ہے۔ نواب آصف الدولہ نے جھاؤ لال کو حکم دیا کہ مہاجنون کو اپنی حویلی مین یا راجہ
ٹکھراج کے مکان مین بلا کر بات چیت کرے اور راے بالک رام امین محاسبہ کا ہو۔ غرض
بہت سی تفتیش و تحقیق کے بعد حسب فیصلہ بالکرام کل گیارہ لاکھ روپیہ مہاجنون کا نکلا
باقی سب حساب مصنوعی تھا اِس جرم مین بیجناتھ خزانے کے عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ کام ٹکھراج کو

وہ نزاع بذریعہ مصالحت کے طے پائی جس کے بموجب نواب نصیر جنگ جو اُسوقت ۱۳ یا ۱۴ برس کا تھا بنگرانی امین الدولہ جانشین ہوا اور یہ شرط ہوئی کہ نواب کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ ملنا چاہیے اور دوسرے معاملات مین امین الدولہ اختیار تام رکھے اور مظفر جنگ کے بڑے بیٹے پر جُرم زہر خورانی ثابت ہوا۔

سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیٹ راے سے نواب کی ناموافقت ہونا جھاؤلال کو سلطنت کے کامون مین مداخلت کرنے سے انگریزون کی طرف سے ممانعت ہوجانا چیری صاحب کا عہدۂ رزیڈنٹی سے تبادلہ علامہ تفضل حسین خان کا عہدۂ سفارت کلکتہ پر مقرر ہونا

ریاست اودھ کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا تھا۔ گورنمنٹ انگریزی کا زر موعود قرض سے ادا ہوتا تھا اگر کوئی پُرانا قرض ادا ہوتا تھا تو اُس کے لیے نیا قرض لیا جاتا تھا آمدنی مُلک سے نہین ادا ہوتا تھا۔ اس لیے سود پر سود بڑھتا جاتا تھا۔ حیدر بیگ خان کی رحلت کے بعد سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیٹ راے کلکتے کو گئے تھے اور جو روپیہ سرکار کمپنی کا نواب وزیر کے ذمے قسطون کی رو سے تھا اُسکی وجہ سے سود مین تیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا قرار پایا تھا۔ اُن روپون کا تقاضا اہل شہر اور عاملون سے رہتا تھا۔ آخر کار ٹکیٹ راے نے نواب آصف الدولہ کے کثرت مصارف کی شکایت لکھ کر گورنر جنرل کا خط نواب وزیر کے نام اس مضمون کا

---

[۱] دیکھو طلسم ہند ۱۲

آیا اور گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ ہم نے آپکی خواہش کے مطابق چیری صاحب کو لکھنؤ سے علٰحدہ کیا اب مناسب ہے کہ جھاؤلال کو آپ کسی کاروبار مملکت مین مداخلت نہ دین اُس کو معطل کر دین۔ مگر نواب وزیر نے جھاؤلال سے لطف و کرم کم نہ کیا اور جھاؤلال نے بہت کوشش کی اور منشی عبدالقادر کی معرفت مسٹر لیڈن رزیڈنٹ سے موافقت اور صفائی چاہی۔ مگر مسٹر چیری ایسی قباحتین نہ لکھ گیا تھا جو رزیڈنٹ حال کے مزاج کی اصلاح ہوتی۔

تفضل حسین خان کے نام عہدۂ سفارت کلکتہ قرار پایا۔ وہ کلکتے کی جانب روانہ ہوے اور راجہ گوبند رام قوم ناگر جو اس سفارت پر مامور تھا موقوف ہوا۔

نواب آصف الدولہ کی دادی کا انتقال

شجاع الدولہ کی مان نہایت عابدہ تھین دین کے کامون مین سر مو احتیاط کو ہاتھ سے نہین دیتی تھین۔ اگلے زمانے کے عابدون کی جو باتین کتابون مین دیکھی ہین وہ اس نیک بی بی مین جمع تھین۔ حیا و عفت اور عدالت و سخا غرض کوئی ایسی صفت نہو گی جو اُن مین موجود نہو اور باوجود ان اوصاف کے طنطنۂ شجاعت سے بھی خالی نہ تھین حالانکہ عورتون مین ایسی ہمت نہین ہوتی ہے ان کی ہمت کے واقعات پہلے مذکور ہو چکے ہین۔ اُنھون نے اپنی نماز کے لیے فیض آباد مین زمینداروں اور مالکون سے زمین مول لی تھی۔ نواب شجاع الدولہ نے انکے لیے دریا کے کنارے پر ایک عمدہ مکان تیار کرانا شروع کیا تھا اس وجہ سے یہ موتی باغ مین رہتی تھین

دیا گیا جب ٹکیت رائے نظروں سے گر گیا تو سرفرازالدولہ کے ذریعے سے مسٹر چیری صاحب ریزیڈنٹ سے میل جاہا
اور سلسلہ جنبانی کی مگر کوئی بات سودمند نہوئی جسوقت راجہ ٹکیت رائے نے پھر کاغذات درست کر کے پیش کیے
تو سرفرازالدولہ اور ریزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکو دوبارہ دیوانی اور پیشکاری کا
خلعت مرحمت ہوا۔ مگر نواب آصف الدولہ کا دل اُس سے اب بھی غبار آلودہ رہا
بلکہ سرفرازالدولہ کی طرف سے بھی مزاج مین کدورت آگئی۔ ریزیڈنٹ نے نواب کو
مشورہ دیا کہ بخشی گری کی خدمت سرفرازالدولہ کے فرزند کے نامزد ہونی بہتر ہے
اور دیوانی کا تعلق راجہ ٹکیت رائے سے مناسب ہے اور جھاؤلال مصاحبت
مین رہے اور باہم کوئی شخص کسی کے عہدے مین دست اندازی نکرے اور بھراج
خزانے کے کام پر رہے۔ نواب وزیر نے سرفرازالدولہ سے کہا کہ تم ہمارے نائب ہو
تم کو جھاؤلال خیرخواہ پر نظرالتفات لازم ہے اور ٹکیت رائے بدخواہ کو موقوف کرنا
مناسب ہے۔ مگر سرفرازالدولہ کو ٹکیت رائے کا عزل منظور نہ تھا نواب وزیر نے
کاغذات گذرانیدۂ ٹکیت رائے کو جعلی قرار دیا اور سرفرازالدولہ کے بیٹے کو کم سنی
کے سبب سے یا تکدر خاطر کی وجہ سے بخشی گری نصیب نہوئی یہ خدمت مرزا جعفر کو
ملی جھاؤلال کو مرزا جعفر اور راجہ ٹکیت رائے کا عزل منظور تھا۔ اس کارروائی
کی وجہ سے نواب وزیر اور مسٹر چیری صاحب مین رنجش پیدا ہوگئی چیری صاحب
سنہ ۱۲۰۰ ہجری سے رزیڈنٹی لکھنؤ پر مقرر تھا۔ نواب نے سرجان شور صاحب گورنر جنرل
کو چیری صاحب کے تبادلے کے لیے لکھا اُنھون نے اُس کو اودھ سے بنارس کو
بدلدیا اور وہان محکمہ اپیل کا حاکم اعلیٰ کردیا اور چیری صاحب کی جگہ مسٹر لیڈن
جو بنارس مین مقرر تھا ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۶ء مقرر ہوکر

کاتب نے جواب دیا چالیس سال کی بیگم نے کہا یہ تو بہت کم لکھی ہے اور بڑھانا چاہیے
اُسنے دو عدد اور بڑھا دیے بیگم نے کہا کہ یہ کیا بڑھانا ہے چالیس مین اور دو مین
کچھ زیادہ فرق نہین ہے کاتب نے کہا کہ لو تمھاری خاطر سے دو اور بڑھائے
دیتا ہون بیگم نے خوشامد کی کہ اور بڑھائے وہ غائب ہو گیا بیگم بیدار ہوئین تو سمجھین
کہ یہ یون ہی خواب وخیال ہے لیکن بوجہ بشریت کے دل مین دغدغہ بنا رہا۔
جب نواب شجاع الدولہ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی اور روہیلون کی
مدد کے لیے رام گھاٹ کا سفر پیش آیا تو بیگم نے چاہا کہ کعبۃ اللہ کو چلی جائین اور
وہان رہ جائین اگر کوئی حادثہ بیٹے پر واقع ہو تو ایسے روز بد کو آنکھون سے
نہ دیکھین اور نواب سے اس بات کی اجازت منگائی اُنھون نے جواب مین لکھا
کہ غلام بھی زیارات کا ارادہ رکھتا ہے اگلے سال ہمرکاب چلے گا توقف فرمائیے
دوسرے سال روہیلون سے لڑائی پیش ہوئی اگرچہ نواب کو فتح حاصل ہو گئی
اگر بیگم کے دل مین وسواس رہا اسلیے لکھنؤ سے بسولی کو نواب کے لشکر مین چلی گئین
اور اُنکے ساتھ ساتھ فیض آباد آئین نواب کے مرنے کے بعد پھر فیض آباد سے
نہ نکلین صرف دو مرتبہ لکھنؤ کو آصف الدولہ کی خاطر سے جانے کا اتفاق ہوا
وزیر علی خان کی شادی سے واپس آنے کے بعد پھر کہین جانا نہوا ہر سال
تین ماہ کے روزے رکھتی تھین اور موتی باغ کے عقب مین عالیشان مسجد اور
امام باڑہ بنوایا بارہ برس تک سہ ماہہ روزون کا معمول رہا ۵ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۱۰ ہجری کو ظہر کی نماز مین مشغول تھین عین سجدے مین عالم جاودانی
کی راہ لی بستتر سال کی عمر پائی بنگلہ خراب شد (۱۲۱۰) تاریخ وفات ہے

مکان ابھی ناتمام تھا کہ شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا پھر اُنھون نے اپنی سکونت
اسی باغ مین رکھی۔ چند چھوٹے چھوٹے ضلع جیسے علی گنج فیض آباد کے پاس اور
رلے گنج اودھ مین اور ضلع بھٹائی متصل سلون وغیرہ اپنے متعلقین کے لیے لیکر
اُنکی آمدنی پر قانع تھین اور ہمیشہ عبادت و ریاضت مین بسر کرتی تھین انکے
خواجہ سراؤن مین معزز آدمی یہ لوگ تھے محرم علی خان ناظر التفات علی خان
جاوید علی خان۔ مطبوع علی خان۔ میان بہرہ یاب۔ سخن فہم۔ میان شفقت۔
میان دانا۔ میان بختاور۔ سرہوش عرف فراست علی وغیرہ انھین سے ہر ایک
کے ساتھ رفیق و ندیم اور ملازمون کی جماعت حویلی کی محافظت کے لیے رہتی تھی
جو پانسو آدمیون کے قریب تھے۔ اور اچھے اچھے حکیم اور امیرزادے جو دلّی کی تباہی
کی وجہ سے نکل کھڑے ہوے تھے اُنکی سرکار سے معقول تنخواہین پاتے تھے۔ بیگم کی
سرکار کا رویّہ عہدِ عالمگیری اور نادر شاہی اُمرا کی وضع پر تھا۔ جب انکی سواری
نکلتی تو جلو مین عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوے خاص بردار ہوتے نشان اور نقارہ
ہاتھیون پر آگے آگے چلتا اور سواری بھی آہستگی اور وقار کے ساتھ قدم بہ قدم
چلتی۔

فیض بخش لکھتا ہے کہ ایسا سُننے مین آیا ہے کہ جب شجاع الدولہ انکے شکم مین تھے
اور حمل چھ ماہ کا ہو چکا تھا تو بیگم نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص لکڑی کے تختے پر کچھ
لکھ رہا ہے انھون نے اُسکا نام پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم کیا لکھ رہے ہو کاتب
نے جواب دیا کہ تمھارے پیٹ مین بیٹا ہے اُسکی عمر مین جو کچھ واقعات اُس کو پیش
آنیوالے ہین وہ قلمبند کر رہا ہون پھر بیگم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کے سال کی لکھی ہے

اُنکی لونڈی اُنکے خزانے کی کلید دار تھی۔ جب سکھ بچن کو روپے کی ضرورت ہوتی تو بیگم صاحبہ سے عرض کرتی کہ روپون کے توڑون کو دھوپ دینے کا حکم ہو جائے اور اُن سے اجازت لے کر تھیلیان دھوپ مین رکھواتی جس قدر ضرورت ہوتی روپے لے لیتی اور شام کے وقت پھر تھیلیان خزانے مین رکھ کر بیگم سے عرض کرتی کہ آج اِس قدر روپیہ دھوپ مین خشک ہو گیا بیگم صاحبہ اس دروغ کو سچ سمجھکر کبھی مزاحمت نہین فرماتی تھین۔

جس زمانے مین مطبوع علی خان اور محرم علی خان ناظر بیگم کے اموال کی بازخواست مین گرفتار تھے اُس زمانے مین جواہر علی خان نواب کی ماں کی طرف سے سالگرہ کے موقع پر نواب کے لیے خلعت لے کر فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا تھا آصف الدولہ نے جواہر علی خان سے کہا کہ دادی صاحبہ کے دولتخانے مین جمع خرچ کا کاغذ نہ تھا اِسلیے اُنکے خواجہ سرا اِس مصیبت مین گرفتار ہین مین نے سُنا ہے کہ والدہ صاحبہ کے دولتخانے مین بھی کاغذ درست نہین ہوتا ہے یہی سلوک تمھارے ساتھ کیا جائے گا خبردار رہنا چاہیے ابتدا سے آمد و خرچ کا کاغذ درست رکھنا چاہیے جواہر علی خان نے عرض کیا بہت خوب لیکن دل مین ڈر گیا اور ہمیشہ اس غم مین گھلتا رہا خدا کی شان تو دیکھیے کہ نواب اِس فرمانے سے ایک سال اور کئی ماہ کے بعد مر گئے اور اُن کی ماں نے لکھنؤ پہونچکر اُنکی سرکار مین سے اکثر سامان جیسے ہاتھی خیمے بھینسین نیل گائین بیل اور ببر شیر وغیرہ منتخب کرکے لیے اور اپنے ساتھ فیض آباد کو لے گئین۔

گلاب باڑی مین شجاع الدولہ کے پہلو بہ پہلو دفن ہوئین۔ انکے تمام خواجہ سراؤن
مین مطبوع علی خان صاحب اختیار و اعتبار۔ آسودہ۔ ہوشیار اور صاحب تدبیر
تھا اسکی رفاقت مین بہت سے مغل اور شیخ جو صلاح و تقوے سے آراستہ تھے رہتے
تھے۔ بیگم کے پاس۔ روپے اشرفیان۔ جواہرات قیمتی دوشالے اور دوسرے نفیس
اور بیش قیمت کپڑے و اسباب نایاب کثرت سے تھا جو برہان الملک کے عہد سے جمع ہوتا
رہا تھا ان چیزون کو مطبوع علی خان نے چھپا چھپا کر اپنے ان صاحب اتقا مصاحبون
کے پاس جمع کر دیا کیونکہ یہی لوگ اُسکے پُرانے رفیق اور معتمد تھے۔ آصف الدولہ
کی طرف سے تحسین علی خان خواجہ سرا ضبطی کے لیے آیا اور اُس نے حساب فہمی کے واسطے
سب کو نظر بند اور قید کر لیا اور اپنے ہمراہ لکھنؤ لے گیا نواب آصف الدولہ نے
مطبوع علی خان کو پاس بلا کر اپنے سر کی قسم دے کر مال و اسباب کا حال دریافت
کیا اس نمک حرام نے جس قدر جمع کرایا تھا وہی بتایا اور نواب کے سر پہ ہاتھ رکھ کر
جھوٹی قسم کھا گیا حالانکہ بڑی چوری کی تھی لیکن یہ شخص بھی اپنی زشت کرداری
کے ثمرۂ مفید سے محروم رہا اُسکے متقی اور پرہیزگار بیس سال کے رفیقون نے
ایک چیز واپس ندی اور وہ افشاے راز کے خوف سے خاموش تھا۔ بیگم مرحوم
کی پردہ نشین کنیزون کو قلعہ کے ایک پُرانے مکان مین اس طرح رکھ دیا جیسے
مٹکے مین غلہ بھر دیتے ہین اور گذر اوقات کے لیے دو دو تین روپے تنخواہ کر دی
اور یہ جو کچھ عمل مین آیا بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کا طفیل تھا۔

بعض کتابون مین بیگم کے بھولے پن کی ایک حکایت نظر سے گذری ہے
انکی ہوشیاری اور سمجھ اور طبیعت کے سامنے بعید معلوم ہوتی ہے کہ سکھ چین نام

وہاں خاطر جانتے تھے۔ جھاؤلال پر مرتے تھے اسی کو اپنا نائب بنانا چاہتے تھے
اس منظور نظر کی خاطر سے اُنھون نے نیابت کا کام ظاہر مین اپنے ہاتھ مین لیا اور
حقیقت مین اُس کو دیدیا۔ جھاؤلال نے جس طرح ریاست کا اندرونی انتظام
درست کیا گورنر جنرل اور اُنکی کونسل سے موافقت پیدا نکرسکا بلکہ جو کچھ اُسکے ہاتھ
سے وقوع مین آیا وہان کے خلاف تھا۔ تفصیل اُسکی یہ ہے کہ جب راجہ جھاؤلال
گورنر جنرل اور انکی کونسل کے ساتھ صفائی ہونے سے مایوس ہوا۔ تو اُس نے
در پردہ نامہ و پیام کالپی کے مرہٹون سے شروع کیا اور جو لڑکا جھاؤلال کا
نجبن طوائف کے بطن سے تھا اُسکو ہمت بہادر کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا اور
اپنی بیٹی کی شادی ہمت بہادر کے فرزند کے ساتھ کر دی تاکہ سلسلۂ اتحاد مضبوط ہو
اور ایک بیٹی محمد بخش خان کے ساتھ منعقد کی یہ شخص ترک تورانی شاہجہان آبادی
تھا اور رامپور سے عمر خان بڑمونچھے کو بُلاکر نواب کی سرکار مین نوکر رکھوایا اور
منظور تھا کہ سید نصراللہ خان کو نواب سید احمد علی خان والی رامپور کے عہدۂ نیابت
سے موقوف کرکے عمر خان کو رامپور کا نائب بنائے تاکہ افاغنۂ رامپور اور تورانیان
شاہجہان آباد اور مرہٹان کالپی کی ملت ضرورت کے وقت کام آئے اور جبکہ
زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی کی لاہور کی طرف آمد کی خبر مشہور ہوئی تو راجہ
جھاؤلال نے یہان سے شاہ کی خدمت مین نیازمندی کے خفیہ پیام بھیجے اور
اُن سے موافقت چاہی اور قلعہ الہ آباد کی مرمت شروع کرائی اور یہ مشہور کیا
کہ اگر ابدالی کی فوج اودھ پر چڑھائی کرے گی تو قلعہ الہ آباد مین پناہ لی جائیگی
اور جھاؤلال نواب وزیر کو صلاح دیتا تھا کہ حضور لکھنؤ سے قدم باہر رکھیں۔

جھاؤلال کی سرکار وزیر مین خیرخواہیان اور انگریزون کی طرف سے مخالفانہ خیالات۔ جس کی پاداش مین پٹنے کی طرف جلا وطن کیا جانا۔ شاہ ابدالی کی چڑھائی کے حیلے اور اودھ کی اصلاح کے نام سے گورنر جنرل کا قلعۂ الہ آباد مین سپاہ فراہم کرنا

راجہ جھاؤلال نے منشی غلام قادر خان میر منشی رزیڈنٹ کا تھوڑا سا سہارا پانے پر دست تسلط سلطنت کے کامون مین دراز کیا اور سرداران سپاہ اور نواب کے عزیز و اقارب اور نواب برہان الملک اور صفدر جنگ کے پسماندون کے بہت سے مصارف کم اور موقوف کر کے ایسی بچت پیدا کی کہ ڈیڑھ کرور روپیہ انگریزی مہاجنون کا جو راجہ ٹکیت راے کے وقت سے سلطنت کے دوش پر واجب الادا تھا چکا یا اور خزانے سے نقد چالیس لاکھ روپے لے کر سب انگریزون کا قرضہ بیباق کیا اور جو کچھ فی الجملہ باقی رہا اُس کو بلا سود چھ برسون پر قسط بند کیا اور اسکے سوا کچھ زر نقد بھی خزانے مین جمع کیا اور نواب کے اُمور خانگی مین بھی خیرخواہیان کین۔ نواب وزیر اکثر زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ مرزا حسن رضا خان اور ٹکیت راے نے ہمارا گھر برباد کیا مگر جھاؤلال نے پھر سر نو قائم کیا اُنکو نائب حسن رضا خان اور راجہ ٹکیت راے سے قلبی نفرت تھی انکو وہ اپنا عذابِ جان اور

کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے نکمے سوار موقوف کردین اور اُنکی تنخواہ کی بچت سے ان سوار دن کی رجمنٹون کی تنخواہ دیا کرین۔ جب نواب سے یہ درخواست کی گئی تو اُنھون نے صاف انکار کردیا تھا۔ مارچ ۱۷۹۷ء مطابق ۱۲۱۱ھ ہجری مین سرجان شور گورنر جنرل نے علامۂ تفضل حسین خان کو ساتھ لے کر کلکتے سے زمان شاہ ابدالی کے تدارک کے حیلے مین کوچ کیا۔ اور بنارس مین آئے اور یہان سے بھی انگریزی فوج اُٹھا کر لکھنؤ کی طرف روانہ ہوے۔ نواب وزیر نے استقبال کر کے ملاقات کی۔ دو مطلب گورنر جنرل کے تھے ایک یہ سوارون کا خرچ نواب اپنے ذمے لین جس سے وہ قطعی انکار کر چکے تھے دوسرے انتظام مُلکی مین اصلاح کرین۔ گورنر جنرل کا کہنا خالی نہ گیا اس شامت[۱] کے مارے نواب نے مان لیا کہ اگر ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ خرچ نہ ہو تو ایک رجمنٹ گورون کے سوارون کی اور ایک ہندوستانی سوارون کی بڑھائی منظور رہے۔ گورنر جنرل اور آصف الدولہ دونون لکھنؤ سے بھی آگے کو بڑھ گئے تھے۔ جبکہ زمان شاہ کی واپسی کابل کی خبر ملی تو گورنر جنرل ماہ شوال ۱۲۱۱ھ ہجری مین وزیر سے رخصت ہو کر بنارس کی طرف سدھارے[۲] چلتے وقت گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ سے درخواست کی کہ جھاؤ لال کو جسکی ذات سے مفسدہ پردازی اور فتنہ انگیزی کی اکثر خبرین مسموع ہوتی ہین ہمارے حوالے کرین نواب سے اس وقت مین کہ عالم مجبوری تھا بجز اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ جھاؤ لال کو حوالے کیا گورنر جنرل نے

[۱] یہ لفظ منشی ذکاء اللہ صاحب کا عطیہ ہے

[۲] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

یہ تمام خبرین کونسل کلکتہ تک پہونچین گورنر جنرل اور اُنکی کونسل کو گمان ہوا کہ جھاؤلال نواب وزیر کو آمادۂ مخالفت کرتا ہے گورنر جنرل نے اس حیلے سے کہ اگر ابدالی کا لشکر ادھر رُخ کریگا تو ہم تدارک کرینگے قلعہ الہ آباد مین انگریزی فوج جمع کرنی شروع کی۔ جبکہ زمان شاہ کو اخبار اور ہواخواہان دولت کے عرائض سے دریافت ہوا کہ اُنکے سوتیلے بھائی محمود نے جسکو وہ ہزیمت دیکر ترکستان کے پہاڑون کی طرف بھگا آئے تھے ہرات کی طرف سر نکالا ہے تو وہ قندھار کی طرف لوٹ گئے۔ گورنر جنرل کا مدعا قلعہ الہ آباد مین فوج کے جمع کرنے سے یہ تھا کہ لکھنؤ کی حالت کی اصلاح کرین۔

نواب کے ملک مین انگریزی سپاہ بڑھتی جاتی تھی۔ وارن ہیسٹنگز کے وقت مین ایک برگیڈ سپاہ رہتی تھی۔ لارڈ کارن والس کے زمانے مین دو برگیڈ رہنے لگے اور نواب کی نالیاقتی[۵۱] اور بدانتظامی کے باعث سے کئی روپے کی ہوکر پچاس لاکھ روپے اُسکے لیے جانے لگے اب اُس سے بھی زیادہ سپاہ رہنے لگی کیونکہ نواب مین نہ خود لیاقت تھی نہ اُنکی سپاہ اس قابل تھی کہ مُلک کا انتظام کرسکتی اگرچہ پوچھیے تو یہ سودا مُفت تھا کہ ملک کی حفاظت غیرون کی سپاہ سے اُسکی چوتھائی آمدنی مین ہوتی تھی اس سے زیادہ کیا سودا سستا ہوسکتا تھا[۵۲] ۲۲ اپریل ۱۷۹۶ء کو کورٹ ڈائرکٹرز نے گورنر جنرل کو لکھا کہ بنگال مین جو دو رجمنٹین ہندوستانی سوارون کی ہین اُن مین دو اور رجمنٹون کا اضافہ ہوا اور سرکار کمپنی کا خرچ نہ بڑھے اسلیے نواب آصف الدولہ

---

[۵۱] یہ الفاظ نواب کی شان مین جلد دوم عہد نامجات مین مندرج ہین ۱۲

[۵۲] دیکھو تاریخ منشی ذکاءاللہ صاحب ۱۲

سلطنت اودھ کی نیابت پر تفضل حسین خان علامہ کا مامور ہونا

پٹنے کی طرف جھاؤ لال کی روانگی کے بعد گورنر جنرل نے آصف الدولہ سے کہا
کہ نیابت کا کام بدستور مرزا حسن رضا خان سے لیا جائے اور پیشکاری و دیوانی
کا کام راجہ ٹکیت رائے کے سپرد کیا جائے نواب وزیر کا مزاج جھاؤ لال کے
جانے کی وجہ سے نہایت افسردہ ہو رہا تھا اُنھون نے یہ جواب دیا کہ اگر انھین
دونون شخصون کو نیابت اور دیوانی دینی منظور ہے تو مین عتبات عالیات
کی طرف روانہ ہوتا ہون منیب بھی دوسرا پیدا کرنا چاہیے مین تبدیل لباس کرونگا
یہ جواب سُنکر گورنر جنرل نے تامل کیا کچھ دنون اہل شہر کو الماس علیخان خواجہ سرا
کی طرف نیابت کا گمان تھا رزیڈنٹ نے بھی اسی کو تجویز کیا تھا جسدن یہ ارادہ
ہوا کہ اُسکو آج خلعت نیابت دیا جائے اُسی دن چٹھی ممنوعی گورنر جنرل کی آگئی
اِسلیے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ نے یہ ارادہ موقوف کیا آخر کار گورنر جنرل کی
سفارش اور مشورے سے نواب وزیر نے تفضل حسین خان کو جنکی ذہانت اور
لیاقت پر گورنر جنرل کو اعتبار تھا سلطنت کے کام کے لیے تجویز کیا اور اُن کو
طلب کرکے اُنکی گردن مین ہاتھ ڈالکر کہا کہ اب میری عزت و آبرو تمھارے ہاتھ
مین ہے نیابت قبول کرو اُنھون نے چار و ناچار قبول کی اور خلعت سے مخلع ہوے
جیسا کہ تاریخ شاہیہ مین ہے۔ تفضل حسین خان نے اکرام اللہ خان کی معرفت
سرفراز الدولہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ مین نے بہت ساخون جگر کھایا تھا کہ

اُسکو پٹنے مین بھیجدیا اور پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کردیا۔ اُسنے وہان عالیشان عمارت بنوائی اور ہمیشہ تعزیہ داری بڑے تکلف سے کرتا تھا۔ سنہ ۱۲۳۰ھ ہجری مین بستر بیماری پر قضا کی اور انتقال کے وقت اپنے دفن کے لیے بوضع اسلام وصیت کی اُس کے تکلفات اور عیش و عشرت کا یہ حال تھا کہ جبکہ لکھنؤ مین رہتا تھا تو کھانا کھانے کے وقت اُسکے اُس فرش پہ جسپر کھانا کھاتا ایک طرف روبرو مسلمان طوائفین بیٹھتی اور ناچتی گاتی تھین اور دوسری جانب ہنود کھانا کھانے مین مشغول ہوتے تھے۔ غرضکہ اُس کا تمام خاندان مطیع الاسلام تھا۔ اُسکی چند بیٹیان نجبن طوائف سے تھین جن مین سے ایک بیٹی نواب اشرف علی خان کے خاندانمین مرزا بھورا ولد مرزا ابراہیم کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ نجبن طوائف کے بطن سے جس قدر اولاد تھی راجہ جھاؤلال کے انتقال کے بعد اُسکے تمام متروکے پر متصرف ہوئی کیونکہ کوئی بیٹا ہم قوم عورت سے نہ تھا۔ نجبن جھاؤلال کے بعد چند مُدّت رائے بالک رام سے متفق رہی اس وجہ سے اُس کا درماہہ جاری رہا تھوڑے دنون کے بعد ان دونون مین نزاع خفیف پیدا ہوگئی اس عرصے مین نجبن نے انتقال کیا۔ اور رائے بالکرام نے بھی راجہ جھاؤلال کے بعد ترک لباس کیا۔ جھاؤلال کے بعض پسماندون نے انگریزی سردارون کا توسل پیدا کرکے اپنے اندوختے سے اوقات معمولی مقرر رکھکر اعزاز و امتیاز کے ساتھ بسر کی۔ بریلی مین بالکرام کے جس قدر گانون تھے وہ اُس کے بیٹے رتن سنگھ کے نام سرکار انگریزی کی طرف سے بحال رہے۔

انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کے ڈفرنشل وغیرہ کا ترجمہ فارسی مین کیا تھا۔ غرضکہ تفضل حسین خان رفتہ رفتہ یعقوب علی خان خواجہ سرا کی وساطت سے شجاع الدولہ کے حضور تک پہونچگئے اور اُنکے بیٹے یمین الدولہ سعادت علی خان کی اتالیقی پر مقرر ہوگئے۔ جسوقت یمین الدولہ الہ آباد مین تھے تو خان مذکور مصروف مطالعہ رہتے تھے۔ اور مولوی سید دلدار علی جو اثنا عشریون کے مجتہد تھے اُنکی وکالت کرتے تھے اور مولویان عصر سے مباحثہ رہتا تھا تفضل حسینخان کے آبا و اجداد حنفی مذہب رکھتے تھے۔ اُنھون نے اپنی ذات سے اثنا عشری مذہب اختیار کرلیا۔ جس زمانے مین سعادت علی خان نے نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا تھا تو نواب آصف الدولہ نے وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو لکھا تھا کہ اگر سعادت علی خان لکھنؤ مین آتے ہین تو آئین مگر تفضل حسین خان اُن کے ساتھ نہ آئین اسلیے تفضل حسین خان کا لکھنؤ مین آنا موقوف رہا۔ بالا بالا کلکتے کو چلے گئے۔ ۱۷۷۹ء مین گوہد کے رانا لوکیندر سنگھ نے جو والیان دھولپور کا مورث اعلیٰ ہے اور جسکا ملک کوہستانی بہت وسیع جمنا کے کنارے پر اودھ اور سیندھیا کے ملکون کے درمیان مین آگرے سے ساٹھ میل پر جنوب و مشرق مین واقع تھا انگریزون سے ارتباط پیدا کرنا چاہا جسکو سیندھیا بہت دق کرتا تھا تو گورنر جنرل نے اُس سے ان شرائط پر عہد و پیمان کیے کہ رانا جو اکثر مرہٹون کی دست درازی سے تنگ رہتا ہے اُسکو تو مرہٹون کے ہاتھ سے خلاصی دلانے مین انگریز امداد کرینگے اور وہ انگریزون کی امداد اپنے لشکر سے اُس حالت مین کرے گا کہ مرہٹے متصل کی ریاستون پر ترکتاز کرین۔ جبکہ مرہٹون نے رانا کے ملک پر حملہ کرنا شروع کیا

کاروبار سلطنت کا حل و عقد بدستور آپ سے متعلق رہے لیکن اُسکے خلاف ظہور مین آیا امید ہے کہ اب آپ اس بات کا ملال نفرمائینگے۔ سرفراز الدولہ نے یہ خبر سُن کر اظہار مسرت کیا اور حضرت عباس کی حاضری منگاکر تقسیم کی اور خان موصوف سے کہلا بھیجا کہ اس بات سے ہم بہت خوش ہوے۔

تفضل حسین خان کا سلسلۂ نسب یون ہے کہ سیف اللہ خان اور کرام اللہ خان دو حقیقی بھائی لاہور مین رہتے تھے۔ سیف اللہ خان کے پانچ بیٹے تھے (۱) رحمت اللہ خان کہ عدالت بنارس کچھ دنون اس سے متعلق رہی (۲) انعام اللہ خان یہ شخص لکھنؤ مین رہتا تھا (۳) احسان اللہ خان (۴) افضل اللہ خان (۵) اکرام اللہ خان ان پانچ بیٹون کے سوا دو بیٹیان تھین جن مین سے ایک بیٹی محمد حسین خان کے بیٹے کے ساتھ منسوب ہوئی اور دوسری بیٹی سلام اللہ خان پسر میر محمد کے ساتھ منعقد تھی۔ سیف اللہ خان کا بھائی کرام اللہ خان مدت تک نواب معین الملک عرف میر منو صوبہ دار لاہور پسر قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی طرف سے وکالت پر مقرر رہا اور تین لاکھ روپیہ سالانہ پایا کیا۔ تفضل حسین خان اسی کرام اللہ خان کے بیٹے ہین قصبۂ سیالکوٹ مین پیدا ہوے تھے دلی مین آکر مولوی نظام الدین کے حلقۂ درس مین داخل ہوے اور علم ریاضی خیر اللہ مہندس سے سیکھا۔ ملا نظام الدین کے بعد لکھنؤ کو چلے گئے۔ اور فرنگی محل مین ملا حسن سے استفادہ کیا سبق کے وقت حاکمانہ اعتراض کرتے ملا حسن خفا ہو کر کتاب کو زمین پر دے مارتے تھے آخر کار اپنے حلقۂ درس مین آنے کی ممانعت کی۔ بعد ابو الفضل اور سعد اللہ خان شاہجہانی کے علامہ کا خطاب اگر ہوا تو تفضل حسین خان کے لیے تسلیم ہوا ہے۔ اُنھون نے

کا ایک عامل تھا اپنا مشیر بنایا گر جب خان مذکور ریاست کے کام مین تنگ ہوتے تھے تو اکثر کہتے تھے کہ مجکو مطالعہ کتب اور مشغلہ درس و تدریس اس نیابت سے بہتر تھا۔

تاریخ شاہیہ مین لکھا ہے کہ تفضل حسین خان کتب حکمت پر متوجہ رہتے تھے اسلیے وزیر سے صحبت بر آر نہوئی۔ نواب انتظام موجودہ سے بے حد رنجیدہ تھے چنانچہ فرح بخش مین محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ پیش از فوت خود بیک سال روبروے مردم اردلی کہ ہر وقت حاضر حضور بودند بیشتر حرف مے زدند چنانچہ خبر آمد آمد زمان شاہ درین ملک شہرت گرفت فرمودند کہ ہمہ کسان سکان این ملک تماشاے آمد شاہ خواہند کرد الامن کہ نخواہم دید۔

حسن رضا خان ماہ رمضان ۱۲۱۱ھ ہجری مین اپنے کام سے سبکدوش ہوے تھے اور ابتداے ماہ شوال سے تفضل حسین خان نے نیابت کے بوجھ بھار کو سنبھالا تھا۔

نواب آصف الدولہ کی وفات

ایک تو وزیر کو جھاؤ لال کی مفارقت کا رنج تھا دوسرے نیابت کا تقرر بھی اُن کے حسب دلخواہ نہوا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین مذکور ہے اسلیے ابھی اس تغیر کو پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اوائل صفر ۱۲۱۲ھ ہجری سے نواب وزیر کا مزاج جادۂ اعتدال سے منحرف ہونا شروع ہوا۔ ابتداءً نواب شراب پیا کرتے تھے پھر اُسکے استعمال سے توبہ کرکے بھنگ سے مشغلہ رہا اس کو چھوڑ کر

توکپتان پوپھم کی افسری مین ایک دستہ سپاہ ۱۷۸۰ء مین راناکی مدد کو بھیجا گیا جسنے گوہد کے ملک سے مرہٹون کو نکالکر بھگا دیا اور مشہور قلعہ گوالیر کا بھی ۱۴۔ اگست ۱۷۸۰ء مطابق ۲ شعبان ۱۱۹۴ ہجری کو فتح کرکے رانا کو دیدیا۔ تفضل حسینخان نے اُس وقت مین کمان افسر کے ساتھ جاکر رانا ے گوہد کی کارروائی مین مدد کی تھی اور انگریزون مین اُن کا رُسوخ پیدا ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ بامر صاحب کے ساتھ لکھنؤ مین آئے اور اُنکے ساتھ رامپور کو گئے ۱۷۸۳ء مین پندرہ لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے آصف الدولہ کو دلانے کی عوض مین نواب سید فیض اللہ خان کو فرض مدد دہی سپاہ سے بری کرایا۔ بعد اسکے تفضل حسین خان پھر کلکتے کو چلے گئے اور جبکہ وارن ہیسٹنگز ۱۷۸۴ء مین کلکتے سے لکھنؤ مین آئے تو تفضل حسین خان کو اپنے ہمراہ لاکر نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی اور بہت کچھ سفارش کی آخرکار نواب نے تفضل حسین خان کو راجہ گوبندرام ناگر کی عوض مین اپنی ریاست کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس سفیر مقرر کردیا اور اب سلطنت مین عقد وحل نصیب ہوا وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے اُدھر معتمد سرکار انگریزی کے ادھر رکن سلطنت کے تھے تفضل حسین خان نے انتظام شروع کیا۔ سلسلہ انتظام جدید مین مرزا جعفر کو بخشی گری کا عہدہ دیا اور خلعت دلایا اور حیدر بیگ خان کے بعض رفقا کو دیوانخانہ اور کوتوالی کی خدمت پر مامور کیا۔ اور نصیر الدولہ سید معزز خان کو بھی کام کا اُمیدوار کیا مگر اُنھون نے اُس زمانے مین تبدیل لباس کیا اور دنیاداری کے تعلقات کو ترک کردیا تھا اور عمر بھی زیادہ تھی اِس وجہ سے نوکری اور علاقہ کچھ قبول نہ کیا۔ تفضل حسین خان نے مرزا مہدی علی کو جو سرکار وزیر

شش جہت سے کوچ کیا۔ ۲۵ ماہ ذیقعدہ ۱۰۸۰ھ ہجری کو مقام فیض آباد مین
مسند حکومت پر بیٹھے تھے۔ اُنھون نے اپنا دار الحکومۃ لکھنؤ مقرر کیا تاریخ مظفری کی
روایت کے بموجب اُنچاس برس کی عمر پائی اور وزیر نامے سے ثابت ہے کہ
وہ پچاس سال سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوے۔ کیونکہ اواخر ۱۱۶۱ھ ہجری مین پیدا ہوے
تھے۔ آغا محمد ندیم روضہ خوان مصنف بحر البکا نے کہ روضہ خوانی و مرثیہ گوئی اور
خوش بیانی مین کمال رکھتا تھا نواب وزیر کے مدفن کی تاریخ اس طرح نکالی ہے
ہہنا روح و ریحان و جنات نعیم۔ نواب وزیر عتبات عالیات کے زوارون
کی نہایت خبرگیری کرتے تھے سیکڑون کوٹھے خاک کربلا اور تبرکات کربلا و نجف اشرف
سے معمور رہتے تھے باوجود اس حشمت و عظمت کے انتقال کے وقت جملہ کوٹھون پر دفعتہً
مہر و قفل لگ گئے۔ اسلیے مرزا حسن رضا خان کے ہان سے خاک کربلا اور اُن کا
خاص کفن منگا کر دیا گیا اور وہ نواب کے نصیب ہوا اور نواب اپنے امام باڑے
مین دفن ہوے۔ نواب کی سرکار مین اس وقت تک دو ہزار ہاتھی موجود رہتے تھے
انکے عہد مین برف اور پھول اور گلاب باوجود کثرت کے لوگون کو بہت کم میسر
ہوتے تھے یہ جملہ چیزین سرکاری کارخانے مین جاتی تھین۔

تاریخ وفات از آغا محمد ندیم

گلشن عشرت بتاراج خزان رفت اے ندیم — شامۂ استشمام حسرت نے نماید در نسیم
آصفے کین نہ صدف را یک دُرِ شہوار بود — آن دُرِ شہوار رفت از دست و عالم شد یتیم
لکھنؤ بے آصف ست و آسمان بے آفتاب — شہر یونان بے مسیح و طور سینا بے کلیم

افیون پر ٹھہرے اور پہلے حقے سے طبیعت کشیدہ تھی نگراب و مسازہ تھا۔ مرض نے ہاتھ پانوٗن نکالے دوا اور غذا مین بے اعتدالیان واقع ہوئین اطبائے حاذق جیسے شفائی خان اور حکیم صادق خان وغیرہ کہ ہر ایک صاحب تصانیف تھا معالج تھے مگر نواب وزیر کہا کرتے تھے کہ اب مین زندگی کا خواستگار نہین بلکہ عوام مین مشہور تھا کہ جھاؤلال کے جانے سے نواب وزیر کو اپنی جان عزیز وبال ہے بلکہ دوا سے اجتناب تھا آخر آخر مین استقسا پیدا ہو گیا برف کا پانی کثرت سے پیتے رہے مرض نے طول کھینچا دوا کا استعمال بھی ترک ہوا اور علاج بھی موقوف کیا۔ اُنکی ماں بھی عیادت کو آکر برج طلائی مین اُتری تھین نواب بہت استقلال کرتے تھے بیماری کے تمام عرصے مین کبھی دنیا سے رحلت ہونے کا افسوس اور رخصت وملال کا کوئی لفظ زبان پر نہ آیا اگر کبھی کوئی اُن کا نوکر اُنکی حالت زار دیکھ کر حزن وملال کی بات کہ بیٹھتا تو غصے ہوکر سامنے سے دور کر دیتے۔ اگر کبھی تفضل حسین نائب یا رزیڈنٹ مزاج پرسی کے لیے آجاتے تو فوراً اپنے آپ کو درست کرکے صحیح وسالم دکھاتے اور بات چیت اُسی شوکت وطنطنے کے ساتھ کرتے جو صحت کی حالت مین دستور تھا مگر اُنکی ماں کا دل بے چین تھا جب سامنے آتین تو بے اختیار رونے لگتین اُس وقت نواب کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو جاتے جبتک دیر دونون ماں بیٹے مقابل رہتے سوا رونے دھونے کے دوسری بات نکرتے۔ ۲۲ برس اور کچھ مہینے ریاست کی تھی کہ جمعرات کے دن ۲۸ ربیع الاول [له] ۱۲ سنہ ہجری کو اس

له مفتاح التواریخ اور شرح حسن مولفہ فیض بخش مین اسیطرح ہے تاریخ مظفری مین اُنکی وفات کی تاریخ سلخ ربیع الاول لکھی ہے اور سلخ اُس دن کو کہتے ہین جسکی شام کو ہلال نمودار ہو شاہ محمد اجمل کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسدن ۲۹ ربیع الاول تھی ۱۲

ہاتفے گفت سال تاریخش | شد مزارش بزیر پاے حسین

دیگر

اے آفتاب زود بزیر زمین شدی | در ملک غیب والی تاج و نگین شدی
بے تو جہانیان بعذاب قیامت اند | فکر جہان نہ کردی بہ خلد برین شدی

دیگر بہ تعمیہ

از وفاتش بے سر و پا گشتہ اند | تلم و نسق و ہیبت و ہمت کرم

از شاہ محمد اجمل الہ آبادی

وزیر اعظم دستور افخم | گرامی گوہرے از وُلدِ آدم
ابا عن جد امیر ابن الامیرے | ابا عن جد وزیر ابن الوزیرے
سلیمان حشمت و آصف شکوہے | فریدون صولت و در حلم کوہے
جناب آصف الدولہ کہ در جود | نظیر او بعالم کمتر ک بود
کسے از فتنہ گر جستے پناہے | بدیدے کشورش آرامگاہے
ہزاران مردم از اقصاے عالم | ہزاران یافتند از وے دراہم
نیازاتش بحضرت کربلا رفت | نہ پنہان بارہا برملا رفت
بشہد ہرے آورد آن یگانہ | کہ باشد یادگارش در زمانہ
غلام ہمت او حاتم طے | بود از بندگانش معن بن زے
سراپا مظہر جود و سخاوت | ز نوشروان فزون تر در عدالت
چو خورشیدے زمین تابندہ میداشت | جہان از بخشش او زندہ میداشت

وارد آصف عشرتے درصحن آصف باغ شد | انبیا ہمدم سلیمان ہم نفس آصف ندیم
نقش بند کاف نون بر تربت آصف نوشت | ہمنار روحٌ وریحانٌ وجناتُ نعیم

قطعۂ دیگر

کرد پدرود جہان را چو وزیر اعظم | ماتمش اہل جہان را ہمہ خون در دل کرد
ہاتف این مصرعۂ تاریخ وفاتش برخواند | آصف الدولہ بہ فردوس برین منزل کرد

دیگر

الٰہی آصف الدولہ بہادر | بحق نائب تو باد مغفور
نوشتم سال تاریخ وفاتش | بود با حیدر کرار محشور

دیگر

وزیر جہان آصف الدولہ رفت | بجنت چو زین خاکدان خراب
بہ شب ہائے دیجور ایام نور | بدل گشتہ در دیدۂ شیخ و شاب
زسیلاب اشک صغار و کبار | بنائے امید جہان شد برآب
دریغا جگر ہائے عالم نمود | چہا آتش ماتم او کباب
ندانم چرا از سرِ روزگار | پدر رحمت خود کشید آن جناب
پئے سال تاریخ او چون شبے | فتادم در اندیشۂ بے حساب
سحر ز آسمانم رسید این صدا | بزیر زمین حیف شد آفتاب

دیگر

کرد رحلت چو آصف الدولہ | مبتلا شد جہان بماتم و شین

بطور تعمیہ تاریخ دیگر + گو بخشش تمام وجود بےسر
خدایا جاے او خلد برین باد
طفیل احمد واولاد امجاد

دیگر

آصف الدولہ وزیر اعظم ہندوستان — کرد رحلت گشت حال اہل عالم بس تباہ
سال تاریخ وفات آن امیر ذوالکرام — گفت ہاتف عمدہ ماتم عمدہ ماتم آہ آہ

بزبان ہندی

ایک سہس آٹھ سے چون سنبت کا پرمان — بارہ سے بارہ سنہ ہجری جانت سکل جہان
کوار مانس پر یوا سدی جمعرات مدھیان — اٹھائیسین ربیع الاول آصف تجو پران

نواب آصف الدولہ کی ازواج واولاد

نواب آصف الدولہ شمس النسا بیگم بنت نواب انتظام الدولہ خان خانان بن نواب قمر الدین خان وزیر اعظم ہندوستان کے ساتھ بیاہے گئے تھے۔ یہ بیگم قلعہ مچھی بھون مین رہتی تھین لاولد رہین کبھی نواب سے موافقت بھی نہ رہی نوابگنج کے قریب پرتاب گنج جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپے سال کی تھی انکی جاگیر مین تھا اور نواب آصف الدولہ کی سرکار سے ساٹھ روپے روز کا خاصہ (امرا کا کھانا) مقرر تھا نواب سعادت علی خان نے اپنے عہد مین کچھ آمدنی بازارا اور گومتی کے پل کی ضبط کی تو خفا ہوکر اپنی جاگیر کو چلی گئین کرنیل بیلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ فہمائش کو گئے

اگرچه خان خانان هم بود — امیر عالی من هم نه کم بود

درین ایام بودے خانخانان — از و مے خواستے انعام و احسان

دریغا رفت آن میر جوان بخت — دریغا بست ازین دار العنا رخت

دریغا آن سپهر جود و حشمت — بملک جاودانی کرد رحلت

ازین ملک فنا دل سیر گردید — بملک لایزالی گنج بگزید

دریغا آن امیر پاک طینت — که ناید کس نظیرش در بصیرت

بتنگ آمد ز بس زین دار فانی — نموده بند و بست جاودانی

بروز پنجشنبه آه صد آه — وداع این جهان بنمود ناگاه

ربیع الاول بست و نهم بود — که رحلت آن سپهر جود بنمود

مرا اشنفتار این غم چون رساندند — نشستیم هم چو ماتم چون رساندند

چه گویم آنچه شد حال دل من — چه گویم آنچه شد غم حاصل من

درانحالت بخود هرگز نماندم — بچرخ هفتمین ناله رساندم

بغیر ناله و آه و فغان هیچ — نبوده با من سر ناتوان هیچ

بدل حسرت به چشم اشک و بلب آه — ز وقت شام تا وقت سحرگاه

هزاران آه مے کردم دران شب — دهانم بود از آه هم لبالب

ازان جمله شمردم چون دو صد آه — فزودم هم بران دو آه جانکاه

شمار این دو صد آه و دو آهم — بود بر سال ترحیلش گواهم

دگر تاریخ فوت او بناگاه — غم آصف بگفتم با سر آه

دگر تاریخ گفته جان برتفت — سلیمانے نمانده آصفے رفت

.. زیر علی خان تھا۔

تذکرۂ حکومتہ المسلمین مین لکھا ہے کہ یہ ایک فراش کا بیٹا تھا نواب نے اُسکو پالکر وزیر علی خان نام رکھا تھا۔

نواب آصف الدولہ کے عہد مین تعداد سپاہ

انکے وقت مین اسی ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار تھے اور بعض سے اسی پلٹنین اور پندرہ ہزار سوار بتائے ہین دکن کی مرہٹون کی لڑائی مین آصف الدولہ نے انگریزون کو بہت مدد دی اور اپنی فوج جرنیل مارٹین اور عبد الرحمن خان قندھاری کے زیر حکم بھیجی اور کرنیل گاڈر بھی گجرات اور دکن کی مہمون مین انگریزون کی کمک کے لیے مامور ہوا تھا اور گوہد وغیرہ قبضۂ و تصرف مین لایا تھا۔

نواب آصف الدولہ کا اسراف

تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ انکی سخاوت ہندوستان مین ضرب المثل ہے چنانچہ مشہور ہے جسے نہ دے مولا اُسے دے آصف الدولہ یہ مثل آج تک زبان زد خاص و عام ہے انکی فیاضی کی عجیب و غریب حکایتین مشہور ہین ایک مرتبہ آپ نے لاکھ دانون کی تسبیح بھولے بن کر ایک بڑھیا سے لاکھ روپے مین خرید لی کسی اور موقع پر ایک ضعیفہ کو اُسکے اس گمان پر کہ وہ آپکے لوہے کی تلوار کو پارس سمجھتی تھی اُس تلوار کے ہموزن سونا دلادیا غربا کی پرورش اور اہل کمال کی قدر افزائی کی نئی نئی تجویزین نکالا کرتے تھے داد و دہش کو

تمانا خیال تھا کہ نواب سعادت علی خان خود منا لیکر آئینگے مگر یہ خیال خام تھا ایک مہینے کے بعد جاگیر سے الہ آباد کو چلی گئین ۔ وہین کئی مہینے کے بعد انتقال کیا غازی الدین حیدر بن نواب سعادت علی خان کے عہد مین اُنکی لاش لکھنؤ مین آئی ایک ضریح چاندی کی اُنکی قبر پر بھی موافق ضریح قبر نواب آصف الدولہ کے رکھوا دی تھی۔ مرزائی صاحب وغیرہ مرحومہ کے متعلقین تھے۔ سرکار سے اُنکے سب متعلقین کو پنشن ملتی رہی جو نسلاً بعد نسلٍ ہے۔ نواب مظفر حسین علیخان کہتا تھا کہ فقط دو بیٹے برہان علیخان وغیرہ نطفۂ نواب آصف الدولہ کسی محل سے ہوے تھے وہ سن طفلی مین مرگئے باقی اور بیٹے و بیٹیان نواب کی اولاد لطفی تھی نہ نطفی۔ مرزا رفیع السودا نے نواب موصوف کے اُن دونون فرزندونکی تاریخین اس طرح موزون کی ہین ۔

شدم در فکر تاریخ تولد براے آن گلِ باغ نجابت

کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش گرامی گوہرِ دُرجِ سیادت

دیگر

تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے ہوا حق کی طرف سے یہ الہام

تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے کہہ کہ ہے فخرِ مادرِ ایام

مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کو عورتون سے مطلق شوق نہ تھا بلکہ اُنمین رجولیت ہی نہ تھی لیکن اُنکی محلسرا مین پانسو کے قریب خوبصورت عورتین جمع تھین اُن مین سے کئی ایسی بھی تھین کہ اُن کو نواب نے حمل کی حالت مین اپنی محلسرا مین داخل کیا تھا۔ جب کوئی بچہ ان حاملہ عورتون سے پیدا ہوتا تو نواب خوشی کرتے اور اپنے فرزند کے طور پر پرورش فرماتے چنانچہ ایسے ساٹھ بچے اُنکے پاس جمع ہوگئے تھے جن مین ۳۲ لڑکے اور ۲۸ لڑکیان تھین سب سے بڑا

یہ تاریخین غلطی کی مرزا صاحب ۱۲

آصف الدولہ فارسی زبان مین بھی شعر کہتے تھے اور علم سیر و تاریخ مین اچھی مہارت رکھتے تھے اُنکے اُردو اشعار یہ ہین۔

بڑے شکوہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا ۔۔۔ چلے گا رو برو کس کس کے معاملہ دل کا

یا ڈر مجھے تیرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا ۔۔۔ یا حوصلہ میرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے ۔۔۔ ظاہر مین یہ کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

موا ہے تیرے لیے تیرا عاشقِ غمکش ۔۔۔ ذرا تو فاتحہ پڑھ چلکے تا کجا وسواس

وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مرا ذمہ ۔۔۔ ٹک اُسکی روح تو خوش ہو نہ دلمین لا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس مین ۔۔۔ آصف یہی کہتی تھی بہ تکرار دم نزع

صیاد تجھے بخشدیا خون مین اپنا ۔۔۔ ٹک جا کے دکھا لا مجھے گلزار دم نزع

کل ہنسکے بولا نالہ بلبل پہ یون پتنگ ۔۔۔ کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہین زار شمع

رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے ۔۔۔ انصاف دل مین کیجیو اے دلفگار شمع

ہے شمع کے بھی دل مین محبت پتنگ کی ۔۔۔ گر ہے پتنگ سوختہ جان بیقرار شمع

پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام ۔۔۔ جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع

فریاد و آہ و نالہ بھلا کس لیے کرے ۔۔۔ جیتے موے پتنگ رہا ہم کنار شمع

گل مہربان سنا ہے کبھی عندلیب پر ۔۔۔ تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع

مین آہ آہ و نالہ نہ کھینچون تو کیا کرون ۔۔۔ جلتی ہین غم سے میری رگین مثل تار شمع

جہان تیغ اُسکی علم دیکھتے ہین ۔۔۔ وہان اپنا ہم سر قلم دیکھتے ہین

جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہین ۔۔۔ خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہین

گذرتے ہین سو سو خیال اپنے دلمین ۔۔۔ کسی کا جو نقشِ قدم دیکھتے ہین

بمنزلۂ ضروریات زندگی کے سمجھتے تھے۔

ایسی بخشش کس کام کی کہ اہل استحقاق حق پانے سے محروم رہین اور نامستحق ضرورت سے زیادہ پائین۔ فرح بخش مین فیض بخش نے لکھا ہے کہ نواب کا اپنی سپاہ کو چڑھی ہوئی تنخواہ کے دینے کا یہ حال تھا کہ ہرکس از سپاہیان بعد یک سال وشش ماہ دعوے طلب تنخواہ مے کردند اگر تلنگان مے بودند مقابل آن بجاہائے توپخانہ و فرقۂ نجیبان راکردہ و چندکس راکشتہ مے گریزانیدند واگر نجیبان این عمل مے نمودند تلنگان رااز و برو نمودہ میراندند۔

نواب آصف الدولہ کی شاعری

نواب آصف الدولہ اُردو مین شعر بھی کہتے تھے سید محمد میر متخلص بہ سوز کے شاگرد تھے نواب کی غزلون مین بالکل اُستاد کا انداز ہے جن کی انشا پردازی کا حُسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹھنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سرسبز پتون مین اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے جن اہل نظر کو خدا نے نظر باز آنکھین دی ہین وہ جانتے ہین کہ ایک حسن خداداد کے سامنے ہزارون بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہین وہ جیسے سیدھے سادھے مضمون باندھتے تھے ویسے ہی آسان آسان طرحین بھی لیتے تھے انکے شعر کا تمام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے۔ اضافت تشبیہ استعارہ۔ فارسی ترکیبین انکے کلام مین بہت کم ہین جنکے لیے استعداد علمی کے ساتھ طبیعت مین زور اور فکر مین قوت غور ضرور ہے۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ

کے سامنے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا کہا تھا نواب کے مرنے کے بعد جب لمسڈن صاحب
نے یہ چاہا کہ ماتم پرسی مین شریک ہوکر دولت خانے تک جا دین فوج ریاست
جو حسن باغ تک آراستہ واستادہ تھی اُس نے صاحب کو قدم بھر آگے نہ بڑھنے دیا
تفضل حسین خان نے اُنھین وہین چھوڑکر نواب کی مان کو خبر کی محرم علی خان
اور جواہر علیخان خواجہ سراؤن کو حکم ہوا کہ صاحب کو دارالامارت تک آجانے دین
جب صاحب تن تنہا دولتخانے مین پہونچے تو نواب کی مان نے فرمایا کہ اسوقت
میری آنکھون مین جہان تاریک ہے تم اِس ریاست کے وارث ہو جسے مناسب جانو
مسند پر بٹھا دو رزیڈنٹ نے کہا جسکو نواب صاحب خود مقرر کرگئے ہین اُسکے سوا
اور کون بیٹھ سکتا ہے مرزا وزیر علی خان کہ بیچ محلے مین اپنے مکتب مین تھا
تحسین علی خان ناظر کے حسب الطلب بہیجے مین سوار ہوکر آیا تھا اور اُس وقت
گریبان پھاڑکر نعش پر زار زار رو رہا تھا بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان سے کہا
کہ سبز دوشالہ جو نواب مرحوم کے پلنگ پر رکھا ہوا تھا اِسے اُڑھا دے یہ گویا
بیگم صاحبہ کی طرف سے مسند نشینی کا خلعت تھا اُسی وقت توپون کی شلک کا حکم ہوا
ارکان دولت نے وہین نذرین گذرانین اور مرزا حکومت پر کسی کی بے مدد
قابض اور مالک ہوگیا اور دوسرے حقدار جو اسکے متمنی تھے افسردہ خاطر ہوکر
چلے گئے مسند نشینی کی باضابطہ رسم اور نذرین مکان باؤلی مین ہوئین ؎

بعد نواب آصف الدولہ	کہ صفاتش چو مہر و ماہ جلی ست
کردہ شد جانشین وزیر علی	مقتضائے مشیت ازلی ست
ہست معروف واثقا تاریخ	کہ بنی شاد کل وزیر علی ست

بتون کی گلی مین شب و روز آصف | تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہین
ایک دن یار سے یہ مین نے کہا | ابتو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنسکے کہنے لگا کہ اے آصف | یہی کہہ کہکے لاکھون جان سے گئے
تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیون گذرے | تری بلا سے مراد م رہے رہے نرہے
قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ مین کمال و زوال | ترے بھی حسن کا عالم رہے رہے نرہے
یون فکر دل مین گرچہ تجھے سو لگی رہے | آصف یہ شرط ہے کہ اُدھر لو لگی رہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے | پر تجھکو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے

وزیر علی خان کی مسند نشینی

نواب آصف الدولہ کے نطفے سے کوئی فرزند نہ تھا ہمیشہ آرزو مند رہے کہ کوئی وارث ریاست پیدا ہو لیکن نخل آرزو بارور نہ ہوا عالم مایوسی مین ایک غریب سید کے لڑکے کو نواب نے اپنی فرزندی مین جگہ دی اور وزیر علی نام رکھا۔ اسمٰعیل اور بھی لڑکے رضا علی۔ شجاع علی اور دیانت علی وغیرہ تھے مگر ان مین سے سوائے وزیر علی خان کے کسی نے نام اور نمود نہ پائی وزیر علی خان نہایت ذہین خوبصورت۔ ملیح و خوشنما تھا علم و ہنر اور انشا کی تعلیم بخوبی پائی تھی۔ خوشنویسی مین مرزا محمد علی اعجاز رقم کا شاگرد تھا اور فنون سپاہ گری رستم خان چلکیت سے سیکھے تھے۔ اسپ تازی۔ شمشیر افگنی۔ تیر اندازی اور چوگان بازی مین اُسکو خوب مشق تھی۔ نواب آصف الدولہ کو اُس سے کمال اُلفت تھی۔ آصف الدولہ نے اپنے انتقال سے پیشتر وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل اور لکھنؤ کے رزیڈنٹ

اور لکھنؤ حسن خیز پری رخساروں سے۔ دکش قاف ہو رہا تھا وزیر علی خان نے
عیاشی شروع کی اور شراب اور بھنگ نے رنگ جمایا۔ مرزا وارث علی خان جو کھو خان
قوال کا معشوق تھا ارباب نشاط کا دار وغہ مقرر ہوا اور میر عشرت علی جو رستم خان
پھکیت کے شاگردون مین سے تھا مشیر اور ہمدم بنا اور اسی طرح اکثر کلانوت
اور قوالون کو مراتب بخشے اور امیران قدیم واہلکاران لائق سے مُنھ چھپایا اور
اُن بیچارون کے حق مین کلمات ناملائم کہنے لگا۔ نواب آصف الدولہ نے چند طوائفین
اپنے نفس کے واسطے جمع کی تھین اُنپر نگاہ رغبت ڈالنا شروع کی تحسین علیخان خواجہ سرا
جو آصف الدولہ کے عہد مین توشے خانے کا دار وغہ تھا اور نواب کی وفات کے بعد
لباس بدلکر دُنیا سے ہاتھ اُٹھا کر نواب کی قبر پہ بیٹھ گیا تھا اُس کو وزیر علی خان نے
ابتداے ریاست مین بُلا کر خلعت سے سرفراز کیا اور محل کا ناظر بنا دیا اور اُس سے
بہت سا جواہرات اور اسباب لے کر بیجا مصرف مین اُڑا دیا محتشم خانی مین لکھا ہے
کہ آصف الدولہ کی صاحبات محل مین سے ایک حسین عورت کو چاہا کہ اپنی صحبت کیلیے
لے سے تحسین علی خان نے منع کیا کہ ایسا کرنا زیبا نہین آپ کی تو وہ مان ہے اُس
کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے۔ وزیر علی خان نے چند مصاحبون کے اغواسے چاہا
کہ اُسے قید کر دے بلکہ ایک دن یہان تک کہنے لگا کہ اس قرمساق کی داڑھی
ترشے ڈالتا ہون اور بعض کتابون مین لکھا ہے کہ یون کہا تھا کہ چھری سے اسکی ناک
کاٹ لون گا۔ بے چارہ اپنی جان اور آبرو بچانے کے واسطے ٹھیک دوپہر کے وقت
تفضل حسین خان کے پاس جا کر اُن کے پانوئن پر گر پڑا اُسے اُنھون نے اپنی بارہ دری
کی شہ نشین مین بٹھا کر کئی آدمیون کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا وزیر علیخان نے

اُسی وقت داروغگی دیوانخانہ کا خلعت خواجہ غلام محمد عرف بڑے مرزا کو ملا اور بخشی گری کا عہدہ فخر الدین احمد خان پسر مرزا جعفر خان مرحوم کو دیا گیا۔ لیکن خلعت اس کو تیسرے دن مرحمت ہوا۔ آصف الدولہ کی وفات سے پانچوین دن وزیر علیخان محلسرا مین گیا جو گومتی کے پار تھی اور داروغہ اُس کا فوجدار خان تھا اُسمین سے چار عورتین اپنی ہم بستری کے لیے منتخب کر لایا۔

آصف الدولہ کے بھائیون مین سے بڑے سعادت علی خان تھے اس اندیشے سے کہ کوئی سازش نکرین وہ بنارس مین رہنے کے لیے مجبور کیے گئے تھے اُنھون نے وزیر علی خان کی جانشینی پر اعتراض کیا کہ آصف الدولہ کا کوئی بیٹا نہین ہے اور جو بیٹے اُنکے مشہور ہین وہ اُنکے نطفے سے نہین اس لیے میرا استحقاق جانشینی کا ہے اور اس جھگڑے کے انفصال کے لیے گورنر جنرل ثالث بالخیر ٹھہرے۔

آصف الدولہ وزیر علی کو اپنا بیٹا اور وارث سلطنت کل اپنے بعد کہتے تھے اور یہ کہنا اُنکا شرع اسلام کے موافق اُسکے استحقاق سلطنت کو مستحکم کرتا تھا آصف الدولہ کی بی بی اور ماں کی مرضی تھی کہ وہ تخت نشین ہو ساری دار السلطنت کے آدمی اُس کے نواب ہونے سے خوش تھے۔ غرض وزیر علی مسند آرائے ریاست ہوا اور انگریزون نے در پردہ کی وجوہات پر خیال کر کے اُسکی جانشینی کو تسلیم کر لیا اور وہ افواہین جو اُسکے نطفہ ناتحقیق ہونے کی نسبت مشہور تھین اُن پر خیال نہین کیا۔ وزیر علیخان ملک داری کے کوچے سے نابلد تھا ناشایستہ حرکتین اس کثرت سے وقوع مین آئین کہ جو صورتین سالہاے دراز مین پیدا ہوئی تھین وہ چند روز کے عرصے مین برہم ہوئین۔ نئے مصاحب پیدا کیے سترہ برس کی عمر تھی اور عالم شباب جوش پر تھا

وقوع مین آتی ہین اور اُس کا حسب ونسب جیسا ہے وہ سب پر ظاہر ہے اور
ورثائے حقیقی ریاست سے محروم ہین اِسلیے اہل استحقاق کو حق ریاست پہونچانا واجب
اور لازم اور خوشنودی خدا ورسول وخلق کا باعث ہے جو شخص اس اتفاق سے
انکار واغماض کرے وہ اپنی کردار کو پہونچے۔ یہ محضر کوچہ وبازار مین اور خانہ بخانہ
پھرا جملہ بیگمات اور خواجہ سراؤن اور افسرون اور نواب سالارجنگ کے بیٹون وغیرہ
کی اُسپر مہرین ہوئین اور بازار کے مہاجنون اور چودھریون نے بھی اُسپر دستخط کیے
مگر عبد الرحمن خان اور بعض دوسرے افسران سپاہ نے یہ کہکر پہلوتہی کی کہ ہم لوگ
سپاہی مسند وراثت کے نوکر ہین ہم کو خانگی معاملات سے کیا کام جو کوئی مسندنشین
ہو اُسکے مطیع ہین اور وجہ اسکی یہ تھی کہ مرزا وزیرعلی خان باوجود اُن بداطواریون
کے شجاع دوست۔ سپاہ پرست اور باہمت تھا اشرفیون کو کوڑیون سے بھی
کمتر تصور کرتا تھا پس اہل سپاہ ایسے ہی شخص کو عزیز رکھتے تھے اس نوجوان نے
بہت دنون سلطنت کے مزے نہ اُڑائے تھے کہ گورنرجنرل کے پاس اُسکے چال چلن
کی اور اُسکی ناحق جانشینی کی خبرین پہونچنے لگین اور گورنرجنرل کی خدمت مین
آصف الدولہ کی بیوی وغیرہ اعیان ریاست نے یہ درخواست کی کہ وزیرعلی
اولاد آصف الدولہ سے نہین ہے بلکہ ایک فراش کا بچہ ہے نوابؒ نے اُسکو متبنٰے کرلیا
تھا اُنکے بقائے نام کے لیے ہم نے اُسکو اپنا والی تسلیم کرلیا چونکہ قوم کا رذیل تھا
اس نعمت عظمےٰ کی شکرگذاری نہ کی بلکہ کفران نعمت کرنے لگا ایسی کجادائی کے ساتھ
یہ شخص قابل فرمان روائی کے نہین ہے اِس ریاست کی مستحق شجاع الدولہ کی اولاد
ہے۔ اسکی تدبیر کرنی چاہیئے ورنہ فساد پیدا ہوگا جس سے دونون سرکارون مین عداوت

جب یہ خبر سُنی تو فوراً ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہو کر تفضل حسین خان کے گھر پہونچا اور
تحسین علی خان کو مانگا اُنھون نے انکار کیا اور اُسکے سر کی قسم کھائی جب ہرکارے
نے پھر عرض کیا تو وہ کہنے لگے کہ میرے مقابلے مین ایسے پاجی کی بات کا آپ یقین
کرتے ہین وزیر علی خان شرمندہ ہو کر چلا گیا پھر ہرکارون نے خبر دی کہ ابھی ابھی
تحسین علی خان بطور زنانی سواری کے محمد اسحق خان کے میانے مین بیٹھ کر جو رزیڈنٹ
کے اسسٹنٹ کا منشی ہے رزیڈنٹ کی کوٹھی پر پہونچ گیا اور وہ منشی گھوڑے پر
اُسکے ساتھ تھا اور رزیڈنٹ نے مرزا خلیل کے بنگلے پر رکھا ہے وزیر علی رزیڈنٹ
کے بنگلے پر چلا گیا - اور تحسین علی خان کو مانگا پہلے تو رزیڈنٹ نے اُسکے قصور کے
معاف کرنے کے لیے بہت سمجھایا پھر جب دیکھا کہ طول کھنچا جاتا ہے تو کہا کہ یہ کچھ
میرا گھر نہین سرکاری مکان ہے وہ آپ سے سرکار مین چلا آیا اور امان کا خواہان ہوا
ہے فرض کیا کہ مین اگر تمھاری خاطر سے اُسے دے بھی دون تو سرکار کو کیا جواب دونگا
اس سے بہتر یہ ہے کہ جب تک صدر سے حکم نہ آئے یہ تمھاری امانت میرے پاس ہے
اُس دن سے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اسکو معزول کر دینا چاہیے ان عادات سے
جملہ بیگمات خصوصاً نواب آصف الدولہ کی مان نہایت رنجیدہ خاطر ہوئین اور
وزیر علی خان کی شکایت زبان پر جاری ہوئی اور رزیڈنٹ کے کانون تک یہ خبرین
پہونچنے لگین اُسنے گورنر جنرل کو لکھا - آصف الدولہ کے بھائی اور دوسرے بڑے آدمی
وزیر علی خان کی اطاعت مین دریغ کرنے لگے لکھنؤ مین ایک عجیب تلاطم مچ گیا -
جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ ایک محضر بھی اس مضمون کا تیار
ہوا کہ مرزا وزیر علی خان سلطنت کی لیاقت بالکل نہین رکھتا اُس سے حرکات ناشائستہ

لکھنؤ مین پہونچے ہین تو الماس علی خان کو لکھا گیا کہ بیگم اور نواب کے درمیان جو عہد و پیمان ہوے ہین وہ ایسے استوار ہین کہ ٹوٹنے کے نہین اور حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ راے بھی اُسکے پھندون مین گھس گئے نواب کے مزاج مین اُس کا خسر اشرف علی خان بڑا اثر رکھتا تھا ان تمام گروہ کا یہ مطلب تھا کہ انگریزون کی مدا خلت کا مقابلہ کیجیے بلکہ افسران سپاہ فتنہ و فساد پر مستعد ہوگئے گورنر جنرل نے یہ حال معلوم کر کے اقبال الدولہ سے کہا کہ مرزا حسن رضا خان کو سمجھا دو کہ آپ افسران فوج کے پاس جاکر کہین کہ قرب و جوار لکھنؤ سے اُٹھ جائین چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور گورنر جنرل نے چند پلٹنین انگریزی اور ترکسوار اور گورون کی فوج اطراف و جوانب سے بلاکر بی بی پور کے قرب و جوار مین قائم کر دی۔ تھوڑے ہی دن گورنر جنرل کو آئے ہوے تھے کہ نواب کے چیچک نکلی اور وہان سازشین شروع ہوئین تفضل حسین خان نے جب سرجان شور سے کہا کہ وزیر علی خان کو معزول کر دیا جائے تو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات بہت مشکل ہے اسلیے کہ یہ کیونکر ثابت ہو کہ یہ شخص آصف الدولہ کے نطفے سے نہین ہے اس لیے کہ نواب مرحوم نے اُس کے بیٹے ہونے کا خود اقرار کیا ہے تفضل حسین خان نے کہا کہ اس بات کو آپ تحسین علی خان اور نواب آصف الدولہ کی بیوی سے دریافت کرین تحسین علی خان نے مشرح سب حال بیان کیا کہ اصل مین نواب آصف الدولہ کا تو ایک بیٹا برہان علی خان تھا جو ایک مہینے کا ہو کر گذر گیا اور کوئی بیٹا اُنکے نطفے سے نہین ہے اور نواب کی بیگم نے چلمن کی آڑ سے کہا کہ نواب مرحوم کو کبھی مجھ پر تسلط نہین ہوا جیسا کہ ملخص تاریخ اودھ مین ہت پرشاد نے لکھا ہے سرجان شور خود لکھتے ہین

پڑجائے گی۔ اسلیے گورنر جنرل کے برسر موقع آنے کی ضرورت ہوئی اسلیے اُنھون نے لکھنؤ کی طرف سفر کیا۔ جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو وزیر علی نے بھی پیشوائی کی راستے مین کج اندیش مشہور کرتے تھے کہ وزیر علی کو ترقی اقبال حاصل ہو گی اور انگریزون کی شوکت برباد ہوجائے گی اور کہتے تھے کہ گورنر لکھنؤ جا کر خان علامہ کو مع چند دوسرے آدمیون کے قید کرکے وزیر علی کے سپرد کردینگے اور وزیر علی بھی نادر شاہ وقت بن گیا تھا راہ مین اپنے ہاتھی اور گھوڑے کو گورنر جنرل کے ہاتھی اور گھوڑے سے آگے آگے رکھتا تھا۔ ایک دن ایک انگریز راہ مین ایک کھیت کے کنارے پیشاب کر رہا تھا نانگون نے اُسکے پاس پہونچکر بیجا باتین اُس کو کہین اور ہزار کے قریب آدمی اُسکے گرد جمع ہوگئے اور شور مچاتے تھے کہ پکڑ لو پکڑ لو مگر اُس انگریز نے اور اُس کے ساتھیون نے بھی بوجہ فہمایش گورنر جنرل کے دم نہ مارا اور اس طرح لکھنؤ کو روانہ ہوکر وہان جا پہونچے بڑی بیگم یعنی آصف الدولہ کی ماں نے وزیر علی کی بد افعالی کو روکنا چاہا تھا اِس لیے نواب نے اُن پر دباؤ ڈالا کہ فیض آباد کو چلی جائین اِسوجہ سے اب وہ دوست سے دشمن ہوگئی تھین —

الماس علی خان سے گورنمنٹ انگریزی کو نفرت تھی جس نے نواب کی سرکاری خدمتون سے اُسکو جدا کردیا تھا اب اُس نے اپنی عقل و دانش کے زور سے ایک بڑا علاقہ اپنی زمینداری مین لے رکھا تھا اور اس ریاست مین بڑے رتبے کا آدمی گنا جاتا تھا جب بیگم کا جھگڑا نواب سے ہو گیا تو اُنھون نے الماس علی خان ہی کو اپنا مدار المہام بنایا اُسنے بیگم اور نواب کی ظاہر مین صلح کرادی۔ گورنر جنرل جسوقت

۱ہ دیکھو گور سہاے کی تاریخ ۱۲

اُسکی تحقیقات کے درپے ہوے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ماما کا لڑکا ہے تحسین علیخان
جو آصف الدولہ کا بڑا معتمد خواجہ سرا تھا اُسنے یہ افسانہ سُنایا کہ وزیر علی کی مان
کا خاوند موجود ہے وہ نواب کے ہان ماما تھی اور خاوند کے پاس وہ آتی جاتی تھی
جب وزیر علی اُسکے ہان پیدا ہوا تو اُسے پانسو روپے کو نواب نے مول لیا تھا۔
نواب کی عادت تھی وہ حاملہ عورتون کو مول لے لیتے تھے اور اُنکے ہان جب بچے
پیدا ہوتے تھے تو اُنکو اپنا بنا لیا کرتے تھے اور اُنکی پرورش بیٹون کی طرح کیا کرتے
تھے۔ یہی حال سب لڑکون کا ہے جو نواب کے بیٹے مشہور ہین۔ یہ تحقیق ہو گیا کہ
وزیر علی کی مان ایک امیر کے گھر مین ماما تھی تین لڑکے اُس کے تھے۔ اُسکے بڑے بیٹے کو
نواب آصف الدولہ نے مول لیا تھا اور اُسکا نام محمد امیر رکھا تھا دوسرا بیٹا اُسکا
اپنی ذلیل حالت مین نوکری چاکری کیا کرتا تھا۔ تیسرا بیٹا یہ وزیر علی تھا اس
وزیر علی کے سامنے کبھی آصف الدولہ کی بیوی نہ ہوئی یہان تک کہ نواب کے بلانے پر
بھی اُسکے بیاہ مین شریک نہ ہوئی اور اُس نے خاوند سے کہلا بھیجا کہ مین ایسے ذلیل
دیکھنے کے روبرو ہوکر اپنے خاندان کے نام و ناموس کو بٹا نہین لگاتی نواب
آصف الدولہ کے حقیقی دو بیٹے تھے جو صغر سنی مین مر چکے تھے اب کوئی بیٹا نہین تھا
گورنر جنرل نے تحسین علی خان سے پوچھا کہ کیا آصف الدولہ کو خیال یہ تھا کہ وزیر علی
کی مان سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ میرے نطفے سے ہے اسپر اُسنے کہا کہ نواب کو اُس
کی مان کے حاملہ ہونے کی بھی خبر نہین ہوئی جب لڑکا پیدا ہوا ہے تو اُسکا حاملہ ہونا
معلوم ہوا ہے۔ اب گورنر جنرل نے یہ سوچا کہ ایسا نہو کہ شہر مین خونریزی واقع
ہو اور بہت سے بے گناہ مارے جائین آخر کو کوٹھی بی بی پور مین قیام کیا اور سب

کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے آجتک ایسا اتفاق نہین ہوا کہ ایسی بدکرداری
اور حرامکاری کے معاملے مین وقت اور دشواری اُٹھانی پڑی ہو۔ ۲۰ دسمبر ۱۷۹۷ء
کو الماس علی خان جو تمام باتون کو نہایت غور و خوض سے دیکھتا تھا گورنر جنرل
کے پاس گیا اور کئی روز تک اُنسے صلاح اور مشورے کرتا رہا اور کہنے لگا کہ
وزیر علی نطفۂ ناتحقیق ہے اور وہ نہایت مسرف اور عیاش ہے بیگم کی مرضی ہے
کہ وہ معزول ہوا ور شجاع الدولہ کے بیٹون مین سے کوئی جانشین ہو آصف الدولہ
کے سارے بیٹے جو مشہور ہین نطفۂ ناتحقیق ہین غرض یہی بات گورنر جنرل کے سامنے
کئی دفعہ اور کمانڈر انچیف کے سامنے ایک دفعہ بیان ہوئی۔ بہو بیگم والدہ نواب
آصف الدولہ اور الماس علی خان دونون مرزا جنگلی کو جو سعادت علیخان سے
چھوٹا بھائی تھا نواب بنانا چاہتے تھے اور گورنر جنرل سے درخواست کرتے تھے
کہ اگر آپ اس پر راضی ہو جائین تو اس کا عوضانہ بہت کچھ نذر کیا جائے گا۔
وزیر علی کی بدچلنی اور مسرفی اور زشت افعالی کی شکایتین نہایت حکمت اور
سلیقے سے اس طرح گورنر جنرل کے سامنے پیش ہوتی تھین کہ جس سے اُن کا دل
وزیر علی سے پھر جائے۔ لوگون نے کہا کہ نواب ایسا مسرف ہے کہ سارے ملک کی آمدنی
اپنے گلچھرّ دن مین اُڑا دے گا سرکار کمپنی کا روپیہ کہان سے ادا کرے گا مزاج اُس کا
اکھڑ اور ہٹیلا ہے کہ وہ کسی بات کو سمجھانے سے سمجھتا نہین اسلیے وہ غالباً انگریزون
کا محکوم نہین رہے گا بلکہ اُنسے نفرت کرنے لگے گا اور جہان تک اس سے ہوسکے گا
وہ اُسکے جوے کے نیچے سے نکلنا چاہے گا جب یہ باتین سرجان شور کے گوش گذار
ہوئین تو اُن کا دل بھی وزیر علی کے نطفۂ ناتحقیق ہونے پر یقین کرنے لگا۔ اور

گورنر جنرل کی ہے وہ عمل مین آئے گا پھر بیہوش ہو گیا جب ہوش بجا ہوے تو رویا
اشرف علی خان نے پہونچکر کہا کہ اس رونے سے کیا فائدہ تمنے خود تیشہ اپنے پانؤن
مین مارا ہے وزیر علی خان نے کہا کہ جو کچھ کیا ہے تمنے کیا ہے باوجود اطلاع کے
کس لیے مجکو آگاہ نہ کیا جواب دیا کہ مین نے وہ کام کیا ہے کہ تمکو اور اپنے آپ کو
بلا سے محفوظ رکھا ہے شام کے وقت گورنر جنرل نے وزیر علی خان کو اپنے پاس
طلب کیا اور اُنکی ملاطفت آمیز بات چیت سے اُسکے زخم پر کچھ مرہم کاری ہوئی
گورنر جنرل نے اُسکو وہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ اس مین ہمارا کچھ قصور نہین جب تم
ریاست کے وارث نہ ٹھہرے تو ہم پر واجب ہے کہ حق حقدار کو دلایا جائے اور
مصلحت وقت جانکر اُسکو رخصت کیا مرزا وہان سے پریشان و بدحواس ہوکر
آصف الدولہ کی ماں کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اور کسی سے کچھ گلہ نہین مگر آپ سے
ہے کہ آپ نے مجھے آصف الدولہ کا غلام جانا اگر حقیقت مین اُن کا بیٹا نہین ہون
تو فرمائیے کہ اتنی آپکی اطاعت کون کرے گا بیگم صاحبہ آصف الدولہ کا نام سُن کر
رونے لگین اور اپنی مہر اُنگلی سے اُتار کر دیدی کہ اگر میری مہر سے تمھارا کام نکلے
تو بہت بہتر ہے لیکن یہ تدبیر اب بے فائدہ ہے۔

اُس وقت عرضی خانہ زاد خان منتظم سرکار مرزا سلیمان شکوہ کی کہ بعد عزل
وزیر علی کے اخراج اُس کا اسی گناہ کی وجہ سے ظہور مین آیا تھا اس مضمون کی
پہونچی کہ جس طرح ہوسکے جناب اپنے آپ کو گھوڑے پر سوار کرکے ذریلے گومتی تک
پہونچا دین ہاتھی مین لاتا ہون اور وہان سے ہاتھی پر سوار کرکے ابراہیم بیگ داروغہ
توپخانہ کے پاس پہونچا دون گا اور شہر سے باہر نکل کر لشکر جمع کرکے انگریزون سے لڑینگے

ارکان دولت کو بلایا اور صبح سے شام تک سب کے سب گویا قید سے رہے بہت سی
باتون کے بعد سب نے اپنی اپنی مہرین کردین کہ وزیر علی خان آصف الدولہ کا بیٹا
نہین ہے اب سرجان شور نے دل مین یہ کہا کہ جس شخص کو مین نے نواب اودھ مان لیا
تھا اور سواے سعادت علی خان کے اور سب اُمراے عالی تبار نے اُس کا اقرار کر لیا
تھا اب ثابت ہوا کہ وہ آصف الدولہ کا بیٹا نہین تو چاہیئے کہ وہ تخت سے معزول
کیا جائے گو گورنر جنرل کے خیال مین یہ ایک دفعہ آیا کہ وزیر علی خان کی صغر سنی
مین سارے مُلک کے انتظام کی عنان اپنے ہاتھ مین لے لیجیے مگر بہت سے اعتراضات
اسپر ہوتے تھے اسلیے اس خیال سے ہاتھ اُٹھایا گو سرجان کی فہم نے کئی بار پلٹے
کھائے مگر اُسکی تمام تحریرات اس معاملے مین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
نیک ذات سادہ مزاج کی نظر حق رسانی اور انصاف پر تھی وہ اپنی موٹی سمجھ سے
مجبور تھا اُسنے ایک سلطنت کا فیصلہ ایک شہادت سقیم پر کر دیا کہ جسپر انگریزی قانون
مُلک انگلستان مین چند پونڈ کا فیصلہ نکرتا۔ گورنر جنرل نے منشی غلام قادر خان لسّی
میر منشی مسٹر لمسڈن رزیڈنٹ کی معرفت وزیر علی خان کو کہلا بھیجا کہ شرع محمدی
کے موافق قرار پایا ہے کہ آپکو دولت آصفیہ مین شرعًا اور عرفًا کسی طرح شرکت اور
مداخلت نہین اور اہل استحقاق یعنی نواب شجاع الدولہ کی اولاد اس منصب
سے محروم ہے اسلیے اُن مین سے ایک شخص مسند آرا ہوگا اور آپکے واسطے عمدہ عمدہ
کھانے اور پہننے کے کپڑے اور سامان امارت مہیا رہے گا اور نواب سعادت علیخان
مسند نشینی کے لیے روانہ ہو چکے ہین لیکن آپکو اپنے دل مین کوئی ملال نکرنا چاہیئے
کیونکہ جملہ اسباب حشمت آپکو حاصل رہے گا وزیر علی خان نے جواب دیا کہ جو کچھ مرضی

کی اجازت والدۂ آصف الدولہ سے چاہی مگر اُنھون نے جواب ندیا اور رات
اسی سوال وجواب مین گذری صبح کو آفرین علی خان اور اشرف علی خان
گورنر جنرل کے حکم سے وزیر علیخان کے پاس رہے۔

تاریخ اسیری ۵

حرکاتیکہ از وزیر علی	گشت صادر زبس غریب وعجیب
دل خلقے ازو بشور آمد	شور صاحب رسید بالتقریب
کرد اسیرش بغرۂ شعبان	زود پیش رفت کس زنصیب
سال وتاریخ حبس مے جستم	گفت ہاتف عیان زلفظ غریب

راے تلسی رام نے وہ اشتہار جو نواب سعادت علی خان کے استحقاق ریاست
اور وزیر علی خان کی معزولی کی نسبت خان علامہ کا لکھا ہوا تھا گورنر سے لے کر
جاری کیا اور نئی حکومت کا اعلان کیا۔

عبارت اشتہار درباب معزولی وزیر علی خان

درین والا اظہار ثقات واقرار جمع کثیر وبیگم صاحبہ معظمہ این بہ ثبوت پیوست
کہ نواب وزیر علی خان را اصلاً ومطلقاً حقے در جانشینی جناب عالی مرحوم نیست چون طالبان
این سرکار بطریقۂ وفاداری موصوف ودر درجۂ خدمتگذاری وحق پرستی معروف اند
یقین کہ باستماع این معنی کہ حفاظت ناموس شجاع الدولہ بہادر وغمخواری فوج و
رعیت بدست فرزند حقیقی ایشان تعلق یابد ومال ودولت وناموس قبائل نواب
برہان الملک ونواب صفدرجنگ ونواب شجاع الدولہ از دست تسلط شخص اجنبی

عرضی پڑھکر کہا کہ ملاح اُس وقت کشتی لایا کہ غرق بانی کی تہ مین پہونچ گیا ایک مخبر
نے یہ خبر گورنر جنرل کو پہونچا دی اُنھون نے وزیر علی خان کو پھر طلب کیا
وزیر علی خان نے نقارہ دیدان کو چوب زنی سے ممانعت کی اور سوار ہوا عبدالرحمٰن خان
قندھاری نے روکا کہ یہ وقت دگرگون ہے جانا مناسب نہین اب دغا پاؤگے
لیکن جو اُس کے خاص رفیق تھے جیسے نواب قاسم علی خان وغیرہ اور نواب
اشرف علی خان جو اُس کا سُسر تھا اُنھون نے مرزا کا جانا ہی چاہا اُنھون نے
اُس کو فہمایش کی کہ جو کام درست ہے غیر حاضری کی صورت مین وہ بھی خراب
ہو جائے گا آپ تشریف لے جائیے رسالدار نے دوبارہ عرض کیا کہ مین حق نمک
ادا کر چکا اور خالص پور کی جانب روانہ ہوا لیکن اُن لوگون نے فریب دم دیکر
اُسے کوٹھی مین پہونچایا اور اس بات پر گورنر جنرل سے نیاک نامی کی چٹھیان پائین
غرضکہ جب وزیر علی کوٹھی کے کمرے مین داخل ہوا تو چیف سکرٹری نے کہا کہ
اب آپ یہین قیام فرمائین اور پہرے تلنگون اور گورون کے کھڑے ہو گئے اور
اُسکو حراست مین لے لیا سواری کا جلوس ہٹا دیا گیا۔ اور لشکر مین فتنہ برپا
ہو گیا انگریزی فوج نے شہر اور لشکر کو صبح تک چارون طرف سے گھیرے رکھا
جب وزیر علی کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو ابراہیم بیگ مسطور نے کہا کہ وزیر علیخان
کو اشرف علی خان نے اس روز بد کو پہونچایا ورنہ ہم سب اُسکے ساتھ جان نثاری
کرتے اگر کوئی شجاع الدولہ کی اولاد مین سے ارادہ کرے گا تو مین قصور نکرونگا۔
رفتہ رفتہ یہ خبر مرزا جنگلی برادر علاتی سعادت علیخان کو پہونچی اور ابراہیم بیگ
کا قول اُن کے خاطر نشین ہوا قصد محاربہ کے لیے کمر باندھی اور صف آرائی و مسند نشینی

لاکھون روپون کا مال ضائع ہوا اور لاکھون روپون کا مال و اسباب وزیر علی خان کے ساتھ گیا اور لاکھون روپون کے تحائف گورنر جنرل اور سرکار کمپنی کے تواضع ہوے اُن تحائف مین ایک شاہ نامہ اور ایک شاہجہان نامہ مطلا و مذہب تھے یہ کتابین اعلیٰ درجے کے خوشنویسون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین یہ دونون کتابین لندن کے کتب خانے مین رکھنے کو بھیجی گئین باوجود اس قدر سامان نکل جانے کے اس قدر سامان اب بھی لکھنؤ مین باقی تھا کہ جس کو دیکھ کر چشم حقیقت بین دنگ ہوتی تھی شالون سے کوٹھے بھرے پڑے تھے۔ جواہرات سے جواہر خانہ معمور تھا وزیر علیخان کی حکومت لکھنؤ مین چار مہینہ اور کئی روز رہی جشن بسنت کی تیاری لاکھون روپے کے صرف سے ہو رہی تھی مگر اس بسنت کی خبر نہ تھی تقدیر نے یہ روز بد دکھایا مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ وزیر علی خان کی معزولی کا صدمہ لوگون پر بہت گذرا شعرا نے اُس کی معزولی کی تاریخین موزون کین تو اُن مین اُن آدمیون کی بہت مذمت کی جو اُسکی معزولی کے بانی مبانی تھے۔

تاریخ

از سر نام ہفت کور نمک	سال تاریخ شد عیان بے شک
اول آن قاتل حسن الماس[1]	سر گروہِ ہمہ حرام نمک
باز تحسین[2] کہ با دنفرینش	از سماوات ہم ز جن و ملک

[1] الماس علی خان ا۔ا

[2] تحسین علی خان ت ۔ ۴۰۰

محفوظ باشد ہمہ نوکران وفادار و ملازمان از قدیم نمکخوار خوش حال خواہند شد بنا بران ریاست برلے نواب والا قدر سعادت علی خان بہادر کہ باستحقاق مالک این ملک واز روے حقیقت ریاست بہتر از ہمہ اند مقرر شدہ بقلم مے آید کہ ہر کس کہ از ملازمان جنابعالی مرحوم باطاعت و فرمانبرداری نوابصاحب ممدوح خواہد کوشید۔ بدستور ملازم سرکار و بقدر مراتبہ و درجۂ خود مورد تفضل خاوند خود خواہد شد و ہر کہ طریقۂ نمک حلالی گذاشتہ راہ تردد و سرکشی اختیار خواہد ساخت از چاکری برطرف واز ملک جنابعالی مرحوم اخراج خواہد گردید این چند سطر بنابر اطلاع بقلم آمدہ تا آیندہ مقام عذر عدم اطلاع برلے کسے باقی نباشد۔ تحریر سوم شعبان سنہ ہزار و دو صد و دوازدہ ہجری۔

بعد اسکے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ دو سو بہلیان اور دو سو اونٹ اور رتھ اور ہاتھی اور چھکڑے آٹھ روز تک جس قدر اسباب اور سامان شوکت اور نقد و جنس و جواہرات و پشمینہ و اصطبل و فیل خانہ وغیرہ نقارہ و ماہی مراتب سمیت ضروریات امارت و سواری و جلوس و حشمت مرزا وزیر علی خان کو ضرورت ہو اس کے قیام گاہ تک پہونچائین اور ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار وزیر علی خان کے مصارف کے لیے معرفت صاحب رزیڈنٹ مقرر فرمایا اور شہر بنارس مین مادھو داس کا باغ اُسکے قیام کے لیے تجویز ہوا چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین مگر اس دار و گیر مین لاکھون روپون کا مال لوگون کے تصرف مین آیا اور لاکھون روپون کا جواہرات تلف ہوا اس تغلب و تصرف مین بہت سے آدمی صاحب دولت و تجارت ہو گئے۔ نواب آصف الدولہ کے کارخانے اس قدر تھے کہ اُن کا حساب و شمار مشکل تھا

آن مروک بے حیا تفضل | الماس کہ بود تخم مروان
گروند اسیر امیر خودرا | باکرود غاوکید شیطان
تاریخ اسیریش خرد گفت | لعنت بر ہمہ نمک حرامان

ایضاً در ہندی

بی بی بیگم حسن رضا خان اور الماس زنانہ | ٹکیٹ وتحسین اور تفضل اشرف خسرو دیوانہ
بیجا کیا وزیر علی کو جو وہ ہے مردانہ | سرے حرفان سات اودھن ہے تاریخ شہانہ

ایضاً

سات حرفون نے کیا خانہ خراب | تین تے اور دو الف اک حے و بے

تین تے سے مراد علامہ تفضل حسین خان کشمیری وتحسین علی خان خواجہ سرا اور راجہ ٹکیٹ رائے اور دو الف سے مطلب الماس علی خان خواجہ سرا و اشرف علیخان خسرو وزیر علی خان اور ایک حے سے مقصود حسن رضا خان سرفراز الدولہ اور ایک بے سے مراد بہو بیگم مادر آصف الدولہ ہین۔

وزیر علیخان کا بنارس مین انگریزون کو مار ڈالنا اور فرار ہوکر جابجا مارا مارا پھرنا۔ آخر ش مہاراجہ جیپور کی معرفت اُس کا پکڑا جانا۔ اور کلکتے کے قلعہ مین بحالت قید انتقال کرنا

سرجان شور نے وزیر علی خان نواب معزول اودھ کی سکونت کے واسطے

فتنہ پرداز ملحدِ کشمیر	کہ شیاطین پدرش اوطفلک
آن خر دو دشمن وجسیم ولحیم	جہل بسیار دانش اندک
ناقص العقل زنکہ نادان	دست بردار شد ازان کودک
راجہ ہم داخل لئیمان شد	کرد پاس نمک زخاطر حک
دادن دختر و دغا دادن	شرف خود شناخت آن مردک
مُہر کردند بہر عزل وزیر	خود سیہ روشدند زیر فلک

دیگر

اول بر نائب پشیمان	دویم بر آنکہ گشت دیوان
سُوم الماس پور خناس	لعنت بر دے زحد فراوان
بیگم خرد و بزرگ ہر دو	دیگر مردک شرف علی خان
تحسین کہ بر و ہزار نفرین	از وحش و طیور و جن و انسان
پیدا شدہ این یزید ثانی	یعنی مرزا حسن رضا خان
کردند اسیر امیر خود را	از مکر و فریب و کید شیطان
تاریخ اسیریش بر آمد	لعنت بر ہمہ نمک حرامان

دیگر

تحسین و ٹکیت رائے دیوان	ہم جعفر و ہم حسن رضا خان

۵۱ تفضل حسین خان ۔ ت ۔ ۴۰۰	۵۲ حسن رضا خان ۔ ح ۔ ۸
۵۳ بہو بیگم والدہ آصف الدولہ ۔ ب ۔ ۲	۵۴ ٹکیٹ رائے ۔ ٹ ۔ ۴۰۰
۵۵ اشرف علی خان ۔ آ ۔ ۱	(سب کا مجموعہ ۱۲۱۲ ہے)

کے پاس بھیجدیا معلوم نہین اُن دو چار مفلوک مغلون نے جو مرثیہ خوانی اور حدیث
پڑھنے کے لیے روٹیون پر پڑے رہتے تھے کیا اُس سے لکھوا کر بھیجا۔ غرض قرائن سے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ارادہ تھا کہ جب سپاہ انگریزی فاصلۂ بعید پر زمان شاہ
سے لڑنے جائے تو وہ یہان ہنگامۂ فتنہ پردازی برپا کرے اور سب لوگ اُس
کے شریک ہونگے۔ بدمعاش مصاحبون نے اُس کو یہ سمجھایا کہ آپ ایسے شاہزادے
ہین کہ جس کو چاہیے مار ڈالیے کوئی آپ سے بازپرس نہین کرسکتا اور آپ پر
کوئی ہاتھ نہین ڈال سکتا اس سبب سے اُسنے کئی دفعہ شورش برپا کی اس ارمان
کا کسی طرح پردہ کھُل گیا مسٹر چیری جو بنارس کا رزیڈنٹ تھا وزیر علی خان کی نیت
سے آگاہ ہوگیا اور یہ خبرین گورنر جنرل تک پہونچین غرض ان وجوہات سے نواب
سعادت علی خان نے بھی درخواست کی کہ وہ بنارس سے کہین اور بھیجدیا جائے
لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے بھی اس کو مصلحت سمجھا اور چیری صاحب رزیڈنٹ بنارس
کو لکھا کہ وہ وزیر علی خان کو سمجھائے کہ وہ کلکتے کے قرب وجوار مین سکونت اختیار کرے
اُس کا اعزاز و اکرام بدستور باقی رہے گا سوائے تغیر مسکن کے کوئی اور تبدل
اُسکی حالت مین نہوگا۔ صاحب موصوف ہمیشہ سے وزیرعلی کا بدخواہ تھا اُسنے یہ حکم
گورنر جنرل کا اُس کو سُنا دیا جسکے سبب سے وہ چیری صاحب کا دل سے دشمن ہوگیا
وزیر علی کو یہ حکم ناگوار ہوا۔ مصاحبون نے سمجھایا کہ آپ کلکتے تشریف لے نہین گئے
کہ قبر مین گئے حکم کی منسوخی کے واسطے بہت ہاتھ پیر پٹکے جب کچھ نہوا اور بالکل مایوسی
ہوئی تو اُسنے اپنی روانگی کے متعلق ہان ہون کرکے سپاہ کی بھرتی شروع کی
بندیلکھنڈ اور ملک بہار اور بنگالے کے بعض راجے بھی اس بات پر مستعد ہوے اور

ایک نامناسب مقام بنارس تجویز کیا تھا چنانچہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بنارس
مین جا کر مقیم ہوا اُسکے ساتھ چالیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور تلنگون کی دو کمپنیان
اور نجیبون کے کئی تمن تھے اور تمام سامان امارت کا موجود تھا کمال عیش و عشرت
مین بسر ہوتی تھی اکثر غلام بچون اور رفیقون کی شادیون مین لاکھون روپے
صرف کیے عوام الناس مین اسکی ہمت و جودت نے بڑی شہرت پائی۔ گو سرجان شور
کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ اُس سے ناراض ہین مگر اس کے خلاف
جہان جہان اُسکی معزولی کی خبر پہونچی وہان کی رعایا اور اہل پیشہ کو تاسف ہوا
اور بعض نے خطوط اخلاص آمیز لکھے اور بعض بےفکرے جو اپنے تئین ارسطو
اور افلاطون سمجھتے تھے اُسکے مُشیر و مصاحب بنے لکھنؤ کی مخلوق اُن لوگون کی
ہجو کرتی تھی جنھون نے محضر پر دستخط کیے تھے اور اشرف علی خان اور تفضل حسین خان
کے حق مین وہ نئے نئے ٹپے اور ٹھمریان موزون ہوئین کہ زبان قلم پر اُن کا آنا
باعث حجاب ہے اور وزیر علی خان کے ثنا خوان تھے۔ وزیر علی خان کے نادان مصاحبون
نے اُس ناسمجھ کے ذہن مین یہ بٹھانا شروع کیا کہ حضور جتنے سردار اور امیر نزدیک و دور
کے ہین آپکی معزولی پر رات دن روتے ہین۔ اب وزیر علی کے رفیقون نے کاغذ
کے گھوڑے دوڑانا شروع کیے اطراف و نواح کے زمینداروں اور مقتدر آدمیون
کے ساتھ نامہ و پیام جاری کیے بہت سے زمیندار ایسے تھے کہ وہ وزیر علی کے
زر و جواہر کی تاک مین کمین گاہ لگائے ہوے تھے وہ اُسکے پاس آکر نوکر ہو گئے
بعض زمیندار جو نواب سعادت علی خان کے خراج کی زیادہ ستانی سے عاجز تھے
وہ بھی اُس کے پاس آ پہونچے۔ بالا بالا ایک وکیل کو نوکر رکھ کر زمان شاہ والی کابل

چلتے ہوے اِس مقابلے مین اتنا عرصہ گذر گیا کہ اس سے تمام انگریزون کو خبر ہوگئی
وزیر علی نے اپنے مکان پر پہونچکر لوگون کو اشرفیان اور روپے تقسیم کیے اور عجلت
کے ساتھ آدمی جمع کیے اور مرزا جوان بخت کی بیگم کے پاس جاکر توپ طلب کی مگر
اُس نے توپ نہ دی یہان سے لوٹ کر مرزا اُجماّ نبیرۂ جوان بخت کے پاس گیا اور
اُن سے شرکت چاہی یہ کم سن ناتجربہ کارِ محض تھے سلاح جنگی تن پر آراستہ کیے
اور ہاتھی پر سوار ہوے اور وزیر علی نے خواصی مین جگہ پائی دو تین ہزار آدمی
قدیم و جدید اس دو چار گھڑی مین جمع ہو گئے کہ دفعتہً انگریزی ترک سوار اور
تلنگے اور توپین آگئین اور اِس فوج نے قریب شہر پہونچکر صف آرائی کی پہلے
فوجی افسر نے پیام دیا کہ اگر وزیر علی ہمارے پاس آجائے تو ہم اُسکے ساتھ کوئی بدی
نکرینگے مگر وہان تقدیر اور رنگ پر تھی مقابلے کو قدم بڑھایا انگریزی افسر نے
چار گولے توپ کے بادھوائی سر کیے کہ اُسکی آواز سے شہر کے تماشائی اور فوج جدید
نے راہ فرار لی فقط وزیر علی خان چند آدمیون کے ساتھ میدان کارزار مین رہ گیا
اور اُس نے بہت چاہا کہ ہاتھی سے اُتر کر ہاتھ تلوار پر ڈالے مگر لوگون نے سمجھایا
کہ یہ جُراَت بے فائدہ ہے۔ وزیر علی خان نے میدان سے پھر کر جس قدر جواہرا ور
اشرفیان مکان پر تھین کچھ اپنی کمر مین رکھین اور کچھ ہمراہیون کی کمر مین بندھوا کر
دو سو سوار ہمراہ لے کر شہر سے نکلا اور باقی مال واسباب شہر کے بدمعاشون نے
لوٹ لیا اور سوار جو ہمراہ تھے وہ بھی زر و جواہر کی طمع مین گھوڑون سے اُتر کر
پیادہ پا اپنے اپنے مکانون کو راہی ہوے جن مین سے بعض کو کوتوال شہر بنارس نے
گرفتار کیا اور بعض نے مال بخوبی ہضم کیا اور بعض نے مال کے پیچھے جان بھی دی

ایک دن اور ایک مہینہ خاص مقرر ہوا کہ بنارس کے انگریزون کا وزیر علی کام تمام کرے اور اُسی دن ہر ایک ضلع مین ہر ایک آدمی اپنا حوصلہ باقی نہ رکھے جوہر شمشیر دکھائے اور فوج انگریزی کو شربت فنا پلائے لیکن دنیا کا کارخانہ مشیت الٰہی پر وابستہ ہے وہ دن جو وعدے کا قرار پایا تھا اُس سے پیشتر یہان ایک نیا رنگ فلک نیرنگ ساز نے جمایا کہ ۱۴ جنوری ۱۷۹۹ء کو صبح کے وقت وزیر علی خان رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جو شہر بنارس سے تین میل تھی گیا دوستانہ موافق دستور کے ملاقات ہوئی - چار پی گئی - پھر اُس نے شکایت کا دفتر کھولا باتین کرتا جاتا تھا اور مزاج اُس کا بگڑتا جاتا تھا اور غصے پر غصہ چلا آتا تھا جب وہ بہت گرم اور گستاخ ہوا تو چیری صاحب نے نہایت نرمی سے اِس اپنے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھپر کیون عتاب فرماتے ہین یہ لارڈ صاحب کا حکم ہے مجھے اُس کی تعمیل واجب ہے یہ سُن کر یہ ظالم اُن پر لپکا اور ایک تلوار لگائی یہ دیکھتے ہی اور نوکر جو اِس اشارے پر لگے ہوے تھے تلوارین لیکر اُس مظلوم پر ٹوٹ پڑے اور ان قصائیون نے اُسکا قیمہ قیمہ کر دیا - کپتان کانوی صاحب اور گریہم اُسکے گھر مین تھے ان کا بھی یہی حال کیا وزیر علی کے ساتھ جو پچاس آدمی تھے اُنھون نے چیری صاحب کے بنگلے کو آگ دیدی اور تمام مال واسباب لوٹ لیا اور دو چار انگریزون کو اُن کی کوٹھیون پر جا کر مارا جب ڈیورس صاحب جج کی کوٹھی پر پہونچے تو یہ کوٹھی دو منزلی تھی وہ کوٹھی کی چھت پر چڑھ گئے اور زینے کا دروازہ بند کر لیا اور بلّم ہاتھ مین لے لیا کئی دفعہ بدمعاشون نے حملہ کیا مگر بلّم نے اپنا کام کیا اور سرکشون کو ناکام رکھا اسلیے سرکش کوٹھی کو لوٹ لاٹ کر

جو رلے پور مین رہتا تھا پہونچا مگر یہان پناہ نپائی بیقرار ہو کر پہاڑ کی طرف بھاگا
بھڑائچ کی طرف چلا گیا اور گھاگرہ کو عبور کرکے راجہ بھوٹ وال کے ہان پناہ لی
یہ راجہ نیپال کے راجہ کا باجگذار تھا نواب سعادت علی خان نے رسالہ قندھاری
کو بھیجا اور دوسرے سردار بھی بھیجے تاکہ وزیر علی خان کا محاصرہ کرلین اور
پکڑ لائین وزیر علی نے قلعہ سے نکل کر مردانہ جنگ کی انگریزون نے اسکی شکایت
راجہ نیپال سے کی ادھر نواب سعادت علی خان نے راجہ بھوٹ وال کو اپنی طرف
سے لکھا[له] تو راجہ بھوٹ وال بھی وزیر علی خان سے مخالف ہوگیا اسلیے وہ رات
مین وہان سے بھاگ گیا اب اس فرعون بے سامان کے پاس سامان بہت سا
جمع ہوگیا تھا وہ گورکھپور مین آیا یہان سرکار کمپنی کی سپاہ سے خفیف سا مقابلہ
ہوا اور اس مین اُس کا نقصان ہوا۔ اب اُسکی بے زری کی وجہ سے ساتھی
جدا ہونے لگے اگر نواب سعادت علیخان کی سپاہ اُس سے ملی ہوئی نہوتی تو ضرور
پکڑا جاتا مگر وہ بھاگ کر نانک مته کی راہ جنگل مین آیا اور یہان قدرے آرام لیا
اور کھا پی کر وہان سے کرٹے کرٹے کوچ کرکے بھینس کھتہ کی راہ گنگا کو عبور کرکے
اور ملاح کو پانچ اشرفیان دے کر فتحپور سیکری مین داخل ہوا اور وہان
سلیم چشتی کی زیارت کرکے رات وہان بسر کی بعض زمیندار پہلے اتفاق کرتے
تھے اور پھر کنارہ کرتے تھے۔ کلب علی نے جو سابق مین سرکار کمپنی کا نوکر تھا اور
بادل خان نے ساتھ دیا اور جنگلون مین ہمراہ رہے لیکن ہر جگہ فوج انگریزی اور
فوج نواب سعادت علی خان سائے کی طرح اُس کے پیچھے پہونچتی تھی اور وزیر علی

[له] دیکھو جام جہان نما ۱۲

وزیر علی خان کے مکان کی ضبطی کے وقت اکثر متوسلان سرکار انگریزی کے خطوط فساد انگریزی کی تحریک کے لیے ہاتھ آئے اُن مین سے شمس الدولہ برادر ناظم ڈھاکہ کا بھی ایک خط ملا اور ایک خط ناصر الدولہ کا ملا جو بنو بیگم دختر علی قلی خان والہ داغستانی کے بطن سے میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خان عماد الملک کا بیٹا تھا اور بندیلکھنڈ مین اپنے باپ کی جگہ ریاست باونی پر قابض تھا جو عماد الملک کو علی بہادر ولد شمشیر بہادر نے دی تھی اور اُس مین باون موضع شامل تھے اسلیے باونی کے نام سے مشہور ہوئی اور کالپی سے مشرق سمت بارہ میل کے فاصلے پر جمنا کے نزدیک واقع ہے۔ بشن سنگھ نام ایک مسلمان رنڈی سے بالاجی راؤ پیشوا کا بھائی تھا بھاؤ نے اُس کو ایک سفر مین اس خوف سے کہ مبادا کوئی ہندو اُسکے برتن کا پانی پی کر ایمان سے جائے مسلمان کر کے شمشیر بہادر نام رکھدیا تھا۔ عماد السعادت مین اسی طرح لکھا ہے اور مفتاح التواریخ مین کہا ہے کہ علی بہادر کو باپ نے مسلمان کر دیا تھا اور بندیلکھنڈ کا ملک اُسکے حوالے کیا تھا اُسکی وفات کے بعد شمشیر بہادر بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہوا جسکے انگریزون نے چار لاکھ روپے سال پنشن کے مقرر کر دیے اور وہ باندے مین ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۳ع ہجری مین فوت ہوا ناصر الدولہ نے یہ خط شمس الدولہ کی دوستی کی وجہ سے لکھا تھا آخر کار روبکاری کے بعد بہت سے آدمیون کا اخراج ہوا اور بہتون کو پھانسی دی گئی اور بہتون نے مخلصی پائی اور اکثر دائم الحبس ہوے اور تشہیر کیے گئے شمس الدولہ نے بھی بڑی بھاری روبکاری کے بعد نجات پائی۔ جس وقت وزیر علی خان نے دریاے گنگا کو عبور کیا تو صرف دس بیس سوار ہمراہ تھے اور راجہ بنارس کے پاس

پناہ گیر یعنی وزیر علی قاتل اور مجرم علت قتل تھا ہم کچھ استحقاق اُسکے طلب کرنیکا نہین رکھتے تھے
تحفۂ راجستان مین لکھا ہے کہ راجہ جگت سنگھ نے سرکار انگریزی کے ساتھ عہد نامہ قبول کیا جسکی وجہ سے نواب
وزیر علی کو انگریزونکے حوالے کر کے بہت بدنامی اُٹھائی اسپر بھی انگریزی سرکار نے لڑائیون مین مصروف رہنے
کے سبب جیپور کو اُسکی قسمت پر چھوڑ دیا اور اُسکو مرہٹہ اور پنڈارون نے بہت تباہ کیا ریاست نے
انگریزی سرکار کو مطلب کا پابند خیال کر کے ۱۸۰۳ء کے عام عہدنامے سے انکار کیا وزیر علی کلکتے کے قلعہ
مین ایک تنگ کوٹھری مین قید رہا مگر پلنگ اُسکو ملتا تھا ساتھیون مین سے بعض کو بنارس مین پھانسی
ملی بعض قید ہو کر جلاوطن ہوے وزیر علی کو کھانا ہندوستانی باورچیونکے ہاتھ کا پکایا ہوا دیا جاتا تھا
آخر کار بیمار ہو گیا یونانی حکیمون اور انگریزی ڈاکٹرونکا معالجہ سودمند نہوا اُسی قید مین ۳۶ سال کی عمر مین
جون ۱۸۱۷ء مطابق شعبان ۱۲۳۲ ہجری مین ۱۷ سال ۳ ماہ ۱۴ دن قید رہکر انتقال کیا جنازے کے ساتھ لکھنؤ کے
سب چھوٹے بڑے آدمی تھے چند مدت تک قبر پر گار رہا پھر چھوٹا سا مقبرہ بنوا دیا جو کاشی باغان مین
ٹیپو سلطان کے کسی بیٹے کی قبر کے پاس ہے اُسکی لوح قبر پر یہ اشعار کندہ ہین ۔ ؎

وزیر عہد و وزیر علی آصف جاہ	چو سوے خلد برین رفت زین سرائے غرور
ز دیدم غوطہ بدریاے فکرتا آریم	بدست گوہر تاریخ مہر آن مغفور
بگوشم آمدہ ناگہ بشور و شیون و شین	نوائے وائے دریغا ز جن و انس و طیور

وزیر علیخان گو طفل مزاج تھا مگر شجاعت و ہمت مین جوان بے نظیر تھا بھاگتے وقت اکثر جگہ ہزارون سوارون
کے غول مین سے تن تنہا بزور شمشیر مقابلہ کرتا ہوا نکلگیا اور جسوقت دریلے گھاگرہ پر پہونچا تو فوج انگریزی
بھی صورت موج قدم بقدم جا پہونچی مگر اُسنے کمال جلادت اور جرأت کے ساتھ گھوڑیکا کمربند کاٹ کر پانی مین
ڈالدیا اور پار اُترا پہاڑ او جنگلون مین اکیلا اُترا اور تیور و نیر پل نہین آیا ایکدن قیدخانہ کلکتہ مین پلنگ پر
لیٹا ہوا تھا کہ اُسکے گلے کی مالا کا ڈورا ٹوٹ گیا اور دانے زمین پر بکھر گئے وزیر علی نے ایک دانہ اُٹھا کر جسطرح

سیماب کی طرح کسی جگہ ٹھہر نہ سکتا تھا اور کمال دلاوری کے ساتھ ہر جگہ لڑتا بھڑتا چلا جاتا تھا۔ آخر میوات مین پہونچا مگر میواتیون سے کچھ بن نہ آئی وہان سے جیپور چلا گیا راجہ جگت سنگھ والی جیپور نے استقبال کیا اور اُس کو اپنا مہمان کیا دستار بدلی اور راجہ کی مان نے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا بنایا۔ کپتان کولنس رزیڈنٹ مہاراجہ سیندھیا نے راجہ جیپور کو لکھا کہ تم وزیر علی کو ہمارے حوالے کردو تو ہم تمکو بہت سے روپے دینگے۔ راجپوتون کا اگرچہ یہ دھرم ہے کہ جو شخص اُن کی پناہ مین آئے خواہ وہ قاتل ہی کیون نہو اُسکو کبھی دُشمن کے حوالے نہین کرتے مگر یہ وقت تو وہ انقلاب کا تھا کہ سارے دھرم کرم اپنی جگہ پر نہ تھے راجہ نے دیکھا کہ مزد بدنامی مین زر وجواہر ہاتھ لگتے ہین اسلیے اُسنے کچھ اس کا دھیان نہین کیا کہ ہمیشہ کو کلنک کا ٹیکہ لگے گا سرکار انگریزی سے روپیہ اور وزیر علی سے جواہر لے کر ۱۸۰۰ء مین اُس کو اس شرط کے ساتھ حوالے کردیا کہ وہ جان سے نہ مارا جائے نہ اُسکے پاؤن مین بیڑیان پڑین مہمان کی مہمانداری کا یہ حق ادا کردیا کہ اُس کی جان بچا دی انگریزون نے وزیر علی کو پالکی مین بٹھا کر دونون طرف قفل لگا دیے اور ڈاک کے ذریعہ سے کلکتے کو بھیجدیا ٹاڈ صاحب نے تاریخ راجستان مین لکھا ہے کہ ایک امر جس نے زیادہ تر بے اعتباری ہماری پیدا کی ہمارا چھین لینا وزیر علی کا پناہ جیپور سے تھا جس سے ایک داغ بدنامی کچواہہ کے نام کو لگا جب کوئی مجرم یا بدنصیب پناہ لیتا ہے تو راجپوتون کے نزدیک وہ فعل مذہبی تصور کیا جاتا ہے اس قاعدے کا انفساخ ہمنے جبراً جیپور سے کرایا گو وہ اُس زمانے مین ہمارا مطیع نہ تھا یہ کوئی عذر بیجا نہین ہو سکتا کہ

خزینۂ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوقِ حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جزرِ فطرت ہے

تاریخ اودھ

حصۂ چہارم

(جسمین)

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر و مناجان تک کے کل حالات نہایت شرح و بسط سے درج ہین ۔ نواب وزیر کی جزرسی ملک کی اس وجہ سے عدل و انتظام مین بے عنوانی ۔ گورنر کا نواب کو تخت سے محروم کرنے کی دھمکی دیکر بہت سا ملک اودھ کا کاٹ کر سرکاری عملداری مین داخل کرلینا ۔ آخر مین نواب وزیر کو زہر دیاجانا اور اُن کے مرنے پر غازی الدین حیدر کا مسند نشین ہوکر کچھ دنون بعد وزیر سے بادشاہ بن جانا اور بادشاہ دہلی سے منھ پھرانا ۔ اُن کے انتقال پر نصیر الدین حیدر کا مسند نشین ہوکر لہو و لعب مین مشغول ہونا اور خزانے پر جھاڑو پھیر دینا کمینہ عورتون اور رنڈیون کا اقتدار بڑھنا ۔ انکی ماماؤن کا اچھوتے اور اچھوتیان بنانا ۔ اور ہر امام کی ولادت اور چھٹی منانا ۔ نصیر الدین حیدر کے انتقال پر مناجان کا بادشاہ بیگم کی اعانت سے انگریزون کی خلاف مرضی تخت پر بیٹھنا اور سزا پانا نہایت پرحسرت واقعات ہین

مصنفہٗ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ اللہ القوی مصنف کتب متعددہ

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۱۹ء

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوئی

لڑکے گولی کھیلتے ہین اُسکو انگلیونکے زور کے ساتھ دیوار پر مارا اُسکی آواز سُنکر بہت خوش ہوا وہ کئی بیش قیمت دانے اسطرح مار مار کر توڑ ڈالے اُسوقت آبدار پانی پلانیکے واسطے حاضر تھا اُسنے یہ حال دیکھکر کہا کہ باقی دانے مجھے دیدیجئے اُن مرزانے وہ موتی جو کئی ہزار روپے کے تھے دیڈالے تذکرۂ حکومۃ المسلمین مین ہے کہ وزیر علیخان کے مرنے کے بعد انگریزون نے محمد علیخان وغیرہ ابناے وزیر علیخان کے واسطے چھ سو روپیہ درماہہ اس تفصیل کیساتھ تجویز کیا کہ تین سو محمد علیخان کے نام اور تین سو اُسکے چھوٹے بھائی اور زوجۂ وزیر علیخان کے واسطے مقرر کیا اور مونگیر مین رہنے کا حکم دیا لیکن اُسکی زوجہ مونگیر مین نرہی اور لکھنؤ مین آکر ابراہیم علیخان کے بیٹے مرزا بھولا کے ساتھ نکاح کر لیا بعض نے لکھا ہے کہ اُس عورت کیلیے چھ سو روپیہ ماہوار سرکار انگریزی سے مقرر ہوا۔ مرزا بھولا کے بعد یہ تنخواہ اُسکے فرزند و نبیر مقرر ہوئی اور وزیر علی کے بیٹے بھی جو خاص اُسکے نطفے سے تھے کچھ پاتے تھے اور اُس عورت کا زیور جو ایک صندوقچے مین تھا مرزا بھورا کے تصرف مین آیا۔

وزیر علیخان شعر بھی کہتا تھا ایک غزل اُسکی یہان لکھی جاتی ہے جو اُسنے اپنی مصیبت کی حالت مین کہی تھی تخلص وزیری کرتا تھا ؎

جون سبزہ رُندے آتے ہی پیرونکے تلے ہم
اِس گردشِ افلاک سے پھولے نہ پھلے ہم

رہتے ہین شب و روز اِسی فکر سے یارب
غنچے کی طرح باغ مین گُل ہو نہ کھِلے ہم

ارمان بہت رکھتے تھے ہم دل کے چمن مین
بیٹھے نہ خوشی سے کبھی سائے کے تلے ہم

جس گُل پہ نظر کرتے ہین آتا ہے نظر خار
گلشن کے چلے جاتے ہین کانٹونمین رُلے ہم

ہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے
نرگس کے نہالو نمین تھے آصف کے پلے ہم

افسوس کہ اس دل کا کنول کھلنے نہ پایا
کوئی دن مین چلے جاتے ہین مٹی کے تلے ہم

اب پہلے ہی آغاز مین پامال ہوے ہین
فریاد کرین کس لئے قسمت کے جلے ہم

دکھ اپنا عبث کہتے ہین بیدرد کے آگے
بے بس جو جہان آگرے ہرگز نہ ٹلے ہم

زندان مصیبت مین بھلا کس کو بلائین
رہتے ہین وزیری ہی سے دن رات ملے ہم
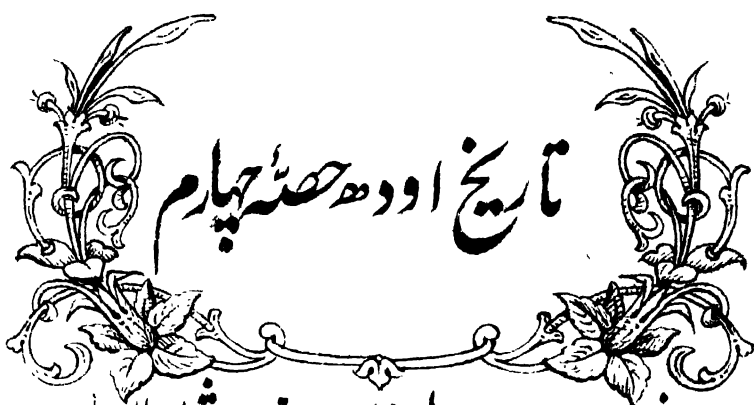
تاریخ اودھ حصۂ چہارم

نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ

آب حیات مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان حرم کے شکم سے تھے اُنکو
بچپن مین منگلو کہتے تھے کہ منگل کو پیدا ہوئے تھے - اُنمین زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی
سے عیان تھے - نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے
سر پر تم ہاتھ رکھو گی تو تمھارے دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم زر بدلے اُس پار گاڑیگا
سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین پیدا ہوئے تھے خط شکستہ خوب لکھتے تھے خط سکھلانے پر تفضل حسین خان علامہ
مقرر تھے یہی اتالیق تھے اور مولوی عبدالحکیم کشمیری پڑھاتے تھے عین عالم شباب مین وکیل السلطنۃ
مدارالدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبرآباد مین شادی
ہوئی تھی - طلسم ہند مین بیان کیا ہے کہ مرزا نجف خان نے علاقۂ ہنڈون بیانہ وغیرہ جس کی
جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی - نواب سعادت علی خان کے سپرد کیا - نواب کے ساتھ اُسوقت
آٹھ ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اور نواب مدارالدولہ نیابت کرتے تھے اور نواب موصوف علاقے
کے مفسدون کی سرکوبی مین ہمہ تن مصروف تھے - لیکن دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خان اور

ومنافی مصلحت وقت یافتہ درسنہ یکہزار ویکصد ونود و یک ہجری روانہ بنارس شدند وبہ انگیرے مشہوریہ درگا کنبڈ طرح اقامت انداختند زریکہ جہت مصارف سرکار مقرر گشتہ بود بواسطۂ اہالی سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر ہمانجا رسید و مدت بست سال بانتظار مژدۂ غیبی ہمانجا بسر گردید۔ بہرصورت نواب سعادت علی خان حسب اشارۂ گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور نواب آصف الدولہ سے ملے اور چند روز یہان رہکر کلکتے کو چلے گئے اور وہان گورنر جنرل سے ملاقات کرکے اُنکے مشورے سے بنارس کو چلے آئے اور یہان مادھوداس کے باغ مین قیام کیا اور تین[1] لاکھ روپیہ سالانہ ریاست لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت پہونچنا قرار پایا۔ مشہور ہے کہ جس زمانہ مین نواب سعادت علی خان کلکتے مین رہتے تھے اکثر گورنر جنرل کی کوٹھی پر آمد و رفت رکھتے تھے ایکدن ایک گورے نے جو کوٹھی کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا ناد انستگی کی وجہ سے روکا اور کچھ نا ملائم الفاظ زبان پر لایا اُس کے جواب مین نواب نے شمشیر ولائتی کمر سے کھینچ کر ماری وہ گورہ زخمی ہوا گورنر جنرل نے چشم پوشی فرما کر بنارس کو رخصت کیا کہ وہان قیام اختیار کرین اس مقام مین سعادت علی خان اور گورنرون سے جو لکھنؤ مین آتے اور رزیڈنٹون اور شاہزادگان اولاد مرزا جوان بخت سے بخوبی راہ و رسم محبت جاری ہوگئی تھی اور اپنے گھر کے مداخل و مخارج کا انتظام اس حُسن و خوبی سے کیا تھا کہ چالیس لاکھ روپے بنارس مین اُنکے پاس جمع ہوگئے تھے خزانۂ قدیم اسی سے مراد تھی اور زمینداری اور باغات اور عمارات اُسکے سوا تھین جنکی آمدنی بارہ ہزار روپیہ ماہوار تھی۔ نواب کی جزرسی اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ اصطبل اور فیلخانے کا آخور بھی ضائع نہین ہونے پاتا تھا۔ دانے اور راتب کے پکنے مین کام آتا تھا۔

نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد جب وزیر علی خان مسند نشین ہوا تو نواب

---

[1] دیکھو جام جہان نما ۱۲

دوسرے کارپردازان بادشاہی کی سعی سے عہدۂ نیابت وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد
مین اُنکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس مین کسی قسم کا خرخشہ نہو اور صورت ثروت ظاہری
قائم رہے ہاتھ آئے مگر یہ تمنائے دلی پوری نہوئی مرزا نجف خان کی ہمیشہ جنگ و جدل مین
گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو رات دن کی محنت ناگوار تھی آخر آگرے تک
پہونچکر وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا کہ مرزا نجف خان کی
لشکر کا عنقریب آگے بڑھنے کا ارادہ ہے اُس کے جواب مین گورنر جنرل نے لکھا کہ آپ کا اُسکے
ساتھ جانا مناسب نہین لکھنؤ کی جانب مراجعت بہتر ہے گو نواب آصف الدولہ کے عہد تک
کوئی امر تازہ متصور نہین مگر مین اس بات کا ذمہ دار ہو سکتا ہون کہ اُنکے بعد آپکے سوا کوئی دوسرا
وراثت کے لائق نہین اُسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہوگا مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے
ساقط معلوم ہوتی ہے - اگر وارن ہیسٹنگز - ایسا صریح وعدہ کر لیتے تو وزیر علی خان کی مسند نشینی
اور معزولی کے وقت اُسکا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علی خان اس تحریر کو سرجان شور گورنر جنرل
کے سامنے پیش کرتے - اس بارے مین سلطان الحکایات مین جو کچھ لکھا ہے وہ حق معلوم ہوتا ہے
اُسکے قول کو اُسی کی عبارت مین یہان نقل کرتا ہون - پس از انقضاے یکسال خود بدولت نامہ
بہ نواب مستطاب گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز صاحب بہادر مشعر عزیمت خود بطرفے کہ خدا بردرقم زدۂ
کلک گہر سلک نمودند وچون نواب گورنر جنرل بہادر بجوابش نگاشتند کہ عزیمت آن شائستہ ریاست
و ایالت بجوانب دگر منافی مصلحت بل ازین عزم نامناسب تشریف بری لکھنؤ انسب چہ درانجا
چہار لک روپیہ سالانہ براے مصارف لابدی مقرر خواہد گشت وثیقہ نواب وزارت مآب
آصف الدولہ بہادر مشعر طلب آن جناب لف مکتوب مفرح القلوب خود فرستادند نزول اجلال
بہ لکھنؤ فرمودند و بود و باش درآنجا ہم ناگوار طبع حیدر بیگ وغیرہ کارپردازان سرکار فیض آثار

جب گورنر جنرل نے اُنکے نواب بنانے کے لیے شرائط پیش کین تو اُن کا کیا مقدور تھا کہ اس مین حیلہ وحجت لاتے سب شرائط پر سر جھکا دیا فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ انگریزون نے نواب شجاع الدولہ کی بڑی بیوی کو پیام دیا کہ آپ کے جو کچھ مطلب ہین وہ بیان کر دیجیے تاکہ نواب سعادت علی خان سے وہ پورے کرا دیے جائین۔ بیگم نے کہا کہ چند مقام شجاع الدولہ کے عہد سے بغیر دوسرے کی شرکت کے میرے نائبون کے قبضے مین تھے آصف الدولہ میرا بیٹا تھا اُس نے اُن پر قبضہ کر لیا مین نے کوئی مضائقہ نہ سمجھا اب اُنکو میرے آدمیون کے سپرد کرا دینا چاہیے چنانچہ پرگنۂ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرا کے پاس شمال کی جانب واقع ہے اور تمام صوبے کا کلہ داغ اور اسماعیل گنج جو مجھی گنج کے پاس شہر لکھنؤ کے متصل ہے اور قصبۂ اُناؤ اور وزیر گنج یہ سب میرے تھے انکی جمع مشخص کرا کے انکے عوض مین چکلۂ اودھ اور رام پور اور نوراہی مجھے دلوا دیے جائین دوسری درخواست بیگم نے یہ کی کہ نواب شجاع الدولہ کی نکاحی اور متاعی اور دوسری قسم کی عورتون کی تنخواہین جو خرد محل کہلاتی ہین اور نواب صفدر جنگ کی خاص محل کے متعلقین کی تنخواہین نقد مقرر ہین جو دشواری کے ساتھ وصول ہوتی ہین اس لیے یہ سب لوگ تکلیفین اُٹھاتے ہین ان کی تنخواہونکی جگہہ محال گونڈہ محسوب کر کے ہمارے آدمیونکے قبضے مین دیدیا جاے تاکہ ماہ بماہ اُنکا مشاہرہ ہمارے اہلکارون کے ہاتھ سے پہونچتا رہے۔ انگریزون نے یہ باتین بھی نواب سعادت علی خان سے پوری کرا دین۔ نواب موصوف بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور سے اُنکی جلو مین اُردوے بزرگ ساتھ ہوا اس شان سے لکھنؤ مین آئے۔

از بلدۂ بنارس با جاہ و کامرانی	در لکھنؤ چو ماہ برج سعادت آمد
تاریخ مقدمش راجستم ز پیر دانش	گفتا بگو سعادت با صد سعادت آمد

سعادت علی خان نے اُسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے اور وہان اپنی مسند نشینی
اور وزیر علی خان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علی خان کی معزولی کے وقت ڈاک
کے ذریعہ سے کانپور مین داخل ہوئے - یہان مرزا جنگلی وغیرہ ابناے نواب شجاع الدولہ بے پر کی
اُڑاتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہونی ہے -

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ اتفاقاً تفضل حسین خان اور وزیر علی خان کی جو آپس مین
بگڑی تو تفضل حسین خان نے مولوی سدن کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اس شخص
کے حال سے مین اچھی طرح واقف ہون اگرچہ یہ میرا شاگرد ہے لیکن مجھے اسکا ہرگز اطمینان
نہین اگر تمھین اس سے اطمینان ہو اور قول وقسم لیلو تو عجب نہین ہے کہ ریاست اسے ملجائے
یہ مولوی نواب کا مشیر خاص اور اُستاد بھی تھا غرضکہ اُسدن نواب کلکتے کے رستے مین راج محل
مین تھے کہ ڈاک انگریزی کے ہرکارے نے رات کے وقت وہ خط مولوی کو پہونچایا - اُنھون نے
اُسی وقت نواب کو دکھایا اور جو کچھ اس معاملے مین عرض کیا سب مقبول ہوا اور نواب نے
خود اپنے آپ کو شہر بنارس مین پہونچایا - اور صاحب رزیڈنٹ نے وہان اُن سے اقرار اپنے
سامنے اسطرح پر لیا کہ جو کچھ گورنر جنرل فرماوینگے اُس سے اُنھین کچھ انکار نہوگا نواب نے
اُسکو بخوشی خاطر منظور کیا دوسرے دن پالکی مین سوار ہوکر کانپور کو روانہ ہوے اور جبتک
نواب کے پہونچنے کی خبر نہ پہونچی اُسوقت تک مرزا وزیر علی خان کی گرفتاری مین تامل تھا اور
جب اُنکا وہان آجانا معلوم ہوگیا شام کے وقت مرزا کو گرفتار کرلیا -

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹھہری تو نواب سعادت علی خان مستحق سلطنت ٹھہرے

کہ نواب یمین الدولہ رونق	بہ مسند داد و فائز گشت برحق
سعادت یاب شد خلق از جلوسش	دل احباب شد بس خرم وخوش
زنظم ونسق او عالم نوی یافت	ز تحف خوش بنائے خسروی یافت
زواثق نظم سالش شد مطرز	شدہ زیب و قرار حق بمرکز

دریائے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے کہ نواب موصوف کو جناب عالی کے لقب سے لوگ یاد کیا کرتے تھے نواب سعادت علی خان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۲۸ ۶۷ روپیہ سالانہ کے سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور کیا ہے نواب ۲۲۳۶۲ ۹ اروپے سالانہ اور بھی ادا کیا کرین گے یعنی کل ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کرین گے اور اس روپیہ کو قسط بندی کے ساتھ بتعداد ۶ لاکھ ۳۳ ہزار ۳ سو ۳۹ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کرین گے اگر احیاناً یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا نہوگا اور باقی رہ جائے گا تو نواب اسطرح کی ضمانت ادائے بقایا یا اقساط آیندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے جس سے اُس کو اطمینان ہو گا اور جو روپیہ پہلے اقرار نامون کے بموجب اُن کی مسند نشینی کی تاریخ تک باقی ہو گا وہ فوراً ادا کیا جائے گا۔ مرزا جوان بخت کی بیگم اور شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی ۲۳ ہزار چھ سو ۲۳ روپیہ اس چھہتر لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعہ الہ آباد مع تعمیرات و گھاٹ وغیرہ کے جو اُس کے متعلق تھا کمپنی کے حوالے کیا گیا اور جس قدر اس قلعہ کے مستحکم کرنے اور مرمت کرنے مین روپیہ صرف ہو گا اُس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا بشرطیکہ تعداد اُس کی آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ نہوگی اور قلعہ فتح گڈھ کی مرمت کے لیے بھی روپیہ

سارا لشکر اُنکے پاس انگریزی تھا۔کیونکہ ان بیکس بیچارے کے پاس سپاہ کہان سے آتی غرض جبسے نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اسی رات کو وزیر علی خان کوٹھی بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا فقط آفرین علی خان اور اشرف علی خان اُسکے پاس رہے باقی تمام سردارون اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے استقبال کیا ۳۔شعبان ۱۲۱۲ھ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو اور بقول یکم جنوری کو کہ بسنت کا دن تھا بڑے تجمل اور شان سے لکھنؤ کے بازار مین ہوتے ہوئے دولتخانے مین پہونچے اور اُسی دن مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا مسند نشینی کے وقت اُنکی عمر ۴۵ برس کی تھی۔نواب پہلے بہو بیگم زوجۂ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہو کر خلعت سے مخلع ہوئے۔بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی خلعت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانہ آصفی مین آکر مسند وزارت پر جلوس کیا وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علی خان کی مسند نشینی علامہ تفضل حسین خان کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی۔

تاریخ جلوس

خداوندا یمین الدولہ در دہر — حکومت را صدوسی سال باشد
خرد سال جلوس مسندش گفت — بجاہ و حشمت و اقبال باشد

دیگر

سوم بودہ ز شعبان بارک اللہ — مبارک روز یکشنبہ از ان ماہ
بسنت و ماہ ماگھ از ہندیان بود — چو گلہا دل شگفتہ بود و خوشنود

قدیمی قیام گاہ کے پاس واقع تھے اُنکی جاگیر مین شامل کیے اوراس اقرارنامہ کی تعمیل کی ضامن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی۔

بہو بیگم اور نواب سعادت علی خان مین نااتفاقی کی دیوار حائل ہونے کے اسباب

جب تک بہو بیگم صاحبہ لکھنؤ مین مقیم رہین صبح و شام آصف الدولہ کی سرکار سے اُن کا کھانا مقرر تھا وہ آپ تو نہ کھاتی تھین نوکرون اور خادمون کے خرچ مین آتا تھا صرف دوپہر کے وقت ایکبار اُن کے کھانے کا معمول تھا مولوی فضل عظیم نے جواہر علیخان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ اگر آپ ارشاد کرین تو چارسو روپے روز نقد داخل کرادیے جائین اور جیسی خواہش ہو وہین باورچیخانے مین کھانا پکا جایا کرے چنانچہ دوماہ تک آصف الدولہ کے عہد مین اور چار ماہ تک وزیر علی خان کے عہد مین اور ایک ماہ تک نواب سعادت علی خان کے عہد مین یہی دستور جاری رہا کہ بارہ ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے سات ماہ کے چوراسی ہزار روپے کھانے کے نام سے بیگم کی سرکار مین پہونچ گئے ہر روز صبح کے وقت مولوی صاحب چارسو روپے پہونچا دیا کرتے تھے جسدن نواب یمین الدولہ بیگم کے حضور مین پہونچے تھے اور اُن سے خلعت حاصل کیا تھا تو اپنا سر اُن کے پانون پر رکھکر عرض کیا تھا کہ حضور اپنے دست مبارک سے دستار میرے سر پر رکھین تاکہ برکت کا موجب ہو اور یہ غلام اس قدر خدمت فدویانہ بجالائے گا کہ بھائی صاحب خاطر اشرف سے فراموش ہو جائین گے جب مسند نشینی سے ایک ماہ کے بعد جمع و خرچ ڈیوڑھیات کا کاغذ دیکھا تو ہر کارخانے مین کمی و بیشی کی ان

دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپے سے زیادہ نہو گا - اگر فوج انگریزی چھاؤنی کانپور اور فتح گڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر جائے تو نواب خرچ راہ اور تعمیر چھاؤنی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہا کریگی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا - انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانشینی کے لیئے اُٹھائی اُس کے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپے دیئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اُن کی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نہ رکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے مُلک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ اُسکے خرچ کے لیے دینگے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپیہ کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائیگا اور باقی اور جو بھتیجے مشہور ہین اُنکے لیے معقول گزارہ مقرر کرین گے اور اُن کی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زر ادائے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے مُلک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا - اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکارونکے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سرانجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کامون پر اور اپنے مُلک موروثی پر اور اپنی فوج اور رعایا پر حاصل رہے گا -

نواب نے ۷ - فروری ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہدنامہ قرار دیا جسکی روسے ساس کی کنیزون وغیرہ کی اور نواب شجاع الدولہ کی زنان خرد محل کی پنشنونکی عوض مین محال گونڈہ اُنکو دیا اور محالات اودھ پچھم راٹھ منگلسی جو فیض آباد مین بہو بیگم کے

بیگم صاحبہ کے سلام سے مشرف ہوجایا کرتے تھے برسون کے بعد مستورات خرد محل نے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ ہم سب کو حضور اپنی کنیز سمجھین ہمارا مخفی رہنا نواب شجاع الدولہ کی زندگی تک تھا اب امید ہے کہ جب تفریح و سیر کے لیے آپ سوار ہون تو ہمکو بھی خدمتگزاری کے لیے ساتھ رکھا کرین بیگم نے حکم دیا کہ بازار سے کرایہ کی بہلی اور گاڑی لیکر سوار ہوکر آتی رہین چنانچہ یہی دستور رہا ان عورتونکو سامنے بیٹھنے کا بھی حکم نہ تھا البتہ جو کسیقدر ممتاز تھین وہ پشت کے پیچھے بیٹھتی تھین۔ جب نواب سعادت علی خان مالک مُلک ہوئے تو اپنی مان کو فیض آباد سے بلوایا۔ اُنکی سواری مین وہی شان وشوکت مقرر کی جو بہو بیگم کے لیے تھی سکھپال مین بیٹھکر آئین سامنے نقارہ اسپی و شتری بجتا جاتا تھا انکی سواری جب اس جاہ وجلال سے برج طلائی کے تلے سے نکلی جسمین بیگم صاحبہ مقیم تھین تو یہ بات اُنکے دلکو بیحد ناگوار گزری آہ شفتہ ہوکر فرمایا کہ ادھر سے سواری نہ گذرے اور اب اس بات پر آمادہ ہوئین کہ اپنی جائداد اور زرنقد کا انگریزون کو مالک کردین رزیڈنٹ کو بلوایا اور سکھپال مین بیٹھکر برج طلائی کے تلے آکر ایک مکان مین خود بیٹھین اور رزیڈنٹ بھی اُسی مین بٹھلائے گئے سوائے جواہر علی خان کے کوئی وہان نرہا اب اپنی زبان سے رزیڈنٹ سے کہا کہ آصف الدولہ میرا حقیقی بیٹا تھا میری حیات مین اُس نے انتقال کیا اب بعد میرے کوئی میرا وارث شرعی باقی نرہا میری سرکار مین زرنقد اور جواہرات اور بیش قیمت کپڑے اور دوسرے سامان کی کثرت ہے جب تک مین زندہ رہون اپنے تمام مال واسباب کی بدستور مالک ہون بعد اسکے سرکار کمپنی کے حوالے اس شرط سے کرتی ہون کہ میرے متعلقین کو جو کچھ مین اپنے سامنے دیا کرتی ہون اُنکو اُس قدر تنخواہ نسلاً بعد نسل ملتی رہے آپ یہ بات گورنر جنرل کو لکھین رزیڈنٹ یہ کلام بیگم صاحبہ کی زبان سے سُنکر چلے گئے اور گورنر جنرل کو سب حال لکھ بھیجا جب نواب سعادت علی خان کو

دعوت کے چارسو روپون پر نظر پڑی تو دوسو روپون کی کمی کرکے دوسو روپے باقی رکھے بیگم صاحبہ کے دل پر یہ بات نہایت گران گزری فرمانے لگین کہ یہ بیٹا بہت کم حوصلہ ہے یہ نہین جانتا کہ اول تو یہ تمام مال شجاع الدولہ کا ہے بعد اُنکے آصف الدولہ کا اور حقیقت مین دیکھا جائے تو ہمارا ہے دوسرے ہم لکھنؤ مین چندروزہ مہمان ہین عنقریب فیض آباد کی روانگی کا ارادہ ہے اگر دس بیس ہزار روپے ہمارے متعلقین کے کام مین آصف الدولہ کے مال مین سے آجاتے تو ایسا کونسا بھاری نقصان ہو جاتا یہ پہلی کبیدگی خاطر تھی۔

دوسرا سبب کبیدگی کا یہ ہے کہ اس سال بیحد بارش ہوئی دریاے گومتی نے اتنی طغیانی کی کہ برج طلائی کے چند زینے پانی مین غرق ہوگئے خواجہ سراؤن کے مکان اور بیگم صاحبہ کے باورچیخانے کے مکان جو خس پوش تھے پانی مین ڈوب گئے اسوجہ سے یہ لوگ پنچ پولیہ پر ٹھہر گئے اور باورچیخانہ بھی وہین قائم کر دیا نواب سعادت علیخان نے میر نثار علی داروغہ باورچیخانۂ بیگم صاحبہ کو فرمایا کہ پنچ پولیہ سے کارخانے ہٹالو بیگم صاحبہ اِس بات سے اور بھی کبیدہ خاطر ہوئین جب بیگم نے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ کے پاس شکایت بھیجی تو اُنھون نے بیگم کے باورچیخانے کو پنچ پولیہ پر قائم رکھا اور نواب کو خفت حاصل ہوئی۔

اور سب سے بڑھکر وجہ بیگم کی آزردگی کی یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو بیگم صاحبہ کی اس قدر پاسداری تھی کہ کوئی شخص یہ قدرت نہ رکھتا تھا کہ اُنکے سامنے کسی خُرد محل کا یا آصف الدولہ کے سوا کسی خُرد محل کے بیٹے کا نام زبان پر لاتا جب شجاع الدولہ نے انتقال کیا تو بتدریج ان لوگون کا چرچا ہوا کبھی کبھی نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی

اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رام پور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اُن صاحبزادونکو لکھنؤ مین لے آئین یہ سپاہ رام پور کے قریب پہونچ کر دریاے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی۔ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے اس بات سے بالکل غافل تھے اُنکا فساد کا ارادہ نہ تھا اس لیے محمد علی خان کے پاس چلے گئے محمد علی خان نے سب کو خلعت دیے۔ اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اُن سے ملنے کو آیا اور صاحبزادون کی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنؤ کی فوج نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو اپنے ہمراہ لیکر غرۂ محرم ۱۲۱۳ ہجری کو رام پور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہوگئی اور لکھنؤ پہونچ کر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خان سے اُن صاحبزادونکی ملاقات کرائی۔ نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کر کے لکھنؤ مین رہنے کے لیے حویلیان دیدین یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے چونکہ اُن سے کوئی جُرم سرزد نہین ہوا تھا اس لیے لارڈ ولزلی (ارل مارننگٹن) نے کلکتے سے نواب سعادت علی خانکو لکھا کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو رام پور کی طرف رخصت کر دینا چاہیئے۔ نواب سعادت علی خان نے ہر ایک صاحبزادے کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رام پور کو چلے جانے کی اجازت دیدی۔

نواب سعادت علی خان کا شاہ دہلی کے ہان سے خلعت وزارت حاصل کرنیکی کوشش کرنا اور اس مین کامیابی نہ ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور مین لطف علی خان پسر رشیدی بلال محمد خان اور مسٹر پامر صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا یہ دونون نذر اور

یہ خبر پہونچی تو داراب علی خان کو طلب کرکے فرمایا کہ بیگم صاحبہ کی اس خلاف معمول حرکت سے بوجہ غیرت وحمیت کے میرا جگر جل گیا بابا جان اور بھائی صاحب کے عہد سے کسی نے کبھی انکی آواز نہ سُنی تھی آج کونسی ضرورت پیش آئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ سے بلا واسطہ اپنی زبان سے بات کہی داراب علی خان نے نواب کا یہ کلام بیگم صاحبہ سے بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ جبکہ تم سے فرزند رشید اسم باسمے امسند نشین ریاست ہوئے تو اسدرجہ کو نوبت پہونچی اور آیندہ اس سے بھی بڑھکر توقع ہے خدا جانے تمھارے عہد مین اور کئی بار ایسا واقع ہو تم ہر روز انگریزون سے تنہا اپنے مطلب اپنی زبان سے بیان کرتے رہتے ہو مین کبھی اسکا شکوہ نہین کرتی اگر مین نے ایکبار اپنے مطلب کو اپنی زبان سے بیان کیا تو تمھارا کونسا بڑا نقصان ہوگیا ہم اپنے کام کے مختار ہین تمکو اسمین گفتگو کی گنجائش نہین۔

الغرض ۱۷۔ ماہ تک بیگم لکھنؤ مین رہکر شوال ۱۲۱۳ھ ہجری مین لکھنؤ سے فیض آباد کو چلی گئین چکلہ گونڈہ اور اودھ اب بیگم کے تصرف مین آگئے تھے اس لیے پیادہ وسوار سابق سے زیادہ نوکر رکھے جمادی الاخری ۱۲۱۴ھ ہجری مین جواہر علی خان خواجہ سرا کا انتقال ہوگیا۔

نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رام پور کے بیٹون کو شبہہ مخالفانہ پر نواب سعادت علی خان کا لکھنؤ بُلا لینا آخر گورنر جنرل کے حکم سے اُن کو واپس روانہ کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے کچھ دنون کے بعد اُنکو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اُنھون نے

پہلے ہی تفضل حسین خان کو سفیر بنا کر کلکتے کو بھیجدیا جہان وہ پہلے بھی تھے اور پھر سمجھ کر
ہر ایک کو اُسکی لیاقت کے موافق بڑے بڑے کام دیے اور جن لوگون نے نمک حرامی کی
تھی انھین سزا ے واجبی دی خلعت نیابت سے بدستور سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان
سرفراز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کے لیئے تجویز ہوئی جب اُنھون نے ۱۲۱۴ھ
مین انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی ؎

راجہ ٹکیت راے سخا پیشۂ زمان ۔۔۔ چون جان پاک خود بجہان آفرین سپرد
رفتم بفور از پے تاریخ سال او ۔۔۔ آمد ندا ز غیب کہ فیاض عہد مرد

دیوانی کا عہدہ جے سکھ راے واصل باقی نویس سے متعلق ہوا اور اُسکے انتقال پر دیوانی کا
خلعت دیا کرشن کایستھ کو خطاب راجگی کے ساتھ عنایت ہوا - یہ شخص سیاق و سیاق
مین ید طولے رکھتا تھا - اور رتن چند بقال ساکن مراد آباد جو نواب کے ساتھ بنارس سے
آیا تھا عہدۂ نیابت جرنیلی پر سرفراز ہوا - یہ شخص نہایت جزرس اور کفایت شعار تھا اسلیے
نواب کے مزاج مین دخل پیدا کر لیا اور ملکی کامون مین دال اسکی گلنے لگی - پندرہ ہزار
روپیہ کی جاگیر ملک بانگیرہ مین اسکو ملی اور اس کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا انگن لال
اس جاگیر پر قابض ہوا اور بخشی گری پر راے تلسی رام متعین ہوا باقی اور خدمتون کی تقسیم کی گئی
اخبار شہر کا سررشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور چکلون کے اخبار کا کام جینتی پرشاد کو دیا
اور دار الضرب کی خدمت بالکشن کو جسکا چھتا لکھنؤ مین سراے معالی خان مین موجود ہے
دی اور اسکی نیابت بنسی دھر کے متعلق ہوئی اور ہرکارے خبر کے لیے اور خفیہ نویس ہر ایک
امیر و سردار اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیون پر مقرر ہوئے پہلے نواب نے اخبار کا
انتظام فرمایا اور اس کام پر اسقدر متوجہ ہوئے کہ ہرکارے ضروری اخبار کے پرچے

رسوم لیکر داخل دہلی ہوئے اور سند صوبۂ اودھ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے کی میر جعفر قمی مدت سے املاک وغیرہ صفدر جنگ موقوعۂ دہلی کی داروغگی پر مامور تھا اُس کی معرفت پہلے سے سوال وجواب اس بات مین ہو رہے تھے - اس زمانے مین وہ مرگیا تھا تو لطف علی خان اُسکی جگہہ مقرر ہو کر بھیجا گیا تھا - شاہ عالم تو کوئے بالم تھے جو کچھ کرتا تھا شاہ نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندھیا کی طرف سے دہلی کا صوبہ دار تھا اور بادشاہ کا مدار المہام تھا اور ابتدا مین شاہ کوری کہلاتا تھا اُس نے جواب دیا کہ اس دودمان عالیشان کی رسم قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد و جنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی مین آکر داخل ہو بعد اُسکے اپنے مطلب کی طرف رجوع کرو چنانچہ لطف علی خان اور شاہ نظام الدین کے درمیان صورت مناظرہ واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت و قلمدان وزارت عنایت ہوا - نواب سعادت علی خان نے بھی جھلاکر سات ہزار روپیہ ماہوار جو بادشاہ کے باورچیخانہ خرد کے صرف کے لیے لکھنؤ سے بھیجا جاتا تھا وہ بھیجنا بند کر لیا اور یہ بہانہ کیا کہ محالات الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھ مین چلے گئے - لیکن چھ ہزار روپیہ در ماہہ مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا - باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات مین نواب کو وزیر الممالک لکھا جاتا تھا ان کا پورا خطاب اس طرح ہے نواب وزیر الممالک یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ

بعض جزوی کامون اور عہدون کا انتظام

چونکہ نواب سعادت علی خان مرزا وزیر علی خان کے معاملے اور ارکان دولت کے حال سے بخوبی واقف تھے اور یہ منظور تھا کہ حکمت عملی سے ہر ایک کو سزا دین اس لیے

و محمدی کی جانب روانہ ہوئے ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا۔ ایک شیر جنگل سے
نکلا نواب اُس وقت نشۂ شراب مین متوالے ہو رہے تھے وہ شیر اُن کے بہت قریب
آپہونچا نواب نے اُس پر بندوق سر کی گولی شیر کے تو نہ لگی میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر
پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا اور نہایت افسوس کیا اور اُسکے وابستون کو
زر نقد دیا اور پھر بہت کم جانب شکار مصروف ہوئے۔ نواب نے چکلۂ محمدی کو نہایت
ویران پایا کھیتی کا کہین نام و نشان تھا کہین نہ تھا اُس کے آباد کرنے کے لیے حکیم
مہدی علی خان کو جنھون نے اکرام اللہ خان کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تھی تین
لاکھ روپیہ کی جمع پر وہ چکلہ ٹھیکے مین دیدیا حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ
اپنے پاس سے اور کچھ اپنی اشنا پیازدہ طوائف سے لیکر داخل خزانہ کیا حکیم صاحب کے
انتظام سے وہ زمین ایسی سرسبز و آباد ہوئی کہ اُس کی جمع بارہ تیرہ لاکھ روپیہ تک پہونچی
رعیت نے بڑی آسائش پائی۔ بعد اس کے چکلۂ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض ہوا اور
مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپیہ تک پہونچی اور حکیم صاحب لاکھون روپیہ کے آدمی ہو گئے
اور حسن لیاقت اور دانشوری نے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علی خان کی مصاحبت نصیب
ہوئی اور پیازدہ طوائف اُنکے نکاح مین آئی اور عالی شان عمارت محلۂ نہرہ واقع لکھنؤ مین
تعمیر کرائی جب عمارت دو منزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی
ہوتی ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہین وہ بند کر دیے
جائین حکیم صاحب نے منسوخی حکم کے لیے بہت کوشش کی مگر نواب نے بمقتضائے عدالت
پاس ناموس شرفا ملحوظ رکھا اور حکم اول تبدیل نہ ہوا۔ حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار
صاحب رام پسر پورنچند و ٹیکا رام برادر بخشی بھولا ناتھ کے متعلق تھا۔

خاص نواب کے ہاتھ مین پہونچاتے تھے سر رشتے مین بھی اُنکی نقل نہین ہوتی تھی اور اُن ہر کارون پر اور ہرکارے خفیہ مامور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہین نواب کی حکومت کا جملہ دار و مدار پرچۂ اخبار پر تھا اور بخلاف زمانۂ ماضی کے نواب نے جرمانے کی رقم مین ترقی دی اور اُسکو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا۔ بعد اسکے نواب امور عدالت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی سدّن صاحب نواب کے اُستاد تھے پہلے اُن سے جیب خاص اور کئی خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اُن کے سپرد ہوئی اُنکا رسوخ اورون سے زیادہ تھا اور ضروری تحریرات بھی اُن کی راے سے جاری ہوتی تھین خلوت و جلوت مین شریک ہوتے تھے اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور عرض بیگی کا عہدہ اور دیوانخانے کی خدمت بیک علی پر بحال رہی اور چکلونکی تقسیم اس طرح ہوئی کہ مُلک مابین دوآبہ گنگا و جمنا جو پٹھانون سے ہاتھ آیا تھا الماس علی خان کے سپرد ہوا۔ اس شخص کا زور شور اس زمانے مین زیادہ تھا۔ بریلی مُلک روہیلکھنڈ کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علی خان کے تفویض ہوا جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے اور چکلۂ اعظم گڈھ کاظم علی خان فرزند زین العابدین خان گورے والے کے حوالے ہوا۔ اور صورت سنگھ وغیرہ تعلقہ دارون کا علاقہ بدستور تعلقہ دارون کے پاس رہا اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان سے اور عہدۂ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے۔

نواب سعادت علی خان کا سیر و شکار کے لیے علاقے مین جانا حکیم مہدی علی خان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علی خان مُلک کے دورے کے لیے سیر و شکار کی تقریب سے خیرآباد

الماس علی خان نے اپنی الماس کاری سے اور بھی اُس کو رونق دیدی اُس کو بڑا اقتدار اور اختیار حاصل تھا بندے سے خداوند ہو گیا تھا۔ سب اُس کا لوہا مانتے تھے وہ سب کے لیئے سوکشی الماس تھا خطاب اُس کا رُکن الدولہ نصیر الملک محمد الماس علی خان بہادر فتح جنگ تھا۔ غرض یہ سب معاملات ایسے پیش آئے کہ ارل مارننگٹن معروف بہ مارکوئیس ولزلی پر واجب اور فرض ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو اس طرف مشغول کرین اُنھون نے ۱۷۹۹ء مین رزیڈنٹ کو یہ لکھا کہ مہمات دکن کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ مین آنے کی فرصت نہین ملی اور نہ مجھے ایسی فراغت نصیب ہوئی کہ مین اپنے دل و جان سے بالکل توجہ نواب اودھ کی اصلاح معاملات پر کرتا اب مین تمکو دو باتین لکھتا ہون جب تم کو موقع ملے اُنکی اصلاح اور انتظام کی طرف کمال جدوجہد کرو۔ جب کبھی الماس علی خان مرے تو تم اس مین کوشش کرنا کہ سرجان شور کے عہدنامے مین جو زرموعود ٹھہرا ہے اسکی اصلاح ہو اور الماس علی خان کو جو اختیارات دوآبے مین حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہوجائین اور اُسکے عوض زرموعود مین تخفیف کی جائے اُسکے مرنے کے وقت تو تمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی دوسرا اُس کا قائم مقام مثل اُس کے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ اور صاحب تدبیر مقرر کیا جائیگا تو مُلک کے اندر فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر کوئی نالائق مقرر ہو گا یا مُلک مختلف زمیندارون کو تقسیم کر دیا جائیگا تو سرحد اودھ ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اُس مین اندرونی لشکرکشی یا کسی اور حملے اور سپاہ کے مقابلے کی قوت نہ رہے گی اس سبب سے بہتر یہی تدبیر ہو گی کہ دوآبے کو سرکار کمپنی خود اپنے قبضے مین کرے نواب سعادت علی خان کی سپاہ کی بُرائیان تم خود ہی جانتے ہو مجھے اُنکے بیان کرنے کی ضرورت نہین یہ ارادہ ہے کہ جب

لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اُنکی سپاہ کو موقوف کرا کر کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مؤرخ بیان کرتے ہین کہ مُلک اودھ مین ایک حقدار تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا مگر اُس سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس مُلک مین پیش تھین کم نہ ہوئین غریب رعایا پر تحصیل زرمالگذاری مین وہ ظلم وستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ - مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زرموعود کا پورا نہ پڑتا تھا - ہمیشہ باقیات رہتی تھین - عدالت وانصاف کو سارے ملک مین چراغ لیکر ڈھونڈھیے تو کہین اُسکا سُراغ نہ پلیئے فوج کو دیکھئے تو خوگیر کی بھرتی غریبون کو ستائے اپنے ہی آقا کو دھمکائے میدان جنگ مین کبھی نہ جائے اور جو جائے تو نامرد ہاتھی بن جائے - دشمن سامنے آئے تو اُسکو موت نظر آئے - جب ہندوستانی سرکارونکا ادبار آتا ہے تو یہ بُرائیان اُن مین ہوا کرتی ہین - مگر اودھ مین ایک اور طُرّہ اُسپر یہ چڑھا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جُدا ہی فرنگی محل ملک کے اُجاڑنے کے لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی بندۂ زر اپنی قوم مین بدنام تھے - بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین اُن کے لیے کان زر تھین لباس وصورت فرنگستانی کے سبب سے اُن کے پوبارے ہوتے تھے اور سب اُن کے آگے مات ہوتے تھے - پس ہندوستانی سرکارون مین مُلک اودھ سے زیادہ اپنے جوہر لیاقت دکھانے کا موقع کہین اور نہ تھا اُن کی بدگہری کے خریدار تو یہین کے جوہری تھے - ہندوستانیون کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو پھر اُس کا اور ہی روپ ہوگیا

جسوقت انگریزی سپاہ کو سرحد پر ایک ہیبت ناک کام کرنے کے لیے ضرورت ہوئی
تو اس بات کی حاجت پڑی کہ ایک حصہ اُسکا نواب کی جان کی حفاظت کے لیے لکھنؤ مین
بھی چھوڑا جائے کہ وہ اُن کی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے پس ان واقعات سے
صاف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ نواب کے مُلک کی حفاظت باہر کے حملون سے اور مُلک کا اندرونی
امن وامان یون ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کر دیجائے جس کی تنخواہ نواب کے
خزانے سے ملتی تھی۔ اس معاملے کی خط وکتابت مین کچھ التوا اس سبب سے ہوا کہ لمسڈن
صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا اور کرنیل سکوٹ صاحب اُن کی جگہ مقرر ہو کر آگئے تھے
اور وہ ایک چٹھی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سرالیورڈ کلارک صاحب کی نواب کے
نام لائے تھے جس مین اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی
تھین اتفاق سے اس چٹھی کو پیش کرنے کا یہ موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے
اپنی سپاہ کی پلٹنون کی بغاوت کی شکایت کی تھی اُس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح
سپاہ کے باب مین لکھا تھا اسکو پسند کیا اُس پر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو
بہت جلد طے فرمائین اور سپاہ کی قسم اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اُسکا پورا پورا
حال لکھکر مرحمت فرمائین مگر بیس روز کا عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ خبر نلی رزیڈنٹ کا
جب تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے کے لیے ایکدن تجویز ہوا مشرقی آداب کا
قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہین تو چھوٹے صاف اُس کے قبول کرنے مین انکار
نہین کرتے - نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس نیازمندی مین یون ادا کیا کہ جو تدبیر
میرے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اُسکی تعمیل میری
مرضی کے موافق نہ ہوگی - سواے اسکے اُنھون نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک

کبھی قابو بنے تو مین نواب کو سمجھاؤن کہ وہ اپنی سپاہ کو بالکل موقوف کرین فقط اتنی سپاہ رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو اور افسر ایسے عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھین کہ جن کو کچھ اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھ اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو گو لکھنؤ مین ایسے آدمیون کا ملنا عنقا ہے۔ یہان سپاہیانہ طبیعت کا آدمی تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر مین سوئی کا ڈھونڈھنا ہے۔ یہان کے سپاہی تو وہ نامرد ہین کہ جوانمرد دشمنون کو ملک مین بیٹھے بلاتے ہین اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہین وہ سب نکالدیے جائین اور اُنکی جگھ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلون کی رجمٹین بھرتی کی جائین اور اُن کا سارا خرچ وقت پر نواب دیا کرین سوا اس کے جو فرنگی یون ہی نواب کی ریاست مین گھس آئے ہین اور کامون مین بہت طرح کی خرابیان پیدا کرتے ہین۔ انسانیت کے ساتھ اُنکے خارج کرنے کی تدبیرین سوچی جائین۔

لارڈ ولزلی کی نیت مین جو ارادے معاملات اودھ مین تھے اُنکی بسم اللہ یہ چھٹی تھی۔

اصلاح سپاہ کے باب مین انگریزون کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اُس مین التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ اُن ہماری ہدایتون کی تعمیل کرو اور نواب کو اُس سے اطلاع دو اور سمجھادو کہ زمان شاہ دریاے سندھ سے پار آگیا ہے وہ ضرور اودھ پر حملہ کرے گا روہیلے اودھ کی بغل مین بیٹھے ہین ضرور اپنے ہم قومون کے ساتھ شریک ہونگے اب امن کے زمانے مین ایسی تدبیر کرلو کہ جس سے یہ خوف جاتا رہے سپاہ کے کارخانون کی خرابیون کے نواب خود مقر تھے یہ سپاہ نکمی ہی نہ تھی بلکہ اندیشہ ناک بھی تھی

روپیہ ماہواری صرف بیجا گوارا کرنا خلاف دانشمندی ہے حسن رضا خان سرکار کمپنی کی
منظوری اور مشورت سے مقرر ہوئے تھے نواب اُن سے دق تھے وہ رزیڈنٹ سے جو چاہتے
لگا بجھا آتے یہ سبب بدنظمی کے سابق اسباب پر اور اضافہ ہو گیا تھا۔ جب رزیڈنٹ کی
اس صورت حال کی عرضداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو اُنھون نے حکم بھیجدیا کہ
حسن رضا خان نائب جن سے نواب ناراض ہین موقوف کر دیے جائین۔ اور کوئی
دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سپاہ کا بھی مدد و معاون ہو مقرر کیا جائے
رزیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اُس مین
کچھ کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان کے واسطہ دار غبن کر کے
کھا جاتے تھے اور کچھ نواب کے خزانے مین اُس کے گلچھرے اڑانے کے لیے داخل کر دیتے
تھے اب اس نواب کے عہد مین یہ فرق ہو گیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص
مین داخل ہونے لگا اور کفایت اندیشی اور جزرسی سے خزانہ خانگی مین تھیلیون کا ڈھیر
لگنے لگا۔ غرض تباہی مُلک کی جو اور نوابون کی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی
سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری اور جزرسی سے اور برسر ترقی
ہوئی ہے۔ سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد و پیمان کر لیا تھا
کہ اُنکے مُلک کی حفاظت سرکار کی سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین وہ رئیس زر
مقررہ سالانہ دین گے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین وہ دست انداز نہوگی
اب یہ معاملہ نازک ایسا آن پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان نہ بچ سکتی تھی اگر سرکار انتظام
ملکی بالکل اختیار مین اُن ریاستون کے رئیسون کے کر دیتی تو اسکے یہ معنے تھے کہ رعایا کا
حال جو جی مین آئے کرو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو بھیڑون پر بھیڑیے چھوڑ دیے

بات کی درخواست کرون جس مین میرا بھی آرام ہے میری رعایا کی بھی آسایش ہے۔ میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے مگر مین اُس بات کا اتا پتا ابھی نہین بتلاؤن گا جبتک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد ہے۔ لکھنؤ مین نہوگی یا تو اُس راز سربستہ کو اُنکے سامنے کھولون گا یا اُس وقت کہ کسی رزیڈنٹ کے نام اُس میرے منصوبے کی تعمیل کا حکم آئے گا۔ غرض ایک پہیلی سی کہدی جسکو کوئی بوجھ نہ سکتا تھا۔ ہر چند رزیڈنٹ نے اُس کا حال دریافت کیا۔ مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز واسطے ملاقات کے ٹھہرایا اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھ کر پیش کرون گا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین تھین جو اول روز ہوئی تھین۔ اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اُس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ مخفی آپ کے دل مین ہے اگر اُس پر اصلاح سپاہ موقوف کیجائے تو بہت عرصہ اُس مین لگے گا اُس منصوبے کا کھلنا دو باتون پر موقوف ہے یا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ بھی ابھی ہوگی نہین یا گورنر جنرل اس آپ کے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک منصوبے کا معما کھلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اُس کی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرین گے اس کے جواب مین نواب چپ ہو گئے یہ ملاقات بھی یونہین ختم ہوئی۔ کوئی اُس کا ثمرہ نہ حاصل ہوا۔ اب نواب کے منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات اپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس دوڑا کہ نواب شاید اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اُن کے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اُنھون نے پہلے رزیڈنٹ سے کہا بھی تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول رہتے تھے اُن کو اس لیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام مُلک کے انتظام کی طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین پچیس ہزار

ادا کر دو تو ہم وہان جائین گے نہین تو نہین جائین گے یہ اِس ملک کا پُرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی مُلک سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھتا ہے کہ جس کے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہین تنخواہ پاکر دولت کے نشہ مین مست نہو جائین۔ نواب سعادت علی خان بھی اس قاعدے کے پابند تھے سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھی تھی۔ جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اُن کو ایسا ناگوار گذرا کہ اُنھون نے سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ اپنی لیلو مگر آیندہ نوکری سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اس لیے کہ اس مین سپاہ کو اپنی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی اور آیندہ اُس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہو جائیگی۔ مگر مشرقی ملکون مین تنخواہ چکنے کا بھی حساب بڑے جھمیلے سے ہوتا ہے سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہیین نواب نے کہا کہ نہین تین مہینے جب یہ قضیہ فیصل ہوا تو اُس کے بعد یہ جھگڑا کھڑا ہوا کہ خزانے مین آؤ اور تنخواہ لیجاؤ اور ہتھیار رکھ جاؤ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہین کہ نواب اِس مین کیا دغا کرین اُنھون نے کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن مین بھجوا دو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا تو پھر نواب نے حساب مین ایک اور جھگڑا ڈال دیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھا کر سپاہ کی تنخواہ دلادی اور ہتھیار لنکے رہیے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح پر اور اُس پر مختلف رائین

اب ہم اصلاح سپاہ کا ذکر کرتے ہین گورنر جنرل کا خط نواب کے پاس آیا تو اُس کا جواب اُنھون نے گورنر جنرل کو یہ لکھا کہ سپاہ کی اصلاح کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے

ہین۔ بیگناہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے۔ جن برائیون کا روکنا اُسکا کام تھا اُس مین اور تائید کی ہے اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور اُسکو خود دے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور شخصون کے حق تلف کرکے خود غصب کر لیے مگر مدبران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین۔ مسافر اپنی راہ کو کتون کی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین اور اُس مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین آتی کہ آیا کسی کام کے کرنے سے لوگ ہم کو برا کہین گے یا بھلا کہین گے جن مدبران ملکی کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسا کام کیجیے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے دیسی ریاستون کے معاملات کا تصفیہ نہین کر سکتے تھے۔ لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبر نہ تھے کہ وہ اوپر کی بات کا خیال کرتے اُنھون نے جیسی حالتین دیکھین اُن کے مناسب کام امانت دیانت اور خلوص صداقت سے کیے نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہین کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچے دل سے نیک جانتے تھے اُس کے باب مین پھر اُنھون نے نواب کو خط لکھا۔

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اُسی زمانے مین نواب اور اُنکی سپاہ کی بعض پلٹنون کے درمیان ایک معاملہ ایسا آن پڑا جس سے صاف بات کھُل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ و علاقہ ہے اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے۔ ایک پلٹن لکھنؤ مین تھی اور کسی مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا اُس نے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصہ

لشکر کے خرچ کی تدبیر نہو گی مشکل ہے کہ سرکار کمپنی سپاہ کا انصرام معًا و دفعتہً حملے کی صورت مین کر سکے مین نواب کو وہ عمدہ تدبیر بتلاتا ہون کہ جس سے نواب کو ہمیشہ ایسی ضرورتون کی حالت مین اپنی سپاہ کی کمک کی حاجت ہی نرہے آخر مین خط کے یہ اور لکھدیا کہ عنقریب نواب کے مُلک مین سپاہ کی تقویت کے واسطے ایک حصہ اُس سپاہ کا بھیجا جاتا ہے جو افزائش کے لیے تجویز کی گئی ہے اور باقی سپاہ بعد اُسکے بھیجی جائے گی

ایک مباحثۂ عظیم اس پر یہ ہے کہ اس افزایش سپاہ کا اختیار گورنر جنرل کو عہدنامے کے موافق تھا بھی یا نہین بعض اس کے مخالف اسے رکھتے ہین بعض موافق ہم دونون کو بیان کرتے ہین۔

اب موافقین کی راے یہ ہے کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی دلیل بیان کر دی کہ سرجان شور اور نواب سعادت علی خان کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا اُسکی ساتوین دفعہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت سے فوج انگریزی ولائتی وہندوستانی پیادہ وسوار و توپخانہ مُلک اودھ مین تیرہ ہزار سے زیادہ کی جائے گی تو نواب سعادت علی خان وعدہ کرتے ہین کہ جو سپاہ زیادہ تعداد مذکورۂ بالا سے ہوگی اُس کا خرچہ وہ علاوہ دینگے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ضرورت کے وقت مجوز کون ہوگا اس کا جواب کہین عہدنامے مین موجود نہ تھا اب کیا نواب سعادت علی خان اُس کے مجوز ہوتے تو وہ اپنی بات مین ہٹ کے پورے تھے روپے کی محبت مین ایسے اندھے تھے کہ ضرورت کا وقت جب سب کو دن کی طرح دکھائی دیتا تو وہ اندھون کی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہان ہے کدھر ہے اگر اس ٹٹول ٹٹال مین کہدیتے کہ کیون بہکاتے ہو ضرورت کا وقت

اور مین اُن فائدون کو خوب سمجھتا ہون جو زمانۂ حال و استقبال مین حاصل ہون گے۔
مین اس اصلاح کے باب مین بہت جلد کرنیل سکوٹ سے مشورہ اور اصلاح کرون گا
جو ہم دونون کی صلاح کا نتیجہ ہوگا اُس سے اطلاع دونگا اس اقرار کو اُنھون نے پورا کیا
گر مشکل سے جیسی اُنکی عادت تھی آخر کو نتیجہ نہین مبتدا کی خبر نہین کرنیل سکوٹ نے
نواب کی عادت کو یون بیان کیا ہے کہ نواب عالیجناب وہ شخص ہین کہ اُن سے کسی معاملہ کا
طے کرنا مراسم آداب و تعظیم کے ساتھ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اشکال خیال مین نہین آتا
جب کوئی بات اُن سے کہی جاتی ہے تو وہ اُس کے جواب مین خاموش ہین۔ یہان
خاموشی سے یہ معنے سمجھے جاتے ہین کہ اب وہ آگے بحث و تکرار اُس معاملے مین
نہین کرین گے مگر درحقیقت وہ چپ کچھ اور سبب سے ہوتے ہین پھر جس بات کا وہ اقرار
کرتے ہین اُس کے پورا کرنے کا ذرا خیال نہین کرتے اُس کے لیے تصنع و تکلف دلائل پیش
کرتے ہین جب گورنر جنرل کے پاس نواب کا جواب جس کا وعدہ تھا نہ پہونچا تو ۵ نومبر
سنہ ۹۹ئ کو لارڈ ولزلی نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ ضرور تین ایسی داعی ہین کہ جو
سپاہ کے انتظام کی تدابیر پیش کی گئی ہین اور اُس پر نواب کو خوب علم ہوگیا ہے اور اُنہین
نواب کو بھی میرے ساتھ اتفاق ہے بے تامل بہ تعجیل اُن کی تعمیل کی جائے۔ اس جلدی
کی ضرورت یہ ہے کہ عہدنامے کے موافق مُلک اودھ کی حفاظت تمام دشمنون سے
برٹش گورنمنٹ کے ذمے واجب اور لازم ہے بالفعل جتنی سپاہ انگریزی نواب کے مُلک مین
ہے وہ غیر کافی ہے اب اُن کے مُلک پر زمان شاہ یا شاید کسی اور دشمن کا حملہ ہونے والا ہے
پس جبتک اصلاح سپاہ نہ ہوگی اور سرکار کمپنی کی سپاہ اُنکے مُلک مین زیادہ نہوگی اور جبتک اُنکی
خود سپاہ بے ترتیب و بے تربیت نہ موقوف ہوگی اور اُس کی تنخواہ کی بچت سے انگریزون کے

ضعف حالی کے سبب اپنے مُلک کی حفاظت سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کی اور اس معاملے مین اپنا قائم مقام بنا دیا اور اُسکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا - اور اپنے تئین سرکار کے ہاتھ بیچ کر چند فوائد مول لیے ہون تو اُس کا اب یہ حق نہین رہا کہ اُن شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اُس پر کیا جائے تو وہ اُن پر اعتراض کرے - مگر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض ہوگیا کہ ایفاے شرائط کے لیے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر وحیلہ اُنکی تعمیل مین نہو مگر ناحق اور بیوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا -

دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اُس وقت ضرور تھا کہ نواب کو افزائش سپاہ کے لیے مجبور کرین اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ اودھ پر زمان شاہ حملے کرنے کو تھا وہ لاہور مین تو آپہونچا تھا اگرچہ وہ اُس وقت اُلٹا اپنے وطن کو ضرورت کے سبب سے واپس چلا گیا تھا - مگر پھر اُس کا آنا آسان تھا - سیندھیا بھی اودھ کی تاک مین بیٹھا تھا کہ جب موقع ملے تو اُس کے غُلّے لگائے - روہیلے بھی تیار بیٹھے تھے - نواب کے سارے مُلک کی رعایا اور سپاہ بگڑی بیٹھی تھی اُس سے بھی بُرے وقت مین حملہ کرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا - اب نواب کی سپاہ کا حال تم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو -

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے	دعوےٰ نہ کرے یہ کہ مرے منھ مین زبان ہے
مین حضرت سودا کو سُنا بولتے یارو	اللہ رے اللہ رے کیا نظم و بیان ہے
اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت	آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے
سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا	اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانے کی کٹی شکل	ہے وجہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیان ہے

نہین ہے تو دشمن کے ہاتھ سے مُلک پامال ہوجاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اُٹھانی پڑتین جن کو وہ پہلے سے اپنی عمدہ تدبیر سے رفع کرسکتی تھی شرط عہدنامہ یہ تھی کہ مُلک کی حفاظت سپاہ سے کیجائے گی سپاہ کی تعداد کی قید نہ تھی تو اُس کی حراست ایسی سپاہ سے کہ جو اُسکی حفاظت کے واسطے کافی نہو ایک بیہودہ اور حماقت کی حرکت تھی اس لیے افزائش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی - اب یہ لارڈ ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی کو مُلک کی حفاظت کرنا محال تھا - لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہے کہ نواب کے مُلک مین حسب ضرورت گاہے گاہے ازدیاد سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوگا یہ عبارت غلط ہے - حقیقت مین عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کو اختیار ہے کہ جسوقت اُسکو ضرورت افزائش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کردے پس اس افزائش سپاہ کے ساتھ کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کیواسطے ہو یا گاہے گاہے پس گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہے مستقل اور مدام کے واسطے تجویز کردے -

مخالفین اِس دلیل کا یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے دینِ مُلک داری کے فتوے سے جُدا ہوتا ہے ایسے ہی منطق جہانداری کے براہین بھی انوکھے ہوتے ہین زبردست کی زبردست کے ساتھ ایسی ہی دلیل ہوا کرتی ہے جیسی کہ اوپر بیان ہوئی اُن مین بڑے چھوٹون سے ایسے صغرے وکبرے بنا کر نتیجے نکالا کرتے ہین عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہوگیا کہ سرکار کمپنی کو افزائش سپاہ کا اختیار حاصل ہے - اب اُس کے خرچ کے واسطے روپے کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی عنایت ورعایت پر موقوف ہے جب نواب نے اپنی

بحال کرکے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتا ہو
مرہٹون کے ایفائے وعدہ کا اعتبار نہو۔ روہیلے بغلی دشمن موجود ہون پھر کیا ایسے
حال مین گورنر جنرل مبارکباد کے شادیانے بجاتے کہ شمال و مغرب مین بالکل امن و
امان ہے کیون اودھ مین افزایش سپاہ کیجئے۔

اس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہین کیا کہ چند روزہ کی تعریف اور ستایش کے لیے
اپنی راست بینی اور دریادلی سے ہاتھ اُٹھائین اور اپنے مقاصد اعظم کو حاصل کرنے سے
باز رہین وہ یہ سمجھے تھے کہ نواب اودھ کے معاملات مین اس دخل اندازی سے
ضرور متعصب ناعافیت اندیش نامعاملہ فہم اُن کی تذلیل کے درپے ہون گے
لعنت ملامت کا غل مچائین گے مگر وہ ایسے بے سرے راگون پر کب کان لگاتے
تھے اُن کی نظر عالی ان مقاصد اقصیٰ پر تھی کہ ہندوستان مین امن و امان رہے
برٹش گورنمنٹ سلامت رہے اُنکی قوم اور مُلک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو۔ اس
اپنے انتظام سے وہ جانتے تھے کہ اودھ کا نواب نہال ہوگا اور اُس کی رعایا دولت و
امن سے مالامال ہوگی گو اسوقت غیظ و غضب کے سبب سے اُسکو یہ سودمند امر نظر
نہین آتا تھوڑے دنون کے بعد وہ یہ دم بھرنے لگے گا ع دردم از یار است درمان نیز ہم۔
خلاصہ یہ ہے کہ یہ عالی ہمت والا نہمت اپنے عزم مین مستقل تھا اور کسی مشکل اور
دقت سے جو اُسکو پیش آتی نہین ڈرتا تھا۔

محققین کی رائے اس کے خلاف مین سُنیئے وہ یہ کہتے ہین کہ لارڈ ولزلی نے جیسی
انوکھی بات اسوقت نواب سعادت علی خان کو اپنے خط مورخہ ۵۔ نومبر ۱۷۹۹ء مین لکھی ہے
ویسی کمتر انسان کے منھ سے نکلا کرتی ہے اُسکے یہ معنی تھے کہ امن و امان کی حالت مین

گھوڑ والے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر
ثابت ہو جو دکلا تو نہین موزون مین کچھ حال
کہتا ہے نفر عزت کو صراف سے جا کر
یہ سُن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گر نہ
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے
لیتے ہین بائین روسیہی وہ تو دو ماہہ

تنخواہ کا پھر عالم بالا یہ نشان ہے
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیئے کے یان ہے
تیرون مین ہو پر گیر تو بے چلہ کمان ہے
بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فلقے سے میان ہے
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
تنخواہ کا پھر بیٹا اس شکل سے یان ہے
ٹک دھونس دھڑلے کی جنھین تاب و توان ہے

سرجمیس کریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے مُلک اودھ مین تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہے نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت منحوس بنا رکھی ہے نہ اُسکے پاس ہتھیار ہین نہ وردی ہے نہ کوئی توپ ہے جب ایک موقع پر مین نے نواب سے وردی اور ہتھیار اور توپین سپاہ کے لیے مانگین تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزین فقط اتنی ہین کہ جو سپاہ میری اردلی مین رہتی ہے اُسی کے لیے کافی ہین اور زیادہ نہین جو بھیجون غرض نواب کی سپاہ بالکل نکمّی ہے مجھے خوف ہے کہ اگر اس تبہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہ ہو گا تو اُس کی سیہ کاری کا مرض مضرت رسان ہو جائے گا مین اگر کہین جاؤن اور اس سپاہ کو پیچھے چھوڑ جاؤن تو مجھے اُس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہے جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطر ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسری اُسکے خون کی پیاسی ہو اور پھر اُس پر زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلّی کے بادشاہ کو

جانتے تھے کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ میری فوج کو بالکل تباہ و برباد کر دے اور مُلک کی
حفاظت اپنی سپاہ کے حوالے کرے غرض اُن کا دل سلطنت سے ایسا بجھ گیا تھا کہ وہ
رزیڈنٹ سے اشاروں اور کنایون مین ایسی باتین کیا کرتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا
تھا کہ وہ سلطنت کے کام سے برداشتہ خاطر ہین اور اُس کے چھوڑنے کا قصد ہے باتین تو
اُنکی ایسی تھین مگر کام اُنکے ایسے تھے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ لکھنؤ مین رہنا
چاہتے تھے - تعمیر عمارت کی تیاریان قوانین سلطنت کے بڑے بڑے مسودے امور
خانگی کا نہایت انتظام آخر دل کی بات نہ چھپ سکی اور ایک روز رزیڈنٹ کے سامنے
زبان پر آہی گئی کہ "نہ مین رعایا سے خوش ہون اور نہ رعایا مجھ سے - سپاہ میری نہ وفادار ہے
نہ فرمانبردار رعایا و سپاہ دونون سرکش و فساد اندیش اس لیے مجھے سلطنت سے نفرت
ہے مین اِس بار سلطنت کو سر پر نہین اُٹھا سکتا اور خلق جو ودیعت الٰہی ہے اُس کی خبرگیری
اچھی طرح نہین کر سکتا مین تو سلطنت چھوڑتا ہون اور مجھے اِس کا یقین ہے کہ سرکار انگلشیہ
میرے بیٹے کو میرا جانشین کرے گی جس سے میرا نام آیندہ باقی رہے گا اور میرے
خویش و یگانون کا وظیفہ بھی کر دے گی جس سے اُن کا گزارہ اچھی طرح ہو سکے گا میرے پاس
جو کچھ سرمایہ ہے وہ زندگی بسر کرنے کے لیے کافی ہے مین اُسے ساتھ لیجاؤن گا" جب رزیڈنٹ
نے یہ باتین سُنین تو اُن سے کہا کہ آپ اپنے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھ کر
بھیجدین اُس پر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی یہ تکلیف کرین مجھے کسی اور پر اعتبار نہین کہ مین
اپنے راز کی باتین اُس سے کہون - غرض رزیڈنٹ نے یہ تمام احوال اور گفتگوئین جو ہوئی
تھین قلمبند کر کے گورنر کے پاس بھیجدین اور اُس پر یہ حاشیے بھی چڑھا دیے کہ نواب
کے بیٹے بہت ہین مگر سب حرامی نزلنے کا حال یہ ہے کہ نواب خزانۂ عامرہ سے

بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہیں جو لڑائی کے وقت میں ہوتے ہیں عمدہ گورنمنٹ کے
اصول میں یہ امر داخل ہے کہ امن کے وقت سپاہ کے تمام صیغوں کا خرچ جس قدر ممکن ہے
کم کیا جائے خراب گورنمنٹ کا اصول اس کے برعکس ہے۔ اُس میں سپاہ کا خرچ امن کے
وقت میں بھی وہی ہوتا ہے جو نہایت اشد ضرورت جنگ کے زمانے میں ہوتا ہے
ملک اودھ کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس میں امن کے وقت میں سپاہ کا وہ خرچ
رکھا جاتا جو جنگ کے وقت میں ضرور تھا اُسکی آدھی سرحد تو سرکار کمپنی کے ملک سے
ملحق تھی اُسپر تو کوئی حملے کا گمان اور اندیشہ ہی نہ تھا دوسرے آدھی طرف زمان شاہ
کے حملے کا خوف اُسوقت ہوتا کہ وہ تمام درمیانی سلطنتوں کو فتح کر کے طے کر لیتا اُسکے لیے
تو ہنوز دلی دور تھی۔ رہے مرہٹے وہ آپس کے نفاق کی بلاؤں میں مبتلا تھے اُن کو
اپنی جان بچانی مشکل پڑی تھی اور کس کی خبر لیتے۔ پس افغانوں کے حملوں کے
خوف سے ملک اودھ میں سپاہ کے اُن کارخانوں کا قائم کرنا جو جنگ کے وقت ہوتے
ہیں ایسا بیہودہ کام تھا جیسے انگلستان میں ترکوں کے خوف سے یہ کام کیا جائے غرض
زمان شاہ کا دھڑکا نواب سعادت علی خان کو دینا ایسا تھا جیسے کوئی بچے کو ہوّے
سے ڈراتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محققین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر پیش از مرگ واویلا تھا
دوسروں کے نزدیک علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل تھا۔

نواب کا ترک سلطنت کا وعدہ کرنا اور پھر اُسکو پورا نکرنا

نواب سعادت علی خان سرکار کمپنی کے مقاصد اصلی پر پہونچ گئے تھے وہ یہ

اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے مین جو سرکار دولتمدار نے تجویزین فرمائی ہین وہ پہلے
کبھی نہین ہوئین دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے کہ بڑے چھوٹون کی دستگیری کرتے ہین
جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسون اور امیرون کے سر پر ہاتھ دھرتے ہین تو اُنکی اعانت
مین سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے مین کسی طرح کا دریغ نہین فرماتے ہین اس لیے مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف وکرم سے یہ توقع ہے کہ مین اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤن کہ اپنی سپاہ کو
موقوف کرون اور ہزارون آدمیونکو بھوکا مارون اور اس سے طرح طرح کے خطرون مین پڑون
اور سرکار کی سپاہ کو پھیلاؤن جس سے رعایا کی نظرون مین میرا رُعب وداب نہ ہے مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز ہرگز یہ نہو گا کہ مین ذلیل وخوار ہو جاؤن یہان تک
تو یہ نیازمندی کی باتین تھین آگے تدابیر پیش شدہ کے خلاف یہ دلائل بیان کین کہ عہدنامہ
کی دوسری دفعہ سے حضور کی راے پر روشن ہو گا کہ مین جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا
تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے جس قدر سپاہ پہلے زمانے مین رہتی تھی اُس سے
بہت زیادہ اُسوقت موجود تھی مین نے اُسکے خرچ ادا کرنے کا اقرار کر لیا مگر کہین اُس مین
یہ نہین لکھا کہ بعد ایک عرصے کے اضافۂ سپاہ مستقل طور سے کیا جائے گا اور اُس کا خرچ
میرے ذمے مقرر ہو گا پس شرط سے انحراف کرنا بے ضرورت معلوم ہوتا ہے عہدنامے
کی ساتوین دفعہ کے ملاحظے سے حضور پر واضح ہو گا کہ افزائش سپاہ کا اختیار سرکار کو بے ضرورت
نہین ہے اور ضرورت کی حالت مین حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہین بلکہ تا ضرورت
پھر دفعہ ۱۷ کو دیکھئے کہ دونون سرکارون مین کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جائیگا
اور مجھے بالکل اختیار اپنے امور خانگی مین انتظام ملکی ہین اپنے موروثی ملک کی سلطنت
مین سپاہ پر رعایا پر ان سب پر ہو گا۔ پس جب میری فوج موقوف کر دیگی تو مین پوچھتا ہون

جو تحریرات ہوئی ہین اُن مین مین نے کبھی یہ نہین لکھا کہ افزائش سپاہ مجھے منظور ہے
مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ انھون نے مجھے لکھا تھا کہ اُسوقت تک افزائش سپاہ کا
انتظام نہین کیا جائیگا جبتک کہ اُسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کرنے سے روپیہ کا
انصرام نہو گا ابھی میری فوج بدستور نوکر ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے مُلک مین آ موجود
ہوئی اُس کا خرچ کس کے گھر سے دیا جائے گا سردست کوئی اُسکے واسطے سامان نہین
سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین سیکڑون خطرے اُس مین ہوتے ہین ہزارون آدمی
بیکار ہون گے سیکڑون مفسدہ پردازی پر آمادہ ہونگے بہت سے بیچارے بیٹھ کر پیٹ کو روئین گے
مگر مجھکو تو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے فقط اُنکی خوشی کے لیے اُنکی تجویز کو
قبول کرتا ہون قہر درویش بر جان درویش اب مین اُن شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس
افزائش سپاہ کے باب مین عہدنامے مین مرقوم ہون۔ اول شرط یہ ہے کہ افزائش سپاہ ایسی کبھی
نہین کیجائے گی کہ نواب اُسکے خرچ کا بار نہ اُٹھا سکے۔ دوم سپاہ زائد کا ایک ڈویژن ہوگا
اور وہ ایک جگہ وہان رہے گا جہان زمان شاہ اور دشمنونکے حملے کو روک سکے گا اور
فقط اُس کا یہی کام ہوگا۔ سوم افسران سپاہ کو اختیار نہوگا کہ تحصیل محصول مین دست اندازی
کرین اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھ کر یہ مستمندانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار دولتمدار
کے لطف و کرم سے یہ امید ہے کہ اس دفعہ تو مین نے گورنر جنرل کی ناراضی کے
اندیشے سے اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کر لیا ہے مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف
ایسی تدابیر سے نہ دیجائیگی۔

۱۸۔ جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا جس کے آغاز مین اپنے
خاندان کی قدامت کا بیان کیا اور سرکار سے جو روابط و اتحاد تھے اُس کا حال مشرح لکھا

گورنر کا نواب کو تخت سلطنت سے محروم کرنے کی دھمکی دینا اور اودھ کا بہت سا ملک کاٹ کر سرکار کمپنی کی عملداری مین داخل کر لینا

نومبر ۱۸۰۱ء مین نواب سے پھر درخواست کی گئی کہ سپاہ جس قدر اور زیادہ ملک کے رہنے کے لیے تجویز کی گئی تھی اور اُسکے ایک حصے کے لیے تو انتظام ہو گیا اب دوسرے حصے کے لیے اور خرچ کی تجویز کیجئے نواب نے عذر کیا کہ بڑی مشکل سے ملک کی آمدنی وصول ہوتی ہے مین روپیہ دینے کا عہد و پیمان جب تک نہین کر سکتا کہ اپنے مین قابلیت اُس کے بہم پہونچانے اور ادا کرنے کی نہ دیکھون اگر بغیر سوچ بچار کے اقرار خرچ کا کرونگا اور اُس کا انصرام نہ کر سکونگا تو پھر عہد شکنی کا مجرم ٹھہرونگا اپنے خزانچی سکھرلے کی معرفت تمام ملک کی آمدنی کا حساب مرتب کرا کے گورنر جنرل کے پاس رزیڈنٹ کی معرفت بھیجدیا اُس حساب کو گورنر جنرل نے ملاحظہ فرما کر لکھا کہ اگر ایسا ہی ہولناک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس مین نواب اپنے اقرارون کو گورنمنٹ کے ساتھ ایفا نہین کر سکتے تو برٹش گورنمنٹ پر یہ واجب ہوا کہ نواب کی خود اصلاح مقاصد اور فلاح آرب کے لیے اور سرکار کمپنی کے منفعت اور فائدے کی خاطر ملک مین ایسی مداخلت کرے کہ جس سے نواب کی سلطنت کے مخازن آمدنی کی نوبت اس حد تک نہ پہونچے کہ اُس سے نہ نواب کا کام چلے نہ سرکار کا - اودھ جیسے سرسبز و شاداب ملک مین جو ویرانی اور بربادی پھیلی ہے وہ صرف نواب کی بدنظمی و نقص تدبیر کے سبب سے ہے اُس پر کوئی آفت ارضی و سماوی ایسی نہین واقع ہوئی کہ جس سے ملک ویران ہو اُسکے برابر کے ملک سارے آباد اور خوشحال ہین - غرض مدتون سے نواب کو فہمائش ہو رہی ہے کہ وہ اپنے ملک کا انتظام کرین اور رعایا پر متوجہ ہون مگر یہ سارے پندو

کہ میری سلطنت اور حکومت کہان رہی بے سپاہ نہ امور خانگی مین کچھ کرسکتا ہون نہ رعایا پر رُعب و داب بٹھا سکتا ہون نہ آبائی سلطنت پر حکومت کرسکتا ہون کسی کام کا نہین رہتا ہون اس لیے سرکار دولتمدار کی شاہانہ عنایت اور رافت کا اُمیدوار یہ خاکسار بیمقدار ہے کہ جو تدابیر تجویز کی گئی ہین وہ سب موقوف کیجائین۔

موجبات شکایت کا جواب دینا تو مشکل تھا مگر محکوم حاکم کی لڑائی تھی محکوم کا کب یہ منصب تھا کہ وہ یہ کے کہ یہ ہو اور وہ نہو زبردست کا بس زبردست پر کیا استدلال سے چل سکتا ہے اُسوقت لارڈ ولزلی اور ہی چال چلے اُنھون نے اس خط کو دیکھکر کہا کہ یہ تحریر گستاخانہ قابل جواب نہین اور سکرٹری سے رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ تمھاری چھٹی کے ساتھ جو نواب کا خط بجواب چھٹی گورنر جنرل مورخہ ۵۔نومبر کے آیا تھا وہ واپس بھیجا جاتا ہے تم نواب کو وہ دیدو اور ہماری طرف سے نواب کو یہ سُنا دو کہ اُس سرکاری تحریر کے جواب مین جسپر گورنر جنرل کی مُہر ثبت ہو جو نواب نے اس دفعہ طرز اختیار کی ہے وہ نہایت گستاخانہ اور بیباکانہ ہے سلطنت انگلشیہ کا ادب و تعظیم جو اُنپر واجب ہے اُس سے اُنھون نے باہر قدم رکھا ہے اس لیے اس خط کی تحریر جواب پر گورنر جنرل کچھ توجہ نہین فرماتے ہین بلکہ اپنی چھٹی مورخہ ۵۔نومبر کا جواب لمنگتے ہین اگر ایکی دفعہ نواب نے سرکار انگلشیہ کی عہد شکنی کے اظہار کے واسطے وہی پوچ براہین پیش کین اور وہی خط کی طرز تحریر اختیار کی تو سرکار کو اس گستاخی کی خبرگیری کرنی پڑے گی۔غرض اس چھٹی کا ترجمہ رزیڈنٹ نے فارسی مین نواب کو سنوا دیا بعد اسکے حجتین ہوتی رہین آخر کار نواب نے مجبور ہوکر فروری سنہ ۱۸۰۰ء مین اپنی سپاہ کا ایک حصہ موقوف کردیا تاکہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا خرچ اُنکی تنخواہ سے نکل آئے یہ فوج ضرور دنگا و فساد مچاتی مگر رزیڈنٹ نے اُنکی چڑھی ہوئی تنخواہ دلاکر چڑھائی سے باز رکھا اور فساد نہ برپا ہونے دیا۔

اُسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی اور اُن اطراف سے غیر ریاستونکے حملے کا
خوف نواب صاحب کو نہ رہتا اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہین نواب اور غیر ریاستون
سے سازش نکرے۔ انھین دنون مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خان کو
لکھا کہ جب سے تم مسند ریاست پر بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہون کہ موافق
اُن اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال سے اختیار کیے ہین وہ کام کرون
جو مین نے آپ کو پہلے خطون مین لکھے ہین یہ سارے کام فقط اس سبب سے بھی کرنے
پڑے کہ آپ اپنے مُلک کی بدنظمی کو روک نہین سکتے اور نہ انتظام کر سکتے ہین نہ بیچاری
رعایا کے جان و مال کی حفاظت کر سکتے ہین۔ غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قائم رکھا
کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام نکر سکے اور رعایا اُس کی بدخواہ اور ناراض ہو
وہ خود ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کامون سے بجبر معزول کیا جائے
سرجان شور کے عہدنامے کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خان سے ۷۶ لاکھ
روپیہ سالانہ ٹھہرا تھا اور اب اس افزائش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ
ہوا یہ دونون مل کر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا اس لیے نواب سے درخواست کی گئی
کہ جس مُلک کی آمدنی اس قدر روپیے کی اس زمانے کی حالت مین سواے خرچ تحصیل
مالگزاری سے ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کو دیا جائے جب اعلیٰ درخواست کُل
مُلک کے حوالے کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو انھون نے بڑی رنجش سے اُنھون
نے بڑے بڑے مباحثے کیے اور تحریرین ان کے خوا... نواب نے کہا کہ مجھے
تعجب ہے کہ پہلے نوابون کے عہد مین زر موعودہ ... ادا ... واکی تنخواہ اور
مین نے کبھی اداے زر قسط مین ایک لمحہ کا توقف نہین کیا ایسے کوئی بھی میرے ذمے

نصائح نقش برآب وگرہ درہوا ہین - آخر کار مُلک کی بربادی وویرانی کی وہ نوبت پہونچ جائیگی کہ زرموعود بھی سرکار کمپنی کا ادا نہو سکے گا اس لیے بہتر ہوگا کہ اس سراسر ظلم کی بھری ہوئی حکومت اور زہر کی بجھی ہوئی سلطنت کی قائم مقام وہ گورنمنٹ قائم ہو جس سے رفاہ حال رعایا آسودگی برایا مُلک کی سرسبزی اور شادابی - نام و ناموس جان و مال رعیت کی نگہبانی اور فضل و ہنر کی کامرانی تجارت و زراعت کی ترقی غرض تمام اسباب خوشحالی خلق مہیا ہو جائین - تاکہ سپاہ فرمانبردار اور رعایا خیر خواہ ہو جائے - یہ سب باتین ممکن نہین کہ کسی اور طرح حاصل ہون جب تک کہ نواب سارے مُلک کا انتظام مالی و مُلکی اور جنگی سرکار کمپنی کو نہ دیدین اور خود سلطنت سے دست بردار نہون اُن کے واسطے اور تمام اُنکے دوست آشنا خویش و بیگانون کے واسطے وظیفے معقول مقرر ہو جائین گے صرف یہی تدبیر ہے کہ جو مُلک اودھ کو نہال اور رعایا کو مالا مال کرے گی ورنہ وہ کسی طور سے آفات اور مصائب کی لکدکوب سے نہین بچ سکتا - لارڈ ولزلی نے اس پر عمل کیا کہ "بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود" رزیڈنٹ کو لکھا کہ اس امر کو وہ مصالحت سے طے کرے اور اگر نواب اس مصالحت کا معاہدہ نکرین تو پھر نواب سے نہایت ادب کے ساتھ وہ یہ عرض کرے کہ پہلی اور حال کی سپاہ زائد یعنی کل سپاہ کے خرچ کے واسطے کوئی ایسا مخزن مقرر کر دین کہ جس سے زرموعود عین وقت پر وصول ہو جایا کرے اور اس مین کچھ خلل نہ آیا کرے اسکے واسطے یہ تدبیر بتلائی کہ وہ اپنے مُلک کا حصہ ہمیشہ کے لیے سرکار کو دیدین کہ اُس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جائے - جو مُلک تفویض کرنے کے لیے تجویز ہوا تھا وہ اضلاع دوآب و روہیلکھنڈ مع اضلاع علی گڈھ وگورکھپور تھے اس تفویض سے نواب کا مُلک امن کا گنبد ہو جاتا تین طرف سے

اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری غیبت مین مقرر ہو جو کام ہونے والے ہین وہ میری
غیبت مین ہون اپنی آنکھون کے سامنے یہ ملک دینے کی بلا نہین دیکھی جاسے گی
مین نہ سرکار کمپنی سے لڑسکتا ہون نہ مقابلہ کرسکتا ہون جو وہ چاہے کرے ملک اور خزانہ
سب حاضر ہے غرض یہان عجز و نیاز کے لباس مین انکار تھا وہان شاہانہ عتاب و ناز
مین اپنی بات پر اصرار تھا - لارڈ ولزلی نے اپنی تحریرات کے اندر حقیقت مین سلطنت انگلشیہ
کی سطوت وصولت کو دکھایا جو اس کام کے لیے سزاوار تھی کہ اُنھون نے جو اتنی حجتین کین
فقط اس لیے کہ اُنکو یہ منظور تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کہ جبر و قہر سے مُلک نہین لیا جاتا ہے وہ دل سے
چاہتے تھے کہ نواب اپنا مُلک دیدین سانپ مرجائے لاٹھی نہ ٹوٹے اس لیے اُنھون نے
اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرائیوٹ سکرٹری بناکر نواب سعادت علی خان کے پاس بھیجا
کہ شاید میرا بھائی نواب کی ہٹ کو دور کردے ۴ - دسمبر ۱۸۰۱ء کو وہ لکھنؤ مین آگئے اور ۶ - کو
نواب کو سمجھایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہین کہ اگر مین مُلک دیدونگا تو مین تخت سے
محروم ہو جاؤنگا اور میری سلطنت کالعدم ہو جائیگی بلکہ برخلاف اُسکے اُس سے
آپکی اولاد کے لیے تخت سلطنت زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائیگا وہی اعزاز و اکرام
شاہانہ آپ کا باقی رہے گا اس مین کچھ فرق نہین آئے گا کوئی آپ کو تخت سلطنت سے
محروم نہین کرتا نواب نے اس کا جواب صاف نہ دیا ۱۹ - دسمبر کو گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو
یہ ہدایتین لکھین کہ اگر نواب کو دونون درخواستون مین سے ایک کے بھی منظور کرنے مین
اصرار چلا جائے تو تم تمام مُلک مین اپنا بندوبست کرلو اور یہ اُسکے ساتھ معمولی دلائل
بھی بیان کردین کہ جبتک نواب ان دونون درخواستون مین سے کسی ایک کو نہ قبول کرینگے
مُلک اودھ مین عمدہ انتظام نہین ہو گا اور سرکار کمپنی کی سلامتی نہو گی اس سے لیے

باقی نہین لیکن مجھسے وہ درخواست کیجاتی ہے جو پہلے کسی نواب سے نہین ہوئی بھلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون مین ایسی درخواست کو ہرگز نہ مانونگا۔ سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لیے جو مُلک دیدینے مین یہ عذر پیش کیے مین نے کون سی قسط ادا نہین کی کہ جس کے عوض مین اپنا مُلک دیدون مجھے خود اُمید ہے کہ اپنے نظم و نسق سے مُلک کو سرسبز و شاداب کرونگا اگر مُلک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہوجائینگی اور میرا بڑا نقصان ہوگا اور نہ مین اپنے مُلک کا حصّہ دیسکتا ہون ان باتون کا جواب گورنر جنرل نے بھی ۵ - اپریل ۱۸۰۱ء کو رزیڈنٹ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نامنظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے - مگر آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ مُلک اودھ زیادہ برباد ہونے دون اور بندگان خدا پر رحم کرون جو مُلک کی ویرانی اور اُس کی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ سب نواب پر روشن ہے اور وہ خود اس کے معترف ہین اس مُلک کے لینے مین سرکار کمپنی کی سپاہ کے خرچ کی پوری کفالت ہوتی ہے اور مُلک کی بھی بہبودی - غرضکہ گورنر جنرل نے اصلاح گورنمنٹ کا اصول یہ قائم کیا کہ جو گورنمنٹ برے درجے کی خراب ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو جائے جس عضو کی صحت کی امید نہو اُس کا کاٹ ڈالنا ہی اُس کی شفا ہے حالت ردی مین اُس کی ناحق مرہم پٹی کرنا مرض اور تکلیف کو بڑھانا ہے - نواب کو اُنھون نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار مین نہین ہے تو وہ اورون کو کیون نہین اختیار دیتے کہ اصلاح کرین وہی مثل ہوئی کہ " نہ خود خورد نہ بکس دہد گندہ کند بہ سگ دہد " نواب کا کلیجا اس معاملے مین تقریر و تحریر سے پک گیا تو مجبور ہو کر اُس مورد رنج و بلا نے کہا کہ اب مجھے کربلا کی زیارت کی

بارہ ہزار آٹھ سو اٹھتر روپیہ بارہ آنہ تین پائی مع خرچہ تحصیل کے تھی۔

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ و کڑا و چکلہ اٹاوہ	۵۵۴۸۵۷۶ روپیہ	-	۱۱ آنہ -	۹ پائی
کھر وغیرہ	۵۲۳۳۷۷ روپیہ	-		۶ پائی
فرخ آباد وغیرہ	۴۵۰۰۰۱ روپیہ			
کھیراگڈھ وغیرہ	۲۱۰۰۰۱ روپیہ			
اعظم گڈھ وغیرہ	۶۹۵۶۲۴ روپیہ		۷ آنہ -	۶ پائی
گورکھپور و بٹول	۵۴۹۸۵۴ روپیہ		۸ آنہ -	
صوبۂ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳ روپیہ		۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷ روپیہ		۱۱ آنہ	۳ پائی
نواب گنج کھلی وغیرہ	۱۱۹۲۴۲ روپیہ		۴ آنہ	
محال وغیرہ باستثنائے تعلقہ	۱۶۸۳۷۸ روپیہ		۴ آنہ	

اردل۔

نواب گنج کے پاس اس ملک کے نکل جانے کے بعد کروڑ روپے کا ملک باقی رہا جیسا کہ انگریزی تاریخون مین ہے لیکن بعض کہتے ہین کہ ایک کروڑ بتیس لاکھ روپے کا ملک باقی رہا تھا جسقدر ملک ہاتھ سے گیا اُس مین وہ خراج بھی جو نواب فرخ آباد نواب اودھ کو دیتا تھا دیدیا گیا۔ اور جو ملک باقی رہا اُسکی حفاظت ہوئی اور اُسکی نسبت عہدنامے مین لکھا گیا کہ آنرایبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہے کہ نواب سعادت علی خان اور اُن کے

یہ امر فقط مناسب ہی نہین بلکہ فرض ہوگا کہ تمام سلطنت نواب سے لے لی جائے
انکے خوب کان اور دل کے کواڑ کھول کر سمجھا دو کہ سرکار کمپنی نے ملک اودھ کے تمام مالی اور
ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کر لیا ہے پس اگر اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو انکی سپاہ کو معزول
کردو اور سارے ملک کے انتظام کی تدبیر کامل کرو اور اُس پر قبضہ جما لو نواب نے اُسی روز
کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی تھین رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ مجھے دوسری درخواست حصۂ ملک
کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج اور زیارت کربلا جانے کی اجازت ہو اور میرا بیٹا
میرا جانشین ہو وجہ اسکی یہ بیان کی کہ ملک کے دیدینے کے بعد میری غیرت کا یہ اقتضا
نہین ہے کہ یہان اپنے ہمسرون کو اپنا منھ دکھاؤن اگرچہ اس آخری شرط سے ایک
حرف سرکار کمپنی پر آتا تھا مگر بعد غور و تامل کے رزیڈنٹ اور ہنری ولزلی نے نواب کی اس
درخواست کو منظور کر لیا اور دستخط اپنے کر کے بھیج دیے ۲۰ - کو پھر نواب نے لکھا کہ مجھے باقی
میرے ملک مین اختیار کلی دیا جائے اور کسی کو اُس مین دخل نہو اُس پر جواب دیا گیا
کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو ہو چکی ہے یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لیے
جدا کیا گیا ہے برٹش گورنمنٹ کو تمھارے سارے ملک کی حفاظت کرنے کا اور اُس مین عمدہ
حکومت قائم کرنے کا استحقاق حاصل ہے اس پر نواب نے ۲۹ - کو اپنے خط مین لکھا کہ آپ کی
اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا کیونکہ جو ملک باقی رہا اُس مین
بھی ساقط الاعتبار رہا غرض بعد بہت سی تکرار اور مباحثے کے ۱۰ - نومبر ۱۸۰۱ء مطابق ۲ -
رجب سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تھا دستخط کر دیے اور ۱۴ - نومبر کو
بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اُسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے
کے موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی سکۂ لکھنؤ سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ

مذکورکے یہ بھی قرار پایا کہ دریاے گنگا اور ممالک طرفین کے دوسرے سرحدی دریاؤن مین جہازرانی بلامزاحمت ہوا کرے اور کوئی کشتی محصول طلب کرنے کے لیے نہ روکی جائے اور نہ اُس کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین معاہدے کے ملک مین اس نیت سے قیام کرے کہ وہ اپنا اسباب وہان نہ اُتارے گی مگر یہ اختیار دونون سرکارون کو رہا کہ اُس اجناس پر جو اُنکے ممالک مین آئے یا اُنکے مُلک سے جائے محصول جسکی تعداد رواج اور نرخ حال سے زیادہ نہولین - اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شے نواب کے ملک مین فوج مقیم علاقہ سپرد شدہ کے صرف کے لیے خریدی جائیگی اُسکی نسبت دعوی مستثنی ہونے کا پیش کیا جائیگا اور اُسوقت مین بھی جب شے مذکور کمپنی کے افسرون کو دیجائیگی -

ایک شخص نے شعر ذیل سے اِس معاملے کی تاریخ نکالی ہے -

خود بخود این دور دورنگی گرفت   ملک ز نواب فرنگی گرفت

دیگر

شو رصاحب ایں از وزیر علی   کہ جلوسش نہ درخور تسلیم

بجناب یمین دولت و مُلک   داد مُلک و ریاست از تکریم

از پس چار سال حسب شرط   ایک قسمت گرفت مُلک یتیم

سال تاریخ یافت آفاق   کہ شدہ المناصفہ تقسیم

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ خبر بھیجدی کہ ملک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے ہوگیا اور اُس سے یہ فوائد حاصل ہوئے کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر سرکاری جو مُلک بنگال مین ہے اُس کا بہت سا خرچ سنئے حاصل شدہ مُلک کے ذمے ہوگیا از موعود جو لشکر کے لیے لیا جاتا ہے اُسکے وصول ہو جاتے مین آیندہ کچھ کھٹکا نہین رہا

جانشینون اور وارثون کو اُس قدر مُلک پر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقہ سپرد کر دینے کے بعد نواب کے پاس باقی رہے گا حکومت و سلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی۔ اور نواب کیطرف سے یہ اقرار ہوا کہ وہ باقی ماندہ علاقے مین اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی اور اُس کی جان و مال کی حفاظت متصور ہو گی اور نواب ہمیشہ حسب ہدایت وصلاح افسران کمپنی کے کاربند ہونگے اور چونکہ یہ حصۂ مُلک بعوض سالانہ خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی کے نواب وزیر کے مُلک وغیرہ کی حفاظت مین واقع ہوتے تھے دیا گیا اس لیے کمپنی نے اقرار کر لیا کہ اب ہمیشہ کے لیے وہ سالانہ موقوف ہو گیا اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودھ اور اُسکے متعلقات کی حفاظت کے لیے فوج اور بڑھانے کی ضرورت ہو گی تو ادائے اخراجات ازدیاد فوج کا نواب سے مطالبہ نہو گا اور آیندہ جو خرچ کمپنی کا فوج کے جمع کرنے مین یا دشمن کا حملہ دفع کرنے یا توہم حملہ کے روکنے کے لیے ہو گا یا اُس فوج کی بابت ہو گا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بد انتظامی مٹانے کے لیے فراہم ہو گی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہو گا تو اُس کا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہو گا اور ایک حصہ انگریزی فوج کا اور تھوڑا توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی مین رہنا قرار پایا مگر خرچ اس کا بھی کمپنی کے ذمے رہا نواب اس کے روپیے سے بھی سبکدوش رکھے گئے اور کمپنی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جو مُلک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اُس کی حفاظت بیرونی اور اندرونی دشمنون کے مقابلے مین وہ کریگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار مین رہے کہ جہان اسکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکھے اور یہ بھی شرط کی گئی کہ نواب اپنی فوج کو کم کر کے پیادون کی چار پلٹنین اور ایک ایک پلٹن نجیب اور میواتیون کی اور دو ہزار سوار اور تین سو گولہ انداز رکھین اور بموجب عہدنامہ

ساما ن کے اُنھون نے سیند ھیا اور ہلکر سے عشر عشیر بھی میدان جنگ مین کام نہ کیا اور ایک شکست مین ایسے بچھڑے کہ پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور مردون کے سامنے معرکۂ کارزار مین دو دو ہاتھ دکھانے کے قابل نہ بن سکے اور جہان کہین اُنھون نے فتح پائی وہ انگریزی لشکر کی مدد سے پائی -

لارڈ ولزلی اور نواب سعادت علی خان کی ملاقات

۱۹- جنوری ۱۸۰۲ء کو لارڈ ولزلی بنارس سے کانپور مین رونق افروز ہوئے تو نواب سعادت علی خان بھی یہان استقبال کے لیے آئے اور ملاقات سے سعادت یاب ہوئے گورنر جنرل نے اپنی شیرین کلامی اور خاطر داری سے اُنکے رنج وغم کو کم کیا اور دل کو خوش کیا - لکھنؤ مین آئے اور نواب سے ملاقاتین ہوئین اُس مین گورنر جنرل نے اُن سے فرمایا کہ تمکو یہ کام کرنے ضرور ہین اوّل یہ کہ اڑتالیس لاکھ روپیہ جو سپاہ بڑھانے کے خرچ کا باقی ہے وہ جلد ادا کر دو اور موافق عہدنامے کے اپنی سپاہ کو گھٹا دو جو نیا ملک سرکار نے لیا ہے اُس کا ایک ضلع بدل دو جس سے سرکار کمپنی کی سرحد مین فصل نہ پڑے اور اپنے خویش و یگانون کی پنشن جو سرکار کمپنی نے مقرر کی ہے وقت پر ادا کرتے رہو اور سپاہ انگریزی جو متفرق مقامات پر ہے اُن سب کو لکھنؤ کے قرب و جوار مین ایک جگہ جمع کر دو نواب سعادت علی خان نے سب کامون کو خواہ رضا سے یا مجبوری سے منظور کر لیا روپیہ دینے کے واسطے مہلت چاہی - مگر سپاہ کے یکجا کرنے کے لیے لکھنؤ مین اُنھون نے یہ کہا کہ اُس کی کچھ ضرورت نہین نہ اُس سے کچھ فائدہ ہے - اب مطلب دلی گورنر جنرل کا یہ تھا کہ اُنھون نے نواب سے کہا کہ اپنے ملک کا انتظام نہایت عمدہ کر دو اس پر نواب نے کہا کہ مین بھی اس بات کو

وہ ظلم وستم اور جور وجفا اور زیادتی وسختگیری جو رعایا پر ہو رہی تھی اور ملک مین سخت
ابتری پڑ رہی تھی اُس سے نجات ہوئی۔ ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین
جواب نہین رکھتا تھا اور وہ ایک ہندوستانی حکومت کے ظلم کے تودون کے نیچے دبکر
خاک مین ملا جاتا تھا پھر اُسکے بھلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے
سرکار انگریزی کی پیشانی پر جو اس بدنامی کا دھبہ تھا مٹ گیا کہ اُسنے اس بدنظمی اور
تباہی خلقت کے روکنے مین اپنی ہیبت اور صولت کو نہین دکھایا او خدا کا ترس نہین آیا

تنبیہ لیکن یہان یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان مین اُس وقت ایسی کئی ریاستین
موجود تھین جنکی رعایا کی حالت اودھ کی رعایا کی حالت سے کچھ بہتر نہ تھی نہ اُن کا انتظام ہی
یہان کے انتظام سے اچھا تھا مگر اُنکے حق مین یہ گل فشانیان اور کارروائیان نہ تھین کیونکہ
وہ ایسے لوگونکے ماتحت تھین جن مین جنگی قابلیت تھی اودھ کے فرمانرواؤن مین کئی
باتین ایسی تھین کہ انگریز یا دوسرے کسی جگہ کے اہل ال جو کچھ اُنکی نسبت لکھین کم ہے ایک
تو وہ فوج کی طرف سے بالکل غافل تھے اُنکی خبرگیری کی مطلق پروا نہین کرتے تھے
دوسرے فوج کی کمان ایسے لوگون کے ہاتھون مین دیتے تھے جو سراسر اس کام کی
اہلیت سے عاری ہوتے تھے تیسرے ایسے کامون مین جن پر سلطنت کی ہیبت
اور رعب ووقار کا دارومدار ہوتا بیدریغ خرچ کرتے تھے اور ضروری کامون مین ایک
کوڑی لگانے سے دل پھٹتا تھا چوتھے اودھ مین جو رئیس کام کرنے کی قابلیت رکھتا
اُسکے تو ہاتھ پاؤن بندھے ہوتے اور جو خود ہی ہیچ کسی اپنے آپ کرنیکا اور اک نہین رکھتا
وہ آزاد ہوتا تھا پانچوین یہانکے رئیس سپاہیانہ خو بو خود بھی رکھتے تھے انہین شجاع الدولہ
بڑے بہادر مانے گئے ہین مگر ان کا کارنامہ دیکھو لوگ یا وجود کثرت دولت وحشمت اور وفور

پاس منظوری کو بھیجا اُنھون نے غور و تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے تحریر کرکے واپس کیا اس کے بعد نواب نے ۲۲ فروری کو گورنر جنرل کے چند جوابات اور اپنی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴ فروری کی ملاقات مین اس معاہدے کی نسبت زبانی گفتگو ہوئی اُس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض درخواستین اصل کاغذ کی بالکل موقوف کیجائین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل دیگر نواب کی درخواستون کے مطابق اُمین ترمیم کرین اور اسی گفتگو مین نواب نے گورنر جنرل کی اس بات کے جواب مین جو نواب سے اُنکی دوسری درخواست کے جواب مین کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور وزیر کے اجرائے کار معمولی کے لیے مقرر کرین بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے مرزا احمد علی خان کو اُس کام پر مقرر کرنا چاہتے ہین گورنر جنرل نے اس گفتگو مین یہ بھی مناسب تصور کیا کہ اُن مراتب کو بیان کردیا جائے جو دونون سرکارون کی دوستی و اتفاق کے قیام و ثبات کے مد منتصور تھے اور عہدنامہ ۱۰ - نومبر کے نتیجے کے طور پر تھے - اور اس نظر سے کہ آیندہ کسی طرح کا شک و شبہہ اس تحریر و تقریر کے نتیجے اور مطالب مین نرہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کرکے اپنے دستخط اور مہر اُس پر کی اور اُس کی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی و مہری نواب کو دی گئی -

درخواست کوئی شخص جیسا ابتک ہوتا ہے آیندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار نہو تاکہ ہماری بقایاے واجبی کے طریق وصول مین سدراہ نہو بلکہ بخلاف اسکے رزیڈنٹ سلطنت تحصیل بقایاے مالگزاری مین مدد دین اگر رزیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمہ مین منع کیا چاہین تو اُنکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت مین اُسکا ذکر کرین اور چونکہ میری نیت ہرگز نہین

دل سے چاہتا ہون مگر انتظام عمدہ تو جب ہو کہ مجھے کچھ اختیار بھی ہو بغیر اختیار و اقتدار کے کچھ نہین ہو سکتا جب ہاتھ پیر باندھ دیے جائین تو کوئی کیا کر سکتا ہے رزیڈنٹ کی بھی کچھ شکایت کی اور یہ چاہا کہ مجھے بالکل مطلق العنان کر دیجئے تو پھر دیکھئے کہ مین کیسا ملک کا نظم و نسق کرتا ہون گو اُنھون نے صاف نہین کہا مگر اس مین اشارہ تھا کہ کرنیل سکوٹ موقوف ہو جائین مگر گورنر جنرل نے ایسی درخواستون پر کان نہ رکھا تو اُنھون نے دق ہو کر یا کسی حکمت عملی کے لیے یہ درخواست کی کہ مجھے زیارت حج پاکر بلا جانے کی اجازت دیجیے اور میرے بیٹے کو میرا جانشین کر دیجئے اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ مجھے آپکو اجازت دینے مین عذر نہین ہے مگر اُسکے اندر بعض خرابیان بیان کین۔ پھر نواب نے جب یہ کہا کہ زر باقی جب ادا ہو گا کہ میری یہ درخواست منظور ہو گی تو گورنر جنرل نہایت افسردہ خاطر ہو گئے۔

تنبیہ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار وزیر علی خان جو بہ نسبت نواب سعادت علی خان کے سپاہی طبع اور سپاہ دوست تھا اُسکو نواب نے نہایت توڑ جوڑ کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور کے بڑی اہانت کے ساتھ معزول کرایا مگر اس دلفریب سلطنت سے اُنھون نے خاطر خواہ حظ حاصل نہ کیا بلکہ یہان تک اُس سے دق ہوئے کہ ترک کرنے پر آمادہ تھے کبھی دنیا مین بھی مکافات ہو جاتی ہے۔

جو امور عہد نامہ مرقومۂ ۱۰۔ نومبر ۱۸۰۱ء مین صاف نہ تھے گورنر جنرل کا بالمشافہہ اُنکی تصریح کرنا اور اکثر ایسے امور کی تفہیم کرنا جن سے اتحاد اور رسم دونون گورنمنٹون کے درمیان قائم اور جاری رہین

۱۵۔ فروری ۱۸۰۲ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے

اسی مین ہے کہ وہ مجھسے ایسے معاملات مین اتنا نہ کیون بیان کردیا کرین تاکہ اُنکی مرضی کے موجب میرے اہلکارون کی معرفت وقوع مین آیا کرے ابتک یہ حال رہا ہے کہ اکثر خونریزی اور فساد فیض آباد مین اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر مین رہا کرتا ہے اور میری تحریر و تقریر کا کچھ خیال بیگم صاحبہ نے نہین کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت مین جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر مین انصاف نواب کے زیر حکم رہے گا اور بیگم کے نوکر اُنکے مطیع رہین گے اور عدالتہاے نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوگی۔

درخواست مین چاہتا ہون کہ گورنر جنرل بہادر ازراہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرمائین اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد مثل زمین اور بازار و باغ بکثرت بیگم صاحبہ کے اہلکارون نے بلا استحقاق اور بغیر موجودگی سند ضروری کے چار سال کے عرصے سے لی ہے جسکے حال سے میر لندنی صاحب اور مولوی غلام قادر خان میر منشی اور دوسرے معتبر آدمی جیسے الماس علی خان اور داراب علی خان اور اُنکے وکلا بخوبی واقف ہین اور تصدیق اسکی کرسکتے ہین اور سابق خود بیگم صاحبہ نے اسکا اقبال کیا تھا اور اس حال اقبال کو سرکاری بعض معتبر اہلکار جیسے جے سکھ راے وغیرہ جانتے ہین اور اُن کے کاغذات سے ایسی جائداد کی تفصیل حاصل ہوسکتی ہے اور اس جائداد کے لے لینے سے میرا نہایت نقصان متصور ہے خصوصاً ایسے وقت مین کہ جب مین متحمل ایک ذرا بھی نقصان کا نہین ہوسکتا یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اُن کو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جائے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو اور یہ امر بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے۔

کہ بے انصافی ہو اس لیے یا تو مین رزیڈنٹ کو اس مقدمے سے آگاہ کردونگا یا وہ مجھے قائل کر دینگے۔ اگر وہ مجھے قائل کر دینگے تو مین اُنکی فہمائش کے بموجب اُس معاملے سے کنارہ کرونگا اور کسی پر ہماری راے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا۔

جواب۔ اس مین عیب نہین ہے کہ اسکا لحاظ رہے گا نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس اطلاعًا معاملے کی راستی کے دلائل اور اسناد ثبوت بھیجدیا کرین۔

درخواست باقاعدہ عدالتین جس مین میری اپنی غرض بالکل متعلق نہوگی صرف شرع محمدی کے جاری کرنے اور واجبی دعاوی کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لیے مقرر ہونگی تو ہر ایک شخص پر لازم ہے کہ ہر ایک شخص اُنکی متابعت کرے اور اگر کوئی اُن کے احکام کی خلاف ورزی کرے یا اُن کی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کرکے اُنکے حکم کی تعمیل کرائین۔

جواب۔ یہ فعل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے۔

درخواست مین نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہون اور میری عین خواہش یہ ہے کہ اُنکی توقیر اور مرتبہ اور اُنکی آسائش زیادہ ہو مجھے کچھ تعلق اُنکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے نہین ہے اور نہ کسی دوسرے جاگیردار کی۔ مگر مظلومونکی دادرسی اور تصفیہ تنازعات کے بعد عدالت کی حکومت اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تعمیل کرانا اور دادرسی کے متعلق دوسرے مقدمات میرے حکم کے بموجب شہر لکھنؤ اور فیض آباد اور تمام جاگیرات مین ہونے چاہیین کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق ہوا کرتے ہین جسکا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم و زیادتی نہونے دے بہو بیگم صاحبہ کے آدمیون کو نچاہیئے کہ ایسے معاملات مین مداخلت کرین کیونکہ حکومت مین شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی

ایک جائداد میرے قبضے مین ہے مین چاہتا ہون کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرمائین کہ اس طرح کی جائداد واقع علاقۂ مذکور کی ہمارے آدمیون کے سپرد کیجائے ایک فہرست اس طرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجائیگی۔
جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب حسب اطمینان لارڈ صاحب کو دینگے وہ البتہ اُنکے ملازمون کے سپرد کیجائیگی۔
درخواست مین نے اضلاع معلومہ فوج کے مصارف کے لیے صرف لارڈ صاحب کی رضاجوئی کی نیت سے سپرد کیے ہین اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا جب ولزلی صاحب آئے تو ہمکو لارڈ صاحب کی خوشی خاطر اور اُنکے حکم کی تعمیل ضروری متصور ہوئی پس اس مضمون کے احکام جاری ہون کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقۂ سپردشدہ مین واقع ہین متعرض اور مزاحم نہو اور کوئی اُن کو خراب و مسمار نکرے۔
جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے۔
درخواست یہ وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گھاٹ پر آئے گا وہ سلطنت اودھ کو دیا جائے گا چار برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ ہرچند متواتر تحریرات اس بارے مین رزیڈنٹ کو بھیجی گئین مگر آج کی تاریخ تک نہین دیا گیا اس سے ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے احکام صادر ہون کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے۔
جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا۔
درخواست نواب وزیر چاہتے ہین کہ اُنکا بیٹا مرزا احمد علی خان انصرام کار ریاست کے لیے نائب مقرر کیا جائے۔
جواب گورنر جنرل بہادر اس سے مطابقت کر کے مرزا احمد علی خان کی

جواب تمام مقدمات جو نواب اور بہو بیگم کے درمیان ہین اُنپر لحاظ کامل ہو گا اور اُنکے درمیان مین معاملہ اس طرح طے کرایا جائیگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہو گا۔

درخواست میرے ملک کے مفرورون کو پناہ نہ دیجائے بلکہ مین جب طلب کرون مجھے دیے جائین ورنہ ملک سے خارج کیئے جائین۔

جواب تمام مجرم حوالے ایک دوسرے کے کیے جائینگے سرکارین کی ایسی رعایا جسکی نسبت کوئی جرم عائد نہو گا اُسکو اختیار حاصل رہے گا کہ وہ ایک مُلک سے دوسرے ملک مین بلا مزاحمت سفر کرے اور جہان چاہے آباد ہو۔

درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ مین متاجری کی درخواست دے تو اُس سے تحریر لیجائے کہ اُسکو مستاجری اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودھ کا باقی دار نہین ہے۔

جواب تمام بقایاے حال یا جو آیندہ سلطنت کی باقی رہے گی اُسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجائے اور تمام باقی دارون سے اقرار لکھائے جائین کہ میعاد مقررہ مین باقی ادا کرین۔

درخواست اکثر ہمارے عامل جنکی زمین علاقہ سپرد شدہ مین ہے وہ سلطنت کے باقیدار ہین یا تو اُنکے ذمے کے روپے کی معتبری ہمکو دیجائے اور یا وہ عامل ہمارے سپرد کیے جائین تاکہ زر باقی واجبی طور پر ہم وصول کر کے اُنکو رہا کرین اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہم سے طے کر لین بعد اسکے مسٹر ویلزلی صاحب کو اختیار ہے اُن سے اپنا معاملہ جسطرح چاہین کرین۔

جواب نواب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ مین معاملہ نہین ہوا۔

درخواست۔ سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اس علاقے مین واقع ہے جو مصارف فوج کے لیے دیا گیا ہے اور وہ جائداد مالگزاری سے جدا ہے مثلاً اب بنارس مین

قائم کرنے مین اور علاقۂ مذکور کے تمام امور انتظامی مین اور عام کارروائی مین نواب حسب
صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اُنکی نصیحت کے کام کرینگے۔ یہ صلاح اور نصائح
ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی کے طریق پر دیجائینگی۔ جب کسی بڑے کام
مین خاص گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اُنکی تحریر
نواب کو جلدی کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اُس بارے مین ہوگی
براہ راست بذریعۂ تحریر یا بذات خود دینگے۔ رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے سفیر
کے طور پر ہے اور تمام مقدمات کی تحریرات مین باہمی واسطہ ہے اس لیے رزیڈنٹ عام
طرز کارروائی مین نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے
دیا کریگا اور جس مقدمے مین رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور
ہوگا۔ یہ صلاح رزیڈنٹ تمام مقدمات معمولی مین حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر
کے دیا کریگا۔ رزیڈنٹ کو چاہیے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور اجراے کار مین
نواب کے ساتھ اتفاق کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرکے اُنکے اہلکارون کی
معرفت اُن تدابیر کا اجرا کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہین۔ جن مقدمات
مین انگریزی فوج کی اعانت و امداد کی ضرورت ہوگی اُن مین حسب ضرورت وقت
اعانت اور امداد کیجائیگی۔ رزیڈنٹ کو چاہئے کہ نواب کی نسبت تمام امور مین غایت
درجے کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام اُمور مین اُنکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی
رکھے اُنکی حکومت کو قیام اور استحکام دے رزیڈنٹ کو چاہئے کہ باقیماندہ علاقے کے کسی کام
مین اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اُنکے اہلکارون سے ہرگز دست انداز نہو اور رزیڈنٹ کو
چاہئے کہ مشورے مین نہایت رازداری کیا کرے اور جب تک کوئی امر مشورے مین قرار

تقرری کو منظور کرتے ہین۔

درخواست عنایات گورنرجنرل بہادر سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے روبرو مراتب مذکورۂ بالا رزیڈنٹ کو سمجھا دینگے اور حکم دینگے کہ اسکے مطابق کام کیا کرین اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد وہ میری روانگی کی نسبت کچھ تساہل و ہرج نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری مین امداد کرین گے۔

جواب نواب کی درخواست کے مطابق ۲۴ فروری کو مراتب بالا کے احکام اور اطلاع نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دی گئی۔

ازجانب نواب گورنرجنرل

اب نواب گورنرجنرل بہادر اُن مراتب عامہ کو بیان کرتے ہین جن کے مطابق دونون سرکارون مین اسکے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب اجرا پائے گی عہدنامۂ ۱۰- نومبر ۱۸۰۱ء کی رو سے قرار پایا ہے کہ نواب کی حکومت کلیۃً باقیماندہ علاقے مین مقرر ہوئی ہے اور اُنکے اپنے اہلکار اور ملازم کارروا ہون گے اور گورنمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اُن کے باقیماندہ علاقے مین قائم کرائے گی اور اُنکے اہلکارونکی معرفت ملک کا انتظام کرائے گی اور گورنرجنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرین گے نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ مُلک مین ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی ہوگی اور باشندون کی جان و مال کی حفاظت ظہور مین آئے گی اور یہ انتظام نواب کے اہلکار اور ملازمون کی معرفت ہوگا۔ نواب نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے اس لیے باقیماندہ علاقہ مین عمدہ انتظام

غیرون سے بچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا - اور ملک اودھ کو بھی اپنی عملداری کا ایک حصہ بنا لیا - سپاہ سے حمایت و حفاظت کرنی موقوف زر موعود پر تھی جو سال بہ سال وقت پر ادا ہوتا رہے اب اُسکے لیے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تھا - سرکار کمپنی کی فوج کوئی بھاڑے کا ٹٹو بھٹیارے کا نہ تھا کہ جب تک جی چاہا چڑھے پھر کرایہ دیکر کہدیا کہ چلدے اس سپاہ کے لیے تو اقرار ہمیشہ کے لیے تھا پس اُسکے خرچ کے واسطے مخزن کا مستقل ہونا ضرور تھا وہ سوا ملک کے اور ہو نہین سکتا تھا اس لیے ملک کا لینا کوئی ظلم کی بات بات نہ تھی اودھ سے جو تعلق سرکار کو تھا اُس مین دو باتون کا ہونا ضرور تھا ایک یہ کہ عہدنامہ کی شرائط کا ایفا ہو دوسرے ملک مین امن و امان رہے پس ملک مین امن و امان رکھنے کا فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی جاتین تو کچھ خیال نہ کیا جاتا رعایا پر جو ظلم و ستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھون کے سامنے تھا جسکا خود نواب کو اقرار تھا اور اسی خوف سے وہ خود تارک السلطنت ہونا چاہتے تھے یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُنکے سب بیٹونکی ولادت اس طرح سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اُنکو دیدے یہ تو اُنکے حق مین ظلم تھا کہ اُنکو اس قدر نہ دیا جاتا کہ وہ آسائش اور آرام سے نہ رہ سکین مگر باپ کے کہنے سے کسی کو سلطنت کا دیدینا خوف و خطر سے خالی نہ تھا اگر یہ کیا جاتا تو بیچاری غریب رعایا کی چھاتی پر اور مونگ دلی جاتی بد سے بدتر حالت ہو جاتی گو اس مین بعض امیرون اور تعلقہ دارون کے پو بارے ہوتے مگر بیچاری رعایا کے تو طماع حاکمون کے پنجے مین پھنسکر چھکے چھوٹ جاتے غرض گورنر جنرل کو خواہ عہدنامے کے موافق دیکھو خواہ آئین ملکداری کے لحاظ سے دیکھو ملک لے لینے کا استحقاق حاصل تھا اُس وقت ملک اودھ سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اُس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ گورنر جنرل پر

نیابت اُسکے افشا ہونے مین جہد بلیغ رکھے - ان عقائد کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہے
کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورے اور صلاح سے کام کرینگے - اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور
نواب کے درمیان کوئی دقّت طلب بات باقی نہین رہی اسلیئے گورنر جنرل بہادر کو یقینی
امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجرائے امور مین واقع نہوگی -

نواب اودھ کے معاملات مین محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت توہم محققین کی مخالف اور موافق رائین پہلے لکھ چکے ہین اب
اس امر کی نسبت لکھتے ہین کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستین کین کہ یا کل
اپنا مُلک دیدین یا ایک حصہ مُلک کا دیدین وہ عدالت کے موافق ان خواستون سے
مجاز تھے یا نہین اور پھر جو اُنھون نے مُلک کا ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف
تھا یا نہین - ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے
یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط پر دیدو تو یہ درخواست
نہ اخلاق کے خلاف ہے نہ انصاف سے باہر ہے اگر جانب ثانی انکار کرے اور اُس سے
وہ چیز لے لیجائے تو البتہ بعض صورتون مین وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ برٹش
گورنمنٹ کا دونون درخواستون کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے
مخالف - اب جو اُس نے مُلک لے لیا اُسکی نسبت بحث کرنی چاہیئے کہ وہ انصاف تھا
یا یون ہی ناحق زبردستی و جبر و قہر تھا - اس مین کچھ شبہہ نہین کہ نواب کی مسند حکومت انگریزی
سنگینونکی نوک پر تھمی ہوئی تھی جسوقت وہ اُس سے اُنھین علحدہ کر لیتی وہ خاک مین
مل جاتی یہ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوتا - انگریزون نے

لکھا ہے وہ ہیضے کے واسطے اسپغول ستسقی کے واسطے فصد اور مجنون کے واسطے تیر شتر ہی تھا پہلی برائی یہ بیان کی کہ نواب کی سپاہ - اوباش - عیاش - آرام طلب ہے - وہ غریب رعایا کو ستائے جاتی ہے - اسکا علاج تو یہ کر دیا گیا کہ اُس سپاہ ہی کو باقی نہین رکھا سب کو نواب سے موقوف کرا دیا - یہ علاج مرض کے موافق ہوا - آنکھ پھوٹی بیر گئی - دوسری بُرائی یہ بیان کی کہ تمام ملک مین کہین محکمہ عدالت نہین جس سے رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو - مجرم سزا پائے جرمون کا انسداد ہو رعایا اپنے قضایا کا انفصال اُن مین کرائے تیسری خراج ستانی کے دستور ظلم و ستم سے بھرے ہوئے تھے جو بڑا اندرانہ دیتا اور زیادہ روپیہ دینے کا وعدہ کرتا اُسی کو زمین دیجاتی - پھر عاملون کے ظلم زمیندارون پر اور زمیندارون کے ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اُسکے بیان کرنے سے کلیجہ منھ کو آتا ہے - جو تحریری معاہدے بھی آپس مین اُن مین ہوتے تھے اُنکا پاس و لحاظ کچھ نہین ہوتا - غرض جو طریقہ زر مالگزاری کے جمع کرنے کا تھا وہ بُرا ہی تھا - اب اُن دونون بُرائیون کے دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع مین کلکٹر اور مجسٹریٹ اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کیے - اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ گورنر جنرل نے اودھ کے حق مین کیا وہی عدالت اور انصاف کے موافق تھا - مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تھا اُنکو لازم تھا جیسا کہ حاکم محکوم یا زبردست زیر دست کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کرو اسی طرح اودھ کے معاملے مین نواب سعادت علی خان کو ایک مختصر سا حکم لکھ بھیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو جسقدر نواب سے شیرین کلامی کی گئی وہ اُنکو زہر ہلاہل معلوم ہوئی اگر پہلے ہی سے تلخ دوا حکم قطعی کی اُنکو پلا دیجاتی تو وہ اُنکو ایسی ناگوار نہوتی - پہلے جتنی شکر کھلائی پھر اتنی ہی تلخ دوا پلانی پڑی جیسا کہ اب بعد تحریرات کے نواب کی مرضی کے بغیر ملک لیا گیا ویسا ہی اول سے لیا ہوتا -

واجب اور فرض تھا نواب سرکار کمپنی کے محکوم تھے پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اُس کو نہ روکے تو وہ بھی حاکم کا ظلم تھا۔ پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم و ستم کا انسداد یون نکرتی تو خود ظالم بنتی کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اُسکی رعایا کو موذیون کے پھندے سے چھٹایا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام کے لیے نواب سے اقرار مستحکم کرایا۔ غرض جو کچھ کیا عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا۔

اب جو اُسکے خلاف راے رکھتے ہین وہ اسپر اعتراضونکی بھرمار کرتے ہین کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کردینا سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا۔ جس سے حقیقت مین نواب سعادت علی خان اپنی سلطنت سے محروم ہوگئے گو سب چیزین اُنکی سلطنت کی ویسی ہی نظر آتی تھین جیسی تھین۔ سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے جب وہ نرہا تو کیا رہا مُردے کو زندے کے لباس مین دکھایا اب بڑی گفتگو اس مین آن کر پڑتی ہے کہ بعض محققین اسکو بدیہیات سے مانتے ہین کہ سرکار کمپنی کی عملداری مین جو مُلک آگیا وہ نہال ہوگیا۔ اور اہل مُلک اپنی عبادات۔ قضایا و معاملات مین معدلت سے کامیاب ہوگئے۔ ایسے ہی اُنکے مخالفین کہتے ہین کہ نہایت عمدہ شہادتون اور مشاہدون اور تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور حفاظت مین جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ ملک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت مین رعایا کو حاصل ہوسکتا تھا اُسکو زیادہ قیمت لیکر اُسکے حق مین ظلم و ستم کرنا اور اُسکو لوٹنا تھا پس سرکار کمپنی کو اپنی فراست اور حکمت کو یون کام مین لانا چاہئے تھا کہ سعادت علی خان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا۔ ملک اودھ کی بدنظمیونکے بیان کرنے مین گورنر جنرل نے منشی نویسی و مبالغہ آمیزی خرچ کی ہے مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اُسکے لیے

سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا حال

یہ سلطنت اودھ کے قدیمی افسر - باورچیخانہ[1] - و توشہ خانہ[2] - و دیوان خانہ[3] تھے شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین بیس برس سے زیادہ عرصے تک اُنھون نے نیابت کا کام کیا - علمی لیاقت سے محروم تھے مگر عقل کے پتلے تھے اور ذہن رسا تھا - فارسی بخوبی سمجھتے تھے اور جب تک دربار مین نہین آتے تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہین پہونچتی تھی گو آخر آخر مین نواب آصف الدولہ کا دل اُنکی طرف سے کبیدہ ہو گیا تھا - نواب سعادت علی خان نے مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدۂ نیابت سے علامہ تفضل حسینخان کو ہٹا کر اُنکو مقرر کیا کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے مؤید تھے اور سلطنت اودھ کو جس سانچے مین ڈھالنے کے لیے تجویزین ہو رہی تھین اُن کا یہ بھی ایک بردست آلہ تھے نواب سعادت علی خان جملہ معاملات ملکی اور خانگی مین بذات خود متوجہ تھے کاغذات کے ملاحظے اور اجراے احکام کے وقت انگریزون کی طرح کرسی پر بیٹھ کر کام کرتے تھے مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت مین مسند پر بیٹھتے تھے - نواب موصوف سرفراز الدولہ سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفراز الدولہ جواب مین عاجز ہوتے تھے - اس نظر سے نواب اکثر اوقات مسٹر جان لمسڈن رزیڈنٹ لکھنؤ سے اُنکی عدم واقفیت اور ناخواندگی اور خراجی کی شکایت کرتے - سرفراز الدولہ نواب آصف الدولہ کی مہربانیون کے عادی تھے اور حلیم و شحیم آدمی تھے - نواب کے کاغذات کے ملاحظے کے وقت اور معاملات کی روبکاری مین

[1] دیکھو جلد دوم تنقیح الاخبار فی آثار الادوار ۱۲ [2] دیکھو عماد السعادت ۱۲ [3] دیکھو فرح بخش مولفہ محمد فیض بخش ۱۲ -

باقی ماندہ علاقے کی کیفیت

نواب کا سارا مُلک تین حصّون پر منقسم تھا - لکھنؤ - بہرایچ - خیرآباد - حدود اربعہ اُسکی یہ تھین شمال مین نیپال - جنوب مین الہ آباد - مشرق مین صوبہ بہار - اور مغرب مین دریاے گنگا یہ صوبہ ۲۵۰ میل لمبا اور سو میل چوڑا اور وسعت مین ۲۵۱۰۰ میل مربع تھا بعض مورخون نے اس کو تخمیناً ۲۴ ہزار میل مربع لکھا ہے یہان لاجورد کی کان ہے اور یہان یہ پتھر بہت صاف اور باآب وتاب اور بیش قیمت ہوتا ہے زمین برابر اور پانی کی کثرت سے بہت سیراب ہے - غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا - گیہون چانول گنا - نیل - افیون اچھی طرح اور آسانی سے پیدا ہوتے تھے - اور اب بھی ہوتے ہین اور ہر قسم کے پھل پھول کثرت سے ہوتے ہین - مُلک بسبب کثرت دریا اور ندیون کے ہندوستان کا گویا ایک باغ ہے کثرت آبادی وزراعت ومردم شماری وپیداواری مین ہندوستان کے اور بلاد سے جو اکثر مقابلہ ہوا ہے سب باتون مین صوبہ اودھ کو ترجیح رہی پہاڑ بالکل ندارد ہین لیکن شاہان اودھ کی بدانتظامی سے آمدنی نے ترقی کی جگہ تنزل اختیار کیا ہمیشہ سے اس مُلک مین معافی اور سنکلپ بھی بہت ہے کہ اُس سے گزارہ یہان کی خلائق کا ہوتا تھا -

بڑے دریا اور ندیان اس مُلک کے یہ شمار کیے گئے ہین - گنگا - گھاگرہ سرجو - گومتی - راپتی - چوکا - گنگا اس مُلک کی سرحد غربی پر بہتی ہے - اور گھاگرہ شرقی پر اور بھی بعض ندیان ہین جو بارھون مہینے روان رہتی ہین -

نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم علی خان کی شادی سرفراز الدولہ حسن رضا خان کی بھتیجی کے ساتھ قرار دی۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربا سے سرفراز الدولہ نے متروکہ سرفراز الدولہ سے چھانٹ کر دولھن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنان شہر کے قبضہ مین گیا۔ سرفراز الدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تھا عہدہ جرنیلی اس سے نامزد تھا یہ شخص آوارہ مزاج تھا مرض صرع اور خلل دماغ مین آخر عمر تک مبتلا رہا نواب نے عہدہ جرنیلی اُس لڑکے سے نکال لیا۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علی خان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولی عہد کیا اور اس منصب کا جملہ انتظام اُنکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی۔ مگر کاغذات نگہداشت خود ملاحظہ فرماتے تھے۔ یا کبھی جنرل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینون صاحبزادون پر تقسیم کر دی غازی الدین حیدر کو مرشد زادے کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ اعلیٰ و ادنیٰ تحریر و تقریر مین اُنکو اس خطاب سے یاد کرین تنبیہ بعض کتب تواریخ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن دوسری مستند روایت یہ ہے کہ شمس الدولہ کو نیابت ملی تھی جو دوسرے بیٹے تھے۔

(۲) مرشد زادے نے عالم فریفتگی مین اپنی رغبت سے شیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۰۵ھ ہجری مین بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد مین امام الدین خان[۵۱] نبیرۂ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی

---

۵۱ بعض روایتون مین امام الدین خان کی جگہ حسین الدین خان نام لکھا ہے ۱۲

کھڑا رہنا اُن پر نہایت دشوار تھا اور کاغذات کی جوابدہی باز پُرس کے وقت اُن پر بیحد گران
تھی اسوجہ سے نواب وزیر اُن سے خوش نہ تھے اور مرزا کا انگریزی متوسلون مین شمار تھا
اسلیے یک لخت موقوف بھی نہین کرسکتے تھے - سرفرازالدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت
خوشامد سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بڑے شوقین تھے
شراب اپنے ہاتھ سے مرزا کو حاضر کرنے مین دریغ نہ تھا - اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا
تاکہ نواب کی نظرون مین نہ کھٹکین - گر نواب کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور تھا ظاہرداری
وعیاری کی راہ سے سفر و حضر مین حاضر باشی اور سواری اور خواصی کی اجازت دی تھی - نواب
نے اپنی سواری کے ہاتھی کا حوضہ نہایت مختصر اور تنگ تیار کرایا تھا - سرفرازالدولہ کو خواصی
مین بیٹھنا شکنجۂ عذاب کے صدمے سے کم نہ تھا - آخرکار دن رات کی محنت اور حاضر باشی دربار
سے نہایت تنگ آئے جو وقت انکے خواب و آرام کا تھا وہ نواب کے لحاظ کا غذات کا
وقت قرار پایا مرزا کے خواب و خور اور بول و براز مین خلاف عادت فرق پڑا مبتلاے عارضہ ہوکر
۱۲۱۶ سنہ ہجری مین دنیا سے گذرے - مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تین چار لاکھ روپے
کے قرضدار ہوگئے تھے - کیونکہ اس وقت مین بالائی آمدنی تو مسدود ہوگئی تھی مواجب کے سوا
اور کوئی شکل آمدنی کی نہ تھی کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کردیا تھا جب نواب کو
پرچۂ اخبار کے ذریعہ سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ مستغیث عدالت مین
استغاثہ کرین اور وارثون سے لین ادھر تو یہ حکم ہوا اور ادھر اسباب شوکت ظاہری مثلاً نوبت
نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو جلوس سرکاری تھا سرکار مین طلب کرلیا گیا - باقی اسباب
توپخانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اُسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہوکر زر نیلام قرض خواہون کو
دلادیا جائے - اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپے کا مال تیس چالیس روپے کی بولی پر چھوٹتا تھا

قریب پہونچتے تھے کہ ایسا نہو کہ بیگم کا چراغ حیات گل ہو جائے خواجہ سرا اور کارندے خزانہ اور توشے خانہ وغیرہ پر ہاتھ صاف کریں۔ اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خان سے صاف نہ تھی۔ اور جب اُس نے نواب کی حرص کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آزمند کو چھوڑکر گورنمنٹ انگلشیہ کی نیازمند بنی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اُسکو اپنا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کی جائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھیں ۱۸۰۸ء مین بیگم نے ایک وصیت نامہ درست کیا اور اُس مین گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقی ماندہ علاقہ کا وارث کیا یعنی اسقدر علاقے کا جو بعد دینے چند جاگیر اور نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ کے بچا تھا۔ نواب سعادت علی خان نے بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ اس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت پذیر ہو اور جان بیلی صاحب رزیڈنٹ اُسکے مضمون سے گورنر جنرل کو مطلع کریں نواب نے ایک فتوی اسماے فرضی کے ساتھ تیار کرایا جسکا مضمون یہ تھا۔

علماے دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص زید نام ناحق شناسی کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالے کرتا ہے اور ورثہ شرعی کو مطلق محروم رکھنا چاہتا ہے۔ یہ ہبہ شرع شریف کے موافق درست ہے یا نہیں علماے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتویٰ دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ زید سے محروم رہنا شرع کے خلاف ہے۔ جب یہ فتویٰ تیار ہو چکا تو کلکتے پہونچا وہان کے پادریون نے کہ اصل مطلب کا علم نہ تھا علماے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کردیے۔ جب وہ کاغذ مکمل ہو چکا تو جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا اور تمام خوشی جاتی رہی اور کونسل کلکتہ کے ممبر بھی نواب سعادت علی خان کی دانشمندی سے جو بنظر تقدم بالحفظ ظہور مین آئی تھی

سے کیا اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جُما پسر سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی اور چوتھے بیٹے صادق علی خان کو مدار الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا۔ اور پانچوین بیٹے کاظم علی خان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا۔

(۴۳) ۱۴ جنوری ۱۸۱۲ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۲۶ سنہ ہجری کو نواب سعادت علی خان اور انگریزون مین ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب مین طغیانی یا فرو ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو۔ اس عہدنامے مین صرف تکرار کا انسداد دونون سرکارون کے درمیان مین تھا اور کوئی مضمون حقوق زمینداری کی بابت نہ تھا۔

بہو بیگم کا حال

۱۷۹۹ء مین نواب سعادت علی خان اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ مین انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی تو نواب نے یہ کہا تھا کہ مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہون جو انکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہئین۔ رزیڈنٹ نے اس معمے کے یہ معنی بیان کئے کہ انکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ مارین۔ یہ بیگم امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی ماری اور جلائی ہوئی ابتک زندہ تھی۔ اور اس عہد دولت مین خود مختاری اور مطلق العنانی کے ساتھ اپنی جاگیر اور دولت پر قابض تھی۔ اس بیگم کی بدولت ہزارون شریف اور آبرو دار آدمی حرمت اور امارت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ فیض آباد مین رہتی تھی اسکی جاگیر نہایت سیر حاصل تھی۔ خزانہ معمور تھا۔ نواب سعادت علی خان اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہے جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی تو سیر و شکار کے پردے مین فیض آباد کے

بعض امرایان لکھنؤ کی پنشنون اور جاگیرون کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی - اور بعض عاملون کا بیان

علامہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپیہ سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علی خان نے اُسکی سند نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کے لیے عطا کی - اور ایک ہزار روپے ماہوار خانداران مختار الدولہ کے نام سرکار انگریزی کے ایما سے مقرر کیا گیا اور امیرالدولہ حیدر بیگ خان کے دو بیٹون کے لیے دو ہزار روپے ماہوار قرار پائے - اور آفرین علیخان خواجہ سرا - جو نواب سعادت علی خان کی اطاعت مین سرگرم تھا اُسکو پرگنہ مضافات میواڑہ کا محال جاگیر مین دیا جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی - اور تحسین علی خان خواجہ سرا کا درماہہ وثیقہ محل آصف الدولہ مین قرار پایا اور اُسکی طرف سے میان شیخ شمس عرف شہاب الدین مختار رہا اور تحسین علی خان کی وفات کے بعد تقسیم وثیقہ کی مختاری اُسی سے متعلق ہوئی - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کا بڑا بیٹا رستم علی خان اپنے باپ کو زہر دینے کے جرم مین لکھنؤ مین جلاوطن کیا گیا تھا میجر جان بیلی رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکی تنخواہ بھی مقرر ہوئی - اور مچھرہٹہ جو ساٹھ ہزار روپے کی آمدنی کا علاقہ تھا - نواب مدارالدولہ کے نامزد کیا گیا نواب سعادت علی خان کے طریقہ انتظام سے علاقہ کی آمدنی بہت بڑھ گئی جسکی تفصیل یہ ہے -

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
گونڈہ	۱۵	۱۴۷۸۵۰۰ روپیہ
بیسواڑہ	۲۳	۳۲۰۵۰۰۰ روپیہ
بانگر	۹	۶۳۲۰۰۰ روپیہ

متعجب ہو کر دریائے حیرت مین ڈوب گئے۔ گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری دین مگر تدابیر اُسکی ختم نہ ہوئین اور مصلحتاً اس بات کو منظور نہین کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت و جاگیر کی وارث ہو۔ آخرکار وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا۔

شہزادۂ جہانگیر کی لکھنؤ مین آمد

شاہزادۂ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۸۰۹ء مین اُنھون نے برسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طمانچہ ماردیا اس سبب سے انگریزون نے اُنکو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ۳ صفر ۱۲۲۷ھ ہجری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ نواب سعادت علی خان نے کوئی دقیقہ اُنکی عظمت و پاسداری مین فروگذاشت نہین کیا۔ استقبال کرکے خواصی مین بیٹھکر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ مین ساتھ لائے اور جو خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا اور بکمال دلجوئی کے ساتھ پیش آئے۔ ناپسندیدہ حرکتین شاہزادے مین موجود تھین اور طبیعت مطلق العنان تھی۔ فرط نشہ شراب مین گھوڑے پر سوار ہو کر لکھنؤ کے تنگ کوچون مین پھرتے تھے بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سم توسن برق رفتار ہوتے تھے۔ اور شہر کی طوائفین باوجود سلوک ہونے کے شہزادے پر ستغیث ہوتی تھین جس مالزادی کو چاہا بجبر داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا اپنے نوکر کے ساتھ ہم آغوش کردیا اور اس اوضاع ناملبوع کے ساتھ طرہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس مین اپنے جانے کے لیے ممانعت تبرا کی درخواست رکھتے تھے۔ یہ صورتین محل قیام لکھنؤ ہوئین صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند نہ آئین آخرکار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کیے گئے۔

کی جمع کو پہونچی اور اسیطرح جملہ گنجیات مین جمع نے ترقی پائی۔ ایک بات بڑے غور سے
سننی چاہیئے کہ جسوقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دینا چاہا اور سرکار انگریزی
نے کاغذ طلب کیا تو الماس علی خان اور مھدی علی خان اور کاظم علی خان وغیرہ عاملون
نے آپس مین یہ قرار دیا کہ اگر اپنے ایام مستاجری کی جمع شخصہ دام دام حضور مین گذرانتے ہین
تو نواب صاحب نہایت کاغذی اور حرص ہین ایسا نہ ہو کہ محاسبہ توفیر ملک کی بابت
شکنجے مین کھینچین اور زر توفیر مانگین اس نظر سے جو کاغذ انگریزون کی جانب دیا گیا اسکی توفیر جو قید
تھی تشخیص کے وقت اُن محالات مین جمع کی زیادتی اور افزونی ظہور مین آئی اور نواب
کی سرکار مین اُسکے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوئی اور یہ امر نواب کی طبیعت
کے اوپر شاق گذرا۔ حکم دیا کہ ان لوگون کو ملک مستاجری مین نہ ملے جدید عامل مقرر ہون
مرزا مھدی علی خان نے باقی کے مطالبہ مین قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی
پائی اور مرزا مھدی علی خان کا بھائی حسین علی خان بریلی کی چکلہ داری سے معزول ہو کر
لکھنؤ مین آیا نواب نے یہ تصور کیا کہ یہ شخص بڑا دولتمند اور محاسبے سے پاک ہے اسکو کسی علاقے
کی مستاجری دیکر یا کسی طرح محاسبے مین لیکر روپیہ کھینچنا چاہیئے مگر وہ نواب کے مافی الضمیر پر
آگاہ ہو چکا تھا رضامند نہ ہوا۔ مرزا جعفر کی بیٹی اُسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ
جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کا متوسل تھا حسین علی خان نے اسکی صحبت مین خانہ نشینی
کے دن بسر کیے اور دار و گیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علی خان اور مرزا خانی
وغیرہ اقربا ے مرزا مھدی علی خان نے علاقہ داری قبول کی اور خلعتون سے مخلع ہوئے
کاظم علیخان پسر میر زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی پر اطلاع
پائی تو لکھنؤ نہ آیا حیدرآباد دکن کو چلا گیا الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
پچھم راٹھ	۴	۴۵۲۷۰۰ روپیہ
جگدیس پور	۳	۲۲۵۰۰۰ روپیہ
خیرآباد	۳۳	۲۲۴۹۵۰۰ روپیہ
دیوی وستر کہ وغیرہ	۹	۶۳۱۰۰۰ روپیہ
دریاباد وغیرہ	۹	۵۵۸۰۰۰ روپیہ
رام نگر	۳	۵۷۴۰۰۰ روپیہ
محمدی	۱۸	۶۹۵۵۰۰ روپیہ
سنڈیلہ رسول آباد وصفی پور	۱۱	۱۵۶۵۰۰۰ روپیہ
سلطان پور	۲۹	۲۰۰۰۰۰۰ روپیہ
گوشائین گنج	۴	۳۲۵۰۰۰ روپیہ
مانک پور بہار	۲	۲۱۲۹۰۰ روپیہ
حضور تحصیل		۳۴۳۰۰۰ روپیہ
املاک صفدر گنج واقع دہلی		۱۲۰۰۰ روپیہ
املاک بنارس زر خرید نواب سعادت علی خان		۱۲۰۰۰ روپیہ
	میزان کل	(۱۵۲۶۱۱۰۰ر)

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور جوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہوگی جمع مالی کے علاوہ تھی مستاجری اخیار مین جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ سال سے زیادہ نہین آتا تھا۔ اب اسکی نوبت دو لاکھ روپے

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک باوجود برطرفی اور کمی کے اسی پلٹنین پیادون کی اور پندرہ ہزار سے زیادہ سوار ملازم تھے اور بعض مورخون نے اس سے زیادہ بیان کیا ہے -

اب نواب سعادت علی خان نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ کل چالیس پلٹنین اور تین ہزار سوار ملازم رہین اور مابقی موقوف ہون اسپر بھی راے رتن چند نے اپنی جزرسی کو کام فرمایا کہ سوارون کی فی روپیہ دو آنے اور پیادون کی فی روپیہ ایک آنہ تنخواہ کم کر کے کفایت کی صورت نکالی اور مورد عنایت ہوا - ۳۶ ہزار پیادہ و سوار نواب سعادت علی خان کے ملازم رہے - مگر انگریزون کی چھ پلٹنین بیرونی دشمنون کی حفاظت کے لیے مامور ہوئین - اُن کی چھاؤنی تین جگہ قرار پائی - ایک چھاؤنی منڈیاؤن مین جو لکھنؤ سے دو کوس کے ... پر شمال و مشرق کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہان مقیم تھا ... میدان سرداروں کے بنگلون اور سپاہیون کی بارکون کے لیے اور قواعد کے واسطے جداگانہ پیمایش ہو کر کمان افسر کے تفویض ہوا - اور دوسری چھاؤنی ... پور ضلع محمدی مین معین ہوئی - اور تیسری چھاونی سلطان پور مین مقرر ہوئی اور ایک متصدی پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا تینون مقامون مین بطور وکیل کے ریاست کی طرف سے مامور ہوا کہ اہل چھاونی کو ضرورت کے وقت گاڑیان اور مزدور اور کہار وغیرہ بہونچاتا رہے اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملون اور انگریز

بڑھی ہوئی تھی اُس نے سپاہ موقوف کرکے عیش وعشرت مین کروفر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی
اس دولتمند کی عالی ہمتی مشہور زمانہ تھی۔ یہ شخص نواب آصف الدولہ کی مان کے ساتھ جہیز
مین آیا تھا اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سرایون مین ممتاز تھا الماس علی خان جس وقت
مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورون روپیہ اسکے پاس تھا۔ کلکتہ اور حیدرآباد اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ
مین اسکی کوٹھیان جاری تھین اور لاکھون روپیہ اُسکا امراے لکھنؤ پر قرض تھا جنکی دستاویزین اُسکے
پاس موجود تھین جب اس شخص کو یہ یقین کامل ہوگیا کہ اجل کے ہاتھ سے اب رہائی غیر ممکن ہے
تو ایک دن اپنی مسجد مین آکر حوض کے کنارے بیٹھا اور صندوقچہ منگوا کر اُن دستاویزون کے
کاغذ حوض مین ڈالدیے اور میان رحمت بخش گانہ وغیرہ اپنے عملے کو بلا کر کہا کہ اکثر ارباب شہر شریف
و نجیب اُس شخص کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر دستاویزین
اُنکو دستیاب ہوئین تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہونگے اسلیے مین نے سب کو معاف کردیا
اب مناسب ہے کہ اُن مین سے کوئی شخص اپنے آپکو میرا قرضدار ظاہر نہ کرے اور یہ باقی لوازمۂ
ظاہری جو موجود ہے وہ بہرکیف نواب کے اختیار مین ہے اور قسمت لوگون کی نواب
سعادت علی خان کو الماس علی خان کی یہ بات نہایت ناگوار گذری جسوقت الماس علی خان
نے قضا کی اُسکا چیلہ حیدر بخش اور جملہ متوسل مدت تک گرفتار بلا رہے۔ آخر کار حیدر بخش وغیرہ
نے مرزا جعفر سے ملکر رزیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے رہائی پائی۔ جہان آباد اور کوڑے مین
جو انگریزی عملداری مین تھا جاکر سکونت پذیر ہوئے اس رہائی مین پچاس ہزار روپیہ
صرف ہوا۔ درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا لاکھون
روپیہ موجود تھا اور الماس علی خان کی املاک اور چھاونی اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے

بیلی بھیت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا۔ شیدی بشیر کی سپاہ مین شجاع الدولہ نے اُسکو رسالہ دار کر دیا اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلون مین سے ہے نواب شجاع الدولہ اُس کی بہت عزت کرتے تھے۔ یوسف خان کے بعد عبدالرحمن خان باپ کا قائم مقام ہوا۔ شجاع الدولہ اسکی بھی بہت خاطر کرتے تھے اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ مگر پہلے صرف پانسو سوارون کا رسالہ عبدالرحمن خان کے متعلق ہوا تھا۔ جب فوج انگریزی کے ساتھ کمک کے لیے متعین ہوکر دکن کو گیا اور مرہٹون کی لڑائی مین کار نمایان کیے تو رسالے نے ترقی پائی سولہ سترہ سو سوارون کا رسالہ دار بنا۔ گو نواب سعادت علی خان نے اُس کے سوارون کو کم کر دیا۔ لیکن عزت و توقیر مین کمی نکی۔ اور وزیر علی خان کی معزولی کے محضر پر اُسکے مہر نہ کرنے سے نواب سعادت علی خان کے دل مین ملال آیا تھا۔ مگر نمک حلال مشہور تھا آخر اسئی برس کی عمر مین شہسوار اجل نے اس کا کام تمام کیا۔ اُسکے رسالے مین عمدہ اور عالی خاندان آدمی نوکر تھے۔ عبدالرحمن خان اپنے پاس سے اکثر جمعدارون اور دوسرے افسرون کو پانسو چارسو تین سو دوسو روپیہ ماہوار دیتا تھا۔ عالی ہمتی مین بے نظیر تھا۔ اُسکے چار پانچ بیٹے تھے۔ سب مین بڑا حبیب اللہ خان تھا۔ یہ شخص باپ کی طرح شجاع اور سخی تھا۔ جب بھائیون مین نزاع کی صورت پیدا ہوئی اور حبیب اللہ خان نے نواب سعادت علی خان کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی تو لکھنؤ سے چلا گیا اور مرہٹون کی نوکری کر لی اور اُنکے ساتھ لڑائیون مین عمدہ عمدہ کام کیے حبیب اللہ خان کے جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمن خان کے

افسرون مین واسطہ رہے۔ نواب کی جملہ سپاہ کی تنخواہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تخمیناً قرار پائی۔ اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ اُن کی نقد خزانے سے ملتی تھی۔ اور پلٹنون مین شرح یہ تھی۔ سپاہی کے چار روپے جمعدار کے پانچ روپے نائب تمندار کے دس روپے تمندار کے پندرہ روپیے اور کمیدان کے اسّی روپے ماہوار مقرر تھے اور سررشتہ دار پندرہ روپے کا اور وکیل دس روپے کا مقرر تھا اور سوارون مین سپاہی کی تنخواہ علی العموم بیس روپے ماہوار تھی اور اُن کے افسرون کی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی جملہ سردارون مین عبدالرحمٰن خان قندہاری ممتاز تھا۔

قندہاریون کے حالات

یوسف خان قندہاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس آیا تھا حافظ صاحب نے اُسے عہدۂ رسالہ داری پر پہونچا دیا تھا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اُسوقت کا رسالہ دار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تھا۔ جیساکہ آج کل ہوتا ہے۔ اُسوقت کا رسالہ ہزار پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تھا اور رسالہ دار کو اپنے رسالے کے آدمیون کی موقوفی اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آج کل کے جنرل سے بدرجہا زیادہ اختیارات رکھتا تھا نقارہ و نشان اُسکے ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپے کی تنخواہ رکھتا تھا۔ عبدالرحمٰن خان اور محمد سعداللہ خان اُسکے بیٹے تھے حافظ صاحب نے ان دونون کے لیے علٰحدہ علٰحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے جب نواب ضابطہ خان بن نواب نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ھ ہجری مین شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پھیلے تو اُس زمانے مین یوسف خان قندہاری

روے زمین کی ہر قسم کی جنس شہر لکھنؤ مین آسانی کے ساتھ میسر آنے لگی نواب صاحب کو سعادت گنج کی آبادی کا بڑا خیال تھا - نواب جس وقت مرزا نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ مین آئے تھے تو اُس زمین پر آکر مقیم ہوئے تھے اور اپنے قیام کی جگہ کے پاس چند دوکانین اور ایک بازار بنایا تھا اور اُس کا نام سعادت گنج رکھا تھا اب اسوقت کہ صاحب مُلک ہوئے سعادت گنج کا نام گنج مُبارک رکھا اور تمام سوداگرون کو حکم تھا کہ وہین جاکر دوکانین کھولین - اور کوتوالی کا مکان بڑے تکلف سے تعمیر کرایا تھا - کوتوال شہر کے حد اختیار سے گنج مبارک کے مقدمات خارج تھے - اُسکی کوتوالی علیحدہ مقرر کی تھی - سعادت گنج کی کوتوالی کا حکم دور دور قصبات اور اطراف مین دریاے گنگا اور دریاے گھاگرہ اور کوہستان شمالی کے دامن تک جاری تھا اور یہ حکم تھا کہ جو کوئی گنج مبارک مین سکونت اختیار کرے اُس پر حاکم گنجیات اور کوتوالی شہر کا حکم نافذ نہین اور قرض خواہ کو قدرت نہ تھی کہ وہان جاکر مقروض پر تقاضا کرتا اور جو مجرم وہان جاکر پناہ لیتا تھا قصاص اور سزا سے محفوظ رہتا تھا - اس وجہ سے اُسکی آبادی نے نہایت رونق پائی تھی اور وہان جاکر اکثر ہندو مسلمانون نے قیام کیا تھا - اس گنج کی حفاظت خاص نواب کی ذات سے متعلق تھی - حضرت عباس کی درگاہ بھی سعادت گنج سے متعلق تھی تمام ناکون پر نواب نے حکم بھیجدیا تھا کہ جو مسافر باہر سے شہر مین آئے اُس سے کسی طرح کی مزاحمت نہو اور جو مسافر شہر لکھنؤ سے باہر جائے تو اُس کے مال و اسباب کا جائزہ لیا جائے نقدی کی نسبت یہ حکم تھا کہ مصارف سے زیادہ جو منزل مقصود تک پہونچادے کوئی شخص نہ لیجائے اور پروانہ راہداری سے کے

دوسرے بیٹے عبدالہادی خان کے نام مقرر ہوا۔ حبیب اللہ خان کا بیٹا خلیل اللہ خان
پھر لکھنؤ مین آیا۔ اور نوکری کرلی اور فقیر محمد خان اور حبیب الرحمٰن خان کے ساتھ تھا
عبدالرحمٰن خان قندہاری کا نواسہ مصطفےٰ خان نصیرالدین حیدر نبیرۂ نواب
سعادت علی خان کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدون بخت عرف
منا جان کے ہنگامے مین مارا گیا۔

نواب سعادت علی خان کو گھوڑون کا شوق

نواب کو گھوڑون کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی
قسم قسم کے نہایت عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل مین جمع کیے تھے اور خانہ زاد بچھیرے یہان
بہم پہونچائے تھے اور لاکھون روپیہ رمنے کی تیاری مین صرف کیا جہان نواب
کے گھوڑے نہایت آرام سے چرتے تھے اور ولایت کی گھانس اُس رمنے
مین بوائی۔ اور گھوڑ جئی کی زراعت کرائی۔ دریاے گومتی اُس رمنے کے درمیان
مین ہوکر بہتا تھا۔ ارنے بھینسے بھی بہت سے جمع کیے تھے اور گجراتی بیل دکن سے
منگوائے تھے۔ اور گھوڑون کی اتنی آسائش منظور تھی کہ خانہ زاد بچھیرون کو گایون کا
دودھ پلایا جاتا تھا۔ اور گھوڑون کو دانہ دودھ مین بھگوکر کھلایا جاتا تھا۔

شہر کا انتظام اور غلّے کا بندوبست

نواب نے مال تجارت اور غلّے اور کرانے کے محصول کا ایسا انتظام کیا کہ گنجون کی
جمع پہلے وقت سے چوگنی ہوگئی اور تاجرون کو بھی خاطر خواہ نفع حاصل ہونے لگا

دینا پڑے گا چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر رجوع ہوئے اور جس قدر غلہ اُنکے پاس زمین مین دفن تھا اُس کا حساب حاضر کیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اِس قلمرو مین ابھی اتنا غلہ موجود ہے کہ خدانخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو تو بھی کفایت کر سکتا ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلہ معمولی نرخ پر یعنی گیہون تیس سیر فروخت ہون اور لکھنؤ کا سیر ۹۶ روپے بھر کا ہوتا تھا۔

نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی ترقی پائی شہر کی آبادی تکیہ پودلی سے بی بی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ کم نہ تھا اور عرض مین چارباغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریاے گومتی کے اُس پار تک کہ اُن مین تین کوس کی وسعت تھی پہونچ گئی تھی اس طول و عرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے آباد ہو گئے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت سے قبل یہان زیادہ تر جنگل اور نالے تھے دور تک زمین ہموار کا نشان نہ تھا۔ شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے آگیا اور اس خوبی کے ساتھ دوکانین آراستہ ہوئین کہ جن چیزون کا آنکھون سے دیکھنا مشکل تھا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین۔

سررشتۂ اخبار کی عجیب وغریب کیفیت

نواب کو پرچۂ اخبار سے بہت شوق تھا سرکاری نیک و بد کی اطلاع دینے کے لیے ضلعون مین ہرکارے مقرر کیے تھے اور شہر مین بھی ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمات و محل کی ڈیوڑھیون پر ہرکارے خبر لکھنے کے لیے مقرر تھے اور کوئی سررشتہ سرکاری ایسا نہ تھا جس مین ہرکارہ نہو ہرکارون کا خاص یہ کام تھا کہ سود و زیان امور ریاست کے متعلق

حاصل کیے بغیر مجال نہ تھی کہ پرندہ بھی ناکہ شہر سے نکل جائے۔

نواب صاحب کو اس بات کا یقین تھا کہ شہر لکھنؤ کی آبادی طوائفون کے باعث سے زیادہ ہے اس لیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے نہ نکلنے پائے اسوقت لکھنؤ مین باون گنج اور بہت سے بازار مشہور تھے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد سے پیشتر مستاجری جمع گنجیات کی دو لاکھ سے زیادہ نہ بڑھی۔ اسوقت مین چار پانچ لاکھ روپے کی نوبت پہونچی۔ پہلے گنجیات کا سررشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تھا۔ بعد اُسکے کنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا اس شخص نے خوب نام پیدا کیا۔ علاقہ پرمٹ و سائر و گنجیات مین لاکھون روپے پیدا کیے گنجبہاری دلال کی کوشش سے سائر اور چھاپہ اور پارچہ کی جمع بھی ایک لاکھ روپے سے دو لاکھ چالیس ہزار تک پہونچ گئی اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی۔

نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادت علی خان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے۔ رعیت کی پرورش کی نظر سے غلے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے سنہ ۱۲۱۲ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلے کا نرخ گران ہونے لگا گنجون کے مستاجرون اور تاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس ملک کا غلہ دوسرے ملک مین نہ جانے پائے جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی تو یہ حکم جاری کیا کہ سوداگر جس قدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکھتے ہون آج بیچ ڈالین اُن سے کچھ مواخذہ نہین مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا روزانہ محصول جسکی مالک سرکار ہے سرکار کو

اخبار نویس کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہین مگر اس گھر مین سب جھوٹے تھے خفیہ نویسون مین بھی سوائے طماعی کے دوسری بات نہ تھی - میرے مامون حکیم محمد اعظم خان صاحب مرحوم مولف اکسیر اعظم بیان کرتے تھے کہ جب ہم سکندر بیگم والیہ بھوپال سے رخصت لیکر لکھنؤ کو گئے تو اس زمانے مین واجد علی شاہ والی اودھ علیل تھے حکیم صاحب کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے ملے جن سے مالوے سے ملاقات تھی اُنھون نے سلطنت لکھنؤ کی شکایتون کے ضمن مین یہ بھی بیان کیا کہ سررشتۂ اخبار مستاجری مین دیا جاتا ہے جس سے بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے یہ تو خیر پچھلے زمانے کی بات ہے کہ جب لکھنؤ مین بالکل گڑبڑ مچی ہوئی تھی - نواب سعادت علی خان کے وقت مین بھی کہ جو انتظام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے بوجہ مستاجری کے اخبار کا صیغہ رعایا اور ملازمین کے حق مین کوئی مفید نہ تھا بجز سرکاری برائے نام فائدے کے یا ملازمان اخبار کے نفع کے کوئی بہبود اُس سے متصور نہ تھا - اخبار نویس نہایت سرگرمی سے سرکاری فائدون اور دوسرون کے اسباب نقصان رسانی کی تلاش مین رہتے تھے - ایک حکایت اُنکی ہوشیاری کی یہان سُن رکھنے کے قابل ہے کہ رائے رتن چند نے اپنی حکومت کے زمانے مین کئی بار یہ چاہا کہ اپنا زر نقد جو جمع کیا تھا مراد آباد کو جو اُسکا وطن خاص تھا روانہ کرے - مگر نواب کا حکم نہ تھا کہ کوئی شخص زر نقد لیکر ناکے سے نکل جائے ایک بار رتن چند نے نہایت اخفا کے ساتھ اچار اور مربے کے گھڑون مین کئی ہزار اشرفیان بھر کر اور خیمون مین در پردہ سلوا کر چھکڑون پر روانہ کین ہرکارے اخبار نے یہ خبر صاف سرکار مین پہونچا دی - نواب نے بالا بالا منگا کر خزانۂ عامرہ مین داخل کین اور رتن چند کے روبرو فرماتے تھے کہ اچار اور مربّے اور خیمے رائے صاحب سے بہتر دوسرا شخص تیار کرنا نہین جانتا ہے - اور کسی روز طبیعت جب مزاج پر آجاتی تھی تو کہتے تھے کہ رائے صاحب اُس قسم کے مربّے اور اچار ہمارے واسطے بھی تیار کرنا چاہیئے جیسا کہ اپنے گھر کے واسطے بھیجتے ہو -

اور خاص خبرین بالتحقیق بہم پہونچا کر دار الاخبار کے افسر اعلی کے پاس پہونچاوین جو انکو نواب تک
پہونچا دیتا تھا بلکہ نہایت اہم اور ضروری خبرین بلا واسطہ نواب تک پہونچا کرتی تھین۔ محکمۂ
اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین رہتے تھے اور ہرکارون کے فرائض مین یہ
بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاع نواب تک پہونچاتے رہین۔ مفصلات کے ہرکارون
کے پرچے بذریعۂ ڈاک آیا کرتے تھے۔ یہ سررشتہ مستاجری مین دیا جاتا تھا جسکی آمدنی دو لاکھ
روپیہ سالانہ تک پہونچ گئی تھی مستاجر کو داروغۂ اخبار کہتے تھے۔ لوگون کو اس بات کے سننے سے
بڑا تعجب ہوگا کہ سررشتۂ اخبار کے متعلق کونسی جاگیر تھی جسکی آمدنی سے نوکرون کو تنخواہ دیجاتی
اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیا جاتا اور مستاجر بھی مزے اڑاتا۔ اس مین بڑا نفع پردے
مین منھ چھپائے ہوئے تھا جسکو مین آشکارا کرتا ہون کہ جن امیرون اور سردارون اور حاکمون
کے یہان اخبار نویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت و آبرو اور نقصان کے خوف سے ہزارون
روپے اخبار نویس کی تواضع کیا کرتے تھے اور بالا بالا مستاجر اخبار کو بھی دیتے تھے۔ مستاجر
اخبار اُسی اخبار نویس کو اس کام پر بھیجتا تھا جو سب سے زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا
اور اُسی سے حاکم اور عامل اور شریف کی عزت محفوظ رہتی اور دام بلا کا شکار نہوتا جو عملۂ اخبار کو
خوب دیتا رہتا تھا۔ مثلاً اخبار نویس یا داروغۂ اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ مین نواب تک
یہ خبر پہونچا دونگا کہ انکی بہو بیٹیاں یا یہ خود بدچلن ہین یا انکے یہان بدمعاشون کا مجمع ہوتا ہے۔ یا نواب
کے حق مین یہ بیباکانہ الفاظ کہے تھے یا یہ افسر رشوت خوار ہے۔ رعایا پر جبر و ظلم کرتا ہے
خواہ یہ الزام غلط ہی ہو۔ مگر وہ اُنکی مٹھی گرم کرکے اپنا پیچھا چھوڑاتا تھا اور پھر جو چاہتا تھا اودھم
مچاتا تھا۔ ہر آدمی خیال کر سکتا ہے کہ ایسی کارروائی کا جو عام اثر ہوگا وہ کتنا روح فرسا اور
جانگزا ہوگا۔ اگرچہ نواب نے خبر نویس اور ہرکارون پر اور خفیہ نویس ہرکارے مامور کیے تھے جو

آپ ہوشیاری سے رکھئے۔ اُسدن سے وہ امیر بڑی ہوشیاری سے اُن پستولون کو رکھنے لگا
مگر کسی ترکیب سے فتّو نے اُڑا لی صاحب مال نے اُنکی تلاش مین بہت کوشش کی مگر پتہ نہ چلا
دوسرے دن فتّو نے وہ جوڑی لیجاکر اُس امیر کو دکھائی کہ یہ حاضر ہے اُس دولتمند نے کچھ زرنقد
سمیت وہ جوڑی فتّو ہی کو دیدی ایکبار فتّو قید تھا عشرہ محرم قریب آیا محافظون سے کہا کہ مجھکو رہا
کردو عشرہ محرم کے بعد بال کا باندھا حاضر ہونگا۔ لیکن مخلصی کی صورت ظہور مین نہ آئی ایکدن محافظونکو
مغالطہ دیکر زنجیر آہنی توڑ کر جیلخانہ سے نکل گیا اور کسی سے اُسکی محافظت نہو سکی مگر تعزیہ داری سے
فارغ ہو کر عشرہ محرم کے بعد جیلخانہ مین آموجود ہوا آخر کار نواب سعادت علی خان نے اُسکی تنخواہ
مقرر کردی اور کوتوالی کے نظر بازون مین مقرر ہوا۔ اسیطرح اور بھی کئی نامی چور گرفتار ہو کر کوتوالی
کی خدمات پر نوکر ہو گئے جس سے مفسدہ پردازی کا سدباب ہوا اور بیرونی چور اکبرپور اور سلطانپور
سے جو آتے تھے اُنکی حرکات بھی اعجاز سے کم نہ تھین اس عہد مین چورون کی یورش کا باعث
یہ تھا کہ نواب آصف الدولہ کے عہد تک عامل لوگ چورون کو زندہ نہین چھوڑتے تھے اب خونریزی
کی بڑی ممانعت تھی اسوجہ سے چورون کا بازار گرم تھا اور رعایا پریشان و سرگردان تھی۔ مگر
چورون کی پناہ کے لیے شہر مین جگہ نہ تھی۔ علاقے مین سکونت رکھتے تھے۔ علاقے کا یہ حال تھا
کہ زمیندار لوگ فصل ربیع کا غلّہ اپنے صرف مین لے آتے تھے اور معتبر ضمانت دیکر ادائے زر کا وعدہ
ماہ جیٹھ اور اساڑھ کا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ ایام بارش کے قریب انگریزی تلنگے رخصت لے کر
نہتّے اپنے گھرون کو جاتے تھے اور اُنکی کمرون مین اشرفیون کا ہونا مشہور تھا اسلیے یہ زمیندار
قطاع الطریق اُنکو لوٹ لیتے تھے اور عمال مستاجری خفیہ نذرانہ لیکر مالامال ہوتے تھے اسواسطے
کم تدارک اُسکا ظہور مین آتا تھا اور اخبار نویس بھی اس عہد مین مستاجر ہوتے تھے اُنکو بھی سوائے
زر کے دوسرا کام نہ تھا اسوجہ سے نواب سعادت علی خان اُسکے تدارک واقعی سے مجبور رہتے تھے

عدالتون کا نظم و نسق - چوری اور غارتگری کا بندوبست

نواب آصف الدولہ کے عہد تک مقدمات کا فیصلہ کوتوال کی تجویز اور پنچون کی رائے اور احکام شرع پر ہوتا تھا اب سررشتۂ عدالت تین صورتون پر منضبط ہوا - فوجداری - دیوانی مرافعہ **عدالت فوجداری** کوتوالی شہر سے متعلق ہوئی تھی - میر بہادر علی اور میر خیرات علی مہتمم تھے بعد اُنکے خواجہ محمود کے تفویض ہوئی - پھر دھومی بیگ کوتوال کے حوالے ہوئی اور پلٹنین کوتوال کے ساتھ تھانہ بندی کے لیے مقرر کی گئین - شہر مین شبخون اور ڈاکہ زنی کی وارداتون کا بیرونی آدمیون کے ہاتھون سے بخوبی انسداد ہوگیا - مگر شہر کے لُچّے شہدے اکثر شہر مین مفسدے برپا کرتے تھے اُنکے کئی گروہ ہوگئے - ہاتھون مین تلوارین اور بندوقین لیے ہوئے شب کو اہل شہر کے گھرون مین گھس پڑتے تھے - اور اُنکا مال و اسباب لوٹ لیجاتے تھے اور تھانہ دار اُنسے مقابلہ کرتے تھے اگر مکانون کے دروازے ان بدمعاشون کو کھلے نہ ملتے تو دیوارون پر سیڑھیان لگاکر مکانون مین کودتے دولتمندون کے مال و اسباب سے گذر جانا ہو تو بنتی تھی آخرکار نواب نے کوتوال شہر پر اُنکی گرفتاری کے لیے بہت تاکید کی اُسکی کوشش سے اکثر زندہ گرفتار ہوئے اور کچھ مارے گئے - اُس زمانے مین شہر کا ایک آدمی فتّو نامے نہایت بدمعاش تھا یہ شخص چوری کیا سینہ زوری کرتا تھا بڑے بڑے مکانون پر چڑھ جانا اور پھر اُن پر سے کود پڑنا اُسکے نزدیک ایک کھیل تھا - رنڈیون کو ہزارون روپے کھلاتا تھا - گانجہ اور چرس وغیرہ نشون سے صحبت گرم رکھتا تھا - غریب اور محتاجون کے مال پر ہاتھ نہین ڈالتا تھا - بلکہ اُن کی حاجت براری کرتا تھا - ایکدن مرغ بازی کے جلسے مین فتّو بھی پہونچا - لکھنؤ کے ایک امیر کے پاس ولائتی پستول کی جوڑی دیکھکر فتّو نے اُس سے مانگی اُس امیر نے نذی فتّو نے کہا کہ حضرت یہ ہمارا مال ہے

نواب سعادت علی خان کا ایک جانکاہ حادثے سے بچ جانا

سلیمان خان اسد لکھنوی نبیرہ زادۂ حافظ رحمت خان نقش سلیمان مین لکھتے ہین کہ خواجہ حسین چشتی نام ایک سید محبت نان بن حافظ رحمت خان کی مصاحبت مین رہتے تھے اُنکی سیادت کی وجہ سے آصف الدولہ اور اُن کے بھائی سعادت علی خان اُنکی عزت کرتے تھے حسب اتفاق ایک روز نواب سعادت علی خان راجہ ٹکیت رائے کے باغ مین ناچ دیکھ رہے تھے اور اُجاگر طوائف مجرا کر رہی تھی۔ سید خواجہ حسین چشتی بھی شریک جلسہ تھا۔ نواب موصوف ان دنون تک مے نوشی کا شغل کرتے تھے۔ پس نشے کی حالت مین اُس رنڈی سے یہ فرمایا کہ اُجاگر میان صاحب کی گود مین بیٹھ جا اُس نے قصد کیا تو میان صاحب نے اشارہ سے روک دیا چند ساعت کے بعد پھر نواب صاحب نے اُس طوائف سے یہی کہا اُس نے پھر قصد کیا میان صاحب نے اُسکو جھڑکا تو وہ الگ ہوگئی۔ لیکن میان صاحب کے دل کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور خیال کیا کہ نواب صاحب خلاف عادت اسوقت مجھ سے تمسخر کرتے ہین۔ نواب صاحب نے پھر تیسری مرتبہ برہم ہو کر اُس طوائف سے فرمایا کہ ہم تجھ سے چند مرتبہ کہہ چکے تو میان صاحب کی گود مین نہین بیٹھ جاتی اُسوقت وہ رنڈی خوف عالم سے مجبور ہو کر بہت قریب میان صاحب کے آگئی اور قصد گود مین بیٹھ جانے کا کیا میان صاحب نے اُسکو ہاتھ سے ڈھکیل کر یہ فرمایا کہ دور ہو یہان سے یہ گودی حرامزادیون کے بیٹھنے کے لایق نہین اس مین وزیرزادیان اور شہزادیان بیٹھین تو کیا مضائقہ ہے یہ بات اُس نشہ کی حالت مین نواب سعادت علی خان کو بہت ناگوار گذری اور کلمۂ نامناسب یعنی بجائے تم کے تو کی لفظ سے میان صاحب کی طرف

ورنہ نواب کی طبیعت رعیت پروری کی طرف بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شہامت علی خان نے ایک زمیندار سے قطعہ زمین لیکر اُسکی عورتون کو ظلم سے نکال دیا تھا اور منظور تھا کہ وہان عمارت بنوائین نواب کو یہ امر ناگوار گذرا اور اُنکو شہر سے نکال دیا -

عدالت دیوانی - ابتدا مین یہ محکمہ مولوی سدن اور اُن کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا -

عدالت مرافعہ - اس محکمے مین ہفتے مین ایک مرتبہ نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اس عدالت کا اجلاس حسن باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈالتے تھے اور نواب اُن کو نکالکر حکم لکھتے تھے -

ابتدائے مسند نشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظۂ کاغذات سے خالی نہین گیا اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اُسکے دروازے کے باہر پردے کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیا کرشن مع حضوری عملے کے اور عاملون کے وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور رتن چند اور اہل انشا اور بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طائفون اور رقاصون کی جولی جمع رہتی تھی ان پریپیکرون اور نواب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جسوقت نواب کا دل ملاحظۂ کاغذات سے اُکتا جاتا تھا تو کرسی سے اُٹھکر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص وغیرہ کا تماشہ دیکھتے تھے جس امر مین نواب سعادت علی خان نے قاعدہ اور قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہونچایا -

اتفاقاً ایک روز نواب سعادت علی خان کو موسم گرما مین یہ خبر پہونچی کہ نول گنج کے قریب
جو لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور اُس نواح مین اس گنج کے قریب کسی قدر
جنگل بھی تھا ایک شیر آگیا ہے اور اُس نے کسی قدر مویشی وغیرہ کو مارا ہے باشندگان نول گنج
نہایت خائف و ترسان ہین نواب صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کل ہم خود جاکر
اُس شیر کا شکار کرینگے چنانچہ دوسرے دن شکار کے لیے لکھنؤ سے جانب نول گنج روانہ
ہوئے۔ یہ خبر نواب محبت خان کو پہونچی۔ ان مین اور سید خواجہ حسین صاحب مین کمال
اتحاد تھا اس لیے محبت خان اپنے مکان سے ہوادار پر سوار ہوکر میان صاحب کے مکان پر
آئے۔ میان صاحب اُسوقت خط بنوا رہے تھے دور ہی سے چھاتا اور پنکھا اور آفتابی وغیرہ
جو نظر آئی تو اپنے ایک ملازم سے کہا کہ دوڑ کر دیکھو تو کیا نواب محبت خان آتے ہین اُس نے
دیکھکر عرض کیا کہ وہی آتے ہین۔ میان صاحب ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حسب معمول
قدیم نواب محبت خان کو تا بہ صحن مکان آکر لیگئے اور فرمایا کہ برادر اسوقت تمنے کیون تکلیف کی
مجھکو طلب کر لیا ہوتا۔ نواب محبت خان نے کہا کہ اسوقت میان صاحب مین تمھارے پاس
سخت ضرورت سے آیا ہون جو کہتا ہون وہ تمکو قبول کرنا پڑے گا۔ میان صاحب نے
جواب دیا کہ برادر تمام اثاث البیت اور مکان اور لڑکے بالے وغیرہ سب تمھارے ہین
مجھ سے ایسی بات کے پوچھنے اور کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نواب محبت خان نے فرمایا کہ وہ
بات تمسے ہی کہنے کی ہے اور تمکو ضرور اسوقت منظور کرنا ہوگی۔ میان صاحب نے استفسار کیا
تو محبت خان نے کہا کہ تم میرے سر کی قسم کھالو کہ مین منظور کرونگا اُسوقت مین بیان کرون گا
اول تو میان صاحب نے کچھ عذر کیے جب محبت خان نے اصرار کیا تو میان صاحب نے اُنکے
سر کی قسم کھائی اُسوقت محبت خان نے میان صاحب سے کہا کہ نواب سعادت علی خان

مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ کیا بات بیہودہ کہی۔ اُسوقت میان صاحب کو غصہ ضبط کرنے کی تاب
نہ رہی اور چھرے پر ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ اے دختر شجاع الدولہ خموش اگر دوبارہ ایسا کلمہ زبان سے
نکالا تو اسی وقت اپنی جان اور تمھاری جان ایک کردونگا اور سینہ پر چڑھ کر لہو پی جاؤن گا
یہ سخن میان صاحب کی زبان سے نواب سعادت علی خان سُن کر دم بخود ہوگئے اور گردن جھکالی
وہ جلسہ درہم وبرہم ہوگیا میان صاحب چند ساعت توقف کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام علیک
کرکے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دہنے بائین دیکھتے ہوئے باغ مذکور سے نکلکر پالکی مین سوار ہوکر
مکان پر چلے آئے۔ نواب سعادت علی خان نے بھی فی الحقیقت بپاس و لحاظ سادات نہایت تحمل کو
کام فرمایا ورنہ حاکم اور محکوم مین بڑا تفاوت ہے۔ میان صاحب کی جان جانے مین کیا تامل تھا
اُسدن سے نواب سعادت علی خان اور میان صاحب سے یک لخت ملاقات ترک ہوگئی اور
نواب صاحب نے وہ پانسو روپیہ ماہوار جو نواب آصف الدولہ کے عہد سے میان صاحب کو
ملتا چلا آتا تھا بالکل بند کردیا دو ایک ماہ کے بعد سے میان صاحب کو اخراجات کی تکلیف ہونے
لگی نواب محبت خان اور میان صاحب کے بڑے بھائی شاہ خواجہ حسن صاحب نے سید خواجہ حسین کو
بہت کچھ سمجھایا کہ تم بغیر طلب نواب سعادت علی خان کے پاس چلے جاؤ اُسوقت نشے کی حالت
مین اُن سے یہ ایک حرکت خلاف ہوگئی اور تمکو بھی غصہ آگیا جسوقت تمھارا اور اُنکا سامنا ہوجائیگا
تو یقین ہے کہ باہم صفائی ہوجائیگی اور کدورت نہ رہیگی۔ لیکن میان صاحب نے یہی کہا کہ اب
جب تک نواب سعادت علی خان ازخود مجھے طلب نکرینگے مین ہرگز نجاؤن گا اس مین جو ہو
سو ہو یہانتک کہ اس بات کو عرصہ قریب آٹھ دس ماہ کے گذر گیا اور میان صاحب کو بسبب بند
ہوجانے تنخواہ کے ہر طرح کی تکلیف ہونے لگی کیونکہ مصارف میان صاحب کے کثیر تھے اور اولاد
وغیرہ بھی کثرت سے موجود ہوگئی تھی لیکن ضد کے مارے نواب سعادت علی خان کا سامنا نکرتے تھے

آتی ہے میان صاحب نے بھی جو غور سے دیکھا تو اُس کا کہنا سچ معلوم ہوا - اسلیے میان صاحب نے
فیلبان سے کہا کہ ہاتھی دوڑا - فیلبان نے موافق حکم میان صاحب کے ہاتھی بہت تیز
دوڑایا دوسرے ہمراہیون کو یہ ثابت ہوا کہ شاید میان صاحب کو نواب صاحب نے طلب
فرمایا ہے جو یہ اپنا ہاتھی اسقدر تیز بھگائے ہوے جاتے ہین طرفہ یہ کہ تلوار کی چمک کسی کو نظر نہ آئی
خلاصہ یہ ہے کہ جب میان صاحب قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص تلوارین پالکی پر مار رہا ہے
اُنھون نے فیلبان سے کہا کہ ارے جلد ہاتھی بٹھا اُس نے ہاتھی بٹھایا سیڑھی لگانے کی نوبت
نہ آنے پائی تھی کہ میان صاحب فوراً ہاتھی پر سے کود پڑے جسکے سبب سے کسی قدر صدمہ اُنکے
ایک پانون مین آیا لیکن انھون نے کچھ خیال اُسکا نکیا فوراً جھپٹ کر اُس شخص کو للکارا اور کہا کہ او
مردود یہ کیا کرتا ہے اور میان صاحب بہت قریب اُسکے جا پہونچے تھے کہ اُس شخص نے پالکی کو
چھوڑ کر ایک تلوار میان صاحب کو ماری میان صاحب کے ہاتھ مین جو بیراگی تھی اُنھون نے
اُسپر روکی اُس نے اور دوسری تلوار ماری وہ بھی میان صاحب نے بیراگی پر روکی اور بہت
قریب اُس سے ملکر وہی بیراگی گھما کر اُسکے سر پر ماری کہ وہ شخص اُس چوٹ کے صدمہ سے چکرا گیا
پس میان صاحب نے بجالاکی تمام خم اوس بیراگی کا اُس شخص کی گردن مین ڈالکر ایک جھٹکا
زور سے مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور میان صاحب پیش قبض کمر سے نکال کر اُسکے سینے پر چڑھ بیٹھے
اور یہ قصد کیا کہ اُسے ہلاک کرون اس درمیان مین نواب سعادت علی خان پالکی کے پٹ کھول کر
باہر نکل آئے اور فرمایا میان صاحب تمھین ہمارے سر کی قسم اُسے مارنا نہین اسلیئے میان صاحب نے
اپنا ہاتھ روک لیا اس اثنا مین دوسرے نوکر ہمراہیان سواری بھی آ پہونچے اور اُس شخص کی
مشکین باندھ لین بعد اُسکے اُس سے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت نالائق کسواسطے کی تو اُس نے
بیان کیا کہ مین فلان پلٹن مین تلنگون کے زمرے مین نوکر تھا عرصہ ہوا کہ تخفیف مین آکر برطرف ہوگیا

شیر کے شکار کے لیے نول گنج کی طرف تھوڑا عرصہ ہوا تشریف لے گئے ہین اسلیئے مین تم سے کہنے آیا ہون اور سواری کے لیے ہاتھی کی تیاری کا بھی حکم دے آیا ہون تم میرے کہنے سے اسوقت نواب سعادت علی خان کے پاس فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے ملال ہو گا - میان صاحب نے یہ بات سُن کر کسی قدر تامل اور انکار کیا - محبت خان نے کہا کہ میان صاحب تم میرے سر کی قسم کھا چکے ہو اسکا خیال کرنا چاہئے اور اُنکے بڑے بھائی خواجہ حسن نے بھی سمجھایا - خواجہ حسین صاحب نے نہایت اپنا سر دُھنا اور محبت خان سے کہا کہ برادر تم نے اسوقت دھوکے مین اپنے سر کی قسم مجھ سے لے لی اچھا الامر فوق الادب مین جاؤن گا لیکن خط بنوالون محبت خان نے کہا کہ خط اسوقت نہ بنوائیے میرے کہنے سے سوار ہو جایئے - ناچار میان صاحب نے کپڑے پہنے ہاتھ مین بیراگی اور کمر مین پیش قبض لگایا اور ہاتھی پر سوار ہو کر نول گنج کی طرف روانہ ہوئے -

نواب سعادت علی خان اُس مقام پر پہونچے جہان شیر کا پتہ لگا تھا ہانکہ وغیرہ حسب معمول کیا گیا تو کہین شیر کا سُراغ نہ ملا پس نواب موصوف منغص اور بدمزہ ہو کر وہان سے پلٹے اور بسبب اُسکے کہ ہاتھیون اور سوارونکے ہمراہ ہونے سے گرد بہت اُڑتی تھی نواب صاحب نے حکم دیا کہ ہم سے جملہ ہمراہیان سواری بہت دور پیچھے رہین فقط بذات خود پالکی مین سوار اور چند کہار و خدمتگار اُنکے ہمراہ رہے اور باقی سب لوگ پیچھے رہ گئے اُسوقت میان صاحب پہونچے اور انھون نے بھی اپنا فیل سواری انھین ہاتھیون کے ساتھ ہو کر پیچھے نواب صاحب کی سواری کے آتے تھے ملا یا اور آہستہ آہستہ دوسرے اشخاص سے باتین کرتے ہوئے واپس آتے تھے کہ ایک نشیب مین نواب سعادت علی خان کی پالکی اُتری اور لوگون کی نظر وںسے اوجھل ہو گئی چند ساعت کے بعد صلابت خان چیلہ کہ جو میان صاحب کی خواصی مین بیٹھا تھا اُس نے جھک کر چپکے سے میان صاحب کے کان مین کہا کہ ملاحظہ تو کیجئے مجھے نواب صاحب کی پالکی پر تلوار چمکتی نظر

عماراتِ جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر تھین کہ برسات کا پانی جمع ہوکر لوگونکی آمد ورفت اُدھر سے مشکل ہوجاتی تھی خاص چوک اور فرنگی محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی تنگ گلیان تھین اور خراب ہوتی تھین کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی اُدھر سے گذر دشوار ہوتا تھا نواب سعادت علی خان کے یہ عمارات پسند نہ تھین اور دوسری بات ان عمارات کی طرف سے تکدر پیدا ہونے کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگونکے دو پہرے دولت خانۂ قدیم آصفی مین مامور ہوئے تھے اور اب تک اپنے مقامون پر قائم تھے علاوہ ان باتونکے نواب کو نئی عمارتین جدید نقشون پر بنوانے کا شوق بھی تھا اور چاہا کہ کلکتے کی وضع کا ایک نیا شہر بنائین اسوجہ سے شہر اور بی بی پور کے درمیان مین جہان کی زمین کچھ بلند اور کچھ ہموار تھی عمارات بنوانا چاہین۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیان بنوائی تھین۔ ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اسکو پچاس ہزار روپیے کو نواب سعادت علی خان نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید مین ملا لیا اور مسند نشینی سے پانچ چھ برس کے بعد اپنے رہنے کے مکانون کو چھوڑ دیا اور سرطان کی بیماری مین جو نواب کو عارض ہوئی تھی بطور نقل مکان کے دولتخانے سے اُٹھ گئے وہان انکو شفا ہوئی اس لئے اسکا نام فرح بخش رکھا۔ نواب نے پانچ چھ کوٹھیان اور بھی نئی نہایت اعلیٰ نقشے پر تعمیر کرائین آلات شیشہ سادہ و منقش اور آئینے قدآدم سے اونچے اور انگریزی باجے اور گھڑیان اور طرح طرح کے ہتھیار اور لاکھون روپے کا سامان مول لیکر اُن مین سجایا اور باغون مین قسم قسم کے میوونکے درخت لگائے۔ شہر کی کثافت دفع ہوگئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا کہ عمارات عالی تعمیر کرائے اور دو سو سقے

حتی کہ اب نوبت میری فاقہ کشی کو پہونچی تو دل مین یہ خیال آیا کہ تو مرتا تو ہے پس کسی ایسے شخص کو مار کر مرکہ جس سے نام دنیا مین رہجائے اسوجہ سے مین نے یہ حرکت کی تھی - غرضکہ نواب سعادت علی خان بعد اس قصے کے پالکی مین سوار ہوئے اور میان صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ آؤ - جب دولتخانہ پر پہونچے اور جملہ ہمراہی پہونچاکر رخصت ہوئے تو میان صاحب کو نواب صاحب اپنے ساتھ کوٹھی مین لے گئے اور میان صاحب کی نہایت شکرگزاری و مدح وثنا کی اور باآہستگی غلامی خان خانسامان کو حکم دیا کہ کشتی ہاے خلعت لاؤ چنانچہ اُس نے فوراً اکیس کشتیان لاکر حاضر کین اُسوقت نواب صاحب نے میان صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میان صاحب کشتیان خلعت وغیرہ کی موجود ہین ہمراہ لیجاؤ میان صاحب نے اُسکے لینے مین انکار کیا اور عرض کیا کہ مین ان کشتیون کے لینے کا مستحق نہین - اگر یہ کام آپ کے ملازمان مین سے کوئی رسالدار یا کمیدان یا دوسرا کوئی افسر فوج کرتا تو البتہ اس انعام کا مستحق تھا - مین بیچارہ ایک فقیر ٹکڑ گدا کوئی بانکا یا سپاہی نہین کہ یہ انعام لون مجھ سے جو کچھ ظہور مین آیا یہ سب فقط آپ کے اقبال کا باعث تھا ایک گنوار کو پکڑ لیا تو کیا فخر کیا - مین یہ خلعت و انعام کسیطرح پر نہ لونگا اس سبب سے مجھے معاف فرمانا چاہیئے ناچار نواب صاحب خاموش ہو گئے اور دل مین سمجھے کہ میان صاحب ہرگز اسے قبول نہ کرینگے اسکے بعد میان صاحب رخصت ہوکر اپنے مکان پر آگئے - دوسرے روز نواب سعادت علی خان نے میان صاحب کی چڑھی ہوئی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے اُنکے مکان پر بھجوا دی اور اُنکو طلب کیا اُس روز سے صفائی کامل نواب صاحب اور میان صاحب کے درمیان دوبارہ ہوگئی اور ہزار روپیہ ماہانہ مقرر رہا اور آمد و رفت میان صاحب کی نواب کے پاس بدستور جاری ہوگئی -

اور طلائی گنبد رکھوایا بارہ دروازے اُس مین رکھے مرزا قتیل نے یہ تاریخ اس عمارت کی لکھی ہے

ع این گنبد جدید بنائے سعادت است۔

کوٹھی دلکشا ۔ اس کو نواب سعادت علی خان نے اپنے سیر و شکار کے واسطے بنوایا تھا اور گرد و پیش کے جنگل کو صاف کروا کر ایک چراگاہ مقرر کی تھی اور اُس مین جانوران شکاری مثل ہرن وغیرہ چھڑوا دیے تھے اس کوٹھی مین اکثر بیگمات بھی سیر کے واسطے آیا کرتی تھین ۔

موتی محل ۔ احاطے کے شمال کی جانب ہے اور موتی محل اسکا اس واسطے نام رکھا گیا تھا کہ اس مین ایک برج بنا تھا جو موتی کی شکل پر تھا مگر اب مسمار ہو گیا ہے ۔

شاہ منزل ۔ جس مقام پر اب قیصر باغ تیار ہوا ہے واسطے لڑائی حیوانات کے تعمیر ہوا تھا چھوٹے چھوٹے جانورون کی لڑائی احاطہ شاہ منزل مین ہوا کرتی تھی اور شیر وغیرہ کی لڑائی بھی اسی احاطے مین ہوتی تھی اسواسطے مضبوط کٹہرے اور مستحکم مامن تماشا دیکھنے والون کے واسطے تعمیر ہوئے تھے مگر لڑائی ہاتھی اور گینڈے کی دریا پار میدان مین جو باغ کے سامنے ہوا کرتی تھی کیونکہ ایسے حیوانات کی لڑائی کی سیر کے واسطے فاصلہ بہت ضرور ہے نواب اور دیگر ارکان سلطنت برآمدہ شاہ منزل پر سے دیکھا کرتے تھے ۔

خورشید منزل ۔ اس تعمیر کو سعادت علی خان نے شروع کیا تھا اور غازی الدین حیدر نے ختم کیا ۔

ماہ منزل ۔ یہ کوٹھی بھی نواب موصوف نے بنائی تھی ۔

موسیٰ باغ ۔ یہ باغ نواب اعظم الدولہ نے تیار کرایا تھا اور جو تعمیرات اُس مین ہین اُن کو سعادت علی خان نے واسطے سیرگاہ خاص کے بنوایا تھا اُنکے اول وقت مین لڑائی حیوانات کی اُس مین ہوا کرتی تھی اس نام کی روایت مشہور یہ ہے کہ ایک روز آصف الدولہ سوار اُس طرف

اور دو تین سو گھڑے والے صبح و شام سڑکون پر چھڑکاؤ کے واسطے مقرر کیے اور کئی سو لالٹینین
سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائین جو رات کے وقت نواب کی سواری کے ساتھ رہتی تھین اور
ان مین مومی شمعین روشن ہوتی تھین -

فرح بخش - اس مین نواب ہمیشہ اجلاس کرتے - اس کوٹھی مین ایک نہر کاٹ کر تہ خانون کے
اندر لائی گئی تھی اور نہر کے اندر صحن مین کوڑیان منقش اور رنگین اسطرح بچھائی تھین کہ دو انگل
بلندی سے پانی اُن پر ریزش کرتا تھا اور مخمل اور اطلس کے پردے کارچوبی کام کے نہایت تکلف
اُس مکان مین لگے تھے اور کرسیان سادہ اور مرصع جا بجا بچھائی تھین اور طائران خوش الحان
جن پر قدرت کے ہزار رنگ نثار تھے طلائی پنجرون مین آویزان تھے اور چھوٹے بڑے آئینے نزدیک بین
اور دوربین اور معکوس بین اور ہزار بین اکثر مقامون پر نصب تھے اور سر راہ بارہ دری بنوائی
تھی اور دو رویہ دوکانین کلکتے کی وضع پر تعمیر کرائی تھین - فیلخانہ - اصطبل - شاگرد پیشہ اور سپاہ
کی چھاونی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے اور چوڑی سڑکین بنوائین کوٹھی فرح بخش مین تختگاہ تھی جس کو
قصر السلطان کہتے تھے یہ مکان صرف واسطے دربار شاہی کے آراستہ ہوتا تھا اور جب کبھی کوئی
بادشاہ جلوس کرتا تھا تو اُسکی تخت نشینی کی رسم یہین ادا ہوتی تھی کوٹھی فرح بخش سعادت علی خان کے
عہد سے محل شاہی تھی اور اس مین واجد علی شاہ کے اوائل عہد تک مقام قیام شاہان رہا جب تک
قیصر باغ تیار نہین ہوا تھا اس کوٹھی کی وہ جانب جو دریا کی طرف ہے جنرل مارٹین کی تیار کردہ
ہے باقی تعمیرات جو اُسکے ملحق تھین اور تخت گاہ سب سعادت علی خان نے بنوائی تھین اب یہ مکان
یادگارانہ مرمت ہو کر خالی پڑا ہے -

درگاہ حضرت عباس - مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ روضۂ حضرت عباس کی تعمیر ابتک
خام تھی کچی چھت تھی اور کچی دیوارین تھین ۱۲۱۹ ہجری مین نواب نے عالیشان عمارت تیار کرائی

اپنے آخر عہد تک جمع کر لیے ان مین سے چوراسی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کی تحویل مین تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے پاس رہتے تھے اور ایک کروڑ روپے خاص محل کی تحویل مین رہتے تھے اور آٹھ کروڑ روپے بڑے خزانے مین جمع تھے جسکا نام خزانۂ عامرہ تھا اور وہ ظفر الدولہ کے سپرد تھا اور دو کروڑ روپے سپاہ کے خزانے مین رکھے تھے اور یہ خزانہ گلزاری مل خزانچی کے تفویض تھا سلطان الاخبار مین ہے کہ نو کروڑ روپیہ اور چند لاکھ اشرفی سوائے جواہر بیش بہا اور قمشۂ نفیسہ کے چھوڑا۔

دو چار آدمی ایسے دولتمند نواب کے مطیع تھے جن سے نواب نے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کی تھی نواب انکو اپنی جیب خاص تصور کرتے تھے وہ یہ لوگ ہین حکیم مہدی علی خان کہ ایک کروڑ روپے سے زیادہ کا گمان تھا دوسرا غلام حسین چکلہ دار سلطان پور یہ شخص چالیس یا پچاس لاکھ سے زیادہ نقد روپے اپنے پاس رکھتا تھا اسی طرح مشرف علی خان اور تجمل حسین خان اہل ثروت تھے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین ملک المضاعف تھا مگر یہ دولت و خزانہ انکو دستیاب نہوا اُنکے عہد مین ہر سال سفر کو قیمتیں پانچ لاکھ روپے ریاست پر قرض ہو جاتے تھے اور نواب شجاع الدولہ نے بھی باوصف اولو العزمی اور دعویٰ ملک گیری کے اتنا خزانہ نہین دیکھا بلکہ جب انگریزون سے مصالحہ ہوا تو بمشکل پچاس لاکھ روپے اُن سے فراہم ہو سکے نواب سعادت علی خان اکثر کہا کرتے تھے کہ اسقدر روپیہ جو خزانۂ عامرہ مین جمع کیا ہے اصل تو یہ ہے کہ روز بد مین ایک وقت بھنے ہوئے چنونکے لیے بھی یہ روپیہ کفایت نہین کر سکیگا سبحان اللہ طبیعت کیا زر کشی پر مائل تھی۔

نواب سعادت علی خان کی صحبت زیڈنٹونکے ساتھ

ظاہر ہے کہ جسقدر نواب صاحب نے اپنی بے اختیاری مین محنتین کین تمہی اختیار دائے

جاتے تھے اور سب ہمراہی پیچھے تھے کہ وہان ایک موش یعنی چوہا نکلا اور نواب کے گھوڑے کی ٹاپ سے وہ مرگیا اُسکے مرنے سے کچھ دل مین نواب کے رنج آیا اور اسلیے حکم دیا کہ ایک قبر اُس موش کی اُس مقام پر تیار ہو اور باغ بھی بنے اور اُس موش کے نام سے یہ تعمیر مشہور ہوئی کیونکہ موش کو ہندی مین موسا کہتے ہین مگر ایک روایت قرین قیاس یہ ہے کہ سعادت علی خان نے یہ تعمیر باہتمام ایک فرانسیس کے تیار کروائی تھی مہتمم کا درنام تو بھول گئے مگر اُسکے اول کا حرف یعنی موسیو یاد رہا کثرت استعمال سے تخفیف ہو کر موسیٰ رہگیا۔

دیگر تعمیرات عہد سعادت علی خان

عمارات مفصلۂ ذیل بھی سعادت علی خان نے بنوائی تھین تاکہ شہر غربی جانب سے ویسا ہی آراستہ ہو جیسا کہ آصف الدولہ نے شرقی جانب کو درست کیا تھا (۱) کوٹھی حیات بخش (۲) کوٹھی دار الشفا (۳) کوٹھی بیگم (۴) کنکر والی کوٹھی (۵) کوٹھی نور بخش (۶) چینی بازار (۷) ٹیڑھی کوٹھی۔ ان مکانات مین اکثر صاحبزادے رہا کرتے تھے جس مکان کے لیے اُنکے دل مین آتا اُس مین سیر و تماشا کیا کرتے تھے اور ٹیڑھی کوٹھی واسطے سرانجام امور ملکی کے تیار ہوئی تھی جو کام ملکی ہوتا تھا وہ وہان درپیش ہوتا تھا ان مکانات مین سے اکثر مکانون کے نام غدر کے بلوے مین مشہور ہو گئے۔

خزانے کا حال

نواب سعادت علی خان کے پاس بنارس مین چالیس لاکھ روپے جمع ہو گئے تھے سی کو خزانۂ قدیم کہتے تھے۔ مسند نشینی کے بعد مُلک کی آمدنی اور جرمانہ وغیرہ مین تیرہ کروڑ روپیون کے قریب

رزیڈنٹ کی کسی تحریر کا ایسا جواب نہین دیا کہ جو نواب کے خلاف ہو - نواب کو مرزا جعفر کا رزیڈنٹ کو ورغلا نا ناگوار تھا - اُنھون نے مسٹر اورنی کو جو اُنکے مصاحبون سے تھا - کسی فرمائش کے بہم پہونچانے کے بہانے سے لندن کو بھیجا درپردہ یہ مقصود تھا کہ وہان جا کر ممبران پارلیمنٹ اور شاہ لندن سے معاملات مین سوال وجواب کرے یہ سب کیفیت رزیڈنٹ پہ کھل گئی اُنھون نے کاغذ کے گھوڑے دوڑائے اور دلون مین کدورتین پیدا ہو گئین اور تحریرون مین مضمون پُرپیچ وتہ دار قلمبند ہونے لگے اور زبان قلم پر ترش کلام آنے لگے دونون طرف سے یہانتک طبیعتین کھنچین کہ اگر سر راہ باہم سواریان دو چار ہو گئین تو سلام وکلام سے تنفر رہا - اس رنجش وملال نے یہانتک طول کھینچا کہ نواب کے آخر عہد مین یہ بات مشہور ہوئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ کے سترہ قصور لائق سزاے سنگین کے لکھکر تیار کیے ہین اور رزیڈنٹ نے جواب ترکی بترکی تیار کیے ہین - نواب کو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی تبدیلی بدل منظور تھی مگر مرزا جعفر کی مستحکم تدبیرون اور رزیڈنٹ کی دانشمندی کی وجہ سے وہ صورت وقوع مین نہین آئی اور باوجود ان شرارتون کے مرزا جعفر کے ساتھ نواب نے مراعات سے چشم پوشی نہین کی بیٹیون کی شادیون مین دیدہ ودانستہ اعانتین کین -

(۲) علامہ تفضل حسین خان جو کلکتے مین نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کیواسطے لکھنؤ کیطرف روانہ ہوئے مگر کلکتے سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان مین ۱۵ - شوال ۱۲۱۵ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی - شاہ محمد اجمل الہ آبادی نے اُنکی تاریخ وفات مین کہا ہے -

گر بپرسند سال تاریخش ۔ با سر حیف وغم بگو افسوس

نواب سعادت علی خان کو اُنکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتے کے

آدمی سے بڑی مشکل ہین اسی سبب سے بہت سے رزیڈنٹون سے اُنکے مزاج مین کدورت آجاتی تھی اُنکے شروع عہد ریاست مین مسٹر جان لمسڈن عہدۂ رزیڈنٹی پر ماموُر تھے اور غلام قادر خان جائسی میر منشی تھے اور اُنکے بعد کرنیل ولیم سکوٹ رزیڈنٹ ہوکے آئے اُنھون نے نواب کا قافیہ بہت تنگ کیا پھر یہان سے عہدۂ رزیڈنٹی دہلی پر مقرر ہوکر روانہ ہوئے تھے کہ راستے مین قزاق اجل نے قافلۂ حیات لوٹ لیا کرنیل سکوٹ کی جگہ عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر کرنیل کولنس آئے جنھون نے وزیر علی خان کو جے پور سے بلالیا تھا۔ اور اس عہد مین میر منشی کا عہدہ مرزا باقر علی کے تفویض تھا مگر کرنیل کولنس مرض نقرس مین مبتلا ہوکر لکھنؤ مین مرگئے اُنکا مقبرہ مشہور تھا۔ بعد اسکے جان بیلی صاحب اودھ کے رزیڈنٹ مقرر ہوکر آئے یہ صاحب ایک مدت تک بوندیلکھنڈ اور اضلاع باندہ و کالپی مین جو انگریزون نے مرہٹونکے ہاتھ سے تازہ فتح کیے تھے مامور تھے۔ مرزا جعفر جو سرفراز الدولہ کا ہمزلف اور اُنکا خالہ زاد بھائی تھا مسٹر جان بیلی کا اُستاد تھا۔ مرزا حاجی اُسکا بیٹا تھا یہ باپ بیٹے ہمیشہ رزیڈنٹ کے ہمراہ رہتے تھے۔

کرنیل کولنس تک سواے سکوٹ صاحب کے اور رزیڈنٹونکی صحبت نواب سعادت علی خان کے ساتھ اچھی رہی اور لطف سے گذری اب چند وجہون سے صورت مخالفت ظہور مین آئی جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایکبار مرزا جعفر کو بیلی صاحب نے اپنے ہمراہ نواب کے پاس لاکر کھانے پر بیٹھنے کا حکم نواب نے طوعًا و کرہًا اجازت تو دیدی مگر یہ امر نہایت ناگوار گذرا۔ اسلیے کہ نوکرون مین فقط چند شخصون کو بیٹھنے کا حکم تھا مرزا جعفر لکھنؤ کے معاملات سے بخوبی واقف تھا اور چالاک آدمی تھا اکثر سہل معاملات کی رپورٹ رزیڈنٹ سے مشکل تقریر دن مین گورنر جنرل کو لکھاتا تھا کہ رزیڈنٹ کا دبدبہ نواب پر قائم ہو اس زمانے مین عہدۂ گورنر جنرل پر لارڈ منٹو تھے اُنھون نے

ڈنکے کی چوٹ نہ پڑے کہ اس سے ہماری نیند اُچٹتی ہے اس عذاب سے نواب کو چھڑانے کا
وعدہ لارڈ مائرا الملقب بہ مارکوئس ہیسٹنگز نے کیا نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو
ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اسوقت سرکار کمپنی کا خزانہ خالی تھا اور گورکھون کے
ساتھ لڑائی چھیڑنے کا ارادہ تھا مگر جب لانڈ مائرا ۱۸۱۴ء مین لکھنؤ کی طرف چلے تو نواب
سعادت علی خان مرگئے ۔

مخفی تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ فی الحقیقۃ کرنیل جان بیلی کا بھی قصور نہین کیونکہ بعض امرا مرین
اُنکو بہکاتے تھے اور اپنے تئین سرکار کمپنی کا خیرخواہ ٹھہراتے تھے جب لارڈ مائرا نے اول بار کوٹھی
رزیڈنٹی مین کرنیل بیلی سے ان لوگون کا حال پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ یہ لوگ سرکار کمپنی کے متوسل
اور خیرخواہ ہین لارڈ صاحب نے فرمایا کس معنی سے آیا اُنھون نے ضرورت کے وقت کمپنی
کی مدد روپے سے کی یا فوج اور اسباب سے بلکہ ہماری دانست مین یہ سب صفت نواب صاحب
مین ہے کہ ہر طرح سرکار کمپنی کے شریک دولت رہتے ہین اور یہ لوگ تو محض اپنے بچاؤ
کے واسطے ہماری پناہ مین آگئے ہین ۔ جب اس طرح اُنھون نے فرمایا تب ان لوگون کے
چہرے بگڑ گئے ۔

نواب کو مسموم کیے جانے کی وجہ

مخفی تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ گورنر ولزلی صاحب جو نواب صاحب کے خاص
مصاحب اور نہایت دوست تھے اور یہان کے حال سے بالکل واقف تھے اور بطریق رخصت
ولایت کو گئے تھے اُنھون نے ولایت مین یہ چاہا کہ اگر ایسے وقت مین نواب صاحب کے
حق مین مجھ سے کچھ بہتری ہوسکے تو میرا بڑا نام ہوگا اور اس امر کی درستی کے واسطے کوئی تدبیر

اکثر انگریزون کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلیے نواب کی وہ خواہش ظہور مین آگئی
(۳) خانہ زاد خان اور حیدر بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے اُنکے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے مراد پوری نہوئی اور وہ دونون لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے ۔
(۴) محمد رضا خان بن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اس گھرانے مین دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان دوسرا موسیٰ رضا خان جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لیے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی مگر نواب سعادت علی خان نے قبول نکیا آخرکار سرکار کمپنی کے یہان سے ایک ہزار روپے ماہوار سرفراز الدولہ کے ورثا کے لیے اور تین سو روپیہ ماہوار مرزا جعفر کے لیے مقرر کرائے ۔
(۵) حسین علی خان بریلی کا چکلہ دار اور مرزا جعفر کا سمدھی تھا جب وہ بریلی سے معزول ہوکر آیا تو نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اُسکو عذاب محاسبہ مین مبتلا کرین مگر مرزا جعفر کی وجہ سے رزیڈنٹ نے اُسکو بچا دیا ۔
ایسی ایسی صورتین نواب کی اور رزیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئین نواب سعادت علی خان تو رزیڈنٹ کی اسقدر منزلت سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار خیر و عافیت کے دریافت کرنے کے لیے مامور ہے اور طرفین کے خطوط و کاغذات کا پہونچانا اُس سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام مین اُسکو مداخلت نہین اور رزیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپکو تصور کرتا تھا اور اپنی جان کو ریاست کا نگران اور حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا پس یہ صورتین مخالفت کی تھین یہانتک کہ رزیڈنٹ نے نواب سعادت علی خان کا ناک مین دم کر رکھا تھا ہر کام مین اُسکے دخل دیتا تھا خود ایسے نازک مزاج بنے تھے کہ نواب کے نوبتخانے مین حکم تھا کہ نقار خانے مین نقارے پر

وقت گذاسنے کے لیے ایک عجیب جورن تیار ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزون خصوصًا اورنی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے بادشاہ لندن اور ممبران پارلیمنٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ مملکت ہندوستان مین جس قدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے مین ہے اُسکی مستاجری نواب کو دیدیجائے۔ مصارف افواج اور ملازمون کی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ پس انداز ہوتا ہے اُسکو نواب ادا کرتے رہین گے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اُس زمانے مین ۴۵ کروڑ روپے کا تھا اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ پس انداز نہین ہوتا تھا۔ اس لیے یہ بات وہان پسند کی گئی کہ نواب سعادت علی خان کو تمام ہندوستان کی مستاجری دیدیجائے کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بھر مین جواب نہ تھا چنانچہ لارڈ مائرا اس کام کی درستی کے لیے لندن سے گورنر جنرل کرکے بھیجے گئے تھے مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہوگیا یہ بات طلسم ہند مین بیان کی گئی ہے۔

انتقال نواب سعادت علی خان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر گئی تھی اور ورم جگر و استسقا کے مرض مین مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا مگر اُنکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت تامجان پر سوار ہوئے اور تھوڑے سے مصاحبونکو اپنے ساتھ لیکر درگاہ حضرت عباس کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشائے رقص و سرود مین مصروف ہوئے۔ پھر رات گئے آب یخنی طلب کیا نواب کے سالے رمضان علی خان نے جو دیوانخانے اور آبدار خانے اور دواخانے کا افسر تھا حاضر کیا

سوجھتی نہ تھی آخر معلوم ہوا لارڈ مائرا بادشاہ وقت یعنی جارج چہارم کے بڑے رفیق ہین لیکن
قرضداری کے سبب اُنکی سب املاک رہن ہوگئی ہین گورنر ولزلی صاحب نے خیال کیا کہ اگر
نواب صاحب ایسے وقت مین انکے ساتھ سلوک کرین تو اسکا ثمرہ کسی وقت مل رہے گا چنانچہ
نواب صاحب کو اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی اور نواب صاحب نے جسطرح بنا بطور تحفہ وغیرہ کے
اُنکے پاس بہت کچھ پہونچایا۔ لارڈ مائرا اس دوستی غائبانہ سے اُنکے بہت احسانمند ہوے جب
چوتھے جارج کے وقت مین یہ کلکتے کے گورنر جنرل ہوسے تو انھون نے نواب صاحب کو ایک خط
لکھا کہ مین ہندوستان اسی آرزو سے آیا ہون کہ پہلے آپ کے مقدمات کی درستی کرون نواب صاحب
اسبات سے بہت خوش ہوئے یہانتک کہ اکثر اپنی صحبت مین کہتے تھے کہ گورنر جنرل آوین تو
ہم نمکحرامون سے یون سمجھین گے اور اُنکے حق مین یہ یہ کرینگے ان باتون کو سنکر نمکحرام چوکنے ہوگئے
اور اپنی جان و مال کے خطرے سے نواب صاحب کی جان کے خواہان ہوسے قیصر التواریخ سے
معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے بحیلۂ طلب تحائف چھ لاکھ روپے بھیجے تھے اور اُس ضمن
مین تین لاکھ روپے پل آہنی کی خریداری کے لیے بظاہر روانہ کیے۔

افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نصف ملک دینے کا صدمہ سعادت علی خان کے
دل سے محو نہوا اور ہمیشہ تدبیر واپسی مُلک منقسم و حصول دیگر ممالک مین مصروف رہے اور
کوشش بلیغ سے وہ معاملہ صدر سرکار انگریزی سے درست ہوگیا قریب تھا کہ ظہور اُس کا
خاص و عام مین ہو سعادت علی خان نے بتقل حزم و ہوشیاری کو کلید زبان سے کھول دیا اعزۂ
حاضر کی مجالس مین یہ لب پر آگیا راز فاش ہوا زمانہ کمین گاہ مین منتر صد وقت تھا ایک عزیز
خاص جسکو مار آستین کہنا چاہیئے مطلع ہوا اُس نے اُسی شب نواب کو زہر ہلاہل سے شہید کیا۔

(۴۲) لکھنؤ کے بے فکرے جنھین کھانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین اُن کے

تاریخ وفات زبان ناسخ سے ۔

افسوس کہ نواب یمین الدولہ | از ملک فنا رفت بحکم تقدیر
تاریخ وفات او نوشتم ناسخ | افسوس وزیر بود آصف تدبیر

دیگر

دستور جہان بجنت آمد

دیگر

ہاتف بگفت آہ شدہ لکھنؤ خراب

دیگر

ناگہان رحلت از این عالم نمود | زینت افزا شد بفردوس برین
من شنیدم سال تاریخش زغیب | آہ شد گنج سعادت در زمین

دیگر

توقع نہ از دور چرخ مقرنس | کہ دارد مدار قرارش بیک کس
فشارے دہد گر گلے را زخارے | برآرد ز شاخ دگر نور نورس
سعادت علی خان بہادر کہ بودہ | بکلی و جزئی کل آگاہ و حزرس
بہ بست و دوم از رجب اول شب | ز تقسیم بے جوہرے سخت ناکس
بناگاہ جام شہادت چشیدہ | فغان خورد کہ عباس فریاد مارس
بتاریخ فوتش رقم کرد واثق | کہ شد جنت آرام گاہ مقدس

فائدہ مجموعہ تحریرات خاندان مجتہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حالت بیماری مین مولوی سدن وغیرہ کی وساطت سے شراب نوشی کی اجازت لبطور علاج کے چاہی لیکن

بعض کہتے ہین کہ جواہر علی خان خواجہ سرانے اپنے ہاتھ سے دیا وہ پی کر پلنگ پر آرام کیا ابھی آنکھ نہ لگنے پائی تھی کہ طبیعت کا رنگ بدلنے لگا یکایک چونک کر تین بار حضرت عباسؑ علی کا نام مبارک لیا اور کلمات یاس زبان پر آئے اور عجلت کے ساتھ ولی عہد بہادر کو یاد فرمایا حکیم مرزا علی اور عصا بردار ابھی ولیعہد کے پاس نہین پہونچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے مفارقت کر گئی منگل کا دن تھا اور پہر بھر رات گذری تھی اور ۶۳ برس اور کئی مہینے کی عمر تھی۔ قیصر التواریخ مین ۷۰ یا ۷۲ برس کی عمر غلط بتائی ہے کیونکہ وہ ۱۱۶۷ھ مین پیدا ہوے تھے اُسی وقت جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہونچ گئے یہان شب حیات تمام تھی مُنھ سے خون جاری تھا۔

رزیڈنٹ نے نواب مرحوم کے سرہانے پہونچکر اُنکے اوپر سے دوشالہ اُٹھوادیا اور ڈاکٹر ولمین نے رفع شک کیواسطے اُنکے گلے مین تسمہ ڈالکر دونون کنپٹیون مین نشتر مارا کہ ایک طرف سے درہا خون اور دوسری جانب سے کچھ چربی نکلکر رہ گئی پس اُنکو مرجانے کا یقین ہوگیا یہ بات ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا حاضرین کا بیان ہے کہ سینے پر نیلگون لکیر تھی رمضان علی خان کی نسبت زہر خورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد جس مکان مین غازی الدین حیدر خود رہتے تھے اُس مین مدفون ہوئے مشہور ہے کہ جب غازی الدین حیدر مسند نشین ہوے تو ظاہر کیا کہ جب مین نواب مرحوم کی مسند اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہے کہ اپنا مکان اُنکو دون اس خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان مین وہ رہتے تھے اُسکو مسمار کر کے ایک قبر نواب مرحوم کی تعمیر ہو۔ یہ سانحہ جانگداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ھ کو گذرا بعض تاریخون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے اُنکا لقب بعد وفات جنت آرامگاہ مقرر ہوا

اُنکے شاگرد تھے۔ یہ لوگ بھی اُستاد کی رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوئے انشاءاللہ خان نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا۔ سید صاحب نواب سے نہایت مقرب تھے اُسی وقت دربار مین پہونچے نواب سعادت علی خان نے دوبارہ آنیکا سبب دریافت کیا اُنھون نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا یارب بنا بنی مین ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل سے کہا کہ اپنے دولھا کی دُلھن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھون۔ حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی تھی۔ سر پر جھُومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانون مین جھُمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے مین نولکھا ہار وہ کون تفضل حسین خان علامہ۔ غرض اسی طرح چند زیورون کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہون تو ناک مین نتھ نہین دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قائم رکھے یہ کیا نواب نے پوچھا وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اُنکی دوراندیشیان بیجا ہین۔ مین ایسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہون۔ غرض اُنکی تسلی کے لیے دوسو روپیہ درماہہ خانہ نشینی مقرر کرکے پروانہ اور ۵۰۰ روپے کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاءاللہ خان کے ہاتھ بھیجا۔

مرزا محمد حسین قتیل جو پہلے ہندو مذہب فریدآباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہو گئے۔ نظم و نثر مین اُستادی کے رتبے کو پہونچ گئے تھے قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین اُنکے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی اُنکا مشہور و معروف ہے اور ۱۲۳۳ھ ہجری مین وفات پائی۔ مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبۂ دیوا علاقۂ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اُس سے ۱۲۳۲ھ مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے۔

اجازت اس بات کی نہ دیگئی اس سے معلوم ہوا کہ نواب آخر عمر مین مے کشی سے تائب
ہو چکے تھے۔

نواب کی عادات اور دلی شوق۔میلان طبعی اہل علم وشرفا کی قدردانی

نواب سعادت علی خان ارباب کمال کے ساتھ لطف وعنایت سے پیش آتے تھے
ایک شخص خاندان مجدالدولہ عبدالمجید خان سے جو شاہ عالم ثانی کے امرا سے تھا ادب وقاعدہ
سلطنت سے آشنا وضع قدیم پر پگڑی باندھے اور کپڑے پہنے سرسواری باریاب مجرا ہوا نواب نے
تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے بلاکر نوکر رکھا اور بیش قرار تنخواہ مقرر کردی میر ابوالقاسم
خان کے جو بنگالے کے رئیسون سے تھے سات سو روپے مقرر کیے اور اُنکی بہت پاسداری
کرتے تھے۔سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوہ بھی اُنکی قدردانی سے سرفراز تھے
یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد
اس عہد کے بعد سے پڑی۔خواجہ باسط کے نواسے میر امیر علی ایک سوزخوان تھے کہ علم موسیقی
مین اُنھون نے پایۂ کمال حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کرکے پڑھتے تھے نواب نے
انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہوکر طلب کیا اُنھون نے انکار کیا اور کئی پیام وسلام کے بعد یہ بھی
کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہین تو مین سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اُنھین میرے یہان
آنے سے عار کیا ہے نواب نے کہا کہ سید میرے یہان ہزارون سے زیادہ ہین میر صاحب نے
اگر فخر پیدا کیا تو یہی کیا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہوگئے خیر اُنھین اختیار ہے۔امیر علی صاحب نے
یہ سُن کر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی

قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا منشی نوکہ لفظ نوع را بطرز نو نوشتہ عین خطا کرد لہذا ہفتاد روپیہ جرمانہ گیر مدا اس مین لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ عین کے ستر عدد ہین اتفاقاً کسی جلسے مین نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا منشی بھولا ناتھ مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور مین لا کر عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی خانہ زاد کو ہوئی کہ اس املا سے درست ہے نواب نے اپنی نسبت اسطرح جرمانہ کیا کہ منشی خانے کے جملہ منشیون کی تنخواہ دوچند ہوگئی اُسوقت کا فن کمال یہی تھا کہ زبان فارسی یا اردو یا عربی مین نظم و نثر کہہ لینا بعض قریب الفہم صنعتین سیکھنا اور بیتین یا افتادہ اوزان شعر سے واقفیت رکھنا یا ارتجالاً کچھ کہنے کی ہوتی باتین زبان عربی مین طوطے کی طرح رٹ لینا وغیرہ وغیرہ —

ایک خیاط نوکر قدیم نے عرضی اضافہ معاش کی گذرانی نواب نے اسپر دستخط کیے سہ

گر زمین را بآسمان دوزی　　ندہندت زیادہ از روزی

انشاء اللہ خان دریائے لطافت مین سعادت علی خان کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف کرتے ہین اور وہ کہتے ہین کہ جس کسی کو میرے قول مین خوشامد کا گمان ہو اسکو نواب کے حضور مین خاص کر ہولی کے موسم مین آنا شرط ہے تاکہ دیکھے کہ راجہ اندر پریون کے اکھاڑے مین اچھا معلوم ہوتا ہے یا نواب حور نژاد و ملکہ مجمع مین اور اس قدر دانی کی وجہ سے دہلی کے تمام اہل کمال لکھنؤ مین چلے آئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے سایۂ عاطفت مین میسر ہے وہ دہلی مین خواب مین بھی میسر نہین —

نواب سعادت علی خان ارباب نشاط کے بھی بڑے قدر دان تھے - ایک شخص بر گاش نامے الہ آباد سے آیا تھا اور لکھنؤ مین اپنے فن والون سے گوے سبقت لے گیا تھا بتاشے اور کوڑی پر رقص کرتا تھا اور کوئی دقیقہ علم موسیقی کا اُس سے فرو گذاشت نہین ہوتا تھا

خود آن کافر نگفتا با سر کفر — قتیل کافر ایمانے ندارد

ایکدن انکو بھی نواب سعادت علی خان نے طلب فرمایا اور ملاقات چاہی مگر یہ شخص بہت آزاد وضع تھا عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع آزاد نے پسند کی ہین ایک یہ کہ مداریہ (حقۂ کلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے اور اُس سے ہردم شغل رہتا ہے - دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون - اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون تو طلب فرمایئن فقیر حاضر ہے اور اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو قیام شہر نامنظور ہے - نواب نے کہ علم دوست اور ہنر آشنا تھے یہ باتین قبول فرمایئن اور بے تکلف آنیکی اجازت دی - مگر تعظیم کو کس پردے مین بچایا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازے پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے اُٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے مین قدم رکھا پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی بعد اُسکے بیٹھے باقی حقہ رہا ادھر اُسکی طرف نواب نے آپ توجہ نہین فرمائی اور اُدھر مرزا نے بھی دم نہین مارا - رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی - نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اُنھون نے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر خوشخط لکھین اور فی غلطی حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی لفظہ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اعلے درجے کے اہل انشا مین مولوی یحییٰ ایک شخص تھے اُنھون نے فرد حساب مین اجناس کو اجناا لکھدیا - نواب سعادت علی خان تو خود ہر شے پر نظر رکھتے تھے اُنکی بھی نگاہ پڑگئی مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنھون نے کچھ قاموس اور کچھ صراح سے اجنا کے معنی بتائے کچھ قواعد نحو سے ترخیم مین لیگئے نواب نے سید انشاء اللہ خان شاعر کو اشارہ کیا اُنھون نے مارے رباعیون اور قطعون کے اُلّو کر دیا ایک منشی نے نوع کو نو لکھدیا تھا نواب نے اپنے خاص

تمام گلزار لکھنؤ مین بہار تھی اگرچہ شگفتہ طبعی ہر جیتے جی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اس قدر جیساکہ اہل لکھنؤ نے اس مین حصہ لیا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ میر انشاء اللہ خان متخلص بہ انشا نے جو نواب سعادت علی خان کے بڑے مصاحب اور اُنکی خلوت وجلوت کے شریک تھے نواب کے حکم اور اُنکے نہایت شوق سے کتاب دریاے لطافت زبان اُردو کی صرف ونحو ومنطق وعروض وقافیہ وبیان مین لکھی ہے اور جیساکہ زبان عربی اور فارسی مین ان علوم کی تحقیق کیگئی ہے اُسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے اور ذخیرہ جاودانی سمجھا ہے اس کتاب مین ایسے تمسخر اور استہزا وفحش کا خاکہ اُڑا یا ہے کہ اُسکو دیکھکر شایستگی کبھی آنکھین بند کرلیتی ہے کبھی کانون مین اُنگلیان دے لیتی ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبیعتین عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تھین اور اصلی تہذیب وشایستگی مزاجون مین بہت کم باقی تھی اور اسکی تصنیف مین مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک ہین مگر اس حمام مین سب ننگے تھے انکے یہان بھی سوا ئے شہد پن کے کوئی بات نہین تمام کتاب مین مثالین بھی وہی دی ہین جن مین عورتون کے متعلق خرافات ہے مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگھہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم کہتے ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگھہ جیت لگن جیت لگن جیت لگن جیت لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگھہ بی جان پری خانم بی جان پری خانم لکھتے ہین اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگھہ۔ کہتے ہین لگوڑ بی جان لگوڑ بی جان۔ صنعت عکس کی مثال مین لکھتے ہین ؎ پیا زدہ ہین دیگی بلا کر نئی گالی۔ صنعت توشیح کی مثال مین لکھتے ہین ؎ پیا زد و کھو آج گیا کے یار نے بندی کے گھر ناحق الفو کے سامنے مارا گھر مین سندری تھی سو وہ دو ساگی لی گاتی باندھے جوڑی بجا رہی تھی خوب جب غل ہوا تو اُٹھ گئی اور کوٹھے پر جا کر لیٹ رہی

نواب تک پہونچا نواب نے اُسکی بیش قرار تنخواہ مقرر کرکے جابجا جانیکی ممانعت کی۔ سُندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی اور وہ وزیر علی خان کے عہد مین محل سے نکلی تھی خیال گانے مین یکتا تھی اور حسن وجمال مین بے مثل تھی نواب سعادت علی خان بھی اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوکر جوبلے مواصلت تھے۔ جب یہ نواب ہوے تو وہ طوائف سید قاسم علی فرزند میر انور داستان گو پر فریفتہ تھی نواب نے یہ خبر سُن لی تو اکثر اُس سے فرماتے تھے کہ ہرچند دل سے تجھپر رغبت ہے لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلیے مجھکو تیرے وصل سے انکار ہے کہ بے لذت ہے۔ غرض اس قدر طبیعت پر قابو تھا کہ گو اُسپر مائل تھے لیکن عالم سے کشی مین بھی کہ حیا وحجاب کا خون کرتی ہے اُسکی طرف ہاتھ نہین بڑھایا اور انعام وغیرہ دیتے رہے نواب ایسے حُسن دوست تھے کہ اہل شہر حُسن پرستی کا لفظ اُنکی نسبت اطلاق کرتے تھے نواب کو دانشمندون اور صاحب کمالون سے صحبت مین گرم جوشیان تھین اور بے علمون سے نفرت کلی تھی۔ ایکدن ایک گدھا رمنۂ خاص مین گھس آیا اور بھیڑون کا دانہ کھانے لگا نواب کی نظر پر چڑھ گیا گرفتار ہوا منسا رام نام رکھا گیا اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص منسا رام نہایت احمق تھا اُسکو خر کہتے تھے۔ یہ گدھا چند گدھیون پر چھوڑا گیا بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ ایکدن نواب محل مین داخل ہوئے محل کی عورتون کو دیکھا کہ بادلہ اور مقیش سے زیور تیار کرکے گردن اور گلے مین پہنا ہے خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اُنکے چھین لو اس حکم کی تعمیل ہوئی چند روز ضبط رہا اور پھر عنایت ہوا۔

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسوقت مین بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی ترقی نکی اور نہ علم وفنون مین کار آمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ کو نیکنامی اور دولت و پائداری حاصل ہوتی عیش وعشرت ولہو ولعب اور ہنسی و مذاق کی

نواب سعادت علی خان کو اپنی تمام بیگمات مین جلال الدولہ کی مان سے زیادہ محبت تھی بنارس مین اُسکو اپنی زوجہ بنایا تھا۔ پہلے یہ بیگم ٹاٹ محل کے نام سے مشہور تھی اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہین کہ اس بیگم کے پانون مین پدم تھا ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا خاصہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو۔ مگر مجھے تعجب آتا ہے کہ حضور نے اُسے عوام سے داخل خواص محل کیا۔ نواب نے اپنی مسند نشینی کے بعد اسکو نواب گنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا۔

تنبیہ جب مین نواب کی اولاد پر نظر کرتا ہون تو افسوس ہوتا ہے کہ اُنکا جانشین ایسا صاحب توفیق ہنوا کہ اُنکے مصالح کی پیروی کرتا اور دست و بازو دولت و اقبال کا ہوتا نواب کی زبان سے شمس الدولہ اور جلال الدولہ کی نسبت کبھی کبھی نکل جاتا تھا کہ بڑے مرزا سے تو یہ دونون ہونہار معلوم ہوتے ہین۔ مگر بڑے بیٹے کے ہوتے انکا کچھ حق نہ تھا۔

نواب سعادت علی خان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا۔

(۲) نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ نجم الملک صولت جنگ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکت الدولہ عرف مرزا جھجّا سے ہوئی۔

(۳) نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان۔ یہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم بنت نواب حسین الدین خان سے کتخدا ہوئے نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ یہ حسین الدین خان ذریات قمر الدین وزیر اعظم محمد شاہ سے تھے اور آصف الدولہ کے عہد مین لکھنؤ مین آکر مقیم ہوئے تھے انکے ایک بیٹا تھا جسکا نام امام الدین خان عرف خوجم صاحب تھا اور ایک بیٹی تھی جو نواب نصیر الدولہ سے

اور جو نوچیان تھین بے پے کرنے لگین سرفراز و تورودی "صنعت معرب کی مثال مین لکھتے ہین "اے تیری بیٹی کے پیچھے مین میخ ایضًا چنیال کب کا وعدہ کر گیا ہے مان کا لوڑا ابتک آتا ہے ایضًا جو تم مجھکو کون دو تو تم کو گلدم دون" اور زحاف کا نام سندگار رکھا ہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتون کے نہایت دل دادہ تھے انکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی اور نواب بھی ادھر بڑی رغبت رکھتے تھے جس کی بدولت زنانہ مزاجی و بے ہمتی اور بزدلی عام لوگون مین پیدا ہو گئی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی ازواج و اولاد

آردن صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ خان خانان لپسر اکبر خان خلف نجمین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علی خان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خان خانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائیگی نواب سعادت علی خان کی اُس بی بی کا نام جس سے اکبرآباد مین بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے اس کے باپ کا نام مدارالدولہ سید یوسف علی خان تھا اور ماں کا نام مستورہ بیگم بنارس مین انتقال کیا درگاکنڈ کے پاس مقبرہ ہے۔ اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے طفولیت مین مرگیا۔

انکا عقد نکاح نواب عباس قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جن سے نہ موافقت رہی نہ اولاد ہی
ایک اور بی بی سے دو بیٹے شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ پیدا ہوئے افضل التواریخ مین انکی
اولاد کا نام امیر الدولہ احتشام الملک علی حسین خان بہادر شجاعت جنگ اور شمس الدولہ مختار الملک
علی حسن خان بہادر مستقیم جنگ لکھا ہے جبکہ نواب سعادت علی خان کا خطاب ناظم الملک
تھا تو انکی وفات کے بعد یہ خطاب مرزا محمد حسن خان کو ملا ہوگا مین نے افضل التواریخ مین
یہ خطاب انکے نام کے ساتھ دیکھا ہے ۔ یا نظام الملک کو ناظم الملک کردیا ہے ۔

نواب کی بیٹیان صاحبات محل سے

(۱) خیر النسا یہ سب بہنون سے بڑی تھین اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھین
انکی شادی میر شاہ علی بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد نہوئی
انھون نے ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے
عہد مین مرزا نظام الدین حیدر بن نواب نجابت علی خان سے کی گئی ۔

(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھین انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے
ہوئی تھی افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے بھائی نے اپنے عہد حکومت مین انکو زبدۃ الخواتین عصمت
قباب تقدس احتجاب ملکۂ زمان شریف النسا نواب فاطمہ بیگم لقب دیا تھا ۔

(۳) فخر النسا بیگم انکی شادی نواب میر کلو بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے
ہوئی ان کے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جس کی شادی مرزا شاہ میر خان کے
بیٹے سے ہوئی تھی ۔

(۴) ولایتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان بن نواب امام الدین خان سے

بیاہی گئی ۔ لیکن قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ امام الدین خان کی بیٹی سے نصیر الدولہ کتخدا ہوئے تھے اور یہ امام الدین خان حسین الدین خان کے باپ تھے ۔

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان بہادر ذوالفقار جنگ انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو مجنون تھی کوئی اسکے بطن سے اولاد نہوئی ۔

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان مہابت جنگ انکی نسبت شہامت علیخان عرف مرزا بھورا کی بیٹی سے ہوئی نصیر الدین حیدر کے وقت مین رخصت عروس ہوئی تھی ۔

افضل التواریخ مین بہاء الدولہ منیر الملک حسین علی خان بہادر جلادت جنگ لکھا ہے

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا ۔

(۷) نواب صادق علی خان انکی شادی نواب نور علی خان ساکن سرنگ پٹن ایک مدراسی امیر کی بہن کے ساتھ ہوئی ۔

(۸) نواب جلال الدولہ شجاع الملک مہدی علی خان بہادر شجاعت جنگ انکی شادی نہین ہوئی بنام نامی امرا فقط دو تین حرم تھین افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ یہ جلال الدولہ نشاط باغ املاک بہار جیہ تکلیت رائے مین اکثر مقیم رہتے تھے مشہور یہ ہے کہ دو تین عورات عوام سے صحبت تخلیہ مین حاضر رہتی تھین ۔

(۹) نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان یہ نواب خاص محل کے پاس رہتے تھے سعادت علی خان کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ درماہہ مقرر کردیا اپنے سب بھائیون مین بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی ۔

(۱۰) نواب رکن الدولہ ناظم الملک مرزا محمد حسن خان بہادر بہرام جنگ غازی الدین حیدر نے

ا تھون سے ہوتا تھا بڑے بیٹے غازی الدین حیدر بڑے مرزا کے نام سے پکارے جاتے تھے
عیش وعشرت انکی گھٹی مین پڑی تھی مگر مزاج مین جرأت خداداد تھی جب عوام کی نظر باسباب
ظاہر وارث تخت وتاج مالک باج وخراج ہونے کے واسطے پڑتی تھی تب انکی نگاہ خونخوار شمشیر آبدار پر
دیکھی جاتی تھی اور اکثر زبان سے یہی نکل گیا ہے کہ میرے سوا کسکو دست قدرت ہے کہ سریر
سلطنت پر قدم رکھے اس ہمت مردانہ کی سند اُس روایت معتبر سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ
نواب سعادت علی خان نے اپنے سب فرزندون کو واسطے تعمیر عمارت کے روپیہ عطا فرمایا
سب نے عمارتیں اپنی اپنی ضرورت کے موافق بنالین لیکن اُنھون نے دوسرے کامون مین اپنا روپیہ
صرف کرڈالا جب یہ خبر نواب صاحب کو پہونچی اُنکو طلب کرکے دریافت کیا کہ تمھارے بھائیون نے تو اپنی اپنی
عمارتین تیار کرلین تم نے ابتک کیون توقف کیا بڑے مرزا نے عرض کیا کہ جو عمارتین حضور تعمیر
فرمارہے ہین وہی میرے لیے کافی ہین اس جواب سے نواب خاموش رہ گئے اور سمجھ گئے
کہ کاتب تقدیر نے فرمان تخت نشینی اسی دلاور کے نام لکھا ہے چنانچہ وہی معاملہ پیش آیا۔

غازی الدین حیدر کی تخت نشینی

ایک پہر رات باقی تھی کہ نواب رمضان علی خان داروغہ دیوان خانہ نے
جو نواب سعادت علی خان کا سالا اور بہت معتمد اور شمس الدولہ کا مین تھا فوراً دوڑکر
کرنیل جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کو اس امر کی اطلاع کی اُنھون نے اُسیوقت ایک شترسوار کو
حکم دیا کہ منڈیاؤن کی چھاؤنی سے پلٹنونکو بندوبست کے واسطے لائے اور مرزا جعفر اور
مرزا حاجی کو بلانے کے واسطے ایک آدمی کو بھیجا اور ڈاکٹر وتسن صاحب اور کپتان فلارجن صاحب
اور ۲۳ سپاہیونکو اپنے ساتھ لیکر فرح بخش مین پہونچے اور سب دروازے ایوان شاہی کے
بند کراکے مناسب موقعون پر پہرے کھڑے کردیے شمس الدولہ اپنی فکر مین مصروف تھے

ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علی شاہ کے نانا تھے جیساکہ قیصر التواریخ مین ہے۔ لیکن نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ امام الدین خان کے ساتھ ولائتی بیگم بیاہی گئی تھین جو حسین الدین خان کے بیٹے تھے۔

(۵) ننھی بیگم انکی شادی نواب احمد علی خان بن نواب محمد علی خان سے ہوئی۔

رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان شہامت جنگ بن نواب سعادت علی خان

نواب موصوف ۲۴ - اگست سنہ ۱۷۷۴ء مطابق عشرۂ ثانیہ جمادی الاخری سنہ ۱۱۸۸ ہجری کو مقام بسولی مین پیدا ہوئے تھے جیساکہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے اُسوقت مین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ مین روہیلون کے استیصال کے لیے گئے ہوئے تھے انکی عمر مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کی تھی۔

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کا التفات دلی شمس الدولہ پر بہ نسبت دوسرے فرزندون کے بوجہ لیاقت و کارگزاری کے زائد تھا اور اسوجہ سے کار نیابت اُنکے تفویض رہا مرزا غازی الدین حیدر عرف بڑے مرزا سے جو از روے شرع و رواج خاندان مستحق ریاست تھے کشیدہ خاطر رہتے تھے ان وجوہ سے ہر شخص کو یہ گمان قوی تھا کہ بعد رحلت نواب سعادت علی خان کے شمس الدولہ بہ محرومی فرزند اکبر مسند نشین ہون گے ہر دو فریق کے کارپرداز اور خیرخواہ اپنے اپنے آقا کے سود و بہبود مین سرگرم رہتے تھے تاریخ اجودھیا مین لالہ گیا پرشاد صاحب کہتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کے وقت مین اُنکے فرزند دوم شمس الدولہ کارپرداز مہمات سلطنت تھے اور تمام تراجراے کار ممالک انھین کے

پہلے تو اُنھون نے کچھ توجہ نکی جب انھون نے کئی بار کہا تب کرنیل صاحب روکھے ہوکر بولے
کہ ہان ہان مجھے معلوم ہے جو آپ کہین گے وہ دیوانہ ہے مرزا جعفر نے بھی برہم ہوکر کہا کہ میری
ایک بات تو سُن لو کہ قانون اور ضابطہ کے موافق بڑی اولاد کو ریاست کا حق پہونچتا ہے
اگر اُسکی دیوانگی صدر مین ثابت ہو جائیگی تو اُسکے بٹھانے اور اُٹھانے کا سرکار کو اختیار ہے
رزیڈنٹ نے اس بات کو سُن کر مجلس مشورت آراستہ کی بعض اشخاص شمس الدولہ کی قابلیت کو
ترجیح دیتے تھے اور اکثر استحقاق کو مقدم کرتے تھے ہنوز کوئی امر طے ہونے نہین پایا تھا کہ
رزیڈنٹ نواب سعادت علی خان کی لاش پر مع ڈاکٹر بجہت تصدیق وفات آئے ہونہار
بادشاہ نے فوراً رزیڈنٹ کا ہاتھ پکڑ لیا جس سے نمائیاں درخواست دستگیری نکلتی تھی اور ایسی کچھ
تقریر کی کہ اُنکے خیالات بدل گئے اور قبائے شاہی انھین کے قامت زیبا پر راست دیکھی
جو کلمہ رزیڈنٹ کی زبان سے نکلا روایت کیا جاتا ہے کہ آپ مطمئن رہین آپ ہی مسند نشین
ہونگے رزیڈنٹ اپنے ہمراہی انگریزونکے ساتھ تھوڑی دیر خلوت مین کچھ گفتگو کرتے رہے
اور پھر غازی الدین حیدر سے تخلیہ کرکے باہم عہد و پیمان مستحکم کر لیا اور نصیر الدولہ وغیرہ
اُنکے دوسرے بھائیون سے کہا کہ نواب سعادت علی خان کے مرنے کا ہمکو کمال رنج ہے۔ مگر بجز
صبر کے کیا کیا جائے تم بھی صبر کرو اور نواب غازی الدین حیدر کو بمنزلے جنابعالی کے تصور کرو
کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہین یہ بھی بزرگانہ طریق سے پیش آکر کوئی مہربانی کا امر دریغ
نہ رکھین گے کیونکہ یہ خلاف سے دور ہین سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم والد کی حیات ہی مین
انکو باپ سے کم نہین جانتے تھے اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے رئیس ہوتے ہین تو پھر
کیسے ہم انکو جنابعالی سے کم سمجھین گے بہر صورت ہم انکو اُسی طرح اب بھی سمجھتے ہین جبکہ رزیڈنٹ کو
انکی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو شمس الدولہ کو جو انگریزی سپاہیونکی ممانعت کی وجہ سے

اور رزیڈنٹ کا خیال بھی شاید بلحاظ کار پردازی انہین کی جانب تھا اور درحقیقت یہ نوجوان
بار فرمانروائی اُٹھانیکی قابلیت بھی رکھتا تھا مگر مشیت ایزدی کچھ اور تھی رزیڈنٹ اس فکر مین
تھے کہ شمس الدولہ نماز پڑھنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے حکیم ظفر علی خان اُنکے مصاحب نے
عرض کیا کہ اس وقت یہان سے آپکا جانا مناسب نہین مگر اُنکو غرہ تھا کہ ریاست میرے لیے
ہے اگر مین یہان نہ ہونگا تب بھی ضرور ہے کہ طلب کر کے رئیس بنایا جاؤنگا اسلیے جواب دیا
کہ میرے یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین جب تک مین یہان نہ آجاؤن گا یہ امر ملتوی
رہیگا محمد غلامی نواب مرحوم کے ایک اردلی نے نواب غازی الدین حیدر کے پاس جاکر یہ سب
حال کہہ سنایا اور راجہ بختاور سنگھ نے گزارش کیا کہ یہی وقت سعی و کوشش کا ہے خود بدولت فوراً اُٹھ کھڑے
ہوئے تلوار اور دو رفیق مرنے مارنے والے ساتھ تھے ہر طرف کے دروازے بند پائے ہمت نے
کمند ڈالدی مع راجہ بختاور سنگھ ایک دیوار پر چڑھ کر نواب خاص محل کے محل کی سقف سے
بارہ دری مین داخل ہوئے اور اُس مقام پر جا پہونچے جہان لاش نواب کی رکھی تھی تلوار
خونخوار نے ایک ہاتھ چلکر پہرے والے کے سر سے اپنی نذر لی اور یہ بالین پدر پر آکر ایک طرف
بیٹھے خود رو رہے تھے مگر دوسری جانب انکا اقبال ہنس رہا تھا آغا میر بھی کہین سے راہ پاکر
آموجود ہوئے رزیڈنٹ یہ خبر پاکر غور مین پڑ گئے اور اپنے ہمراہیون سے انگریزی مین کچھ گفتگو کی
کہ اس مین شمس الدولہ کا بھی نام آیا اور شمس الدولہ ہاتھی پر سوار ہوکر دروازے پر آگئے تھے
ایک مدت سے آغا میر کو مرزا حاجی کے ساتھ رسوخ تھا اُس وقت مرزا نے آغا میر کے
اشارے سے اپنے باپ مرزا جعفر کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی وقت ہے ایسا نہو کہ مدت کی محنت
مفت رائگان جائے مرزا جعفر نے کرنیل صاحب سے کہا کہ مجھے اس وقت کچھ آپ سے کہنا ہے

لہ دیکھو تاریخ اودھ صفحہ ۱۲

تاریخ گفت جشن وزارت مبارک

منشی عبدالاحد رابلانے ایک تاریخ لکھی ہے جسکے نو شعر ہین اس تاریخ مین یہ صنعت رکھی ہے کہ پہلے مصرعون کی ابتدا سے ایک ایک حرف لیکر اُنکے عدد نکالین تو سنہ ہجری پیدا ہوا اور انھین مصرعون کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کرکے عدد لین تو سنہ فصلی نکلے اور دوسرے مصرعون کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہوا اور اُن مصرعون کے حروف آخر کے اعداد سے سمت بکرمی معلوم ہو۔

زہے غازی دین عالیجناب	وزیرالممالک سعادت مآب
بعالم درآمد چو اقبال او	سر مقبلان گشت پامال او
خداوند ملک و خداوند جاہ	رعیت نواز و عدالت پناہ
فریدون جنابے بہ نیروے بخت	تہمتن رکابے بیازوے سخت
نریمان دستان فولاد دست	بہم دستیش دست یکسر شکست
ملک شاہ ثانی بہ جود و سخا	جہان مروت سحاب عطا
شکوہش ز بس سر رفعت فراشت	شکوہ فلک نام رفعت گذاشت
قدیرے کہ از دست تقدیر خویش	نمودہ جہان را بتدبیر خویش
نگہدار داورا بلطف خودش	رساند بخوبی بہر مقصدش
بتاریخ ہندی چو خمسین و سبع	کم آمد عدد گفت فی الفور طبع
کہ رابطہ کمن فکر دور و دراز	بسر ناز برگیر و پاے نیاز

۵۰

دیگر

وزیر غازی دوران و رستم آفاق	زہے جلوس وزارت نمود بادل شاد

دریچۂ بارہ دری کی راہ سے اندر نہین گھس سکے تھے طلب کیا جب وہ یہان پہونچے تو
دوسرا رنگ دکھا رزیڈنٹ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو دوسرے بھائیون سے کہی تھی چونکہ
یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہو کر بولے کہ ہمکو ان باتون سے سروکار نہین
جو کچھ آپ مناسب جانین کرین رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رنجیدگی کا کلام ہے پھر اُس نے کہا کہ
زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے مین نے جو کچھ آپ سے کہا ہے رسم کے
خلاف نہین کہا ہے شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپکی درست ہے مگر جبکہ رئیس نے
اپنے سامنے کسی کو امتیاز نہ دیا ہو اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت
مین میرے کام مین پھر کیون تردد کیا جاتا ہے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اگر اپنے منصب کے
خواہان ہو تو وہ اب بھی موجود ہے لیکن ریاست شے دوسری ہے اور اُسکو جناب عالی نے
کسی کے نام پر مقرر نہین کیا ہے یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے پس وہ رئیس ہوئے اور آپ
نائب رہین گے۔ شمس الدولہ بولے کہ مین اپنے باپ کا ولیعہد اور نائب تھا۔ اب مجھکو یہ خدمت
دوسرے کے سامنے منظور نہین یہ منصب بھی کسی اور کو دید یجیے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ
آپ کو اختیار ہے۔ غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر
کہ نواب سعادت علی خان کے طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاص کر صاحب رزیڈنٹ
کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا ملکی کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور مین نہین آئیگا
اُنکو جانشین کیا مبارکبادی کی توپین سر ہوئین اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا
جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ کی نوبت آئی تو اُنھون نے مجبوراً ایک ہاتھ
سے نذر پیش کی غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا
کہ اشرفیان زمین پر بکھر گئین اور شکر رنجی مین تلخکامی بڑھ گئی تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے

تمھارے باپ کے واسطے مین راضی نہین ہون مرزا حاجی نے باپ کا خیال کرکے خلعت
نہ لیا انھین دنون مرزا جعفر کو غم کے سبب سے دق کی بیماری ہوگئی اور اس مرض مین انتقال کیا

تاریخ وفات مرزا جعفر

میرزا جعفر کہ دائم از امام جعفر ششم — حب بر دل بود این بر ہر دو عالم ظاہر ست
بہر تاریخ وفاتش چون تامل شد مرا — آمد از ہاتف ندا جعفر بہ نزد جعفر ست

اُس زمانے مین جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے
پاس آتے اور نواب خود ہفتے مین دو مرتبہ اُنکی کوٹھی پر جاتے۔

مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خان معروف بمیرزا حاجی قمر تخلص عہدۂ
خزانچی رزیڈنٹی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کارہاے متعلقہ نیابت کو
سرانجام دینے لگے۔ رزیڈنٹ کو مرزا حاجی کی یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ بعض رفع
اشتباہ کے واسطے ہماری خدمات دیرینہ کو چھوڑ دیا بس ان دنون سے کرنیل صاحب کا
دربار خالی ہوگیا اور منشی علی نقی خان رزیڈنٹی کا میر منشی یکایک بڑھا آغا میر جو نیابت کے
خلعت کے آرزومند تھے زمانے کو دیکھکر میر منشی سے مل گئے اور اُسے اپنا باپ قرار دیا۔

رزیڈنٹ کا انتظام مُلک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ مین آنا اور نواب سے قرضہ لینا

اب انتظام کی صورت رزیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ روپے
کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل اُسکو زر تحصیل سے دہ یک ملے اور

ندا رسید ز ہاتف بمن کہ تاریخش | بگو سعید بتو دائما وزارت باد

دیگر

بالش خیر و ہم سعادت یافت | از جلوسش چو نو سرافرازی
زدہ پائے و سر اعادی گوے | واثقا سال حیدر غازی

دیگر

باطالع سکندر غازی دین حیدر | گردید مسند آرا بالخیر والسعادت
بود از رجب سہ شنبہ بست و دوم خوش آوان | بر نغمہ گوشہا شد از کوسہائے نوبت
سال جلوس واثق می جست بادل خوش | ناگہ سروش شادی داد از فلک بشارت
برخوان سر اعادی برکندہ در حضورش | انوار صد فزودی با مسند وزارت

غازی الدین حیدر کی مسندنشینی کی تاریخ وزیرنامے مین ۳- رجب ۱۲۲۹ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُسدن ۱۲- جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ ہجری تھی اور اسی تاریخ لُنکے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی روسے سابق کے تمام عہدنامے جو اگلے نوابونکے ساتھ قرار پائے تھے کلیتہ بحال اور برقرار رہے سب مقربین کو خلعت ملے مدارالمہامی کا خلعت بلاشرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا اور عہدہ واصل باقی پر دیا کرشن کو منسوب کیا اور اُسکو راجہ کا خطاب دیا مظفر علی بن لطف علی خان نے خلعت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا اور ولی عہدی کا خلعت مرزا نصیرالدین حیدر کو عنایت ہوا- اس وقت سے فخرالدین احمد خان معروف بمرزا جعفر اور قمرالدین احمد خان معروف بمرزا حاجی کا دور رہوا- غازی الدین حیدر نے مرزا حاجی کی خدمتون پر نظر کرکے کہا کہ اگر نیابت کا خلعت تم چاہتے ہو تو موجود ہے- لیکن

لارڈ مائرا یون تو سے نہین سکتے تھے مگر اُسکو قرض کے طور پر لیا جس کا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا پرانا قرض آٹھ روپیہ سیکڑا پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑا کا بنانا چاہتی تھی اِسلیے اِس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کو قرض کا روپیہ دینا شروع کیا مگر یہان توخزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہ گیا وہ اس نواب کے روپے مین سے دیا گیا ۔

معتمد الدولہ آغا میر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکھایا کہ مرزا حاجی رزیڈنٹ کا متوسل ہے مُلک کے تمام معاملات اور راز کے امورات رزیڈنٹ کو یہی شخص سوجھاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات مین مداخلت کرتے ہین اوراس سے انگریزی عمل ودخل پیدا ہونے کا خوف ہے نواب مرحوم نے ہزارون روپے انگریزونکی تنخواہون مین صرف کیے ہین اس لیے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بناکر گورنر جنرل کے حضور مین بھیجا گیا اُس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کردی کہ نواب غازی الدین حیدر جان بیلی صاحب سے ناخوش ہین گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار مین تمھاری مداخلت بیجا ہے اگر اپنی نیکنامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو جب رزیڈنٹ نے یہ سمجھ لیا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے تو اُنھون نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت مین آمد ورفت رکھتا تھا مشورہ کیا علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغا میر بن میر تقی کو جو اولاد شاہ ترکمان سے تھے

ملازمین اور سہ بندی وغیرہ کے جملہ مصارف اسکے متعلق رہین اور فی سیکڑہ ایک روپیے
سے مصارف پولیس کے واسطے امداد ہو اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہین اور
بیس بیس۲۰ لاکھ روپے کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جائے اور دو دو ہزار روپے ماہوار
تنخواہ ہر ایک کو ملے اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے جب اس مضمون کی رپورٹ رزیڈنٹ
نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہان سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اُس ملک مین جانیوالے
ہین نواب اودھ سے ملاقات کرکے اُنکی رائے سے تجویز ہوگا اس وقت سائر اور پرمٹ کے
محصول پر نظر نہ تھی نواب سعادت علی خان کے عہد مین کوئی شخص اجازت اور جائزے کے
بغیر شہر کے ناکون سے قدم باہر نہین رکھ سکتا تھا اور اُس وقت مین کوئی شخص دس روپون سے
زیادہ سرحد ملک سے باہر نہین لیجا سکتا تھا اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہو گئی
سنہ ۱۸۱۴ء مین لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ مائرا کے نام سے مشہور و معروف تھے اضلاع
مغرب کی طرف آئے تو نواب نے کانپور سے اُنکا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ
مین رونق افروز ہوے بیس۲۰ دن یہان رہے بڑے اہتمام سے دعوتین ہوئین قیصر التواریخ
مین لکھا ہے کہ جب کانپور مین غازی الدین حیدر گورنر جنرل کے خیمے مین داخل ہوے۔ تین سو
کرسیان میز کے گرد تھین نواب نے یہ قلت تعداد کرسی کہ مبادا اوفا نکرے نواب محتشم الیہ سے
کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہین اگر تقدیم اپنے مہمانون کی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے
پیش آئین گے۔ نواب گورنر جنرل نے بطیب خاطر قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزون
کے واسطے لکھنؤ مین ہوئی۔ امرا دوسرے کمرے مین میز پر بیٹھے اور نیز بخلوص نواب سعادت علیخان
نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب عموی بزرگ لکھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا
وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا اس روپے کو

اور ہزار درجے آغا میر سے علم و لیاقت مین اچھے تھے محروم رہے آغا میر کے حوصلے سے
یہ عہدہ بڑھا ہوا تھا لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیون نے چند مدت اُنکو نیابت کی نذر دکھانے
مین توہین سمجھ کر اغماض کیا آخر کار اس درجے کو نوبت پہونچی اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجا کہ آغا میر کو
سلام کرنا اور اُنکی خدمت تک پہونچنا اپنے بزرگان مردہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام مُلک کے معاملے مین جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل مُلک مین بہت کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہان کے انتظامات کو دیکھکر مایوس ہوے اور اپنے تمام اہل و عیال
اور خزانہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس کو چلے چودہ ہزار ایکسو اکھتر روپے
۱۴۱۔ آنے ماہوار جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے
بلکہ دو ہزار چار سو چورانوے روپے ساڑھے بارہ آنے حال مین اضافہ ہوئے تھے دو سو اونٹ
اور سو کہار باربردار اور پچیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور پیادہ و سوار اور توپخانہ اور نقارہ
و نشان یہ سب سامان امارت اُن کے ساتھ تھا اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا
جس وقت شمس الدولہ بنارس کی طرف چلے ہین تو ان کے پاس دو کروڑ سے زیادہ کا مال
و اسباب اور نقد و جنس تھا جو راجہ مہرا وغیرہ لوگونکی ضبطی ہو کر نواب مرحوم کے وقت مین
ان کے پاس جمع ہوا تھا کئی دولتخواہون نے نواب سے عرض کیا کہ تمام نقد و جنس نواب
مرحوم نے جمع کیا تھا کس لیے آپ چھوڑتے ہین لیکن انھون نے اپنی ذاتی فیاضی کی وجہ
سے اُن سے تعرض نہ کیا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین مذکور ہے۔

اور نواب غازی الدین حیدر کے یہان ایام صاحبزادگی اور ولی عہدی سے پیش خدمتون کے زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اسبات پر آمادہ کیا کہ وہ نواب سے رزیڈنٹ کے لیے صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دین تو اسکے صلے مین رزیڈنٹ اُنھین نیابت دلا دینگے اور منصب مین ترقی کرا دینگے کرنیل کلیود صاحب اور ڈاکٹر لا صاحب اور جو نواب سعادت علی خان کے ہمراز و مصاحب تھے یہ چاہتے تھے کہ اگر نواب پچھلی باتون کا بدلہ لینے مین ثابت قدم رہین اور راضی نامہ رزیڈنٹ کو ندین تو بہت جلد مطلب براری ہو سکتی ہے لیکن آغا میر کو نواب غازی الدین حیدر کے یہان بہت دخل تھا اور محض نیابت کے مل جانیکی طمع پر اور منشی علی نقی خان کے سمجھانے سے نواب سے عرض کیا کہ حضور کو ان انگریزون سے اطمینان ہے کہ ان سے مقدمہ کی درستی ہو جائیگی اور اس سبب سے رضی نامہ دینے مین تامل ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شمس الدولہ کی طرف ریاست منتقل نہو جائے اور ہماری برسونکی محنت رائگان ہو جائے اپنے حق نمک سے ادا ہوتا ہون حضور کو اختیار ہے نواب نے کچھ سوچ سمجھ کر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کرکے رزیڈنٹ کو دیدیا جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظے مین گذرا تو حکیم مہدی علی خان مغوی قرار پاکر نظرون سے گر گئے اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علیخان کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدۂ نیابت ملا اور بائیس پارچے کا خلعت اور معتمد الدولہ خطاب عطا ہوا۔ دیکھو بات کہنے مین مزاجی کی صحبت برہم ہو گئی اور وہ خانہ نشین ہوے اور حکیم مہدی علی خان کو حکم ہوا کہ اپنی نظامت کے علاقۂ خیر آباد مین سرکاری کام کو جاؤ۔

اقبال الدولہ بن مختار الدولہ اور اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور آقا بابائے سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے امیدوار تھے

میر روشن علی کے گھر مین جو معتمد الدولہ کا بھائی کہلاتا ہے رہتے ہین کبھی کسی کی مجال ہوئی
کہ روشن علی کا نام زبان پر لاسکے کوتوال کا یہ عذر نہ سُنا گیا وہ بقاے آبرو کے لیے کچھ کھاکر
مرگیا ڈاکہ برآمد نہوا بعد اسکے شیدی ناصر علی خان کو جو شیدی فولاد خان کی اولاد سے تھا
معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر وزر نقد کا معاملہ

یہ بیگم سلطنت اودھ کے پہلو مین ایک خار تھی اور چند بوالہوس آزار مند لوگونکے ہاتھ
مین گرفتار تھی اسکے طفیل سے بھی اکثر انگریزونکو سلطنت مین مداخلت کا موقع ملتا تھا اور
سلطنت کے رعب وداب مین فرق آتا رہتا تھا اور کبھی اطمینان کے ساتھ اسکی جاگیر مین
شور وشر اور فتنہ وفساد کے دبانے کا موقع نہین ملتا تھا۔ اور خدا کی شان کو دیکھیے کہ عمر
کتنی لمبی پائی اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے اب تک جو زوال کا مُنھ دیکھا
تھا اتنا سخت روز بد اسکو دیکھنا نصیب نہوتا اور اُس مین بدنظمی بقدر نہ آجاتی جس سے
بخوبی انگریزونکی والا فطرتی کا شکار ہوگئی۔

جبکہ بہو بیگم کا وہ وصیت نامہ جس مین اُس نے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو
اپنے علاقے اور زر نقد کا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت
سے بری کیجائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ
رکھین منسوخ ہوا تو اُس نے ۲۶ رجب ۱۲۲۸ ہجری مطابق ۲۵ - جولائی ۱۸۱۳ء کو
ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ
نواب بہو بیگم دختر موتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ نواب شجاع الدولہ ووالدۂ نواب

جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی وملکی مین باقی نرہی اس لیے جو نقشہ انتظام ملک کا
اُنھون نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ مستاجری قدیم کا جاری کیا مگر نظامت اور کلکٹری
کی صورت بدستور قائم رہی دو کلکٹریان علی نقی خان سیر منشی کے ذیل مین تھین اُن مین سے
ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین
خان سے متعلق تھی جو زر کثیر علی نقی خان کو دیکر حاصل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے
فرزند کے نام مقرر ہوا اور اُسکی نیابت بھوانی پرشاد کو ملی اور ایک کلکٹری کنور رتن سنگھ کے
نامزد ہوئی یہ شخص رائے بالکرام کا بیٹا اور راجہ جھاؤلال کا قریبی رشتہ دار اور دیاکرشن کا سمدھی تھا
اور ضلع بریلی سے کئی برس کے بعد آیا تھا نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی تھا زخمی تخلص تھا
مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور خیرآباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیاکرشن کی کوشش
سے کچھ جمع کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی چالیس لاکھ سے زیادہ
کی کمی پیدا ہوگئی صرف کروڑ روپے وصول ہوے باقیات کی سبیل کے لیے یہ راستہ کھلا
کہ متصدیان محکمۂ دیوانی زر باقیات علاقہ کو جمع حال کے شامل کرکے عامل قدیم یا جدید
سے مہر کرا لیتے تھے۔

شہر کے عملۂ کوتوالی کی بدنظمی

نواب سعادت علی خان کے عہد مین باہر کے ڈاکو شہر مین نہین آنے پاتے تھے اور
شہر کے رہنے والے اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اُن کا بخوبی تدارک ہوتا تھا نواب غازی الدین حیدر
کے عہد مین بالگوبند مہاجن کے گھر پر عین ساہوکارے مین سرشام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم
دھومی بیگ کوتوال کے سر پر رکھا گیا اُس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے نہ تھے اکثر بدمعاش

اور اسکا بھی لحاظ رکھے گی کہ کوئی شخص اُنکو یا اُنکے ورثہ کو اُنکے مقبوضات کی نسبت تکلیف
ندے اور چونکہ میرے ایماندار ملازم داراب علی خان ناظر نے اور میری سرکار کے دوسرے
نوکرون وخواجہ سرایون ومتوسلون نے مجھکو اب تک رضامند رکھا ہے اور آیندہ بھی مجھکو
میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھین گے اسلیے مین چاہتی ہون کہ اُن سے کچھ مطالبہ
نکیا جائے اور نہ اُن سے کچھ حساب وکتاب لیا جائے صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد فوراً
اُن سے حسب الحکم میرے تمام جائداد ونقدی واسباب مذکورۂ بالا جو اب میرے قبضے
مین ہے اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا آنرایبل کمپنی کو دلوا دین اور اس تمام جائداد
وغیرہ کا حساب وہ بایمانداری دینگے ماسوائے رقوم پرورش مندرجۂ فرد منسلکہ کے میرے
ملازم داراب علی خان کو تین لاکھ روپیہ سکۂ لکھنؤ میرے مقبرے کی تعمیر کے لیے اور ایک لاکھ روپیہ
نذرانہ کربلا اور نجف اشرف اور دوسرے مقامات متبرکہ کے لیے دیا جائے اور اُسکے صرف
مین اختیار اُسی کا رہے اور چونکہ وہ ایماندار اور راست کردار ہے اسلیے وہ اُس روپے کو
امور مذکورہ مین صرف کرے گا اور مقبرۂ مذکور کے سالانہ صرف کے لیے دیہات پرگنہ
پچھم راٹھ جسکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکۂ لکھنؤ ہے دئے جائین اور جو کچھ آمدنی مین سے بچے
وہ صرف غربا اور مومنون کی خیرات کے خرچ مین آئے جو اُس مقبرے مین رہتے ہون
تاکہ دلجمعی سے وہان رہین - میرے عزیزون بھتیجون اور بھانجون اور خواجہ سرایون اور
اور بوا اور خادمون اور دوسرے متوسلین کا زر تنخواہ نوقت پر میری جاگیر اور میری
ذاتی جائداد کی آمدنی سے داراب علی خان کو دیا جائے اور وہ زر مذکور اُن مین تقسیم کرے گا
اور اُسکی سفارش اور بیانات اُنکی نسبت جس قسم کے ہون اُسکے مطابق اُن کا لحاظ کیا جائے
تنخواہ اور رقوم مذکورۂ بالا کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھ نقد وجنس میری جائداد

آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے نام ہے جسکا وعدۂ حفاظت و امنیت میرے اور میرے عزیز و لواحقین کے بارے مین بدین مضمون مدت سے قائم ہے کہ میری جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضۂ اختیار مین رہے گا اور صرف مجھکو ہی اُسکے صرف کرنے کا اختیار اُن لوگونکی پرورش اور پرداخت مین حاصل رہے گا جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور خادم ہین جس طرح مجھکو مناسب معلوم ہو اُسطرح اُسکو صرف مین لاؤن۔ مگر اس خیال سے کہ زندگی چند روزہ ہے اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بندوبست حین الحیات اور صحیح النفس و العقل ہونے تک ضرور ہے اسلیے مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے قبضے مین ہے تعدادی قیمتی ستر لاکھ روپیہ بموجب بند علحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت کے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اسکے تاایام زندگی میرے پاس جمع ہوگا اُسکا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اہالیان گورنمنٹ مذکور بنظر دوستی قدیمہ جو اُس نے میری زندگی مین میرے ساتھ مرعی رکھی ہے وہ میرے بعد بھی مرعی رکھکر محافظ میرے اُن تمام لوگون کی ہوگی جو میرے عزیز اور بھانجے اور بھتیجے اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اُنکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک شخص کی اور اُنکے ورثا کی میرے ذاتی روپیہ کی آمدنی سے قائم اور جاری رکھے گی اُسی قدر جسقدر مین نے فرد منسلکہ مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے سے اُنکو مستغنی الاحتیاج رکھے اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی میرے اُن رشتہ دارون اور متوسلون کی حفاظت غیر کے ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور اُنکی اعانت اُن مکانات اور باغات اور بازار اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری زندگی مین اُنکے قبضے مین ہون گی

اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ مرزا قاسم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر اُنکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی اُنکے ورثہ کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جائداد امانت سے دیا کرے۔ اور لواحقان خاص محل کی تنخواہ محال گونڈہ سے مثل سابق ملا کرے اور اُس محال کے اہلکار بموجب فرد منسلکہ کے تنخواہ دیا کرین اور اگر آیندہ لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر یا اُنکی اولاد کی کل یا جز تنخواہ نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے اُنکی معقول تنخواہ دے۔ مرزا جھا کی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد مثل سابق کے جاری رہے گی اور اگر ضبط ہو جائے تو گورنمنٹ انگریزی اُنکو گزارے کے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کر دے۔ تنخواہ ماہواری جو ظفر الدولہ کی جاگیر کی عوض مین مقرر ہوئی تھی اُنکی اولاد اور متوسلونکو دیجائیگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ اُنکے واسطے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے دے یہ اُن تنخواہونکی نسبت تھا جو سرکار وزیر سے اُن لوگونکے لیے مقرر تھین۔

نواب سعادت علی خان جب تک زندہ رہے اُنپر اس امانت نامہ کا حال نہین کھلا اُنھون نے ۱۱۔ جولائی ۱۸۱۴ع کو وفات پائی۔ اس امانت نامے کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کر لیا اور اُسکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہانتک اُسکے متعلق ہوگا تعمیل اُسکی ہوگی اور حجت بھی اسکے لیے یہ قائم کر دی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اُسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اُسکی رعایا سے مستثنیٰ ہے جسکے سارے مال کا مالک بادشاہ ہوتا ہے۔ اب اُنکی جان و مال کی وارث وہی سرکار ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے۔ بہو بیگم کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس مصرف مین چاہین خرچ کرین۔ بشرطیکہ وہ صرف نواب کی

مین سے فاضل رہے اُسکا کل اختیار گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے اور جسطرح چاہے
اُسکو صرف مین لائے۔ مگر چونکہ میرے چند واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہے
جاگیرات ونقدی وغیرہ عطیۂ سرکار وزیر پر قابض ہین اور یہ جاگیر وغیرہ اُنکی وفات پر
بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہو جائیگی تو یہ امر گورنمنٹ انگریزی آنرایبل کمپنی پر فرض ہے
کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجۂ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر روپیہ اپنے قبضے مین رکھے کہ وہ
اُن رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش دوامی کے واسطے کافی ہو
جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہو گی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے محتاج ہو کر
خوار نہو۔ میجر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ فیض آباد خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے اور اُنکے
ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی چونسٹھ لاکھ روپے کی حاصل کی۔ بیگم صاحبہ نے رزیڈنٹ کو یہ بھی
اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اُنکے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کا جواہرات وغیرہ بھی
اُنکے مکانات مین موجود ہے۔ فرد منسلکۂ امانت نامہ کی رو سے کل دو لاکھ چھیانوے ہزار
نوسو چھیتر روپیہ سالانہ یا چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار دینا مقرر ہوا۔

اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بھائیون۔
(نواب مرزا علی خان اور نواب سالار جنگ) کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسی نواب
آصف الدولہ کے عہد مین تھی اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا
کریگی اور اگر آیندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اُنکی نواب وزیر ضبط کرین
تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجۂ امانت نامہ کے اُن کی نسبت عمل کرے گی
یعنی میری جاگیر کی آمدنی مین سے یا میری جائداد مین سے جو اُسکے سپرد ہو گی معقول تنخواہ اُنکی
مقرر کردیگی۔ مرزا قاسم علی خان کی تنخواہ بھی اُسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی

ضلع پچھم راٹھ جمعی دس ہزار روپے سالانہ کے علحدہ ہوکر مصارف مقبرۂ بیگم صاحبہ کے لیے عطا کیے جائین گے اور اُس کے سوا تمام تنخواہین اور زر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ دارون کے نام پر ہے اور ابتک اُن کو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اُنکے اور اُنکے ورثا کے نام قائم اور جاری رہے گا اور کچھ کمی اُس مین نہوگی آپکو اپنا دوست صمیمی اور خیر خواہ تصور کرکے مین چاہتا ہون کہ آپ بلاتوقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لیے اطلاعًا تحریر فرمائین ۔

بہو بیگم کی وفات

بہو بیگم کی عمر چھیاسی سال کو پہونچ گئی تھی ضعف و ناتوانی نے مزاج پر غلبہ کیا تھا ان کا برسون سے معمول تھا کہ ابتدائے عشرۂ محرم مین تعزیے کی زیارت کے لیے اپنے بھتیجون کے مکانون پر جایا کرتی تھین اور وہان فاتحہ پڑھکر لوٹ آتی تھین موت سے پہلے جو عشرۂ محرم آیا تو اس سال سردی شدت سے تھی ہوا مین برودت کے سوا تیزی تھی وہان جانے کا قصد کیا دراب علی خان نے عرض کیا کہ فاتحہ یہان سے بھی ہوجائے گی آپ کا وہان جانا ایسی حالت مین اندیشے سے خالی نہین جواب دیا کہ چونکہ معمول ہے اگر نہین جاؤن گی تو بچون کی دلشکنی ہوگی چار و ناچار سوار ہوئین واپسی مین نزلہ عارض ہوگیا اور ہلکا سا بخار بھی چڑھ گیا اور ان عوارض کو ہر روز ترقی ہونے لگی اطبا نے اپنے مقدور بھر معالجہ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ تھا بیگم بھی سمجھ گئین کہ اب وقت آخر ہے اپنی زبان سے کہتی تھین کہ سفر آخرت کی ساعت قریب ہے مرنے سے ایک روز پیشتر فرمایا کہ نواب شجاع الدولہ استقبال کے لیے آئے ہین دراب علی خان نے گھبراکر پوچھا کہ آپ کیا فرماتی ہین اُسی بات کا اعادہ کیا ۱۲۳۱ھ ہجری کو جمعرات کے روز کہ دوپہر

ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اُن کا انتقال ہوگا تو سرکار کمپنی اُنکی ساری دولت
نواب کو مُلک اودھ کے رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرنے کے لیے دیگی تدابیر مجوزہ کا افشا
بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اُنکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم کے
گورنمنٹ اُنکو وارث منظور کریگی بشرطیکہ تمام عہود امانت نامہ کی تعمیل وہ کرین اس تجویز کی نسبت
نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۴۔ اگست ۱۸۱۴ء ظاہر کی اور جان بیلی صاحب
رزیڈنٹ کی چھٹی کے جواب مین نواب نے گورنمنٹ انگریزی کی عطوفت اور فیاضی کا اسباب مین
جو شکریہ ادا کیا ہے وہ سُننے کے قابل ہے اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس آپکی چھٹی مرقومہ
۹ ا۔ جولائی ۱۸۱۴ء پہونچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپکے پاس گورنر جنرل کا حکم پہونچا
ہے کہ آپ مجھے معاملہ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دین اور مین نے تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور
اور خیال سے پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی نہ تھا
اور نہ آیندہ ہوگا جو ایسی بے غرضانہ و بے ریا دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنرایبل کمپنی رکھتی
ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدے کے اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ
اُسکے نام کرتی تھین اور یہ قرار دیا کہ وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو
بہو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ دارون اور متوسلون کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ
انگریزی نے اُسکے ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجائے جو میرے دل پر اس کا اثر پیدا ہوا ہے
اُسکے بیان مین نطق قاصر ہے اور بے تامل مین نہایت خوشی سے اُن تجویزون کو منظور کرتا ہون
جو گورنر جنرل نے دہات بچھم راٹھ مصارف مقبرہ بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے اخراجات
مندرجۂ وصیت نامہ کے لیے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اُس کے مین اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہون کہ جب بہ قضائے الٰہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو دہات

دل مین خیال کرتے تھے کہ آخر اسقدر کثیر مال سرکار انگریزی مین جائیگا کچھ اس مین سے ہاتھ لگ سکے تو بیجا ئین لیکن کچھ بھی نہ ملا بیگم کی وفات سے تیسرے دن انگریزی تلنگو نکی کمپنی موضع سکروره سے کہ دریاے سرجو کے پار واقع ہے دریا کو عبور کرکے فیض آباد مین پہونچی اور جا بجا پہرے بیٹھ گئے بعدہ نواب غازی الدین حیدر کی سرکار سے سپاہ اگر متعین ہوئی بیگم نے جائداد قیمتی ۹۹ لاکھ ۸۴ ہزار ۹ سو ۱۶ روپے کی چھوڑی فرح بخش مین محمد فیض لکھتا ہے کہ نواب غازی الدین حیدر ایسے بلند حوصلہ تھے کہ اُنھون نے بیگم کے مال کی ذرا پروا نکی غیرت ذاتی اور شان امارت کی وجہ سے اسباب زنانہ اور بیگم کے استعمال کے تمام کپڑے زمین مین دفن کرا دیے تاکہ بیگانے کی اُس لباس عصمت پر نظر نہ پڑے - جبکہ لارڈ مارکرا لکھنؤ مین رونق افروز ہوے تو بیگم مر چکی تھین دارا ب علی خان خواجہ سرا جو بیگم صاحبہ کے لکھے ہوئے کاغذ کے سوال وجواب کے لیے لکھنؤ مین آیا تھا خلعت سے سرفراز ہو کر موجود تھا گورنر جنرل تک جب بیگم کی جاگیر اور مال واسباب فیض آباد کا قضیہ پہونچا تو فرمایا کہ نواب صاحب اس ملک کے مالک اور جملہ مال واسباب کے وارث ہین رائگان ہونا وہانکے اسباب کا منظور نہین ہو بیگم صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ہزارون آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے تھے - اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد مین مامور ہوئے اودھ سلون اور گونڈہ کا علاقہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی جاگیر مین مقرر ہو گیا راجہ بختاور سنگھ برہمن جس کو نواب سعادت علی خان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا ریاست کی جانب سے بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لیے بھیجا گیا اور اسکے ساتھ نصیر الدین حیدر ولی عہد بھی تھے اور انکے ہمراہ کئی متصدی بھی گئے اور رزیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اُسکے ساتھ منشی حیدر گیا اور مرزا پناہ علی مرتبہ گو افسردہ تخلص واقفیت کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا

چھ گھڑی گذری تھیں بیگم کا طائر روح قفس قالب خاکی سے پرواز کر گیا شیخ محمد فیض بخش نے فرح بخش مین یون ہی لکھا ہے۔ لیکن اس کتاب کے حاشیے پر ایک ثقہ آدمی کی تحریر نظر سے گذری اُس مین ہے کہ زوال شمس پر شاید ایک گھڑی گذری ہوگی جو بیگم نے انتقال کیا ظاہر امعلوم ہوتا ہے کہ مردمان اندرونی و بیرونی نے کئی گھڑی تک اُنکی رحلت کی خبر اس لیے مخفی رکھی کہ لاکھون روپئے کا نقد و جنس بیگم صاحبہ کا اور اپنا مال بھی کہین چلا دین انتہی۔

بیگم کے پاس دس ہزار پیادہ و سوار اور بہت سے ہاتھی گھوڑے اور بیشمار کارخانے تھے اتفاقاً اگر کوئی انگریز فیض آباد کی طرف آنکلتا تو اُسکو کہلا دیا جاتا کہ رعیت سے رسد نہ لے اور کسی پر زیادتی نکرے جو کچھ مطلوب ہو بیگم کی سرکار سے مانگ لے۔ داراب علی خان بیگم کا معتمد اور وصی تھا اُس نے لاش کو دریا پر لیجا کر غسل اور تجہیز و تکفین شاہانہ طور پر کی اور نہایت جاہ و جلال کے ساتھ دریا سے جواہر باغ تک لایا یہ مقام قلعہ فیض آباد سے جنوب کیطرف شہر پناہ کے قریب واقع ہے اور دریا سے کوس بھر کا فاصلہ رکھتا ہے یہان قبر کھود کر اوّل کربلا کی مٹی جو عرصہ دراز سے جمع کیجاتی تھی سر سے قدم تک قد کے برابر بچھا کر اُس مین دفن کیا اور رات بھر قبر پر ہزار آدمی جاگتے اور قرآن پڑھتے رہے سیتجے کے بعد مرقد پر بنیلیں قرآن خوان مقرر کردیے بیگم کا ہر ایک آدمی اپنے اپنے کام کی فکر مین لنکے مرنے کے بعد مصروف ہوگیا۔ مرزا نصیر خان مرزا تقی خان اور اُنکی اولاد ہمیشہ بیگم کی حیات مین دعا کرتی رہتی تھی کہ اللہ اوّل ہمکو اُٹھائے تاکہ بیگم صاحبہ کا روز بد ہمکو دیکھنا نصیب نہو یہ لوگ بیگم کے مرتے ہی اپنے اپنے مکانون مین جاکر پانون پھیلا کر آرام سے سوئے اور جو لوگ بیگم کی غلامی کا دعوے رکھتے تھے وہ بھی اسیطرح الگ ہوگئے۔ صبح کے وقت بیگانون کی طرح مرقد پر جاکر فاتحہ کی رسم ادا کی لیکن کسی کی آنکھ سے ایک قطرہ اشک بھی نہ ٹپکا۔ بلکہ زر و جواہر کے اُڑانے کی فکر مین تھے اور

اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تھی کہ اُنکی جائداد کے بارے مین جو شرائط قابل التعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہون اُنکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوے اور اُنھون نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ ۱۸۱۴ء مین ہو چکاہے وہ کافی ہے اب اور عہدنامہ کیا ضرور ہے اسیلیے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر مین نہین کیا۔ بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی اور اُنھون نے ۵۶ لاکھ ۴۸ ہزار ۸۲ روپے انگریزی خزانے مین داخل کیے کہ اُسکے سود سے اکثر پنشنین جنکی ادائی بموجب کاغذ امانت داری کے جائداد پس ماندہ بہو بیگم سے مشروط تھی ادا کیجائین اس قسم کی پنشن کو امانتی کہتے ہین اسکے سوا اور اکثر جاگیرین ایسی تھین کہ اُنکا دینا بھی خزانۂ اودھ سے مشروط تھا اور اگر نواب اُن مین کمی کرتے یا اُنکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اُسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پس ماندۂ بیگم سے دلوادیتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹون یعنی مرزا قاسم علی اور اکبر علی اور اصغر علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تھے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹونکے وثیقے اُس انتظام مین شامل ہو گئے جو وزیر علی سے پہلے زر قرضہ اودھ کے باب مین عمل مین آیا تھا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر اور اُنکی اولاد کے نام پر ہے اور جس کی تعداد ۶ ہزار روپیہ ماہواری ہے۔ ضمانت انگریزی کی رو سے اُن کے تعلق ہوا یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے۔

زر قرضہ جو گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا تھا اُس کا سُود وثائق مین محسوب ہونا

۱۸۱۴ء مین جو نواب وزیر نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو

داراب علی خان خواجہ سرا نے خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کر دی اور چند عرصے کے بعد اُس کا
انتقال ہوگیا یہ شخص متدین تھا اس کے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب مین خیانت پیدا ہونے
لگی - راجہ بختاور سنگھ کا صاحب ثروت ہونا اس وقت سے مشہور ہے اور جو کوئی اس معاملے
مین شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بنگیا جو کچھ نقد جنس بیگم کی سرکار سے ضبطی مین آتا تھا
فتح علی خان کی جسکا خطاب ظفرالدولہ بہادر تھا تحویل مین داخل ہوتا تھا اور اُس کے عوض
وزیر علی کے خزانے سے زر نقد خزانۂ رزیڈنٹی مین داخل ہوتا تھا اور بہو بیگم کے متعلقین کی ڈیوڑھیات
کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان بن نواب قاسم علی خان نے رزیڈنٹ سے
سفارش کر کے پناہ علی مرتیہ گو کو دلایا یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر دربردہ فتوح عظیم اس مین حاصل
تھی تھوڑے عرصہ مین یہ شخص لاکھوں روپے کا آدمی ہو گیا پناہ علی کی وفات کے بعد معتمدالدولہ نے
مرزا حسین علی خان کو روغن قاز ملکر اسبات پر راضی کیا کہ پیش کش نذر کرے تو پناہ علی کا قائم مقام
بنایا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علی خان کے گھروں سے
قیمتی جواہرات ہاتھ آگئے تھے اور معتمدالدولہ کو اُنکا حاصل کرنا منظور تھا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو
مرزا محمد تقی خان کی پاسداری منظور تھی اس لیے حسین علی خان اُس جگہ پر مقرر نہو سکا - مرزا محمد تقی خان
مالک وثیقہ اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النسا بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم تھی وہ انکے
نکاح مین تھی مرزا حیدر خلف مرزا محمد تقی خان اسکے بطن سے تھے رزیڈنٹ نے فیض آباد کے تمام
معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی راے پر رکھا اور گنگا پرشاد کایستھ تقسیم وثیقہ کے واسطے
نوکر ہوا اور چند سال مین اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتین اور باغات تیار کر لے پھر ایک مدت تک
یہ کام مرزا حیدر سے متعلق رہا مگر یہ شخص کو نسلی گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار کھٹائی مین پڑا اور اسقدر
منافقہ اہل وثائق مین پیدا ہوا کہ اُسکے نقشے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام مال و اسباب پر

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
متوسلان ومتعلقان		
تحسین علی خان ۱۹ شخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳۰۰ روپیہ
میزان کل	۵۴۴۲ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعۂ ہردو	۵۴۵۰ روپیہ	۶۵۱۰۰۰ روپیہ

سنہ ۱۸۵۱ء مین کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کروڑ روپے کی سود فی صدی چھ روپے سالانہ پر اور درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اُنھون نے قرض کے طور پر دیدیے مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیرا گڈھ اور مُلک ترائی جو گورکھون سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا یہ علاقہ دریاے گھاگرا اور گورکھپور کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نوابگنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جز تھا دیکر اُن کا پرگنہ مہدیا عرف کیوی جو ضلع پرتاب گڈھ مین شامل تھا اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزاپور اور الہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے مین خود لے لیا نوابگنج کا محاصل مہدیا کے مساوی تھا۔ اسبارہ مین ایک عہدنامہ یکم مئی سنہ ۱۸۱۶ء مطابق ۲ جمادی الاخری سنہ ۱۲۳۶ ہجری کو اسٹریچی صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا جو رزیڈنسی گوالیار سے جان بیلی صاحب کی جگہ مقرر ہوکر آئے تھے نیپال کی مہم مین غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزون کے پاس مدد کو بھیجے۔

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہ سے ظہور مین آئی (۱) کسی شخص نے آمد و رفت کے

قرض دیا تھا اُسکا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا تھا اُسکے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چوّن ہزار دو سو پچاس روپیہ اور سالانہ چھ لاکھ اکاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جائے اور یہ بھی مقرر ہو گیا کہ جو ضبط ہو جائے اُسکا اصل روپیہ سرکار اودھ کو واپس ملے پنشن مذکور یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی۔

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادۂ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان ومتوسلان	۱۶۶۶۱ روپیہ ۱۰ ر ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
متعلقان شمس النسا بیگم ۵ شخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شہامت علی خان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا منیڈو	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علی خان و سالار جنگ	۶۷۲۷ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی	۸۰۷۳۴ روپیہ
مرزا قاسم علی خان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
اکبر علی خان و اصغر علی خان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
متعلقان طیبہ بیگم ۱۴ شخص	۳۲۶۶ روپیہ ۲ آنہ ۶ پائی	۳۹۱۹۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علی خان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علی خان ولد حیدر بیگ خان ۲۴ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ

غریب ہندو مسلمانون کے زار نالے گوش فلک تک پہونچے مگر نواب کے کان تک پہونچنا
محال دشوار تھا کیونکہ کسی کی عرضی معتمد الدولہ کی نظر ثانی کے بغیر نواب تک جا نہ سکتی تھی اتفاقاً
کسی کی عرضی نواب کے ملاحظے تک پہونچ بھی جاتی تھی تو معتمد الدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر کے کوچے
تنگ ہین اور بھیڑ ہوتی ہے جسکی وجہ سے بگھی اور سیج گاڑی کا گذر مشکل سے ہوتا ہے مکانونکی
شکست و ریخت آراستگی کے لیے ظہور مین آتی ہے اور مکانون کی قیمت خاطر خواہ صاحب مکان کو
دیجاتی ہے لیکن یہ مفسد لوگ اس پردے مین چاہتے ہین کہ بندگان عالی کو مجھ سے ناراض کر دین
خلاصہ یہ ہے کہ ایک خلق گرداب بلا مین پڑی تھی اور کسی کی بد دعا کا اثر آغا میر پر نہوتا تھا
معتمد الدولہ کا دماغ آسمان پر تھا اپنے آپ کو ولی عہد سلطنت سے کم نہین سمجھتے تھے اور اب
معتمد الدولہ کو یہ منظور ہوا کہ عامل سلون کو جو بادشاہ بیگم اور میر فضل علی کی طرف سے مامور تھا
موقوف کر کے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وہان مقرر کرین اور ولی عہد کی سرکار کی
دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کرین (۷) فرخ آباد کے سفر مین اکثر حرکات نالائم ولی عہد کی
نسبت عمل مین آئین۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب گورنر جنرل لارڈ ماٹرا ممالک مغربیہ سے پھر کر
فرخ آباد مین آئے تو معتمد الدولہ اور ولی عہد نصیر الدین حیدر ملاقات کو گئے گورنر جنرل کے
یہان سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولی عہد کو لیجا کر کیمپ مین ٹھہرایا پہلے دن
ولی عہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محفل مھانی مین یورپین لیڈیون کا ناچ ہوا معتمد الدولہ
گورنر جنرل کی خدمت مین معاملات کے سوال وجواب کے لیے آمدورفت رکھتے تھے اُنھون نے
گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے خزانے پر گو مجھکو قابو نہ تھا مگر آپ کی استدعا کی وجہ سے نواب کو
سمجھا کر روپے کی سبیل ظہور مین لایا اُدھر مغویون نے ولی عہد کے مزاج مین یہ آگ لگا دی کہ
معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا بھی نہین اور اُن کی

در وانے پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپان کر دیا کہ علی نقی میر منشی رزیڈنسی اور معتمد الدولہ
دونون شیر و شکر ہو رہے ہین غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہو گئی تو یہ منظور ہوا کہ
معتمد الدولہ کو سزا دیجائے (۲) شہر مین تبرا کا یہ زور ہوا کہ ساتوین اور آٹھوین محرم کو آغا باقر مرحوم
کے امام باڑہ مین اہل سنت اور اہل شیعہ مین بہت دنگہ ہوا یہانتک کہ جو علم ڈیوڑھی خاص محل
اور خرد محل سے اُٹھے تھے وہ گرا دیے گئے اور نوبت کشت و خون کی آئی اور فرنگی محل کے کوچے مین
مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانون کے قریب وہ شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ شیعہ نے اُن اہل شام اور
کوفہ کو جو جناب امیر اور اُنکے صاحبزادون سے لڑتے رہے نام لیکر متوسلان کمپنی و سکنائے لندن
وغیرہ کے حق مین ایسے شور و شر سے تبرے کی یورش کی کہ رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اسبات کی
شکایت کی۔ (۳) کارپردازان گنجیات کی نسبت یہ شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی مین غلے
کی گرانی مین رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے رہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا
(۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف مین اس کثرت سے خرچ کرنا
شروع کیا کہ ریاست کے ملازمونکی تنخواہ تقسیم نہوسکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی میر روشن علی
اہل حرفہ پر ظلم و تعدی کرتا تھا کسی سے اگر سو روپیہ کا اسباب مول لیتا تو اُسکو دس روپے بھی
بمشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر وقت گالیان دیتا رہتا تھا اور معتمد الدولہ اسکا کچھ انتظام نہین
کرتے تھے (۶) معتمد الدولہ نے دولت پور ے مین اپنے واسطے عمارات تیار کرائین تو ہزارون مکان پختہ
و خام رعایا کے کھود کر خاک مین ملا دیے گئے اور مکانات والے پریشان حال مارے مارے
پھرنے لگے اور اگر کسی مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار مین سو روپے دیے اور مکانات کے خریدنے
اور خالی کرانے مین وہ عجلت کی کہ مکانات والون کو اپنا اسباب اُٹھانا مشکل تھا غرض اس ظلم
و تعدی کے ساتھ کئی محلے کھدکر معتمد الدولہ کی عالیشان عمارات عین ناف شہر مین تیار ہوئین

(۲) عباس قلی خان جن کے باپ منیرالدولہ شاہ عالم کی طرف سے الہ آباد مین ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت متین اور نازک طبع تھے اور اپنے باپ کی جاگیر مین نواح عظیم آباد کی طرف رہتے تھے زیارت کربلاے معلے اور نجف اشرف سے مشرف ہوکر ایران سے لوٹ کر لکھنؤ مین آئے اور مجرے کے وقت شمشیر قیمتی نواب کو نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی اس کتاب مین اپنے سفر عرب وعجم کے حالات بیان کیے تھے۔ اقوام ڈکیتی پیشہ کے ہاتھون جو مصائب اُٹھائے تھے اور اُنکے پنجۂ عذاب مین گرفتار ہوکر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا یہ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد انکا کئی ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا۔

(۳) نواب قاسم علی خان بن نواب سالار جنگ نے قضا کی یہ نواب عمدہ عمدہ کھانون کے بڑے شوقین تھے بلکہ خود اچار اور مربے بنانے مین مشاق تھے اور ہاتھی۔ گھوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے نغمہ و سرود اور مرثیہ خوانی مین داؤد ثانی تھے بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی اُنکی بہت عزت کرتے تھے گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے۔ قاسم علی خان کے بعد اُنکے بیٹے حسین علی خان اور بھائی نوازش علی خان اس گھرانے کے سر برآوردہ تھے۔

(۴) نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ نے انتقال کیا یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات انکے بھائی قاسم علی خان مین تھے وہ ان مین نہ تھے۔

(۵) رمضان علی خان جن کی بہن نواب سعادت علی خان کی حرمون مین داخل تھی اور اسوجہ سے نواب کے مقرب اور ندیم تھے اور بیش قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور انکی نسبت نواب سعادت علی خان کو زہر خورانی کا شبہہ ہوا تھا۔ اسیر پنجۂ اجل ہوئے انکی تنخواہ اُنکے بیٹو نپر مقرر ہوئی۔

(۶) گلواری مل خزانچی کا خزانہ حیات قزاق قضا نے لوٹ لیا اس شخص کی عمارت نشیمن

سواری کی رونق حضور کی سواری سے زیادہ ہوتی ہے ولی عہد کے مزاج مین معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا - اتفاقاً ایک دن ایسی آندھی چلی کہ اہل لشکر کے خیمے گر گئے بلکہ جس خیمے مین ولیعہد بہادر تھے وہ بھی سرنگون ہوا قریب تھا کہ بالکل گر پڑے اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزارون فراشونکے سوا امرائے عالیشان دست بدست تھامے ہوئے تھے اس لیے گرنے سے محفوظ رہا ایسی باتون سے بادشاہ بیگم کے دل مین آگ لگ گئی اور معتمد الدولہ کی طرف سے دل مین سرد مہری پیدا ہوگئی اور انگریزونکے ساتھ جو انکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بھا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک دن کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہم نے آبرو دی مگر انگریزی دوستی نے اُسکا دل ہماری دولت خواہی سے پھیر دیا اسطرح اکثر الفاظ شکایت سر دربار علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے روبرو زبان پر لائے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے واپس آئے تو نواب نے انکو نظر بند فرما کر ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اُسکی ضمانت کرتا ہے اور حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے -

معتمد الدولہ پر قرض خواہون کا تقاضا اور شہر کی شکایتون کا ہنگامہ برپا ہوا یہانتک کہ اُنکے گھر کا اسباب نیلام ہوا -

اُن عمائد کے حالات جو ان دو برسون کے اندر لکھنؤ مین آئے اور بعض لکھنؤ مین رہ کر ملک عدم ہوئے

(۱) نواب منصور علی خان بن اشرف اور زادہ شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ دُرانی تلاش معاش کے لیے لکھنؤ مین آئے اور محلہ حیدر آباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھہرے ابھی کوئی مستقل سلسلہ روزگار پیدا نہوا تھا صرف معتمد الدولہ کے ذریعہ سے مدد خرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہو کر دار فنا سے گذرے -

اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا کام آفرین علی خان خواجہ سرا کرتا تھا اور سلطان پور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا محسن سے متعلق تھا مرزا حاجی اور آفرین علی خان یہ دونون نواب غازی الدین حیدر کے مشیر تھے کچھ دنون محبت نے رنگ دکھایا چین سے گذری باہم شیر و شکر تھے یکایک پیر فلک نے کروٹ لی جسکی تفصیل یہ ہے۔ معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اپنے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہے اس فکر و تدبیر مین عرق ریزی شروع کی کہ انکا دل صاف ہو جائے کوئی دقیقہ سحر و افسون و طلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت و امامیہ سے باقی نہ رہا کہ جو ظہور مین نہین آیا آخر کار سبحان علیخان نے بی بی قطبی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہو کر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت و نقارہ سرفراز ہوئے۔ اس عرصے مین مسٹر اسٹریچی رزیڈنٹ لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنون مسٹر ریلیپر اسسٹنٹ قائم مقام رزیڈنٹ رہے۔ پھر مسٹر جان بکٹن جو سابق مین دفتر فارسی کلکتہ مین سکرٹری اور رزیڈنٹ بنگالہ تھے عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر مامور ہو کر آئے کچھ دنون کے بعد یہ بھی مستعفی ہو کر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدے پر مسٹر رکھن صاحب مقرر ہوئے۔

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

شاہ عالم ثانی کا سکہ ۱۲۵۲؁ ہجری تک تمام ہندوستان مین انگریزون نے جاری رکھا جو پیسے دار روپیہ کہلاتا تھا یہ مین نے دیکھا ہے انھون نے بیاسی برس کی عمر مین ۷۔ رمضان ۱۲۲۱؁ ہجری کو انتقال کیا برائے نام ۴۸ سال قمری

دروازے کے قریب اور مینا بازار مین بلند اور وسیع تھی یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے
یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ رائے رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا نواب سعادت علی خان کے
عہد مین تقسیم سپاہ کے خزانے کا جس مین دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اس کے
مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات سنگین محل کے مقابل سر بازار واقع تھا
حکم ہوا کہ وہ کھود کر زمین ہموار کردیجائے لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اُسکی بلندی کچھ پست کردی
(۷) نواب مدار الدولہ امرائے نامی شاہ جہان آباد سے تھے پرگنہ مجھرہٹہ متعلقہ خیرآباد جسکی
جمع ساٹھ ہزار سالانہ تھی اُنکی جاگیر مین تھا یہ نواب مدت سے علیل تھے نواب وزیر کے
اور گورنر جنرل کے دربار مین نقرئی پایون کی کھٹولی پر بیٹھکر جایا کرتے تھے۔ آخر کار مرگئے
ترکہ کے واسطے ورثہ مین نزاع پیدا ہوا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ گھر کی سربرآوردگی وسرغنائی محمد علی خانکے
نامزد ہوا اور جاگیر ضبط ہوکر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانۂ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا رہے
اور اس رقم مین نواب مہدی علی خان اور نواب احمد علی خان اور نواب امجد علی خان کی بھی تنخواہ
قرار دیجائے۔

(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا علاقہ بیسواڑہ مین جو جاگیر
اُنکی ساٹھ ہزار روپے کی تھی وہ انگریزونکی حمایت سے احمد حسین خان اور رحید حسین خان
فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی۔ گو کار پردازان ریاست نے مداخلت کی
مگر انگریزونکی حمایت کی وجہ سے نہ چل سکی۔

مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہوجانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظر بند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے

دو بھائی قوم کایست سکسینہ اطراف شاہ جہان پور ملک روہیلکھنڈ سے لکھنؤ مین وارد ہوئے تھے اور سررشتہ دار الضرب مین نوکر ہوئے تھے اُنھون نے ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی خدمت مین پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو شیرون کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکّے کو پسند فرمایا اور یہی سکّہ جاری کیا گیا اور چند روپے حسب دستور کلکتے کو بھیجے گئے کہتے ہین کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب مین نواب کو لکھا کہ نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہین اور اپنی قلمرو کے بادشاہ ہین اگر سکہ اپنے نام سے مضروب فرماتے تو بھی مناسب تھا معتمد الدولہ نے گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے رزیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ مین اس امر کی درخواست کی کہ سکّہ ہمارے نام سے جاری ہو۔ سیر المحتشم مین وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ لارڈ ماڑا مارکوئس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو ۱۸۱۳ء مین جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو اُنھون نے اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ولد عزیز الدین عالمگیر ثانی سے ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نفرمایا جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل مین بحد رنج پیدا ہوا اور شاہ دہلی کو مات کرنے کے لیے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا۔

محتشم خوانی مین اس بات کو یون لکھا ہے کہ معتمد الدولہ کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ رئیس کو عہدۂ وزارت سے مرتبۂ بادشاہت پر پہونچایئن گورنر جنرل کے یہان سے ایک تحریر آئی تھی جس مین غازی الدین حیدر کو لکھا تھا کہ صاحب اپنے ملک کے آپ بادشاہ ہین کسی کو آپ کے مقدمات خانگی مین مداخلت نہین ہے اس تحریر کو سند سمجھ کر نواب اودھ کی جانب سے بادشاہت کا سلسلہ ملایا۔ اور چند ایسے آدمیونکے نام لکھے کہ وہ سابق مین شاہ ایران کے

اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جن مین سے بارہ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد مین بسر کیے دہلی مین ۱۷ برس دونون آنکھونکی بینائی کے ساتھ گزارے اور اُنیس سال نابینائی کی حالت مین کاٹے اُنکے سکّے کا شعر یہ ہے ۔

حامی دین محمد سایۂ فضل الہ سکہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

مگر مشہور اس طرح ہے ؎

سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل آلہ حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

راجپوتانے کی بعض بعض ریاستون مین ۱۸۱۸ء تک اُنکے نام کا سکہ جاری ہے جو لگلے زمانے کا مسکوک ہے ٹکسال اسکی بند ہے ۔

نواب اودھ کی ٹکسال مین جو سکہ جلوس رئیس کا ہر سال نیا پڑتا تھا وہ شاہ عالم کے نام سے مسکوک ہوتا تھا اور کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین حیدر نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایک طرف شاہ عالم کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا اور مچھلی کی صورت یہان کی رسم قدیم تھی اسوجہ سے کہ جب صفدر جنگ صوبۂ اودھ مین داخل ہوئے تو پہلے پہل داخلے کے وقت مچھلی نظر پڑی اسلیئے اسکو نیک شگون خیال کرکے سکے مین رواج دیا۔ یہ بیان بعض مورخون کا ہے مگر ہم برہان الملک کے حالات مین ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہین کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہوکر اس ملک کو قبضہ کرنے کے لیے آئے اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے کشتی مین سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کرکے اُنکے دامن مین آپڑی اور نواب نے اُسکو شگون نیک جان کر رکھ چھوڑا جو واجد علی شاہ کے عہد تک رہی گوشت دور ہوکر ہڈیان رہ گئی تھین ۔

بہر صورت نواب نے اس قسم کے سکے مسکوک کراکر کلکتے کو بھیجے ۔ جمیعت رائے اور روشن لال

وزارت مانی جاتی تھی تمام ہندوستانیونکے دل متنفر ہو جائین گے کہ اپنے بادشاہ کو کمزور پاکر
اپنے رتبے سے بڑھکر قدم رکھا اور یہ عداوت ہمیشہ باقی رہے گی اور اس صورت مین سرداران
ہندوستان کی طرف سے سازش کا اندیشہ جاتا رہیگا اور اس امر مین ہماری نامی اُسوقت متصور تھی کہ
تحریص سرکار کمپنی کی طرف سے ہوتی حالانکہ ہمارے خواب وخیال مین بھی یہ بات نہ تھی اور
یہ کام خلاف قانون و دستور بھی نہین ہے کیونکہ نواب خود لکھتے ہین کہ ہمارے بزرگون مین سے
کئی بادشاہ گذرے ہین اور ممانعت کی اُس وقت مین جگہ تھی کہ نواب اپنے بزرگون کے خلاف
کوئی کام کرنا چاہتے اور یہ کام نواب کا فتنہ وفساد کا احتمال رکھتا تو روکنے کے قابل ہوتا
بلکہ یہ تو ایک قسم کے لہو ولعب اور عیش وعشرت کی تلخ ہے بس یہ کام سرکار کمپنی کے لیے
عین مصلحت ہے کیونکہ جسقدر عیش وعشرت مین مبتلا ہون روکنا اُس سے مقتضاے دانائی کے
خلاف ہے فتنے کا خواب مین رہنا بہتر ہے بیدار ہونے سے۔ نواب کی یہ تخت نشینی اسی قسم کی ہے
اور آداب ملاقات ومراسلات مین تو تفاوت اُس وقت پڑسکتا ہے کہ اجازت دیجائے گورنر جنرل
نے بھی فریق ثانی کی راے کے ساتھ اتفاق کیا کیونکہ انکو ملاقات کے باب مین بادشاہ دہلی سے
رنج پہونچا[1] تھا اور کہا کہ نواب اودھ اپنے ملک مین ہر طرح کا اختیار رکھتا ہے اور بادشاہ دہلی
کی شکایت ہم سے ہو نہین سکتی نواب سے ہو گی جب صدر سے اجازت تخت نشینی کی پہونچی تو
غازی الدین حیدر معتمد الدولہ کے کام سے ایسے راضی ہوئے کہ کبھی ایسا کوئی مالک اپنے نوکر سے
راضی نہوا ہو گا اس خدمت کے صلے مین ریاست مین پورے اختیارات بخشے اور دم واپسین تک
اُنکے حق مین کسی شکایت پر التفات نکیا۔ اثنا عشریہ کے نزدیک ۱۸ تاریخ ذی الحجہ کی مبارک ہے

---

[1] چونکہ نواب ممدوح از بادشاہ دہلی پر درد درباب ملاقات رفتہ بود راے ثانی را برراے اول ترجیح دادہ بجلوس سلطنت مجاز نمود ۱۲ محتشم خانی نواب ممدوح سے مراد گورنر جنرل ہے ۱۲

ماتحت تھے اور تحریر کیا کہ میرا تعلق بادشاہ دہلی سے کسی قسم کا نہین ہے مین شاہ انگلستان کا تابع ہون اور وہ شاہنشاہ ہین اسلیے میری خواہش یہ ہے کہ عہدۂ وزارت کو ترک کرکے سرکار انگریزی کی مدد سے تخت نشینی اختیار کرون میرے خاندان مین سے پہلے کئی شخص سلطنت کے مرتبے کو پہونچے ہین اور عہد سے فلان تاریخ جو مراسلہ آیا ہے اس مین بھی مندرج ہے کہ آپ اپنے ملک کے بادشاہ ہین پس یہ درخواست قبول کرکے اجازت سے دریغ نکرین جب گورنر جنرل کی کونسل مین یہ مراسلہ پیش ہوا تو تعجب پیدا ہوا اور ممبران کونسل کو اس امر مین اختلاف پیدا ہو گیا ایک فریق کی یہ راے تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہین اور دوسرے فریق نے وزیر کی درخواست کی تائید کی فریق اول کی دلیل یہ تھی کہ جبتک انکا بادشاہ زندہ ہے یہ امر مناسب نہین ہے دوسرے صفدر جنگ کے عہد سے اس وقت تک کسی نے یہ حوصلہ نہین کیا تھا۔ اب غازی الدین حیدر کا ایسا کرنا خلاف دستور ہے۔ تیسرے جس وقت یہ خبر ممالک مین پھیلے گی تو سرکار کمپنی بدنام ہوگی کہ باوجود تسلط اور اختیار کے اس نامناسب کام سے نہ روکا چوتھے ملاقات اور تحریرات مین تفاوت پڑ جائیگا اور یہ دستور قدیم کے خلاف ہے۔

دوسرے فریق کی دلیل یہ تھی کہ ہمکو وزیر اور بادشاہ کی خوشنودی اور رنجیدگی سے کوئی غرض نہین جسکام مین سرکار کمپنی کی بہتری ہو وہ ہمارے نزدیک اد لے ہے اور اس امر مین نواب کو اجازت دینا سراسر مصلحت کے موافق ہے کیونکہ جتنے عہدنامے سرکار کمپنی اور ریاست اودھ کے درمیان وزارت کے عہد مین منعقد ہوئے تھے وہ تخت نشینی کے وقت کالعدم ہو جائین گے یہ سرکار کمپنی کی خوش اقبالی کے آثار ہین کہ ابتدا اس امر کی نواب کی طرف سے ہوئی دوسرے جس قدر اولاد شجاع الدولہ کی شریک ریاست تھی وہ سب خارج ہو کر سوا امتیاز الدولہ کے دوسرا باقی نہ رہے گا اور اس کا بھی مآل کار دیکھنا چاہیے کہ کہانتک طول کھینچتا ہے تیسرے اودھ کی ریاست تمام ہندوستان مین

مقابلے میں تھیں اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل ہوا
شیخ امام بخش نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے-

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت | بہ تخت زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عیش ست | ز ماہی خرمی تاماہ گردید
مبارک باد اے آفاق عالم | طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوشم زود یارب | کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پئے سال ہمایون جلوسش | بگو تاریخ کہ ظل اللہ گردید

دیگر

بر تخت شہی جلوس فرمود | زیبائے سریر بادشاہی
آوازۂ جود فیض بخشی | تا ماہ رسیدہ اش ز ماہی
نافذ ز ثرے ست تا ثریا | حکمش ز اوامر و نواہی
جاری باد ابہفت اقلیم | این سکہ و حکم خاص شاہی
تاریخ جلوس ساختہ ورد | واثق بدعائے صبحگاہی
نوتاج شہی و سکہ و ملک | قائم بدوام وے الٰہی

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ -

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف | شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش ضیغم جنگ | کو ہست بمضمار فراست فارس
ساز د قدم شاہ خزف را یاقوت | وز خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ بسعید کرد ناسخ تحریر | شہ اسکندر وزیر ارسطا طالس

کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب سرورکائنات حجۃ الوداع سے پھرے تو غدیر خم کے مقام پر کہ ایک جگہ مکے اور مدینہ کے درمیان مین ہے ۱۸ ذیحجہ کو سب صحابہ کو جمع کرکے حضرت علیؑ کی مولائیت کی بشارت دی تھی جس سے مراد یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے بعد امامت کے لیے اوسے ہین پس اس تاریخ کو سنہ ۱۲۳۴ ہجری مین کہ ۹ ۔اکتوبر ۱۸۱۹ء سے مطابق تھی شنبہ کے دن نوابی کی صورت سلطنت سے مبدل ہوئی۔ اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی۔ اب چتر و تخت لوازمۂ شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کروڑ روپے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال کی تحویل مین جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع و مکلل بجواہر کار اور کارچوبی شامیانہ تیار ہوئے۔ اس تخت کی کیفیت یہ ہے کہ یہ چاندی اور سونے سے بنایا گیا تھا اور اُس کے آس پاس چار حاشیے لعل اور زمرد اور یاقوت اور فیروزہ اور پکھراج اور موتی اور مونگے سے اس طرح کاریگرون نے رکائے تھے کہ وہ تارون بھرے آسمان کی طرح بہار دیتا تھا اور اُس تخت پر مخمل سُرخ کی مسند بچھی تھی اور اوپر ایک شامیانہ زربفت کا ایستادہ تھا جسکی جھالرون مین موتی اور مقیش ٹکے تھے چوبین اس شامیانے کی سونے اور چاندی کی تھین اور کلابتون کی ڈوریون سے تنا ہوا تھا۔ تخت اس شامیانے کے تلے تھا اور تخت کے سامنے چالیس گز لمبا بیس گز چوڑا ایک دوسرا شامیانہ کھڑا تھا جس کی تیاری مین سلمہ و ستارہ و مقیش و کلابتون خرچ ہوا تھا۔

انگریزونکو بہت کچھ دیا گیا۔ رکھن صاحب رزیڈنٹ کو لاکھون روپے اور لاکھون کے تحائف دیے گئے اور تمام بڑے بڑے اہلکارون کو خلعت مرحمت ہوئے۔ سات دن تک جشن رہا۔

سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے ــ

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذو المنن ۔۔۔ غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیون اور دو شیرون کی تصویرین ایک دوسرے کے

محسوب نہ تھا لیکن مرزا حاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تھا موافقت رکھتا تھا اس سبب سے معتمد الدولہ کا دل اس سے مکدر تھا دربار مین آنے کے واسطے اسکو ممانعت تھی اس تھوڑے سے عرصے مین آفرین علی خان ملک عدم کا رہرو ہوا - تاریخ وفات زیب قلم ہوتی ہے -

چون محمد آفرین رحلت ازین عالم نمود | مدفن او شد بخاک آستان شاہ دین
چون نمودم فکر بہر سال تاریخ وفات | ہاتفے گفتا کہ ہے ہے کرد رحلت آفرین

اُس کا نائب میر حیدر بخش محاسبے مین مقید ہوا - طوق اور زنجیر پہنی اور بڑی رسوائی کو پہونچا پھر رزیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی خان پر مہربانی رکھتا تھا رہا ہوا اگر دربار مین بادشاہ کے جانا پھر نصیب نہوا اور آفرین علی خان نے جو اپنے متروکے مین سے لکھکے لیے وثیقہ سرکار انگریزی مین مقرر کیا تھا وہ بھی حاصل نہوا - یہ شخص مذہب امامیہ مین اتنا غلو رکھتا تھا کہ صحابہ کے نام لکھکر فرش کے تلے بچھوا لئے تھے تاکہ پامال ہون لکھنؤ کی کربلاے تالکٹورہ مین اب تک یہ بات موجود ہے میر حیدر بخش نے ایک کربلا بنائی ہے جو بہت مشہور ہے نام اس کا شبیہ روضۂ امام علیہ السلام ہے - اُسکی تیاری کی تاریخ یہ ہے

در ایام غازی دستور ہند | کہ ہم نام حیدر بجود و عطاست
نہے رکن اقبال او ناظر ست | جہان آفرین خوان او دائماست
بدربار او سید بادفا | خدا بخش نامش بفضل خداست
بناکرد چون کربلا کربلا | بچشم جہان خاک او طوطیاست
زروے بشارت خرد سال او | بگفتا کہ این نقشہ کربلاست

جب میر حیدر پر ہاتھ صاف ہوچکا تو معتمد الدولہ کی نظر حکیم مہدی علی خان پر پڑی پہلے کئی لاکھ روپیہ اُنکے ذمے واجب وغیر واجب نکال کر طلب کیا انھون نے کہ دانشمند

صاحب رائے کہتا ہے:-

بر تخت چو پادشاہ بنشست   صد شکر خدا داد زبان مردم

تاریخ جلوس او مبارک باشد   ماہ ذی حجہ شنبہ پانزدہم

راجہ دیا کرشن کے انتقال ہونے پر اسکے بیٹے نول کرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی واصل باقی کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بہرجند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے مین نول کرشن کا فرد حساب بھی دست اجل نے چاک کیا تو عہدۂ دیوانی خالصہ پر راجہ میوہ رام مقرر ہوے اور راجہ بال کرشن پسر راجہ نول کرشن واصل باقی نویس ہوئے نواب روشن الدولہ بن مظفر علی خان بن بندہ علی خان وزیر دوم اور علی محمد خان بن نواب انتظام علی خان بن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا جھجو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے اور میر علی خان فرزند میر افضل علی بائیسی والا کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اُس کی نیابت پر فقیر محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے اور کچہریون کے نام اس طرح پر تبدیل ہوئے - دارالانشا - دارالاجرا - صدر الصدوری - کچہری سلطانی - دفتر نظامت دفتر جرنیلی - دفتر دیوانخانہ - وغیرہ اور علاقہ لکھنؤ کے زمینداروں نے اپنی عرض داشتین مبارکباد سلطنت کی نذرون کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور رائے کے خطابون سے نامآور ہوئے اور بعض کوتہ اندیشون نے گڑھیان اور قلعے بنوا کر بغاوت اختیار کی -

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اُن کے مخالفون کی چوٹین

آفرین علی خان خواجہ سرا جو آصف الدولہ کا غلام تھا گو معتمد الدولہ کے بدخواہون مین

مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اس لیے وزیر اعظم نے اُنکے بھائی مرزا محمد محسن کو جنکے ذمہ سلطانپور کے محاسبے مین جسکو اُس نے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارے پر لیا تھا اور سرکاری روپیہ ادا نکیا تھا گرفتار کیا اور اُسکی علت مین دربار مین آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے لیے بادشاہ کیطرف سے صادر کرائی ۔ معتمد الدولہ نے یہانتک اُنکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے مع گھر بار کے اخراج کا حکم صادر کرایا اور روانگی مین اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تھی مرزا حاجی پیادہ پا سر بازار تمازت آفتاب مین اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوے جو شخص دیکھتا تھا اُنکی شان و ثروت و عظمت و حشمت کو یاد کر کے روتا تھا ۔ مرزا محسن بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ اُنھون نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی ۔ ہاے غریبی (۱۲۳۸)

تاریخ دیگر

میرزا حاجی کہ آن از سالہا در قید بود ۔ ناگہان اورا برون از شہر کردہ این فلک
سال حال سرگذشتش چون ز ہاتف خواستم ۔ گفت مرزا حاجیٔ بیچارہ رفتہ یک بیک

مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اُسکی علت یہ تھی کہ اُنھون نے میر غلام علی پسر میر حامد علی کی صلاح سے ایک برہمن یا راجپوت کو جیسا کہ محتشم خوانی مین لکھا ہے اور بقول خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپے دینا کہکر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا ۔ حکیم واجد علی کے بیٹے کی شادی مین ایک دن محفل رقص و سرود منعقد تھی لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میر غلام علی بھی مسلح شریک محفل تھا اور معتمد الدولہ کے قتل کی تاک مین تھا ۔ شیخ امام بخش ناسخ نے جنکے معتمد الدولہ با اخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہوکر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا فقیر محمد خان نے

آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا وکیل کی معرفت زر مطلوبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر
آئندہ کے لیے خلعت کے خواستگار ہوئے معتمد الدولہ بھی مصلحۃً غفلت دہی کے واسطے لطف
وکرم سے پیش آئے اور چکلۂ بہرائچ اُنکے علاقۂ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا
بندوبست بھی بخوبی کیا لیکن اُس علاقے کا ایک چودھری کہ صاحب دولت تھا معتمد الدولہ
کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا حکیم صاحب نے اُسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے
عدم کا راستہ دکھایا اور اُسکا تمام مال واسباب اپنی سرکار مین داخل کیا معتمد الدولہ کو اس معاملے
سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علی خان ارسطوے وقت تھے اُنھون نے شاہجہان پور عملداری
سرکار کمپنی مین جو محمدی سے نزدیک تھا جاکر عمارات بنوائین اور بتدریج اپنی تمام دولت
وحشمت کو وہان پہونچادیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کرکے انگریزونکے ذریعہ سے
بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ جو محاسبہ مجھسے لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین مین
اُسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکھنؤ مین حاضر ہونے سے قاصر ہون - معتمد الدولہ کے دل مین یہ
خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہوکر طوعاً اس امر کا اپنی خوبی اقبال سے تصور کرکے زر محاسبہ تمام وکمال
طلب کرلیا چونکہ شیخ ناسخ آغا میر کے دوست تھے حکیم صاحب کے چلے جانے کی اُنھون نے
تاریخ کہی جسکا مادہ ''گریختہ'' (۱۲۳۵) ہے اور پہلا مصرع یہ ہے ؎
(کاشو بلاے بخت شلغم گریختہ) اور جب نوبت مرزا حاجی کی آئی تو یہ بھی بلاؤن مین مبتلا ہوئے
ایام معطلی مین بھی وزارت کی امید پر اسباب امارت اُسی شان وعظمت کے ساتھ مہیار کھا
بیس تیس ہاتھی سوڈیڑھ سو گھوڑے اُنکے فیل خانے اور اصطبل مین رہے اُنکی معطلی کے زمانے
مین اکثر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایک شیر خونخوار پنجرے مین بند کیا ہے جب وقت رہا ہو
دیکھیے کس کس کو لقمہ کرے خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی طرف اشارہ تھا۔ معتمد الدولہ کو

جب معتمد الدولہ اُس سے پرخاش پر آمادہ ہوئے تو اُن جوانون کے ساتھ دن کو تمام مال و اسباب لدوا کر بندوقین چھتیاتا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا - اور دریا دولت کے پاس ایک کوٹھی اُسکی بنوائی ہوئی کمال پر تکلف موجود تھی - کانپور پہونچ کر نئی عمارتین بنواکر اُن مین رہنے لگا - چند عرصے کے بعد اُسکی لکھنؤ کی کوٹھی مسمار کرادی گئی -

اسی طرح امام بخش ہنٹے بالوکسی قصور کی علت مین کشان کشان شہر سے خارج کیا یہ شخص بڑا دولتمند تھا اُس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ دسترخوان پر چنے تھے اور دو تین لاکھ روپیہ اس کا بازار مین پھیلا ہوا تھا - امام بخش بریلی کو جو اُس کا قدیمی وطن تھا چلا گیا اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر امیرونکی طرح رہنے لگا اور انگریزی درباردارون مین محسوب ہوا -

خلاصہ یہ ہے کہ معتمد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا اور بادشاہ کے پاس اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دل سے اُنکا خیر طلب ہوا اور معتمد الدولہ کی بدخواہیونکی روک تھام کرتا ہو -

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر دونون کا معتمد تھا اور خزانہ حضور اور جواہر خانے کی کنجیان اُس کے پاس تھین - معتمد الدولہ نے ایکدن اُس سے کچھ روپے طلب کیے اُس نے بادشاہ کی اجازت بغیر دینے مین تامل کیا بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض رقومات اُس سے زبردستی لیکر اُنکا تغیر و تبدل کیا اور بادشاہ کی دہشت سے اُس کہار کو ایکدن ساتھ لیکر جہان اپنی عمارت

بنظر تقدم بالحفظ غلام علی خان سے ہتھیار طلب کیے جب وہ دینے پر راضی ہوا تو فقیر محمد خان نے اُسکے پنجہ مارا غلام علی خان نے زخم کھا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ انکا ہاتھ مجروح ہوا غلام علی گرفتار ہوا - جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہنڈی دس ہزار روپے کی اُس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور حکم اخراج کا جاری ہوا - اور غلام علی دائم الحبس ہوکر کئی برس کے بعد مرگیا یہ شخص بات کا اتنا پورا تھا کہ معتمد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کرے تو اُسکو رہا کرکے زرنقد دے مگر اُسنے نہ مانا

اب معتمد الدولہ کی فکر مظفر علی خان بن لطف علی خان کے دامنگیر ہوئی - یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تھا اس کے متعلق دیوانخانے اور توپخانے کا کام تھا سوا سے بادشاہ کے دوسرے کی طرف سر جھکانے سے عار تھی - آخر کار امرت لال کایستھ کو جو نظم و نثر مین مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور مظفر علی خان کا منشی تھا پیش کرکے چند قصور مظفر علی خان پر رکھکر اُسکو خانہ نشین کیا -

اس کے بعد اسد الدولہ معروف بہ غلامی کی تخریب کی طرف متوجہ ہوے یہ نواب سعادت علی خان کے غلامان پرورش یافتہ مین سے تھا اور انکی خدمت مین تقرب رکھتا تھا اور نہایت دلیر تھا اور صاحب ثروت تھا چند متفرق علاقے اُس کے سپرد تھے اُسکی بہادری کے متعلق ایک واقعہ سُن رکھنے کے قابل ہے کہ ایکدن غازی الدین حیدر نے ایک شیر کو پنجرے سے کھول کر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکھین کون اسکو شمشیر اور چابک سے شکار کر سکتا ہے - میان غلامی نے اُسکے مقابل ہوکر چابکون سے اُسکا بدن ایسا اُتو کیا کہ وہ ناتوان ہوکر بیٹھ گیا اُس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا چار پانسو راجپوت اسکی رفاقت مین تھے

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا سفلہ طبع خراب وضع بدزبان فحش گو ممسک وبخیل - نہایت بے مروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بائع کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب مین حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام زبان پر نہ لاتا تھا

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہ سفید پوست لحیم وشحیم تھا چند کوٹھیون کی تحویلداری اس کے حوالے تھی ایکدن جائزہ لینے کے وقت ایک گھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی مین رکھا ملا اُس کو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورقون سے بھرا ہوا تھا اُس نے وہ گھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالامال ہو گیا تھا -

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی ہزارون روپے جمع کر کے دولتمند ہو گیا تھا -

(۷) میر بندہ علی بن شاکر علی یہ شخص قوم کا حمامی تھا نہایت ذلیل اوقات تھا مہاراجہ دولت راو سیندھیا کی سرکار مین پہونچ کر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہونچایا اور وہان کسی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور مین اُس سرکار سے نکالا گیا ٹوپی ترک سوارونکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپکو سید کہکر پہلے سیاہ لباس عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی معتمد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا - آخر مسخرگی اُسکی اسقدر چمکی کہ کبھی حسب الحکم سر بزم اُسکی مقعد غیرت شمع بنتی تھی اور کبھی مولی اُسکی کون مین رکھا کر بکریان اُسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھین اور یہ کیفیت دیکھکر معتمد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بن جاتے تھے ایکدن موش مسلم حلق مین اُتار گیا انھین وتیرون مین لاکھون روپے کا آدمی ہو گیا ایک ایک دن مین پچاس پچاس ہزار روپیہ اور پشمینہ وغیرہ کی گاڑیان انعام پاتا تھا - نوجوان عورتین اپنے نکاح مین لاکر

بن رہی تھی وہان پہونچے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اُس نے روشن کو خندق مین ڈھکیل کر مٹی سے
اُس کو پاٹ دیا معتمد الدولہ نے بادشاہ کو خبر کی کہ روشن مرگیا۔

خیر خواہان معتمد الدولہ

(۱) اعظم علی خان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ لڑکپن سے معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جب معتمد الدولہ نیابت اور وزارت کی دولت کو پہونچے تو کاغذ اور قلمدان اور نذر کی اشرفیان
اعظم علی کے ہاتھ مین رہتی تھین پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام مین پاکر معتمد الدولہ
کے مزاج مین مداخلت کلی حاصل کی اور رفتہ رفتہ مخفی امور مین محرم راز ہوکر خزانہ اور توپخانہ
وغیرہ تمام کارخانون کی افسری حاصل کی اور انعام واکرام اور امانت وخیانت مین بقدر
دولت کثیر ہاتھ آئی کہ کروڑپتی مشہور تھا اسکی عمارتین بھی معتمد الدولہ کی عمارتون کے برابر اُسی کروفر
سے تعمیر ہوئین ابتک وہ عمارات باقی ہین اور ایک کوٹھی فلک فرسا نول دروازے مین موجود ہے
اور جسوقت سوار ہوتا تھا تو شہر و بازار مین ہزار پانسو روپے فقیرون اور محتاجون کو تقسیم کرڈالنا بات
نہ تھی اُسکے خدمتگار بیش قیمت پوشاکون سے آراستہ رہتے تھے اور ہزارون روپیہ رقص وطرب مین
جا و بیجا صرف ہوتا تھا معتمد الدولہ کے نوکرون مین ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا
(۲) ٹیپو خان جو شتر سوارون مین پندرہ روپے کا نوکر تھا معتمد الدولہ کی رفاقت مین اُسکی
دولت نے یہ ترقی کی کہ ہزارون روپیہ کنکریون کے مانند طوائفون کے انعام مین صرف ہوتا تھا
نہ حرف شناس تھا نہ کتاب مروت کا سبق پڑھا تھا اکثر چوپایون کے کارخانے اُسکے متعلق تھے۔
(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ مین مداخلت رکھتا تھا شراب کثرت سے پیتا تھا ہمیشہ نشے
مین متوالا رہتا تھا اسکی بدولت فاحشہ عورتین اور کسبیان مالامال تھین یہ شخص بیکارہ محض تھا۔

دور دور مشہور تھا۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب اور بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت مین ڈالدینا

معتمد الدولہ نے ایکدن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اُس سے سبب دریافت کیا اُس نے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہو گئی ہے اور میرے پاس اس قدر روپیہ نہین کہ اُس کے سامان جہیز کے بار گران سے سبکدوش ہو جاؤن۔ معتمد الدولہ نے چوبدار کو حکم دیا کہ اعظم علی خان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے مین کس قدر جمع ہے معلوم ہوا کہ لاکھ روپے کسی عامل کے مرسلہ آئے ہین۔ معتمد الدولہ نے اُس فراش کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تیری قسمت مین اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے لے اُسیوقت وہ روپیہ ہاتھیون پر بار ہو کر اُسکے گھر مین پہونچا۔

(۲) ۱۸۳۱ء مین شیخ امام بخش ناسخ کو سوا لاکھ روپیہ قصیدے کے صلے مین دیا۔

(۳) معتمد الدولہ کے ہر ایک رفیق کے مصارف مین دس بارہ ہزار روپے اور کم سے کم دو تین ہزار روپے ماہوار آتے تھے۔

ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکل کر دیا تھا معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے مین ایک کوڑی خزانے مین داخل نہوئی تمام آمدنی مُلک کی معتمد الدولہ کی فرمائشات مین کام آتی تھی ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھون سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتین سوجھائین اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہونا ہے مناسب ہے کہ وہ فکر کیجائے کہ انتظام مُلک و خزانے کی صورت ظہور مین آئے

محلہ ترمنی گنج مین عالیشان عمارت بنوائی تھی ۔

اس قسم کے بیسیون آدمی معتمد الدولہ کی مصاحبت مین تھے جنکا ذکر طوالت کے خوف سے یہان ترک کیا گیا ۔

ایسے لوگون کے علاوہ عمدہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار مین تھے اُنھون نے وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد برسون عیش و عشرت مین اُن کی اوقات بسر ہوئی اُن مین سے بعض کا یہان تذکرہ کیا جاتا ہے ۔

(۱) سبحان علی خان ۔ یہ شخص علامہ عصر اور ہمہ صفت موصوف ۔ نثار بے نظیر عالی فکر خوش تدبیر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے ۔

(۲) تاج الدین حسین خان ذیعقل ارسطوے عہد تھے کمبوہونکی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے ۔

(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آفریدی مدار المہام نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان سے تھے ۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا ۔

(۴) مینڈو خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جنیک سے تھے مستاجری ملک کی بدولت انھون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی

(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جمیل الدین خان تورانی سے تھے ۔ جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے اور قصبۂ کاکوری کے رؤسا مین شمار پاتے تھے ۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے ۔

(۶) حکیم واجد علی خان موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے ۔

(۷) ساہ بہاری لال فرخ آبادی اور اُس کا بیٹا گوبند لال ساہو کار انکی دولتمندی کا شہرہ

رفیقونکے دوسرونکی مداخلت نہو اور آمدنی مُلک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) لکھنؤ کے متمول لوگون سے جسطرح بنے روپیہ لیا جائے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے سے روپیہ ہاتھ لگے چنانچہ فوج مین نذرانے کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے بیس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی وجہ نذرانہ مین لینا شروع کیا۔ ساہوکارون اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھینچنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دھوکا دینا کہ بعض آدمیونپر اُنکو بھوت پلید کا یقین دلا دینا اور بعض زندہ آدمیون کو اُنکے سامنے مُردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر اُنکو دیکھکر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور اُن کے ایما سے تمام حاضرین کا اُسکو جن یا صورت مثالی ثابت کرنا

(۱) کالکا داس گوٹہ کناری والا زمرۂ اہل حرفہ سے ایک دولتمند آدمی تھا اُس نے لاکھ روپے کا مال فرمائشات محلات معتمد الدولہ مین دیا جب وہ اپنے روپے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ کے کارپردازون نے اُس حماقت شعار کو پری کی مانند اس طرح شیشے مین اُتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی تجھکو حاصل ہو جائے تو ہم چشمون مین عزت کا باعث ہو وہ دیوانہ فریب مین آگیا اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو کر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا اُمیدوار ہوا معتمد الدولہ کہ اسی فکر مین تھے اُس کو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی مین لیجا کر ایک مقام پر بٹھا دیا اور کہا کہ مین بادشاہ سے عرض کر کے تدبیر حصول خلعت عمل مین لاتا ہون

سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اس طرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر واستسقاو صلابت معدہ وغیرہ مین مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطبائے سلطانی کے سازوبانسے جام شراب اور پیالہ بھنگ پر گو انکا رکھا رکھ دیا اور افراط کی نوبت اس حد کو پہونچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے مین گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش مین آکر امور سلطنت کی طرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملے کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اُنکے قدم پر رکھ کر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالین پھر خانہ زاد ہر قسم کی کفش کاری کا سزاوار ہے اور سرکاری آبدارونکو تاکید تھی کہ میرے حضور اور غیبت مین کسی وقت پانی مسکرات سے خالی نہ رہے اس پردۂ غفلت مین معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے۔ اور رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا۔ اور معتمد الدولہ نے مفتی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیج کروہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفۂ لکھنؤ کا جو کلکتے مین چھپا کرتا تھا لکھنؤ مین آنا موقوف ہوا بلکہ اہل اخبار کے ساتھ کچھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اُس مین غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنؤ کے متعلق اور مضمون نہین ہوتا تھا اور رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہین لکھتے تھے جو آخر کار بدنامی کا باعث ہوا۔

معتمد الدولہ کی طمّاعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جس طرح ہو سکے جو کچھ خزانۂ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے

کہ ہمراہ تھے اُنھون نے چارون طرف نظر دوڑائی کارپردازان سواری نے کہ نظرشناس تھے
تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور وہ تینون وزیر بھی معتمدالدولہ
کی آنکھین دیکھتے رہے اور باہم چار آنکھین ہوکر صورت آئینہ متحیر بن گئے بادشاہ نے
پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ سب نے بالاتفاق ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ حضور کو اللہ نے
چشم پرنور جہان بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھُلے ہین جو کچھ حضرت ملاحظہ
فرماتے ہین ہم سب لوگ ہرگز نہین دیکھ سکتے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا
کہ وہ ہے وہ ہے اور ان کو نمکون کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہان ہے کہان ہے
بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ یہ صورت لیاسی تھی - اس طرح کی حکایتین بہت ہین ناظرین
اُولوالابصار کو بطریق نمونۂ اقتدار معتمدالدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے -

نظامتون کی تقسیم اور انتظام مُلک کی کیفیت معتمدالدولہ اور اُنکے رُفقا کا عین المال سلطنت کو خُرد برُد کرنا

معتمدالدولہ نے چکلۂ بیسواڑہ جسکی آمدنی نواب سعادت علی خان کے عہد مین
۲۰۵۰۰۰ روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلایا اس
چکلہ سے چار پانچ لاکھ روپے خسارۂ مُلک کے نام سے خزانۂ معتمدالدولہ مین سات برس تک
برابر داخل ہوا کیے اور باقی جمع معتمدالدولہ کی فرمائشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف ناظم
مین لگی ایک کوڑی بھی خزانۂ شاہی مین داخل نہوئی اسّی لاکھ روپے عین المال کے اس عرصے
مین روشن الدولہ نے خرچ کیے - روشن الدولہ کے ایک ایک رفیق کا پانچ پانچ سات
سات سو روپیہ درماہہ تھا -

یہ کہکر وہ تو سراپردۂ سلطانی مین چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمنائے خلعت کے نشاط
مین پھولا ہوا بیٹھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے اور اُسکو بہت کریہ لحیم وشحیم
دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے ملازمون کی مجال نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے ساتھ للائے ہوئے کو زبان پر
لائین خاموش رہے بادشاہ نے فرمایا کہ ہم مدت سے سنتے تھے کہ اس جگہ دیو پلید کا مقام ہے
عجب نہین کہ وہی ہو نظر بند رہے حکم سنتے ہی لوگون نے دست بدست پکڑ کر گرفتار کیا۔ اور اس درجہ
کشاکش ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس وعزت پر پانی پھرا اور ہم چشمون مین
ذلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدمون پر سر رکھکر زاری نالے شروع کیے۔ معتمد الدولہ نے اُس بوالہوس
سے زر مذکور کی فارغخطی لیکر بلکہ شئے زائد حساب جرمانہ مین لکھواکر رہا کیا وہ اپنی جان وعزت
لیکر کافور ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ پھر وہان آئے دریافت فرمایا کہ وہ دیو کہان ہے
کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے ادھر اُدھر اُسکی تلاش مین دوڑے
آخر کار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے بندگان حضور کو لباس کرامت ظاہری
اور باطنی سے آراستہ فرمایا ہے اصل مین وہ دیلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس چوکی اور
پہرے سے جہان فرشتہ پر نہین مار سکتا عنقا کی صورت غائب ہو گیا اور اُن تینون وزیرون
اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ کے کلام کی تائید کی جس سے وُہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔
(۲) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھ کر ناظرین تاریخ سُنین کہ ایک شخص تھا جس پر
غازی الدین حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اُسکی تلاش مین تھے۔ معتمد الدولہ نے
آزردہ ہوکر اُسکو حکم دیا کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ
شخص مر گیا ایکدن شامت اُس بیچارے پر سوار تھی کہ اُس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً
بادشاہ کی سواری اُس پر نگاہ جا پڑی حکم دیا کہ یہ فلان شخص ہے جلد حاضر کرو معتمد الدولہ

تاج الدین حسین خان اور سپاہ متعینہ کے صرف مین خرچ ہوتی تھی ایک حبہ سلطانی خزانے مین داخل نہوا - تاج الدین حسین خان نے بنارس اور کانپور مین ہنڈی کی دُکانین کھولین اور لکھنؤ و کانپور مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین ضبطی حاکم سابق کے سوا بائیس لاکھ روپے نقد آمدنی سرکاری کے خان مذکور پر متصدیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے -

اور اسی طرح جو علاقہ او رچکلہ نقیر محمد خان اور سید خان کے تفویض تھا اُنکی آمدنی انکے رسالونکی تنخواہ مین محسوب تھی اور کچھ معتمد الدولہ کی فرمائشات مین صرف ہوتی تھی سرکاری خزانے سے کچھ واسطہ نہ تھا -

اور جو علاقہ ساہ جی کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا چکلہ بہرائچ میر ہادی خان مخاطب بہ سیف الدولہ بن میر زین العابدین خان کے متعلق تھا یہ علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا - اس چکلہ مین محصولات زمین کی آمدنی کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ بھی کہ ایک قوم شرب کھوا یعنی گیدڑ اور سانپ کی کھانے والی دزدی پیشہ ڈاکہ زن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ گنگا اور گھاگرہ کے کنارے دشوار گزار مقام مین رہتی تھی اور سوداگرون - مہاجنون اور مسافرون کا مال و اسباب لوٹتی تھی اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجون سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتے تھے اُنکو جنگل مین مار کر اُنکی کمرونکی ہمیانیان کھول لیتی تھی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا قلع وقمع کیا تھا کہ اُس کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے تھے اور بہت سا روپیہ نذر کرتے تھے یہان سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار مین نصف روپیہ پہونچتا تھا اور دفتر دیوانی کے متصدی مالامال تھے -

عاملونکی طرف سے خزانۂ شاہی مین روپیہ کی ارسال آنا بند ہو گئی اور عاملون نے

چکلۂ محمدی اول ساہ گوبند لال نے اس شرط سے لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمائشات جو کچھ بس انداز ہو گا سرکار مین پہونچاتا رہونگا -

علاقۂ سلطان پور - کہ چوبیس لاکھ روپے کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر عہد معتمد الدولہ تک اُن پر بحال رہا - تاج الدین حسین خان کا لشکر محمد شاہ کے لشکر کا جواب تھا چاندنی چوک آراستہ کیا سیکڑون طائفے ارباب نشاط کے جمع کیے اور دُکانین ہر پیشے کی جیسے بزازہ اور صرافہ اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین اور توپخانہ و سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خان کا آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو پچاس چھکڑے خزانے سے معمور ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے تھے یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا - اُسکے عہد حکومت مین چکلے کا حال بہت اچھا تھا چونکہ لاوارث فوت ہوا اُس کا لاکھون روپے کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھ لگا اور اسی قوت سے ایسے ہاتھ پاؤن نکالے کہ جادۂ اعتدال سے گذرے - ایک زمیندار ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے کا باقی دار تھا اور قلعہ بند ہو کر اُس نے مقابلہ شروع کیا ایکدن مجلس عزاے حضرت امام حسینؑ مین تنہا یک بینی و دو گوش آموجود ہوا اور اپنے نام کا پتا دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسینؑ کی ضمانت سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو اور چاہو قتل کرو اُس وقت تاج الدین حسین خان سے اسکے سوا کچھ بن نہ آئی کہ اُسکے مطالبے کا کاغذ اپنے دفتر سے لیکر چاک کر کے پانی کے حوض مین ڈالدیا اور فارغخطی دیکر رخصت کیا عشرۂ محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپیون کا صرف تھا گویا یہ علاقہ اُنکی جاگیر مین تھا پہلی دفعہ چکلہ دار سابق کی ضبطی سے تھوڑی سی رقم خزانۂ شاہی مین داخل ہوئی اور بعد اسکے کچھ آمدنی دست بردشتہ معتمد الدولہ اور سبحان علی خان کی فرمائشات مین آتی تھی باقی جملہ

معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبور رات دن مخمور بادۂ غفلت میں شیشۂ دل عاشق کی طرح چور
ہیں جب یہ باتیں پیش آتی تھیں تو بادشاہ قسم دلا کر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے۔

راجہ بختاور سنگھ کی عزت افزائی

غازی الدین حیدر نے مسند نشینی کے بعد بختاور سنگھ کو خطاب راجگی بخشا اور خدمت
مصاحبت و منصب داروغگی تحویل جیب خاص کا خلعت گران بہا عطا فرمایا۔
جب نواب نے بادشاہی کا خطاب لیا تو راجہ بختاور سنگھ کو ایک خلعت فاخرہ دیا
اور اپنی وہ خاص تلوار جو بادشاہ اُس وقت لگائے ہوئے تھے اپنی کمر سے کھولکر راجہ صاحب کو
عطا کی یہ وہ تلوار ہے جو عباس صفوی بادشاہ ایران نے شہنشاہ دہلی کو بھیجی تھی اور احمد شاہ بن
محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نواب صفدر جنگ کو عطا فرمائی تھی اس پر یہ عبارت کندہ ہے

؎ بندۂ شاہ ولایت عباس

ایک روز حضرت بادشاہ ہاتھی پر سوار شراب کے نشے میں چور چلے جاتے تھے
راجہ صاحب بھی ساتھ تھے کشتی کے ایک پل سے گذرنا پڑا راجہ بختاور سنگھ نے اُس پل کو غیر
مضبوط خیال کرکے بادشاہ سے دست بستہ عرض کیا کہ یہ پل مخدوش ہے اس طرف سے
منور عطف عنان فرمائیں لیکن بادشاہ نے کسی طور سے اس امر کو نہ سُنا اُسوقت راجہ نے دوڑکر
جان نثارانہ بادشاہ کو ہاتھی سے اُتار لیا اور فیلبان سے کہا کہ تم ہاتھی پل پر لیجاؤ جیسے ہی
ہاتھی پل پر پہونچا اُس کے بوجھ سے پل شکست ہوگیا اس وفاداری اور خیر اندیشی سے
بادشاہ نے خوش ہوکر وہ تلوار عطا فرمائی جو نواب صفدر جنگ کو بروقت وزارت
دہلی سے ملی تھی۔

ایک ادنیٰ محرر تک کسی کو اسبات کی پروا نہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہوگا اور علاقوں کی آمدنی کے گلچھرے اُڑانے مین مصروف تھے - ظفر الدولہ کپتان فتح علی افسر خزانہ اس بات سے نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھ پروا نہین ہے جو کچھ صرف ہوتا تھا خزانے سے نکلتا تھا - جب بادشاہ کے رشتہ دارون اور سپاہ اور شاگرد پیشہ اور امراے لکھنؤ کی تنخواہ کا تقاضہ ہوتا تو اُنکو کچھ علی الحساب دیکر اُنکی زبان بندی ہوتی تھی یا خزانے پر گذرتی تھی اور سائر اور گنجیات شہر کی آمدنی اسقدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی اور غلے کی گرانی اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین گیہون ایک روپیہ مین بیس سیر سے کم نہین بکے اور اس عہد دولت مین ابتداے جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہین ہوئے

ظفر الدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمد الدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفر الدولہ ریاست کے بہت بڑے خیر طلب اور دولت خواہ تھے اگر اس شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی جب پانچ چھ کروڑ روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفر الدولہ کی زبان پر حرف شکایت علانیہ آنے لگا اور معتمد الدولہ نے اُنکی جان وحرمت کے درپے ہوکر اسقدر تنگ پکڑا کہ ظفر الدولہ نے خزانہ اور جواہر خانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلاے معلے کے لیے خواستگار رخصت ہوئے لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طرح سے اُلجھا رہا - جب ظفر الدولہ ہمہ تن عازم سفر کربلا ہوئے محلات سلطانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت وپناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا - سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفر الدولہ جاتے ہن تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کس لیے کہ حضور

زر امانت بادشاہی خزانے مین داخل کرو اور اُنکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ
و رحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے اُنکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظیمن طوائف
کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اُسکو بھی گرفتار کرا کے بلوایا اور چوکے پہرے اُسکے گھر پر ماموریے عظیم اللہ نے
عالم اضطراب مین سوائے رجوع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا اسلیے زر مذکور دینا مناسب سمجھا
اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی معتمد الدولہ کے پنجۂ غضب سے غنیمت سمجھے۔

اسکے بعد نواب جلال الدولہ مہدی علی خان کی نوبت آئی یہ نواب سعادت علی خان کے
سب فرزندون مین چھوٹے تھے اور نواب کو اپنے اس چھوٹے بیٹے سے بہت محبت تھی اور
مہدی علی خان کی ماں خاص محل جسکا پہلے ٹاٹ محل خطاب مشہور تھا سب بیگمات سے
نواب سعادت علی خان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی ان بیگم کے پاس امانت مین نقد
کروڑ روپے سوائے جواہرات کے تھے جو ماہولال کایستھ دیوان خانگی کی تحویل مین اس شرط
سے تھے کہ اُنکا منافع جمع کیا کرے ماہولال نے ان روپون مین سے دو تین لاکھ روپے
لیکر تعمیر عمارت مین صرف کر دیے تھے اور اسقدر بد اطواری کے ساتھ عیش و عشرت مین مشغول ہوا
کہ خاص محل پر بدنامی کا حرف آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوش گزار کر دی
اور رزیڈنٹ کو اطلاع دیکر کروڑ روپے کا محاسبہ اُنکے سرون پر رکھا گیا اور ماہولال کو
کشان کشان بے آبروئی کے ساتھ بلوا کر پہلے بہت برا بھلا کہا اور پھر ایک لکڑی مین بند کر کر
ایسا عذاب دیا اور اتنا پٹوایا کہ اُسکی جان زار لبونپر آگئی۔ جلال الدولہ بھی اس متصدی سے
اس لیے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ جوش شباب مین روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے
تو وہ مقدار مناسب سے زیادہ نہین دیتا تھا حسن اتفاق سے اُسی زمانے مین غازی الدین حیدر
نے پچاس ہزار روپے ولادت فرزند کی تقریب مین خرچ کرنے کے لیے جلال الدولہ کو

نواب سعادت علی خان کی بیگمون اور بیٹون اور نوکرون کے ساتھ معتمدالدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تھے وہ تو لکھنؤ کے مخصون سے آزاد تھے غازی الدین حیدر کے باقی بھائی جو یہان موجود تھے اُنکو معتمدالدولہ نے بہت دق کیا۔ اُنکی تنخواہین اُنکو دستیاب نہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال نوبت عرض معروض کی آئی اور رزیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اُنکی سفارش کی اور اُنکے تصفیۂ معاملات مین قدم رکھا پہلے نواب نصیرالدولہ جو بادشاہ سے چھوٹے بھائی تھے مگر دوسرے بھائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے خواستگار ہوئے۔ معتمدالدولہ نے عرض کیا کہ اگر حساب نام بےحسابی کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاؤن اور اگر حساب کوئی چیز لائق شمار کے ہے تو نواب سعادت علی خان کے خزانے کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیرالدولہ حساب مقدمات مالی وملکی کے بالکل مالک تھے اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اُن سے متعلق تھے شمس الدولہ کا صرف اخبار اور جزیلی کے کام سے تعلق تھا اور اسکے قطع نظر رجوع مقدمات کے وقت عاملون سے سالہاسال زر نقد جو اُنکو دستیاب ہوا اُس سے اُنکا صاحب دولت وثروت ہونا سبپر ظاہر ہے کہ کوئی دولت مین اُنکے ہم پلہ نہین ہے اور چوراسی لاکھ روپیہ نقد امانت اُنکی تحویل مین جمع ہے اُسکو منافع سمیت خزانۂ عامرہ مین داخل کرین بعد اسکے تنخواہ کا حساب پیش فرمائین یہ پیچدار تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بیشک زر امانت لے لینا چاہیئے اور اُن مفسدون کو سزا دینی مناسب ہے اُسی وقت ایک توپ اور بچھون کا تمن اور تلنگون کی کمپنی نواب نصیرالدولہ کے دروازے پر بھجکر اُنکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا

رہتے تھے وہ شاہ میر خان کی بحث مین خفا ہوکر کانپور عملداری انگریزی مین چلے گئے لیکن رزیڈنٹ لکھنؤ نے واپس اُنکو بلوالیا اور معتمد الدولہ نے اُنکے چھوٹے بھائی مرزا چھجو کو وزیر چہارم مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت

وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مُبشّر خان منجم تقویم ساز کی بیٹی ہین اور مبشر خان مشرف خان کے بیٹے ہین اور خیر اللہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد مین مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو دہی علوم سکھانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سے اُنکے حسن وجمال پر فریفتہ تھے دہلی مین نواب سعادت علی خان نے اُنکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی ۱۲۰۹ھ ہجری مین کی اسوقت غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تھی اور بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاہ بنارس مین ہوا تھا اس شادی کا حال ایک انگریزی خاتون نے اس طور پر لکھا ہے کہ رسم شادی کے اختتام پر جواہرات کی بوچھار ہوئی رزیڈنٹ کی اور میری آستین پر چند جواہرات آپڑے تھے رزیڈنٹ کو آستین جھٹکتے ہوئے دیکھ کر مین نے بھی اُنکی تقلید کی اور جواہرات مین پر پھینکدیے شاہی خواصون نے سمیٹ کر باہم تقسیم کرلیے اس بوچھار مین زمرد پکھراج نیلم اور ہیرے تھے خاتون مذکور لکھتی ہے کہ یہ کیسی لاثانی اور قیمتی اور تعجب خیز بخشش اور فیاضی ہے۔

بادشاہ بیگم سے بیاہ ہوجانے کے بعد اُنکی ایک خواص کے ساتھ جسکا نام صبح دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہوگیا اور اُن سے اُس کے حمل رہ گیا بادشاہ بیگم کو

جنھین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائے تھے معتمد الدولہ نے زرمذکور ادا کرنے کے وعدے پر رسید مہری منگواکر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپے مجرا کر لیے اور ماہولال سے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی کے واسطے وعدہ خلافی کرکے اُسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو جسقدر اثاثہ خان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہوکر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ سے نکل گئے وہان پہونچکر جب دیکھا کہ معتمد الدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہوکر بیت اللہ اور کربلاے معلے کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین بھی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے جب انکی یہ صورت گذری تو اُنکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا۔ چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاے وطن اختیار کیا اور باقی کاظم علی خان اور جعفر علی خان کو جو کچھ معتمد الدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اُس پر قانع تھے لیکن ان مین سے ہر ایک شخص وافر دولت رکھتا تھا۔

اسی زمانے مین معتمد الدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان نزاع پیش آیا وجہ اسکی یہ تھی کہ معتمد الدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پانؤن سے معذور تھی اور پسر نذر علیخان پسر میر افضل علی خان بائیسی والے کے ساتھ منعقد تھی اور معتمد الدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد تھا اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی یہ شاہ میر خان بہو بیگم کے خاندان سے تھے چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اُنھون نے معتمد الدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین یہ بات سُن کر معتمد الدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی شاہ میر خان نے مجبور ہوکر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے وہان جسکو دیکھا معتمد الدولہ کا دوست ہے وہان سے جہاز پر سوار ہوکر لندن کی طرف سدھارے اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین

صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ زچہ عورت جننے سے چند دن کے
بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہن کر جلسہ کرتی ہے اعزہ کو مہمان بلاتی ہے
بادشاہ بیگم اس رسم کو اُس امام عالیمقام کی طرف منسوب کرکے ہر سال ماہ شعبان مین ادا
کرتین اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تھین اور اس معاملے مین بہت دھوم دھام کرتی تھین
دوسرے اشرافون کی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیان روپیہ خرچ کرکے یا کسی دوسری
تدبیر سے بہم پہونچاکر ائمہ اثنا عشر کی اُنکو ازواج بناتین اور ان ائمہ کی ازواج کا نام
سُنکر وہی نام اُن لڑکیون کے رکھتین اور اُن لڑکیون کا خطاب اچھوتی مقرر کیا تھا
اچھوتی اُس چیز کو کہتے ہین جو چھونے کے قابل نہو تاکہ آلودہ اور نجس نہو جائے مگر حضرت
فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لیے کوئی عورت تجویز نہین کرتی
تھین اور ہر ایک اچھوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگزاری کے لیے رکھتی تھین
اور اُنکو عمدہ عمدہ کھانے کھلاتین اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تھین اور اُنکی اتنی خاطر
اور ادب کرتی تھین کہ ہر روز صبح کو اُٹھ کر پہلے اُنکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی
دوسرا کام کرتین اگر اُن مین سے کوئی جوان ہوجاتی اور دل اُسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع
آتین اور کہتین کہ بعد زوجیت ائمۂ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور
اُس سے ہم بستر ہونا ملت پاس وادب اور رعایت قانون اسلام مین حرام ہے۔ وہ بیچاریان
شہوت مین گرفتار نہ رہنے کی طاقت اور نہ قدرت فرار۔ ایک اُن مین سے اتنی شہوت کے
ہاتھون مغلوب ہوئی کہ اُس نے ایک عجیب شعبدہ کھڑا کیا کہ اول شب مین خواب سے مضطرانہ
اٹھکر زور سے رونے اور چھاتی کوٹنے لگی اپنی شومی طالع پر فریاد و فغان کرتی تھی۔ شور وغل
سُنکر محل کی تمام عورتین جمع ہوگئین اور اُسکی گریہ وزاری کا حال بادشاہ بیگم سے عرض کیا

اسوجہ سے کمال غضب و رشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاولے ۱۸۰۶ھ ہجری کو بیٹا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تھین سخت شدائد و آلام کے ساتھ جس سے بڑھکر متصور نہین صبح دولت کو مروا ڈالا جو جہانگیر باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ نواب سعادت علی خان اودھ کی سلطنت پر متمکن ہوچکے تھے نصیر الدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اُس بچے کو بھی مار ڈالین مگر فیض النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس غلانیون مین نوکر اور بعلاقت لسانی مین یکتا تھی اور میر فضل علی خان کی پھوپھی اور بھوے بہن تھی جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تھا اس فعل سے منع کیا اور انکو نصایح و پند کے ساتھ سمجھا کر اس ارادے سے باز رکھا بیگم نے اُس بچے کا نصیر الدین حیدر نام رکھا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن و ادعیہ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت و جاہ طلبی اور خود رائی اور خود سری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع و جدت اُن مین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر برسون اُن سے ترسان اور لرزان رہے اور اُنکی اطاعت و انقیاد مین سر مو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سے گذر گیا تو زن و شوہر مین افتراق کی نوبت پہونچی - بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو پچھم راٹھ مین شامل تھا اُنکی جاگیر مین دیا گیا اُنھون نے میر فضل علی خان کو اس علاقے مین مقرر کیا - بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین -

امور مذہب اثنا عشریہ مین بادشاہ بیگم کی مخترعات

بادشاہ بیگم کی اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہے کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی

ادا کرتی تھین۔

جنون کا بادشاہ بھی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو انپر عاشق تھا بیگم کا معمول تھا کہ ہفتے عشرے مین غسل کرکے پرتکلف لباس اور زیور پہن کر اور عطر مین سراپا بس کر ایک مکان مین تنہا بیٹھ جاتی تھین مجال نہ تھی کہ پھر وہان خواصون یا ماماؤن کے فرشتے پر مار سکین اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے کہا کرتی تھین کہ آج اُس جن کی آمد آمد ہے چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہم نے اپنے کانون سے حقہ پینے کی آواز اس کوٹھری سے سُنی تھی اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی اور خاص اس تقریب کے لیے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تھا گانے بجانے کا جملہ سامان وہان جمع رہتا تھا۔ خوش گلو عورتین اُس جلسے مین گایا کرتی تھین اس جلسے کا نام ہندی مین بیٹھک (بائے موحدہ کے فتحہ اور یائے تحتانی کے سکون اور تائے ہندی کے فتحہ اور ہائے ہندی اور کاف ساکن سے) ہے۔ نصیر الدین حیدر جو خاص بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے اُنکو بھی لڑکپن سے اُس مین بیٹھنے کی عادت تھی۔ چنانچہ اسبات کا شہرہ تھا کہ جنون کا بادشاہ۔ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادے کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور پریان بھی خدمت مین حاضر ہوتی تھین۔ ہر ہفتے مین مان بیٹے اس تقریب سے خلوت مین بیٹھتے تھے اور جو ڈومنیان کہ گانے کے واسطے آتی تھین اُنکو انعام ملتا تھا۔ اس تقریب مین کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپے صرف مین آتے تھے اور جو پوشاک بیگم صاحبہ اُسوقت پہنے ہوتی تھین وہ گانے والیون کو انعام مین دیجاتی تھی

بادشاہ بیگم کی بے پروائی کی وجہ سے بادشاہ کا محسن الدولہ کو اپنے پاس رکھ لینا

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو

وہ خود بستر راحت سے اُٹھ کر پاس گئین اور حال دریافت کیا تو اُس اچھوتی نے روتے ہوئے لہجے مین بیگم کو جواب دیا کہ اس وقت مین نہایت بےخبر سو رہی تھی کہ یکایک خواب مین کیا دیکھتی ہون کہ صاحب الامر والفرمان میرے پاس پہونچے اور آپ اُسوقت نہایت غضب آلودہ تھے فرمایا کہ مین نے تجھکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جُدا کیا جب میری آنکھ کھُلی تو اپنی سیہ بختی پر رونے لگی کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب دین و دنیا مین میری کسطرح گذرے گی الغرض بادشاہ بیگم نے یہ بات سُن کر اُس عورت کو فوراً پالکی مین سوار کراکے مع اُسکے تمام سامان کے اُسکے باپ کے گھر پہنچوا دیا۔

اچھوتے کی رسم بھی اُنھون نے ایجاد کی اچھوتی اور اچھوتے مین تذکیر و تانیث کا فرق ہے۔ اچھوتہ بھی ایسی چیز کو کہتے ہین جو بوجہ طہارت و نفاست کے مس کرنے کے قابل نہو تاکہ نجس نہو جائے اچھوتے کی حقیقت یہ ہے کہ بیگم نے محل مین ایک حجرہ ائمہ ہدیٰ کے واسطے مخصوص کیا تھا کوئی آدمی اُس مین آنے جانے نہ پاتا تھا جب کسی امام کی پیدائش کا دن آتا تو اُس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش فروش سے آراستہ کیا جاتا زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچھائی جاتین اور اُس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت کو زیور اور مکلف پوشاک سے آراستہ کرکے مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ اُسکو نذر دکھاتین اور خادمانہ طریق سے مراسم عجز و نیاز بجا لاتین اور تمام لباس نفیس اور زیور جواہر کار اس عورت کو دیدیتین اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین اور محلسرا مین ائمہ اثنا عشر کے روضون کی نقلین تیار کرائی تھین اور ہر روضے کے سامنے ایک ایک مسجد بنوائی تھی اور ہر روضے مین ضریح کی نقل اور عتبات عالیات کے دوسرے تبرکات رکھے تھے اور روضۂ عباس کی ایک نقل بھی وہان تیار کراکے شب و روز مراسم تعزیت

بادشاہ بیگم کے پرویرزے توڑنا مقصود تھا اور یہ دونون معتمد الدولہ کے خیرخواہ تھے

بادشاہ بیگم سے معتمد الدولہ کی مخالفت اور میرفضل علی کا اخراج

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پانون نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اُٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علی خان کے تفویض ہو اس کام کے لیے اول اسباب کا کرنا ضرور تھا کہ میرفضل علی خان یہان سے نکالا جائے۔ معتمد الدولہ نے بدانتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب مین جو فضل علی خان سے متعلق تھی چند پرچہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور مین پیش کیے آخر کار بیگم صاحبہ تک پہونچکر میرفضل علیخان معزول ہوئے لیکن تنخواہ گھر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہین اور ڈیوڑھی پر آمد و رفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مختلف مقدمے بادشاہ تک پہونچاکر میرفضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا بادشاہ اس امر سے فضل علی سے بہت ناراض تھے کہ وہ محسن الدولہ کی خاطر داری مین بیگم صاحبہ کے یہان بخوبی مصروف نہ رہتے تھے بے پروائی رکھتے تھے۔ میرفضل علی بیگم صاحبہ کے فرمان پذیر تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ مین تمھارا مطیع نہین ہون بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جن کا مین ملازم ہون شہر سے قدم باہر نہین رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب و تاب سے خلاف پیرایے مین بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھون نے خفا ہوکر حکم دیا کہ میرفضل علی کو گرفتار کر لاؤ اور اگر زندہ نہ آئے تو سر کاٹ لاؤ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کرین اور سوار ہوکر اُنکے مکان پر یورش کرین لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اُنکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہین جان تو ہر شخص کو عزیز ہے دو توپین اُنکے دروازے کے

بہت چاہتے تھے بعض لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ مرشدزادۂ آفاق نصیرالدین حیدر پر بوجہ پرورش کے محبت قلبی رکھتی ہین اور اُن کے تمام کامون کے انتظام مین مصروف رہتی ہین اور حضور کے دوسرے فرزند یعنی محسن الدولہ بہادر کے تمام کام اپنی ڈیوڑھی کے مختار میر فضل علی کے حوالے کر رکھے ہین اور اسوجہ سے انکے اکثر کام خراب رہتے ہین بادشاہ نے فرمایا کہ بغیر تحقیق کے ہم اس بات کا یقین نہین کرتے بادشاہ نے خفیہ طور پر بیگم صاحبہ کے نوکرون سے دریافت کیا جو کچھ پہلے بادشاہ سے عرض ہوا تھا اُس سے زیادہ پایا گیا بعد اسکے خود محسن الدولہ کو اپنے پاس بلا کر اس کیفیت کی حقیقت دریافت کی وہ خاموش رہے اُنکی خاموشی کو بادشاہ نے نیم رضا سمجھا اور اُنکو یقین ہو گیا کہ بیگم صاحبہ محسن الدولہ کے معاملات مین قاصر ہین بادشاہ نے محسن الدولہ کے نقد دس ہزار روپے ماہوار مقرر کیے اور خاصہ اور پوشاک بھی علحدہ مقرر کر دی اور بہت کچھ عنایت اُنکے حال پر مبذول کی اور اُنکو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ سے کام نہ رکھین اور اُنکی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ نصیرالدولہ محمد علی خان کی بیٹی سلطان عالیہ کے ساتھ کی اور مرزا حاجی کی عمارت رہنے کو عنایت کی اور روز بروز عنایت و مرحمت محسن الدولہ کے حال پر زیادہ ہونے لگی جب کبھی گورنر یا کوئی بڑا انگریز آتا تو استقبال کے لیے اُنھین کو بھیجتے کیونکہ نصیرالدین حیدر کی اکثر حرکات و سکنات سے بیزار تھے اور محسن الدولہ ہمیشہ بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری مین مصروف رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ نصیرالدین حیدر اپنے عہد سلطنت مین محسن الدولہ سے دل مین ہمیشہ ناراض رہے گو بظاہر پاس رکھتے تھے۔

ہمت پرشاد کی تاریخ سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ اور انور علی بیگ اُستاد نے محسن الدولہ کو نانی سے جدا کرا یا تھا اور میرے نزدیک ضرور ایسا ہوا ہو گا کیونکہ معتمدالدولہ کو

عداوت کونا مسموع کیا بیگم صاحبہ کو یہ بات ناگوار گذری اُنھون نے چاہا کہ ولی عہد نصیر الدین حیدر اور میر فضل علی کو ہمراہ لیکر اور اسباب اُٹھا کر فیض آباد چلی جائین یہ بات معتمد الدولہ نے بادشاہ سے عرض کی اُنھون نے ۲۴ - ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳ - اگست ۱۸۲۲ء کو فوج بھیجکر بیگم صاحبہ کو جانے سے روکا ریپٹر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ نے فساد کی طوالت کے خوف سے کپتان جان ہوم صاحب کو چار کمپنیان تلنگون کی دیکر اور اپنے میر منشی سید باقر علی کو ساتھ کرکے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا ہوم صاحب زیرک آدمی تھا اُس نے سلطانی سپاہ کو لڑائی سے روک کر بیگم صاحبہ کو سمجھایا اور سید فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین کو رزیڈنسی کی کوٹھی پر لیگئے معتمد الدولہ کے حکم سے فضل علی کا مکان منہدم ہوا مال و اسباب سپاہ نے لوٹ لیا ۱۹ - محرم ۱۲۳۸ھ ہجری مطابق ۶ - اکتوبر ۱۸۲۲ء کو میر فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین اور پھوپھی فیض النسا اور دوسری چودہ مغلانیان انگریزی تلنگونکی حفاظت مین کانپور کی طرف روانہ کردی گئین اور شہر مین منادی عام ہوگئی کہ جو کوئی بیگم صاحبہ کی نوکری کریگا وہ مورد عتاب ہوگا اور سلطنت کی طرف سے سزا پائے گا -

اب اچھی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور معتمد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ولی عہد دربار مین نہ آئین اور بیگم صاحبہ کے سیکڑون نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار تھے گرفتار ہوکر قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور فضل علی کا گھر مسمار ہوکر لاکھون روپے کا اسباب غارت ہوا بادشاہ بیگم کی جاگیر پر معتمد الدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم اور ولی عہد پر صدمے پہونچنا شروع ہوئے - نصیر الدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ ولی عہد کی شادی کی تجویز تھی مگر یہ بات شائع نہوئی تھی اور طرفین مین باہم اس تقریب کے مراسم ادا نہوئے تھے کہ اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا - ۲۰ شعبان ۱۲۳۸ھ ہجری

بھیجین ابھی پورا انکی حویلی کا محاصرہ نہونے پایا تھا کہ فضل علی خان بھی مخفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی مین پہونچ گئے۔ معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳۔ اگست ۱۸۲۲ء روز سہ شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرادیا اور فضل علی خان کو طلب کیا بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہم نے تمھارے قید ہونے کے وقت دستگیری اسی اسید پر کی تھی کہ مقابلے پر آئے۔ اب فضل علی کا سر میرے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال وجواب میر فضل علی کی بہن بی مغلانی کی معرفت تھا اسکی تقریر آرائیون نے اور بھی نقیض کی صورت پیدا کی صبح سے چار گھڑی دن رہے تک یہ حشر برپا رہا اُس عہد مین مسٹر ریپٹر کو رزیڈنٹی کا چارج تھا انھون نے ایک انگریز متعینۂ چھاونی منڈیاؤن کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر پیام دیا کہ آپس مین نزاع کرنا خونریزی خلائق کا باعث ہے اس لیے میر فضل علی کو ہماری ضمانت وکفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان ومال کو اُنکے صدمہ نہ پہونچے گا بادشاہ بیگم نے عہد وپیمان سے اطمینان کرکے فضل علی کو رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا انھون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگون کے گارد کی حفاظت مین مال واسباب کے ساتھ کانپور کی طرف روانہ کردیا اور ساٹھ ہزار روپے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلادیے معتمد الدولہ نے اس راہ مین بہت خاک اُڑائی اور انھین ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ وہ لکھنؤ سے سلامتی کے ساتھ جائین لیکن رزیڈنٹ نے قبول نکیا۔ اس واقعہ کو سلطان الاخبار مین کسی قدر اختلاف سے بیان کیا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ محسن الدولہ جو بادشاہ بیگم کے پاس رہتے تھے انھون نے معتمد الدولہ کی اغوا سے اپنی نانی (بادشاہ بیگم) اور مامون (نصیر الدین حیدر) کی شکایت بادشاہ سے کی اور میر فضل علی داروغۂ ڈیوڑھیات کی نسبت اپنی تنخواہ مین سے چار لاکھ روپے کے تغلب کا ذکر کیا معتمد الدولہ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اسقدر روپے کا مواخذہ میر فضل علی سے کرایا اور انکے

جب معتمد الدولہ کو خواصی مین بیٹھنے کا حکم نہوا تو ایک علٰحدہ ہاتھی پر سوار ہو کر برات کے ساتھ رہے غرض عقد نکاح کے بعد دُلھن کو نواب سلطان بہو صاحبہ[۱] خطاب ملا اور یہ رسم ۱۸۔ رمضان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۲۱ امئی ۱۸۲۴ء کو ادا ہوئی۔

نقل نکاح نامہ - ہو المولف بین القلوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاسیکہ عارض دلربا ے شاہد بیان را غازہ پیرائی نماید ستایشے کہ قامت دلفریب عروس سخن را جلی وحلل آراید مالک الملکے را سزاوارست کہ خیال وصال خرائد مخدرات معرفتش در آغوش حوصلۂ خردہ بینان خطۂ عرفان نگنجد و عیار نقد کامل عیار کبریا و عظمتش را محک غوامض ناقدات افکار عرصۂ ذوق و وجدان نسنجد و درودیکہ شمیم روح فزایش مشام جان ایمان را معطر سازد و سلامیکہ طیب عنبر آگینش دماغ ہوش صاحب دلان را معنبر نماید نثار آستان ملک پاسبان آن خاتم نص رسالت باد کہ چہرہ کشاے عرائس احکام بالبلغ تبلیغ و احسن ارشاد فرمودہ و عروس خلافت را بداماد خویش اعنی نفس رسول و زوج بتول عقد دوام بستہ صلی اللہ علیہ الے یوم الدین و علی اہلبیتہ الطیبین الطاہرین الائمۃ الاثنا عشر شفعائے یوم المحشر سیما یعسوب الدین و قاتل المشرکین اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ و علے آلہ الکرام آلاف التحیۃ والسلام - اما بعد غرض از نظم لآلی آبدار و مقصود از جلوۂ این ابکار افکار آنکہ بنا بر منطوق کریمہ وانکحوا الایامی منکم الآیہ و بمضمون خیر تحیر اثر النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی در بہترین اوقات و خوشترین ساعات کہ چون صبح شادمانی عنبر بیز و مانند بہار زندگانی نشاط انگیز بود نو بادۂ بوستان سلطنت

---

[۱] دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۱۲

مطابق ۲-مئی ۱۸۲۳ء کو ہارڈنٹ رکیت صاحب رزیڈنٹ ہو کر داخل لکھنؤ ہوئے
اور اُنکے سمجھانے سے انگریزی تلنگون کے پہرے بیگم صاحبہ کے مکان سے اُٹھ جانے پر
بادشاہ راضی ہوئے اور صاحب عالم (نصیرالدین حیدر) کی آمد و رفت بھی دربار مین
جاری ہوئی -

مرزا نصیرالدین حیدر کا بیاہ

جب نصیرالدولہ کی بیٹی کے ساتھ انکی نسبت ظہور مین نہ آسکی اور معتمدالدولہ نے
وہ بساط بچھائی کہ اس لڑکی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ہو گئی
تو اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمدالدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا
بادشاہ بیگم نے ۲۷- شعبان ۱۲۳۹ ہجری مطابق ۲۹- اپریل ۱۸۲۴ء کو ولی عہد کی
نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی
بادشاہ کسی سمیات شادی مین شریک نہ ہوئے البتہ معتمدالدولہ وغیرہ ارکان
سلطنت اور رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے - گو معتمدالدولہ کی مخالفت کی وجہ سے
شادی مین خاطرخواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش و عشرت کا ہنگامہ گرم رہا
بادشاہ بیگم کا دل معتمدالدولہ سے کھٹکا ہوا تھا اور اُنکا برات کے وقت سواری کے ساتھ
رہنا منظور نہ تھا ولی عہد کی حفاظت جان کے لیے رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو پچاس بڑے بڑے
سرداران انگریزی طلب کیے جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے
اور رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے بادشاہ سلامت مرزا حسن رضا خان کی بارہ دری مین
جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ حسن باغ کی بارہ دری مین آراستہ تھا

جبکہ شاہزادے کی اسطرح شادی ہوجانے سے معتمد الدولہ کے دل مین خار حسرت کھٹکنے لگا تو اُنھون نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اُنکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تھا بزور و ظلم منعقد کیا اور اس حیلے سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو خوراک خاصۂ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے لیے شجاع الدولہ کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت مین جاتا تھا اور نواب سعادت علی خان کے عہد سے مسدود تھا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھ ہزار روپے کے درماہہ دار تھے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپے مین اوقات عیش و آرام مین بسر ہونی شروع ہوئی لیکن بادشاہ بیگم کو معتمد الدولہ کی اس کارروائی سے بجید ملال ہوا اور بادشاہ سے اُنکی شکایت کی لیکن جواب دندان شکن پایا کہ پھر شکایت لبو نہر نہ آئی اور ولی عہد نے بھی سلطان بہو کی صحبت سے پرہیز کیا۔

لیکن نادر العصر کی روایت محتشم خانی کی روایت سے بہت مختلف ہے اُس مین لکھا ہے کہ ولی عہد کی شادی خود بادشاہ کی تدبیر سے وقوع مین آئی تھی۔ اُنھون نے سلیمان شکوہ کے لیے متصل بیلی گارد تا تکیۂ بھم سر لب دریا کئی لاکھ روپے صرف کرکے ایک مکان بنوادیا اور دس ہزار روپے ماہواری مصارف کے لیے اور دو ہزار میوہ خوری کے لیے مقرر کردیے تھے بعد دلجوئی اور خاطرداری کے اپنے فرزند ولی عہد مرزا نصیر الدین حیدر کی شادی کا اُنکی لڑکی کے ساتھ پیغام دیا چنانچہ بعد شرائط مرزا سلیمان شکوہ نے وہ شادی منظور کی اور بڑی بیٹی سلیمان شکوہ کی عقد نصیر الدین حیدر مین آئی اس شادی کے ہونے سے غازی الدین حیدر نے پچیس لاکھ روپے کے نقد و جنس سے سلیمان شکوہ کے ساتھ سلوک کیا تھا بعد چند روز کے معتمد الدولہ نے دوسری بیٹی کے واسطے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کا پیغام دیا مرزا سلیمان شکوہ بسبب طمع دولت کے

وتاجداری وسرو جویبار گلستان شوکت وشہریاری سلالۂ شاہ عالم پناہ فلک بارگاہ سکندرشان
خدیو زمین وزمان مہر سپہر گیتی ستانی مرکز دائرۂ جہانبانی شہریار عادل وشہنشاہ باذل خسرو
عدالت گستر جمشید سیما فریدون فر مروج شریعت حضرت سید المرسلین مؤید مذہب حق ائمہ معصومین
صلواۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین السلطان الاعظم الافخم الخاقان الاعدل الاکرم الملک المؤفق
المنصور علی الاعادی ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر بادشاہ غازی خلد اللہ
ملکہ واجرے فی بحار السلطنۃ فلکہ اعنی اعلی حضرت خورشید منزلت صاحب عالم وعالمیان شاہزادہ
جہان وجہانیان سلیمان جاہ مرزا نصیر الدین حیدر بہادر ادام اللہ اقبالہ وضاعف اجلالہ
بحبالۂ عقد دائم درآورد نفس نفیسۂ بلقیس سراپردۂ سلیمانی بانوے حجلۂ دودمان صاحبقرانی
بالغۂ رشیدہ جناب عفت قباب قمر رکاب خورشید احتجاب رقیہ سلطان بیگم بنت عالیجاہ
معلی بارگاہ ثمرۂ شجرۂ سلطنت وکامرانی دوحۂ حدیقۂ شوکت وجہانبانی غرۂ ناصیۂ
تخت وتاجداری قرۂ ناصرۂ کامگاری وبختیاری سلالۂ دودمان سلاطین تیموریہ نقاوۂ
خاندان خواقین شاہ جہانیہ عالی جناب فلک رکاب شاہزادہ عالی تبار مرزا سلیمان شکوہ
بہادر دام اقبالہ وزاد اجلالہ برصداق وکابین مبلغ پنج کرور روپیہ مسکوکۂ ضرب دار السلطنۃ لکھنؤ
صانہ اللہ عن طوارق الحدثان وحرسہ عن نوائب الدہر الخوان بوکالت جناب مجتہد العصر
والزمان مولوی سید محمد صاحب دام فیوضہ عن جناب الناکح المعظم وبوکالت جناب رفیع المناقب
مولوی میر سید علی صاحب زاد مجدہ عن جناب المنکوحۃ المعظمۃ ختم العقد صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً
علی وجہ الشہرۃ والاعلان لا علی طریق الخفیۃ والکتمان وکان ذلک للاربعا الثلث لیال
بقین من شہر شعبان المعظم سنۃ تسع وثلثین بعد المائتین والالف من الہجرۃ النبویۃ
علی صاحبہ آلاف الاثنیۃ والتحیۃ ـــ

پرداخت کے لیے حکم دیا اُسکی تعمیل نہ کی اور نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے مین کوئی دقیقہ نہ چھوڑا یہانتک کہ اُنکو نطفۂ ناتحقیق مشہور کردیا جبکہ گورنر جنرل کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کیجائے اُسوقت معتمد الدولہ نے اپنے خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھجوا دیا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے نطفے سے نہین ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچے کو پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے۔ اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم بادشاہ سے خود مل کر اسبات کی زبانی تحقیق کرو ابھی یہ تحریر رزیڈنٹ کے پاس پہونچنے پائی تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے چسپان کرا دیے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس گورنر جنرل کی تحریر آئی تو اُنھون نے بادشاہ کے پاس جاکر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی زبان سے نصیر الدین حیدر کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تیر تدبیر معتمد الدولہ کا نشانے پر نہ پہونچا تو دوسری فکر کی اور ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ بمپر حضور کی نظر توجہ ہے اور اُنکی شکایت پر میرے حق مین حضور التفات نہین فرماتے دس لونڈیان ترکنین اور حبشنین دشمنان حضور کے قتل کے لیے مامور کی ہین اور اُنکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے بعد گورنر جنرل سے اصلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھائین اور آپ مختار بنین معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بیگم صاحبہ سے ملنا بھی موقوف کیا اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے درمیان واقع تھا وہ بھی تیغہ کیا گیا اور ملاقات طرفین کی بند ہوئی اور بادشاہ بیگم پر یہانتک سختی کی گئی کہ اُنکی جاگیر کی آمدنی بھی بند کر لی گئی اور اس وجہ سے نوبت ناداری کی

راضی ہو گئے شادی قرار پا گئی یہ خبر غازی الدین حیدر کو پہونچی آگ ہو گئے اور دونون سے اسقدر آزردہ ہوئے کہ جسکی شرح حد سے باہر ہے یہانتک کہ مرزا سلیمان شکوہ کو اسی دن شہر سے نکالدیا اور مکان بھی انکا کھدوا ڈالا بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم اس شاہزادے کو ایسا لالچی نہ جانتے تھے کہ بھکو بیٹی دیکر میرے نوکر کو اپنی بیٹی دیگا - سلیمان شکوہ جو یہان سے نکالے گئے قریب دلی کے پہونچے اس زمانے مین اکبر شاہ ثانی کا دور تھا اُنھون نے جو یہ حال سُنا حکم دیا کہ ایسے شخص کا یہان آنا مناسب نہین چنانچہ سلیمان شکوہ وہان سے پھر کر کوڑیا گنج مین آئے اور طرح اقامت ڈالی - گارن صاحب (یا کرنیل کارنر) سوداگر جاگیردار کوڑیا کا سگنج نہایت دولتمند تھا اس کے دام طمع مین آکر شاہزادے موصوف نے شادی اُس لڑکی کی اُس سے کردی - بعض کتابون مین گارن حسن انکا سمدھی لکھا ہے -

اس عرصے مین غازی الدین حیدر قضا کر گئے نصیر الدین حیدر کو بھی اس عورت کے یہان آنے کی کمال تمنا تھی رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اجازت آنیکی دی گارن صاحب ۱۲۴۳ھ ہجری مین اس عورت کو لکھنؤ مین لائے تھے اور حسن باغ مین اُترے اور لاکھ روپے صرف کر کے محرم مین تعزیہ داری بڑی دھوم سے کی -

معتمد الدولہ کا بادشاہ کے بچپن سے اتنی جسارت کرنا کہ نصیر الدین حیدر کو نطفۂ ناتحقیق مشہور کر دینا آخر کار بادشاہ کا اُن کو اپنا بیٹا تسلیم کر لینا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرا دینا اور اس حالت مین بیگم پر نہایت سخت گیری کرنا

معتمد الدولہ نے بادشاہ بیگم کی آمدنی پر دست درازی شروع کی اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم کی

آسائش نہین حسن باغ مین کہ مقام خوش فضا لب دریا واقع ہے تشریف لے چلیں شاہزادے نے
کہا کہ اس شرط سے چلونگا کہ ملکۂ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کر لیا جائے دوسرے
بگّا طوائف کو میرے ساتھ کر دین چونکہ بگّا خادم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جسکی دل شکنی و آزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی اسلیئے اُنھون نے وہ چال چلی کہ جس سے شاہزادیکو
بگّا سے دست بردار ہونا پڑا - عرض کیا کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہین کہ
ایسے کام کر سکے اور بادشاہ یہ دونون رکیک امر قبول نکرینگے اگر ان مین سے ایک بات کی
نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اُس کا سرانجام بھی مشکل ہے مگر بہر صورت عرض کر کے اُسکی درستی
کیجائیگی چونکہ ملکۂ زمانی سے انکو کمال محبت تھی اور حرم محترم مین داخل کر لیا تھا اُسکی جانب کو
ترجیح دی اور رقاصہ سے دست بردار ہوے اور معتمد الدولہ کے فریب سے آگاہ ہو کر درد
بھرے ہوے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے مگر محل سے نکلکر شیر جنگ کے باغ مین
معتمد الدولہ کے فریب کی وجہ سے آنے سے بہت نادم اور تنگ تھے -

بادشاہ بیگم کو چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چند روز کی جُدائی سے نہایت
بیتاب ہو گئین ایک مالن شاہزادے کے لیے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے
پاس اس مالن کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہین کہ ان دنون کون سی بہتری کی بات
معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق مین دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیر باد کہا اور اُسکی جھوٹی
باتون مین آکر ناحق ستکی حاصل کی ایجان عزیز اگر تمھاری بہتری وہان کے رہنے مین ہے
تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن دل کو اس بات کا نہایت رنج ہے کہ دشمنونکے درمیان مین
جا بیٹھے ہو اللہ تمھاری حفاظت کرے مین تو ایک بوڑھی عورت ہون مجھکو کوئی ریاست کا
دعویٰ نہ تھا جو کچھ مین نے کیا وہ تمھاری بھلائی کے لیے کیا تھا جو کچھ مجھپر گذرا وہ تمھاری

پہونچی اب بیگم کو ایک روپیہ ہزار روپیون کے برابر تھا اسباب نقرئی اور طلائی پردے مین بیچ کر اوقات بسر ہوتی تھی ان زخمہاے دامن دار پر بھی معتمدالدولہ کی نمک پاشی کم نہوئی یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اسکو منگوا کر اپنے توشیخانہ مین داخل کیا جائے اُنکی سرد مہریون سے سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے محل مین چولھے مین آگ سُلگانے کی نوبت نہ آتی تھی بعض اوقات من دو من چنے یا جوار بھنوا کر محل مین تقسیم ہوتی تھی۔

شاہزادے کا چند روز تک بیگم سے علحدہ رہکر پھر اُن کے پاس چلا جانا

معتمدالدولہ نے نصیرالدین حیدر کو شیر جنگ کے باغ مین بُلایا وہ بنظر تقدم بالحفظ انجام کو سوچ کر ایکدن اس باغ مین گئے اور خاصہ طلب کر کے نوش کیا۔ معتمدالدولہ نے جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہین رکھا اور ولاسے کے ساتھ پیش آئے اور اپنا قصور معاف کرایا اور اُنکی دلجوئی حسب مراتب ہر وقت ملحوظ خاطر تھی مگر دل مین عداوت بھری رہی بلکہ ایک عجب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادے کے خوش کرنے کو جنکی طبیعت عیاشی اور لہو و لعب کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتین اُنکی خدمت مین بھیجدین اور اُن کو حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کرلین تقاضاے سن کی وجہ سے کہ عمر اُنکی ۲۲ سال کی تھی مسماۃ بگّا سے مالوف ہوگئے جب معتمدالدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے یہ خیال کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جائے کیونکہ مان بیٹون مین مفارقت منظور تھی اس لیے عرض کیا کہ یہ مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہین اور حضور کو بھی یہان خاطر خواہ

آئے تو ولی عہد اس دربار سے محروم تھے ایکبار بادشاہ نے ولی عہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لیے عید گاہ کو جائین گر وہ نہ گئے[1]

لارڈ امہرسٹ کا ورود

صاحبزادۂ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رام پور سیر کریمی مین واقعات ۱۲۳۹ہجری مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بنارس کے بڑے صاحب نے بیان کیا کہ شاہ اودھ نے لارڈ امہرسٹ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے وقت ایک تلوار بہت نادر کہ جسکا قبضہ اور ساز بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا اور نہایت قیمتی جواہرات کی مالا جو عجیب چیز تھی سوائے دوسرے تحائف کے گورنر جنرل کو دی اور ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر استقبال کے لیے نہ گئے اور نہ اُسوقت گئے جب کہ گورنر جنرل شاہ اودھ کے محلات مین ملنے کو آئے (بنارس کے بڑے صاحب کو اندرونی معاملات کی کیا خبر تھی شاہزادے صاحب بادشاہ کے حکم سے شرکت رسم استقبال و دربار سے محروم رہے تھے) مگر جب گورنر جنرل نے رزیڈنسی مین بادشاہ کی دعوت کی تو باپ کے ساتھ ولی عہد بھی گئے اور معتمد الدولہ کی طرف سے پشت کر کے بیٹھے معتمد الدولہ کا ارادہ تھا کہ اگر شاہزادے نظر التفات فرمادین تو سلام کرین مگر اُنھون نے کچھ التفات نکیا لکھنؤ مین گورنر جنرل کی رونق افروزی کے وقت وہان کے آدمیون نے ۱۲سو استغاثے کی عرضیان گورنر جنرل کو دین لیکن اُنھون نے بادشاہ کے پاس خاطر سے کسی کو کچھ جواب نہ دیا - دوسری جگہ پہونچکر ہر ایک عرضی پر جدا جدا حکم لکھوایا -

---

[1] دیکھو منتخب خانی اور وقائع دلپذیر ۱۲

ہوا خواہی و دوستی کی وجہ سے گذرا - جائے شکایت نہین ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا
شاہزادے کو جب یہ پیام پہونچا تو آبدیدہ ہوے اور کہلا بھیجا -
مصرعہ من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم - بر سین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے
پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام و خانہ زاد ہون اگر میری خطا معاف کیجائے تو خدمت کو
سعادت دارین جانکر ایسی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہے گی اور حضور کو کیفیت
خادمیت و مخدومیت کی ثابت ہو جائیگی اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات
سے میری طاقت طاق ہوگئی تھی اور اُسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آگئے تھے ناچار
یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبک تھا لیکن اس بد باطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے
معلوم ہونا ناممکن تھا محض اس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے جب سے
مین آپ سے جُدا ہو کر یہان آیا ہون سوائے نفاق کے کچھ اور اُنکی طرف سے ظہور مین نہین
آیا - الحمد للہ کہ اب مین نے حجت تمام کردی اور دروغ گو کو مکان تک پہونچادیا - اور
حاشا کہ آپکی طرف سے ارادت مین کوئی قصور و فتور نہین ہوا ہے - بلکہ پانچون وقت کی
نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکھے - مالن جب یہ
جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس گئی تو اُسکے دوسرے دن اُنھون نے شاہزادے کے پاس
یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہیئے
ورنہ ایکدم کی مفارقت ایکسال کے برابر ہے جلد یہان آجانا چاہیئے اب جدائی کی تاب
نہین ہے - شاہزادے یہ پیام پہونچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اسوقت
سے غازی الدین حیدر کے مرتے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے
کے لیے کہین آنے جانیکی ممانعت کا حکم نافذ ہوا یہانتک کہ جب لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل

دشمن گھات مین ہے وہ بہت فضیحت کریگا اسلیے اُنھون نے یہ فکر کی کہ حمل کا پردہ ہی نہ اُٹھے اسلیے کسی بچے کی تلاش مین مصروف ہوئین جس زمانے مین کہ سکھ چین کو خون آنے لگا ایک دھوبن کے بچہ پیدا ہوا تھا اُسکو منگا لیا اور سکھ چین کے دردزہ کے شروع ہونے کی خبر اُڑا کر بچے کو خون سے آلودہ کر کے نہایت احتیاط سے سکھ چین کے پاس لٹا کر صدائے مبارکباد اور تہنیت کے وہ تمام مراسم جو ولادت پسر کے موقع پر مرسوم ہین ادا کرائے[1] یہ واقعہ ۵ ذیحجہ ۱۲۳۵ سنہ ہجری مطابق ۱۴۔ ستمبر ۱۸۲۰ء پہر دن رہے کے وقت کا ہے پرستاران محل نے اُس بچے کو غسل دیکر چار گھڑی دن رہے بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اُسکا نام محمد مہدی اور لقب رفیع الدین حیدر اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا۔ معتمد الدولہ کو پہلے سے اُن دائیون نے جو بادشاہ بیگم سے حمل ہونے کا حال بیان کرتی تھین مرض ریاحی کی کیفیت بتا دی تھی معتمد الدولہ نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سُنکر اُن دائیونکو بلوا کر اصرار کے ساتھ اقرار کرا لیا تھا کہ یہ بچہ خواص مذکور کے بطن سے نہین ہے اور تمام ماجرا بادشاہ سے عرض کر دیا تھا بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کو اُس لڑکے کی پیدایش کی نذر کے لیے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی خان عرض بیگیون اور عبد الکریم داروغۂ دیوانخانہ نے عرض کیا کہ آپ کی باریابی کے لیے حضور کا حکم نہین ناچار ولی عہد بے نیل مقصود واپس ہوے اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرض بیگی سے حال معلوم کر کے اُن سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرون مین سے صاحب عالم آئے تھے موقوف کر دیا۔ جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھون نے جب یہ ماجرا سُنا تو خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اس وجہ سے وقوع مین آئی ہوگی کہ اُنمین اور ولی عہد مین ملال ہے۔ چنانچہ اُنھون نے بادشاہ سے ملاقات کر کے کہا

---

[1] دیکھو محتشم خانی ۱۲

اور رکیٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے غازی الدین حیدر کے بھائی حسین علی خان کی عرضی جو اُنکے نام کے خط کے ساتھ آئی تھی بادشاہ کی خدمت مین بھیجی تو بادشاہ نے واپس کرکے جوابدیا کہ مین بھائی حسین علی خان کی عرضی نہ لونگا (انتہی)

مناجان کی پیدایش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیر الدین حیدر کے نطفے سے ہے معتمد الدولہ کا بیگم کی دھول اُڑانے مین کسر باقی نہ رکھنا اور انجام کار مناجان کا ولی عہد کے نطفے سے ثابت نہ ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص کا نام سُکھ چین تھا صاحبزادگی کے زمانے سے نصیر الدین حیدر کی صحبت مین رہتی تھی بہت خوبصورت تھی کوئی سو بار سے زیادہ صاحب عالم کی ہم بستری سے مشرف ہوئی تھی ایکبار حیض کے ایام ٹل گئے اور معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے سات مہینے اس حمل کو گذرے موافق دستور ہندوستان کے نہایت خوشی کی گئی اور حمل کی یہ خبر دور دور پھیل گئی معتمد الدولہ کو بیگم اور نصیر الدین حیدر سے قلبی عداوت تھی اُنھون نے اس حمل کی تحقیقات شروع کی حقیقت مین یہ حمل نہ تھا ریاحی مرض تھا ریاح دفع ہوکر پیٹ پتلا پڑگیا حالانکہ مرض کے دریان مین خون حیض بند تھا پیٹ مین بچے کی سی حرکت معلوم ہوتی تھی چھاتیون سے دودھ نکلتا تھا ریاح کے نکلتے ہی یہ سب باتین مٹ گئین بادشاہ بیگم کو اطلاع ہونے پر بہت رنج وندامت ہوئی کہ تمام مین یہ خبر پھیلی اور بادشاہ تک پہونچی اور انجام یہ ہوا اُن بیگمات کے سامنے بھی خجل ہونا پڑیگا جو حمل کے دنون مین خوشی کی رسمون مین آئی تھین بیگم نے خیال کیا کہ معتمد الدولہ

بادشاہ نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے
بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو
معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر کے یہان بچہ پیدا ہونیکو ہے لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا
ہونے کی معلوم نہوئی تھی اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے
چار عورتین از قوم سادات ولی عہد کی صحبت مین رکھی ہین اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے ان مین
سے ایک عورت کے بطن سے ہے۔ رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر جنرل کو لکھا کہ ولیعہد
بہادر تو ولدیت کے مقر ہین مگر بادشاہ انکار کرتے ہین اور بادشاہ کے قول کی تحقیق
مشکل ہے کہ فرماتے ہین کہ نصیر الدین حیدر طفل مذکور کے باپ نہین ہین اور سب سے زیادہ
مشکل جانبین کے دوستون اور دشمنونکی غرض کا ادراک ہے ۴ اکتوبر ۱۸۲۰ء کو گورنر جنرل کا
جواب طامس مٹکلف صاحب سکرٹری دفتر سفارت کے ذریعہ سے یون پہونچا کہ آپکی تحریر
مرقومہ ۱۹ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولی عہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے
جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے اس امر کی تحقیق ضرور ہے تاکہ آیندہ کوئی دقت امور سلطنت مین
پیش نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلیئے مناسب ہے کہ آپ اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت
تحقیقات کرین کہ فی الحقیقۃ ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین
کہ جناب بادشاہ اودھ ایسے امر نازک مین اپنے اشتباہ کا رفع کرنا اور اسکی تحقیقات ضروری
جانینگے رزیڈنٹ نے اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اس لڑکے کو دھوبی کا
بچہ بتاتے ہین اور عوام مین بھی یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے یہ مناسب
جانا کہ اسکے شوہر کے اظہار لیے جائین مگر اسوجہ سے کہ مبادا خبر پاتے ہی آدمی دھوبی سے
ملکر جلسازی کرین اپنے میر منشی کو حکم دیا کہ تم اپنے یہان اس دھوبی کو نوکر رکھ لو بعد اسکے اسکے

کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون ندی تاکہ تہنیت کے مراسم بجالاتا بادشاہ
اسبات سے دل مین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا
مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مین نے کونسی بات کی آپکو خبر
ندی صاحب نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ ولی عہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے یہ خبر مجھکو
صبح کے وقت پہونچی تھی اور ادای تہنیت کا منتظر تھا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت
کرکے فرمایا کہ اسباب مین گفتگو نامناسب ہے اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوئے اور کہنے
لگے کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدائش کی خبر پہونچی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر
نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس ہوئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کردیے گئے
کیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ بادشاہ نے جواب دیا کہ شام کو ولی عہد بہادر مع خاصبرداروںکے
زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے اور لڑکا دن مین پیدا ہوا تھا اگر فی الحقیقت ہمارا اصلی پوتا ہوتا
اور وارث حقیقی ہوتا تو ہم پہلے اس سے سازوسامان جشن اور ادای لوازم تہنیت کے لیے
برضا و رغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین ہر طرح جعل و فریب ہوا ہے اور حقیقت مین
یہ بچہ دھوبن کا ہے کہ ۲۵ روز سے اُسکو محل مین لے گئے ہین۔ رزیڈنٹ نے فہم و فراست
کی راہ سے کہا کہ مبادا یہ بات معاندین و مخالفین نے مشہور کردی ہو بادشاہ نے فرمایا کہ ہم
اسکو خوب تحقیق کر لیا ہے پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولی عہد بہادر ایسا
فریب کھاتے اور حقیقت اُن سے مخفی رہتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُس بیچارے کو کیا سمجھ
ہے یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بے عقلی
کے کیا سمجھ سکتا ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولی عہد بہادر
عورتونکے ساتھ صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اُن مین سے حاملہ بھی ہوگئی ہین

اُسیوقت میرے گھر سے چلی گئی تھی چونکہ مجھکو بعض آدمیونکی زبانی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ پرورش علی
کی شرکت سے مینا کٹنی نے اُسکو فروخت کر دیا اسلیئے مین کٹنی کے گھر پر گیا اُس کے بیٹے نے کہا کہ وہ
دو دن سے مکان پر نہین آئی ہے آخر تیسرے دن مین نے اُسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا
اور تمام حال ظاہر کر کے گرفتار کرا دیا چار دن کے بعد اُس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اُسکی
ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑ دیا بعد اسکے میری ساس نے نالش کی تو پھر معتمد الدولہ نے اُس کٹنی کو
پکڑوا کر کوتوال کے پاس بھیجدیا وہان قید ہو گئی اور معتمد الدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے
لیے حکم تاکیدی صادر کیا کوتوال نے نہایت تخویف و تہدید کی مگر کچھ مفید نہوا آخر کار مجھکو کہا
کہ وہ رنگ محل مین ہے اور وہان کوتوالی کا حکم نہین چلتا مین نا امید اور مایوس ہو گیا اور کٹنی بھی
چوتھی محرم کو رہا ہو گئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیونکی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل مین
ڈیڑھ سو روپے کو فروخت کر دیگئی ہے رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور
دھوبی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجدیا بعدہ عہدہ قائم مقامی فیلکس السنٹ ریٹپر صاحب
مین ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمھارے مامون یعنی نصیر الدین حیدر ہمارے
دیکھنے کو کہ پانوٗن مین چوٹ لگ گئی ہے کیون نہین آتے محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے
منتظر ہین ارشاد ہوا کہ ابھی جا کر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئین - محسن الدولہ نے
جا کر بادشاہ بیگم سے کہا اُنھون نے ولی عہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور مین بھیجا ولی عہد نے
بادشاہ کے قدمون پر سر رکھدیا بادشاہ نے اُن کا سر اُٹھا کر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے
جوش مین آ کر خوب روئے اور بچے کو گود مین لیا اور لمحہ کے بعد ولی عہد کو مع اُس بچے کے خلعت
دیکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰ - اپریل ۱۸۲۱ء کو
لکھی بھی اس بچے کے نسب کے باب مین دوسرے لوگون کے معتمد الدولہ نے اظہار لوائے تو

اظہار لواے اور بادشاہ سے ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب
طفل مذکور کہ مبادا انجام کو حالۂ ریاست مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کرکے زبانی
کہا کہ ایسے امر نازک مین عتاب اور خفگی دل سے دور کرکے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ
اب اور آیندہ اشتباہ باقی نرہے اور سب سے یہ بہتر ہے کہ جناب والا خود محل مین تشریف لیجاکر
اس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نکیا اور فرمانے لگے کہ اگر
فی الحقیقۃ میرا پوتا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا لیکن وہ اصل مین میرا پوتا نہین ہے اور
بادشاہ بیگم نے اُسکی ولادت کے وقت حسب دستور مستمرہ کیلیے ہمارے خاندان کی بیگیات کو جمع نکیا
مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجائے اسلیے
بادشاہ نے دائی کو تلاش کرایا اور اسباب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین اخبار نویس نے
رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ جمادی الآخری ۱۲۳۱ھ ہجری مطابق ۱۳ مئی ۱۸۱۷ء کو جناب
بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی پیش کی ہوئین معرفت میمنت خواجہ سرا
کے بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین اُن مین سے دو مرگئین ایک زندہ ہے اور وہی اُس بچہ کی مان ہے
اور اُسکا خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے ولی عہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین
کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اُسکی مان کو ملاحظہ کرلین دھوبی کا نام پیرا تھا اُسنے
اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ میری زوجہ منا نام جسکی عمر سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا حمل تھا
۷ ذیقعدہ ۱۲۳۵ھ ہجری مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۰ء کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش علی
کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی - دوپہر کے وقت مسماۃ مینا کٹنی میرے گھر آئی
اور میری زوجہ کا حال پوچھا میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے
منا چلی گئی مین نے شام تک اُسکا انتظار کیا بعد اسکے پرورش علی کے گھر پر گیا اُس نے کہا کہ وہ

آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا تو رسم شلک عمل مین آتی ولی عہد
حاضری کی اجازت نپاکر بے نیل مقصود لوٹ گئے - چونکہ بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے
حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور پھوپھی کو ولادت کے وقت شریک نہ کیا تھا - اور
نعیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تھا کہ اس طفل کے ولی عہد کے نطفے سے ہونے پر اعتماد نہین
اور دائی نے بھی ظاہر کیا تھا کہ تمام کام مین جعل ہے اور خداوند سلطان وقت کے
سامنے غلط بات نکہونگی میرے سامنے بچہ پیدا نہین ہوا بلکہ جنا ہوا بچہ میرے سامنے
لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے مین نے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپے
دیے اور مسماۃ سکھ چین مین ذرا بھی جننے کے آثار نہین پائے جاتے اس لیے بادشاہ
نے یہ تمام کیفیت تحقیقات کی جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کردی
تھی چند مدت کے بعد ولی عہد اور محسن الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ مین لیکر بادشاہ
کے پاس آئے حضور نے خشم و غضب کی وجہ سے اُسکی صورت نہ دیکھی - اور میری (معتمد الدولہ
کی) وساطت سے رزیڈنٹ کو خبر دی - رزیڈنٹ نے کہا کہ مین نے سُنا ہے کہ بادشاہ نے
اُس لڑکے کو گود مین لیا تھا بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سُنا تو نہایت مکدر ہوئے
اور اُنکو کہلا بھیجا کہ کسی نے آپکو یہ خبر فریب کی راہ سے دی ہے اگر وہ ہمارے بیٹے کا
بیٹا ہوتا تو ہم اُسکو گود مین لیتے اور فلکس السنٹ ریپٹر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ اور
رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بھی بادشاہ نے روبرو فرمایا تھا کہ
ابھی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہین ہوا - لازم ہے کہ اس خاندان کی ریاست
اس خاندان کے وارثونکو دیجائے نہ غیر کے ہاتھون مین - جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے
یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکھ چین ولی عہد سے حاملہ ہے تو شکر بادشاہ نے ایک

پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا عنایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت
ہوا کہ سماۃ منا دھوبن حاملہ بادشاہ بیگم کے محل مین گئی تھی اور اُس کے جانے سے پندرہ سولہ
دن کے بعد محل مین بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے مین آئی اور مہتاب دائی نے اپنے اظہارون مین بیان کیا
کہ سکھ چین خواص کا پیٹ مین نے بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور نواقی خانم
مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ منا جان سکھ چین کے شکم سے نہین سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہین
رہا معتمد الدولہ نے رزیڈنٹی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا
کہ سکھ چین نصیر الدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس لیے
کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور نیز نواب گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ کسی خاندان
عالیشان مین بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب پیدا ہوتا آخرالامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار
کیا جبکہ بچہ پیدا نہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو بلاکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت مین ہونا
مقام تعجب ہے بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ بچہ پیٹ مین تو موجود ہے لیکن جنات وشیاطین کے
آسیب سے پیدا نہین ہوسکتا اس بات سے بادشاہ کو زیادہ شبہہ ہوا اور فرمایا کہ بچے کی پیدایش
ہماری ہمشیرہ اور پھوپھی اور دوسری بیگمات خاندان کے سامنے ہو الغرض اس وتیرے پر
۲۵ - ماہ گذرے اور بادشاہ کا تعجب روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور انھین دنون خبار کے
ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل مین زن حاملہ کی بڑی تلاش ہے متعاقب اُسی کے اخبار سے دریافت ہوا
کہ ایک حاملہ دھوبن ملازم منشی محمد باقر غائب ہے اس حال کے دریافت ہونے سے بادشاہ نے
مکرر حکم دیا کہ جب سکھ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو اُسوقت بلالیا جائے اُن کے سامنے
ولادت واقع ہو بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہونچی کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولی عہد قریب کی
راہ سے نذر گذراننے اور تسلیمات سلامی کی اجازت حاصل کرنے کے لیے آتے ہین بادشاہ نے

وہ وصیت کر جائے دیا جائے اور دو تہائی باقی اور جسقدر بعد خرچ حسب وصیت نامہ
تہائی اول سے باقی رہے یا اگر وہ کچھ وصیت نہ کر جائے تو وہ ایک تہائی بھی اس مین
شامل ہو کر سب روپے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جائے اور دوسرا
حصہ کربلا مین امام باڑہ اور مجاورون کے لیے یا اُن شخصونکے لیے جو بادشاہ کی جانب سے
مہتمم ہون دیا جائے تاکہ بادشاہ کو اُسکا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سلطان مریم بیگم کے
وثیقہ مین بھی مبارک محل کی اصل و حقیقت اسطرح سے ہے کہ یہ عورت کرنیل عیش کے نطفے
سے مساۃ چمپا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی کرنیل عیش کا بنگلہ کانپور مین اسی کے نام سے مشہور تھا
جب یہ کرنیل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکونکے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی
مذہب عیسائی تھا جب غازی الدین حیدر نے تعلیم و تلقین فرمایا تو صدق دل سے
ایمان لائی۔ یہ عورت فی الحقیقۃ بہت حسین تھی اور ذی ہمت اور سیر چشم بھی تھی کئی ہزار آدمی
اسکی بدولت پرورش پاتے تھے۔ اسکی سرکار مین سیاہ و سفید کا اختیار حکیم بندہ رضا خان کو
تھا اس بیگم نے واجد علی شاہ کے عہد مین انتقال کیا۔ موت سے کچھ دنون قبل سے علیل تھی
ایکدن باغ سے آمونکی ڈالی آئی تھی اُسمین سے کئی آم رات کو کھائے مزاج کچھ برہم ہوا حکیم صاحب
نے موافق معمول دوا بھی اُسے کھایا پھر استفراغ کیا آخر کار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۵ھ ہجری
مطابق ۳۰ جون ۱۸۴۹ء کو شنبہ کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین حیدر
اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئی۔ پشمینہ اور جواہرات مبارک محل کے پاس مشہور تھا کارندونکی
خیانت سے کچھ اُسکا پتا نہ لگا۔

مبارک محل سے نکاح کر لینے کے بعد بادشاہ نے ڈاکٹر شارٹ کانسل بغداد کی بیٹی کے
ساتھ نکاح کیا اور اُسکو نواب سلطان مریم بیگم خطاب دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور امنی الاصل تھی

یونانی حکیم اور ایک انگریز ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نووارد تھا اس امر کی تحقیق کے لیے بیگم صاحبہ کے محل مین بھیجا تھا مگر اُنھون نے تحقیق نکرنے دیا اور یہ خبر چار سال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا۔

محتشم خانی کا مؤلف کہتا ہے کہ مجھکو سفیر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آئے ہین ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین ایک دھوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنٹی مین داخل کی گئی ہے وہ دھوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نور بخش مین قید تھی۔

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر کا دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اُن کو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی مفارقت سے خار الم کھٹکتا تھا معتمد الدولہ نے اُسکے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو ایک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اُسکو مرزا حاجی کانپور سے اپنے ساتھ لائے تھے بادشاہ کے ساتھ منعقد کی بادشاہ نے رنگ محل خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا۔ دس ہزار روپے ماہوار کی جاگیر اُسکے لیے مقرر کی۔ بادشاہ نے یکم محرم ۱۲۴۱ھ ہجری کو جو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کروڑ روپیہ قرض دیا تو اُسکے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام پر مقرر کر دیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے اور اُسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کیواسطے

ط دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلیے میری تجہیز و تکفین موافق مذہب عیسائی کے ہو
اور ایک ثلث میری تنخواہ مین میری وصیت جاری ہو بعد اس کے حسن علی خان کپتان کے
متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اُس مین رہی آخر کار ۷ - اپریل ۱۸۴۹ء کو شب کے
وقت مرگئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل کے ٹیلے کے متصل رومن کیتھولک کے
گورستان مین مدفون ہوئی حسب الحکم شاہی مجدالدولہ نے تعلیقہ کرکے پہرے بٹھادیے جب
کلکتے سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ اُسکا جوزف شارٹ کو ملا ہرچند پرچۂ
پیام پھر اسباب مین گیا کہ اس صورت مین ساری تنخواہ وثیقہ کربلا سے ملے جائے لیکن کچھ نہوا
غازی الدین حیدر کے بعد سے ایک حکیم صاحب ان بیگم کے یہان بھی بڑا اختیار رکھتے تھے

تعمیرات

مبارک منزل - یہ کوٹھی بادشاہ نے کنارۂ دریا پر تعمیر کرائی تھی -
قدم رسول - یہ ایک مذہبی مقام اہل اسلام کا ایک بلند مقام پر بادشاہ نے تعمیر
کرایا تھا اور اسمین ایک سنگ پارہ رکھا تھا جو عرب سے ایک حاجی لایا تھا اُسپر آنحضرت
کے قدم کا نقش تھا غدر مین سنگ پارۂ مذکور گم ہوگیا -
نجف اشرف - جو بنام شاہ نجف مشہور ہے اسکو غازی الدین حیدر نے اپنا مقبرہ
بنوایا تھا اور اُسی مین دفن بھی ہوے ہین اس مقام کو یہ نام اسواسطے دیا گیا تھا کہ ایک مقام
کو ہ نجف ہے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر ہے اُسکی نقل یہ مقبرہ بنوایا تھا بادشاہ نے
کچھ روپیہ واسطے مصارف اس مقبرے کے سرکار کمپنی مین جمع کردیا تھا جسکے سود سے خرچ
اس تعمیر کی مرمت کا اور تنخواہ عملۂ مقبرہ کی ادا ہوتی ہے ؎

اس کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی
ماں اسکو ساتھ لیکر کانپور سے لکھنؤ مین آئی اور ایک مکان کرایے پر لیکر اُس مین رہی سال بھر
تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی جب قسمت نے یاوری
کی بادشاہ نے ایکروز آدھی رات کے بعد میر کلو خواص کو مع میانہ سواری بھیجکر بلایا اُس کی ماں
میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور جایا چاہتے تھے منتظر خرچ کے تھے غرض بن سنور کر
داخل کمرۂ محلسرایے فرح بخش ہوئی حکم ہوا کہ میز پر سے ایک قطعی تین لاکھ روپے کے زیور جواہر کی
اُٹھالے اور اُسے پہن کر ہمارے پاس آئے - جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہو چکی تو پانچہزار
روپے دیکر رخصت کیا بعد کئی دن کے پھر رات کو طلب فرمایا دوسری قطعی زیور جواہر کی اور
دو ہزار روپے اور ہزار اشرفیاں اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے بعد
کئی دن کے بُلاکر حضرت عباسؑ کی حاضری اپنے ہاتھ سے کھلاکر مذہب اسلام تلقین کیا
اور فرمایا کہ ہم نے تمکو بیگم کیا اُس نے نذر دی پھر ایکدن جڑاؤ جوڑی ہاتھونکے کڑونکی جسکی قیمت
ایک لاکھ روپیہ تھی اور اُس مین الماس کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک
نتھ قیمتی ایک لاکھ روپے کی عنایت فرمائی - اور پانچہزار روپے ماہواری مقرر ہوا - رہنے کے
لیے محلسرایے کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام ڈیوڑھی اور لوازمۂ اسباب ضروری کے
لیے ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا سکھپال سواری کو ملا اس نے بھی واجد علی شاہ کے
عہد مین انتقال کیا دو برس سے کھانسی اور تپ دق مین مبتلا تھی اُسے مرض الموت جان کر
اور بخوف حاکم وقت ایک وصیت نامہ لکھکر رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مین
اصلی مذہب عیسائی پر تھی اور ہون میری ماں نے محض بطمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا مین بھی
اپنی نافہمی سے مجبور تھی ہرچند بادشاہ نے مجھے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن مین مین

سید عیسیٰ کی زبان پر یہ حرف تھا کہ اگر ان بیچارون کی جان کی خیر منظور ہے تو معتمد الدولہ
بیباجان کو محل سے نکالدین نہین تو انکا کام تمام ہے ایک حشر تازہ برپا ہوا اُن بچونکی جان
تلف ہونے کے خوف سے کوئی اُن سفاک ظالمون کے پاس نہ جا سکتا تھا دور سے تلوار و
بندوق دکھاتے تھے اور دونون جابر یہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونون
بچونکو ذبح کر ڈالین گے یہانتک نوبت پہونچی کہ رزیڈنٹ کو خبر ہوئی اور وہ آئے اور مجبور ہوکر
بیباجان کو محل سے نکال کر سید عیسیٰ کے روبرو کھڑا کر دیا - اور اُسکی تنخواہ کے چالیس یا پچاس روپے
جسکا وہ طلبگار تھا حاضر کیے - سید عیسیٰ نے اُس طوائف کی طرف گرم نگاہ سے دیکھکر اُسکے
سر پر تُف کیا اور دو ہزار روپے اُسکو دیکر کہا کہ ایسے ہی نامردونکی ہمت پر ناز کرتی تھی
اور اُن لڑکونکا ہاتھ صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی
یہ ہے کہ مجھکو بے مزاحمت کانپور پہونچا دو - رزیڈنٹ نے کھڑے کھڑے اُسکو ہاتھی پر سوار
کر کے گنگا پار پہونچا دیا - لیکن صاحب جج بریلی نے اُس مجرم کو پکڑ کر قید کیا - اتفاقاً گورنر جنرل
جیلخانے مین قیدیونکے ملاحظے کے لیے گیے - سید عیسیٰ نے سلام کر کے عرض کیا کہ آپ قوم
نصاریٰ سے ہین اور نام میرا عیسیٰ ہے بیوجہ گرفتار عذاب ہون چونکہ یہ لطیفہ غیرت انگیز تھا
گورنر جنرل نے اُسی وقت اُسکو رہا کر دیا -

معتمد الدولہ کے اخلاق

ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ اگرچہ معتمد الدولہ لیاقت اور مروت اور اور صفتون مین
بے نظیر تھے لیکن ہر کسی کو اپنی اپنی زندگی بھاری پڑی تھی غریبون پر جو اُنکے رفیق ظلم
کرتے تھے تو اُنکی فریاد نہین سنتے تھے اور شہر کی بربادی بڑی بڑی عمارتون کے بنانے اور مکانونکے

باحسن عقیدت نجف اشرف را | فرمود بنا بہند نواب وزیر
تاریخ مبارکش چو جستم از عقل | ہاتف گفتا عجب نجف شد تعمیر

معتمد الدولہ کے فرزندون کے ساتھ سید عیسیٰ کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلہ والی بریلی کے پیر تھے اور سید احمد عرف شاہ جی میان کے بیٹے تھے اور سید علی بابا کی اولاد مین تھے جو سادات ترمذ سے امام زین العابدین کی نسل سے ہین سید معصوم کی اولاد اب تک بریلی مین نو محلے والے سیدون کے نام سے مشہور ہے۔

سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامے دکن سے پھرتا ہوا لکھنؤ مین آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا۔ بیبا جان طوائف خوش گلوئی اور نغمہ سرائی کی وجہ سے سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی۔ معتمد الدولہ کی اجازت سے میان عیسیٰ بیبا جان کو اپنے گھر مین بٹھا کر نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے بیبا کی مان کا نام محبوبن تھا اُسکی مرضی نہ تھی اُسنے روکنا چاہا میر اسد نے جو معتمد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ معتمد الدولہ کو کہکر ممانعت کرا دونگا میر اسد کی وجہ سے دونون کسبیان معتمد الدولہ کے محل مین آتی جاتی تھین وہان جاکر بیٹھ گئین اور کئی روز باہر نہ نکلین۔ سید عیسیٰ اسیر فریفتہ تھا آمادۂ فساد ہوا۔ عید کے دن نذر پیش کرنے کے لیے دربار خاص مین پہونچا معتمد الدولہ داخل محل ہو چکے تھے۔ سید عیسیٰ مکتب خانے مین گیا وہان معتمد الدولہ کے دو لڑکے پڑھ رہے تھے اُنکو نذر دکھا کر سید عیسیٰ نے ایک کو اپنی آغوش مین لیا اور دوسرے کو اُسکے رفیق نے پکڑا اور خنجر بران دونون نے کمر ون سے نکال کر اُنکے سینون پر رکھدیے اُن بچون کا رنگ زرد ہو گیا حاضرین مکتب خانہ پریشان ہوئے

انگریزی چھوڑا جائے مگر چونکہ گورنمنٹ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھنچنے جنگ برہما کے تھی اور
بادشاہ کا خزانہ پُر تھا اسواسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ بادشاہ سے قرض لیا جائے
اور اُس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ھ ہجری مطابق ۱۷- اگست ۱۸۲۵ء
کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بادلے بعض وثیقون کے دیا جائے گا اور گورنمنٹ نے
یہ بھی وعدہ کیا کہ پایندگان وثائق کی حفظ حرمت اور بہبودھو گی اور کمپنی اُنکے مقبوضات
مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ بادشاہ اور اُنکے دشمنون سے رہے گی گو یہ مکان
و باغ وغیرہ اُنکو بادشاہ اودھ نے عطا کیے ہون یا اُنھون نے خود تعمیر یا خرید کیے ہون
اور جہان اور جس شہر مین وہ ہون گے اُنکو وہان یہ وثیقے دیے جائینگے اور بادشاہ اودھ کو
اختیار حاصل نہو گا کہ زر اصل دوبارہ دلین یا اُسکے سود مین کچھ مداخلت کرین جب یہ عہدنامہ
منعقد ہوا تو اُس زمانے مین ایم ریکٹ صاحب رزیڈنٹ تھے اس رقم کے سالانہ سود مین سے
امام باڑہ جدید موسوم بہ امام باڑہ نجف اشرف کے لیے بھی روپیہ مقرر کیا گیا اور معتمد الدولہ
آغا میر کے لیے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپے ماہوار کا قرار پایا جس مین سے بیس ہزار روپیہ
ماہوار تو خاص معتمد الدولہ کے نام پر تھا اور دو ہزار اُنکی بیگم کی تنخواہ ہوئی اور ایک ہزار اُن کی
بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپے اُنکے بیٹے امین الدولہ کی تنخواہ قرار پائی
اور نخشگی کے لیے عہدنامے مین یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ ہمیشہ معتمد الدولہ اور اُنکے ورثہ کو
دیا جائے گا - نواب کی وفات کے بعد اُنکے وصیت نامے کے بموجب اُنکے بیٹون اور
بیٹیون اور بی بیون اور متوسلون کو دیا جائے گا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت
نکرین تو یہ روپیہ اُنکے وارثان شرعی کو بموجب حصص شرعی مذہب اثنا عشری کے دیا جائیگا
اور جو روپیہ اُنکی تنخواہ مین سے اُنکی بیوی اور ایک فرزند اور دختر کے لیے اب مقرر رہے

زبردستی چھین لینے سے ہوئی۔ تفضل حسین خان علامہ کے بعد کلکتے کی وکالت کا عہدہ موقوف ہو گیا تھا لیکن معتمد الدولہ نے آغاز اور انجام کو سوچ کر پہلے دیوان ولی بیگ کو اسباب کے خریدنے کے بہانے کلکتے کو روانہ کیا اُنھون نے دفتر والون سے بہت میل ملاپ کر لیا اور گورنر جنرل کے دربار عام مین جا کر کہا کہ بادشاہ کی طرف سے اسباب کے خریدنے کے واسطے کلکتے مین آیا ہون آخر مرزا اپنی نالیاقتی کے سبب لوٹ آیا ایک مدت کے بعد گورنر جنرل نے دونون سرکارون کی بہتری کے واسطے وکیل کا رہنا منظور کیا محمد خلیل الرحمٰن خان دونون سرکار کا مقبول تھا بطور وکالت مقرر ہوا معتمد الدولہ کے عہد مین مُلک مین زرریزی بہت ہوئی چنانچہ اُس گرانی غلہ کے وقت مین بھی سرکاری آمدنی مین کچھ نقصان نہوا۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا۔ غازی الدین حیدر کا مرض الموت مین ایک کروڑ روپے سرکار کمپنی مین جمع کر کے معتمد الدولہ وغیرہ کے لیے وثیقے مقرر کرنا

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس مین سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک دفعہ ظاہر مین صفائی ہو گئی مگر اُنکا غبار نہ گیا آغا میر کو ولی عہد سے خوف پیدا ہوا تو اُنھون نے سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء مین ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اسکو اپنی جان و مال کا محافظ مقرر کیا اول بادشاہ نے درخواست کی کہ اس روپے کے عوض مین کچھ مُلک سابق اُن کا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۱۹ء مین گورنمنٹ نے اُنکو بادشاہ بنایا تھا اس امر مین نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد عذر انگیز تھا کہ علاقہ یا جزو علاقہ

اُسی کروڑ روپے کے زر سود مین وثیقہ قرار دیکر کاغذ تیار کرکے مسٹر جان بیلی برادر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ سابق کو کہ عہدۂ ڈاکٹری پر ملازم تھا بھیجکر مسٹر مورڈنٹ رکیٹ صاحب کو طلب کیا اور اس کاغذ پر رزیڈنٹ کے دستخط کرائے اور رزیڈنٹ سے کہا کہ معتمد الدولہ پر کوئی محاسبہ مالی و ملکی باقی نہین ہم نے اُسکو اپنا فرزند کیا ہے اُسکو اہالیان کمپنی مین وثیقہ دار بناکر آپ کے سپرد کرتے ہین ہر رزیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہے کہ اُسکی عزت و توقیر کرتے رہین اور وثیقہ دار سمجھکر تمام آفتون سے اپنی ضمانتون مین محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے مین تھی وہی سُلطان مریم بیگم اور ممتاز محل اور سرفراز محل اور متوسلان سرفراز محل کے وثائق مین رہی

تنبیہ نصیر الدین حیدر جس عورت سے متولد ہوئے تھے ممتاز محل اُسکا بھی خطاب تھا مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم نے اُسکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی مین کہ ۱۲۱۸؁ہجری تھے مروا ڈالا تھا۔

سال آیندہ مین پھر چوتھی مرتبہ قرض نصف کروڑ روپے کا سود ہی پانچ روپیہ فیصدی سالانہ بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا اور اُسکے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا مگر قبل وفات کے ۱۸۲۷ء مین بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بھی دوامی ہو جائے اور اُسکا سود بعض وثیقہ دارونکو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اُن وثیقہ دارون کی حفظ مراتب و بہبودی کی ضمانت کرے مگر پہلی ضمانتونکی تعمیل مین بھی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی تھی اسواسطے یہ درخواست منظور نہین ہوئی۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات اُنکی زبان پر حسرت و یاس کے

وہ بھی ہمیشہ اُنکو اپنے معمولی حصّون کے سوا ملے گا اور جو کچھ نواب اسکے سوا اُنکو دیجاینگے وہ بھی اُنکو ہمیشہ علحدہ ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جائین تو روپیہ کی بھی تقسیم ان تینون مین حسب حصص معینۂ شرع ہوگی۔

یہ وظیفہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی تفصیل اسطرح ہے کہ جب بادشاہ کے درم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذا ہاے نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے ایکدن تازہ دام تزویر بچھایا کہ اُنھون نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی خان مرزا علی کو سکھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا ایک نے یہ بات بادشاہ سے عرض کی کہ اس زمانے مین بد خواہ اولاد باپ کے مرنے کی خواہان ہوتی ہے خصوصًا شاہزادۂ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے مرض کا رنج وملال نہین دوسرے نے کہا کہ اس زمانے مین خیر خواہ نوکر نایاب ہے مگر معتمد الدولہ انتخاب ہے تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ ازلی غریب و محتاج ہے لیکن بادشاہ سلامت کی عنایت نے وہ مرتبہ بخشا کہ شاہزادے آتش رشک مین جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ ہم سب اہل دنیا لوگ شمار کیے جاتے ہین سد رمق موجود رکھتے ہین مگر معتمد الدولہ کے ہاتھ مین کاسہ گدائی کے سوا اور کچھ ہونا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو و افسون کا دم بھرتی تھین سُنکر ارشاد کیا کہ ہم پر بھی یہ بات روشن ہے کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہو جائیگا بادشاہ نے معتمد الدولہ اور اُنکے متعلقین کے لیے پچیس ہزار روپے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا اور اسیطرح مبارک محل کے لیے دس ہزار روپے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لیے پندرہ سو روپے ماہوار کا اور ممتاز محل کے لیے گیارہ سو روپے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لیے ہزار روپے ماہوار کا اور ملازمان و متوسلان سرفراز محل کے لیے تین سو تیتیس روپے ماہوار کا اور امام باڑۂ نجف اشرف اور اُسکے مہتمم کے لیے بھی

دختر گردید بہر مادر و زرخ | بہ بہشت آن جناب پاک شدہ
دیدہ باشد باتش نمناک | سینہا آہ دردناک شدہ
رفت داماں صبر از دستم | جیب صبر و شکیب چاک شدہ
گشت تاریخ مصرعہ اُستاد | اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیگر

گیا شیر غازی جوانی ہی میں سے | کیا باغ جنت کو سارا ہرا
جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی | تو کہدینا اُس سے کہ آغا مرا

دیگر

از وفات غازی الدین حیدر شاہ زمن | بار غم بر دل کہ می دارد نیاید در قلم
چون جہلنے را ز زیر بار غم ہاتف بدید | گفت سال رحلت شاہ زمن شد بار غم

اور یہ تاریخ امام بارہ نجف اشرف میں جس جگہ غازی الدین حیدر مدفون ہیں کاغذ زرین پر بخط جلی لکھی ہے

چون رفت شہ زمن ز دنیا | ماتم دل خاص و عام بگرفت
از روے بکا و آہ گفتم | حیدر بہ نجف مقام بگرفت ۱۲۴۳ھ

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھ کر آب حیات کی اُس روایت پر تعجب ہوتا ہے کہ غازی الدین حیدر کے عہد میں جب ناسخ کی تعریفوں کی آوازیں بہت بلند ہوئیں تو اُنھوں نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ناسخ ہمارے دربار میں آئیں اور قصیدہ سنائیں تو ہم اُنھیں ملک الشعرا کا خطاب دیں معتمد الدولہ اُنکے با اخلاص شاگرد تھے جب یہ پیغام پہونچایا تو اُنھوں نے بگڑکر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہو جائیں تو وہ خطاب دیں

کلمے آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ سے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل تھی ممانعت نکر سکتے تھے آخر کار نوبت قریب نزع کے پہونچی اور معالجے سے اب ہاتھ اُٹھا لیا گیا - بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایما سے جاگیر کی سند لکھوا کر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین پہونچین امرت لال عرض بیگی نے بہت منع کیا لیکن اُنھون نے نہ مانا جو خواجہ سرا بادشاہ کے قریب بیٹھا تھا اُس نے بادشاہ کو ہوش مین لاکر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹھایا بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اُسوقت اپنے ہوش وحواس درست کرکے ولی عہد کے ذریعہ سے اپنی مہر ظفر الدولہ سے طلب کر کے جاگیر کے کاغذ پر لگادی اس تھوڑے سے عرصے مین بادشاہ کا حال اور متغیر ہوا چھ گھڑی رات رہے ۲۷ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو دیوالی کے دن چودہ برس حکومت کرکے دنیا سے کوچ کیا اور حسب وصیت امام باڑہ نجف مین جو اُنھین کا تعمیر کیا ہوا تھا مدفون ہوئے ۱۱۸۸ ہجری مین پیدا ہوئے تھے اس حساب سے اُنکی عمر چھپّن برس سے زیادہ نہ تھی خلد مکان خطاب بعد الوفات مقرر ہوا۔

یہ بادشاہ اگرچہ سخی اور نیک نیت تھا کہ سیکڑون تا کتخدا لڑکیان ہزارون روپیون کے جہیز سے بیاہ دین لیکن کاروبار سلطنت مین اُس سے محنت نہین ہوسکتی تھی اس لیے سارا اختیار معتمد الدولہ کو سونپ دیا تھا۔

تاریخ وفات بہ تعمیہ

رحلت نمود گرچہ ز دنیا شہ زمن	نوشیروان نمرد بہ نیکی چو نام یافت
تاریخ انتقال شد از پایۂ نیاز	رضوان بہ گفت جنت علیا مقام یافت

از امام بخش ناسخ

از وفات جناب شاہِ زمن	گوئیا علم ہلاک شدہ

لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا تھا- لکھنؤ مین عام اور دلی وغیرہ مین کم رائج ہے مگر مذاق سلیم دونون کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے نواب کی نظر ٹوپی کی فلاسفی کی طرف نہ دوڑی ورنہ پاپوش کے مقابلے مین اُسکو سرپوش کے لفظ سے یاد کرتے-

معتمد الدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تھین اُنکا حال تم نے سن لیا مگر پھر بھی یہ رعب ڈالا تھا کہ بادشاہ کے روبرو جانا اُنپر سخت تھا وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت غیظ و غضب کی حالت مین طمانچے اور گھونسے اور لات سے اُنکی خبر لیتے رہتے تھے ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی فقر و فاقہ کے صدمے سے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ ایکبار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو چوبدار معتمد الدولہ کے گھر پر مامور کر دیے کہ بارہ پہر تک معتمد الدولہ کے گھر مین سب پر کھانا بند رہا اور فی الفور اُس فراش کی تنخواہ دلوائی

بادشاہ کی ایک مؤلفہ کتاب پر ریویو

مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت مین لکھی ہے جسکا نام ہفت قلزم ہے موی الیہ اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اسکا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا بعد اُسکے لکھا ہے- کہ روزے بتقریبے بادشاہ میفرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی و ملکی فراغت گرفتہ و داد ستم رسیدگان و مظلومان دادہ و حاجت جمیع حاجتمندان برآوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از سر شام نشستہ زمانے برخاستہ ایم کہ سپیدۂ صبح دمیدہ- قبول محمد کا یہ قول پایۂ صداقت سے نہایت دور ہے جس بادشاہ کے حالات ایسے ہون وہ اور کتاب بنائے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت مین

یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے انکا خطاب لے کر مین کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج مین کچھ حشمت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور چند روز الہ آباد مین جا کر رہے نواب مر گئے تو پھر لکھنؤ مین آئے۔ محمد حسین آزاد جبکہ یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے با اخلاص شاگرد تھے اور نواب کے قابو مین بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آ سکتا تھا اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو آغا میر فوراً اصلاح کر دیتے۔ بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان اور آغا میر مین خلاف تھا اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی نظر انکی طرف سے پھر گئی تھی انکی ہجو کہی تھی جب دوبارہ دربار لکھنؤ مین انکو رسوخ حاصل ہوا اور آغا میر کی کمان گر گئی تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔ یہ واقعہ نصیر الدین حیدر کے عہد کا ہے

بادشاہ کے مخترعات اور رعب و داب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسون اور طمانچون سے مارنے کا تذکرہ

کئی چیزین بادشاہ نے اختراع کی تھین۔ کشتیان کوئی مچھلی کی صورت اور کسی مین گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلائی کار تیار کرائی تھین۔ اس بادشاہ کو سواری بجرہ و سیر دریا سے بہت شوق تھا۔ خیمہ اسطرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابون اور میخون کے پل کی طرح کھڑا رہتا۔ اور ہوا سے نہ گرتا۔ شکاری حوضے اسطرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہو اسی طرف حوضے کا رخ پھر جائے۔ عمارات مین روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانون مین بھی طرح طرح کی ایجادین کین مثلاً نان آفتاب اور شب دیگ اور بڑی روٹی جس کا وزن دو من سے کم نہوتا میدہ اور قند سے تیار کرائی۔ اور کئی چیزونکے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ دہی کا نام دیہی مقرر کیا حقے کا نام حسن محفل قرار دیا لیکن آب حیات مین

رائے مہملہ اور نون اور یائے تحتانی سے لکھا ہے اور اس غلطی میں منتہی الفضلاء کا مؤلف بھی شریک ہے اور آسمان درہ جو کہکشان کے معنی مین ہے اُسکو آسران سکون سین مہملہ و فتح رائے قرشت و سکون الف و نون سے لکھا ہے۔

جہان قواعد فارسی کا بیان ہے وہان بھی بیحد غلطیان ہین اور بعض جگہ ایسی فاحش غلطیان ہین کہ اہل علم کی زبان سے اُنکا صدور تعجب معلوم ہوتا ہے مثلاً لکھا ہے کہ واو رہیب راہب و مرہوب کے درمیان آتی ہے اور ڈرانے کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ راہب و مرہوب صیغۂ اسم فاعل و مفعول رہب سے مشتق نہین ہوتے کیونکہ رہب حرف اول مضموم سے ڈرنے کے معنے مین مصدر لازم ہے اور صیغۂ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے درست نہین ہوتا اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی مین نہین آتا۔

نثر عاری کی مثال مین یہ عبارت سہ نثر ظہوری کی لکھی ہے "آرایش سرو بن گلشن فتح خنجرش ماہی دریائے ظفر" حالانکہ یہ دو فقرے نثر مرجز کی مثال ہین جس مین وزن ہوتا ہے قافیہ نہین ہوتا اور نثر عاری وہ ہے جس مین نہ وزن ہو نہ قافیہ صاحب کتاب البانہ فی اصول اللغۃ نے اسکے حق مین کچھ جھوٹ نہین لکھا ہے کہ کثیر الحجم و قلیل النفع ہے اسکی غلطیان ہم نے تفصیل وار کتاب نہج الادب مین دکھائی ہین جو زبان فارسی کے قواعد صرف و نحو مین نہایت ضخیم کتاب زبان فارسی مین ہے۔

بادشاہ کے مزاج مین کچھ خبط بھی تھا

محاربۂ غدر تالیف منشی میڈی لال مین مذکور ہے کہ غازی الدین حیدر بادشاہ کا کیا پوچھنا وہ تو ہوئے خبطے مشہور ہی تھے اکثر یہ شغل فرمایا کرتے تھے کہ کونڈے مین آغا کی

جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال مین
غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھکر تالیف کرلے کیسی عجیب وغریب بات ہے
کہ جسکو کوئی ذیعقل جو بادشاہ کے لائف سے واقف ہے باور ہی نہین کرسکتا بہرصورت اس
کتاب مین کوئی خوبی نہین صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قوافی کی رعایت پر جمع کردیا
گیا ہے اور برہان نے جس لفظ کا صلیہ بموزن لفظ مشہور لکھدیا ہے وہان اعراب کی
تشریح سے طول لاطائل کردیا ہے اور جس لغت کا صلیہ مجہول تھا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے
اپنے قیاس و گمان سے لکھدیا ہے اور اس کتاب مین لغات جمع کرنے کے وقت کسی دوسری
کتاب سے بہت کم مدد لی ہے کیونکہ جو تصحیفات و تحریفات برہان قاطع مین ہین اور انکی تصحیح
و تنقید صاحب سراج اللغة وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہ ہفت قلزم مین موجود ہین اور یہ
غلطیان ایسی صریح ہین جنکو اہل ایران نے بھی تسلیم کرلیا ہے چنانچہ انجمن آرائے ناصری مین
ان غلطیونکی تصحیح موافق تصحیح سراج اللغة کے کردی ہے مثلاً چکاک برہان قاطع مین لکھا ہے
کہ پیشانی کو کہتے ہین اور جو کوئی قبالہ لکھتا ہے اسکو بھی کہتے ہین اور نگینہ کھودنے والے کو بھی بولتے
ہین اور یہ بالکل غلط ہے۔ پیشانی کے معنے مین چکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے اور قبالہ
نویس کے معنے مین صکاک صاد مہملہ سے صراف کے وزن پر عربی ہے اور نگین کھودنے
والے کے معنی مین حکاک حاے حطی سے عربی ہے اور بیبا کو جو دو باے موحدہ سے طوطے کے
معنے مین ہے ببابا بائے موحدہ کے بعد یائے تحتانی سے لکھا ہے۔ اور قومس جو ایک شہر کا
نام ہے قاف اور واو سے اُسکو فرمس فا اور رے سے لکھا ہے۔

ہفت قلزم مین ترقی کی گئی ہے کہ برہان کی غلطیون پر اور اضافہ کیا ہے مثلاً آبادیدن
دال مہملہ اور دو یائے تحتانی سے ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی مین ہے اسکو آبارانیدن

ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان	محمود شاہ وغیرہ	دیہات لکھنئو
۸ لاکھ روپیہ	۳۵ لاکھ روپیہ	۱۲ لاکھ روپیہ

مگر اسی کتاب مین ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ایک کروڑ اُنتالیس لاکھ پچاس ہزار روپیہ جمع بعد ضبطی جاگیر بہو بیگم صاحبہ کے تھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے

(۲) پوتی بیگم بطن بادشاہ بیگم سے۔ پوتی بیگم مقرب الدولہ مہدی علی خان بن نواب محمد علی خان بن نواب محمد قلی خان برادرزادہ صفدر جنگ سے منعقد تھین اور یہ بیاہ نواب سعادت علی خان نے اپنی حکومت کے ایام مین کیا تھا۔ پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیان پیدا ہوئین اُن کے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علی خان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سُلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا ان کے کئی بیٹے عالم طفلی مین مر گئے ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جسکی شادی تقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ پوتی بیگم کی بیٹیون کے نام یہ ہین۔۔ حاجی بیگم اور وزیر بیگم ان صاحبزادیون کو انکی نانی بادشاہ بیگم نے پرورش کیا تھا حاجی بیگم کی شادی مرزا ابو تراب خان بن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی اور وزیر بیگم کی شادی مظفر الدولہ مرزا ابو القاسم خان بن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی وزیر بیگم کربلائے معلٰے کو گئی تھین شرف زیارت کے بعد لکھنئو واپس ہو کر انتقال کیا لفظ وزیر بیگم وقائع دلپذیر مین ہے اور دوسری بعض کتابون مین اس جگہ زہرہ بیگم لکھا ہے۔

اور بعد فراغت کے جو سامنے پڑا اُس سے کہا اسکو کھا وہ یہ سنتے ہی آسمان کو تکنے لگتا تھا آخر کار معتمد الدولہ اُسکے بچانے کے واسطے اُسکے قریب ہو جاتے تھے اور آہستہ سے اُس سے کہتے تھے کہ مین تجھ سے کہوان کہ مین گوہ کھاؤن گا اور تو مجھ سے کہنا کہ مین کھاؤنگا غرض اسطرح دونون باہم کہتے سنتے لڑتے جھگڑتے اُس گوہ کو معتمد الدولہ نگاہ سے پوشیدہ گومتی مین ڈالدیتے تھے وہ شخص گوہ کھانے سے بچ جاتا تھا۔

بادشاہ کی فضول خرچی۔سپاہ۔اور آمدنی ملک

(۱) جو روپیہ کہ نواب سعادت علی خان نے خون جگر کھاکر ہزارون تدبیرون سے جمع کیا تھا نصف سے بھی زیادہ لاأُبالی مصارف۔ ناچ ورنگ اور تماشون مین کوڑیونکی طرح خرچ ہوا۔

(۲) انکے وقت مین سات ہزار سوار اور اکتالیس پلٹنین تلنگون اور نجیب کی علاوہ توپخانے کے تھین۔

(۳) ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ آمدنی مُلک ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ تھی جب بہو بیگم کا علاقہ شامل ہوا تو مُلک کی جمع بڑھ گئی۔

تذکرۂ حکومت السلمین مین لکھا ہے کہ ان کے وقت مین آمدنی ملک ایک کروڑ ایک لاکھ اسّی ہزار روپے تھی

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے عہد مین علاقجات حسب تفصیل ذیل تفویض ناظمان و اہلکاران ریاست تھے۔

مرزا حاجی	محمد آفرین علی خان	مہدی علی خان منتظم الدولہ
۵۷ لاکھ روپیہ	۵۹ لاکھ روپیہ	۱۸ لاکھ روپیہ

کہ رزیڈنٹ اس قسم کا سوال کرین گے اور مین اسوقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب نہین جانتا اسلیے کہ وکیل کا یہ حق نہین کہ موکل کے سامنے جوابدے حضور اس جواب کے ساتھ انکو ساکت کر دین چنانچہ معتمد الدولہ نے جو جواب بتایا تھا وہ رزیڈنٹ کو نصیر الدین حیدر نے یون دیا کہ آصف الدولہ کے بعد مرزا وزیر علی خان ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا اسوقت نواب سعادت علی خان نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لیے ملک دیا اور غازی الدین حیدر کے نو بھائی وارث شرعی تھے اور شمس الدولہ سلطنت کے طلبگار تھے اس آتش فتنہ کے انطفا کے واسطے انھون نے کروڑ روپیہ دینا قبول کیا اب میرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث ریاست ہون اہالیان سرکار کمپنی نے کو نسا امر تازہ تجویز فرمایا بیان کیجیے تاکہ حکم آپ کی رضاجوئی کا ظہور مین آئے صاحب رزیڈنٹ اپنے کلام کو لطیفے مین ڈال کر ہنس دیے اور لفظ مبارکباد اجلاس اورنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو نصیر الدین حیدر نے ۲۵ سال کی عمر مین تخت سلطنت کو رونق بخشی معتمد الدولہ نے پایۂ وزارت پر کھڑے ہو کر سی زرنگار صاحب رزیڈنٹ کے لیے بچھوائی اور صمصام الدولہ داہنی طرف مگس رانی مین مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائین طرف چنور ہلانا شروع کیا۔ مسیتا بیگ کوتوال نے اسبات کی منادی کرائی۔ مسند نشینی سے تیسرے دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے جشن جلوس قرار پایا۔ کیونکہ مسند نشینی کے دن چاند بالکل ڈوبا ہوا تھا سات دن برابر مسند نشینی کا جشن رہا۔

پہلے دن۔ بادشاہ لباس فاخرہ پہن کر تاج مرصع اوڑھ کر موتیون کی حمائل جسمین یاقوت اور زمرد بھی تھے گلے مین پہن کر تخت پر بیٹھے سامنے رنڈیان عمدہ لباس اور زیورون سے آراستہ ناچ رہی تھین ہر قسم کے ساز جیسے رباب۔ عود۔ پکھاوج۔ مندل وغیرہ موجود تھے۔

نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ بن غازی الدین حیدر

مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲- جمادی الاولی ۱۲۱۸ ہجری کو بساعۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جسکا مقبرہ جہانگیر باغ مین بنا ہے مرزا ے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین نے کی تھی باپ کی حیات مین اُنکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولی عہد میرزا نصیر الدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیر الدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کرکے لکھین گے جسکو محتشم خان بن نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نے نصیر الدین حیدر کے حالات مین لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید ایسی باتین بیان کی ہین جن مین سے بعض مین وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روز نامچۂ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر مورڈنٹ رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کرکے موتی محل مین پہونچے اور حسب مشورۂ معتمد الدولہ آغا میر نصیر الدین حیدر کو بلاکر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے صلہ مین دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپے سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہین یہ بات اپنی خیر خواہی جتانے کے لیے معتمد الدولہ نے رزیڈنٹ کو سکھادی تھی اور ادھر ولی عہد بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قراین سے یہ معلوم ہوتا ہے

رُخ بر آوردہ ز برقعۂ نوعروس بکر فکر زیب تاج و تخت تاریخ جلوس او بگفت
برقعہ کا حرف اول باہے اس کے عدد ۲ ہین یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے
نکالدین تو تاریخ عیسوی پیدا ہو۔

از صاحب رائے

تخت پر ہے جلوہ فرما بادشاہ گنج بخش ہین زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر و ماہ
شورِ عشرت ہے عیان اس مصرعۂ تاریخ سے اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

بر تو اے بادشہ قیصر سان عالم تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا بشنو جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

مورد الہام طبع بادشاہ از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت آفتابم شرف عالم خود بگفت

دیگر

بہ بست ہفتم ماہ ربیع الاول و شنبہ نصیر الدین حیدر شاہ والا شد سریر آرا
جہان از جوش شادی شد فرح ناک و طرب آگین بگفت از خازن دولت در گنجینہ ہا بکشا
غرض بنذر جلوس میمنت مانوس و بعد از ہم قرومی سیم و زر بخشید و پوشانید خلعت ہا
بتاریخ جلوسش قطعہائے نذر موزون شد کہ خواہد بود بر نوک زبان و یاد اکثر ہا
ولیکن از سر الہام واثق گفت تاریخش نصیر الدین حیدر داد زیب اورنگ ملکی را

آج معتمد الدولہ نے چند اشرفیون اور روپون پر یہ بیت مسکوک کراکے نذر کیے ؎

سکہ زد بر سیم و زر از سایۂ فضل الٰہ   نائب مہدی نصیر الدین حیدر پادشاہ

اور کئی مثقال سیم و زر اور ... ات قسم کے جواہرات تصدق ہوئے - فریدون بخت عرف منا جان کو خلعت ولی عہدی پہنا کر سونے کی کرسی پر بٹھایا - منزین اور رشتہ دارونکو خلعت دیے - رزیڈنٹ اور انگریزی افسرون کو ہر قسم کے کپڑون کی کشتیان - جواہر کے خوان - گوٹے کے ہار اور عطر کی شیشیان دین وہ رخصت ہوئے دو پہر تک یہ صحبت گرم رہی - اس کے بعد بادشاہ محل مین گئے اور حسینی کو ملکہ زمانی بنایا اور جاگیر دی - اُسکے بیٹے زینب کو کیوان جاہ کا خطاب عطا کیا اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر اضافہ ہوا -

دوسرے دن سردارون اور امیرونکو خلعت دیے

تیسرے دن اہلکارونکو خلعت بخشے

چوتھے دن بڑے بڑے افسران فوج نے خلعتون سے اعزاز حاصل کیا

پانچوین دن اہلکاران دفتر رزیڈنسی نے خلعت پہنے -

چھٹے دن جشن مین رزیڈنٹ شریک نہ تھے مگر سامان جشن اُسی کروفر سے رہا

ساتوین دن ہر فرقے کے مردمان بازاری نے خلعت پائے -

قاضی محمد سعد الدین خان متوطن کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

آن سلیمان جاہ رونق بخش تخت سلطنت   کز جلوسش باغ امید جہان گل گل شگفت

عاقل و سُلطان عادل قابل و بیدار بخت   وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت

پیش دست جود و انعامات آن نوشیروان   نام حاتم طے شدہ در پردۂ خجلت نہفت

غوطہ زد در بحر فکرش بہر تاریخ سعید   در سعیسی بہ سنگ تعمیہ چون دُر بسفت

اور تین لاکھ روپیہ نقد صیغہ انعام مین مرحمت کیا اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا
ہوئی اور تحریرات صدر (کلکتہ یا کونسل گورنر جنرل) کا یکقلم اختیار ملا اور دارالانشا کی افسری
دی اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی مین اسقدر مصروف ہوئے
کہ ایک ساعت کی مفارقت بھی ناگوار تھی - اکثر معتمد الدولہ اپنے جلسے مین کہتے تھے کہ شاہ
زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بھول گئے اور دو سو کے
قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت، ہاتھی و پالکی سمیت
دیے اور کئی مغلانیان اور چند خواصین اور گائنین جنکو غازی الدین حیدر کے وقت مین
ناچنا گانا سکھایا جاتا تھا معتمد الدولہ کے لیے بھیجین - ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ سے
کہا کہ مجھکو اس اختلاط مین حیلہ نظر آتا ہے اس لیے کہ جو کوئی کام تم پیش کرتے ہو بادشاہ
بغیر چون وچرا کے اُسے منظور کر لیتے ہین باوجودیکہ تمھاری طرف سے بہت سی ناگوار باتین
اُنکی نسبت ظہور مین آئی تھین اسلیے معنی شناس مشوش ہین کہ مبادا پردہ غفلت مین ڈالکر
دام فریب مین پھانس لین - معتمد الدولہ نے دوسرے آدمیون پر نظر ڈالکر یہ جواب دیا کہ
عنایت الٰہی سے صفائی حاصل ہوگئی ہے لوگ حسد کی وجہ سے ایسا خیال کرتے ہین سبحان علی خان
نے یہ باتین سُن کر آگے کو کچھ کہنا چھوڑ دیا رزیڈنٹ کو بھی حیرت تھی اُنھون نے ایکدن معتمد الدولہ
سے کہا کہ بادشاہ سے تو خوب صفائی حاصل ہوگئی اور تم اپنے مقصود پر کامیاب ہوئے
غازی الدین حیدر کے مرض الموت مین اُنکی وفات سے ایکدن قبل رزیڈنٹ نے بطور نصیحت کے
معتمد الدولہ کو سمجھایا تھا کہ تمکو اچھا وثیقہ مل گیا اور محاسبے سے فارغخطی بھی دستیاب ہوئی اب آیندہ
یہ لازم ہے کہ جب بادشاہ مرجائین تو فوراً کام چھوڑ دیجیو اس صورت مین کوئی تم سے متعرض
نہوگا اور یہ مین خوب جانتا ہون کہ طمع حکومت تمکو کنارہ کشی نکرنے دیگا اگر بادشاہ کے

اوائل سلطنت مین بارش ہوکر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہونچا بلکہ تمام باغات مین شادابی پیدا ہوگئی۔

بادشاہ بیگم اور بی حسینی کو مریم مکانی و ملکۂ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

یہ بیان مجملاً پہلے مذکور ہوچکا ہے تفصیل اسکی یون ہے کہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کو ابتدائے زمانۂ جلوس مین مریم مکانی خطاب عنایت ہوا سلون اور گونڈے کی جاگیر جو ضبط ہوگئی تھی واپس ملی۔ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا چھ لاکھ روپے کی جدید جاگیر دیگئی اور بی حسینی دایۂ مناجان کو جو زمان شاہزادگی سے منظور نظر ہوکر محلات مین داخل ہوئی تھی ملکۂ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہٹہ پروا متعلقۂ چکلہ بسواڑہ اُسکو جاگیر مین عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھ روپے کی تھی ملکۂ زمانی نے وارث علی خان اور فتح علی خان کو جو دودھ ان اُسکے بھائی تھے خلعتہاے ذخرہ دیکر نیابت کے طریق پر روانہ کیا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ کا خطاب دیا۔

معتمد الدولہ اور میوہ رام اور سبحان علی خان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر سبحان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھ روپیہ نقد انعام مین دیا اور میوہ رام پسر نول کرشن بن دیاکرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی کا عہدہ تخشا

اور ان دنون فرخ آباد مین بھی لکھنؤ روانہ کیا تاکہ بادشاہ اور بادشاہ بیگم کا مزاج معتمد الدولہ
کی طرف سے پھیر دے مغلانی ڈولی کی سواری مین دفعتہً لکھنؤ مین آئی اور بادشاہ بیگم کی
خدمت مین حاضر ہوئی اور اُسکے سبب سے سر نو خط کتابت میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان
سے شروع ہوئی اُسوقت سب کو یہ حال معلوم ہوا معتمد الدولہ نے یہ خبر سُنکر بادشاہ سے
شکایت کی اُنھون نے کہا تمکو مجھ سے کام ہے نہ والدہ صاحبہ سے ایسے کُتّے اور لومڑیان
بہت سی آتی ہین اور چلی جاتی ہین یہ کوئی پریشانی کی بات ہے معتمد الدولہ اس جواب سے
مطمئن ہو گئے حکیم مہدی علی خان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیر الدین حیدر کی طرف سے
ایک کاغذ پر جو پہلے سے بادشاہ کی مہر ہو کر اُن تک پہونچا تھا معتمد الدولہ کی عداوت کی
وہ تمام باتین جو اُنھون نے نصیر الدین حیدر کے ساتھ صغر سنی سے کی تھین لکھکر گورنر جنرل
کے پاس روانہ کیا اس مراسلے مین لکھا تھا کہ معتمد الدولہ قدیم سے ہمارے ساتھ عداوت
رکھتے ہین اور خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے عہد مین جو کچھ ہماری خرابی کی وہ ظاہر ہے شہر مین اس
اس قصے سے سب چھوٹے بڑے واقف ہین لیکن خداے پاک کی حفاظت شامل حال تھی
اُنکا ہر وار خالی گیا۔ اب تمام رعیت اور فوج اُنکے حکم مین ہے اسلیے ہم کسی کام مین مداخلت
نہین کرتے جو کچھ اُنکے جی مین آتا ہے کرتے ہین ہم اپنی جان کے خوف کے مارے دم نہین مارتے
گورنر جنرل نے یہ خط دیکھ کر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے در پردہ دریافت کرو کہ یہ تحریر
اصل رکھتی ہے یا نہین بادشاہ نے اس نظر سے کہ رزیڈنٹ اور معتمد الدولہ دونون باہم شیر و شکر
ہین اُسکا افشا غیر مناسب سمجھا اور انکار کر دیا اور کہا کہ کسی نے میری مہر بنا کر یہ جعلسازی
کی ہوگی اور معتمد الدولہ کی بہت سی تعریف کی رزیڈنٹ نے یہی جواب گورنر جنرل کو لکھ بھیجا
تھوڑے دنون کے بعد پھر اس مضمون کا خط بادشاہ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس پہونچا

مرنے کے بعد اُنکے بیٹے کی مسند نشینی کے وقت تم نے گھڑی بھر کو بھی دربار مسند نشینی مین کھڑے ہوکر لوگون کی نذرین لینا شروع کین تو اتنی دیر کی شرکت سے تم محاسبے مین پھنس جاؤگے رزیڈنٹ کو معتمدالدولہ نے یہ جواب دیا تھا کہ ایسے وقت مین میرا کنارہ کشی کرنا مطعونی کا موجب ہوگا لوگ کہین گے کہ بادشاہ کے باپ کے طفیل سے ایسے رتبے کو پہونچے اور اسکا لحاظ نکرکے پہلے ہی دن سے بیٹے سے علحدہ ہوگئے اور اُنکو تنہا چھوڑ دیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تمکو اختیار ہے جو کچھ نصیحت کا حق تھا ادا کردیا چونکہ زوال اقبال قریب تھا اسی پردۂ غفلت مین گرفتار غضب ہوئے۔

معتمدالدولہ کی تخریب کے لیے بادشاہ کی طرف سے مخفی کارروائی

معتمدالدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ وحشمت کے سامنے زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل نہ تھا کہ انکی مقاومت مین قدم دھرین انکا مرتبہ یہانتک پہونچا تھا کہ اہل لکھنؤ مین مشہور تھا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیان نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمدالدولہ کو دی تھین وہ جسوقت انکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار اُنکی محبت کا دم بھرتے تھے جب ستارۂ اقبال برج نحس مین آیا تو پہلے نصیرالدین حیدر نے وہ انگوٹھیان کسی حیلے سے لیکر اپنی اُنگلیون مین پہن لین معتمدالدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئین جب یہ سونے کی چڑیا معتمدالدولہ کے ہاتھ سے اُڑگئی اقبال نے روگردانی کی سبب حکیم مہدی علی خان کو فرخ آباد مین معتمدالدولہ کی بادشاہ کے ساتھ صفائی کی خبر پہونچی تو فیض النسا مغلانی کو جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ کانپور اور فرخ آباد کی طرف گئی تھی

جلوس کے ساتھ راہ مین ملے ہاتھیونپر سوار تھے باہم ملاقات کرکے خوب اختلاط کے ساتھ
کیوان جاہ کے خیمے مین پہونچے یہان بادشاہ کی طرف سے حاضری تیار تھی اُسے کھایا
اسکے بعد کیوان جاہ کی طرف سے کشتیان پیش ہوئین ان مین سے صرف عطر اور گوٹے کا
ہار لارڈ صاحب نے قبول کیا دوسرے دن صبح کو کیوان جاہ کی دعوت لارڈ کیمبرمیر کے
خیمے مین ہوئی پانچ گھڑی دن چڑھے لارڈ صاحب کا مترجم مسٹر مکان اور ایک دوسرا
انگریز کیوان جاہ کے خیمے مین آئے اور بیان کیا کہ لارڈ صاحب انتظار مین ہین کہ جناب
حاضری نوش کرنے کے لیے تشریف لیچلیین گوٹے کے ہار ان انگریزونکو دیکر سوار ہوئے
جب خیمے کے دروازے پر پہونچے تو لارڈ صاحب اور دوسرے چند انگریز استقبال کو باہر
نکلے لارڈ صاحب کیوان جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اندر گئے اور اپنے پاس کرسی پر
بٹھایا معتمد الدولہ اُنکے سامنے بیٹھے محتشم خانی کا مؤلف بھی اس صحبت مین شریک تھا
اور بھی کئی معزز آدمی جیسے مرزا محمد عباس اور مرزا علی محمد اور مرزا علی جان کہ معتمد الدولہ کے
مصاحب تھے کرسیون پر بیٹھے گھڑی بھر تک یہ صحبت گرم رہی پھر عطر و پان لیکر رخصت
ہوئے اور اپنے اپنے خیمون مین پہونچے معتمد الدولہ کھانا کھانے مین مشغول ہوئے کہ یکایک
امرت لال داروغہ دیوانخانہ پریشان آیا اور ایک پرچۂ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی
رات گئے بیس سوار جن مین سے ایک کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا ناکۂ پل دریلسے شہر مین
پہونچے اور بادشاہ بیگم کے مکان تک پندرہ اُن مین سے علحدہ ہو گئے اور باقی پانچ مین سے
ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے تمنچے سے دربان پر حملہ کیا وہ تو ہٹ گیا
اور سوار محل کے زنانے دروازے تک پہونچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈھاٹا کھول دیا معلوم ہوا کہ میر فضل علی
داروغہ قدیم محل کا ہے مریم مکانی نے مطلع ہوکر چاندی کے پایون کا پلنگ آرام کے لیے بھیجا

اور پھر اسکی نقل رزیڈنٹ کو اُنھون نے اس غرض سے بھیجی کہ وہ بادشاہ سے اُس کی
تصدیق کرین اب بھی بادشاہ نے وہی بہلا سا جوابدیا - رزیڈنٹ نے بادشاہ سے کہا کہ اگر
حضور افشاے راز کے اندیشے سے دل کا حال نہین کھولتے تو اس سے اطمینان رکھنا چاہیے
کہ معتمد الدولہ کو کبھی یہ بھید معلوم نہو گا جو کچھ دل کا ارادہ ہو ظاہر فرما دیجیے تاکہ اُسکے مطابق
کارروائی کردیجائے بادشاہ کا دل رزیڈنٹ سے مطمئن نہ تھا وہی جوابدیا رزیڈنٹ نے
وہ مضمون صدر کو لکھ بھیجا اتفاقاً لارڈ کیمبر میر کی آمد اله آباد کی طرف مشہور ہوئی جنھون نے
۱۲۴۱ہجری مطابق ۱۸۲۶ء مین بھرتپور کے قلعہ کو فتح کر کے درجن سال کو گرفتار کیا تھا
منتظم الدولہ مہدی علی خان اُن سے الہ آباد مین ملے اور اُنکے آگے بیان کیا کہ جو فلان خط شاہ اودھ
کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اُسکے حال سے آپ واقف ہین یا نہین اُنھون نے
جوابدیا کہ ہان ہم بخوبی مطلع ہین بلکہ گورنر جنرل نے اُس کے دریافت کرنے کے لیے ہم سے کہا
ہے اور صاحبان کونسل بھی اُسپر متفق ہین یہ سُن کر منتظم الدولہ نے یہان کی ساری کیفیت
پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودھ معتمد الدولہ کی دہشت سے جو اُنکے دشمن
جانی ہین اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہین اسقدر چھپاے ہوئے ہین کہ وہ
سواے انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لائین گے اسلیے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علیحدہ
خلوت مین شاہ اودھ سے اس معاملے کو دریافت کرین اور اس عرصے مین منتظم الدولہ نے
بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور تمام تقریر جو لارڈ کیمبر میر سے کی تھی ظاہر کی جب
لارڈ کیمبر میر لکھنؤ کے قریب پہونچے تو بادشاہ کی طرف سے حسب دستور قدیم معتمد الدولہ
اور کیوان جاہ استقبال کے لیے راحت گنج تک گئے صبح کو اس طرف سے یہ دونون صاحب
کمال جاہ و حشم کے ساتھ اور اُس طرف سے لارڈ موصوف ترک سواران انگریزی کے

بھی آکر بادشاہ کے کان بھرے۔

اس اثنا مین لارڈ کیمبرمیر کی آمد آمد شہر لکھنؤ مین مشہور ہوئی معتمدالدولہ ظہر تک شہر مین رہکر راحت گنج کو کہ خیمہ گاہ لشکر بادشاہ سے چار کوس پر تھا لوٹ گئے۔

بادشاہ کی سواری کا نظارہ

اب بادشاہ نے داروغون اور اہل خدمات کو حکم دیا کہ کل پانچ گھڑی دن چڑھے ہم استقبال کے لیے سوار ہونگے تمام سامان جلوس و حشمت کا در دولت پر حاضر رہے جب رات ختم ہوگئی اور دن نکلا بادشاہ نے بیدار ہوکر حمام کیا پوشاک بدل کر اس شان سے سوار ہوے۔ لباس شاہی زیب تن کیا تاج مرصع سر پر رکھا موتیونکا ہار گلے مین پہنا جواہرات سے جڑے ہوئے چھوٹے بڑے جوشن بازوون پر باندھے اُنگلی مین انگوٹھی پہنی اور اصفہانی تلوار کمر مین لگائی اور اس بناؤ سے ہاتھی پر طلائی حوضے مین سوار ہوکر فرح بخش سے برآمد ہوئے۔ یہ حکم پہلے سے دیا تھا کہ بازارون کی دوکانین اور لب سڑک کے مکانات آراستہ رہین۔ صراف اپنی اپنی دوکانونکو طرح طرح کے رنگون سے منقش کرکے لباسہاے فاخرہ پہن کر بیٹھے تھے۔ جن کے سیدھی جانب اشرفیان رکھی تھین اُلٹی طرف روپونکے ڈھیر تھے اور سامنے قسم قسم کے زیور اور سونے چاندی کے برتن رکھے ہوے تھے بزازون نے بھی اپنی اپنی دوکانونکو بادلہ۔ زربفت۔ کمخواب اور اطلس کے قیمتی اور رنگین کپڑون سے سجایا تھا اور دوکانونکی چھتونپر طوائف سنگار کرکے سواری کے تماشے کی منتظر تھین سڑک پر تماشبین نوجوان بانکے ترچھے اچھے اچھے کپڑے پہنے پھرتے تھے کہ سواری بادشاہ کی آئی آئیین علٰحدہ علٰحدہ جلوس کی صف بندی تھی۔

اور دروازۂ محل پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیو دین سنگھ نے بھی پہونچ کر یہی خبر دی چونکہ معتمدالدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتونکی تاب نہ لاکر اسی وقت کیمپ سے شہر مین آئے بادشاہ کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اسکے نہ تھا کہ اُنکے مرقد پر جاروب کشی کرون مگر حضور نے ازراہ تفضل والطاف اس نمکخوار کو کھینچا اور خدمات لینا چاہین جشن عالی مین اگرچہ اعلیٰ وادنیٰ سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ مگر فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت اب تک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمایا جائے خانہ زاد اُس کا تابع رہے گا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمہارا خیال اسوقت کہان گیا۔ اگر ساتون اقلیم کی سلطنت ملے تو تمھاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے۔ اور میر فضل علی کو خود ہی ایام صاحبزادگی سے ناپسند کرتا ہون اور نہ اب اُس سے صاف ہون اور نہ اب وہ میری راے سے آیا ہے بیحیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اُسکو نکالتا ہون تو ایک بڑے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ بھی تم سے مکدر ہین اور تمھاری خرابی کے درپے ہین اس لیے مین نے تمھارے عہدۂ وزارت کے لیے کلکتے کو لکھا ہے جواب باصواب کے حاصل ہونے کی امید قوی ہے اُسوقت جناب عالیہ کی پوری پوری بیدخلی ہو کر ہمکو اختیارات کلی حاصل ہو جائینگے پھر اُسکا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اُسکو مشکل مین ڈالنا محل تعجب ہے تم سا ارسطو فطرت اور ایسے امر رکیک کو خیال مین لائے فرض کیا کہ وہ یہان رہے گا تو اس سے زیادہ نہین ہے کہ داروغہ ہوگا تم بہرحال وزیر اعظم ہو تمکو میرے گھر کا انتظام چاہیے نہ اُس سرکار کا معتمدالدولہ ان باتونکو سُنکر مطمئن ہو گئے اور خواب خرگوش مین پڑ گئے میر فضل علی نے

بادشاہ کی داہنی طرف رزیڈنٹ دوسرے ہاتھی پر سوار تھے اور بائین طرف رزیڈنٹ کا نائب ایک اور ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے بادشاہ کے رشتہ دار اور سردار ہاتھیون پر سوار تھے جو عمدہ عمدہ جھولون سے آراستہ تھے۔ اُدھر سے لارڈ کیمبر میر کی سواری آئی جنکے ساتھ انگریز اور کیوان جاہ اور معتمد الدولہ تھے اور جلو مین دو سو ترک سوار و نگار رسالہ تھا عالم نگر کے میدان مین پہونچے اس طرف سے بادشاہ ہاتھی پر سوار اور اُس جانب سے لارڈ صاحب ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے جب دونون ہاتھی قریب ہوے تو بادشاہ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھی پر لے لیا اور اس مقام پر روپے اور اشرفیان نچھاور کین جہان جہان بادشاہی سپاہ کے سوار و پیادے کھڑے ہوئے تھے اُنکی سلامی لیتے ہوئے فرح بخش مین پہونچ گئے جب حاضری کی میز پر جلوہ افروز ہوئے تو ۲۱ فیر سلامی کے سر ہوئے حاضری سے فارغ ہو کر ناچ گانا ہوا اس صحبت مین صرف شوقیہ بات چیت ہوئی رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے کشتیون مین بانات اور زربفت اور کمخواب کے کپڑے اور جواہر لارڈ صاحب کے سامنے پیش ہوئے اسی طرح اُنکے اسٹاف کے انگریزون کو تحائف دیے گئے عطر اور گوٹے کے ہار بھی تقسیم ہوئے۔ دوسرے دن بادشاہ لارڈ صاحب کی فرودگاہ پر رونق افروز ہوئے اُنھون نے استقبال کیا اور صدر مین بادشاہ کو بٹھایا اور محبت کی باتین ہو کر کشتیان بادشاہ کے روبرو پیش ہوئین اور گوٹے کے ہار تمام امرائے ہمراہی کو ملے اور لارڈ صاحب نے تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ رخصت کے وقت لارڈ صاحب نے اُس مقام تک مشایعت کی جہانتک استقبال کیا تھا تیسرے دن بادشاہ کی طرف سے بڑی بھاری دعوت ہوئی آتشبازی چھوٹی روشنی ہوئی اور دیر تک شوقیہ بات چیت ہو کر رخصت ہوئے۔

پہلی صف مین - ایک بڑے ہاتھی پر نشان تھا اور اس کے بعد چند ہاتھیون پر ماہی مراتب تھا -

دوسری صف مین - ہاتھیون اور اونٹون پر نقارے تھے اور اُن کے پیچھے پیچھے سوشتر سوارون کا رسالہ تھا جس کے سوار سبز و سُرخ بانات کی وردیان پہنے اور زرکار ستارے لگائے ہوئے تھے -

تیسری صف مین - نہایت عمدہ خانہ زاد عربی و دکھنی پچاس گھوڑون پر نقارے تھے اور عمدہ ساز و سامان اور زیور اُنپر پڑا ہوا تھا -

چوتھی صف مین - کوہ پیکر کلان سر اور قوی دندان ہاتھیون کی قطار تھی جن پر زربفت اور بانات کی جھولین پڑی تھین اور ہر ایک پر ایک پہلوان ہاتھونمین گرز گران لیے بیٹھا تھا

پانچوین صف مین - تین سو سوار تھے جنکے رسالہ دار و جمعدار زربفت اور پشمینہ رنگین کے لباس پہنے اور قیمتی ہتھیارون سے مسلح تھے

چھٹی صف مین - دو سو کے قریب ترک سوار سیاہ بانات کی وردیان پہنے اور ننگی کرچین ہاتھون مین لیے ہوے تھے -

ساتوین صف مین - دو سو خاص بردار زرین منڈیلین سر پر باندھے ہوئے تھے اور انکے ہاتھونمین چقماقی بندوقین تھین جنپر بانات کے غلاف چڑھے ہوئے تھے -

آٹھوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چمکدار نشان تھے -

نوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چاندی کی برچھیان تھین جنمین پرچم لٹک رہے تھے -

دسوین صف مین - سو چوبدار چاندی سونے کے عصا ہاتھون مین لیے ہوئے تھے -

اطلاع دی دوسرے دن حاضری کے بعد خلوت ہوئی رزیڈنٹ مترجم کی تعلیم کے
موافق کنارہ کش ہوئے اب لارڈ صاحب نے وہ خطوط بادشاہ کو دکھائے اور مستفسر حال ہوئے
اول بادشاہ نے انکار کیا اُنھون نے کہا کہ اگر آپ صاف صاف بیان نہ فرمائین گے تو آیندہ پھر
کبھی معتمدالدولہ کے باب مین آپکی کوئی شکایت گورنر جنرل نہ سنین گے اس لیے صاف صاف
اب کہدینا چاہیے اُسوقت بادشاہ نے عہد و پیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو ایذائین معتمدالدولہ
کے ہاتھ سے پائی تھین حرف بحرف بیان کین اور کہا کہ اسکا مضمون جملہ ہماری منشا کے
موافق ہے نقطے کا خلاف نہین اور جو شاہنامہ فردوسی کا کپتان مکان صاحب نے
باخراج اشعار اسدی وغیرہ انتخاب کیا تھا اُسکے چھاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپے
عنایت کیے - جب لارڈ صاحب لکھنؤ سے رخصت ہوکر دریاے گنگا کے کنارے
پہونچے تو تاکیدی چھٹی لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکھی کہ جسطرح بنے معتمدالدولہ
کی گرفتاری کی صورت ظہور مین آئے - رزیڈنٹ اس چھٹی کے مضمون سے مطلع ہوکر
بادشاہ کے پاس خلوت مین حاضر ہوا اور الفاظ غدر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست
و دشمن اپنی نظرون مین بھی دوست و دشمن ہین - بہر حال آپکی رضاجوئی منظور ہے
اگر پیشتر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ ڈھائی مہینے کا ہرگز طے نہوتا - ابھی معتمدالدولہ کی گرفتاری
کی صورت ظہور مین لاتا ہون - لیکن در دولت پر اُنکی گرفتاری فساد عظیم کا باعث ہے
بلکہ خونریزی کا احتمال ہے - جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو اس بارہ مین
لکھا ہوا اپنے ساتھ لایا تھا دستخط کے واسطے پیش کیا اُسوقت معتمدالدولہ سے قلمدان کا طلب
فرمانا خلاف مصلحت تھا اسلیے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اُسپر دستخط کیے اور فرمایا کہ مہر آیندہ
لگائی جائے گی - جب رزیڈنٹ وہان سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمدالدولہ جو خرابی

یعنی معتمدالدولہ رزیڈنٹ سے جس صحیح نامہ میں اول ہے ۱۲

بادشاہ کا معتمد الدولہ پر عتاب نازل ہونا

اب لارڈ صاحب کو اُن مراسلات کی تحقیق کی فکر ہوئی اُنھون نے اپنے مترجم مسٹر مکان سے کہا کہ ان کاغذات کی تحقیقات جو ہمارے ساتھ ہین کیسے ہو اس لیے کہ انکی تحقیق خلوت چاہتی ہے اور رزیڈنٹ کا شامل ہونا مشکل ہے کیونکہ وساطت اُسکے عہدے کی ذمہ داری ہے اور اگر اُسکے سامنے بادشاہ سے دریافت کیا جائے گا تو وہی جواب ملے گا جو پہلے ملا تھا۔ پس ایسی صورت کرنی چاہیے جس سے رزیڈنٹ تخلیے مین شریک نرہے اور اُسپر یہ امر گران بھی نگذرے۔ مترجم مذکور نے دوستانہ طور پر رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ کی طرف سے جو تحریر معتمد الدولہ کی شکایت مین گورنر جنرل کے پاس پہونچی تھی آپ کے ذریعہ سے اُسکی بابت بادشاہ سے پوچھا تو انکار کر دیا بلکہ اُلٹا اُسکی تعریف کرنے لگے بعد اسکے پھر اس مضمون کی تحریر پہونچی تو اب گورنر جنرل کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ یا تو تم خلاف واقعہ لکھتے ہو یا بادشاہ تمھاری وجہ سے کہ تم معتمد الدولہ کے دوست مشہور ہو افشاے راز ہونے کے خیال سے انکار کرتے ہین تم اپنے آپکو کیون مطعون کرتے ہو اس بات کی تحقیقات لارڈ کیمبرمیر صاحب کرین تو تم اُس صحبت مین شریک نہ رہنا اور کہنا کہ اگر میری طرف سے کوئی شبہہ ہے تو مین اس معاملے کی تحقیق کے وقت شامل رہنا نہین چاہتا آپ خود بادشاہ سے تحقیق کر لین چونکہ بادشاہ رزیڈنٹ سے اس مبالغے کے ساتھ انکار کر چکے تھے کہ اُسکو یقین کلی تھا کہ یہ بادشاہ کے دل کی بات ہے اور وہ لارڈ صاحب کو بھی وہی جواب دینگے جو مجھے دیا تھا مترجم کی صلاح کو پسند کر کے شکریہ ادا کیا اور یہ وعدہ کیا کہ کل کی صحبت خلوت مین مین شریک نہ ہونگا مترجم نے اس طرف سے دلجمعی کر کے لارڈ صاحب کو

متوسل معتمد الدولہ کا ہو اُسے گرفتار کرکے لاؤ اور اُنکے مکانون مین چوکی پہرے بٹھاؤ اُس روز لکھنؤ مین ایک تہلکۂ عظیم برپا تھا مہاجن اور سوداگر جدا جدا فریاد کرتے تھے کہ ہمارا روپیہ معتمد الدولہ سے ہمکو وصول ہو جائے۔ آخرش رزیڈنٹ نے معتمد الدولہ سے کاغذ عدم مفسدہ پر دازی کا لکھوا کر مہر لگوائی اور اُنھون نے نظر بندی اپنے مکان پر رضامندی سے قبول کی اور رزیڈنٹ نے اُنکو ہاتھی پر سوار کراکے انگریزی پلٹن کی کمپنی کی حفاظت مین اُنکے مکان پر بھیجدیا اور کہدیا کہ قرضہ قرض خواہون کا حساب وکتاب کی رو سے ادا کردو یہ معاملہ سرکار کا نہین ہے بلکہ آپکی ذات کا ہے اُنھون نے دو توپین اپنے مکان کے آس پاس دونون طرف کوچے مین نصب کرائین اگرچہ یہ مجال نہ تھی کہ مکان سے قدم باہر رکھین لیکن دونون وقت گھر مین ایک دربار عظیم برپا رکھتے تھے اور درپے انعام واکرام نے آگے سے زیادہ مواجی شروع کی اور یہ صورت رزیڈنٹ کی بدولت نمایش وآبرو کے لیے حاصل تھی یہ واقعہ ۱۲۴۳ھ ہجری کا ہے صاحب راے مورخ نے یہ تاریخ اُنکی معزولی کی لکھی ہے ؎

آج اس گھر کا ۱۲۴۳ سنیچر اُترا

رزیڈنٹ نے اپنی طرف سے ایک انگریز کو معتمد الدولہ کے قرضے کے انفصال کے لیے متعین کیا نواب نے اُسکے سامنے روشن علی کے ہاتھون سے زر قرضہ دام دام ادا کردیا۔

معتمد الدولہ کے متعلقین کے مکانون پر بادشاہی پہرے مقرر ہونا اور اُنکا مذلت اُٹھانا۔ میر فضل علی خان کا عہدۂ وزارت پانا منتظم الدولہ مہدی علی خان کا وزارت کی دستیابی سے محروم ہوکر فرخ آباد کو چلا جانا

معتمد الدولہ کے نظر بند ہونے کے بعد میر فضل علی کو خلعت نیابت بائیس پارچے کا ملا اور

ریاست کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے تھے - پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچھ کلکتے سے تمھارے
حق مین سفارش آئی ہے - تم ابھی رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جاکر دریافت کرو اور اُسکا ترجمہ حسب
سررشتہ لاؤ اُدھر رزیڈنٹ نے اپنی کوٹھی پر پہونچ کر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اُس مضمون سے
مطلع کیا اُسنے اپنی کمپنی کے آدمی مکان رزیڈنسی مین جابجا مامور کیے اور رزیڈنٹ نے
اپنے میر منشی کی معرفت فقیر محمد خان اور مینڈو خان کو کہلا بھیجا کہ اسوقت اپنے گھرون سے
قدم باہر نہ رکھین لیکن تذکرۂ حکومتہ المسلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر محمد خان معتمد الدولہ کے
ساتھ تھے - معتمد الدولہ کئی ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لیکر نہایت تزک و شان کے ساتھ رزیڈنٹ کی
کوٹھی پر پہونچے - جب رزیڈنٹ نے اُنکے آنے کی خبر سُنی تو موافق دستور قدیم کے مراسم قوانین مقررہ
سے پیش آئے اور باہم تذکرہ سلطنت کے باب مین کچھ صلاح ہوتی رہی تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنٹ
دوسرے کمرے مین چلے گئے اور معتمد الدولہ کو وہین بٹھا گئے - فوراً دو انگریز کرچ برہنہ معتمد الدولہ
کے سر پر آکر کھڑے ہوے اور یہ حکم سُنایا کہ آپ بادشاہ کے حکم سے قید ہوئے ہتھیار کھول کر رکھ دو
یہ سنتے ہی طائر ہوش و حواس معتمد الدولہ کا اُڑ گیا فی الفور ہتھیار کھول کر دیدیے - بعد ایکساعت
رزیڈنٹ پھر وہان آئے اور نہایت تسلی کرکے کہا کہ تم خدا کا شکر کرو کہ ہمارے پاس قید ہوے
اگر بادشاہ کی قید مین آتے تو وہ تمکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے جو کچھ تمکو منظور ہو ہم سے کہدو
معتمد الدولہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ اب عزت و آبرو میری آپکے ہاتھ ہے - بعد اس کے
رزیڈنٹ نے اُنکے ساتھیونکو جو دروازے کے باہر تھے حکم بھیجا کہ تمھاری نوکری اور عزت
اسی مین ہے کہ اپنے اپنے رسالون مین چلے جاؤ تمھارے آقا گرفتار ہوے ورنہ تم پر بھی قید کی بلا
نازل ہوگی آغا میر کے ہمراہی پانون سر پر رکھکر بھاگے مگر اعظم علی خان اور دو خدمتگار
حاضر رہے - جب نصیر الدین حیدر نے گرفتار ہونا معتمد الدولہ کا سُنا تو علی العموم حکم دیا کہ جو کوئی

وغیرہ مین جو بہرے سُلطانی پہونچے تھوڑا سا اسباب یہان کا تلف ہوا لیکن نقد روپیہ کسی جگہہ نہ تھا -

امرت لال عرض بیگی کایستھ سکسینہ جو غازی الدین حیدر کے عہد سے معزز و ذی اختیار چلا آتا تھا اور ایام شاہزادگی مین نصیر الدین حیدر کی خبرین معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہونچایا کرتا تھا - اول اُسکو بطور دلدہی خلعت و خطاب راجگی عطا فرمایا اس ہنگامے مین وہ بھی گرفتار ہو کر راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کورمی کے حوالے ہوا مار پیٹ کی نوبت آئی اور مداخل و مخارج دیوانخانہ کے محاسبے مین مبتلا ہوا اُس نے کچھ زر نقد جو امکان مین تھا پیش کیا اور باقی سبیل زر کیواسطے اجازت طلب کی کہ اپنے مکان مین جاکر جو دفینہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہونچ کر چاقو سے گلا کاٹ کر اپنا کام تمام کیا تاریخ اس واقعہ کی صاحب رائے مورخ نے یون لکھی ہے

ہاتف زغیب گفت کہ شاباش امرت لال این کار از تو آید و مردان چنین کنند

پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلائے محاسبہ مین معتمد الدولہ کو مبتلا کرین چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اُڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی -

حکیم مہدی علی خان نیابت کی امید مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ کو نصیب ہو چکی مجبور ہو کر نذر وزارت دینے مین کہ کسر شان تھی تامل کیا آخر کار صورت تالیف قلب ظہور مین آئی - چونکہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل نذر دیکر خوش کیا - ایکدن منتظم الدولہ باد شاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیوان جاہ پسر ملکہ زمانی خلعت جرنیلی سے سرفراز ہو کر کاغذات سپاہ پر احکام لکھ رہا ہے حکیم مہدی علی خان نے نہایت آزردہ ہو کر کاغذ اُس کے ہاتھ سے لیکر باآواز بلند یہ بات کہی

اعتماد الدولہ خطاب عنایت ہوا - یہ میر فضل علی وہی شخص ہین جو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر
کی جاگیر کے منتظم تھے اور اپنی بہن بی منلانی کی وجہ سے جسکا نام فیض النسا ہے بیگم صاحبہ کی سرکار
مین پورا استلط رکھتے تھے اور معتمد الدولہ کی عداوت کی وجہ سے کانپور کی طرف نکلوائے گئے تھے
چونکہ فیلبانونکے زمرے مین سے تھے اسلیئے ایک شخص نے اُنکی وزارت کی تاریخ اس طرح پر
نظم کی ہے -

یہ اوج مسند عزت نشست چون نائب ... زفیض محلہ نشینان ہو دج عصمت
مورخش بسر فیل فکر رفت و گفت ... گرفتہ از سر آنکس بری بری دست دست
(۱۲۴۴) (۱۲۴۴)

میر فضل علی دہلی کے سادات صحیح النسب سے تھے انکے بزرگ عہدۂ فوجدارخانی پر سرکار
شاہی مین ممتاز رہے یعنی سواری کے وقت خاص بادشاہ کا فیل چلاتے تھے انتظام الدولہ
منظفر علی خان جو خانہ نشین تھے اُنکو خلعت دیوان خانہ ملا اور معتمد الدولہ کے متعلقین و متوسلین کے
مکانون پر بادشاہ کی طرف سے پہرے کھڑے ہوگئے اسم شماری اُنکی یہ ہے - میر محمود وغیرہ
پسران میر افضل علی بائیسی والہ یہ میر افضل علی معتمد الدولہ کا سمدھی تھا - سبحان علی خان -
تاج الدین حسین خان حکیم واجد علی خان - دولت رائے واصلیاقی نویس - ٹیپو خان - میر بندہ علی
مسخرہ - مولوی جلال الدین - سنگی خان - جیون خان سواتی - اعظم علی اور قطب شاہ
وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند ہوے - اور انکا اکثر اسباب لٹ گیا مگر دو لوگ محفوظ رہے
جن کے مکانون پر پیشتر سے معتمد الدولہ نے انگریزی پہرے بٹھا دیے تھے وہ یہ ہین - فاطمہ بیگم
معتمد الدولہ کی بہن اور میر الٰہی بخش معتمد الدولہ کا بھتیجا اور میر روشن علی اور میر شاہ علی معتمد الدولہ
کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد غرض اس کشمکش مین کہ شہر بھر یا بہتا شہر کے بازار اور
رعیت کے گھرونکے دروازے بند ہوگئے اور کوٹھی نور بخش اور حیدر گنج اور باغ دوارکا داس

جاؤنگا تو دفتر دیوانی کے افسر مجھے مکان پر رہنے نہ دینگے اور معتمد الدولہ کے مکان پر انگریزی پہرے ہین یہان اُنکا ہاتھ نہ پہونچے گا مگر اس فکر مین تھے کہ کسی طرح معتمد الدولہ سے اس روپے کی فارغخطی ہاتھ لگ جائے چند روز کے بعد جب معتمد الدولہ کے متعلقین کی گرفتاری کی شورش موقوف ہوگئی اور شہر مین امن قائم ہوگیا اور فتنہ ٹھنڈا ہوگیا۔ تو معتمد الدولہ نے تاج الدین حسین خان سے کہا کہ اب ہمکو اطمینان ہے آپ یہان بے آرام ہین اپنے اہل وعیال مین چلے جائیے مین آپکو برضا ورغبت اجازت دیتا ہون تاج الدین حسین خان نے اُس محاسبے کا عذر کیا معتمد الدولہ نے سوچ کر کہا کہ جو کوئی تم سے پوچھے یہ جواب دیجیو کہ مین وہ روپیہ معتمد الدولہ کو دیچکا ہون جو کوئی مجھ سے کروڑ دو کروڑ روپے کا حساب لیگا اُن روپیونکو بھی حساب دیدونگا تاج الدین حسین خان نے عرض کیا کہ اگر یہ پرورش منظور ہے تو دستور کے موافق رسید عنایت ہو جائے تا کہ جو کوئی مجھ سے محاسبہ کرے تو بطور سند کے دکھادون معتمد الدولہ نے فراخ حوصلہ سے اسیوقت رسید اپنی مُہری عنایت کردی۔

القصہ تاج الدین حسین خان نے فقیر محمد خان اور مینڈو خان اور ساہ گوبندلال کی رضاجوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن محاسبے سے پاک کیا۔ معتمد الدولہ کے زمانے کے سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع لائے واجد علی خان نے بھی وہ زمانہ سازی کی کہ دونون پلے برابر رکھے۔ ان باتون کے بعد اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب قلم اُٹھایا عامل مستاجری کے طور پر روانہ کیے۔ یہانتک واقعات سنہ ۱۲۴۳ ہجری کے تھے۔

سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے بعض قابل ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق سنہ ۱۲۴۴ ہجری کا آغاز ہوا تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا

کہ اس دایہ بچے کو امور سلطنت سے کیا واسطہ ہے جو اپنے آپکو صاحب حکم سمجھتا ہے یہ بات گوری
بادشاہ کو پسند نہ آئی اور دل مین ملال پیدا ہوا - مہدی علی خان نے اس پیرایے مین کہ میری
تجارت کے کام خراب ہو نگے تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر در دولت پر حاضر ہونگا رخصت
حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے چونکہ وہ آغا میر کے رقیب تھے ناسخ نے پھر تاریخ کہی -
باز گریختہ (۱۲۵۴) اب رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دل مین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے
گھر کیا نیکنامی کے ساتھ یاد کرنے لگا جب سبحان علی خان سے مواخذے کی نوبت پہونچی تو ثابت
ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا اس لیے وہ نیابتاً شریک مشورہ ہوئے اور اُن کی
تجویز سے منشی عاشق علی خان رفیق اعتماد الدولہ سفیر کلکتہ مقرر ہوے اور وثیقے کی درستی ان سے
متعلق تھی چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت ہو کر انھون نے رنگ تجارت کلکتے مین
جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی منشی جانکی پرشاد سے متعلق تھی
اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل کلکتے سے تحریرات کی سودہ نویسی
سبحان علی خان سے تعلق رکھتی تھی یہ امر تازہ ظہور مین آیا کہ سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان
مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی - نقش عداوت صفحۂ دل پر بیٹھا اور اس وجہ سے تاج الدین حسین خان
بائیس لاکھ روپیہ کا محاسبہ چکلہ سلطان پور کی بابت قرار پایا - تاج الدین حسین خان معزول ہو کر
لکھنؤ مین آئے دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور ہین اسطرح اسپ سوار معتمد الدولہ
آغا میر کے مکان پر چلے گئے اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دست آویز جو فارغ خطی کا
کام کرے حاصل کر کے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آ بیٹھے - محتشم خانی مین اس رسید کی کیفیت
یون لکھی ہے کہ جب معتمد الدولہ اپنے مکان پر مقید ہوئے اور یہ خبر شہر مین پھیلی تو تاج الدین حسین خان
اُسیدن اُنکے پاس پہونچ کر شریک حال ہو گئے اور رفاقت مین رہنے لگے انکو ڈر تھا کہ اگر اپنے مکان

(۳۴) وقائع دلپذیر مین لکھا ہے کہ بادشاہ نے مناجان کو جب فریدون بخت خطاب دیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۲ جمادی الاولی ۱۲۴۴ہجری کو اپنے محل مین محفل جشن آراستہ کی اور نصیر الدولہ کی والدہ اور نواب جعفر علی خان و نواب کاظم علی خان وغیرہ کی بیگمات خاندان منصوریہ کو طلب کرکے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہناکر چھبیسوین سالگرہ منائی اور وقت شب کے محسن الدولہ کی بہنون کی رسم کتخدائی ابوطالب خان کے بیٹون کے ساتھ ادا کی اور پھر فریدون بخت کا ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپے مرحمت کیے اور پچاس ہزار روپے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنے خاص خاص نوکرون کو تقسیم کردین باوجودیکہ ابھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم مین آتش فساد و عناد مشتعل نہوئی تھی لیکن اُنکو اس بات سے نہایت طیش آیا۔ تام پشمینے کو جلوا دیا اور کرنیل جان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ بیگم آپ کو شیرینی بھیجین تو واپس کردیجئے چنانچہ بیگم صاحب نے نقرئی ٹھلیون مین شیرینی بھرکر بھیجی تو اُنھون نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدون بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر دلیل نہو جائے۔ اور انھین دنون مین بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدون بخت کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہورہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہوگیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف سے مکدر ہو جانا

بعض تاریخون مین لکھا ہے کہ یہ وزیر نہایت نیک نیت اور بامروت اور صاحب خلق اور باخدا تھے سب کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور اپنے دشمن کو دشمن نہ جانتے تھے۔ بادشاہ کی

کہ جشن کی تیاری کرین۔ اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امور مین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ اعتمادالدولہ کی بے سلیقگی کھل گئی اور کچھ روپے کی خیانت بھی اُنکی نسبت ثابت ہوئی اور بعد اسکے ملک مین خرابی پیدا ہوگئی اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہوگئی اور ملک مین چارون طرف فساد پھیل گیا اور لوٹ مار سے مسافرونکا ناک مین دم آگیا۔ رزیڈنٹ نے اسبات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر دادیلا پر نوبت پہونچ گئی۔

(۲) نصیرالدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہوجائے اس نظر سے اُنھون نے اس امر مین گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہوجائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے اور قرضہ گورنمنٹ انگریزی مین منظور ہوا اس کل روپے کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا۔ مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اُسکا روپیہ جب منظور ہوگا واپس ملے گا اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اُسکا وارث بادشاہ کی حیات مین لاولد مرجائیگا تو وثیقہ منضبطہ بادشاہ کو ملیگا۔

وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی مگر اقرار کیا کہ اُنکی خاطر کیجائیگی ۱۴۔ شعبان ۱۲۴۴ھ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۸۲۹ء کو اس باب مین عہدنامہ منعقد ہوا

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکۂ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ
تاج محل	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
مخدرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

پوچھی اور فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ کام میرے اشارے سے نہین ہوا ایک شخص نے
نشے کی حالت مین بے اعتدالی کی ہمکو بھی بُرا معلوم ہوا چونکہ قوم کا انگریز تھا سوا قید کے
دوسری سزا اُسکے لیے مناسب نہ معلوم ہوئی اگر یہ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا تو اُسکو
پوری سزا ملتی اللہ تعالےٰ قرآن مین فرماتا ہے۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکاریٰ۔ جبکہ خود
نماز فرض کے لیے نشے کی حالت مین ایسا حکم دیا تو دوسرے کامون پر کیا حکم ہوا اگر کسی راہ رو پر
کوئی دیوانہ کیچڑ ڈالدے تو اُس راہ رو کی عزت مین کیا بٹا لگے گا تم اس کا دل مین کچھ خیال
نکرو بادشاہ نے اسطرح اُنکی تشفی کی اور اپنے ساتھ لائے لیکن اُنھون نے نبھتی نہ دیکھکر کامون سے
ہاتھ کھینچا ایکدن بادشاہ نے کثرت نشۂ شراب مین ہرکارون کے جمعدار کو حکم دیا کہ جلو کے
آدمی تیار ہون جو فوج حاضر تھی حسب الحکم تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم صاحب
رزیڈنٹ کو در پردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین مگر یہ بات کچھ اصل نہ رکھتی تھی دوسرے روز
رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جوابدیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا
اُسنے کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تھی یہ صورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی
اور آئینۂ دل مین تازہ غبار کدورت جم گیا آخر اس کش مکش مین اعتماد الدولہ ۱۲۴۶؁ ہجری
مین جہان فانی سے گذرے جبتک زندہ تھے باوجود بیکاری و خانہ نشینی کے بادشاہ بیگم کے
لحاظ سے کہ اُنکے ساختہ و پرداختہ تھے نیابت اُنھین کے نام پر رہی۔ شبیہ کربلا مین جسکو
میر خدا بخش نے تعمیر کیا تھا اُنکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیان اولاد مین رہین جو میر حامد علی
اور میر حیدر حسین قوم سادات کے ساتھ منعقد تھین۔ بعض تاریخون سے ثابت ہوتا ہے
کہ چوبیس لاکھ روپے بادشاہ نے اپنے خزانے سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کے لیے مسٹر مورڈنٹ
ریکیٹ صاحب کی معرفت جمع کرلیے تھے۔ اعتماد الدولہ کا وثیقہ ان دونون دامادون

طبیعت انکی طرف سے کئی وجہون سے صاف نہ تھی (۱) جسطرح ایام شاہزادگی مین اتالیقی کرتے تھے اُسیطرح اب بھی اطوار شائستہ کی تفہیم مین قاصر نہ تھے (۲) جو انتقام کہ معتمدالدولہ سے منظور نظر سلطانی تھا وہ ظہور مین نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے جو خلاف وضع تھی دور دور رہتے تھے۔ آخرکار رفتہ رفتہ صورت نقیض پیدا ہوئی اور بادشاہ کی طبیعت جوانان نوخاستہ کی طرف مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ رنگ کا جلسہ جما اور اُن لوگون کا بازار آہستہ آہستہ گرم ہوا۔ اور اعتمادالدولہ کی گرما گرمی سرد ہوئی۔ ملخص تاریخ اودھ مین ہت پرشاد کہتا ہے قضارا اقبال الدولہ پیش ہوگئے اور عہدہ جرنیلی پاکر سلطنت کے کامون مین دخیل ہوئے بادشاہ کی طبیعت اعتمادالدولہ کی طرف سے پھیر دی اور جہان پناہ کو یقین کرایا کہ معتمدالدولہ سے سازش رکھتے ہین یہانتک کہ بادشاہ اُنکے جانی دشمن ہوگئے اور اُنکے خراب کرنے کے درپے ہوئے۔ ایکدن نصیرالدین حیدر بجرے مین سوار ہوکر دریا کی سیر کررہے تھے اور نشۂ شراب سے لایعقل ہورہے تھے کہ ناگاہ ایک فرنگی بچے کی ٹوپی عالم نشۂ شراب مین دریا مین گرگئی اُسنے بادشاہ کے اشارے سے وہ دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتمادالدولہ کی دستار سر سے جُدا ہوجائے لیکن اُنھون نے پیچ و تاب کھاکر دونون ہاتھون سے سنبھالی اور فرط حجاب نے قالب سے باہر کیا اور چاہا کہ شمشیر آبدار کے جوہر دکھائین لیکن جب اہل کشتی نے میان سے تلوار کھینچنے نہ دی تو اعتمادالدولہ نے زبان سے بہت کچھ بُرا بھلا کہا بادشاہ نے دل جوئی کی راہ سے اُس لڑکے کو قید کرکے رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا لیکن اعتمادالدولہ اس بے حرمتی سے لوگونکی نظرون مین بے اعتبار ہوگئے اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا۔ وزارت کا کام چھوڑ دیا ہرچند بادشاہ نے بُلایا نہین آئے آخرکار بادشاہ خود منانے کو اُنکے گھر گئے اور وجہ خانہ نشینی کی

مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا کے لشکر مین چلے گئے اور اُسکی ملازمت حاصل کی۔ جب نصیرالدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پُرانی محبت کی وجہ سے شتر سوار کو دو ہزار روپیہ سمیت بھیجکر جعفر علی خان کو گوالیا سے بلواکر عہدۂ توپخانۂ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپیے تنخواہ مقرر کر دی اور بادشاہ کے مصاحب و ندیم ہوگئے وہ آبرو بہم پہونچائی کہ درباری آتش حسد مین جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جعفر علی خانکی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

رام دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین پہونچاکر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکھنوی ساکن محلۂ چکلہ مرد لحیم و شحیم خوش وضع و سفید پوست تھا سیپاریان بیچا کرتا تھا اور لین دین کرتا تھا صاحب تقدیر تھا کہارون کا جمعدار کھوانی مہرا مر گیا اُسکے پاس چھ سات لاکھ روپیہ نقد تھا وہ زر بے محنت بینی رام کے ہاتھ آیا۔ اور اس روپیے کی بدولت عاملون سے پوتہ داری کے ذریعہ سے زر کثیر حاصل کیا۔ عاشورن نام ایک لکھنوی طوائف سے رسم آشنائی بڑھاکر اُسکو گھر مین ڈال لیا اُس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی بیٹے کا نام احمد علی رکھا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا منالال عرف رام دیال ہمقوم عورت سے بھی چھوڑا وہی ساہوکارے کی کوٹھی اور تمام مال و اسباب کا وارث بنا چالاک تھا کہ جوہر فروشی کی بدولت صاحبزادگی سے محل شاہی مین اُسکا لین دین تھا اب بادشاہ کے دربار تک رسائی بہم پہونچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوائف سے تھی بادشاہ کے پاس پہونچایا جس نے

وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا - آخرکار یہ دونون داماد لکھنؤ سے نکلکر دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی -

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض اُن مین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تھا اور عہدہ جرنیلی کی نیابت اُن سے متعلق تھی جو کیوان جاہ کے باپ کا نام تھا اور فتح علی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تھا ان دونون کے متعلق پلٹنین تھین اور فتح علی خان کے یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی توپخانہ تھا دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شیر یہ بائیسی پلٹن کے مختار تھے اور تھوڑے سے سوار بھی اُنکے ماتحت تھے تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ کے گھرانے سے تھے اور عدالت اُنکے سپرد تھی اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی یہانتک کہ اُنکا مُنھ دیکھ کر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش وعشرت کے جلسون مین اُنکو شریک رکھتے تھے اور اُنکے متعلقہ کامونکو منشی غلام مرتضی مرثیہ خوان پسر ملا محمد روضہ خان سرانجام دیتا تھا اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضی کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ مرثیہ خوانی بہت ثروت وشہرت کو پہونچی تھی -

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتدائے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر

شاہی مین بڑے رتبے پر پہونچایا۔

اسی سنہ مین ایک روز کا قصہ ہے کہ بادشاہ ظہر کے بعد کھُر بلاس نامے مکان کی چھت حجامت بنوا رہے تھے اور اقبال الدولہ اُسوقت حاضر تھے ممن خان اور محمد بخش دونون نماز کے لیے چھت سے تلے اُتر رہے تھے کہ ایک دیوانہ آدمی شمشیر برہنہ ہاتھ مین لیے اور بندوق کاندھے پر رکھے بے محابا موتی محل کے دروازے سے محل کے اندر گھُسا راجہ شیو دین اور دربان وہان بیٹھے ہوئے تھے اُنھون نے منع کیا اُنکو تلوار سے ڈراکر بھگا دیا اور کھر بلاس کی طرف قدم بڑھایا جو کوئی اُسے روکنا چاہتا تلوار سے دھمکاکر بھگا دیتا تلوار کی آنچ کی کوئی تاب نہ لاسکا دور سے لوگ ڈراتے پاس نہ آتے نجم الدولہ کی دور سے اُس پر نظر پڑی وہ بھی پاس نہ آسکے دیوانخانہ اُنکے باپ کے ماتحت تھا اُنھون نے چوبدارون کو حکم دیا کہ اسے روکین مگر کسی مین یہ جرأت نہ تھی کہ قریب جاکر اُسے منع کرتا وہ بڑھتے بڑھتے مکان مذکور کے زینے تک پہونچ گیا بادشاہ اس دیوانے کی جرأت اور لوگون کے شور و غل سے متحیر تھے ممن خان اور محمد بخش تلے سے اوپر چڑھے اور جون ہی اُس دیوانے نے پہلے زینے پر قدم رکھا اور چاہا کہ بادشاہ تک پہونچے ممن خان نے چالاکی وچستی کرکے فوراً ایک ہاتھ کمر مین ڈالا اور دوسرے سے اُسکی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا یہ ضعیف اور دیوانہ قوی ہیکل تھا لیکن محمد بخش نے ممن خان کی مدد کرکے اُسے تلوار مارنے کی فرصت ندی دونون نے اُسے زمین پر دے مارا تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اب نجم الدولہ دلیری کرکے دور سے دوڑے اور اُسکی بندوق دونون ہاتھون سے پکڑکر اس زور سے سر پر ماری کہ سر کی ہڈیان پارہ پارہ ہوکر بھیجا ناک کی راہ بہ گیا اور فوراً مرگیا بادشاہ ممن خان کی جرأت سے بہت خوش ہوئے تعریف کی خلعت فاخرہ اور کئی ہزار

محلات شاہی مین داخل ہوکر پھول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا ہوا ۱۲۴۴؁ ہجری مین اعتماد الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگزاری کا ستارہ چمکا اور تمام معاملات پر اُس کا حکم جاری ہوا بلکہ عمال کا عزل نصب اُسکی راے سے ہونے لگا اور رزیڈنٹ کے پاس بادشاہ کی طرف سے سفارت بھی کرتا۔ اور رزیڈنٹی کے خزانچی سے راہ و رسم پیدا کر کے اُسکی وجہ سے غلام حسین میر منشی رزیڈنٹی سے صورت اتحاد نکالی بلکہ رزیڈنٹی کا تمام عملہ بھی اُسکی توقیر کرتا تھا۔ لیکن بے علم کندۂ ناتراش تھا جب سرہربرٹ مڈک لکھنؤ کے رزیڈنٹ ہوکر آئے اور اُنھون نے ایکدن رام دیال سے دریافت کیا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ پیٹ نفس (نفخ) بہت رہتا ہے یہ سُن کر صاحب رزیڈنٹ نے جانچ لیا کہ یہ شخص بڑبے اور ذمے داری کے کام کے قابل نہین یہانتک واقعات ۱۲۴۴؁ ہجری کے تھے۔

دو رقاصہ عورتون کی سرفرازی ـ ممن خان اور محمد بخش کی ترقی ایک مجنون کی عجیب حرکت

مسند نشینی سے تیسرے سال ۱۲۴۵؁ ہجری مین جشن موقوف رہا۔ لیکن دو رقاصہ عورتون کو جن کا نام حسینی تھا اپنی صحبت کے لیے پسند کر کے ایک کو بادشاہ محل خطاب دیا اور دوسری سُلطان محل۔

دو لڑکے تھے ایک کا نام ممن خان تھا اور دوسرے کا محمد بخش یہ دونون غازی الدین حیدر کے پانون دابا کرتے تھے اُنکو نصیر الدین حیدر نے منظور نظر فرما کر بڑے رتبے پر پہونچا دیا ممن خان کو اول ارباب نشاط کا داروغہ بنایا پھر فوج کی حکومت دی اور خواص

مدار المہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ کے درمیان آمدورفت اور پیام وسلام کا دروازہ رام دیال پر بند ہوا بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت آمیز پسند نہ آئی مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے پرچۂ پیام چوبدار کے ذریعہ سے جاری رہا اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعہ سے انجام پاتا۔

رام دیال کی طرف سے رزیڈنٹ کی زیادہ ترناخوشی کا سبب یہ امر تھا کہ انھون نے اُس سے ایکدن دریافت کیا کہ کیوان جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہین اسکی تحقیق کر کے ہمکو خبر دو اور یہ بات کہکر تاکید کردی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھلے اس بنئے کے پیٹ مین پانی کب ہضم ہوتا تھا یہ ماجرا بادشاہ تک پہونچایا اُنھون نے تیسرے روز ملاقات مین رزیڈنٹ سے شکایت کی کہ آپکو ایسے امر کی ہم سے تحقیقات چاہیئے کہ بیٹے کی پیدایش کی اطلاع باپ کو اچھی طرح ہوتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ اسکی مان میری ممتوعہ تھی لیکن خلد مکان اور مریم مکانی کے خوف سے اس بات کو چھپائے رکھا تھا جبکہ وہ حاملہ ہوئی اور وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو بچہ کی پیدایش اپنے محل مین مناسب نہ جانکر اُسکے مکان کو روانہ کر دیا تھوڑے دنون کے بعد بیٹا پیدا ہوا ہرچند یہ بات چھپائی لیکن زبان بزبان مریم مکانی کے کانون تک پہونچی اُنھون نے بچے کی پرورش غیر جگہ اپنی شان کے خلاف سمجھکر عورت کو معہ بچے کے اپنے پاس بلا لیا اور خلد مکان کے خوف سے یہ مشہور کیا کہ یہ عورت دودھ پلانے آئی ہے۔

رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ بالکل بہتان ہے کسی نے مجھ پر باندھا ہے مجھکو ایسے معاملات سے کیا کام آپ اُس کا نام تو بتائین تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس آدمی نے کہا ہے۔ کلام اُس کا اعتماد کے قابل ہے یا نہین بادشاہ نے رام دیال کا نام بتا دیا صاحب کو پہلے ہی سے

روپے عنایت کیے اور ہر ایک محل سے ہزارون روپیہ انعام مین ملا - لیکن بادشاہ بیگم نے سب سے زیادہ دیا - اُس دن سے ممن خان کی آبرو سب مین بڑھ گئی اور بادشاہ کے دل مین پکڑ کرا مرا مین داخل ہو گیا -

نئے رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجھانا کہ انتظام ملکی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے رام دیال کا کیوان جاہ کے نسب کی تحقیق کی علت مین ندامت اُٹھانا

ایم رکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکھنؤ کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخرکار بدنام ہو گئے اور میر منشی غلام حسین کی وجہ سے کہ نہایت راشی اور طامع تھا بدنام ہو کر سنہ ۱۲۴۵ھ مین لکھنؤ کی رزیڈنسی سے اُنکی تبدیلی ہو گئی - صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت بادشاہ سے یہ بات کہی کہ مین نے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجھایا - لیکن آپ نے بمقتضاے شباب کہ انجام اُسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نکیا اور مجھکو بدنامی نصیب ہوئی لیکن مین یقین کرتا ہون کہ پہلے روبکاری رزیڈنٹ منصوب سے کیوان جاہ اور فریدون بخت کے باب مین پیش آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین یہ صاحب تو بادشاہ کے کان کھولکر یہان سے چلے گئے اور ناوک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ ہو کر آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے بلا انتظار استقبال یکایک لکھنؤ مین داخل ہوئے چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف تھا اسلیے بادشاہ کے پسند نہوا - اس رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اُنکے کان کھولے کہ دن رات نشۂ شراب مین رہنا عقل سے دور ہے اور رنڈیون کی صحبت مین پڑا رہنا بہتر نہین اور رام دیال جیسے آدمی کی

گڑے ہوئے مُردے اُکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت مین دل کو پریشان کرنا ضرور نہین جو کچھ مناسب وقت تھا طرفین سے ظہور مین آیا - سر ہربرٹ مڈک اس جواب سے بے حد خوش ہوئے لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے - اور اسبات کی تحقیقات منظور تھی اس لیے غلام حسین میر منشی رزیڈنسی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اُنکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر اُس کے مکان پر پہونچا اور صورت محاصرہ ظہور مین آئی - غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی ہے پستول بھر کر اپنے پیٹ پر خالی کیا - قضا سر پر سوار تھی پُر ارمان اور لاولد جہان سے گذرا اور اُسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے بندوق کی گولیان کھا کر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی ملک عدم ہوے اُس کا تمام مال و اسباب ضبطی مین آیا - التفات حسین خان میر منشی گری سے سرفراز ہوا لیکن روبرو بیٹھنے کی قدرت نہ تھی اور نہ کسی کام مین دم مارنے کی قوت -

ایم ریکٹ صاحب کی بدنامی کے باعث یہ تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خان کہ اس زمانے مین نظر بند ہوگئے تھے (۲) ساہ بہاری لال اُسنے یہ کہکر اپنا دامن پاک کیا کہ مین مہاجنی پیشہ ہون مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) رام دیال کہ اسی کے سر پر بدنامی کا ٹوکرا رہا -

دشمن کہتے ہین کہ نصیر الدین حیدر مین رجولیت کی قوت نہ تھی

تاریخ مناجان مین لکھا ہے کہ سر ہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب مین بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ تک رہا اور عوام مین یہ بات مشہور تھی اور معتمد الدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے

رام دیال کا گمان تھا کیونکہ سوا اُس کے کسی اور سے اُنھون نے اسکا چرچا نہین کیا تھا جب بادشاہ نے نام اُس کا بتادیا تو رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ شخص حرام زادہ اور مفتری ہے جھوٹی بات بنا تا ہے اور دونون سرکارون مین فساد ڈالتا ہے حضرت اُسکے جھوٹے قول پر اعتماد نکرین اور ایک ایسے بنیے سے سفارت کا کام نہ لین کہ نہ وہ اسرار بادشاہی کے قابل ہے اور نہ ہم لوگون کی ہم کلامی کے لائق - محتشم خانی مین واقعات ۱۲۴۵ہجری مین اسیطرح لکھا ہے -

مڈک صاحب کا رزیڈنٹی پر مقرر ہونا اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

۱۲۴۶ہجری مین جشن مسند نشینی ملتوی رہا اور مسٹر مڈک صاحب کی آمد کی خبر گرم ہوئی جنکے نام اصالتاً رزیڈنٹی کا عہدہ تھا - بادشاہ اور قائم مقام رزیڈنٹ باوجود کشیدہ خاطری کے ضرورتاً عالم نگر تک کہ استقبال کی حد وہان تک مقرر تھی استقبال کو گئے اور ملاقات کرکے بادشاہ اپنے ہاتھی پر بٹھاکر فرح بخش مین لائے اور رسوم معمولی سے فراغت پاکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ کو اتنا رنج تھا کہ گوٹے کا ہار فرح بخش ہی مین چھوڑکر چلے گئے ادھر سے بھی کسی نے نہ پوچھا اور اپنے مستقل عہدے پر دوسرے شہر کو روانہ ہوگئے ایکدن رزیڈنٹ نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہیئے اُن سے کچھ باتین کہنا سننا ہین - بادشاہ نے اُنکا رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت ندی آخر کار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو در اصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے پاس بلالیا اور اُن سے رزیڈنٹ سابق اور عملۂ رزیڈنٹی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق کیا مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشاے راز نکیا اور کہا ؎ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند ؏

جاتا ہے وہ اُس مقام کے تمام حالات اور آدمیون کی کیفیت اپنے جانشین کے لیے لکھ جاتا ہے تاکہ اُسکے موافق ہر ایک کے ساتھ برتاؤ اور سلوک اور بندوبست کرے چونکہ ناوک صاحب رام دیال سے بیحد مکدر اور رنجیدہ خاطر تھے اُسکی بے حقیقتی اور کم اصلی اور تنگ ظرفی کے معاملے مین ایک تحریر مڈک صاحب کو دے گئے تھے اسیلیے صاحب موصوف اُسکی ملاقات کے روادار نہ تھے۔ اس عرصے مین کسی شخص نے رام دیال کو خبر دی کہ رزیڈنٹ نے تیری شکایت فلان تاریخ گورنر جنرل کو لکھی ہے۔ رام دیال نے اپنے رفیقون کو حکم دیا کہ ایسا بندوبست کرنا چاہیئے کہ گورنر جنرل کی طرف سے جو جواب آئے وہ رزیڈنٹ تک نہ پہونچ سکے اُنھون نے بعض ڈاکوؤن سے ملکر اُنکو اسبات پر آمادہ کیا کہ قاصد کو راستے مین قتل کرکے گورنر جنرل کا جواب چھین لین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ خط رام دیال کے پاس آگیا یہ شخص انگریزی جانتا نہ تھا کسی انگریزی خوان سے مضمون معلوم کرلیا۔ بعض آدمی رزیڈنٹ کے ملنے والے رام دیال سے ناخوش تھے اُنھون مفصل خبر اس کرتوت کی مڈک صاحب کو دی وہ تو پہلے ہی رام دیال کی شکل سے متنفر تھے اور اُسکے خراب کرنے کی فکر مین تھے یہ سُنتے ہی فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور اُس کی بہت کچھ شکایت کی بادشاہ نے رزیڈنٹ کی خاطر سے اُس سے چشم محبت پھرائی اور دو کمپنیان بھیجکر گرفتار کراکر ٹیڑھی کوٹھی مین قید کردیا اس برگشتہ بخت کو تمنائے رہائی اور آرزوے منصب مدار المہامی مین ایک مدت گذری مگر آرزو بر نہ آئی۔

اب سفارت کا عہدہ اکبر علی خان پسر امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو ملا مگر بادشاہ کا نائب کوئی نہوا یہ شخص ہر کام مین بیحد محتاط تھا اس لیے اکثر کامون کے اجرا مین التوا کرتا تھا لوگ اُسکی کارروائی کو بے سلیقگی پر حمل کرتے اور اُسکی وضع قدیم کو جو طرز جدید کے منافی تھی بُرا جانکر متواتر بادشاہ تک شکایتین پہونچاتے کہ اس شخص سے کسی کام کی امید نہین۔

سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیرالدین حیدر مین ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قابلیت نہین رکھتے تھے اس لیے بیگم صاحبہ موصوفہ اُنکی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تھین اور فریب وحیلہ سے یہ لڑکا بہم پہونچایا تھا -

منتظم الدولہ مہدی علی خان نے بھی مڈک صاحب کے پاس گواہی دی کہ بادشاہ اودھ یعنی نصیرالدین حیدر نے مجھ سے مفصل اور مشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین اور اسبات کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھ سے پیدا نہین ہوا مڈک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۲۴۶ھ کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا -

تنبیہ اوپر محتشم خانی کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ اپنی زبان سے کیوان جاہ کے اپنا صلبی بیٹا ہونے کا اقرار کر چکے ہین -

تنبیہ دوم محتشم خانی وغیرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اولاد کے لیے درویشون سے چارہ جوئی کی اس سے مستفاد ہوا کہ اُن مین قوت رجولیت تھی اگر نہ ہوتی تو وہ اسبات کی کوشش کیون کرتے علاوہ اسکے عورتون کے ساتھ اُنکی ہمبستری کرنے کے واقعات بھی پائے جاتے ہین -

منصب وزارت - رام دیال کی گرفتاری

اعتمادالدولہ کے انتقال کے بعد اُنکے عہدے کے دو شخص خواہان تھے (۱) اقبال الدولہ (۲) رام دیال جو سرکار انگریزی کا گناہگار تھا -

انگریزون کا دستور ہے کہ اُن مین سے جو شخص عہدے سے کنارہ کش یا معزول ہو کر

اقبال الدولہ کے ساتھ اتنی محبت ہوگئی ہے کہ انکو خفیہ ڈولی کی سواری مین محل مین بلاکر
رات بھر اپنے پاس رکھتی ہین اور دو گھڑی رات باقی رہے باہر روانہ کر دیتی ہین خانہ زاد
کے قول کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ جو اچھے اچھے سامان حضور مخدرۂ علیا کو بخشتے ہین وہ
اقبال الدولہ کو عنایت کر دیتی ہین چنانچہ فلان انگوٹھی جو حضور نے بیگم کو دی تھی وہ اقبال الدولہ
کی اُنگلی مین ہے اور فلان تھان کہ جس کا نظیر شہر بھر مین نہین اُسکی قبا اقبال الدولہ کے بدن پر
ہے حضور تجاہل کر کے اُن سے پوچھین کہ یہ تھان تمھارے پاس کہان سے آیا یقین ہے کہ جواب
دینگے کہ بازار سے خرید کیا ہے حضور فرماوین کہ ایک دوسرا ایسا ہی ہمارے واسطے بھی لاؤ اگر
لا دیا تو خانہ زاد کا قول جھوٹ سمجھا جائے ورنہ خانہ زاد سچا ہے اب بادشاہ نے اُن چیزونکو
دیکھکر پہچان لیا اور تجاہل کے طور پر اقبال الدولہ سے دریافت کیا اُس نے وہی جواب
دیا اور حضرت نے بھی وہی سوال کیا اقبال الدولہ نے قیاس کیا کہ اگر بازار سے خریدا ہوگا
تو دوسرا بھی ملجائے گا ورنہ بیگم سے دوسرا طلب کر کے دیدونگا تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی
تھان تھا اور بادشاہ نے بیگم کو دیا تھا اسطرح کا دوسرا تھان نہ سرکار مین ہے نہ بازار مین
اب اقبال الدولہ سٹ پٹائے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ان دو تین دن مین بہت تلاش کیا
دوسرا تھان نہ ملا بیچنے والا کہتا ہے کہ یہ ایک ہی آیا تھا بادشاہ نے بائع کو بلایا تو وہ بھی میسر
نہ آیا پھر انگوٹھی کا حال دریافت کیا اُسکا بھی اقبال الدولہ نے فریبانہ جواب دیا بادشاہ نے
اُنکو اپنے دربار سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ کبھی ہمارے سامنے نہ آئین باپ کی مروت سے اس پر
خیر گذری کہ انکی منکوحہ مندرار رقاصہ کو جو بادشاہ کی اجازت سے نکاح مین آئی تھی اور صاحب
اولاد تھی اُنکے گھر سے نکلوا کر پھر چکلے مین بٹھا دیا کہ جو اپنے ناچ گانے کے کسب مین مشغول ہوگئی
ورنہ خدا جانے کیا خرابی برپا ہوتی اقبال الدولہ کا کارخانہ درہم برہم ہوا اور جرنیلی کی نیابت کا

مخدرۂ علیا کے ساتھ آشنائی کی تہمت مین اقبال الدولہ کا پایۂ اقبال سے گر جانا

ظفر الدولہ کے بیٹے اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام مالی و ملکی اُنکی ذات سے وابستہ تھا اور ان کامون کی کارپردازی غلام مرتضی سے متعلق تھی اقبال الدولہ کی وجہ سے عہدۂ سفارت کلکتہ بھی منشی غلام علی خان سے نکالکر حکیم ظفر علی کے نام قرار پایا دو ڈھائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر ہر کمالے را زوالے ارباب حسد پیشہ آتش رشک مین جلنے لگے مخدرۂ علیا کے ایک خواجہ سرا سے جسکا نام مسرت تھا بیحد عداوت پیدا ہوگئی خواجہ سرا اقبال الدولہ کی خرابی کی فکر مین تھا مخدرۂ علیا کے پاس ایک عورت رہتی تھی جس کا نام امیر بہو تھا یہ عورت اقبال الدولہ کے بھائی کے ساتھ دور کا رشتہ رکھتی تھی اور اقبال الدولہ کے مکان پر اکثر آیا جایا کرتی تھی چونکہ یہ عیاش آدمی تھے اور وہ بھی بدچلن تھی لوگون نے سمجھا کہ ان دونون کی باہم آشنائی ہے اقبال الدولہ کو بادشاہ کے پاس بیحد رسوخ تھا اکثر آدمی اپنا کام نکالنے کو اُن سے رجوع رکھتے تھے مخدرۂ علیا بھی اقبال الدولہ کے خوش رکھنے کو امیر بہو کی معرفت تحفے بھیجا کرتی تھین ان تحفون مین سے اکثر وہ چیزین بھی تھین جو بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو عطا کی تھین ایکدن ایک انگریزی قسم کا تھان جو نہایت تحفہ و کمیاب تھا بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو دیا اُنھون نے وہ تھان اقبال الدولہ کو بھیجا نوجوان آدمی تھے بدنامی کا تو خیال نکیا چند ماہ کے بعد اُسکی قبا سلوا کر دربار مین پہن کر جانے لگے مسرت خواجہ الزام لگانے کی تاک مین تھا ہی اُس کپڑے کو پہچان کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مخدرۂ علیا کو

بادشاہ کے دل مین بھی یہ بات سما گئی تھی کہ اکبر علی خان سے کچھ نہو سکے گا ان عرائض کو دیکھکر
بادشاہ کی طبیعت اُنکی طرف مائل ہوئی اپنے ندیمون اور مصاحبون سے مشورہ کیا ان دنون
وجب علی قوال بادشاہ کو ستار بجانا سکھاتا تھا اُس نے اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان
معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کر سکتے ہین یہ کاوش بغیر اُنکے دور ہونا دشوار ہے فقیر محمد خان
اور انتظام الدولہ داروغۂ دیوانخانہ وغیرہ نے بھی اسکی تائید کی بادشاہ بیگم نے بھی مشورے کے
وقت حکیم مہدی علی خان کی قدامت پر نظر کرکے بادشاہ کا مزاج اُنکی طرف راغب کیا یہ
مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدون صلاح صاحب رزیڈنٹ کے حکیم مہدی علی خان کی
طلبی مین شقہ مظفر علی خان کے داماد بندہ حسن کے ہاتھ سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین فرخ آباد کو حکیم صاحب
کے پاس بھیجا وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کے ڈاک کی سواری مین لکھنؤ پہونچے
اول بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی پر پہونچکر نذر دی بعد اسکے بادشاہ کی ملاقات سے سرفرازی
حاصل کی بادشاہ نے حکیم صاحب کی رزیڈنٹ سے ملاقات کرکے کہلایا کہ یہ اس ریاست کے
نمکخوار قدیم اور منتظم اور دیانت دار ہین اور امور مالی و ملکی مین تعلیم نواب سعادت علی خان سے
حاصل کی ہے مین اس تدبیر مین ہون کہ انکو دخل دیکر انکے ہاتھ سے کام لون رزیڈنٹ نے
جوابدیا کہ آپ ملک کے مالک ہین جو کچھ آپکو مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے۔

رزیڈنٹ کے مشورے کے بموجب بادشاہ کا حکیم مہدی علی خان کو خلعت وزارت دینے مین تامل کرنا

حکیم مہدی علی خان نے ٹیڑھی کوٹھی مین قیام کیا بادشاہ نے اُنکی اتنی قدر و منزلت کی
کہ حضور لقب دیا۔ جیساکہ بہت پرشاد کی ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے لیکن گورنر جنرل کے

عہدہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کا لکھنؤ مین ورود

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رام دیال قید ہوا اور ظفر الدولہ نے جن پر اس خاندان شاہی کی خیرخواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنؤ مین اس منصب کے سنبھالنے کے قابل نرہا اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتون کی صحبت مین رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا اور فرشتون کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا منشی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ سلامت محلون کے پلے ہوئے تھے وہ سوائے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے سرہربرٹ مڈک نے کہا کہ جبتک کوئی وزیر اپنا لائق مقرر نکروگے ہم تمھاری بات نہ پوچھین گے لارڈ ولیم بن ٹنگ نے بھی دھمکی دی تھی کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان خدا کو ظلم سے چھڑالے گی جب بادشاہ کی جان کو یہ بڑی آنکربنی تو ایک لائق فائق نائب کی تلاش ہوئی

حکیم مہدی علی خان کا بھی حال سُنئے کہ جسدن سے وہ لکھنؤ سے گئے تھے لکھنؤ کی وزارت کی تمنا مین ہزارون روپے بگاڑ رہے تھے دربار شاہی کے آدمیون کو گانٹھ رہے تھے محلات کی بیگمات سے لاکھون روپے پیش کرنے کا وعدہ کر رہے تھے اور ہر مہینے بادشاہ کو عرضی بھیجتے اُس مین اپنی خیرخواہی کی باتین لکھتے کہ فدوی ملک کا نہایت اچھا انتظام کریگا ملازمین کی تنخواہ تمام و کمال اپنے پاس سے دیگا معتمد الدولہ کو قید کرا کر اُن کا وثیقہ بحال کرائیگا

سابق جو نفس الامر مین غازی الدین حیدر کے محسن تھے اُنھون نے شمس الدولہ کی ولی عہدی کے باوجود بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے غازی الدین حیدر کو مسند نشین کیا اس شخص نے شمس الدولہ کی دوستی مین جان بیلی صاحب کے چند قصور لکھ کر غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے گورنر جنرل کے پاس بھجوائے اگر معتمد الدولہ سا خیرخواہ نہوتا تو غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے ریاست نکل جاتی یہ وہی ریاست ہے جس مین حضور عیش و عشرت کر رہے ہین اس شخص نے شمس الدولہ کے لیے جو کچھ تجویز کیا تھا غازی الدین حیدر کے اقبال اور معتمد الدولہ کی خیرخواہی سے وہ بات ظہور مین نہ آسکی علاوہ اس کے یہ شخص گورنر جنرل کی اجازت کے بغیر لکھنؤ مین آیا ہے اسلیے وزیر بنانے مین جلدی نکرنی چاہیے کیونکہ سابق مین صدر سے انکے لکھنؤ مین رہنے کی ممانعت آچکی ہے جو دفتر مین موجود ہے گورنر جنرل عنقریب آنے والے ہین اُنکی تشریف آوری کے بعد اُنکی صلاح سے جو کچھ کرنا ہو کیا جائے بادشاہ کا دل ان وحشت آمیز باتون سے متردد ہوا اور خلعت وزارت حکیم صاحب کو ملنا گورنر جنرل کے آنے تک ملتوی رہا حکیم صاحب نے جو دیکھا کہ تیر تدبیر رزیڈنٹ نشانے پر بیٹھا تو دوسری فکر مین مشغول ہو لے۔

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا تشنگی سے تڑپ تڑپ کر مرجانا

سنہ ۱۲۴۶ ہجری مین بادشاہ کے مزاج مین عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا رات کو شراب خواری کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصین زیور و پوشاک سے آراستہ ہوکر صحبت مین رہتی تھین اور راگ کا زور ہوتا تھا ایکدن شب کے وقت سات خواصون نے اتنی شراب پی کہ نہایت مدہوش ہو کر بادشاہ کے ساتھ شوخی و بےادبی

ایک مراسلے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا خطاب خود بادشاہ نے اپنی ذات کے لیے قبول کیا تھا چونکہ صاحب رزیڈنٹ کی راے کے خلاف یہ امر ظہور میں آیا تھا اسلیے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا سارے کارخانون کا انصرام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا انتظام کیا مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب سے صاف نہوا اکبر علی خان سفیر شاہی کی موقوفی کا بھی رزیڈنٹ کے دل کو صدمہ پہونچا جو انگریزی متوسل اکبر علی خان کے دوست تھے اُنھون نے رزیڈنٹ سے یہ بیان کیا کہ آپکی دوستی کی وجہ سے اکبر علی خان کو معزولی کا مُنھ دیکھنا پڑا۔

اسکے سوا حکیم مہدی علی خان متکبر آدمی تھے فرخ آباد مین انگریزون سے برابری کی ملاقات کرتے تھے لکھنؤ مین آکر اگلے نایبون کے خلاف رزیڈنٹ سے ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے انکے سامنے حقہ پیتے رزیڈنٹ ایک مدمغ انگریز تھا اُسکو یہ بات ناگوار گذری رزیڈنٹی کے عہدہ دارون نے رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے آجتک کوئی نائب رزیڈنٹ سے ایسی نخوت سے نملا رزیڈنٹ گورنر جنرل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ابھی سے جب انکا یہ حال ہے تو عہدۂ وزارت پر جم کر ہمکو کیا خیال مین لائینگے رزیڈنٹ کے دل مین حکیم صاحب کی طرف سے بہت کدورت پیدا ہوگئی اپنے چوبدارونکو حکم دیا کہ اگر ہمارے سامنے حکیم مہدی علی خان حقہ طلب کرین تو تم ممانعت کردیجیو یہ خبر حکیم صاحب کو بھی پہونچ گئی دوبارہ رزیڈنٹ کے پاس گئے تو حقہ ساتھ نہ لے گئے مگر دل کو ناگوار بہت ہوا اور دونون کے دلون مین ایسی دشمنی پڑی کہ اُسکا دور کرنا محال تھا یہانتک کہ رزیڈنٹ اس فکر مین ہوا کہ حکیم صاحب کو اکھیڑے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سلطنت کا پُرانا بدخواہ ہے اس لیے کہ مسٹر جان بیلی رزیڈنٹ

پاس ایک عالیشان خیمے مین ٹھہرایا اس سلطنت کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا انگریز مہمان آتا تو رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملتا مگر حکیم صاحب نے اپنے کام کے لیے خفیہ اپنے ساتھ شب مین لیجا کر مسٹر لوہم کی بادشاہ سے ملاقات کرائی مسٹر مذکور نے بادشاہ کو سمجھا دیا اور ایسی باتین کین کہ رزیڈنٹ کے کہنے سے جو بادشاہ کے دل مین فکر پیدا ہو گئی تھی وہ جاتی رہی اور ۷- جمادی الاُخری ۱۲۴۶ھ ہجری مطابق ۲۴- نومبر ۱۸۳۰ء کو خلعت وزارت دیکر منتظم الدولہ کے خطاب سے سرفرازی بخشی اگرچہ یہ خطاب مہدی علی خان کا پُرانا تھا لیکن انکے اخراج کے بعد معتمد الدولہ نے غازی الدین حیدر سے تاج الدین حسین خان کو دلوا دیا تھا رزیڈنٹ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس فکر مین مصروف ہوئے کہ جسطرح ہو سکے حکیم مہدی علی خان کو یہان سے نکلوا دیا جائے اب تاج الدین حسین خان کا حال سُنیے کہ ان پر اس درجہ حکیم مہدی علی خان نے زرباقی کا تقاضا کیا کہ آبرو پر آبنی قریب تھا کہ عزت پر پانی پھرے لیکن یہ شخص خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اس نے منتظم الدولہ سے تحریرات کے ذریعہ سے ملاقات بہم پہونچائی بالمشافہہ یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی سے میرے اوپر باقیات کا ہونا ثابت ہے بہرحال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون کرنا مناسب نہین اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی تو مین وہ تدبیر کرونگا جس سے آپ کے دل سے رزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائیگی ایک نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف مین موجود ہے نام اُس کا مگ لائن ہے وہ میرا پکا دوست ہے اُسکے ذریعہ سے ایسی کوشش کیجائے گی کہ گورنر جنرل کے دل مین آپکی طرف سے جگہ ہو جائیگی اور صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے جو کانٹا آپ کے دلکو ہے وہ دور ہو جائیگی یہ بات سُن کر منتظم الدولہ کی افسردہ دلی کم ہوئی اور تاج الدین حسین خان کے ہزار دل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زرباقی کی وجہ سے جو سختی اُنپر تھی اس عذاب سے نجات دی

کرنے لگین اور مزامیر کے ذریعہ سے اتنی باہم زدوکوب کی کہ نغمات کے آلات تمام ٹوٹ
پھوٹ گئے چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے
تنبیہ وتادیب کے لیے سب کو ایک کوٹھری مین بند کردیا اور قفل لگوا کر کنجی اپنے پاس
لیکر سُو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اُنکی واویلا اور فریاد پر توجہ نکی موسم کی حرارت اور
نشۂ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی وحبس کی وجہ سے پیاس کی فریاد کرتی تھین مگر کوئی
اُنکے حال پر متوجہ نہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون مرگئین - بادشاہ بیدار
ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مُردہ پائی گئین اُنکو نہایت رنج وافسوس ہوا ساتونکی
لاش کو راجہ درشن سنگھ کے حوالے کیا گیا اُس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرا دیا ہرچند
اخفا مین کوشش کی گئی مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص وعام سب کو خبر ہو گئی
یہانتک کہ رزیڈنٹ تک یہ واقعہ پہونچا اور اُس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کیا
حکیم صاحب نے کتنی ہی تاویلات کین مگر عذر بدتر از گناہ سمجھا گیا[1] -

حکیم مہدی علی خان کا خلعت وزارت پانا

مسٹر لوہم[2] فرخ آباد کا جج تھا اس زمانے مین وہ اپنے عہدے سے علٰحدہ ہوکر کلکتے کو
جارہا تھا حکیم مہدی علی خان نے دل مین خیال کیا کہ شاید اس سے کچھ کام نکل جائے اسلیے
اُسکو تحریر کیا کہ آپ کلکتے کو جاتے وقت لکھنؤ ہوتے ہوئے جائیے یہان کی سیر بھی کیجیے
اور بادشاہ سے بھی مل لیجیے مین نے اُنکو آپکی ملاقات کا مشتاق کردیا ہے چنانچہ صاحب
مذکور حکیم صاحب کا طلبیدہ لکھنؤ مین آگیا مہدی علی خان نے اپنے مکان کے دروازے کے

---

[1] دیکھو منتظم خانی ۱۲ [2] بعض نسخون مین لونی ہم واقع ہے ۱۲

چھٹا جو مخمصے سے وہ عزیز مصر جلال   کی دل مین فرد کی تاریخ مخلصی نے جگھ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص   محاق خدع سے نکلا وہ ماہ کنعان کہ

اس تاریخ سے بارہ سو بالیس عدد نکلتے ہین اور مفتاح التواریخ مین اسکو اسی سال کے واقعات مین لکھا ہے حالانکہ ۱۲۴۲ ہجری مین تو نصیر الدین حیدر مسند نشین بھی ہوئے تھے ۱۲۴۳ ہجری مین وہ مسند نشین ہوئے اور معتمد الدولہ قید ہوئے۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنؤ نزول سلطانی مین آئی۔ دم واپسین تک لکھنؤ کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان مین بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۴۷ ہجری مطابق ۷ مئی ۱۸۳۲ع کو دنیا سے انتقال کیا کانپور مین دفن ہوئے انکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یون کہی ہے۔

دلا نواب ضیغم جنگ امروز   گذشت از دار فانی ناگہان ہائے
نوشتم سال تاریخ وفاتش   دوشنبہ پنجم ذی حجہ اے وائے

ایضاً از میر فرد

جب معتمد الدولہ پناہ عالم   دنیا سے گذر گیا وہ رشک حاتم
تاریخ کی فکر مین ارم کے در پر   رضوان نے کہا بیا وزیر اعظم

رزیڈنٹ کا الہ آباد جا کر گورنر جنرل سے نائب کی شکایت کرنا

رزیڈنٹ لکھنؤ سے الہ آباد کو گورنر جنرل کی خدمت مین پہونچے اور منتظم الدولہ کی طرف سے بیحد شکایتین کین گورنر جنرل کے دل کو اس مبالغے سے دشمنی کا شبہہ پیدا ہوا اسلیے جواب دیا کہ تم لکھنؤ کو لوٹ جاؤ وہان پہونچ کر دیکھا جائیگا رزیڈنٹ اس تصور مین رہے کہ میری تمام

مگر نظر بندی کا سلسلہ منقطع نہین ہوا۔ تاریخ اجودھیا مین حکیم مہدی علی خان کا اتنا طویل خطاب نقل کیا ہے۔ رکن رکین خلافت وجہان داری اعتضاد سلطنت مدار المہام عمدۃ الامرا وزیر الممالک منتظم الدولہ ناظم الملک مہدی علی خان بہادر سپہدار جنگ یار وفادار سپہ سالار فدوی خاص سلیمان جاہ بادشاہ غازی اوفض امری الی اللہ

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے رہائی پاکر کان پور مین سکونت اختیار کرنا

جب گورنر جنرل کے الہ آباد مین ورود کی خبر مشہور ہوئی تو رزیڈنٹ وہان جانے کو تیار ہوئے تاکہ مہدی علی خان کی طرف سے بہت سی شکایات کرکے لکھنؤ سے خارج کرائین اور انھون نے اپنی روانگی سے قبل معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے باہر چلا جانا بہتر خیال کیا کیونکہ اندیشہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل آگئے اور بادشاہ نے اُن سے کہا اور نائب نے لجاجت کی اور گورنر جنرل نے اس معاملے مین تعویق کی تو پھر معتمد الدولہ کا چھٹکارا مشکل ہو جائیگا اور واقع مین ایسا ہی ہوتا اس لیے رزیڈنٹ نے اُن سے بیس لاکھ روپیے بادشاہ کو دلاکر اس بات پر رضامند کیا کہ وہ تمام نقد وجنس سمیت کان پور چلے جائین بادشاہ کے راضی ہونے کے بعد سواران انگریزی کی حفاظت مین کانپور کو روانہ کر دیا اور انکی املاک پر خود قبضہ کر لیا معتمد الدولہ اکتوبر ۱۸۳۱ء مین کانپور مین اقامت گزین ہوئے اس واقعہ کی میر فرد نے یہ تاریخ کہی ہے

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ	حشم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت سم
حسد سے چرخ جفا جو کے مثل یوسف وہ	فریب و مکر زمانے مین پڑ گیا ناگہ
وے تھا فضل الٰہی جو اُسکے شامل حال	چلی نہ شیر کے آگے غدیعت روبہ

مہدی علی خان کے نصیب مین لکھی تھی۔

سنہ ۱۸۳۱ء مین یہ خبر لکھنؤ مین پہونچی کہ گورنر جنرل کانپور مین داخل ہو گئے لکھنؤ سے بادشاہ تمام خدم وحشم کے ساتھ کانپور گئے اور دریاے گنگا کے اِس طرف شاہی خیمے برپا ہوئے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا گورنر جنرل سے بادشاہ نے ملاقات کر کے اپنے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ لکھنؤ مین لے آئے۔

اُس زمانے مین اکبر علی خان سے سفارت رزیڈنسی کا کام نکل جانے کے بعد ظفر علیخان ساکن فیض آباد کرتا تھا یہ شخص اقبال الدولہ کے عہد مین کچھ دنون تک انگریزی کا کام کرتا رہا تھا نہایت چلتا ہوا آدمی تھا۔ ہر روز رزیڈنٹ کی طرف سے ایک تازہ ایسی خبر لاکر مہدی علی خان کو سُناتا کہ وہ پریشانی مین پڑ جاتے خواب وخور اُنپر حرام ہو جاتا۔ ایک شخص عیسائی ارمنی تھا گازران کا رہنے والا جو مسلمان ہو گیا تھا اور اب نام اُسکا مہدی قلیخان مقرر ہوا تھا اسکو انگریزی زبان مین بڑی مہارت تھی اور انگریزون کے ساتھ زیادہ صحبت رکھنے سے بے رُعب اور قانون دان بن گیا تھا اُس نے حکیم صاحب سے ایکدن عرض کیا کہ اس زمانے مین مین جناب کو نہایت مشوش پاتا ہون جب اس کا سبب معلوم ہوا تو بڑے تعجب سے اُس نے عرض کیا کہ آپ جیسا عالیشان تجربہ کار مُدبّر دانا لوگون کے بیہودہ باتین بنانے سے اسطرح اپنے آرام کو خاک مین ملائے اپنے دل مین غور فرمانا چاہیئے کہ اگر کوئی خطا عمداً یا سہواً سرزد ہو جائے یا کسی طرح کی خونریزی کا ارتکاب کیا ہو یا سرکار انگریزی کے کسی دشمن سے میل رکھا ہو تو البتہ خوف اور فکر کا مقام ہے جبکہ ان بُرائیون سے دامن پاک ہے تو کس بات کا اندیشہ و باک ہے رزیڈنٹ کی کیا حقیقت ہے اگر خود گورنر جنرل بھی ہون تو اُن سے خوف کا مقام نہین۔ انگریزون کی یہ عادت ہے

باتین پذیرا ہو جائینگی - پس خوش و خرّم لوٹے -

بادشاہ کا کان پور پہونچکر لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل سے ملنا اور اُنکو اپنے ہمراہ لکھنؤ لانا - گورنر جنرل کے اسٹاف کے ایک انگریز کے توسط سے حکیم مہدی علی خان کا رُسوخ پیدا ہوکر رزیڈنٹ کی مخالفت کا بے اثر ہو جانا

جب سے رزیڈنٹ گورنر جنرل کے پاس الہ آباد کو گئے تھے - حکیم مہدی علی خان کو اپنے معاملے مین بڑی تشویش تھی اُنھون نے یہ خیال کیا کہ گورنر جنرل کے یہان آنے تک اگر کوئی اچھا کام مجھ سے ظہور مین آجائے تو بڑی سرخروئی کا موجب ہو اسلیے اُنھون نے یہ کام کیے (۱) سلطنت کے ملازمین کی تنخواہ تین برس سے چڑھی ہوئی تھی اور اُسکی عدم وصولی کی وجہ سے واویلا کرتے رہتے تھے مہدی علی خان نے بالکل بیباق کردی (۲) راجہ درشن سنگھ قوم کورمی سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اُسکو غالب جنگ خطاب مرحمت کرا کے شہر کی گشت اور نگہداری اُسکے متعلق کردی حضرات لکھنؤ کی خونریزی اُس زمانے مین مشہور تھی اور رعایاے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے غالب جنگ نے ایکدن مین تمام رعایا کے ہتھیار لے لیے ممکن نہ تھا کہ ایک چھُری بھی کسی کی کمر مین نظر آتی مسیتا بیگ کوتوال نے اس معاملے مین بہت سے ہاتھ پانوں مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی بارہا صدر کلکتے سے اس معاملے مین تاکید آتی تھی مگر کسی نائب سے اسکی درستی نہو سکی یہ نیکنامی

جوان آدمی کے ہاتھ مین کیون ایک ایسا عمدہ کام حولے کیا اس خیال مین مضطربانہ کبھی چمن کی روش پر ٹہلتے کبھی بیٹھ جاتے اور ندیمون سے غصہ ہو کر کلام کرتے اور دروازے کی طرف نظر تھی - اب مہدی قلی خان کا حال سنیئے کہ وہ زرڈینٹی کے دروازے پر پہونچا اور ایک چھٹی اس مضمون کی مسٹر پرسن کے پاس بھیجی کہ مہدی قلی خان جو کلکتے مین آپ سے عرصے سے ملاقات رکھتا تھا اس شہر مین چند دنون سے مسافرانہ وارد ہے آپکی تشریف آوری کا حال سُن کر ملاقات کی امید پر آیا ہے اندر سے زبانی جواب آیا کہ ذرا ٹھہرو دو تین دوست جمع ہین اُنکے رخصت ہونے کے بعد بلاؤنگا - باہر بیٹھنے کے عرصے مین ایک دوسری چھٹی منتظم الدولہ کی طرف سے مسٹر پرسن کے نام لکھکر جیب مین رکھ لی جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ نیازمند فرخ آباد اور دوسرے اکثر مقامون مین جلیل القدر انگریزون سے ملاقات رکھتا ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کے اوصاف رکھنے ولے بہت سے صاحبان عالیشان سے ملنے کا اتفاق ہوا مگر مہدی قلی خان کی زبانی آپکے لاثانی اوصاف کا حال سُنکر ملاقات کا اشتیاق دل کو ہے اور بہت سے اہم معاملات خیرخواہی سرکار کمپنی کے برسون سے دل مین محفوظ ہین اُنکو کسی اعلیٰ درجے کے قابل اور ارسطو فطرت انگریز کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا الحمد للہ کہ عرصہ دراز کی جستجو کے بعد حسب دلخواہ جناب سامی کو پایا - اب امید ہے شرف ملاقات بخشا جائے تاکہ اُن مقدمات کو عرض کیا جائے - جب مسٹر پرسن کے پاس سے آدمی اُٹھ گئے تو آواز آئی کہ حیدر قلی خان کون ہے اور کہان ہے یہ شخص اوپر چڑھ گیا اور سلام کیا خیروعافیت پوچھنے کے بعد کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور دریافت کیا کہ کے برس سے یہان ہو اور کس کے پاس نوکر ہو مہدی قلی خان نے بیان کیا کہ ایکسال کے عرصے سے اس شہر مین وارد ہون اور بادشاہ کے نائب منتظم الدولہ کا منشی ہون وہ اپنے جس انگریز کو چھٹی لکھتے ہین تو مجھ سے انگریزی مین لکھواتے ہین پھر دریافت کیا کہ تمھارے آقا کیسے آدمی ہین جواب دیا کہ منتظم الدولہ

کہ ان مین سے کوئی شخص کوئی کام خلاف قانون نہین کرتا - ہندوستان کے انگریز حاکمونکے
سر پر دوسرے حاکم لندن مین بیٹھے ہوے ہین اگر ہندوستان مین کوئی ظلم و زیادتی ان سے
وقوع مین آئے تو جواب طلب ہو مواخذہ کیا جائے نائب نے کہا کہ تم ابھی کم عمر ہو یہ قوم بلائے
روزگار ہے یہ لوگ اپنی قوم کی جو رعایت کرتے ہین دوسرے کی اُسکے مقابلے مین نہین کرتے
گو دوسرا حق بجانب ہو لیکن اپنی قوم کے مقابلے مین اُس کے حق کو نظر انداز کر دیتے ہین
مہدی قلی خان نے کہا کہ آپکا یہ ارشاد بجا ہے مگر ہر جگہ نیک بھی ہے اور بد بھی اگر آپ حکم دین
تو ان مین سے ایک ایسے شخص کو آپکی طرفداری پر آمادہ کر دون جسکے سامنے رزیڈنٹ ناچیز اور
بے حقیقت ہے بلکہ اکثر کامون مین اُسکا محتاج رہتا ہے بس یہ انگریز آپکو اندیشے سے نجات دلائیگا
مہدی علی خان نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے مہدی قلی خان نے کہا کہ مسٹر برین یہ شخص گورنر
جنرل کا مشیر ہے اور مجھ مین اور اُس مین کلکتے سے ربط و ملاقات ہے بلکہ مین جب سے یہان
آیا ہون اُنکے اور میرے درمیان مین کئی بار خطون کے آنے جانے کا اتفاق ہوا ہے حکیم
مہدی علی خان نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسٹر برین میرے حال پر متوجہ ہوئے اور رزیڈنٹ کو
یہ خبر پہونچ گئی تو وہ اور بھی دشمنی پر آمادہ ہو کر خرابی کار کے درپے ہو جائینگے اور اس بات کی
کوشش کرینگے کہ بغیر اُنکی وساطت کے کوئی بات گورنر جنرل تک نہ پہونچ سکے مہدی قلی خان نے
کہا کہ مین یہ نکرونگا کہ فوراً ملتے ہی اُن سے آپ کا حال بیان کرنے لگون بلکہ وہ خود مجھ سے
دریافت کرینگے کہ آج کل تم کہان نوکر ہو اور معاش کا کیا طریقہ ہے اُسوقت مین آپکا ذکر کر کے
ایک وصف کو دس کے برابر بیان کرونگا اور دس کو ہزار کر کے دکھاؤنگا اور آپکی ملاقات کا مشتاق
کرکے اُن سے آپکو ملا دونگا مہدی علی خان نے اُنکی اس رائے کو پسند کیا اور جانے کی اجازت
دی مگر روانگی کے بعد یہ خلجان دل مین پیدا ہوا کہ مین نے ایک ناتجربہ کار تیس برس کے

خوش وقت ہوکر کہا کہ جناب کا ارشاد زبانی کہنے کے بجائے اگر تحریر کا جواب تحریر سے دیا
جائے تو میری بات کو توقیر حاصل ہو جائے اور میرا اعتبار بڑھ جائے مسٹر پرسن نے جوابی
چٹھی لکھدی مھدی قلی خان نے یہان آکر دیکھا تو نواب پریشان خاطر بیٹھے ہوئے دروازے
کی طرف تک رہے تھے جون ہی اس پر نظر پڑی اور چہرے پر اسکے رونق معلوم ہوئی تو سمجھے
کہ جواب باصواب لایا ہے پھر بھی نہایت اشتیاہ کے ساتھ خلوت مین لیجا کر حال دریافت
کیا اُس نے سب باتین بیان کین اور جوابی چٹھی دیدی منتظم الدولہ بیحد خوش ہوے
پانچ ادنی کپڑے اس کام کے صلے مین عطا کیے نماز مغرب کے بعد دروازے کا راستہ رزیڈنٹ
کے لحاظ سے چھوڑ کر فتح علی خان کے دروازے کی طرف سے ہوکر پرسن صاحب کے پاس گئے
بخوبی ملاقات ہوئی۔ رزیڈنٹ کو بھی انکے ملاقی ہونے کی خبر پہونچ گئی غصے سے کانپنے لگے اور
فوراً اُس مکان کے دروازے پر پہونچ کر اپنی اطلاع کرائی اور اجازت شامل صحبت ہونے کی
چاہی پرسن صاحب نے منتظم الدولہ سے دریافت کیا کہ رزیڈنٹ صاحب کے یہان آکر شریک
صحبت ہونے مین آپکی باتون مین حرج تو نہ پڑے گا اُنھون نے جواب دیا کہ مین اُنکے یہان آنے کو
مانع تو نہین لیکن میرا مطلب ملتوی ہو جائے گا اسلیے اپنی بے قصوری جو اُنکی تحریرون کے خلاف
ہے بخوبی ادا نہ کرسکونگا اور میرا آنا بیکار ہو جائیگا پرسن صاحب فوراً اُٹھے اور گورنر جنرل کے پاس
جاکر یہ تمام حال بیان کرکے عرض کیا کہ جو آپ حکم دین تعمیل کرون اُنھون نے فرمایا کہ اگر منتظم الدولہ
رزیڈنٹ کی شرکت نہین چاہتے تو شریک صحبت کرنا مناسب نہین پرسن صاحب نے واپس آکر
یہ بات منتظم الدولہ سے بیان کی اور رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اسوقت آپ کا آنا مناسب نہین
ہم منتظم الدولہ کی خاطرداری مین مصروف ہین دوسرے وقت آنا چاہیئے رزیڈنٹ مجبوراً
وہین سے لوٹ گئے اب منتظم الدولہ نے اپنی تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی اور کہا

اسم بامسمیٰ ہین یقین ہے کہ جناب کو اُس ملک کی خبرون سے اُنکا حال معلوم رہتا ہوگا اس شہر
مین کوئی دن نگذرتا تھا کہ خونریزی اور خانہ جنگی نہ ہوتی ہو- نواب سعادت علیخان اور
غازی الدین حیدر نے بہت چاہا اور کوشش کی مگر اس خونریزی کے انسداد مین کوئی تدبیر کارگر
نہوسکی اور خاطرخواہ انتظام نہوا منتظم الدولہ نے ذرا سے عرصے مین تمام شہر کے ہتھیار لے لیے
اُسدن سے خونریزی کا نام مٹ گیا دوسرے برسون سے عہد غازی الدین حیدر سے صاحبات
محل اور نوکرون کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کڑورون روپے کے قریب سلطنت پر واجب الادا
تھا اہل تنخواہ واویلا اور شور و فریاد سے گذر کر بلوے پر آمادہ تھے اعتماد الدولہ اور رام دیال نے
اس امر کی تدبیر کی کہ مخمصہ پاک ہوجائے لیکن کوئی صورت وقوع مین نہ آسکی اس شخص نے حسن تدبیر
اور سرکار کے کم خرچ مین یہ سب جھگڑا بکھیڑا مٹا دیا اور انتظام ملک کا حال تو روشن ہے بیانکی
حاجت نہین انکے آنے کو پہلا سال ہے لیکن پچھلے زمانون کی بہ نسبت آمدنی کے صیغون نے بڑی
ترقی کی ہے عمارتین بن رہی ہین لگلے انتظام اور اس پچھلے انتظام مین زمین و آسمان کا فرق
ہوگیا ہے غرضکہ چند باتون مین مسٹر ریسن کے مزاج کو اپنی طرف متوجہ کرلیا کیونکہ انگریز
جوہر شناس ہین اور قابل آدمیونکے خریدار ہین صاحب موصوف منتظم الدولہ کے یہ تمام اوصاف
سُنکر مسکرائے اور کہا کہ مین بھی اخبارون مین پڑھتا ہون کہ منتظم الدولہ دانشمند اور تجربہ کار
آدمی ہین- مہدی قلی خان نے جب دیکھا کہ میرا افسون اثر کر گیا تو وہ چھٹی جو منتظم الدولہ کی
جانب سے استدعاے ملاقات کے واسطے لکھکر لایا تھا پیش کی مسٹر ریسن نے پڑھکر کہا کہ
ذرا تم ٹھہرو مین اندر ہوکر جلد واپس آتا ہون اندر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ مین نے
یہ چھٹی گورنر جنرل کو دکھائی تھی فرمایا کہ اگر تم سے ملنے کی خواہش ہے تو مضائقہ نہین بلا لو پس تم
اپنے نواب کو جاکر میرا سلام کہو اور کہدو کہ رات کو تشریف لاکر ملاقات کرین مہدی قلی خان نے

حاصل کرلیا جائے حکیم مہدی علی خان عرصۂ دراز سے یہ تمام باتین انگریزی مین لکھواکر اپنے ساتھ رکھتے تھے اُسیوقت کاغذ پیش کردیا مسٹر ریسن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور اُنھین دکھایا فرمایا کہ ہمارا اسلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دین کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب پہونچوادیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش وخرم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریسن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب پہونچا جسکا مضمون یہ تھا کہ اگر خداوند کی عنایت و پرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو باطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت نہو گی۔"

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ شاید عمر مین کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خود پسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنسی چھوڑ دی سیاؤ کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور نیپال کی رزیڈنسی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھسو چونسٹھ روپے خزانۂ بادشاہی سے نوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زر نقد رزیڈنٹ کی تواضع کرین لیکن اُنھون نے قبول نکیا خدا جانے کہان کہان کارپردازان سلطنت کے صرف مین آئے اہالیان سلطنت کو مدت تک دعوی اس زر نقد کا حکیم مہدی علی خان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا۔

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اٹھائی ہے بڑے بڑے مالی وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا ٹُلک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا انتظام اور رعایا کی خبرگیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کرکے کوڑی کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض منویون نے غازی الدین حیدر کو میری طرف سے منحرف کردیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی عملداری مین چلا گیا - پھر نصیر الدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوا لیے جو مدت دراز سے خونریزی کے عادی تھے وہ اب نہتے ہوگئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کسی صورت سے ادا نہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کردی - ان تمام خدمات کے عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے مجھے پناہ دیجئے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہوجائے کہ وہ میرے شریک حال ہوجائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرسن نے مہدی علی خان کی الحاجت دیکھکر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیئے تاکہ گورنر جنرل کو دکھا کر جواب

دوست تھا اور کا سگنج مین مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے
عہدۂ سفارت کے کامون مین دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان
کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے
اپنے گھر مین ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچونکو لیکر لکھنؤ مین چلا آیا یہین رہنے لگا اور عورت
شاہ اودھ کے محلات مین آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہون کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا
انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کے رہنے
والے تھے عجب لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا
خرچ گھٹایا زر مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا
انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو ضیغم جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب و مقرب
اور سپاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا
اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر کلّو کو
مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور
ڈیوڑھیونکی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ دارونکو بڑے بڑے عہدون پر پہونچایا

لارڈ بنٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کانپور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین پیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ راے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزونکے ورود کی تقریب مین انگریزونکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہوگیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مقرر ہوئے کرنل کارنر تاج الدین حسین خان کا

ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے بمجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بڑے تنخواہ دارون کی تنخواہون مین واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین چڑھی ہوئی تھین اُن مین سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اوران تنخواہون مین فی صدی پانچ روپے خرچ ابواب کے کاٹے اوراسیقدر نیابت کے رسوم بڑہائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی علاقہ ہرہٹہ پرواجسکی چھہ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکۂ زمانیہ کی جاگیر مین تھا جب علاقۂ بیسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری مین آیا اور جمع زیادہ کیگئی تو ملکۂ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیا گیا اور ملکۂ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر حاصل جاگیر نقد پہونچائے گا ملکۂ زمانیہ نے اسباب مین بہت خاک اُڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنہ سیان گنج مخدرۂ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی —

اس وقت مین کرنیل کارنر اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبندلال وغیرہ کی چاندی تھی اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل کارنر کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بخت رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلون کا چکلہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپے ماہواری اُسکے لیے مقرر کرادیے اور چکلۂ مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خانکے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُسکی تنخواہ پانسو روپے ماہوار مقرر ہوئی لیکن زر مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت خزانچی مذکور سے ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کانپور کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک چلّے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر و کمان قضا کا نشانہ ہوئی ۔ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوکے

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظرون سے گروا دیا - مثلاً انتظام الدولہ پر غبن کے قصورات خاصکر کربلاے نو تعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کر کے دربار سے نکلوا دیا - اُنکی جگہ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی داروغگی ولائی بادشاہ کی صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے باورچیخانے کے داروغہ تھے - راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ کا مصاحب ہو گیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی زر دوز کو قطب الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی تو زہر کھا کر مر گیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس ساٹھ ہزار روپے دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار روپے ماہواسے دو ہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبون کی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

حکم ہوگا یہین سے بجالاؤنگا نائب السلطنۃ نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر بظاہر ہتھیار
باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل مین یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی
جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین
سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدار نڈر جو کچھ کرتے ہین وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے
کرتے ہین انگریزون سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے
شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ مو بمو لکھکر انگریزون کو
پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہوکر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو
اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئین ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہوگا حکیم مہدی علی خان نے
فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان نائب کی بات سہل
سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے
یہ شقہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو چلا جانا چاہیئے یہ شقہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا اور پیچھے پیچھے
وزیر کا چوبدار بھی یہ پیغام لیکر گیا کہ مین نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا
کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی صحبت کو برقرار رکھا اب نوبت
یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے شقہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے
اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر خدا نے
چاہا تو کچھ دنونکے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس
بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہین گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے
اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئے گی۔ فقیر محمد خان نے
شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا اپنے معاملات کی گفتگو کے لیے مینڈھو خانکو دربار مین

اور سامان استقبال انکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرما گرمی سرد ہوگئی۔ اس زمانے مین چکلہ بیسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر چمکی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی۔

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمۂ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے کھونے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہوے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو اصل باقی نویس تھے اُنکی جگہہ کام کرنے لگے۔

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی دبجی معاملے مین کلمۂ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور ادائے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور و ظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہو کر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جوابدیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولدونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہو نگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو جو کچھ

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے جو شہر مین اگرطرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغا مرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور وشور

(۱) آغا مرزا نصیر الدین حیدر کا کوکا ایسا خودسر اور شراب نخوت مین چور تھا کہ تمام اراکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے مین ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا لیکن شرارت سے باز نہین آتا تھا۔ ایکدن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے سے آداب ومجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہوکر خاک مین ملا دیا گیا۔

(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے مزاج مین بخوبی جگھ پائی ڈیوڑھیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی خائن اور دزدی پیشہ آدمیونکا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا بہت سے زمیندارون سے گنجائشی علاقے مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلا دیئے عالیشان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی کہ اُس کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

وکیل کرکے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو
دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی جائداد مین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا
ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے
فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے - یہ بات حکیم صاحب کے دل مین
بُری معلوم ہوئی تھی - اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے مین حکیم صاحب کو
تاج الدین حسین خان سے ایک غرض درپیش تھی کہ تمام رزیڈنٹی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین
وجیہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان
کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی -

گومتی کے پار جو چھاؤنی دھنٹے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرۂ محرم مین تبرا کی وجہ سے
اہل شہر کے ساتھ دنگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے
جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان ہندو تلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس
معرکے مین پہونچے اور میواتیونکو مقدر پسپا کیا کہ تمام مال و اسباب اُنکے گھر ونکا ہاتھی گھوڑون سمیت
لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا - ننھے مرزا سالار جنگ
کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی
وجہ سے بلوا کیا - کپتان میگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے
اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے -

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ
عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہوکر در دولت پر حاضر رہتے تھے چنانچہ
بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش اور متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

جب اسکی خبر من خان کو پہونچی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرّے مین اکثر نائب کو
علانیہ برُا کہتا ایکدن من خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک
بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے۔ منتظم الدولہ نے
موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی
زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائیگا
اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی
پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید
کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کردیا اور گلے مین
بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمونکے ساتھ شامل
کردیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمہ بے ادبانہ
کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب
سمجھین حکم دین پس من خان کی زبان منھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا
کئی راتدن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مرگیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان
منھ مین نہ جاسکی چند پہر کے بعد جراحونکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات ۱۲۴۶ھ
ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

۱۲۴۷ھ ہجری مین جشن جلوس سال ہنجم موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردا شتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا شرارۂ غضب سلطانی مشہور تھا - یہ اُس کا حلیہ تھا - سیہ فام - بلند قامت - زشت صورت غیور طبع - بے مروت - لیکن باوجود اسکے اپنے کارمرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا - خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہروقت کمربندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب ہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا -

حکیم مہدی علی خان کا رعب و داب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب و راجہ ورائے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی -

ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جورندیون اور رعایا نگیون پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

۲۶ - ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود مین نہ آیا اور اس مدت مین جناب ولی عہد نے کبھی فریدون بخت کی ماں کی صورت نہ دیکھی -
(۲) کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولی عہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے کہ منا جان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۲ جنوری ۱۸۳۲ء مطابق ۷ - شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتی ہین بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اُنکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہین چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریلے گنگا گرفتار ہوا اور ابتک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کرلین بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جا کر رہین رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳ - فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کرو چنانچہ ۹ - فروری مطابق ۷ - رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے مین رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

چند خلعت سے ملے وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ مناجان کے بادشاہ کا نطفہ
ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتدائے تحقیقات سر ہربرٹ مڈک سے
عہدۂ رزیڈنسی کرنیل جان لو تک انقطاع قبول نکیا۔ منتظم الدولہ نے ۲۔فروری ۳۲ء
۲۹۔شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق مین
جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور مُناجان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا
اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات
ٹھان لی ہی کہ تمام مُلک مین شائع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین
اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونونکو اپنے محل سے نکلوادین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہہ
مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقًا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ
ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا
لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے
مین نے بیان کیا تھا۔ حال یہ ہے کہ ایکروز جناب نصیرالدین حیدر۔ اپنی ولیعہدی کے ایام مین
محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا
ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونونکو قتل کرڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے
وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا۔ آخرکار جناب
موصوف برہم ہوکر محل سے اُٹھکر معتمدالدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر
بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑکر چندروز حسن باغ مین مقیم رہے
بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیرالدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ
موافقت کرلین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

اپنے اختیار مین نہ تھے اس لیے بعض آدمیونکی تخویف و ترغیب مین آکر دیسا ظاہر کیا تھا
رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی و تشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدائے جوانی مین راہ راست پر
نہین چل سکتے ہین لیکن اب حضور بفضل الٰہی جوان اور بالغ ہو گئے ہین مناسب ہے کہ حرکات
بیہودگی اور ہرزہ درائی کو چھوڑ کر راستی و درستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف
ہو جائین ورنہ تمام ریاست کا کام برہم ہو جائیگا اور بادشاہ نے ایک خط بھی جس مین لاولدی کا
بیان تھا رزیڈنٹ کے پاس بھیجا چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت
گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت مراجعت کے سپاہیان انگریزی متعینہ بیلی گارد کو حکم دیا
کہ آیندہ سے مناجان کو سلامی نہ دیا کرین۔ گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر
کر دینا چاہیے چنانچہ قلمرو اودھ مین اس مضمون کے اشتہار جابجا چسپان ہوئے اُسوقت سے
ولیعہدی اور شاہزادگی کا لفظ اُسکے نام سے محکوک ہوا لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے
اس مضمونکے سدباب مین اکثر نکتہ چینیان کین اور مُنّا جان کو اپنے پاس سے جُدا کیا۔

اشتہار درباب نسب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان را کہ موسوم بہ محمد مہدی و ملقب
بہ فریدون بخت کردہ انداز قرب زمان تولد پرورده و از بطن یک اسامی مشہور نمودہ او را
منسوب بفرزندی ما بدولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس نام و ننگ
این دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم است و جناب علیین مآب اعلیٰ حضرت
خلد مکان طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات و تفتیش تمام و دریافت حال واقعی

مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جائے بیان کرنے کے لیے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف اشارہ کیا رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بدل حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی زبان مبارک سے حضور ارشاد فرمائین اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اُسوقت صاف الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ ہم آپکو اپنا دوست سمجھتے ہین درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ دونون مین سے کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپ سے یہ حال اس لیے بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور یہ جو شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور عالی ہمتی ہے ملکۂ زمانیہ ایک لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی فرزندی کے لیے ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لیے ایسے ایسے کام کرتے تھے مین خوب جانتا ہون اور والد ماجد بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے اور جو کچھ حال فریدون بخت کی مان اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور بعد اُسکے ۲۶ ماہ کے بعد فریدون بخت کا پیدا ہونا منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا بادشاہ نے زبان سے اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ فریدون بخت کی ولادت ہمارے بلوغ سے بھی قبل کی ہے اور کیوان جاہ ملکۂ زمانی کے ساتھ آیا تھا پھر فرمایا کہ سابق مین جعلساز اور دغاباز ہمکو اپنے قابو مین کرکے اپنے نفع کے لیے ہمکو فرزندی کے اقبال کے واسطے تخویف کرتے تھے اسلیے مجبوراً قبول کر لیا تھا لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب سلطنت ہمارے فائدے اور خیر خواہی کے لیے بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر نہین ہے الغرض بادشاہ نے دغابازون کے ساتھ جعل مین شریک ہونے سے بہت شرم و ندامت ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہم نے دل مین عہد کر لیا ہے کہ سوا ے راہ راست کے نہین جائین گے اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ اودھ

۲۶۔ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود مین نہ آیا اور اس مدت مین جناب ولیعہد نے کبھی فریدون بخت کی ماںکی صورت نہ دیکھی۔

(۲) کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولیعہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے کہ منا جان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۲ جنوری ۱۸۳۲ء مطابق ۷۔شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتی ہین بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اُنکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہین چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریائے گنگا گرفتار ہوا اور ابتک قید ہے اور اسبات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کرلین بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جاکر رہین رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳۔فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کرو چنانچہ ۹۔فروری مطابق ۷۔رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے مین رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

چند خلعت سلے وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتداے تحقیقات سر ہربرٹ مڈک سے عہدۂ رزیڈنسی کرنیل جان لو تک انقطاع قبول نکیا۔ منتظم الدولہ نے ۲۔فروری ۱۸۳۲ء ۲۹۔شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق مین جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور مُناجان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی ہی کہ تمام مُلک مین شائع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونوں کو اپنے محل سے نکلوادین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہہ مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن جو کہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے مین نے بیان کیا تھا۔ حال یہ ہے کہ ایکروز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونوں کو قتل کرڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا۔ آخرکار جناب موصوف برہم ہوکر محل سے اُٹھکر معتمد الدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑکر چند روز حسن باغ مین مقیم رہے بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ موافقت کرلین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

جب اسکی خبر من خان کو پہونچی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے عزّے مین اکثر نائب کو
علانیہ بُرا کہتا ایکدن من خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک
بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے۔ منتظم الدولہ نے
موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی
زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائے گا
اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی
پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ اُنکو قید
کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کردیا اور گلے مین
بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمونکے ساتھ شامل
کردیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمۂ بے ادبانہ
کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب
سمجھین حکم دین پس من خان کی زبان مُنھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا
کئی راتدن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مرگیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان
منھ مین نہ جاسکی چند پہر کے بعد جرّاحونکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات سنہ ۱۲۴۶
ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین جشن جلوس سال پنجم موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردا شتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا نزارۂ غضب سلطانی مشہور تھا - یہ اُس کا حلیہ تھا - سیہ فام - بلند قامت - زشت صورت غیور طبع - بے مروت - لیکن باوجود اسکے اپنے کار مرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا - خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب نہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا -

حکیم مہدی علی خان کا رعب و داب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب وراجہ وراے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی وانگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی - ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین ماننتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جو زمیندارون اور رعایا پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور
اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ
کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے بھی شہر
مین اگر طرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغا مرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور وشور

(۱) آغا مرزا نصیر الدین حیدر کا کوکا ایسا خودسر اور شراب نخوت مین چور تھا کہ تمام
اراکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر
ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے مین ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا
لیکن شرارت سے باز نہین آتا تھا۔ ایکدن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ
کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے
سے آداب ومجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے
آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہوکر خاک مین ملا دیا گیا۔
(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین
رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے
مزاج مین بخوبی جگہ پائی ڈیوڑھیون کا انتظام اور چوکی پہرۂ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی
خائن اور دزدی پیشہ آدمیونکا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا بہت سے زمیندارون سے
گنجائشی علاقے مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلا دیئے عالیشان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی
کہ اُس کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

وکیل کرکے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو
دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی جائداد مین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا
ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے
فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے - یہ بات حکیم صاحب کے دل مین
بُری معلوم ہوئی تھی - اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے مین حکیم صاحب کو
تاج الدین حسین خان سے ایک غرض درپیش تھی کہ تمام رزیڈنٹی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین
وجیہہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان
کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی -

گومتی کے پار جو چھاونی دھنے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرۂ محرم مین تبرائی وجہ سے
اہل شہر کے ساتھ وہ دنگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے
جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان ہندو تلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس
معرکے مین پہونچے اور میواتیونکو ایسا مقہور کیا کہ تمام مال و اسباب اُنکے گھرونکا ہاتھی گھوڑون سمیت
لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا - ننھے مرزا سالار جنگ
کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی
وجہ سے بلوا کیا - کپتان ہیگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے
اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے -

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ
عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہو کر در دولت پر حاضر رہتے تھے چنانچہ
بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش او متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

حکم ہوگا یہین سے بجالاؤنگا نائب السلطنۃ نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر بطا ہر ہتھیار باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل مین یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدارنکو رجوع کرتے ہین وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے کرتے ہین انگریزون سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ مو بمو لکھکر انگریزونکو پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہوکر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئین ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہوگا حکیم مہدی علی خان نے فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان نائب کی بات سہل سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے یہ شقہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو چلا جانا چاہیئے یہ شقہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا اور پیچھے پیچھے وزیر کا چوبدار بھی یہ پیغام لیکر گیا کہ مین نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی صحبت کو برقرار رکھا اب نوبت یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے شقہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر خدا نے چاہا تو کچھ دنونکے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہین گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئے گی۔ فقیر محمد خان نے شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا اپنے معاملات کی گفتگو کے لیے مینڈھو خانکو دربار مین

اور سامان استقبال اُنکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرماگرمی سرد ہو گئی - اس زمانے مین چکلہ بسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر چلی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی -

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمۂ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے کھونے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہوئے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو اصل باقی نویس تھے اُنکی جگہہ کام کرنے لگے -

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی واجبی معاملے مین کلمہ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور اداے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور وظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہو کر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جواب دیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولدونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہونگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو جو کچھ

ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے بمجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بڑے تنخواہ دارون کی تنخواہون مین واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین بڑھی ہوئی تھین اُن مین سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اور ان تنخواہون مین فی صدی پانچ روپے خرچ ابواب کے کلٹے اور اسیقدر نیابت کے رسوم بڑہائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی علاقہ ہرہٹہ پر واسکی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکہ زمانیہ کی جاگیر مین تھا جب علاقہ بسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری مین آیا اور جمع زیادہ کیگئی تو ملکۂ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیا گیا اور ملکۂ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر محاصل جاگیر نقد پہونچائے گا ملکۂ زمانیہ نے اسباب مین بہت خاک اُڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنہ میان گنج مخدرۂ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی —

اس وقت مین کرنیل کا رنز اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبند لال وغیرہ کی چاندی تھی اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل کارنز کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بحث رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلون کا جبکہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپے ماہواری اُسکے لیے مقرر کرا دیے اور چکلۂ مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُسکی تنخواہ پانسو روپے ماہوار مقرر ہوئی لیکن زر مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت خزانچی مذکور سے ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کانگنج کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک چلے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر وکمان قضا کا نشانہ ہوئی - لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوئے

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظرون سے گرا
دیا - مثلاً انتظام الدولہ برغبین کے قصورات خاصکر کربلاے نوتعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کرکے
دربار سے نکلوا دیا - اُنکی جگہ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی وارونگی ولائی بادشاہ کی
صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے
باورچخانے کے داروغہ تھے - راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور
غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ
کا مصاحب ہوگیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہروقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے
منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے
سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی
راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی زرد وز کو قطب الدین
حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی
آئی تو زہر کھاکر مرگیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی
اور سبحان علی خان نے مجبور ہوکر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس ساٹھ ہزار روپے
دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان
اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ
مرزا کاظم علی خان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان
اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار
روپے ماہوار سے دوہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبون کی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے
آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

دوست تھا اور کالگنج مین مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے
عہدۂ سفارت کے کامون مین دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان
کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے
اپنے گھر مین ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچونکو لیکر لکھنؤ مین چلا آیا یہین رہنے لگا اور عورت
شاہ اودھ کے محلات مین آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہون کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا
انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کے رہنے
والے تھے عجب لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا
خرچ گھٹایا زر مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا
انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو ضیغم جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب و مقرب
اور سیاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا
اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر گلّو کو
مخدرۂ عُلیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور
ڈیوڑھیونکی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ دارونکو بڑے بڑے عہدون پر پہونچایا

لارڈ ڈبن ٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کانپور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین بیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کار و بار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ رائے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزونکے ورود کی تقریب مین انگریزونکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہوگیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مقرر ہوئے کرنیل کارنر جو تاج الدین حسین خان کا

حاصل کر لیا جائے حکیم مہدی علی خان عرصہ دراز سے یہ تمام باتین انگریزی مین لکھوا کر اپنے ساتھ رکھتے تھے اُسیوقت کاغذ پیش کر دیا مسٹر ریپن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور انھین دکھایا فرمایا کہ ہمارا سلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دین کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب پہونچوا دیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش و خرّم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریپن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب پہونچا جسکا مضمون یہ تھا کہ "اگر خداوندی عنایت و پرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو اطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت نہوگی"

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ ستر برس کی عمر مین کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خود پسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنسی چھوڑ دی سپاٹو کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور نیپال کی رزیڈنسی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھسو چونسٹھ روپے خزانۂ بادشاہی سے نوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زر نقد رزیڈنٹ کی تواضع کرین لیکن اُنھون نے قبول نکیا خدا جانے کہان کہان کار پردازان سلطنت کے صرف مین آئے اہالیان سلطنت کو مدت تک دعویٰ اس زر نقد کا حکیم مہدی علی خان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا۔

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اٹھائی ہے بڑے بڑے مالی
وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا ٹُلک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا
انتظام اور رعایا کی خبر گیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کرکے کوڑی
کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور
میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض مفویون نے غازی الدین حیدر کو
میری طرف سے منحرف کردیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی
عملداری مین چلا گیا - پھر نصیر الدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے
دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر
نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت
کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک
تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوا لیے جو مدت دراز سے خونریزی کے
عادی تھے وہ اب نہتے ہوگئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ چڑھی ہوئی
تھی اور کسی صورت سے ادا ہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کردی - ان تمام خدمات کے
عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی
کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے
مجھے پناہ دیجئے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت
سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہو جائے کہ وہ میرے
شریک حال ہو جائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرسن نے مہدی علی خان کی
الحاجت دیکھ کر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیئے تاکہ گورنر جنرل کو دکھا کر جواب

خوش وقت ہوکر کہا کہ جناب کا ارشاد زبانی کہنے کے بجائے اگر تحریر کا جواب تحریر سے دیا جائے تو میری بات کو توقیر حاصل ہوجائے اور میرا اعتبار بڑھ جائے مسٹر پرسن نے جوابی چھٹی لکھدی مہدی قلی خان نے یہان آکر دیکھا تو نواب پریشان خاطر بیٹھے ہوئے دروازے کی طرف تک رہے تھے جون ہی اس پر نظر پڑی اور چہرے پر اسکے رونق معلوم ہوئی تو سمجھے کہ جواب باصواب لایا ہے پھر بھی نہایت اشتیاہ کے ساتھ خلوت مین لیجاکر حال دریافت کیا اُس نے سب باتین بیان کین اور جوابی چھٹی دیدی منتظم الدولہ بیحد خوش ہوے پانچ اونی کپڑے اس کام کے صلے مین عطا کیے نماز مغرب کے بعد دروازے کا راستہ رزیڈنٹ کے لحاظ سے چھوڑکر فتح علی خان کے دروازے کی طرف سے ہوکر پرسن صاحب کے پاس گئے بخوبی ملاقات ہوئی۔ رزیڈنٹ کو بھی انکے ملاقی ہونے کی خبر پہونچ گئی غصے سے کانپنے لگے اور فوراً اُس مکان کے دروازے پر پہونچ کر اپنی اطلاع کرائی اور اجازت شامل صحبت ہونے کی چاہی پرسن صاحب نے منتظم الدولہ سے دریافت کیا کہ رزیڈنٹ صاحب کے یہان آکر شریک صحبت ہونے مین آپکی باتون مین حرج تو نہ پڑے گا اُنھون نے جواب دیا کہ مین اُنکے یہان آنے کو مانع تو نہین لیکن میرا مطلب ملتوی ہوجائے گا اسلیے اپنی بے قصوری جو اُنکی تحریرون کے خلاف ہے بخوبی ادا نہ کرسکونگا اور میرا آنا بیکار ہوجائیگا پرسن صاحب فوراً اُٹھے اور گورنر جنرل کے پاس جاکر یہ تمام حال بیان کرکے عرض کیا کہ جو آپ حکم دین تعمیل کرون اُنھون نے فرمایا کہ اگر منتظم الدولہ رزیڈنٹ کی شرکت نہین چاہتے تو شریک صحبت کرنا مناسب نہین پرسن صاحب نے واپس آکر یہ بات منتظم الدولہ سے بیان کی اور رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اسوقت آپ کا آنا مناسب نہین ہم منتظم الدولہ کی خاطرداری مین مصروف ہین دوسرے وقت آنا چاہیئے رزیڈنٹ مجبوراً وہین سے لوٹ گئے اب منتظم الدولہ نے اپنی تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی اور کہا

اسم باسمی ہین یقین ہے کہ جناب کو اُس ملک کی خبرون سے اُنکا حال معلوم رہتا ہوگا اس شہر
مین کوئی دن نگذرتا تھا کہ خونریزی اور خانہ جنگی نہ ہوتی ہو۔ نواب سعادت علی خان اور
غازی الدین حیدر نے بہت چاہا اور کوشش کی مگر اس خونریزی کے انسداد مین کوئی تدبیر کارگر
نہوسکی اور خاطرخواہ انتظام نہوا منتظم الدولہ نے ذرا سے عرصے مین تمام شہر کے ہتھیار لے لیے
اُسدن سے خونریزی کا نام مٹ گیا دوسرے برسون سے عہد غازی الدین حیدر سے صاحبات
محل اور نوکرون کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کڑورون روپے کے قریب سلطنت پر واجب الادا
تھا اہل تنخواہ واویلا اور شور و فریاد سے گذر کر لڑنے پر آمادہ تھے اعتماد الدولہ اور رام دیال نے
اس امر کی تدبیر کی کہ مخمصہ پاک ہو جائے لیکن کوئی صورت وقوع مین نہ آسکی اس شخص نے حسن تدبیر
اور سرکار کے کم خرچ مین یہ سب جھگڑا بکھیڑا مٹا دیا اور انتظام ملک کا حال تو روشن ہے بیانکی
حاجت نہین انکے آنے کو پہلا سال ہے لیکن پچھلے زمانون کی بہ نسبت آمدنی کے صیغون نے بڑی
ترقی کی ہے عمارتین بن رہی ہین اگلے انتظام اور اس پچھلے انتظام مین زمین و آسمان کا فرق
ہوگیا ہے غرضکہ چند باتون مین مسٹر پرسن کے مزاج کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کیونکہ انگریز
جوہرشناس ہین اور قابل آدمیونکے خریدار ہین صاحب موصوف منتظم الدولہ کے یہ تمام اوصاف
سُنکر مسکرائے اور کہا کہ مین بھی اخبارون مین پڑھتا ہون کہ منتظم الدولہ دانشمند اور تجربہ کار
آدمی ہین۔ مہدی قلی خان نے جب دیکھا کہ میرا افسون اثر کر گیا تو وہ چھٹی جو منتظم الدولہ کی
جانب سے استدعاے ملاقات کے واسطے لکھکر لایا تھا پیش کی مسٹر پرسن نے پڑھ کر کہا کہ
ذرا تم ٹھہرو مین اندر ہو کر جلد واپس آتا ہون اندر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ مین نے
یہ چھٹی گورنر جنرل کو دکھائی تھی فرمایا کہ اگر تم سے ملنے کی خواہش ہے تو مضائقہ نہین بلالو بس تم
اپنے نواب کو جاکر میرا سلام کہو اور کہدو کہ رات کو تشریف لاکر ملاقات کرین مہدی قلی خان نے

حاصل کر لیا جائے حکیم مہدی علی خان عرصۂ دراز سے یہ تمام باتین انگریزی مین لکھوا کر اپنے ساتھ رکھتے تھے اُسیوقت کاغذ پیش کر دیا مسٹر ریسن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور اُنھین دکھایا فرمایا کہ ہمارا اسلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دین کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب پہونچوا دیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش و خرّم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریسن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب پہونچا جسکا مضمون یہ تھا کہ اگر خداوند کی عنایت و پرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو اطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت نہوگی "

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ ستر برس کی عمر مین کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خود پسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنٹی چھوڑ دی سپاٹو کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور نیپال کی رزیڈنٹی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھسو چونسٹھ روپے خزانۂ بادشاہی سے نوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زر نقد رزیڈنٹ کی تواضع کرین لیکن اُنھون نے قبول نکیا خدا جانے کہان کہان کارپردازان سلطنت کے صرف مین آئے اہالیان سلطنت کو مدت تک دعویٰ اس زر نقد کا حکیم مہدی علی خان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا۔

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اُٹھائی ہے بڑے بڑے مالی
وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا ٹک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا
انتظام اور رعایا کی خبرگیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کرکے کوڑی
کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور
میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض مفویون نے غازی الدین حیدر کو
میری طرف سے منحرف کردیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی
عملداری مین چلاگیا - پھر نصیر الدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے
دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر
نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت
کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک
تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوا لیے جو مدت دراز سے خونریزی کے
عادی تھے وہ اب نہتے ہوگئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ چڑھی ہوئی
تھی اور کسی صورت سے ادا نہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کردی - ان تمام خدمات کے
عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی
کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے
مجھے پناہ دیجئے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت
سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہوجائے کہ وہ میرے
شریک حال ہوجائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرسن نے مہدی علی خان کی
لجاجت دیکھ کر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیئے تاکہ گورنر جنرل کو دکھاکر جواب

دوست تھا اور کاسگنج مین مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے
عہدۂ سفارت کے کامون مین دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان
کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے
اپنے گھر مین ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچونکو لیکر لکھنؤ مین چلا آیا یہین رہنے لگا اور عورت
شاہ اودھ کے محلات مین آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہون کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا
انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کے رہنے
والے تھے عجب لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا
خرچ گھٹایا زر مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا
انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو ضیغم جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب مقرب
اور سپاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا
اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر کلو کو
مخدرۂ عُلیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور
ڈیوڑھیونکی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ دارونکو بڑے بڑے عہدون پر پہونچایا

لارڈ بنٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کانپور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین پیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ رائے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزونکے ورود کی تقریب مین انگریزونکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہو گیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مقرر ہوئے کرنل کا رزجو تاج الدین حسین خان کا

ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے بمجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بڑے تنخواہ دارون کی تنخواہون مین واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین چڑھی ہوئی تھین اُن مین سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اور ان تنخواہون مین فی صدی پانچ روپے خرچ ابواب کے کاٹے اور اسیقدر نیابت کے رسوم بڑہائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی علاقہ ہرہٹہ پروا جسکی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکہ زمانیہ کی جاگیر مین تھا جب علاقہ بیسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری مین آیا اور جمع زیادہ ہوگئی تو ملکہ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیا گیا اور ملکہ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر حاصل جاگیر نقد پہونچائے گا ملکہ زمانیہ نے اسباب مین بہت خاک اُڑائی مگر آبرونہ پائی پرگنہ سیان گنج مخدرہ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی ۔

اس وقت مین کرنیل کارنر اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبندلال وغیرہ کی چاندی تھی اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل کارنر کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بخت رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلون کا چکلہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپے ماہواری اُسکے لیے مقرر کرادیے اور چکلہ مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خانکے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُسکی تنخواہ پانسو روپے ماہوار مقرر ہوئی لیکن زر مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت خزانچی مذکور سے ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کانپور کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک چلّے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر و کمان قضا کا نشانہ ہوئی ۔ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوئے

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظروں سے گروا دیا - مثلاً انتظام الدولہ پر غبن کے قصورات خاصکر کربلاے تو تعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کر کے دربار سے نکلوا دیا - اُنکی جگہ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی داروغگی ولائی بادشاہ کی صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے باورچیخانے کے داروغہ تھے - راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ کا مصاحب ہو گیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی زر دو ز کو قطب الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی تو زہر کھا کر مر گیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس ساٹھ ہزار روپے دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار روپے ماہوار سے دو ہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبونکی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

حکم ہو گا یہین سے بجا لاؤنگا نائب السلطنۃ نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر بلا ہتھیار باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل مین یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدارنکو رجو کچھ کرتے ہین وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے کرتے ہین انگریزون سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ مو بمو لکھکر انگریزون کو پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہو کر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئین ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہو گا حکیم مہدی علی خان نے فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان نائب کی بات سہل سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے یہ شقہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو چلا جانا چاہیئے یہ شقہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا اور پیچھے پیچھے وزیر کا چوبدار بھی یہ پیغام لیکر گیا کہ مین نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی صحبت کو برقرار رکھا اب نوبت یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے شقہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر خدا نے چاہا تو کچھ دنونکے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہین گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئے گی۔ فقیر محمد خان نے شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا اپنے معاملات کی گفتگو کے لیے منیڈھو خانکو دربار مین

اور سامان استقبال اُنکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرماگرمی سرد ہوگئی - اس زمانے مین چکلہ بسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر چلی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی -

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمۂ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے گھٹانے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہوے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو دراصل باقی نویس تھے اُنکی جگہ کام کرنے لگے -

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی دبھی معاملے مین کلمہ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور ادائے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور و ظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہو کر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جواب دیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولڈونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہونگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو جو کچھ

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور
اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ
کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے بھی شہر
مین اگر طرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغا مرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور و شور

(۱) آغا مرزا نصیر الدین حیدر کا کوکا ایسا خود سر اور شراب نخوت مین چور تھا کہ تمام
ارکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر
ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے مین ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا
لیکن شرارت سے باز نہین آتا تھا۔ ایکدن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ
کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے
سے آداب و مجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے
آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہوکر خاک مین ملا دیا گیا۔
(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین
رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے
مزاج مین بخوبی جگہ پائی ڈیوڑھیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی
خائن اور دزدی پیشہ آدمیونکا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا بہت سے زمیندارون سے
گنجالشی علاقے مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلا دیے عالیشان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی
کہ اُس کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

وکیل کرے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی جائداد مین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے۔ یہ بات حکیم صاحب کے دل مین بُری معلوم ہوئی تھی۔ اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے مین حکیم صاحب کو تاج الدین حسین خان سے ایک غرض دربیش تھی کہ تمام رزیڈنٹی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین وجیہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی۔

گومتی کے پار جو چھاؤنی دھنے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرۂ محرم مین تبرا کی وجہ سے اہل شہر کے ساتھ وہ دنگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان ہندو تلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس معرکے مین پہونچے اور میواتیونکو اسقدر پسپا کیا کہ تمام مال و اسباب اُنکے گھرونکا ہاتھی گھوڑون سمیت لٹ گیا۔ ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا۔ نتھے مرزا سالار جنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے۔ اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بلوا کیا۔ کپتان میگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے۔

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہوکر در دولت پر حاضر رہتے تھے چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش اور متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

جب اسکی خبر ممن خان کو پہونچی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرّے مین اکثر نائب کو علانیہ برُا کہتا ایکدن ممن خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائے گا اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کردیا اور گلے مین بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمونکے ساتھ شامل کردیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمۂ بےادبانہ کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھین حکم دین بس ممن خان کی زبان مُنھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا کئی راتدن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مرگیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان منھ مین نہ جا سکی چند پہر کے بعد جراحونکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات ۱۲۴۶ھ ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

۱۲۴۷ھ ہجری مین جشن جلوس سال پنجم موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردا شتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا شرارۂ غضب سلطانی مشہور تھا - یہ اُس کا حلیہ تھا - سیہ فام - بلند قامت - زشت صورت غیور طبع - بے مروت - لیکن باوجود اسکے اپنے کار مرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا - خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب نہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا -

حکیم مہدی علی خان کا رعب وداب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب وراجہ ورلے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی -

ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جو رنڈیون اور خانگیون پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

۲۶ ۔ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود مین نہ آیا اور اس مدت مین جناب ولیعہد نے کبھی فریدون بخت کی مانکی صورت نہ دیکھی۔

(۲) کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولی عہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے کہ منا جان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۲ جنوری ۱۸۳۲ء مطابق ۷۔شعبان ۱۲۴۷ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتی ہین بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اُنکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہین چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریائے گنگا پر گرفتار ہوا اور ابتک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کرلین بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جا کر رہین رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳۔فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کرو چنانچہ ۹۔فروری مطابق ۷۔رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے مین رمضان ختم ہوجائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

چنند خلعت ملے وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتدائے تحقیقات سرہربرٹ مڈک سے عہدۂ رزیڈنٹی کرنیل جان لوتک انقطاع قبول نکیا- منتظم الدولہ نے ۲- فروری ۱۸۳۲ء ۲۹- شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنل جان لو سے کہا کہ سابق مین جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور مُنّا جان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی ہے کہ تمام مُلک مین شائع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونونکو اپنے محل سے نکلوا دین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہہ مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقًا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے مین نے بیان کیا تھا- حال یہ ہے کہ ایکروز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونونکو قتل کر ڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا- آخرکار جناب موصوف برہم ہو کر محل سے اُٹھکر معتمد الدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑ کر چند روز حسن باغ مین مقیم رہے بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ موافقت کرلین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

اپنے اختیار مین نہ تھے اس لیے بعض آدمیونکی تخویف و ترغیب مین آکر ویسا ظاہر کیا تھا
رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی وتشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدائے جوانی مین راہ راست پر
نہین چل سکتے ہین لیکن اب حضور بفضل الٰہی جوان اور بالغ ہو گئے ہین مناسب ہے کہ حرکات
بیہودگی اور ہرزہ درائی کو چھوڑ کر راستی ودرستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف
ہو جائین ورنہ تمام ریاست کا کام برہم ہو جائیگا اور بادشاہ نے ایک خط جس مین لاولدیت کا
بیان تھا رزیڈنٹ کے پاس بھیجا چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت
گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت مراجعت کے سپاہیان انگریزی متعینہ بیلی گارد کو حکم دیا
کہ آیندہ سے مناجان کو سلامی نہ دیا کرین۔ گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر
کر دینا چاہیے چنانچہ قلمرو اودھ مین اس مضمون کے اشتہار جابجا چسپان ہوئے اسوقت سے
ولیعہدی اور شاہزادگی کا لفظ اُسکے نام سے محکوک ہوا لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے
اس مضمونکے سدباب مین اکثر نکتہ چینیان کین اور مُنّاجان کو اپنے پاس سے جُدا نکیا۔

اشتہار درباب نسب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان را کہ موسوم بہ محمد مہدی و ملقب
بہ فریدون بخت کردہ انداز قرب زمان تولد پرورده و از بطن یک اسامی مشہور نمودہ او را
منسوب بفرزندی ما بدولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس نام و ننگ
این دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم است و جناب علیین مآب اعلیٰ حضرت
خلد مکان طاب ثراہ و جبل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات و تفتیش تمام و دریافت حال واقعی

گر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جائے بیان کرنے کے لیے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف
اشارہ کیا رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بدل حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی
زبان مبارک سے حضور ارشاد فرمائین اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اُسوقت صاف
الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ ہم آپکو اپنا دوست سمجھتے ہین درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت
اور کیوان جاہ دونون مین سے کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپ سے یہ حال اس لیے
بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور یہ جو شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے
ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور عالی ہمتی ہے ملکۂ زمانیہ ایک
لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی فرزندی کے لیے
ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لیے ایسے ایسے کام کرتے تھے
مین خوب جانتا ہون اور والد ماجد بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے اور جو کچھ
حال فریدون بخت کی مان اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور بعد اُسکے ۶ ماہ کے بعد فریدون بخت کا
پیدا ہوتا منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا بادشاہ نے زبان سے اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ فریدون بخت
کی ولادت ہمارے بلوغ سے بھی قبل کی ہے اور کیوان جاہ ملکۂ زمانی کے ساتھ آیا تھا پھر فرمایا کہ
سابق مین جعلساز اور دغاباز ہمکو اپنے قابو مین کرکے اپنے نفع کے لیے ہمکو فرزندی کے اقبال کے
واسطے تخویف کرتے تھے اسلیے مجبورًا قبول کر لیا تھا لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب
سلطنت ہمارے فائدے اور خیرخواہی کے لیے بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر
نہین ہے الغرض بادشاہ نے دغابازون کے ساتھ جعل مین شریک ہونے سے بہت شرم وندامت
ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہم نے دل مین عہد کر لیا ہے کہ سوائے راہ راست کے نہین جائین گے
اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ اودھ

این طفل را ازین دودمان عالیشان اجنبی محض و مجہول النسب پندارند و گاہے وہم نبوت نامبردہ نسبت بحضور اقدس و اعلیٰ بخاطر راہ ندہند۔

حکیم مہدی علی خان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل مین کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ مین امرا کے یہان شادیون مین جو ساچق کے دن رنگین گھڑے مٹھائی اور میوے سے بھر کر مزدورون کے سرون پر رکھ کر دولھا کی طرف سے دُلہن کے گھر رات کے وقت جاتے تھے تو مزدور راستے مین اسقدر دست اندازیان کرتے تھے کہ میوہ اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مدنظر رہتی تھی اُنھون نے مرزا حیدر فرزند نواب محمد تقی خان کے بیاہ مین یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی اور میوہ وغیرہ وزن ہوا کرے اور اونٹون پر لدوا کر سرکاری متصدی عروس کے مکان تک پہونچائین اور خالی گھڑے کہ مطلب اُن سے نمود و نمائش ہوتی ہے مزدورون کے سرون پر حسب دستور جائین اور روشنی کے باب مین یہ تجویز کی کہ تیل مٹی کے برتنون مین رکھ کر چراغون مین بھرتے ہین روغن کورے برتنون مین جذب ہو کر نقصان ہوتا ہے اس لیے شہر کے باورچیون سے چھوٹی بڑی دیگین طلب کیجائین۔ اسی طرح کارخانۂ بادشاہی مین بھی کفایت مدنظر تھی۔ خاص بادشاہ کے لباس مین گلبدن کا تھان چالیس و پچاس روپے کی قیمت سے کم کا صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے زیادہ کے تھان کی اجازت نہ تھی۔ اور پارچۂ محمودی کے رومال جسکی قیمت دو تین روپے گز سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر خاصے کے رومال جو ایک روپے کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ

ہرگز ثبوت این طفل را نسبت با بدولت قبول نفرمودند چنانچہ بر کہ و مہ ظاہرست مگر جناب ممدوحہ نشنیدند واو را ملقب بالقاب مخصوص فرزندان ساختند وحالانکہ این طفل مجہول حال را علاقہ با بدولت نیست و متحقق نمیگردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را چگونہ پیدا کردند احتمال قوی اینست کہ زنے کہ این طفل را از بطن او میگویند و دیگر خواصان بخانۂ فضل علی میرفتند ہرچند منع کردہ شد از این امر ستکرہ باز نماندند پس غالبًا از نطفۂ فضل علی یا درین بیقیدی از نطفۂ دیگر ہم رسانیدہ باشد این احتمال در صورتی ست کہ این طفل از بطن آن زن پیدا شدہ باشد والا چنانکہ مشہورست زن گاذر را کہ حاملہ بود بخانۂ خود داشتہ بودند و ہرگاہ او وضع حمل کرد تولد از بطن زن مذکور شہرت دادند باز ما بدولت بخدمت بیگم صاحبہ و ہم بخدمت والد ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با بنوت من علاقہ نیست لہذا حضرت خلد مکان مبطل نسب این مجہول النسب بودند و زیادہ از ہمہ اینکہ سن حضور را آن اوان کہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ موصوفہ مشہور کردہ بودند بحد بلوغ نرسیدہ بود کہ احتمال بنوت نسبت بحضور امکانے داشتہ باشد و قباحت و شناعت این امور نہ چنان ست کہ بر احدے مخفی باشد تا گزیر از ماجرائیش بار یلہ آراے سلطنت و حشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کہ حفظ و حراست این سلطنت حالاً و مآلاً متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح والا لیان سرکار کمپنی انگریز بہادرست آگہی دادہ شد و این معنی از رہگذر یکتا دلی و حق پسندی و کفالت و حفظ این ریاست مطبوع طبع دقیقہ سنج نواب معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان نسب و بنوت آن طفل و اذعان این معنی رقمی فرمودند مگر چون این امر از عمدہ امور ریاست است و آگاہی خلائق ہم ازین معنی اشد ضرور لہذا برائے اطلاع خاص و عام اشتہار ہذا از پیشگاہ جاہ و جلال صادر گردید تا جملہ منتسبان این دولت عظمیٰ و عمائد و امرا و جمیع ملازمان سرکار والا و رعایا برایا

کے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال سے پانچ لاکھ روپیہ سال چار سال تک کے لیے قبول کیا
اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخری جمع یعنی ایک کروڑ اور ایک لاکھ سالانہ مقرر کرکے
قبولیت مہدی اپنے پوتے محمد علی خان کی طرف سے اپنی ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی مین
داخل کرکے پٹہ مہری نصیرالدین حیدر کا لکھوا کر صورت مستاجری تمام ملک اور فوج کی قرار دی
مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور اُنکی کونسل نے ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ ضابطۂ قدیم کے
خلاف تمام ملک کی مستاجری ایک آدمی پر قرار نہین پاسکتی - حکیم صاحب کا رنگ حکمت نجکا
ہاتھ مل کر رہ گئے -

حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور اُسکے وجوہ و دلائل

حکیم مہدی علی خان کی طبیعت اب ایسی باقی نہ رہی جیسی پہلے تھی غصہ بڑھ گیا ادنے
و اعلیٰ ہر ایک کے ساتھ سختی اور غضب کے ساتھ پیش آنے لگے خاص و عام کے ساتھ سوا
درشتی اور گالی کے بولتے نہ تھے یہ چاہا کہ بادشاہ کی حرم محترم ملکۂ زمانی کو رتبے سے گرادین اول
اُنکی جاگیر مین فساد کراکر متواتر خبرین بادشاہ کے گوش گزار کرائین اور خود عرض کیا کہ بیگم صاحبہ کی
جاگیر مین انتظام نہونے کی وجہ سے آس پاس کے تمام علاقے مین خرابی پڑگئی ہے روپے کا
وصول ہونا مشکل ہوگیا ہے اگر یہ جاگیر راجہ بختاور سنگھ کو جسکی عملداری بیگم صاحبہ کی جاگیر کے
چارون طرف ہے دیدیجائے تو وہ روپیہ بیگم صاحبہ کو پہونچاتے رہین اور اُنکے علاقے کے
ساتھ انتظام بھی بخوبی ہوتا رہے چونکہ یہ تقریر ظاہر مین معقول تھی بادشاہ نے قبول کرکے وہ
جاگیر جو چھ لاکھ روپے سال کی تھی راجہ بختاور سنگھ کے حوالے کردی اب یہ حال ہوا کہ بیگم صاحبہ کو
روپیہ پہونچنے مین کمی ہونے لگی - ملکۂ زمانیہ کو درجے سے گرانے کی دوسری تدبیر یہ نکالی کہ

کے لیے بننے لگے۔ دستور تھا کہ جو نئی پوشاک بادشاہ ایکبار پہن لیتے تو وہ بدن سے اُتر کر انعام مین دیدیجاتی تھی حکیم صاحب نے یہ رسم ترک کر کے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دو تین بار دُھل کر اُنکے کام مین نہ آجائے توشہ خانۂ سرکاری سے جُدا نہوا کرے ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانسو جوڑے کنگنون کے فرمائشی خواصون کے لیے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی بنوا کر اُنپر طلائی ملمع کرا کے اُنپر چھوٹے نگینے جڑوادیے اور بادشاہ کے محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لیے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے جھوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور انعام کے خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس مصرف کی رقم دو ثلث گھٹادی اور جواہرات اور پشمینے کی خریداری موقوف کردی۔ حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گھر اپنا برباد کرین اور مین یہ چاہتا ہون کہ اس طرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جزرسیان بادشاہ کی طبیعت کو ناگوار تھین اور ارباب سلطنت مسرف پسند تھے پس ایسے دانشمند کا گذارہ ایسے مسخرے اور سفلہ دربار مین کب ہو سکتا۔ رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت وا ہوئی اور عداوت کی صورت پیدا ہونے لگی۔ منتظم الدولہ بھی آفت روزگار تھے اُنھون نے ایک ایسی تدبیر نکالی جو اُنکے فائدے سے خالی نہ تھی چاہا کہ تمام معاملات ملک کو مستاجری کی صورت پر کردین چنانچہ یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین سرکار کمپنی کو ملک کاٹ دینے کے بعد ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے کا ملک سولے سائر وگنجیات کے باقی تھا یہ جمع اصلی قرار دیکر چون لاکھ روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملۂ محالات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکھ روپیہ سالانہ مصارف محلات اور کارخانۂ سلطنت

لہ مستفاد از تاریخ ذکاءاللہ ۱۲۔

سُلطان پور کے باقی نکالے ہین مین یہ جمع معتمد الدولہ کو پہونچا کر اُن سے رسید لے چکا ہون
اہلکارون کو دکھاتا ہون تو شنوائی نہین کرتے اُس خدمت کے صلے مین امیدوار ہون کہ
۲۲ لاکھ روپے کی فارغخطی مرحمت ہو جائے تاکہ محاسبے کے اندیشے سے نجات ملجائے حکیم صاحب
اول اول جب اُنکی غرض باقی تھی فارغخطی دینے کا اقرار کرتے تھے جب کام نکل گیا تو یون ٹالا کہ بادشاہ کی
طرف سے فارغخطی دینے مین متامل ہون مگر دل مین اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جبتک مین
موجود ہون کوئی تم سے اُس روپے کا دعویٰ نہ کریگا تاج الدین حسین خان سمجھ گئے کہ یہ شخص مجھ سے
فریب کرتا ہے کبھی نہ کبھی ان روپونکا دعویٰ کر کے خراب کریگا یہ شخص صاف نہین ہے اگر ہزار طرح جانفشانی
کرونگا اسکے دل پر اثر نہوگا یہ بہتر ہے کہ اسکا علاج معقول کیا جائے اگر مجھے شام کو برباد کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو مین اسکو
صبح ہی کو خراب کر دون پس خفیہ بادشاہ سے بات چیت کی راہ نکالی اور نائب کی بیخ کنی
کی فکر کرنے لگے - طرفہ یہ کہ حکیم صاحب نے بادشاہ کے اخراجات روزمرہ مین اتنی کمی شروع
کی تھی کہ اُن کا دل حکیم صاحب کی طرف سے پھر گیا تھا اس لیے اول بادشاہ نے حکیم صاحب کے
بھتیجے احمد علی خان کو اپنی مصاحبت سے الگ کر دیا بادشاہ بیگم نے بھی بادشاہ کے
کان بھرے کہ اس شخص کو اپنے مکان مین اس قدر خلاف دستور اختیار دیدیا ہے کہ علانیہ
تمھاری بیگمات کو دربار مین بُرا کہتا ہے اور بے حرمت کرتا ہے پس مین کس شمار مین ہون
یہ شخص درحقیقت انگریزون کا خیرخواہ ہے اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ریاست کی قوت
سپاہ سے ہے اُسکو بڑھانا چاہیئے نہ یہ کہ گھٹا رہا ہے تمھارے عزیزون اور ملازمونکی تنخواہین
کم کر دین حالانکہ بڑھانی چاہیئے تھین ظاہر مین یہ تمکو کفایت بتائی لیکن باطن مین انگریزونکے
خوش کرنے کیلیے ریاست کے لوگون کو بیدل کر رہا ہے دیکھو تمکو روزمرہ کے مصارف
مین تنگ کر دیا ہے یہ کتنی بڑی دلیری کی بات ہے اب بھی کچھ نہین گیا ہے اسکی تدبیر کر لینی

بسم اللہ بیگم جو وفا بیگ خان کی نواسی تھی اور تاج محل کی مصاحبت مین رہتی تھی ایک دن
بادشاہ نے اُسے دیکھ لیا اور لے دلکش پسند آگئی اُسکی طرف رغبت فرمائی خفیہ نویس نے یہ قصہ
نائب تک پہونچا دیا یہ تو اس تلاش مین تھے ہی کہ کوئی ایسی عورت پیدا ہو کہ اپنی طرف بادشاہ کے
دل کو کھینچ لے کیونکہ جب تک دوسری طرف اُن کا دل راغب نہ ہوگا ملکۂ زمانیہ کی طرف سے
دل نہ پھرے گا پس بسم اللہ بیگم سے خفیہ سازش کی کہ اگر میری مرضی کے موافق رہوگی اور
جو مین کہونگا اُس پر عمل کروگی تو تمکو ملکۂ زمانی کے رتبہ پر پہونچا دونگا بسم اللہ بیگم نے اس
لحاظ سے کہ نائب کو پورا اختیار حاصل تھا اُنکی بات منظور کر لی اب نائب اشارے اور
کنایے مین بادشاہ کے سامنے بسم اللہ بیگم کی تعریفین کرنے لگے یہانتک کہ بادشاہ اُس سے
نکاح کرنے کو آمادہ ہو گئے اور بڑی دھوم دھام سے یہ شادی ہوئی حکیم صاحب نے اس
عورت کو اپنی بیٹی بنایا اور دن بدن اس کا رتبہ بڑھنے لگا جب نائب کو یقین کامل ہو گیا
کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہین اور ملکۂ زمانی کی خواہش نہین رہی تو علانیہ ملکۂ زمانیہ کے نوکرون کے
سامنے اُنکو ناسزا الفاظ سے یاد کرنے لگے کہ وہ سُن سُن کر خون جگر کھاتی اور چپ رہتی اسی طرح
بادشاہ بیگم کی جناب مین رکیک و خلاف رتبہ کلمات کہنے لگے جنھین سُن کر اُنکے دل کو صدمہ
ہوا اور حکیم صاحب کی خرابی کی فکر مین پڑین۔ تاج الدین حسین خان سے بھی فریب شروع
کیا یہ شخص حکیم صاحب کا رازدار تھا اس لیے اپنی کوشش سے مسٹر جان لو صاحب رزیڈنٹ
حال کے مزاج کو حکیم صاحب کے موافق کر دیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب جان لو صاحب رزیڈنٹ
ہو کر آئے تو تاج الدین حسین خان نے اُن سے موافقت کر کے حکیم مہدی علی خان کا دوست
بنا دیا حکیم صاحب تاج الدین حسین خان کی اس حسن خدمت کے ممنون ہوئے جب اُنھون نے
اپنا حق نائب پر ثابت کر دیا تو عرض کیا کہ میرے ذمے محاسبان سرکار نے ۲۲-لاکھ روپے

ہاتھ صاف کرینگے بس انسانون خصوصًا سرداردن کو چاہیئے کہ بدون کو مٹاکر خلق اللہ کے
ساتھ احسان کرین نہ کہ بُردن کے احسانمند ہون اور اُنکے ظلم روکنے کی کوئی تدبیر عمل مین لائین
اب مجھکو اور تمکو یہ بات مناسب ہے کہ نائب کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کرین اور
ایک جماعت کو اس معاملے مین اپنے ساتھ متفق کرلین اگر بادشاہ کے چہرے پر اُن باتون کے
سننے سے کراہیت معلوم ہو تو آیندہ پھر کبھی اس بات کو منھ سے نہ نکالین ورنہ اشارے
اور کنائے مین نائب کی بُرائیون کو ثابت کردین غرضکہ سب نے بالاتفاق علانیہ اور
اشارات مین نائب کی بُرائی بیان کرنی شروع کی بادشاہ بھی یہ باتین رغبت سے سُن کر
شریک کلام ہونے لگے کیونکہ خود بھی نائب کی سخت مزاجی سے تنگ تھے ایکدن تاج الدین حسینخان
سے فرمایا کہ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ حکیم مہدی علی خان کو معزول کرکے تمکو کہ بہ نسبت اُنکے
بہت لائق ہو نیابت کے کام پر مقرر کرین جب یہ میٹھی آواز خان مذکور کے کانون مین
پہونچی بادۂ جاہ کے نشے سے بیہوش ہوکر عقل زائل ہوگئی اور یہ نہ سمجھے کہ اس بات مین کیا
مصلحت نہان ہے خود بھی معزول کرانے کو مستعد ہوگئے اور ترغیب آمیز باتین بادشاہ سے
عرض کین بادشاہ نے فرمایا کہ ہمکو یہ فکر ہے کہ مبادا رزیڈنٹ اُنکی معزولی مین کلام کرین تاج الدین حسینخان
نے عرض کیا کہ حضور دل مین کوئی دغدغہ نہ لائین انگریزونکو جناب والا کی سرکار مین مطلق مداخلت
حاصل نہین ہے مین کل ہی رزیڈنٹ کو اطلاع کرونگا کہ بادشاہ سلامت تشریف لاکر آپ سے بعض
باتین تنہائی مین بیان کرینگے اگر موافق معمول کے حکیم مہدی علی خان شریک ہونا چاہین
تو اُنکو روک دیا جائے پھر حضرت اچھی طرح جس قدر دل مین آئے اطمینان سے اُنکی شکایتین
بیان کرین رزیڈنٹ بھی سب باتین سُنکر حکیم صاحب کی تند خوئی اور بے اعتدالی سے مطلع
ہوجائین اور پھر کوئی بات اُنکے موافق نہ کہین وہان سے دولتسرا کو لوٹ کر فوراً قید

چاہیئے اگر پاؤن جما لیئے تو اُکھڑنا مشکل ہو گا بادشاہ یہ تقریر سُن کر اور بیزار ہو گئے تاج الدین حسین خان
نے بھی بادشاہ کو اُن رازون سے آگاہ کر دیا جو بادشاہ کی اطلاع کے بغیر انگریزون سے نائب نے
کہے تھے ان تمام باتون نے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ منتظم الدولہ کی خرابی کے در پے ہو گئے چنانچہ
ایکدن بادشاہ بیگم سے کہا کہ مین جو کچھ کرتا ہون بغیر آپکی صلاح کے نہین کرتا اور یہ شخص بھی بغیر آپکی
صلاح کے نائب نہین بنا ہے جو کچھ ارشاد ہو گا اُسکی تعمیل کیجائے گی بادشاہ بیگم نے کہا کہ یہ درست
ہے لیکن نوکر کو اپنے قابو مین رکھنا چاہیئے نہ کہ اُسکے سامنے اپنی ہستی کو بے حقیقت کر دینا چاہیئے
اور نوکر کو اتنا غالب نہ کر دے کہ آپ اُس کا محتاج بن جائے اب صلاح یہ ہے کہ مہدی علیخانکو
موقوف کر کے روشن الدولہ کو کہ وہ اس سرکار کا نمکخوار قدیم ہے اور تمھارے والد نے اُسکو عزت
دی تھی اور کارکن بنایا تھا اور لیئق اور کارپرداز آدمی ہے یہ عہدہ دیا جائے بسم اللہ بیگم نے بھی
مہدی علی خان سے عہد و پیمان کے خلاف آتو کی سلسلہ جنبانی سے اُن کی بیخ کنی کی بہت کچھ باتین
کہین۔ آتو نے بیگم کو سمجھایا کہ جبتک یہ نائب بخیل و نحوس اپنے عہدے پر برقرار ہے تمکو کوئی نمود
حاصل نہوگی۔ اور نہ مجھکو کوئی فائدہ پہونچے گا اِن دنون بادشاہ بھی اُس سے مکدر ہین پس اسوقت
سے بہتر کوئی وقت اُسکے اُکھیڑنے کا نہ ملے گا قدسیہ بیگم نے کہا کہ پہلے دن اس شخص نے مجھ سے
وعدہ لیا تھا اور مجھکو اپنی دختر بنایا ہے پھر مین کیونکر بے سبب اُسکے خلاف کوئی لفظ زبان سے
نکالون اور عہد توڑون آتو نے جواب دیا کہ اگر عہد پر پابندی منظور ہے تو اپنی عظمت اور ترفہ سے
ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے۔ دنیادار کو چاہیئے کہ جس امر مین اُسکی فلاح و بہبود ہو اُسے اختیار کرے
جسنے اس زمانے مین وضع کی پابندی رکھی وہ کبھی مراد کو نہین پہونچ سکتا اس بات کو اپنے
دل مین خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ منتظم الدولہ نے تمھارا فروغ رغبت دلی سے نہین چاہا بلکہ ملک
اپنا حق نائب ہو بربادی کے لیے تمکو ترقی دلائی ہے جب اُدھر سے فرصت پالین گے تو تم پر

چکا کر پھر بتدریج خزانۂ شاہی سے وصول کرونگا مگر انھون نے برخلاف اپنے وعدے
کے جسقدر چاہا روپیہ خزانۂ عامرہ سے لیا اور وہ بھی تمام و کمال تقسیم نہین کیا - اور اپنی
خوش انتظامی کو سرکار کمپنی مین شہرت دی دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغا میر کے ذمے باقی
تھا اُسکے وصول کرنے کی ذمہ داری اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ
روپیہ اُن پر باقی رہگیا تیسرے اُنکی طماعی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اُس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ
اور اعتماد الدولہ پاتے تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپے آمدنی مال مین سے اور اسی قدر تنخواہ ملازمین
مین سے جسکا حساب لاکھون تک پہونچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہین اور دیانت کا یہ حال
ہے کہ خود تو رشوت لیتے نہین مگر احمد علی خان اور ابو طالب خان اور سید محمد خان وغیرہ اپنے لوحقین کو ایسا چیرہ دست
کر دیا ہے کہ انھون نے لاکھون روپے رشوت مین اہل شہر سے لیے اور منتظم الدولہ ہمیشہ دیکھتے
اور کچھ نہ کہتے چوتھے ہمارے مصارف مین اس قدر جزرسی کی کہ اگر ہم سو روپے کسی کو انعام کے دلوائین
تو پانچ روپے اُسکو دیکر ہمکو بدنام کرتے ہین پانچوین تمام امراے شہر کو اپنی بدزبانی سے ناراضامند کیا اور
ہمارے محلات و اہل حرم کو بے حرمتی کے الفاظ سے یاد کرتے اور اُنکی آبرو کا پاس نہین کرتے
پس نوکر نہوئے آقائے نعمت ہوئے -

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نائب کی طرف سے جب اتنا دلگیر پایا تو کہا کہ آپ اپنی ریاست کے
مالک ہین جو کچھ مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے کوئی تردد کا مقام نہین اس مین غیر کو دخل نہین
بادشاہ اس جواب سے شادان و فرحان رزیڈنٹ کے پاس سے واپس آئے نجم الدولہ کو حکم دیا
کہ روشن الدولہ کو لائے اور اپنے باپ نظام الدولہ کو بھی حاضر کرے جب یہ خبر قدسیہ بیگم اور بادشاہ بیگم
کے محلون مین پہونچی کہ اب حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور روشن الدولہ کی منصوبی ہوتی ہے تو سب کے
چہرون پر بشاشی آگئی حکیم مہدی علی خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بہت آزردہ ہوئے اور گلبدن کے

کر دین اور اُنکی مفسدہ پردازی سے مطمئن ہو جائین اگر رزیڈنٹ اُسوقت نائب کے رونکے کو
بھول جائین تو حضرت کے ہاتھ مین رزیڈنٹ کا ہاتھ ہوگا اشارے کے لیے ہاتھ کو حرکت
دیدین تاکہ یاد آجائے خانہ زاد یہ تمام باتین رزیڈنٹ کو سمجھا دیگا اس کے بعد بادشاہ بیگم سے
مشورہ ہوکر بات پختہ ہوگئی اور روشن الدولہ کی نیابت کے لیے رائے قرار پگئی قدسیہ بیگم اور
آتو جی کی صلاح بھی شامل تھی آتو جی کی تدبیر اس رشتے کو بل دینے مین زیادہ کارگر تھی اور قرار
پایا کہ شب مین روشن الدولہ کو یہان خفیہ بلاکر عہد و میثاق مستحکم کرلیا جائے آتو خود بارہ دری کے
راستے سے میانے مین سوار ہوکر روشن الدولہ کے گھر گئی اور تمام رازون سے واقف کر کے
کہا کہ آج رات کو تم بلائے جاؤ گے آتو لوٹ گئی اور رات کو سواری بھیجکر روشن الدولہ کو
بلوالیا۔ جو منتظر طلب بیٹھے ہوئے تھے روشن الدولہ بادشاہ کے سوالات کے جواب باصواب
گزارش کرکے صبح کے قریب اپنے مکان کو لوٹ آئے اور تمام حالات سے سبحان علی خان کو
مطلع کیا۔ صبح کو بادشاہ سوار ہوکر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور معمولی مدارات کے
بعد خلوت ہوئی نائب رنگ زمانہ سے غافل تھے شریک خلوت ہونے کو پیچھے پیچھے چلے رزیڈنٹ
کے ہاتھ مین اُسوقت بادشاہ کا ہاتھ تھا اُنھون نے اشارہ کیا رزیڈنٹ نے آگاہ ہوکر تاج الدین حسینخان
کے کہنے کے مطابق اُنکو منع کیا اب مہدی علی خان سمجھے کہ یہان رنگ ہی اور ہے پژمردہ اور
مضمحل ہوکر مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے اور چہرے سے حکومت کا رنگ اڑ گیا اب بادشاہ
نے باطمینان رزیڈنٹ سے باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ لوگ تلون مزاجی کا اتہام لگائین گے
مگر آپ جانتے ہین کہ نوکر مالک کی تفضیح کے لیے ہوتا ہے یا آرام دینے کے واسطے مین نے جب
حکیم مہدی علی خان کو نائب بنایا تھا تو اُنھون نے چند وعدے کیے تھے اُن مین سے ایک
ادا نہوا پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ نوکرون کی جس قدر تنخواہین چڑھی ہوئی ہین وہ اپنے پاس سے

امید پر رشتہ داری کی آج سختی کا وقت آیا تو حمایت سے گریز کرتا ہے اس لیے مین آپکی
پاس خاطر سے دوسری شق اختیار کرتا ہون اور اُسی وقت حکیم صاحب سے رخصت ہو کر
رزیڈنٹ کے پاس آئے اُنھون نے پوچھا کہ اسوقت یہان تمھین کسنے بھیجا ہے مرزا نے
حکیم مہدی علی خان کا نام لیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تم بادشاہ سے نہین ڈرتے جو ایسے وقت
مین اُنکی طرف سے سوال وجواب پر کمر باندھی ہے مرزا نے کہا کہ جہان پناہ کا خوف مسلم ہے
لیکن آپ غور کرین کہ اسوقت منتظم الدولہ بیکار ہین اُنسے کسی کو نفع کی امید نہین اور بادشاہ
فضل الٰہی سے تخت حکومت پر برقرار ہین جب اسوقت نائب معزول نے مجھے بلایا اور لجاجت
کی تو اپنے دل مین مین نے خیال کیا کہ سبحان اللہ دنیا عجب عبرت کی جگھہ ہے کہ کل تک یہ شخص
لاکھون آدمیون پر حاکم تھا اور آج ایک آدمی کے لیے محتاج ہے پس خدا کے خوف کو بادشاہ کے
خوف پر مقدم رکھا اور دنیا کے نفع کو ترک کر کے اُنکی مدد کو اچھا جانا اگر اس کام مین فائدہ ہاتھ
سے جائے تو جائے مگر مروت کی راہ مین نیکنامی حاصل ہے اگر مجھ مین کوئی بُرائی نہو گی تو مصائب کا
اندیشہ نہین ہے رزیڈنٹ کو یہ تقریر پسند آئی اور اس ہمت پر تحسین کی حال پوچھا بیان کیا کہ منتظم الدولہ
نے کہا ہے کہ مین نے عرصۂ دراز سے اس سرکار کے تعلقات چھوڑ کر سرکار انگریزی کے ملک مین سکونت
اختیار کی تھی اور شاہ انگلستان کی رعیت بن گیا تھا شاہ اودھ نے ایک شقہ اپنے ہاتھ سے میرے
نام لکھکر اپنے ایک امیر مرزا بندہ حسن نامی کے ہاتھ میرے پاس بھیجکر بلایا مین نے خیال کیا کہ
اس سرکار کا ملک اہلکارونکی بے سلیقگی سے برباد ہو رہا ہے جسکی وجہ سے قرب وجوار کے
انگریزی علاقے مین بھی فتور اور شورش پیدا ہوتی ہے اور مجھکو اپنا قدیمی خیرخواہ سمجھکر طلب کیا ہے اس لیے
مین نے مناسب سمجھا کہ ایسے وقت مین شریک حال ہو کر حق نمک خوارگی ادا کرون اور ملک کے سر سے
بلائے بے انتظامی وخرابی کو دفع کرون اس کام مین دونون سرکارون کا نفع تھا۔ علاوہ اس کے

تھانون کے پیش کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس آنا چاہا جواب ملا کہ اسوقت کوئی ضروری کام درپیش ہے دوسرے وقت لاکر ملاحظہ کرائین مجبور ہوکر مضطربانہ اپنے مکان کو لوٹے راستے مین سُنا کہ روشن الدولہ اور انتظام الدولہ کو بادشاہ نے طلب فرمایا ہے بید کی طرح لرزنے لگے اور نہایت خوف وہراس کی حالت مین اپنے گھر پہونچے۔

حکیم مہدی علی خان کا رزیڈنٹ کو اپنا حامی بنانا اس لیئے حکام سلطنت کا اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکنا

حکیم مہدی علی خان نے دل کو قابو مین کرکے یہ خیال کیا کہ سخت دشمن پہونچ گیا ہے اُسکا دل مجھ سے بیحد ناراض ہے جو کچھ مجھسے اُسنے تکلیفین کل پائی تھین آج اُنکے بدلے مین کسر نہ اُٹھا رکھے گا اور پورا پورا انتقام لے گا۔ عقدہ کشائی کی یہ تدبیر سوچی کہ مرزا حیدر پسر مرزا محمد تقی کو جن سے سمدھیانہ کا تازہ رشتہ قائم ہوا تھا بلاکر کہا کہ یہ وقت میری بیکسی کا ہے اگر دستگیری کروگے تو جوانمردی سے بعید نہو گا مرزا نے کہا کہ ایسا کونسا سخت کام درپیش ہے ظاہر فرمایئے جواب دیا کہ چند مغویون نے بادشاہ کے مزاج کو میری طرف سے برہم کردیا ہے اور وہ سب مل کر میری خرابی کے درپے ہین اور میری حرمت بگاڑنا چاہتے ہین میری حرمت کے بارے مین رزیڈنٹ سے گفتگو کیجئے اور اُن سے کہیے کہ حساب واجبی مجھسے لیا جائے مگر حرمت کی مزاحمت اور عزت کی خرابی نکی جائے مرزا اُسوقت بہت متامل ہوئے اور دیر تک خاموش رہکر کہا کہ بہت مشکل کام اور سخت معاملہ واقع ہوا ہے کہ نہ آپ سے انکار کی مجال ہے اور نہ بادشاہ سے مقابلے کی طاقت اگر مین کوشش کرتا ہون تو ابھی بادشاہ سے قطع تعلق ہوکر ڈیڑھ سو برس کی بہبودی کا مکان ہاتھ سے جاتا ہے اگر آپ سے انکار کرتا ہون تو لوگ کہین گے کہ کل تو نفع کی

یا مغلانیون یا پیش خدمتون کے لیے ہے اس لیے وہ تدبیر کرنی چاہیے کہ نہ تو حکم عدولی ہو
اور نہ خرچ بڑھے دو تین دن مین چاندی کے عدد بنوا کر اُن پر سونے کا ملمع کرا دیا بادشاہ نے
پسند کر کے تعریف کی اور بٹوا دیے جبتک نائب کام پر رہے اُنکی تعریف ہوتی رہی اب بیزار ہوکر
اُنکو بادشاہ نے علٰحدہ کر دیا تو طرح طرح کے عیب تلاش کرنے لگے اتفاق وقت سے دو تین
کنگنون کا ملمع دور ہوکر چاندی دکھلائی دینے لگی رفع اشتباہ کے لیے کئی عدد کٹوائے دیکھا تو چاندی
کے تھے اس بات کو نائب کی بہت بڑی خیانت قرار دیا اور تمام کنگن صاحب رزیڈنٹ کے پاس
بھجکر کہلا یا کہ دیکھئے مہدی علی خان کیسے خائن ہین کہ سونے کے دام لیے اور چاندی پر ملمع
کرا دیا جبکہ ادنے کام مین یہ غبن ہے تو بڑے بڑے کامون مین کتنا خرد برد کیا ہوگا رزیڈنٹ کو
بھی بہت حیرت ہوئی اور تحقیقات کے لیے منتظم الدولہ کے پاس کنگن بھیجے اُنھون نے کہا کہ انکی قیمت
کاغذ مین دیکھنی چاہیئے اگر چاندی کے دام مندرج ہون تو الزام بیجا ہے اور اگر سونے کے جڑے
ہون تو بجا ہے اس سرکار مین طرفگی یہ ہے کہ جتنی خیر خواہی کیجائے اور جس کوشش سے کام
کیا جائے وہ سب ہیچ ہے کاغذ کو دیکھا گیا تو چاندی کا نرخ لکھا ہوا تھا اس سے محاسبے کے
باب مین سب کی زبانین بند ہوگئین۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے مقدمے مین گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر زیادہ اصرار
نامناسب تھا رزیڈنٹ نے اسی بات پر کفایت کی کہ ہمکو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح
کام نہین مگر اُنکی عزت و حُرمت کی پاسداری بنظر دور اندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے آیندہ جو کچھ
تجویز فرما کر تحریر کیا جائے اُسکے مطابق گورنر جنرل کو اطلاع دیجائے ۱۲۴۸؁ہجری مین جو خط
حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے باب مین لکھا گورنر جنرل کے ملاحظے کے لیے رزیڈنٹ
کے پاس بھیجا اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

جب مجھکو بلایا تھا تو اُس وقت مین نے فرخ آباد کے ہر ایک انگریز سے صلاح لی سب نے بالاتفاق روانگی کا مشورہ دیا تب مین آیا یہان آنے کے بعد مہمات مالی و ملکی مین جو عرق ریزی کی وہ سب ظاہر ہے جو لوگ سمجھدار تھے وہ ایسی سرکار مین میرے اس خون جگر کھانے کا آخر مین یہی صلہ ملنا گمان کرتے تھے جواب پایا۔ اب آپکی توجہ سے یہ امید ہے کہ میری عزت کی حفاظت کیجئے جو کچھ محاسبہ مجھپر نکلے گا المضاعف ادا کرونگا۔ لیکن یہ اندیشہ ہے کہ مبادا بادشاہ دشمنون کے اغوا سے میری عزت کے درپے ہون اُسوقت مین اپنے آپ کو ہلاک کر دونگا رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ حکیم صاحب سے کہنا چاہیے کہ جبکہ آپ کا دامن حساب سے پاک ہے تو محاسبے کا خوف نرکھنا چاہیئے اطمینان اور آرام سے بیٹھے رہو کوئی تمھاری عزت پر ہاتھ نہ ڈال سکے کا مرزا خوش و خرم وہان سے لوٹ کر آئے حکیم صاحب کو متفکر پاکر تمام حال کہا وہ اس نوید جان بخش سے مطمئن ہوگئے۔

بادشاہ نے بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظربند کرنے کا حکم دیا ابھی تک وہ ٹیڑھی کوٹھی مین قیام پذیر تھے دفعتہ پہرے جاکر کھڑے ہوگئے اور سات ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری بھول گئی۔

تاج الدین حسین خان اس تصور مین تھے کہ وزارت میرے ہاتھ لگے گی مگر یہ دولت روشن الدولہ محمد حسین خان بہادر صولت جنگ کو نصیب ہوئی اور سبحان علی خان شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدۂ سفارت رزیڈنٹی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا۔

حکیم صاحب پر نہایت لغو محاسبہ

پہلا محاسبہ جو حکیم صاحب کو پیش آیا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے اُنکی وزارت کے زمانے مین اُنکو حکم دیا تھا کہ پانسو جوڑی طلائی کنگن بنوا کر بھیجدین نائب نے سمجھا کہ یہ فضول خرچی کہاں یون

شفقت والطاف کا بیان نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے اُسکے ارادے کی تہ کو پہونچ کر اُسکے منصوبے
مین اپنے آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت شرح ملاقات بین ۲ جنوری ۱۸۳۱ء دستخطی پرست
صاحب سکرٹری خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی۔ لیکن باموری بہادر موصوف باین
عہدۂ والا برفعل ذات ستودہ صفات متصور ست نہ این جانب را نوعی دران شرکت یا دخلت
بودہ بلکہ عمداً از شمول آن کنارہ کش گردیدیم و نہ از خود بعطاے خلعت فاخرہ بہ تقریب سرفرازی
او شان پرداختیم و نہ عطاے آن روبروے این جانب ازان سامی مکان قبول کردیم انتہیٰ
اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵- صفر ۱۲۴۶ ہجری کو ایک خط مین حضور کی طرف سے
مسٹر ماڈک (مدک) صاحب بہادر کے نام عبارت نا ملائم لکھکر بھیجی جس سے صاحب موصوف
نہایت رنجیدہ خاطر اور غصہ ہوئے اور پھر اُسکے لکھنے کی تہمت اہلکاران دارالانشا کے
سر پہ تھوپی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر اُنھون نے اپنی طرف سے ایسا
لکھدیا ہے اور تمام عملے کو معطل کر دیا حالانکہ اُنکا کام صرف صاف کرنے کا تھا اس سے
زیادہ اُنکو کوئی مداخلت نہ تھی جو کچھ یہ شخص چاہتا تھا وہ لکھوا کر جاری کر دیتا تھا۔ اور آپ کے
دل مین یہ بات ہرگز نہ آنی چاہیئے کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیون دیدیا گیا
اس لیئے کہ اولاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف نہین سواے اُن سلاطین کے جو بذات خود
بادشاہ ہوتے ہین ایسے بادشاہون کو جو باپ دادا سے وراثت مین سلطنت پاتے ہین
اور پوتڑون کے امیر ہوتے ہین کامون کا تجربہ کمتر ہوتا ہے **دوسرے** لفظ بلفظ کاغذات
کے طومار کو دیکھنا اور اُسکے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کم رہا ہے **تیسرے**
جس کسی کو اپنا نمک حلال اور خیر خواہ تصور کرکے مدار المہام اور مختار سلطنت بنایا جاتا ہے
تو اُس پر ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے اور اُسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ دولت خواہی کے

ترجمہ خط نصیر الدین حیدر در باب معزولی منتظم الدولہ

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب مین مکرر حضور کے ساتھ کی اس مین شبہہ نہین کہ اُسکی منشا صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق مین تھی لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہین ہے اور حضور کو اُن اُمور مین سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اورنہین چاہتے کہ زبان پر اُنکا ذکر آئے لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہم نے فرخ آباد سے محض اسوجہ سے بلّایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ اُسکے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہین اور مشارالیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت و ترقی پائی ہے اور ادنےٰ درجہ سے مرتبہ اعلیٰ کو پہونچا ہے اور قلمرو سرکار کمپنی مین بطور خوش باشون کے سکونت اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اُس سرکار سے توسل اور استحقاق نہین رکھتا اور یہان بھی بغیر توسط شمول سرکار کمپنی کے آیا ہے ہم نے اسکی قدامت پر خیال کرکے وزارت کے عہدے پر سرفراز فرمایا اور ہر طرح کی مہربانی اُسکے حق مین مرعی رکھی اور مختار کل کردیا جسکا حال تمام مخلوق پر ظاہر ہے لیکن جسقدر اسکے فساد طینت کا حال زبان زد خلق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سال سیل کرنیل کالس صاحب بہادر اور کرنیل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنسی کے جرائد مین اسکی نسبت لکھ گئے ہین اُسکا حال ابتدا مین حضور کو بالکل معلوم نہ تھا یہ شخص ابتدا سے ریاست پر تسلط کی فکر مین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی صورت سے حضور کو بے اختیار کردے چنانچہ اس خیال سے حضور کی طرف سے ایک محبت نامہ اٹھارہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۶ھ ہجری کو لکھوا کر اُسکے ذریعہ سے چاہا کہ کمپنی کی حمایت مین آجائے تاکہ حضور کو اسکی معزولی کے باب مین کسی طرح کا اختیار باقی نہ رہے لیکن نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ کی

اور پھر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکھوادیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام
کرکے سرکاری خرچ مین لایا ہون اور پھر اسقدر روپون کو بٹہ اور قبولیت کی تحریر مین
مجرا لے لیا جس سے ایک طرف تو مُلک اُسکی ملکیت ہوجاتا اور دوسری طرف اتنا بڑا قرض
اُسکا بے سبب سرکار کے ذمے ہوجاتا اور آپ اس بات کو یقین کرینگے کہ حضور کو اُسکے جعل فریب
کی اصلا خبر نہ تھی۔ حضور سے اُس نے یہ کہا تھا کہ اہالیان دولت کمپنی کی صاف مرضی
یہ ہے کہ اس مُلک پر اپنا قبضہ کرلین مین نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری دس برس
تک کے لیے ظاہر کرونگا تاکہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تصرف اور قبضہ کا
موقع نہ ملے اگرچہ اس بات کو حضور کے دل نے باور نکیا لیکن چونکہ عنان اختیار اُس کے ہاتھ
مین سپرد کی تھی ہم نے سکوت کیا مگر کہانتک شکر نواب گورنر جنرل کی لطف وعنایت کا
ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم مقام رزیڈنٹ کی تحریر کے ذریعہ سے اس امر کی اطلاع
ملی تو یکتا دلی اور اتحاد قدیمانہ کے پاس ولحاظ سے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور ۱۱ جون ۱۸۳۱ء
کو جیسا کہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۴۷ ہجری سے مستفاد
ہوتا ہے اس کام کی نامنظوری کمال اصرار کے ساتھ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہین
"القاب حضور کہ بہ شاہ اودھ مقبول شدہ تا وقتیکہ باین خطاب ہستند خود را از واجبات
و مستلزمات آن بری نتوانند کرد ہم ازین جانب اطلاع سازند کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر گاہی
چنین اقرار و قبولیت وبٹہ را کہ بالفعل از حضور نوشتہ شدہ است منظور و مقبول نتواند فرمود"
پس گویا از سر نو اُنھون نے یہ مُلک حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرمالیتے تو چونکہ تحریر حضور کی
مُہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجایش ہوتی اور درحقیقت ریاست اسقدر مدت کے لیے ہاتھ سے
نکل جاتی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالفعل جو حضور کو اُسکی طرف سے تنفر اور رمیدگی پیدا ہوکر اُسکے عزل پر

خلاف نکرے گا چنانچہ اگلے وقتون مین اکثر سلاطین وُلوالعزم محض ناخواندہ گذرے ہین پس وہ کسطرح تحریر کے نیک و بد کا امتحان اپنے ذمے کرسکتے تھے اور مدارالمہام اور کارگزار پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور دتحریر کے بعد وہ کام کیا کہ ابتداے ابوالبشر آدم سے آجتک کارگزارون مین سے کسی نے ہرگز نہین کیا ہے یعنی تمام ملک کا اجارہ اپنے نام پر تجویز کرکے بطور پٹہ اور قبولیت کے اپنی طرف سے ایک عبارت اختراع کرکے ایک مراسلہ غرۂ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ ہجری کو حضور کی جانب سے لکھوا کر اس پٹے کی نقل اس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لیے قائم مقام صاحب رزیڈنٹ کے پاس بھیجی اور مطابق اُسکے نواب گورنر جنرل کے نام نامی پر محبت نامے لکھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے جن کو ابتک واپس نہین کیا - طرفہ کام کیے ہین کہ کسی نے کانون سے بھی نہ سنین ہونگے **اوّل** تمام ملک کی جمع جو قطع نظر وصول خام کے ایک کروڑ سینتیس لاکھ روپے مین وقت تفویض مُلک مفوضہ کے اس سرکار کے حصے مین رہی تھی کل اکاسی لاکھ روپیہ جمع اصل و اضافہ قرار دی اور آیندہ چار سال تک کے لیے پانچ پانچ لاکھ روپے کا اضافہ لکھا پھر اس سے آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکھی اوراسطرح دس برس کے لیے تمام ملک اپنے اجارے مین مقرر کرلیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکھون روپے جمع عین المال سرکار مین اپنے اُڑانے کے لیے باقی رکھے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹہ مین سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا گیا کہ اگر نامبردہ مرجائے تو اُسکا وارث بسبب اس تحریر کے ملک کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دوراندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بھی حضور کی بے اختیاری اور اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس مُلک کو اپنی ملکیت موروثی سمجھ لیا تھا **تیسرے** عجب جعل و فریب کیا کہ پچاس لاکھ روپے خزانۂ قدیم سے تنخواہ داران سابق کو دینے کے نام سے لے لیے

جن محالات مین کہ اس روپے کے وصول ہونے کی گنجایش نہ تھی اس علاقے کی جمع معین مین
سے فی صدی پانچ روپے کے حساب سے منہا کرکے اپنا رسوم قائم کیا اور یہ جو ظاہر کرتا
ہے کہ مین نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کیونکہ آمدنی کا زرکثیر اُسکے تصرف مین ہے
اور جو کچھ خزانۂ سرکار مین وضع ہوا وہ تمام اپنے نام پر جمع کیا اور اُس کے بیان کا جھوٹ ثابت
کرنے کے لیے اس رسوم کے فرمان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے کہ اگر
سرکار کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر مین اپنا نام کیون لکھوا دیا اور ابتک سند اُسکی کس لیے
حرز جان سمجھکر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہے اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ
کم و بیش پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ مداخل و مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اُس کے اقربا اور
عزیزون کے درماہے کے جو ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز ہے اس شخص کو دیکر مدار المہامی پر
بحال رکھے (۳) ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار
سابق و حال نے نکی ہوگی اور وہ ہے کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نقد خزانہ
سے دو مرتبہ کرکے علانیہ اپنے مکان کو بھجدیے اور سرکاری دفتر مین نوٹ کی خریداری کے
نام پر لکھوا دیے عند التحقیق معلوم ہوا کہ نوٹ ہرگز سرکار مین نہ پہونچا اور اُسکے اس جواب سے کہ ان دنون
استفسار کے وقت دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اُسکا تصرف ہے اور جبکہ مدار المہام سرکار بظاہر مین دیانت اور
استغنا اور بے لوثی کا دعوی کرے اور حقیقت مین ایسا تغلب بے اندازہ کرتا ہو تو اُسکے باقی رکھنے مین بقاے
خزانہ ناممکن ہے (۴) عوض مین اُن تفضلات کے جو سرکار ہماری طرف سے کیے گئے کلمات سخت اور سست
اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق مین غائبانہ اور سرکار کے بلازمون کے روبرو کہے اور جن لوگون کے
سامنے کہے تھے اُن کی زبانی متواتر ثبوت کو پہونچے جن لوگون نے وہ الفاظ سُنے ہین وہ
حلف کے ساتھ گواہی دینے کو تیار ہین یہ بھی ایک طرف تا مبر دہ حیا و شرم کا پردہ اُٹھا کر بالمشافہہ

نوبت پہونچی اُسکے کئی باعث ہین (۱) پُرانے قصے کو تازہ کرکے حضور سے از سرِ نو درخواست کی کہ اُسی جمع اور اُسی شرط پر جبتک مُلک مجھکو نہ دیا جائے گا مجھ سے مُلک کا انتظام نہین ہو سکے گا اور اپنی اس درخواست کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لیے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت نہ مانگی جائیگی اور جسقدر اس بارے مین حضور کی طرف سے دیر ہوتی تھی اُتنا ہی زیادہ اصرار کرتا تھا اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہین مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہین جاتا کہ اس امر کا تقاضا نکرتا ہو اور اس گفتگو سے روح کو صدمہ نہ پہونچاتا ہو آپ غور فرمائین کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے قصورات اُس سے سرزد نہوتے تو کیا یہ قصور اُسکو معزول کرنے کے لیے کافی نہوتا اور اُسکی معزولی کے بغیر کیا کیا جاتا (۲) ایک عجیب وغریب مسودہ لپنے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت مین پیش کرکے حضور سے لکھوا دیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدے کے رسوم کو کسی شخص نے بھی عالم مین نسلاً بعد نسلٍ سُنا ہے پھر اس سے بڑھکر تسلط اور اقتدار کا ارادہ کو نسا ہو گا اور یہ زر کثیر کہ مداخل ومخارج مُلک پر کر لیعنی دس روپیہ فی صدی ہوتا ہے اس آمدنی مُلک سے حق وزارت قرار دیا اس معاملے مین بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہانتک بیان کیا جائے کہ خارج سے سُنکر اس معاملے کی نسبت اپنی کراہیت تحریر کی جیساکہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳- محرم ۱۲۳۳ہجری کا لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا - اس شخص نے اس باب مین چندے تامل کرکے صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ ہرگز دست بردار نہین ہوا - اور اس باب مین عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم مین لفظ سوا ے مال سرکار لکھوایا ہے حالانکہ جو کچھ مملکت سے وصول ہوتا ہے درحقیقت وہ مال سرکار ہے نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اُگتا ہے لیکن ایسا کرتا تھا کہ رقم جدید باندھتا تھا

کسی اہلکار نے بغیر حکم والی مُلک کے کبھی جاری نہین کیا ہے ایسے امور کے لیے اول شرع کا
حکم چاہیئے بعدہ والی ملک سے اجازت لینی چاہیئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کو تشہیر اور
کسی کا مُنھ کالا کرنا اور گدھے پر چڑھانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا قتل کرنے
سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدار المہامی کے عہد مین کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائین ایسی
سہل ہو گئین کہ ثقہ آدمیون کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا اُنکا مُنھ کالا کرتا اور گدھے پر
چڑھاتا حضور کی طرف سے ایسی سزاؤن کی اجازت ملنا ایک طرف حضور پر توانکا واقع ہونا
نہایت شاق تھا کئی بار اُسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ سے کام لینا
منظور ہے تو حضور ذرا بھی مداخلت نکرین کمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا
چنانچہ گنگا دین متصدی کو صرف اس قصور پر کہ اُس نے برطرف ہرکارے کو بحال آدمیونکی
فہرست مین لکھدیا تھا جسکو ہرگز جعل نہین قرار دیا جا سکتا مُنھ کالا کرا کے گدھے پر چڑھوایا
اور تمام شہر مین تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اس بات کی شکایت
کی تھی اور آپ نے مومی الیہ سے استفسار کیا تھا افسوس کہ اُسکی بھیجی ہوئی روبکاری کو
بغور نہین دیکھا جس سے ثابت ہو جاتا کہ اس شخص نے ایک بیگناہ آدمی پر ایسا سخت
جبر و ظلم کیا اور اس ظلم کا اُس نے عدل نام رکھا تھا کاش اس عدل کا برتاؤ تمام آدمیونکے
ساتھ یکسان روا رکھتا حالانکہ اپنے متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کر جاتا
تھا۔ دیاندھان جو اُسکا نوکر رکھایا ہوا تھا اور اُسکو بخشی گری کا کلیتہً مالک کر دیا تھا
اور اُس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتداے عالم سے کسی نے ایسا کام نکیا ہوگا یعنی قریب چار ہزار کے
پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا اُس کو ایکدن بھی
اپنے سامنے بلا کر ایک بات نہ کہی اور اُس سے ایسی بڑی خیانت کی بازپرس نہ کی

حضور کو ایسے کلمات کہتا ہے کہ اُن مین سے بہت ہی کم آپ سے خلوت مین کہے گئے تھے اور
ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت اپنے ہمسر سے سُننا گوارا نہین
کرسکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی مُلک اور فرمانروا اُنکی برداشت کرسکے اگر اُسکی پیرانہ سالی
اور اس سرکار مین عزت یافتگی اور حضور کی مروت جبلی مانع نہوتی تو جیسے ہی کہ اسطرح کے
کلمات اُسکے منھ سے نکلے تھے اُسکو سزا دیجاتی - لیکن اُسوقت سے پھر کبھی اس شخص کی صورت کا
دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا چہ جاے کہ اُسکی حکمرانی تمام پر اور حضور کے ساتھ شریک صحبت
رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے کس طرح
ایسے خطرناک اور نامستحسن کام کا اقدام کیا ہوگا تو جو کچھ اُسنے بعض خطوط مین اعلیٰ حضرت
خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھوا ے ہین وہ اس
جرم کے صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھ لیجئے پھر اُسکی اس جسارت کی نسبت
تعجب نہ رہے گا (۵) اسقدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدار المہام ہوتا ہے تو وہ
اپنے متوسلین کو عہدے اور خدمات دیتا ہے اور اُنکی پرورش کرتا ہے - لیکن چونکہ
رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے لیے ہوتی ہے اس لیے دوسرے آدمیون کو
بالکل محروم نہین کیا جاتا مگر اس شخص نے ہر ادنےٰ و اعلیٰ خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو
مقرر کیا یہانتک کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی نائی بھی اپنی خدمت پر بحال
رہین اُنکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف کراکے اپنے حجام کو مقرر کیا
اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کی قید معنوی
ہے (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشار الیہ سے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو
کارگزار مختار ہوتا ہے مگر حدود اور قصاص اور تعذیر کو قدیم الایام سے آج کے دن تک

بہادر موصوف کے جواب سے جو آپ کے پرچہ پیام مرقومہ چھٹی جمادی الاخری ۱۲۷۷ھ ہجری کے ذریعہ سے آیا عاجز ہوگیا اور اصلاً جواب اُسکا سرانجام نہو سکا۔ اور جب کہ مدار المہام نہایت جبلساز ہو اور ایسے کام پر جسمین اُسکی ذات کے لیے کچھ بھی فائدہ نہین جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ قبیح نہین ہے تو جب اُسکو اپنی ذات کے لیے ضرورت واقع ہو تو خدا جانے جعل کرکے رئیس اور ریاست کو کیا کچھ مضرت پہونچائے گا بس ایسے مدار المہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اُسکے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین کہ ایسا بے محابا جعل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرے کا کام نہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مومی الیہ حضور سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک سپہدار جنگ خطاب دینا چاہیے اُسکو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک جد امجد کا خطاب ہے اور تمکو اُنھین نے ادنی مرتبے سے اعلی مرتبے کو پہونچایا ہے بس یہ بے ادبی یعنی یہ خطاب ہمکو دینا اور تمکو اُس کا لینا زیبا نہین کیونکہ خلق مین تمھاری رسوائی کا موجب ہو گا اور سپہدار جنگ آج کل عموی نصیر الدولہ بہادر کا خطاب ہے اور ابتدائے عالم سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے ہون۔ چونکہ اُسکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا ہے تو اُس سے پھرتا نہین ہمارا عذر نہ سُنا اور اپنی مُہر نئی اس خطاب کے ساتھ کھُدوائی اور سبب اس خطاب کے طلب کرنے کا دوسرا تھا جو بیان آیندہ سے واضح ہو گا۔ چونکہ حضور کو اس خطاب سے خلجان عظیم تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس قلمرو سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا تو شرم و حیا کا پردہ اُٹھا کر عمداً بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب مین لے کر وہین سے مہر کھُدوائی تھی یہان پہونچ کر اس امر کے اخفا کے لیے کہ حضرت جنت آرامگاہ

بلکہ دیانندعان کے اقربا بدستور بخشی گری مین ملازم ہین اور اُسکا داماد آجتک داروغۂ
اخبار کے عہدے پر مقرر و بحال ہے۔ اسیطرح سابق کے عاملون مین سے جو کوئی اُس سے
توسل رکھتا تھا جیسے پرم دھن خیرآباد کا عامل معزول کہ سرکار کے لاکھون روپے کا باقیدار
ہے اُسکو اپنا مقرب و مصاحب بنایا تھا اور جنکے ساتھ اُسکو عناد تھا اُنکو بیجرم قید کرکے
برسون تک رہانکیا (۷) اس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منالال ایک لائق اور
ذی عزت آدمی بعض گنجیات کا کار پرداز تھا اور یہ شخص فن طب سے بھی کسی قدر مناسبت
رکھتا تھا اُس نے ایک چوڑی فروش کو اس گمان سے کہ چوری کا مال اُس کے گھر مین ہے
اور چوری مین شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے مشارٌ الیہ نے چوڑی فروش کی شکایت پر
منالال کو اول ننگا اور سر برہنہ کرکے اُس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اُسکی کمر پر اتنے کوڑے
لگوائے کہ کمر کے چیتھڑے اُڑ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نکر کے اُسکو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس
شہر عظیم کے ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارتے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مرنگیا
غور کا مقام ہے کہ اگر منالال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے
افسر کی سزا صاحبان انگریز بہادر کی عدالت مین بھی جو انصاف و عدالت کے لیے
ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلے مین بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کے نہوتی
پس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر مسلط رکھا جاتا تو احکم الحاکمین کے دربار مین محکمۂ جزا مین
کیا جواب دیا جاتا۔ (۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا ہے چنانچہ اُس کے
بعض کامون سے اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہوگا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے
کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بناکر بر چٹھہ بنام محررہ ۲۶ ربیع الاول
۱۲۷۱ھ ہجری کے ساتھ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار بیگم صاحبہ زوجۂ

ایسے دو عظیم الشان فرمان روایون پر جعل باندھا ہے چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی
نقل جو اُسکی رسوائی اور تفضیح کا وثیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور مین پہونچی
ہے جو بعینہ ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعویٰ کیا جائے تو اہالی سرکار
کمپنی کو اس جعلساز کے لیے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے حذر و پرہیز
کرنا واجب ہوگا (۱۰) اس عمر رسیدہ آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے
یہ شخص چار برس کی عمر کے لڑکے کو جو اس کا پڑپوتا ہے حضور مین لایا کرتا تھا اور ہم
اُس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک اصرار کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اسکو حضور اپنی فرزندی
مین قبول فرمالین تاکہ برکت کا موجب ہو اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے گویہ خواہش اُسکی
بےمعنی تھی مگر اُسکی عرض کو قبول کیا اور اس لڑکے کا راتدن حضور مین رہنا مقرر ہوا
اور اس شخص نے اس لڑکے کے لیے سامان درست کیا اور ایکدن کہنے لگا کہ جبکہ یہ
فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہو گیا ہے تو اس کے لیے شاہزادگی کے مراسم
مقرر ہو جائین اس جعل کی بات سننے سے تنغص اور تردد پیدا ہوا اور متحقق ہو گیا کہ
بےشبہہ اس شخص نے اسطرح ریاست اپنے اور اپنی اولاد کے لیے حاصل کرنے کو
بساط بچھائی تھی اس چندروز کے عرصے مین اُس لڑکے کا رہنا اور اُسکی طرف التفات
ہم نے موقوف کر دیا غالباً یہ حال آپ نے بھی سنا ہوگا اور آپ پر مخفی نہو گا۔ جو کچھ
لکھا گیا ہے یہ مشار الیہ کی ایذا رسانی کے لیے دل سے بناکر نہین لکھا گیا ہے بلکہ ہر ایک
بات واقعی ہے اور ان مین سے اکثر باتون کے گواہ دونون سرکارون کے دفتر ہین
اور ان امورات کی سند کے لیے دفتر مین کاغذات موجود ہین جن مین ہرگز اشتباہ کا محل
نہین ہے اور ان قصورات مین سے علحدہ علحدہ ہر ایک قصور مشار الیہ کے عزل کے لیے

لہ بفرع اول دفعہ دوم و سوم و تادہ بھول و تا کے ... پایہ ... التفات

(نواب سعادت علی خان) کا خطاب منتقل ہوا ہے یہ کیا کہ اُس زمانے مین مارکوئس آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالفعل براہ مین تھے اور الہ آباد تک پہونچ گئے تھے موصی الیہ نے درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر جنرل کے نام اس مضمون کا اُس کے حوالے کیا جائے کہ یہ شخص ریاست کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر اُسکے فساد پر متوہم تھے اس لیے اُس کا جانا موقوف کرا دیا اور جو خط اُسکے حوالے کیا گیا تھا وہ مسترد ہو گیا مگر اُسکے دماغ مین جو ہوا بھری ہوئی تھی اپنی شہرت و تعلّی کے لیے اُسی مضمون کا ایک جعلی خط لکھوایا اور اُس مین اپنی مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کرلئے اور حضرت خلد مکان کی جعلی مُہر بھی لفافہ پر بنوائی اُس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکھایا کرتا تھا اور اسی پر اکتفا نکرکے شہر فرخ آباد کی رجسٹری مین بھی اُسکی نقل داخل کرادی اور بمصداق اس قول کے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد یہانتک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اُس کا نام درج تھا لفظ ناظم الملک سپہدار جنگ لکھوا دیا تھا اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہو گا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ حضرت جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اُسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان اپنے باپ کے خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تھا اُسکو مرحمت فرماسکتے تھے اور صدہا عرضیان اُسکی اس سرکار کے دفتر مین موجود ہین اور رزیڈنٹی کے دفتر مین بھی قطعات کثیر ہین بلکہ دار الحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگی یہی منتظم الدولہ مہدی علی خان بہادر اُسکی مہر مین کندہ ہے علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اُسکو حاصل ہوتا تو بعینہ اسی خطاب کو اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور اس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ قرار دیکر

کامون مین مداخلت کلی دیدیتے ہین اور تقرر کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اُن کی شان کے لائق نہو لکھکر اس سرکار سے اجازت لیتے ہین اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اِس کے برعکس شمار کرکے اُس کی خرابی و بربادی مین کوشش کرتے ہین حالانکہ یہ بات داب سُلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی باتون سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے - یہان سے تصور فرمانا چاہیئے کہ اُس عالیقدر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے وقت سے نواب معتمد الدولہ مرحوم اور میر فضل علی مرحوم نے (جو باوجود ایسی نکحرامی اور جعلسازیون سے بخلاف نواب معزول کے بری تھے) کیا کم رنج و ذلت اُٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے مین خاک مین ملے اسی طرح منتظم الدولہ بہادر کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس عالیقدر سے مخفی ہو کہ اب اُس سے لاعلمی بیان کرتے ہین اس لیے کہ قطع نظر اُن قصورات کی نادانستگی کے جو محبت نامے مین درج کیے ہہن اخراج اول اُسکا اُس سرکار سے اُسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اُسکی بے اعتمادی کے ثابت ہونے کی حالت مین اُسکو مُلک پر مسلط کرنا اور اسقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو اختیار کہ اُسکو حاصل تھا وہ محبت نامے کے مضامین سے بخوبی ظاہر ہے کہ اُس نے شریف آدمیون کو تھوڑے سے قصور پر باوجود اُس عالیقدر کے منع کرنے اور ضوابط شرعیہ کے خلاف ہونے کے سزاے تشہیر و تشدید کے باب مین کیا کیا نہ کیا اور اُس مشفق کا کہنا نمانا اور اسیطرح اُس سرکار کے دوسرے کامون مین جو کچھ چاہا کیا پس اگر اُس عالی قدر کو اُسکے جعل کے کامون سے لاعلمی تھی تو اُسکا اسقدر قصور کیا کم تھا کہ اُس مشفق کے حکم کو خیال مین نہ لایا بلکہ تمام قصورات سے بڑھ کر اپنے والی کی نافرمانی ہے ایسی حالت مین کیون اُسکو معزول نفرمایا اگر اُسی وقت اُسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کمی جمع مُلک اور خزانے کے تلف ہونے

کافی تھا چہ جائے کہ یہ جملہ قصور جمع ہون اور معہذا مومی الیہ کے قصوات کا حصر اسیقدر
مین نہین ہے بلکہ کلیات امور البتہ لکھے گئے ہین اور جزئیات کو بیان نہین کیا گیا لازمہ
اتحاد یہ ہے کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بلفظٍ کے اطلاع کے لیے نواب گورنر جنرل
کی خدمت کثیر الافادت مین روانہ کردین - ۲۲- ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری - جسوقت لارڈ
بن ٹنگ گورنر جنرل سباٹو سے لوٹ کر آگرے اور گوالیار مین داخل ہوئے تو یہ خط
رزیڈنٹ نے اپنے ساتھ لیجا کر اُنکو ملاحظہ کرایا اُنھون نے منظور فرما کر جواب تحریر کیا
وہ سننے کے قابل ہے -

ترجمۂ جواب خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ

محبت نامہ اُلفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب
مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہوکر مسرتون کا باعث ہوا اور اسکے
تمام مدارج کو نظر غور کے ساتھ دیکھا گیا واقعی راے صائب اُس عالیقدر کی نواب
موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات نا ملائم کے نہایت اچھی
معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جائے گفتگو نہین اپنی
قلمرو مین جو کچھ بہتر جانین عمل مین لائین مختار ہین لیکن اُس سرکار کے کام مین تلون اور
بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحسّر ہے اور بعض وجوہ مندرجۂ محبت نامۂ
حیرت ہے وہ عالیقدر باوصف اس بات کے کہ ایسے آدمیون کی بدوضعی اور نکھرامی کو
جو چند آدمی اس مختاری کے عہدے پر گذرے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اُنکو سلطنت کے

یہ تمام روپے سرکاری خزانے مین داخل کردیے جب حکیم صاحب گنگا کے کنارے آبرو کے ساتھ پہونچ گئے تو یہان سے بادشاہ کو ایک عرضی کے ذریعہ سے اُن دو لاکھ روپونکی کیفیت سے مطلع کردیا غرض اُنکی تفضیح تھی مگر ان لوگون نے پہلے ہی دفع دخل کر لیا تھا اس لیے اُنکی تدبیر کارگر نہوئی۔

شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی خان کے زوال کی تاریخ کہی نیا انداز ہے۔

اُفتاد حکیم از مراتب　　تاریخ بطرز نو رقم کن

ازجانے حکیم ہشت برگیر　　سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

مولوی ذکاءاللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین جبکہ حکیم صاحب انگریزی عملداری مین چلے گئے تو جو کچھ روپیہ اُنکے پاس تھا اُسکو نہایت بھلے کامون مین خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اُنکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا اُنکی بخشش وعطا مین کسی کے لیے تخفیف نہ تھی۔ کشمیر مین ایک قصبہ زلزلے سے برباد ہوگیا تھا اُس کے آباد کرنے کے واسطے روپیہ دیدیا۔

اب وہ سرکار کمپنی سے باربار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامۂ لارڈ ولزلی کے سرکار اودھ مین مداخلت کرے مگر لارڈ بن ٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے۔

گنگا ملاح۔ اور دلجیت تلنگے اور شیو دین بھاٹ کی دولتمندیان وعروج

گنگا نامے ملاح راجہ درشن سنگھ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تھا اور درشن سنگھ کے عزل کے بعد

اور دوسری خرابیون کی نہ پہونچتی - تحقیق یہ بات اُس والاقدر کی کم توجہی سے ہے ورنہ تابعدار آدمی کی کیا مجال ہے کہ اپنے والی کی راے کے خلاف کر سکے - بہرصورت دوستدار کی خوشنودی اس مین ہے کہ اپنے کام کو اپنے اختیار مین رکھکر دوسرے کو جزئی وکلی کامون مین دست انداز ہونے نہ دین -

منتظم الدولہ کا انجام

کارپردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی خان کو پورے طور پر دقّت مین ڈالین اور اُن کا دامن محاسبے کے کانٹون مین اُلجھائین اسواسطے تشتر سوار بھیجکر فقیر محمد خان کو مرزا گنج سے بلایا لیکن حکیم صاحب نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ فقیر محمد خان میرا دشمن ہے اور سپاہی آدمی ہے خواہ مخواہ جہل طبعی کام مین لائے گا صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی متصدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس امر سے کیا سرکار اُنکی عزت سے مزاحمت نہ کرنی چاہیئے اگر اُنکے ذمے ایک کوڑی بھی نکلے تو سرکار انگریزی اُس سے المضاعف دینے کو تیار ہے کیونکہ وہ سرکار انگریزی کی رعایا سے ہین اگر کوئی امر خلاف وقوع مین آئے گا تو اہالیان سرکار کمپنی کی ناخوشنودی کا موجب ہوگا حکیم مہدی علی خان کا دامن حساب سے پاک تھا - چند روز کے بعد اپنے قدیمی مکان واقع محلۂ نبہرہ مین جا رہے مرزا کلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوئے اور نواب قدسیہ محل سے مدد چاہی اور دو لاکھ روپے رشوت مین روشن الدولہ کو دیکر محاسبے سے اپنا گریبان چھوڑایا اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہان اپنی طرف سے جوابدہی کے لیے چھوڑا - اُن دو لاکھ روپیون مین سے ۹۱ ہزار سبحان علی خان کو ملے باقی روشن الدولہ کے پاس رہے مگر پھر کچھ سوچ کر اُن دونون نے

کرتے کہ فلان بادشاہ کے مکان مین درویشان صاحب ریاضت وافاضت کی تدبیر
و دعا سے اولاد پیدا ہوئی اور فلان صاحب کمال کی توجہ سے ایسا ظہور مین آیا ایسے قصّے
سنتے سنتے بادشاہ کے خیال مین یہ بات جم گئی کہ نامراد آدمی درویشان مستجاب الدعوات کے
طفیل سے مراد کو پہونچ جاتا ہے اگر ہم بھی اُنکی طرف رجوع لائین تو کیا عجب ہے کہ تیر مراد
نشانے پر پہونچ جائے غرضکہ ہر قسم کے درویشونکی تلاش پر متوجہ ہوے۔ اس عرصے مین
بادشاہ کے خیال مین یہ بات آئی کہ شاہ قطب اعظم کا خاندان مشائخون اور درویشون مین
بہت نامور اور برگزیدہ ہے یقین ہے کہ انکے پاس مجرب عمل ہونگے کیونکہ انکے چچا خواجہ حسین کو
نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خان باوجود اختلاف مذہب کے بہت ملنتے
تھے اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے کھانے پینے مین شریک کرتے تھے سلطان
غازی الدین حیدر اور معتمد الدولہ بھی قطب اعظم کو صحبت خلا و ملا مین شریک کرکے نہایت
اعزاز واکرام سے پیش آتے تھے یہ کام سبب سے خالی نہ ہوگا ضرور مقصود حاصل ہوا کرتا
ہوگا جو عمل سینہ بسینہ اس فرقے مین جاری ہین عجب نہین کہ وہ اس شخص کے پاس
موجود ہون کہ ان صاحبون کی اولاد سے ہے اس صورت مین اُنکو بلاکر اور چاپلوسی
کرکے ایسا تعویذ جس سے اولاد پیدا ہو جائے لینا چاہیئے۔ ایکدن بادشاہ نے روشن الدولہ
سے دریافت کیا کہ قطب اعظم جو خلد مکان کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اُنکا حال عرصۂ دراز سے
معلوم نہوا کہ کہان ہین اس شہر مین ہین یا باہر چلے گئے عرض کیا کہ یہین ہین اور اکثر خانہ زاد
کے مکان پر آمد و رفت رکھتے ہین اور حقیقت مین جب سے منتظم الدولہ کا اخراج ہوا تھا
اُسوقت سے روشن الدولہ کے پاس تھے ارشاد کیا کہ ایک ضروری کام درپیش ہے
اُنکو جلد لاؤ دیر نکرین دوسرے دن روشن الدولہ اُنکو بادشاہ کے پاس لے گئے

اُسکے مراتب سے بھی ترقی کر گیا تھا اس شخص کو کارخانۂ وزارت مین بڑی مداخلت حاصل ہوگئی
تھی بادشاہ کی خبرین روشن الدولہ کو پہونچاتا تھا دو تین لاکھ روپے سے زیادہ اسکی دولت کا
شمار تھا اور اس کے علاوہ ہزارون روپے کی عمارت تیار کرائی تھی تین سو گھڑے والے
سرکار شاہی مین اس کام کے لیے نوکر تھے کہ سڑکون پر چھڑکاؤ کرتے رہین تاکہ دھول نہ اُڑے
ان مین سے دلجیت نام ایک تلنگے نے ترقی کی یہ قوم کا راجپوت تھا حسن وجمال اور ملاحت
و ملائمت مین کمال رکھتا تھا بادشاہ کے پسند آگیا خدمت خاص کے ساتھ اختصاص بخشا
ہزارون روپے نقد اور ہزارون روپیہ کا سامان عطا کیا چند سال اس طور پر گذرے
شب راجہ درشن سنگھ گرفتار ہوا تو اُسکے اکثر کارخانے اسکے سپرد ہوئے وہ آبرو حاصل کی
کہ نصیر الدین حیدر کے بعد دو سو تاج اور ٹوپیان لباس شاہی کی اور دو سو ولائتی تلوارین جن کے
ساز مرصع اور قبضے و ڈاب طلائی و نقرئی تھے اور کئی لاکھ روپے نقد اسکے ہان سے ضبط ہوکر
سرکار شاہی مین داخل ہوئے شیودین مشعلچی قوم کا بھاٹ ایک گانون کا رہنے والا
بادشاہ کے حضور مین ترقی پاکر خطاب راجگی کو پہونچ گیا اور اُسکو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس
تیس چالیس چالیس لاکھ روپے کے مُلک کے ناظم اور چکلہ دار اسکی حمایت کے انتظار مین رہتے تھے

اولاد کی آرزو مین بادشاہ کا ایک سنت وجماعت صوفی کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور مراد حاصل نہ ہونے کی صورت مین پیر کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جانا۔

بادشاہ کو مدت مدید سے اولاد کی نہایت آرزو تھی اکثر بزم مردانہ اور عشرت گاہ
زنانہ مین اس بات کا تذکرہ کرتے تھے اُنکے ندیم عورت و مرد اسگلے بادشاہون کے قصے عرض

تعویذ لینا چاہیئے بادشاہ نے اول بے اعتباری اور ناپائداری دنیا کے متعلق چند کلمات بیان کیے پھر ایسی باتین زبان پر لائے جن سے دین پر ثابت قدمی ثابت ہو اور شاہ صاحب کے بزرگون کی تعریف کی اور اُنکے علوے خاندانی کو ایسے موثرانہ لہجے مین ادا کیا کہ شاہ صاحب حیران رہ گئے اسکے بعد بادشاہ نے خواہش کی کہ حضرت آپ مجھے اپنا مرید کر لیجئے شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مذہب امامیہ مین بیعت کب جائز ہے اس امر مین بادشاہ اور شاہ صاحب مین سوال وجواب جاری ہوئے اور جو دلائل بیان ہوئے وہ سُننے کے قابل ہین -

بادشاہ کا خطاب حضرت آپ تمام سلاسل اولیاراﷲ کو جناب امیر کی ذات بابرکات تک پہونچاتے ہین اور ہم اُنکو اپنا امام مانتے ہین جب آپ حضرات کے سلسلۂ درویشی کا فیض اُن سے ہے تو پھر بیعت مین کیا مضائقہ کیونکہ آپ کے ہاتھ مین ہاتھ دینا عین اُنکے ساتھ بیعت ہے پس جناب امیر کی نیابت مین آپ سے بیعت کرنے مین کیا حرج ہے -

شاہ صاحب کا جواب بادشاہ دنیا کے جویا ہوتے ہین صرف عقبیٰ کے طالب نہین ہوتے یہ بات درویشون سے مخصوص ہے چنانچہ گدا و درویش مین یہی فرق ہے کہ اول متروک الدنیا ہے اور دوسرا تارک الدنیا -

خطاب درویش صفت باش وکلاہ تتری دار + حدیث شریف مین آیا ہے اَلدُّنیَا مَزرَعُ الاٰخِرَۃِ - مزرعِ آخرت کیا ہے ؟ یہی افعالِ حسنہ -

جواب بیعت نام عہد باندھنے کا ہے اس طرح کہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ مین دینا اس اقرار پر کہ تمھارے کہنے سے ہرگز تفاوت وتجاوز نہ کرونگا اور یہ بات دبدبۂ شاہی

پوچھا کہان تھے عرض کیا کہ چار سال تک بے گناہ قید رہا تمام سامان لٹ گیا حکیم
مہدی علی خان کے وقت مین رہائی پائی لیکن اُنھون نے نہ میرے کھانے کا انتظام کیا
نہ باہر چلے جانے کی اجازت دی جو کچھ خلد مکان کا عطیہ باقی رہا تھا ابتک خرچ کیا
اب مجبور ہو کر بہبودی کی امید پر روشن الدولہ کے مکان پر اوقات گزاری کرتا تھا حضور نے
یاد فرمایا تو اپنے طالع کی یاوری سمجھکر حاضر ہوا بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ ابتک جو کچھ تم پر
سختی گذری مجھے اسکی بالکل خبر نہ تھی یہ جو کچھ ہوا اہلکارون کے ہاتھ سے ہوا اب ہمول کے
موافق آتے رہا کیجیے انکا ہمیشہ کے موافق ایکا نوق ہوپہنچتا رہے گا اسدن سے پھر مصاحبت
گرم ہوئی ایکدن بادشاہ نے خلوت مین فرمایا کہ آپکے خاندان مین اکثر حضرات صاحب
کمال ہوئے ہین اور علم سینہ بسینہ کے اعمال مجرب رکھتے تھے آپ بھی اُنھین کے ایک دُر نایاب
ہین یقین ہے کہ ہمارے ساتھ لازمہ دوستی وخیر خواہی کو ادا کرکے کوئی مجرب تعویذ دینگے کہ اُسکی
وجہ سے ہمارے یہان بیٹا پیدا ہوجائے شاہ صاحب نے انکسار سے گزارش کیا کہ ہمارے اگلے
بزرگ فی الحقیقت ایسے ہی تھے لیکن بندے کی ذات کو اُنکی ذات کے ساتھ اور بندے کے
اعمال کو اُنکے اعمال کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین مگر کلیات خمسہ جواہر مین جو ہمارے حضرت کے
ملفوظات کے مجموعہ کا نام ہے کوئی تعویذ نظر سے گذرا تو انشاء اللہ حاضر کیا جائے گا اور یہ ناچیز
اتنی لیاقت نہین رکھتا کہ حضرات ماضیہ کے ساتھ برابری کا دعوی کرکے اپنے کمال کو زبان پر
لائے البتہ فقیر دعا کرے گا اگر خدا نے میری لجاجت اور نیم شبی ریاضت پر نظر کی اور وقت
صبح کی دعا قبول فرمالی تو اُسکی عین بندہ نوازی ہے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند مجازی پر تو زور
چلتا نہین پھر بادشاہ حقیقی پر کب زور چلے گا۔ بادشاہ نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس
شخص کو سابق مین تکلیف پہونچی ہے اس لیے چھپاتا ہے اب فریب اور دھوکہ دیکر اس سے

ملتوی رہے مگر اثر نہوا مجبور ہو کر قطب اعظم نے یہ حجت پیش کی کہ طریقت کی راہ مین تبرا ممنوع ہے اور اگر تبرا کرے بھی تو مجمل یعنی دشمنان اہلبیت پر کرے مفصل یعنی نام بنام نکرے کیونکہ تفصیل کی صورت مین ایسے خراب کام کی نسبت مین دوست اور دشمن شریک ہوجاتے ہین اور تمام رسمیات بیعت کو بجالانا چاہیے جبتک یہ نہو تو بیعت بیکار ہے اور بچّونکے کھیل سے کم نہین پس سب سے پہلے گناہ صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کیجائے دوسرے پانچون وقت کی نماز پڑھنی اور رمضان کے روزے رکھنے چاہیئن تیسرے پیر کا خرقہ پہننا چوتھے موچھ کے بال قینچی سے کاٹنا اور اگر یہ نہو تو داڑھی کے اور اگر یہ بھی نہو تو کاکل کے سہی پانچوین پیر کا پس خوردہ کھانا بادشاہ نے مصلحتہً یہ سب باتین بخندہ پیشانی قبول کین اب شاہ صاحب نے بہت سی حجت کے بعد جو دیکھا کہ مرید ہر کام کو رضامند ہے اور اعتقاد کامل رکھتا ہے تو اس خیال سے کہ ایک والی ملک باوجود اختلاف مذہب کے مُرید ہوتا ہے اس سے عام صوفیون اور درویشون مین شہرت ہوجائیگی اور ہر چھوٹا بڑا لحاظ اور ادب کرے گا۔ مُرید کرلیا۔ بادشاہ نے پانچہزار روپے نقد دیے اور ایک کشتی مین سات اونی کپڑے بھی پیش کیے اور مریدون کی طرح شاہ صاحب نے اپنے ملبوس مین سے سنگرفی فقیرانہ ٹوپی اور شالی رومال بادشاہ کو دیا اور جھوٹے نوالے کی جگہ مصری کا ٹکڑا کھلایا اسکے بعد بادشاہ چند روز تک درویشون کے اشغال مین مصروف رہے تاکہ پیرومرشد سے حمل رہنے کا تعویذ اور حب کا عمل ہاتھ لگ جائے لوگون کو شاہ صاحب کی اس گرماگری صحبت پر بڑا حسد پیدا ہوا اور یہ فکر کرنے لگے کہ بادشاہ اور شاہ صاحب کی صحبت بدمزہ کردیجائے۔ ایکدن تاج الدین حسین خان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے کہتے تھے کہ ہم نے سُنا ہے کہ کسی درویش کی صحبت سے بادشاہ نے فقیری اختیار کرلی ہے ہم انکو گرفتار کرینگے کیونکہ فرمانروا سے سلطنت بیکار ہوا جاتا ہے

اور ہیبت سلطنت سے بہت بعید ہے اس لیے کہ بادشاہ کو اپنا ہاتھ ایک گدائے کوچہ گرد
سُنی مذہب صوفی مشرب کے ہاتھ مین دینا مفت اپنے آپکو بدنام اور دوسرے کو فضیحت
کرنا ہے۔ حضور بادشاہ ہین کوئی حضور سے تو کچھ کہہ نہ سکے گا مجھ غریب وبیکس کو وادنے واعلیٰ
طعن وتشنیع سے تنگ کرکے دشمنی کے درپے ہو جائینگے اور جان وعزت دونون پر آبنیگی
خطاب آپ بخوبی یقین رکھین کہ اس کام کی رغبت صدق دل سے پیدا ہوئی ہے اور
جو کام ایسا ہو کہ اُس مین بظاہر کوئی دنیاوی نقصان متصور نہو اور دین کا نفع اُس مین
یقینی ہو تو ایسے کام کے اختیار کرنے مین مخلوق کے طعن کرنے کا مجھکو کچھ خوف نہین ہے
طریقت مین یہ فعل سنت کی طرف منسوب ہے بلکہ وجوب کے قریب ہے اور اِن حسنات کے
ترک کرنے سے مرید پر اور منع کرنے سے پیر پر گناہ کا اندیشہ ہے پس مخلوق کے بدنام کرنے
سے ڈر کر گناہ کا بار اپنی گردن پر اُٹھانا اسلام و دانائی سے دور ہے بلکہ مشائخ کے
طریقے مین تو کفر ونادانی ہے۔
جواب حضور کے دلائل مسلّم ہین۔ درویشون کی ملت مین کسی کو الزام دینا درست نہین
اگر یہی ارادہ مصمم ہے تو میر علی مرثیہ خوان سے بیعت کرنا انسب ہے کہ وہ درویشون کے
خاندان سے بھی ہین اور مذہب کے بھی شیعہ ہین۔
چونکہ بادشاہ کو شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ایک دوسری غرض درپیش
تھی جوابدیا کہ اپنا مرشد بنانے مین مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے جسکو اپنے اعتقاد مین بہتر
اور کامل جانا جائے گا اسکی اتباع کی طرف رغبت ہوگی جبکہ ہمارے اعتقاد نے آپکی طرف
رجوع کیا تو ہمکو مرید ہونے مین اور آپ کو مرید کرنے مین انکار نچاہیے بعد اس گفتگو کے چند روز
یون ہی گذرے۔ گو روشن الدولہ اور سبحان علی خان بھی بہت حارج ہوئے کہ بادشاہ کا مرید ہونا

حال مین دیکھو شاہ قطب اعظم کے پانچ بیٹے اور کئی بیٹیان تھین شاہ علی اکبر صاحب کا قیام ہمیشہ فیض آباد مین تھا اور وہین انتقال فرمایا اور وہین دفن ہوئے۔

تاج الدین حسین خان کا اخراج

اُنھون نے جو دیکھا کہ میرے ایک چٹکلے مین شاہ قطب اعظم کی مصاحبت پر پانی پھر گیا تو اس کام پر غرہ ہو کر بلند پروازی شروع کی اور چھوٹی چھوٹی باتین گڑھ کر رزیڈنٹ کی طرف سے بادشاہ کے سامنے بیان کرنے لگے روشن الدولہ اور سبحان علی خان اُنکے مار آستین تھے یہ دونون شخص اُن باتون کو بادشاہ کے سامنے کھولتے اور تاج الدین حسین خان کی بدنیتی پر روشنی ڈالتے بادشاہ کے مزاج مین کدورت آنے لگی یہانتک کہ وہ بھی خان مذکور سے تنگ آگئے اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ یہ شخص جو غیر واقع باتین سناتا ہے تو ہمکو رزیڈنٹ سے ڈراتا ہے پس اُنکی مداخلت اپنے دربار مین مکروہ جانکر نکالنے کی تدبیر مین ہوئے اتفاقاً ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو اُن کے اخراج کا باعث ہوا۔ پہلے اس سے بیان ہو چکا ہے کہ تاج الدین حسین خان جو کہ سلطان پور کے متعلق ریاست کے بائیس لاکھ روپے کے باقیدار تھے اور منتظم الدولہ کے عہد مین بہت سی کوشش کی کہ فارغخطی اور صافی نامہ مجائے مگر اُنھون نے نہ دیا اسوجہ سے اُن سے برداشتہ خاطر ہو کر اُنکو معزول کرایا اس عہد مین اُنھون نے جوہر نام خواجہ سرائے قدسیہ محل سے کہا کہ اگر تمھاری کوشش سے بیگم صاحبہ اس بات پر آمادہ ہو جائین کہ بادشاہ سے میری فارغخطی پر مہر کرا دین تو مجا سبے کے دغدغے سے چھوٹ جاؤن اور پچیس ہزار روپے تمکو دون۔ جوہر نے بیگم سے کہا کہ تاج الدین حسین خان رزیڈنٹ کے مزاج مین دخیل ہین اگر اُن پر احسان کیا جائے تو یقین ہے کہ اُنکی دوستی سے آپکی جاگیر کا معاملہ درست ہو جائے بیگم نے کہا کہ وہ کونسا احسان ہے جو تو نے تجویز کیا ہے

فقیری و بادشاہی مین سفیدی و سیاہی کا سا فرق ہے چونکہ بادشاہ کا دل بھی چند روز کی صحبت سے بھر گیا تھا اور جسقدر اعتقاد تھا وہ اس لیے تھا کہ حل رہ جائے اور قطب اعظم سے یہ کام نکلا نہین بلکہ خدا کے حوالے کرتے تھے اس لیے بے اعتقادی پر نوبت پہونچ گئی تھی تاج الدین حسین خان کا یہ کہنا بادشاہ کی منشاء کا موید ہو گیا اس لیے انھون نے شاہ صاحب کو اشارے مین سمجھا دیا کہ کوئی شخص ہماری اور آپ کی صحبت ایک وتیرے پر نہین چاہتا اسلیئے چند روز زمانے کے منتظر رہیئے غرضکہ رفتہ رفتہ بالکل صحبت برہم ہو گئی بلکہ نوبت یہانتک پہونچی کہ جب بادشاہ قطب اعظم کی صورت دیکھ لیتے تو دل مین نادم ہو کر غصہ اور رنجیدہ ہو جاتے تھے شاہ صاحب بھی بادشاہ سے ترسان و گریزان رہتے اور اپنی حرمت کی محافظت کی فکر مین پڑ گئے فائدہ یہ شاہ قطب اعظم سید خواجہ حسن صاحب کے فرزند ہین جو عہد نواب آصف الدولہ مین لکھنؤ مین آئے تھے یہ نہایت متوکل تھے کسی بادشاہ یا وزیر کے دربار مین کبھی نہین گئے شاہ علی اکبر صاحب کے مرید اور خلیفہ اور خالہ زاد بھائی تھے ۱۲۳۶ھ ہجری کے ماہ ذیحجہ مین ان کا انتقال ہوا۔

تاریخ وفات

وفات یافت حسن آفتاب فضل و کمال	کہ در زمانۂ ما شبلیٔ دوم بودہ
بروز ماہ و سنہ رحلتش ندا آمد	دوشنبہ و مہ ذی الحجہ و دہم بودا

شاہ قطب اعظم نے ۱۲۶۰ھ ہجری مین انتقال کیا انکے انتقال کی تاریخ یہ ہے ؎

چون حضرت شاہِ قطب اعظم	سجادۂ عرش ساخت آباد
راسخ پئے سال انتقالش	بر گفت کہ رحمتِ خدا باد

شاہ قطب اعظم کے چچا سید خواجہ حسین صاحب کا حال نواب سعادت علی خان کے

لبیدہ خاطر ہو چکے تھے آخر کار یہ معاملہ خواجہ سرانے بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھون نے خواجہ سرا
وا جازت دی کہ اپنے کئی ساتھیونکی مدد سے اُنکی کمر مین ہاتھ ڈال کر کشان کشان ایک جگہ
بٹھادے اور جبتک روپیہ ندین اُنپر دانہ پانی بند کردے اور نہ چھوڑے چنانچہ یہی صورت
پیش ہوئی کہ خواجہ سرانے خواری وذلت کے ساتھ اُنکو قید کردیا روشن الدولہ نے خواجہ سراکو
بہت سمجھایا اُس نے نہ مانا اس پیے کہ وہ اطلاع کے لیے بادشاہ کے پاس گئے اُنکو خواب
راحت مین پایا تین پہر کامل تاج الدین حسین خان کو جواہر نے ایک جگہ سے ہلنے ندیا اور نہ
بے آب ودانہ رکھا جب بادشاہ بیدار ہوئے تو اُنکو اس بات کی اطلاع کی گئی فرمایا کہ ہمین
اس سے کچھ کام نہین وہ اُسکا روپیہ دیدین اور اپنے گھر چلے جائین اُسوقت روشن الدولہ نے
سن پچیس ہزار روپیہ کا ذمہ دار ہو کر تاج الدین حسین خان کو چھوڑایا وہ آبرو کے ساتھ اپنے گھر
پہونچے اسکے بعد بادشاہ نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایسا شخص ہمارے پاس رہنے کے قابل
نہین کہ زنانے دروازے پر فساد وشورش کرتا ہے اور اُنکو حکم دیا کہ شہر سے چلے جائین اُنکو
فارغخطی مل چکی تھی عیال واطفال اور اسباب واموال اپنا لیکر کانپور کی طرف قدم اُٹھایا
ورچھاؤنی کے انگریزون سے اتحاد کی وہ راہ ورسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تجویز نصیر الدین حیدر
بادشاہ کے حق مین قرار پاتی تھی اُس سے مطلع ہوتے تھے اور اُس مضمون کو پہلے سے بذریعہ
یادداشت براتی خانم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہونچاتے تھے جسکی روک
تھام مین روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی —

نجم الدولہ

منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین جو کاغذات محاسبہ نجم الدولہ کی نسبت فقیر محمد خان نے

خواجہ سرانے بیان کیا کہ وہ فارغخطی پر بادشاہ کی مہر چاہتے ہین بیگم نے جواب دیا کہ یہ کام میرے اختیار
مین نہین روپے کی مقدار بہت زیادہ ہے خواجہ سرانے عرض کیا کہ بادشاہ نے منتظم الدولہ کی
موتوفی کے وقت خود اقرار فارغخطی دینے کا فرمایا تھا اور اس عنایت کا امیدوار کیا تھا اگر آپ
بادشاہ کی توجہ کے وقت اس امر کی سلسلہ جنبانی کرین تو یقین ہے کہ بلاتامل مہر کردین گے
یہ مفت کرم داشتن ہوگا اور یون تو تاج الدین حسین خان وہ عہدہ رکھتا ہے کہ ایک مقدمہ
انگریزی پیش کرنے پر بادشاہ سے اپنا کام نکال لے گا اور جب اُنکا کام نکل جائے گا تو آپکو
جاگیر کے استحکام مین بہت تشویش پیش آئیگی اور اُسوقت رنج کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا یہ بات
بیگم کے ذہن نشین ہوگئی اور ایک خاص وقت مین بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت نے
منتظم الدولہ کی گرفتاری کے وقت تاج الدین حسین خان سے اقرار فرمایا تھا کہ اگر انگریز معالج
نہو تو تمکو سرکاری رقم کی فارغخطی ملجائیگی اب وہ ایفاے وعدہ کی درخواست کرتے ہین بادشاہ کو
مہر کرنے مین تامل ہوا قدسیہ محل نے دوبارہ عرض کیا کہ بادشاہونکے کلام کو ثبات ووقار ہوتا ہے
اور وہ شخص ابھی تک اپنے عہدے پر قائم ہے اگر حضور کا کوئی کام اپنی طرف متعلق کر کے کام
نکال لے گا تو اس صورت مین کیا مزہ ہوگا اور ضرور ہے کہ حضور کو توجہ فرمانا پڑے گی
اس لیے کہ ابھی منتظم الدولہ کے باب مین صدر سے اطمینان کلی حاصل نہین ہوا ہے جب وعدہ
سچا ہوگا تو دوسرے اہلکار بھی سرکاری کام کے سرانجام کرنے مین جانفشانی کرین گے
ورنہ تمام معاملات مالی وملکی مین اُنکی بددلی سے خلل پیدا ہو جائے گا غرضکہ اس قسم کے کلمات
سے بادشاہ کو راضی کر کے اُنکی مہر فارغخطی پر کرا کر خواجہ سرا کو دیدی اُس نے تاج الدین حسین خان کو
پہونچادی اب تاج الدین حسین خان ۲۵ ہزار روپون کے دینے مین امروز فردا کا وعدہ
کرنے لگے اسی طرح کئی مہینے گذر گئے اور اب وہ زمانہ آگیا کہ بادشاہ بھی تاج الدین حسین خان سے

اپنے ہاتھ سے کیے اور ہر ایک نشانہ صحیح بیٹھا تین گھڑی دن باقی رہے کشتی سے اُتر کر
ہاتھی پر سوار ہوئے اور لشکر کی سیر کا ارادہ کیا اول شرف الدولہ برادر کلان روشن الدولہ کے خیمے
کی طرف گذر ہوا وہ جب پگڑی سر پر رکھکر خیمے سے نکلے تو بادشاہ کا ہاتھی دور پہونچا تھا افتان
وخیزان دوڑ کر نذر دکھائی بادشاہ اُنکے دیر کرنے سے رنجیدہ ہوگئے تھے فرمایا کہ نظر پیش کرنا ضرور
نہین اسمین تکلیف ہوتی ہے آرام کرنا چاہیئے شرف الدولہ نے مضطرب ہوکر عرض کیا کہ خانہ زاد
کو فقط درباری لباس بدلنے مین دیر ہوگئی ورنہ کیا مجال تھی کہ جلدی نہ پہونچتا اب خانہ زاد پر
نظر عطوفت فرمائی جائے اور نذر رد کرکے بیحرمت نکیا جائے بہت سی کوشش کے بعد اُنکی عرض
قبول کی اور نذر لی یہان سے سواری آگے بڑھی جہان جسکا ہاتھی دیکھا اور وہ پسند آگیا کھلوا لیا
اور صاحب فیل کو حکم دیا کہ در دولت پر حاضر ہوکر قیمت لے لے بڑے ہاتھی کی قیمت ہزار روپے
اور بچے کی پانسو قرار پائی اُسدن نو ہاتھی سرکاری فیل خانے مین داخل ہوئے مغرب کے قریب
معاودت فرمائی دوسرے دن صبح کو پھر کشتی مین سوار ہوکر بندوق سے پانی کے پرندون کا
شکار کیا پھر ہاتھی پر بیٹھ کر لشکر کی طرف آئے جب شرف الدولہ کے خیمے کے قریب ہاتھی پہونچا
تو اُنھون نے نکلکر نذر دکھائی محتشم خانی کا مؤلف بھی وہان موجود تھا وہ بھی سلام سے مشرف
ہوا لشکر کی سیر کو بڑھے اول سبحان علی خان کے خیمے پر گذر ہوا شامیانہ کھڑا تھا ہمراہیون نے
بادشاہ کے حکم سے گرا دیا پاس ہی قطب اعظم کا خیمہ تھا خیر گذری کہ شامیانہ نہ تھا پھر لشکر مین
جہان شامیانہ نظر پڑا گروا دیا راجہ بالکشن دیوان سلطنت اور موہن لال پانہنگ کے
خیمے آمون کے باغ مین کھڑے تھے فرمایا کہ ہم تو دھوپ مین رہین اور یہ لوگ سایے مین
ایسا آرام اپنے مکانون مین ہوتا ہے انکے بھی خیمے اُکھڑوا دیے تیسرے روز چار گھڑی دن
رہے نائب کے خیمے کی طرف گذر ہوا وہ پہلے ہی سے بادشاہ کے ادھر نکلنے کے خیال سے

پیش کیئے تھے اور اسوقت نجم الدولہ محاسبے سے بچ رہے تھے اسوقت وہی کاغذات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوئے لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم مہدی علی خان کے معاملے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو کہ نجم الدولہ کا عزل مرہم زنگاری کا کام کرے یعنی مبادا یہ کام رزیڈنٹ کی راے کے خلاف واقع ہو اس لیے اُس محاسبے کی کش مکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا۔

بادشاہ کا شکار کو جانا اُس مین بہت سے مکروہ واقعات کا پیش آنا

بادشاہ نے جلوس سے نوین سال شکار کا ارادہ کیا اور لکھنؤ کے قریب قریب سفر کرنے لگے اول نریت گنج کو تشریف لے گئے یہان ایک جھیل ہے اسمین اکثر پانی کے پرند رہتے ہین ہفتے عشرے تک یہان قیام کرکے ہر قسم کے جانورون کا شکار کیا بعد اس کے خبر آئی کہ یہان سے سات کوس پر ایک گانؤن ہے وہان ایک جھیل ہے جسمین ہر قسم کے پرند بکثرت رہتے ہین پہر رات باقی تھی کہ کوچ کا نقارہ ہوا صبح کے وقت وہان سواری پہونچی رات بھر بیدار رہے تھے سو گئے دو پہر کے قریب بیدار ہوئے اور حاجت بشری سے فارغ ہو کر کھانا کھایا پہر دن باقی رہا تھا کہ اصلاح خط اور غسل سے فارغ ہو کر چار گھڑی دن رہے چند حرم محترم کے ساتھ گانے بجانے مین مصروف ہوئے یہ وہ عورتین ہین کہ سفر و حضر مین ہمیشہ صحبت مین رہتی تھین پھر دہ مصاحبون کے ساتھ ایک کشتی مین بیٹھے انمین سے ایک مسٹر و نسنٹ ایک یورپین تھا جو قوم کا حجام تھا اور ان دنون بادشاہ کا مقرب صحبت ہو گیا تھا دوسرا اُسکا بیٹا تھا جو فوج کا جرنیل تھا جھیل کے ایک جانب سے کشتی چلی چند فیر بندوق کے بادشاہ نے

رقسم کے پانی کے پرند بکثرت ملتے ہین اگر حضرت دو تین دن کے لیے وہان قدم رنجہ فرمائین
اُس سرزمین کے نصیب کھُل جائین اور سیر ولطف سے خالی نہو اور عزیز و بیگانہ مین خانہ زاد
عزت افزائی بھی ہوجائے بادشاہ نے اُسکی عرض قبول کی مکرانوان سے اُسکے گانون کی طرف
روانہ ہوئے گانون کے لوگون کو خبر ہوئی تو باہر نکل کر انتظار مین کھڑے ہو گئے بادشاہ ہاتھی پر
سوار تھے جب وہان پہونچے توسب نے زیارت کی چار گھڑی دن رہے سوار ہوکے سیر و شکار
کرتے ہوئے دلجیت کے مکان کے قریب پہونچے اُس نے ہاتھی کے پاس حاضر ہوکر نذر دکھائی
اور عرض کیا کہ حضور کی شان سلطانی مین کچھ فرق نہین آسکتا اور بندے کی عزت بڑھ جائیگی
لعل کی چمک خاک سے نہین مٹتی اور نہ موتی کیچڑ سے بگڑتا ہے عورات عزیز و بیگانہ خانہ زاد کے
مکان مین حضرت کی زیارت کی تمنا مین بیٹھی ہین اگر تفضلات خاوندانہ کو کام فرماکر غلام کی
سرفرازی کیجائے اور جھونپڑے کو رونق بخشی جائے تو اس سے خانہ زاد کی عزت ہمیشہ کو ہوجائیگی
اور شوکت شاہی مین کچھ نقصان نہ پہونچے گا اگلے زمانے کے بادشاہون نے بھی اپنی ادنے
رعایا کو اس قسم کی عزت بخشی ہے بادشاہ کے رحم جبلی نے دلجیت کی لجاجت پر مرحمت کی
اور اُسکے مکان مین تشریف لے گئے اُسکی مان بہن اور زوجہ وغیرہ نے نذرین دکھائین اور
سایے کے مانند اُس سایۂ خداوندی کے قدمون پر سر رکھا ہر ایک کو زیور اور پشمینہ بقدر حالت
عنایت فرمایا اور دو گھڑی تک وہان ٹھہر کر مراجعت کی دلجیت دعوت کا طریقہ بجالایا کئی
من چانول اور گھی اور سیکڑون بکریان پیش کین اسکے علاوہ ہندوانہ کھانا بھی حاضر کیا
قبول کیا اور اُسکا لایا ہوا کھانا نوش کیا مکرانوان کی طرف واپسی کا ارادہ تھا کہ ناگاہ سخت
آندھی آئی اور اُسکے بعد شدید بارش ہوئی سطح زمین تختۂ آب بنگیا اُسی طوفان مین راتون
رات زینت گنج مین آگئے بارش کی کثرت سے تمام خیمے باوجودیکہ تر تھے لیکن آندھی سے

اُنکی سواری کے آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے اور جو جو عمائدِ ریاست اُنکے پاس تھے اُنھین
رخصت کر دیا تھا شاہ قطب اعظم بھی وہان موجود تھے وزیر کے اشارے سے فقیر محمد خانکے
خیمے کی طرف لپکے یہ خیمہ یہان سے دور لشکر کے کنارے نصب تھا وہان تک جلد نہ پہونچ سکے
سواری کے قریب سے گھبرائے ہوئے نکلے بادشاہ نے پہچان لیا بھاگنے کی طاقت نہ پاکر
جگنا تھ داروغۂ گنجیات کے خیمے مین گھس پڑے بادشاہ نے اس خیمے کے قریب پہونچ کر دریافت
کیا کہ یہان کون چھپا ہے آدمی خیمے مین چلا آئے اور شاہ صاحب سے کہا کہ باہر چلو حضرت نے
تمکو طلب فرمایا ہے شاہ صاحب نے سمجھ لیا کہ خود بدولت خیمے کے دروازے پر کھڑے ہین اگر
چلنے مین دیر ہوگی تو حکم ہوگا کہ کھینچ کر لے آؤ اور عزت بگڑ جائیگی اسی مین بہتری ہے کہ خود چلا جاؤن
چنانچہ بادشاہ کے پاس جاکر سلام کیا دریافت فرمایا کہ تم ہم سے کیون چھپے عرض کیا کہ بازار مین
ملاقات مناسب نہ تھی پھر ارشاد کیا کہ اگر مجھ سے کنارہ کیا تو کس شخص کے پاس آئے ہو اضطراب کی
حالت مین شاہ صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ نواب صاحب کے پاس حاضر رہتا ہون چین
بر جبین ہوکر منھ پھیر لیا جب خیمۂ خاص مین پہونچے تو نایب سے فرمایا کہ قطب اعظم کو مجھ سے نفرت ہے
جہان مجھکو دیکھتے ہین چھپ جاتے ہین تو ایسی حالت مین لشکر مین آنا کیا ضرور تھا روشن الدولہ نے
عرض کیا کہ خانہ زاد کے اشارے سے ایسا وقوع مین آیا ہے وہ اُسوقت میرے پاس ٹوپی اوڑھے
بیٹھے تھے ایسی حالت مین سلام نامناسب تھا مین نے سامنے حاضر ہونے سے منع کر دیا ارشاد
ہوا کہ خیر مین نے تو یہ سمجھا تھا کہ شاید میری ملاقات سے کراہیت کرتے ہین ؎ رسیدہ بود بلائے
ولے بخیر گذشت — اس مقام سے دس کوس کے فاصلے پر دلجیت کا گانوٗن تھا وہان ایک بڑا
تالاب تھا جسمین پانی کے پرند بکثرت جمع ہوتے اُس نے عرض کیا کہ خانہ زاد کے گانوٗن مین ان
اُسکا بیٹا جھیلو ہے ایک بڑا تالاب ہے جسکا طول و عرض دو تین کوس کے قریب ہے اور اُسمین

آجاتے ہین روشن الدولہ تو جویائے وقت تھے سبحان علی خان کے مشورے کے موافق
ظفر الدولہ کو یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کی تحریر بھیجد بیجئے اُسوقت انتظام ہوجائے گا ظفر الدولہ
نے کہ انجام کار سے غافل تھے حسب ضابطہ درخواست مُہری اپنی بھیجدی روشن الدولہ نے
وہ درخواست بادشاہ کے ملاحظے تک پہونچائی اور یہ پُر آشوب مضمون بیان کیا کہ مجھ دولتخواہ کو
ہر طرح منظور ہے کہ مداخلت انگریزی اس سرکار مین نہو اور قدیمی نمکخوار جو خانہ زادگی کا دم
بھرتے ہین وہ چاہتے ہین کہ انگریزی چوکی پہرے فرح بخش مین محلات شاہی کی ڈیوڑھیون تک
آئین اور معاذ اللہ دشمنان حضور اُنکے نظر بند رہین اور محل کی خبرین بے تکلف صاحب رزیڈنٹ
تک پہونچا یا کرین وہان کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس ست بادشاہ نے ظفر الدولہ کو بلاکر
دریافت کیا کہ یہ تحریر تمھاری ہے اُنھون نے اقرار کیا بادشاہ اُنکی طرف سے دلمین بہت
مکدر ہوئے اور حکم دیا کہ دربار مین نہ آیا کرین اب مجال نہ تھی کہ ظفر الدولہ بے طلب قدم
در دولت کی طرف اُٹھاتے جب یہ صورت ظہور مین آئی دس بیس دن کے بعد روشن الدولہ
نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ زر نقد کی سرکار مین ضرورت ہوتی ہے وہ تمسک کے
ذریعہ سے بطور قرض کے خزانۂ عامرہ سے لیا جاتا ہے پھر حسب سررشتہ خانہ زاد خزانے مین جمع
کرادیتا ہے فی الحال راہ سفر مین جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تقسیم مین صرف ہوا اُسکے واسطے
پندرہ لاکھ روپے ظفر الدولہ سے دلائے جائین مین آمدنی ملک سے ادا کردونگا بادشاہ
نے ستر لاکھ روپے ظفر الدولہ سے طلب کیے اُنھون نے چند روز کی مہلت لیکر خزانے کا
جائزہ لیا اور کاغذات درست کر کے خالی صندوق جو سربمہر تھے دکھلائے اور ایک
عوض جسمین پُرانے سکے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ مین باقی تھے اُس کا
کاغذ ملاحظے مین گذرانا اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خان کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ

کاغذ کی طرح اُڑتے تھے لشکر کے تیئیس آدمی سردی کے صدمے سے ہلاک ہوئے بادشاہ کو رحم آیا اور فوراً شہر مین لوٹ آئے آندھی اور پانی کی تندی بارہ گھڑی سے زیادہ نرہی مگر سیکڑون چوپائے ہاتھی اور گھوڑے کی قسم سے ضائع ہوگئے پانچوین دن پھر خیمہ گاہ مین تشریف لے گئے ابکی چار پہر کے بعد ہوا اتنی سخت اور بے انتہا سرد چلی کہ اُسکے صدمے کی تاب نرہی اور دوبارہ شہر کو لوٹے اگر اس مرتبہ خیمون مین توقف رہتا تو سیکڑون آدمی اور جانور مرجاتے اور ۱۲۵۱ہجری کی تعزیہ داری کا زمانہ تھوڑے دنون کے بعد آگیا۔

(۲) ۱۲۵۲ہجری مین ماہ محرم کے مراسم تعزیہ سے فارغ ہوئے تھے کہ ریاست کے چند ملازم انگریزون نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ اس فصل ربیع مین شکار و سیر خوب ہوگی اگر حضرت تشریف لے چلین تو کیفیت سے خالی نہو انکے عرض کرنے سے بادشاہ کی طبیعت شکار کی طرف مائل ہوئی اور بہرائچ کی جانب پیش خیمونکے روانہ ہونے کا حکم دیا اور ناظمون کو رسد کی فراہمی کے لیے احکام لکھے گئے اور خود بدولت شہر کے راستے کے باہر قصر دلکشا مین بطریق پاتراب کے چلے گئے اسوقت گرمی سخت تھی جیٹھ کا مہینہ تھا رزیڈنٹ نے شدت تمازت آفتاب کی وجہ سے ہمراہ چلنے مین تامل کیا اور بادشاہ کو لکھا کہ ایسی گرمی کی حالت مین عزم شکار مناسب نہین جناب کو خوب معلوم ہے کہ تمام انگریز گرمی کے موسم مین سرکاری کام چھوڑ چھوڑ کر سپاڑو کے پہاڑ پر چلے جاتے ہین حضور بھی سردی کے موسم مین شکار کا قصد فرمائین رزیڈنٹ کی تحریک سے بادشاہ نے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا اور چند روز کے بعد دلکشا سے فرح بخش مین آگئے۔

(۳) ارادۂ سفر کے اوائل مین ظفر الدولہ نے روشن الدولہ کو کہلا بھیجا کہ نواب سعادت علیخان کے عہد سے یہ رسم مقرر ہے کہ جب سفر پیش آتا ہے تو انگریزی تلنگون کے پہرے فرح بخش مین

حکیم مہدی علی خان بھی تو نائب تھے وہ کسطرح بادشاہ کو اپنے قابو مین لے آگئے تھے تیسرے رعیت کے حال پر نظر کرنی ضرور ہے کہ متاجرونکے ہاتھ سے پریشان اور برباد ہے اُنکی خستہ حالی سے کونسل کلکتہ کے حکام کو شکایت ہے اور ہمکو اسکی بدنامی حاصل ہوتی ہے لیکن بادشاہ کو یہ نصیحت شیرین تلخ و ترش معلوم ہوتی تھی روشن الدولہ نے بھی انتظام مُلک کے اُس نقشہ پر جو حکیم مہدی علی خان نے تجویز کیا تھا قدم رکھا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ میری نصیحت نہین سُنتے اسلیے مین یہ چاہتا ہون کہ بادشاہ کو متاجری کے حیلے سے راہ پر لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی کی صورت ظہور مین آئے پھر مُلک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل مین آئے جس سے رعیت کی پریشانی رفع ہو آخر جمع مقبولۂ حکیم مہدی علی خان پر دو لاکھ روپے اضافہ کرکے تراسی لاکھ روپے جمع قرار دیکر بادشاہ سے عرض کیا کہ حکیم مہدی علی خان نے پچاس لاکھ روپیہ حضور کو دینے کو کہا تھا مین سلطنت کا دولتخواہ ہون ساٹھ لاکھ روپیہ حضور کے مصارف کے لیے حاضر کیا کرونگا لیکن عزل و نصب عاملونکا اور سپاہ کی کمی بیشی میرے اختیار مین رہے بادشاہ نے جوابدیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہین کرتی اور رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کی اس رائے کو ناپسند کیا اور یہ جوابدیا کہ اگر متاجری اس مُلک کی یکمشت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی کسواسطے اس مُلک کو اجارہ نہ لیتی اگر روشن الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالین تو اُنکے واسطے وثیقہ مقرر کیا جائے اور جس شخص کو وہ چاہین وہ بھی وثیقہ دار ہو سکتا ہے جب یہ خیالی خواب روشن الدولہ کا باطل ہوا تو مجبور ہوکر فوج کی کمی کا حکم دیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ خلق اللہ کی گردن پر ظلم کی چھُری پھیرنا بدنامی کا باعث ہوگا اپنے آپ کو اس وار سے بچاکر روشن الدولہ کو اس منصوبے پر دھر لیا کہ فلان فلان انگریز جو بادشاہ کے نوکر ہین اُنکو حکم ہو کہ کوٹھی دلکشا مین

معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانہ سے اس عہد دولت تک خرچ ہو گیا اور آمدنی ملک
مین سے ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور کنجیونکی حفاظت سے کیا
فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اُسکے سپرد کر دون۔ بادشاہ نے یہ مضمون روشن الدولہ سے
بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین۔ آخر کار بھوانی مہرا کو جو
خزانون کا کلیددار تھا بلاکر دریافت کیا اُس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا
کہ خانہ زاد کو خزانے کی تعداد معلوم نہین کہ کس قدر خزانہ تھا اور کہان کہان گیا لیکن اس قدر
جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک حبہ صرف نہین ہوا اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر
بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم خانہ نشینی کا نافذ ہوا جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین
بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مہر بھی اُن سے لے لی جائے یہ عرض نامقبول ہوئی
حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اُنکے پاس بھیجدیے جایا کرین وہ حسب ضابطہ مہر لگاکر
بھیجدیا کرین۔

رزیڈنٹ کا بدانتظامیون کی اصلاح کے لیے بادشاہ اور وزیر پر تاکید کرنا۔ انتظام ملک کی تدبیر اور کمی سپاہ کی تجویز

صاحب رزیڈنٹ وزیر کو اکثر سمجھایا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ سپاہ کو کم کرنا چاہیے
تنخواہ زیادہ دینا پڑتی ہے اتنی سپاہ کی ضرورت نہین اور یہ سپاہ لڑائی کے کام کی نہین
تمام افسر اسکے آرام طلب ہین اور سپاہیونکے پاس نہ بندوق ہے نہ تلوار۔ دوسرے
محلات شاہی کے مصارف جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہین اُن مین کمی کرنی چاہیے آخر

اور کئی ہاتھی اور گینڈے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لیے اُن سفیرون کو دیئے لیکن
صاحب رزیڈنٹ نے ڈلو صاحب کا سفیر بنانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز
اس سفارت پر مع اُن تحائف کے مامور ہوا جسنے لندن مین پہونچکر تحفے پیش کیے
ان سب تحفون مین سے صرف حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے وہ انگریز تو
وہین رہا اور مولوی اسماعیل اسوجہ سے لندن سے نکالے گئے کہ ایکدن نشۂ شراب مین
ایک مس پر دست درازی کی تھی۔ مولوی اسماعیل حیدرآباد مین پہونچکر مر گئے

برات مین نوبت بجنے کی ممانعت ہونا

شہر مین عرصۂ بعید سے یہ دستور تھا کہ برات کی رات مین ہر خاص و عام دولہ
کے ساتھ دُلھن کے مکان پر نوبت و نقارہ اور دوسرا سامان بجاتا تھا دوسرے دن
دُلھن بھی اسی ٹھاٹ کے ساتھ دولھا کے گھر آتی تھی ۱۲۵۲ھ ہجری مین مینڈھو خان
رسالہ دار کے بیٹے کی برات دھوم دھام کے ساتھ نکلی اور جسقدر نقارہ و نوبت کا سامان
اُسکے باپ کے وقت سے رسالہ مین چلا آتا تھا سب ساتھ تھا یہ برات اسی دھوم دھام
سے بادشاہی محل کے پاس سے نکلی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہ بے ادبانہ
نقارے بجاتا ہوا میرے شہر مین پھر رہا ہے پاس والون نے حال بیان کیا۔ نشہ مین
مدہوش تھے جتنا سمجھایا طبیعت کے خلاف پڑا۔ حکم دیا کہ اس سے ہزار روپے جرمانہ
کیا جائے اور شہر سے نکلوا دیا جائے اور آیندہ کسی کی شادی مین نوبت نہ بجے نہ
سرکار سے ہٹے نہ کرائے پر منگائے روشن الدولہ نے مینڈھو خانکے بیٹے کی بے قصوری
پر نظر کرکے اُس علاقے مین بھجوا دیا جو اُسکے بھائی کے پاس تھا یہ شخص بادشاہ کے

جاکر فوج کا جائزہ لین جو شخص اُنکی نظر وںمین ناکارہ نظر آئے اُسکو موقوف کرین افسران سپاہ نے اکثر چھ چھ ماہ کی تنخواہ نذرانہ مین دی تھی اور عہدے حاصل کیے تھے یہ حکم برطرفی کا سُنکر جیتے جی مرگئے اور مجبور ہوکر اُن انگریزونکے عملونکو رشوتین دیکر یہ صورت نکلوائی کہ یہان کی سپاہ کی کمی مناسب نہین چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ مین سے چہارم سپاہ برطرف کردین چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارونکے نام جاری ہوئے اور صدائے واویلائے بدعملی ہر طرف بلند ہوئی آخر روشن الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ کو کہا کہ کوئی انگریز کلکتہ سے جو کمی فوج کا انتظام کرے طلب کیجئے اور یہان کی سپاہ مین تخفیف کرنا ملک مین بدعملی کا باعث ہے اس عرصے مین چکلہ دارون کی عرضیان بھی بادشاہ کی خدمت مین آئین کہ سپاہ کی کمی سے مُلک مین بدامنی پھیلے گی۔

عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیرالدین حیدر کا جارج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بھیجنا۔

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اُنکے مربی کپتان بلنس ولایت کو چلے گئے تو اب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنؤ کے سفیر کا اپنے پاس رہنا موقوف کیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو اُنھون نے کرنیل ڈیوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بناکر لندن کو بھیجنا تجویز کیا اور مولوی محمد اسمٰعیل کو جنکے گھر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی ہمراہی مین مقرر کیا اور دو تین لاکھ روپے کی قیمت کے تحائف جنمین خراسانی تلوار مع سازوسامان مرصع کے اور پلنگ مُرصّع

اُس نے یہ بات عرض کی کہ مین نے کوئی نایاب چیز حضور کے ہاتھ فروخت نہین کی
جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی اب مین چاہتا ہون کہ ایسی چیز مہیا کرون نواب نے کہا کہ ہم
ضرور مول لین گے اس لیے اُس نے کوٹھی تیار کرائی اور عمدہ عمدہ صنعتین حکمت کے ساتھ
اُس مین رکھین اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد و برق و باران کی سیر حاصل ہو۔ اور ہوائے
مشرقی و مغربی وجنوبی و شمالی کو آنکھون سے دیکھے۔ اور طوفان ہوا اور گرمی و سردی کا
اندازہ نگاہ سے معلوم ہو اسی طرح پانچ درجے اس کوٹھی مین تیار کرائے کہ ہر مقام انواع
تکلف سے آراستہ تھا یہ تیاری ابھی منزل مراد بر نہ پہونچی تھی کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال
ہوگیا اور تھوڑے دنون کے بعد جرنیل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کر گیا اور مرنے کے
وقت ہزار حسرتون کے ساتھ ممبران کمیٹی کے سپرد کیا اور اُنیس لاکھ روپیہ نقد اپنا متروکہ چھوڑا
جسکی آمدنی سے اُسکے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوئے۔

(۲) جس سال یہ مدرسہ بنا اُسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ مین آیا اور کہا کہ مین آسمان
کی طرف چڑھ سکتا ہون اس سے خاص و عام کو تعجب پیدا ہوا اُسکو یہ منظور تھا کہ بادشاہ سے
بہت کچھ روپیہ حاصل کرے چنانچہ چودہ ہزار روپے اُسکو بادشاہی خزانے سے عنایت ہوکر
حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی بات بادشاہ کو دکھلائے اُس نے ایک غبارہ درست کیا۔ تماشائی
روز مقررہ کی صبح کو کوٹھی دلکشا مین جمع ہوئے اُس نے غبارہ اُڑایا۔ اور خود اُسمین بیٹھ کر
باآواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اسوقت میرے ساتھ اسمین بیٹھ کر چلے تو اُسکو ہزار روپے دیتا ہون
جان اپنی کسکو گران تھی کسی کی ہمت نہ پڑی اس نے کئی دن کے کھانے کا سامان احتیاطاً اُسمین
رکھ لیا تھا۔ ہائڈروجن گاس بھر کر اُس غبارے کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے راکب سمیت سطح
زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کے رُخ چلا اور کبوتر دنکی چوکی پر جو شہر سے پانچ

مرنے کے بعد شہر مین آیا اور نوبت کی ممانعت بھی اُسی وقت سے دور ہوئی ۔

لارڈ پادری بشپ کی لکھنؤ مین آمد اور ایک فرانسیسی کا غبارے مین بیٹھکر ہوا مین اُڑنا

۱۱- شوال ۱۲۵۲ ہجری کو لارڈ پادری بشپ لکھنؤ مین آئے اور رزیڈنٹ کی کوٹھی مین ٹھہرے ۱۲ - شوال کو صبح کے وقت بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور جلیل القدر انگریزون کی طرح انکی بھی دعوت ہوئی دیر تک بادشاہ کے ساتھ اختلاط اور اخلاق کی صحبت رہی کھانا کھانے کے بعد رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے چند کشتیان کپڑون کی اور نقد چند ہزار روپے اُنکو عنایت ہوئے اور عطر اور گوٹے کا ہار دیکر رخصت کیا ۔

پادری صاحب نے لکھنؤ مین یہ تجویز کیا کہ جنرل مارٹین کے پس ماندہ روپیون سے جسکے سود کی بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر مین مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علمون اور ہندوستانی مولویون اور انگریزی پادریون پر صرف کیا جائے چنانچہ یہ مدرسہ جنرل مذکور کی کوٹھی اور عمارات نون دلکشا مین مقرر ہوا یہ جنرل فرنگستانی تاجرون مین ایک نامی گرامی اور متمول آدمی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا اس نے لکھنؤ مین کئی کوٹھیان تعمیر کرائی تھین ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی جسکو پچپن ہزار روپے مین نواب سعادت علی خان نے مول لیکر اپنی عمارات مین ڈال لیا تھا اور دوسری کوٹھی مارٹین صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جنرل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تھا اس تاجر نے نواب آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھون روپے کا اسباب فروخت کیا تھا اور اس تجارت کی بدولت بڑا مالدار ہنگیا تھا لیکن نواب آصف الدولہ سے

خیرآباد مین پختہ حویلی محلسراے دیوانخانہ امام باڑہ اورمسجد وزیارت گاہ قدم رسول و خانقاہ مشروع وحوض شرعی لاکھون روپے کے قریب خرچ کرکے بنائے اسکی سواری کا جلوس امرا کی سواری سے کم نہوتا کسی سردار کو خیال مین نہ لاتا تھا بلکہ اُنسے سلام کی امید رکھتا تھا۔ طبیعت بیحد جابرتھی اگر کبھی کوئی اُس سے کسی کی سفارش کرتا تو سیدھے منھ جواب بھی نہ دیتا بلکہ اُلٹا سختی سے پیش آتا جس قدر بادشاہی لباس اورمحلات شاہی کی فرمائشات مین روپیہ صرف ہوتا اُسقدر آمدنی کا ملک اُسکو دیا گیا تھا دیوان حضورتحصیل قدیم سے اس سرکار مین مقرر تھا جسکے حاکم مظفرحسین خان پسر سبحان علی خان تھے اس علاقے مین چند متفرق گانوُن حضورتحصیل کے تھے اکثر آدمیون کا مشاہرہ ماہواری اُن گانوُن سے مقرر تھا اگر کوئی سپاہی اپنی تنخواہ مانگنے جاتا تو دیوان مذکور کے اہلکار یہی جواب دیتے کہ مکادرزی کے ہاتھ سے ایک کوڑی بھی نہین پہونچتی تمکو کیا دین کہین دوسری جگھ سے مانگو غرضکہ حصول زرمین اتنا شدید تھا کہ کسی کی مروت نہین کرتا تھا اورجو علاقہ اُسکے حوالے تھا اُسمین سے ایک پیسہ بھی سرکارمین داخل نکرتا نہ محکمۂ دیوانی مین سیاہہ کراتا نہ خزانے مین نذرسومات معمولی اہلکارون کو پہونچاتا جمع خرچ اپنی مرضی کے موافق مصارف فرمائشات حضوری مین داخل حساب کردیتا اسکی ان ناشائستہ حرکات سے تمام کارندے تنگ تھے اور بادشاہ سے شکایت کرنے کو آمادہ رہتے تھے مگر بادشاہ کا ندیم ہونے کے خیال سے کوئی شخص اُسکے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہین نکال سکتا تھا ہرشخص موقع کا منتظر تھا آخرکار اُسکا ظلم مخلوق پر اُسکے زوال کا باعث ہوا کہ ایکدن بادشاہ سے تمام اہلکارونکی شکایت کی کہ حضور کی فرمائشات مین جو چیزین صرف ہوتی ہین اُنکا روپیہ مجھے نہین دیا جاتا بادشاہ نے نائب سے اسکی کیفیت استفسار کی اُنکو تو

چھ کوس کے فاصلے پر ہے پہونچکر زمین پر اُترا چونکہ آج بدلی تھی اسلیے غبارے کے آسمان کی طرف چڑھ جانے کے بعد کچھ نظر نہ آیا کہتا تھا کہ ایسی سرد ہوا کھائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین۔

مکا درزی کا زوال

مکّا درزی خیر آباد کا رہنے والا تھا نصیر الدین حیدر کے اوائل جلوس مین بادشاہی درزیون کے زمرے مین نوکر ہوا نہایت چالاک اور دستکار تھا۔ بادشاہ کی طبیعت عیاش تھی حرم کی عورتون کے لیے انگیا کرتی وغیرہ کی قسم سے کپڑے عمدہ عمدہ سی کر لایا بہت پسند ہوئے تمام درزیون کا جو بادشاہی لباس سیا کرتے تھے داروغہ ہو کر ترقی کرتے کرتے مصاحبت کے رتبے کو پہونچ گیا اور مکا خان کہلا کر شمول عواطف شاہانہ ہوا اس زمانے مین مُلک کی تہائی آمدنی عورتون کے مصارف مین صرف ہوتی تھی چند سال مین لاکھون روپے حساب مین باندھ لیے جبتک حکیم مہدی علی خان نائب رہے اُنکی بیدار مغزی نے اسکو جادۂ اعتدال پر رکھا جب وہ معزول ہو گئے اور روشن الدولہ کو نیابت ملی تو کچھ بادشاہ کی مصاحبت کے زور مین اور کچھ نائب کی مروت کی وجہ سے اپنی قدر کے احاطے سے قدم باہر رکھا اور بہت سے علاقے کا مالک ہو گیا لکھنؤ مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین کہ نہ ویسی کوئی عمارت معتمد الدولہ نے نہ منتظم الدولہ نے اور نہ روشن الدولہ نے تیار کرائی تھی اسکی عمارتونکی خوبی کی وجہ سے مخلوق اُنہین سیر کو جانے لگی ایک کٹرہ تعمیر کیا اور مکا گنج جو اُس زمانے مین نہایت آباد تھا دریاے گومتی کے پار بنایا اور مسافرون کے لیے سراے بھی بنوائی اکثر دیہاتی طوائفونکے ڈیرے اس سراے مین پڑے رہتے تھے اسی طرح

سرکار کے متعلق اتنا روپیہ بازار کا دینا ہے نواب صاحب سے بار بار کہتا ہون وہ شنوائی
نہین کرتے جب کہتا ہون کل کا اقرار کرتے ہین اگر اسی طرح روپیہ کی وصولی مین دیر لگ گئی
تو پھر سامان کا ملنا مشکل ہو جائیگا بادشاہ نے حکم دیا کہ تو خود ابھی جا کر نواب سے تقاضا
کرکے وصول کرے اور دم لینے کی مہلت ندے یہ خبر کسی نے پہلے سے نواب کو پہونچا دی
تھی مکا دلیرانہ اُنکے پاس آکر تقاضا کرنے لگا اُنھون نے چاپلوسی کی باتین کین اور فرد حساب
ہاتھ مین لیکر سبحان علی خان کو دیدی کہ آپ اسکا روپیہ چکا دین سبحان علی خان نے مکا کو اپنے
مکان پر بلاکر کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ اسوقت یہ شخص یعنی نائب اپنے عہدے پر مقرر
ہے اور وقار و اقتدار رکھتا ہے اور اسکے نزدیک ہر شخص کو جرم مین یا بیجرم کسی بلا مین
مبتلا کرکے خراب کرنا کوئی مشکل کام نہین اس صورت مین اُسکی اہلیت ہے کہ ہر کس و ناکس
تنگ ظرفی سے بادشاہ کی مصاحبت پر مغرور ہو کر اُسکے مقابلے پر آمادہ ہوتا ہے وہ
اپنے حوصلے پر نظر کرکے طرح دیجاتا ہے تو نے دیکھ لیا کہ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ
باوجود اسقدر اختیار کے جب اپنے حد اعتدال سے بڑھ گیا اور اکثر کامون مین نائب پر غلبہ
چاہنے لگا طرفۃ العین مین اُسکو ایسا گرایا کہ حشر تک بھی کھڑا نہو سکے گا بادشاہ بیگم نے بھی
چند کامون مین دخل دینا شروع کیا تو نے دیکھ لیا کہ اُنھون نے کیا دیکھا اور فتح علی خان کپتان
نے جو کچھ کیا اُسکا ثمرہ پایا تو ایسا گمراہ ہو گیا ہے کہ نائب وقت کو جہان پناہ کا حکم پہونچاتا ہے
اور اُنکا احسان بھول گیا چند روز کا ہی ذکر ہے کہ حکیم مہدی علی خان نے تجھکو حساب کے
شکنجے مین کھینچا اور محاسب تجھپر مقرر کیا تھا جسنے عافیت تنگ کردی تھی اس شخص نے وفور حوصلہ
سے اس پانچ سال مین تجھ سے یہ نہ پوچھا کہ سیاہ کرتا ہے یا سفید تو فیر کا لاکھون روپیہ
تیرے کارخانے مین موجود ہے اور اُس سے بچے بھی جو ناسمجھ ہوتے ہین واقف ہین

اُسکی حرکات سے رنج تھا ہی اس موقع کو غنیمت جانکر تمام حال عرض کیا اور کہا کہ جسقدر
ملک اُسکے پاس ہے عرصۂ دراز سے ایک کوڑی بچت کی خزانے مین داخل نہین کرتا اور
مابقی کیفیت ظفرالدولہ کے بیان پر محول کی اُنھون نے بھی وزیر کے قول کی تصدیق کی
اور یہ بھی عرض کیا کہ جسقدر ملک اُسکے سپرد ہے اُسکے سوا نو لاکھ روپیہ بار بار کرکے
خزانے سے اُسکو پہونچا ہے برسون سے فرد حساب مانگی جاتی ہے تمرد کی وجہ سے نہین بھیجتا
بازار مین چند دوکانین بزازون اور گوشہ فروشونکی اُس کے ظلم وستم سے برباد ہوگئین جنکا مال
لیکر تھوڑا سا سرکار کے صرف مین لایا ہے اور اکثر حصہ مکان مین رکھ لیا ہے اگر چند روز اور
اسی طرح اسکا دست ظلم رعایا پر دراز رہا تو شہر تباہ اور سرکار بے اعتبار ہو جائیگی
دوسرا تازہ سبب اُسکی خرابی کا یہ ہوا کہ جسقدر سرکاری فرمائشات اُسکے ذریعہ سے تیار
ہوتین تو اُنکی اشیاء کا محاسبہ اُس سے کوئی نہین کرسکتا تھا ازانجملہ ہزارہا من سلمہ و ستارہ
و تاش بادلہ اُسکی معرفت خرید ہوتا تھا اُمین سے جسقدر چاہتا زنانہ پوشاک مین صرف کرتا
اور کہدیتا کہ سب خرچ ہوگیا اُسکے تصرف کا پردہ چاک نہین ہوتا تھا اس طور سے برسون تک
خرد برد کرتا رہا اور لاکھون روپیہ پیدا کرلیا سبحان علی خان کے بڑے بیٹے احسان حسین خانکو
اُسکے غبن کا یقین تھا وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اسکو مرتبے سے گرا دین اور جو کچھ اخراجات
اُسکے ہاتھ مین ہین اُنکے ہاتھ مین آجائین اُنھون نے اپنے باپ سے تمام توفیر کا حال بیان کیا
اور درخواست کی کہ یہ کام میرے متعلق ہو جائے اتفاقاً ایکدن مکانے ماہ گذشتہ کے اخراجات
فرمائشات کی فرد حساب تعدادی ایک لاکھ دس ہزار روپے کی نائب کو دکھائی اور اُن سے
روپیونکا تقاضا کیا نائب نے فرد رکھ لی اور چند روز روپیون کے دینے مین لیت ولعل کرتے
رہے مکانے بادشاہ کی مصاحبت کے گھمنڈ مین آکر خود بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو فرمائشات

ہو گیا فوراً منگا کو خبر کر دی وہ بادشاہ کے سامنے گیا اور عرض کیا کہ خانہ زاد بے علم و ناخواندہ ہے نواب صاحب نے جو کچھ چاہا لکھوا کر مجھ سے مُہر کرالی بادشاہ نے یہ توجیہ قبول نہ کی۔ نائب کو بھی گنگا کی اس حرکت کی خبر لگ گئی غرضکہ دوسرے دن کلّو درزی کے بیٹے کو منگا کی جگہ مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ جسقدر سلمہ ستارہ گوٹہ ٹھپہ گلبدن اور اطلس وغیرہ سامان کی ضرورت ہو احسان حسین خان سے کہدیا کرے وہ فراہم کر دینگے یہ کلّو ہمیشہ نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر کے لباس سیا کرتا تھا اس انتظام کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے گنگا کے باب مین چند کلمے عرض کیے کہ ایسے نمک حرام جمع ہو گئے ہین اور باہم خرد و برد مین اتفاق کر لیا ہے کہ اگر کسی کا بھی حضور کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو اُسیوقت اُسکو آگاہ کر دیتے ہین یہ نہین جانتے کہ یہ سلطنت کا راز ہے اُسکے بیان کرنے مین جان و حرمت کا خوف ہے اپنی اصل سے رزیل ہین نعمت عنایت بادشاہی کی قدر نہین سمجھتے اسی وجہ سے بادشاہان ماضیہ ایسے لوگونکو منھ نہین لگاتے تھے گنگا سے بادشاہ کو کچھ پہلے سے بھی رنج تھا اس تقریر سے زیادہ ہو گیا ارشاد کیا کہ یہ تمام نمک حرام جو میری حرمت کے خواہان ہین ان خدمتون اور عنایتونکے قابل نہین نائب نے سمجھ لیا کہ تیر تدبیر نشانۂ مراد پر پہونچ گیا گنگا کی تباہی کی صورت آگے مذکور ہوگی۔

غرضکہ ۴ ماہ شوال ۱۲۴۸ ہجری کو منگا کو استری منجن مین قید کیا اور جو کچھ اسباب اس کا خیرآباد وغیرہ سے آیا تھا سرکار مین داخل کرا لیا اور ثبوت کے بعد شہر کے دو کانداروں کو پہونچایا۔ محتشم خانی مین اسی طرح مذکور ہے ایک کتاب مین ایک روایت نظر سے گذری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منگا عالم ثروت مین اپنے آپکو بھولا نہین ہر اہل شہر سے بطور سابقہ بحاجت سے پیش آتا اور تا حد امکان ہر ایک کے ساتھ سلوک کرتا [illegible]

تو ہی انصاف کرین پوچھتا ہون کہ تو کتنے روپے کا نوکر ہے اور یہ لاکھون روپے کی عمارت
کہان سے بنائی ہے تجھے شرم نہ آئی کہ ایک لاکھ دس ہزار روپے کے واسطے جنکے دینے مین
نواب کو تامل نہ تھا لیکن ملک سے روپیہ نہ آنے کی وجہ سے ابھی نہ دیتے تھے تو نے حضرت
شکایت کی اور حکم حاصل کرکے سخت تقاضا کرتا ہے اگر یہ بھی سرکاری روپے کی توفیر کو جس سے
وہ واقف ہین ظاہر کرین تو اسوقت تو کیا کرے گا اور چھٹکارے کا کیا حیلہ تیرے ہاتھ
مین ہے چونکہ نامبردہ قوم سے بواج تھا کلمات تہدید آمیز سنکر بحواس ہو کر سبحان علی خان کے
قدمون پر گر پڑا اور تقصیرات کی معافی چاہی سبحان علی خان نے اسوقت نرمی سے کہا کہ
بالفعل بازار کا یہ روپیہ اپنے پاس سے چکا دے اس نے کہا کہ میری یہ مقدرت کہان ہے
کہ اسقدر روپیہ اپنے پاس سے دون خان مذکور نے کہا کہ صاف بات کہتا کہ مین مطلب
سمجھ لوان کچھ سوچ کر اسنے کہا کہ آدھا روپیہ مین اپنے پاس سے چکا سکتا ہون خان مذکور
اسکی فارغخطی مہری لیکر نائب کو دیدی انھون نے جہان پناہ کے ملاحظہ مین گذرانکر عرض کیا
کہ روپیہ دینے مین مجھے کچھ عذر نہ تھا لیکن اسکے ذمے لاکھون روپے کا غبن ہے اس لیے
تامل کرتا تھا اب حضور انصاف فرماوین کہ کوئی اپنا نقصان قبول نہین کرے گا اور اپنے
آپکو بلا مین نہ ڈالے گا اس شخص نے جو آدھے روپوپر فیصلہ کرکے اپنی مہری فارغخطی دیدی
اگر غبن نہوتا تو کسواسطے اسطرح معاملہ طے کر لیتا یہ بات بادشاہ کے دل مین اتر گئی اور
نائب کی خیر خواہی پر مسرور ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تمھارے سپرد کیا ہے
تمنے جان بوجھ کر دوسرونکو دخیل کر لیا ہے کس لیے ایسے لوگونکو سزا نہین دیتے جس سے
دوسرون کو عبرت حاصل ہو جائے نائب تو اس بات کے دل سے خواہان تھے عرض کیا
کہ کل کو اس قباحت کی فکر کرون گا اور حضور کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ گنگا اس بات سے گھ

پانوَن لنگڑا ہو گیا فیلبانون نے بہت چاہا کہ چھوڑا دین لیکن ونسنٹ نے کوڑے سے دھمکا
چھوڑنے نہ دیا یہانتک کہ گنگا کا ہاتھی بہت پامال ہوا اور بہزار دشواری رہائی حاصل ہوئی گنگا کا
ہاتھی پٹتے پٹتے بیدل ہو گیا اور اس شخص کو خفت بھی حاصل ہوئی مخبرون نے یہ خبر بادشاہ تک
پہونچائی چونکہ ایسے تماشے قدیم سے بادشاہون سے خصوصیت رکھتے ہین اُنکو بیحد ناگوار ہوا
لیکن علوئے حوصلہ کو کام فرماکر یہ خیال کیا کہ دونون سرکار کے ملازم ہین طرح دی کچھ تعرض
نکیا اسدن سے گنگا کو یہ شرمندگی تھی کہ میرا زبردست ہاتھی ایک کمزور ہاتھی سے پٹ گیا
اُس نے شہر کے فیلبانون کو جمع کیا اور صدہا روپیہ انعام مین دینے کا وعدہ کرکے اُن سے
کہا کہ اس کا ایسا علاج کرو کہ پاؤن بالکل درست ہو جائے عرصے تک علاج جاری رہا یہانتک
کہ چوٹ بالکل زائل ہو کر پانوَن سنبھل گیا - اب گنگا کے دل مین پھر یہ بات آئی کہ مسٹر ونسنٹ کے
ہاتھی سے اسکو لڑا کر اُسے بھگانا چاہیئے جب سرکاری فیلبانون سے اس باب مین مشورہ کیا
تو اُنھون نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے کہ اُس ہاتھی کا یہ مقابلہ کرے یا سامنے آئے
اسلیے کہ یہ حیوانات بیحد بزدل ہین اگر لڑتے ہین تو دلاوری کی وجہ سے نہین لڑتے بلکہ
جنون مستی کے عالم مین لڑ پڑتے ہین اور سر پر صدمہ اُٹھانے کی تاب نہین لاتے دانتون
وغیرہ سے مقابلہ کرتے ہین جب سر پر ضرب پہونچتی ہے تو اُسی وقت مستی نکل جاتی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکات عارضی ہے اگر شیر کی طرح ذاتی ہوتی تو ہزار معرکۂ جنگ
مین کبھی نہ بھاگتے گو اعضا کو صدمہ پہونچتا بلکہ جان پر نوبت آجاتی مگر فرار کا نام نہ لیتے بس
صلاح یہ ہے کہ اول اسکو خوب گرم دوا کھلائی جائے تاکہ بالکل ہوش وحواس مختل ہو کر
دوست دشمن مین فرق نہ سمجھے بعد اسکے دو تین بار دلیا دیا جائے تاکہ دلیر ہو کر خوف نکلجائے
چونکہ سرکاری ہاتھی خانہ بھی گنگا کی تحویل مین تھا ایکدن دو بھاگے ہوئے ہاتھی کارخانے سے بلائے

حوضے مین ہاتھی پر سوار جارہا تھا ایک پٹھان دور سے چلایا کہ ہمارا بند ٹوٹا ہے اگر کوئی ٹانگلے تو فرد وری پائے گنگا نے یہ آواز سُنکر ہاتھی سے اُتر کر اُسکا بند سی دیا اور خوشامد کی وہ تو شرمندہ ہوا یہ پھر ہاتھی پر بیٹھ گیا گنگا کے بعد اسکا پوتا اور جورو جائداد پر قابض ہوے۔

گنگا کی خرابی دولت

بادشاہ کے تمام اردلیون مین گنگا کی زیادہ عزت تھی وزیر بھی تمام امور مین اُسکی خاطر رکھتے تھے اور وہ بھی تمام کامون مین بادشاہ کے حضور مین نواب کا مددگار رہتا اور جسقدر ہوسکتا بلاے ناگہانی اُنکے سر سے ٹالتا رہتا تھا اگرچہ خلائق کا گمان یہ تھا کہ گنگا کو نائب کی دوستی کی وجہ سے اسقدر جرأت حاصل ہوئی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ نائب اور سبحان علی خان نے سمجھ لیا تھا کہ بدمزاج آدمی جو بادشاہ کے مزاج مین دخل پیدا کرکے اپنے رتبے سے باہر قدم رکھتے ہین اور اعتدال کی حد سے بڑھ گئے ہین نہ انکی دوستی پر اعتبار رکھنا چاہیئے نہ دشمنی سے بے خطر رہنا چاہیئے بس حزم و احتیاط کا لازمہ یہ ہے کہ انکو منزلت سے گرادینا چاہیئے اور پایۂ عروج سے تلے ڈالدینا چاہیئے۔ گنگا نے ایکدن مسٹر ونسنٹ سے کہا کہ ان دنون کہ میرا فلان نیا خریدا ہوا ہاتھی مست ہوگیا ہے لڑنا چاہتا ہے اور فلان ہاتھی آپکا بھی چندروز سے مست ہوکر لڑائی کے لیے حملے کرتا رہتا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ دونون اپنے اپنے ہاتھیونکو باہم لڑادین تاکہ اُنکا حال معلوم ہوجائے گنگا اپنے دل مین جانتا تھا کہ میرا ہاتھی اُنکے ہاتھی سے قوی ہیکل اور تنومند ہے ایک حملے مین اُسکو بھگادیگا شرط بدکر کچھ جیتنا چاہیئے دونون نے راضی ہوکر بے اطلاع بادشاہ کے اپنے ہاتھیونکو لڑایا۔ ایسا اتفاق واقع ہوا کہ گنگا کا ہاتھی اپنے ہی زور مین آپ زمین پر گر پڑا اسٹر ونسنٹ کے ہاتھی نے جو اُسکو پڑا ہوا پایا تو ایسا مارا کہ اُسکا ایک

دور سے بادشاہ نے اُنکو دیکھ لیا ایک انگریز کو دوڑایا کہ تم اہل ماتم ہو اسوقت اپنی جگہ پر موجود
رہنا چاہیئے مین آپ آتا ہون بموجب حکم کے لوٹ گئے بادشاہ تشریف لے گئے اور تعزیت کے
کلمات کہے اس عرصے مین خبر پہونچی کہ رزیڈنٹ آتے ہین روشن الدولہ نے استقبال کرنا چاہا
بادشاہ نے کہا کہ تمکو اپنی جگہ سے نہ اُٹھنا چاہیئے مین خود اُنکو لاؤنگا رزیڈنٹ آکر دو گھڑی تک
بیٹھے اور چند کلمے تعزیت کے کہکر چلے گئے گھڑی بھر کے بعد بادشاہ بھی اُٹھے نائب ساتھ ساتھ
فرح بخش تک گئے اس خیال سے کہ قدیم سے دستور تھا کہ اہل ماتم کو خلعت عطا ہوتا تھا وزیر کے
رفیقونکو پورا یقین تھا کہ حضرت نے استقبال کو منع فرمایا تھا اور ساتھ چلنے سے نہ روکا تو اسکا
سبب یہ ہو گا کہ دولتسرا مین پہونچکر خلعت دینگے لیکن کچھ ظہور مین نہ آیا مجبوراً روشن الدولہ
اپنے مکان کو لوٹ آئے اسکے بعد سب نے یہ سمجھ لیا کہ شاید جمعہ کو خلعت ملے جب اُسدن
بھی نملا تو اب یہ تصور کیا گیا کہ بادشاہ ان سے دل مین صاف نہین۔

۵ ماہ شوال سنہ مذکور کو چار گھڑی دن رہے دوبارہ بادشاہ روشن الدولہ کے
مکان پر آئے آج اُن کا مزاج نہایت برہم تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا علی طبیب مخاطب بہ مسیح الملک
پر بادشاہ کو نہایت اعتبار تھا اُنکے سوا کسی دوسرے سے علاج نہین کراتے تھے اور اُن کے
خاص آدمیون مین سے جو بیمار ہوتا اُس سے فرماتے کہ مسیح الملک کے سوا دوسرے سے علاج
نہ کراؤ بادشاہ مسیح الملک سے بہت بے تکلف تھے اکثر مسائل فقہیہ اور حالات مذاہب مین
اُن سے تبادلہ خیالات کرتے ائمہ علیہم السلام کے واقعات مین اُنسے گفتگو کرتے اس کثرت
ہمکلامی سے نائب دل تنگ تھے مگر مصلحۃً زمانہ سازی کیئے جاتے تھے حکیم صاحب بھی نائب
کے مزاج اور عادت سے کہ ایک وتیرے پر نہ رہتی خائف و ترسان تھے اتفاقاً اُسدن بادشاہ
نے مسیح الملک سے نائب کی کچھ شکایت بیان کی مسیح الملک نے یہ خیال کیا کہ یہانکی وقت کی خبر

اور آپ مکان کے دریچے مین کرسی پر بیٹھا اور دونون ہاتھیونکے درمیان مین اپنے ہاتھی کو
چھوڑا ایک اُنمین سے اسکے پہلے ہی حملے مین بھاگ نکلا اور دوسرا دو تین ٹکرین کھاکر فرار ہو گیا
اُسیوقت بادشاہ کے حضور مین اِس بات کا مفصل پرچہ گذرا چونکہ سابق مین اُن کا مزاج
نائب کارازمنگا سے بیان کردینے کی وجہ سے گنگا سے مکدر تھا ہاتھیونکے لڑانے سے زیادہ
برافروختہ ہو گئے اور برہم ہو کر نائب کو حکم دیا کہ گنگا کو قید کردین اُن کو دل وجان سے یہ امر
منظور تھا اسیلئے ۱۵ شوال ۱۲۵۲ھ ہجری کو قید کردیا اور صبح کو اُسکے کام دوسرونکے سپرد کردیے

نائب کے بیٹے کی موت پر بادشاہ کی سیاہ پوشی اور مسیح الملک طبیب خاص کے نائب کی تعریف کرنے پر اُنسے خفگی

۱۲۵۲ھ ہجری مین روشن الدولہ کا بیٹا جو محبوبن طوائف کے بطن سے تھا چیچک کے
عارضے سے مرگیا جو بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو ماتم مین سیاہ لباس پہنا روشن الدولہ کا بڑا بیٹا
محمد حسن جب در دولت پر آیا تو اُسوقت جہان پناہ نے اپنی صورت کو محزون بناکر رومال
جیب سے نکالا اور دونون آنکھون پر رکھکر آنسو پونچھے اور فرمایا کہ بارہا تمھارے والد سے
مین نے کہا کہ فلان سادات کو موقوف نکرین اور اگر اُنکی موقوفی مدنظر ہے تو ہر قصور پر ساعات
ماہ کی تنخواہ ضبط کرکے دوسرے طور پر خبرگیری اُنکی کرتے رہین میری بات نہ سُنی اور آخرکار اُنکا
وبال پڑا - اسکے بعد حکم دیا کہ تمام درباری سیاہ لباس ماتمی پہنین اور تین روز تک نوبت
نہ بجے جب محمد حسن رخصت ہو گیا تو لباس تبدیل کرکے صرف سیاہ فیتا بازو پر باندھ لیا
تیسرے دن کہ دوشنبہ تھا فاتحہ کی تقریب مین روشن الدولہ کے گھر تشریف لے گئے جسوقت
سواری قریب پہونچی تو نائب اپنے مکان کے بالاخانے سے تلے اُترکر استقبال کو کھڑے ہو گئے

سفارت کے طریق پر کلکتے کو قرار پائی تھی اور اس سفارت کے مقاصد کی درستی کے لیے تین لاکھ روپون کے قریب خزانۂ شاہی سے عنایت ہوئے تھے جب وہ روانہ ہوا تو پیچھے سے اُسکے بھائی کی گرفتاری کا واقعہ پیش آگیا اسلیے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم ہوگیا درستی کی صورت ظہور مین نہ آئی۔

بادشاہ کا ترکِ مے نوشی کرنا

روشن الدولہ کا حقیقی بڑا بھائی شرف الدولہ عرف محمد عباس شراب نوشی کی کثرت سے مخمور جام فنا ہوا بادشاہ اس سانحہ سے بہت متاثر ہوے اور اُس دن سے بالکل شراب سے اجتناب کرلیا یہ بات کسی کے وہم وخیال مین بھی نہ تھی کہ جو شخص اتنا بڑا شرابی ہو اور وہ اسطرح یک لخت چھوڑ دے اس کو جرأت بادشاہی بلکہ تائید الٰہی کہنا چاہیے۔

عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون کے ہاتھ سے بہت بدعت ہونا۔

سنہ ۱۲۵۳ ہجری کے عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون نے ایسی بے اندازہ بدعت کی کہ ایک مخلوق کو انکے ہاتھ سے ایذا پہونچی اگر ہتھیار بندی کی ممانعت نہ ہوتی تو بہت بڑا کشت وخون واقع ہوتا تاہم دو آدمیونکو پکڑ کر اُنسے کہا کہ تبرا کرو جب انھون نے انکار کیا تو کوڑون لکڑیون گھونسون اور لاتون سے اتنا پٹوایا کہ وہ مر گئے۔ ماہ ربیع الاول کی نوین تاریخ تک کوچہ و بازار مین اوباش برملا تبرا کرتے پھرتے تھے ایسا طوفان بے تمیزی برہان الملک کے

نائب کو پہونچتی رہتی ہے دنیاداری کا لازمہ یہ ہے کہ اُنکی تعریف مین چند کلمات کہے جائین
جب وہ سُنین گے توسمجھین گے کہ غیبت مین مجھکو بادشاہ کے سامنے کلمۂ خیر سے یاد کرتے ہین
تو بہت خوش ہونگے اور اپنی خیرخواہی پر محمول کرینگے لیکن مسیح الملک کو یہ خبر نہ تھی کہ مخولون
نے بادشاہ سے کہہ رکھا ہے کہ حکیم صاحب نائب سے سازش رکھتے ہین اُنھون نے روشن الدولہ
کی خیرخواہی مین چند کلمے ایسے کہے کہ جس سے شکایت کی تلافی ہوتی تھی یہ سنتے ہی بادشاہ کو
یقین ہوگیا کہ یہ شخص بلاشبہہ نائب سے گٹھا ہوا ہے اور بادشاہ کو یہ منظور تھا کہ جو کوئی ہمارا ندیم
ہے وہ دوسرے سے تعلق نہ رکھے اب شہریار مردہہ کو حکم دیدیا کہ مسیح الملک کو کبھی
اندر نہ آنے دے چھ روز تک یہ حکم باقی رہا ۔ بعدہ اس ضرورت سے کہ وہ بیگمات شاہی کے
معالج تھے اگلا حکم منسوخ کردیا ۔

بوجہ گستاخی کے چند انگریزون کا اخراج

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین ونسنٹ کا بھائی اور چار دوسرے انگریز بادشاہ کے مزاج
کی برہمی کی وجہ سے دربار سے نکالے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک رات بادشاہ کے ساتھ
بیز پر اکثر انگریز اور میمین کھانا کھاکر گرم صحبت تھے ایک انگریزی میم ونسنٹ کے بھائی کی
منظور نظر تھی اور اُسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس میم نے مینا سے شراب سے جام بھرکر گھونٹ
چڑھایا ونسنٹ کے بھائی نے اُسکے آگے سے جام کھینچکر باقی شراب پی لی بادشاہ کو یہ امر
ناگوار گذرا کہ ہمارے سامنے بےادبی کرکے اختلاط کرتے ہو ونسنٹ کے بھائی نے مستی کے
عالم مین کہا کہ ایسے بادشاہ ہم نے بہت سے بناڈالے ہین اس حرکت بیجا کی پاداش مین وہ
جیلخانے بھیجا گیا اور اُسکا کارخانہ تباہ ہوگیا اس واردات سے قبل مسٹر ونسنٹ کی روانگی

جبکہ خانم کا کام ابتر ہوا اور وہ خانہ نشین ہوئی تو فقیر محمد خان نے اُس زمین پر دوبارہ قبضہ کر لیا خانم نے بہت کہا کہ یہ امر آپکی شان کے لائق نہین جس چیز کو دیڈالتے ہین پھر اُسے نہین لیتے فقیر محمد خان نے پروا نکی جبکہ ماہ ذیحجہ ۱۲۵۲ ہجری مین خانم کی تقصیر بادشاہ نے معاف کی اور پھر پہلے رتبے پر پہونچی تو اُس نے روشن الدولہ سے کہا کہ مجھکو جو زمین جہان پناہ نے دی تھی فقیر محمد خان نے بجبر چھین لی اب اُن سے لیکر میرا قبضہ کرا دیجئے ورنہ جہان پناہ سے عرض کرکے جسطرح سے ہوگا لیلونگی روشن الدولہ کی طبیعت متامل تھی لیت و لعل کرتے رہے یہانتک کہ ماہ محرم ۱۲۵۳ ہجری آگیا اور اسکا چہلم ختم ہوگیا دھنیا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس سے پہلے حضور نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین راجہ درشن سنگھ کے ذریعہ سے دلوادی تھی کنیز نے وہان امام باڑے کا لنگر خانہ بنوایا تھا اور چند سال تک میرے قبضہ مین رہی اُن دنون مین کہ مورد عتاب ہوکر چند روز تک خانہ نشین رہی فقیر محمد خان نے پھر اُس زمین پر بجبر قبضہ کر لیا مین نے بہت کہا کہ یہ زمین جہان پناہ کی بخشی ہوئی ہے لیکن باز نہ آئے اور آمد و رفت کا دروازہ بند کرا دیا بادشاہ اِس بات سے کمال غضبناک ہوے اور روشن الدولہ سے فرمایا کہ فقیر محمد خان کسکا نوکر ہے مین نے اُس کو مع رسالے کے برطرف کیا ابھی میرے شہر سے چلا جائے ذرا توقف نکرے روشن الدولہ نے جو دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خان کو کھٹائی مین ڈالکر چینی کرے اُسیوقت اُنکو بُلا کر صورت حال بیان کی اور کہا کہ یہ مناسب ہے کہ اپنے متعلقین کو شہر سے باہر بھیجدو تاکہ تمھاری روانگی کا تہیہ مشہور ہوجائے اور اخبار کے ذریعہ سے بادشاہ تک خبر پہونچ جائے اگر ان دو تین دن مین غضب کم ہوگیا اور تمھارا ذکر نہوا تو مین بطور خود تمھارے جرم کو معاف کرا دونگا اور اگر بادشاہ یاد کرکے تمھارے حال کے جویا ہوے اور مزاج مین اُنکے خفگی معلوم ہوئی تو

عہد سے کبھی ظہور مین نہ آیا تھا۔

دھنیا کہاری کی وجہ سے فقیر محمد خان کا شہر سے نکالا جانا اور درشن سنگھ کا بھی ذلت اُٹھانا

دھنیا مہری اور ڈلوی مہری یہ دو کہاریان چھوٹی بڑی مشہور تھین دھنیا کہاری دوسو کہاریون کی افسر تھی بادشاہ کی ڈیوڑھیونکی نظارت اور خواصون وغیرہ کو سزا و جزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اس سے متعلق تھا اور محلات اُسکے سپرد تھے افضل النسا خانم خطاب تھا اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اُسکو دیا تھا بادشاہ اور بڑے بڑے آدمی اُسکو خانم کہتے تھے اور یہی لفظ دوسرونکی زبان پر جاری تھا ڈلوی کہاری پر بھی بادشاہ کی ایسی نظر مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے بقائے منصب و آبرو وغیرہ کے لیے اس سے آشنائی کر لی جب دھنیا کو پورا عروج حاصل ہو گیا تو عالیشان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری شروع کی۔ امام باڑہ اسکا فقیر محمد خان کے شترخانے کے قریب بنا تھا اسمین لنگر خانہ نہ تھا دھنیا نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین کا قطعہ اس شترخانے مین سے مانگا اور کہا کہ اسکا ثواب ہم تم دونونکو حاصل ہو گا اُنھون نے ٹکا سا جواب انکار کے ساتھ دیا دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہونچایا کہ مین نے سو گز زمین شترخانے مین سے فقیر محمد خان سے مانگی تا کہ وہان لنگر خانہ امام باڑے کا بنواؤن یہ زمین در اصل بادشاہی ہے جو کہ متعصب ہین اسلیے نہ دی بادشاہ نے ترش ہو کر درشن سنگھ کو حکم دیا کہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین پھر زمین کے نہ دینے کی کیا وجہ ابھی جا کر فقیر محمد خان سے زمین لیکر خانم کے امام باڑے مین شامل کر دے حسب الحکم راجہ درشن سنگھ نے بجبر وہ زمین امام باڑے کے شامل کر دی اور چند عرصے تک خانم ثواب یاتی رہی

ایکدن دھنیا نے کھانا نذر ائمہ کا بادشاہی محلات مین بھیجا درشن سنگھ نے ممانعت کی دھنیا نے آشفتہ ہو کر بہت لعنت ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دُشمن جانی بنگیا۔

بادشاہ کی فضول خرچی اور اپنی محلسرلے کو بدچلن وعیاش عورتون کی چھاؤنی بنا دینا

دھنیا مہری بادشاہ کے انعام واکرام سے اسقدر مالامال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اُس داد ودہش کا ایک نمونہ یہ ہے کہ ایکدن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط مین آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اُس شوخ چالاک وضع نے عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیونکی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ متعدد چھڑیان تیار ہون چنانچہ کئی چھڑیان بنین ہر ایک چھڑی طول مین گز بھر سے زیادہ اور دور مین دو اُنگل سے کم نہ تھی اور بڑے بڑے آبدار موتیونکی لڑیان گندھکر ہر ایک چھڑی اُن سے بنی تھی۔ دس مثقال سے کوئی موتی وزن مین کم نہ تھا جو چھڑی بادشاہ اُس مہری کے چھُواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن وادا دکھاکر بادشاہ کے ہاتھ مین سے لیجاتی تھی چنانچہ اسطرح کئی جواہرنگار چھڑیان اُسکے ہاتھ آئین۔

چار پانسو عورتین پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی ان مہریونکی ہمراہی مین تھین ایک سے ایک حسن وجمال مین غیرت آفتاب وماہتاب تھی سن وسال مین کوئی پری رخسار بیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی یہ عورتین پُرتکلف پوشاکون اور زیور سے آراستہ رہتی تھین ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھین اکثر امراے نامی اپنے تماشبین ان دلفریبون سے شب کو پہلو گرم کرتے تھے اور لکھنو کے

مجبور ہون اُسوقت شہر سے چلا جانا پڑے گا خانم کو روشن الدولہ نے بُلا کر بطور خود سمجھایا
کہ اگر زمین سے مقصود حصول ثواب ہے تو دُگنی موجود ہے بلکہ جسقدر کی ضرورت ہو قبضہ
کر لو اور اگر مطلب کچھ اور ہے تو تمھین اختیار ہے سبحان علی خان نے بھی مداخلت کرکے خانم کو
سمجھایا اور قسم لی کہ اب آیندہ بادشاہ کو یاد نہ دلاؤنگی اُس نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اپنی طرف
سے سبقت نکرونگی اگر جہان پناہ خود یاد کرکے پوچھ بیٹھے یا دوسرے ذریعہ سے خبر پہونچی
تو ایسی حالت مین مجبوری ہے اس طرح دو تین دن گذرے آخر بذات خود بادشاہ نے
ایکدن نائب سے دریافت کیا کہ فلان شخص شہر سے چلا گیا یا یہین چھپ رہا ہے عرض کیا
کہ جسدن اخراج کا حکم ہوا تھا اُسیدن اُنکے متعلقین کو شہر سے باہر کرادیا تھا لیکن خود
اُنکے ایکدم سے چلے جانے سے لاکھون روپیہ کا سرکاری نقصان ہوتا تھا کیونکہ وہ لاکھون روپے
مستاجر ہین اسلیے یہ نقصان سرکار کا روادار نہوا سال کا اخیر ہے اور دوسرے سال کی تشخیص کا
وقت آگیا ہے اسلیے تحصیل زر کے حیلے سے علاقے کو روانہ کردونگا اور جب مالگذاری کا تصفیہ
ہو جائیگا تو پھر شہر مین نہ آنے دونگا بعد اسکے روشن الدولہ نے فقیر محمد خان سے کہا کہ اب
یہی مناسب ہے کہ تھوڑے دنون کیلیے پرگنے مین جاکر رہو اسکے بعد بطور خود بلا لونگا فقیر محمد خان
نے اپنا چلا جانا مناسب سمجھا اور انیس ربیع الاول ۱۲۵۳ہجری کو پہر دن رہے لکھنؤ سے
اپنے وطن مرزا گنج کی طرف چلے گئے یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ
اور فقیر محمد خان کے مقابلے مین تصور کرنا چاہیے خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور
شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے مین جسقدر مرغ وغیرہ اور سیکڑون روپے کا غلہ تھا بارش
کی وقت کیوجہ سے تھا ہوا نکو دیدیا سبحان علی خان نے دیکھا کہ دھنیا کا رنگ بخوبی جما
تو اُسکے ہاتھون سے اچھے روشن شگوفے کے پامال کرانے کی فکر کی اور اُسکے کان بھر کر آمادہ کیا

سکہ زد بر سیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ   ظل سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

تعمیرات نصیر الدین حیدر

چھتر منزل اسکو بادشاہ نے واسطے سکونت محلات حرم کے تعمیر کیا تھا اور جسکے متصل کوٹھی فرح بخش مین آپ رہتے تھے اس مکان کا نام چھتر منزل اسواسطے قرار پایا تھا کہ اُسکے اوپر چتر طلائی بنے تھے نہ اس لحاظ سے اُسکو یہ نام دیا تھا کہ چہار منزلہ ہے جیساکہ بعض تصور کرتے ہین ۔

ولائتی باغ یہ باغ بھی نصیر الدین حیدر نے تیار کرایا تھا اور اس مین اکثر ولائتی درخت لگائے تھے اسی وجہ سے اسکا نام ولائتی باغ مشہور ہوا ۔ واجد علی شاہ نے اسکی چار دیواری کو بلند کرایا کیونکہ انکی بگیمات اکثر وہان جاکر سیر کیا کرتی تھین اور اس کے واسطے پردے کا مکان ضرور تھا ۔

نہر گنگ اس نہر کی کھدائی اس بادشاہ کے وقت مین شروع ہوئی تھی اور زر کثیر اس مین صرف ہوا علت غائی اس کام کی بہت مفید اور کارآمد تھی راجہ بختاور سنگھ نے یہ امر بادشاہ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ اس نہر سے پانی گنگا کا لکھنؤ تک آوے گا اور اسکے سبب سے تجارت اور زراعت کو بہت فائدہ پہونچے گا بلکہ اُنکو ترغیب دیکر کام شروع کروا دیا تھا چونکہ یہ امر علم سے تعلق رکھتا ہے اور کسی انجنیر کی صلاح اور مشورہ اس مین نہ تھا اسلیے یہ امر اختتام کو نہ پہونچا اور اکثر ٹھیکہ دارون کو جنھون نے کھدائی کا ٹھیکہ لیا تھا دولتمند کر دیا یعنی وہ لوگ روپیہ لیکر بھاگ گئے اور اس نہر کو ناتمام چھوڑا ۔

تارا والی کوٹھی اس تعمیر کو نصیر الدین حیدر نے بہدایت و سربراہ کاری کرنیل ڈلو صاحب

نوجوان طرحداران پر مرتے تھے شہر کی طرحدار رنڈیون کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا یہ سب عورتین بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ رہتی تھین جسوقت اس حسن وتجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوادار پر تخت سلیمان کی طرح دوش بدوش جاتی تھی اُس جلسے کے دیکھنے والونکو عالم قاف نظر آتا تھا۔

بادشاہ کا سکہ

اوائل ایام حکومت مین یہ سکہ تھا۔

بدھر سکۂ شاہی زدہ ز لطف الہ سپہر مرتبہ شاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ بد اگرچہ اس سکے مین اس طرح پیدا ہوگیا ہے کہ دھر پر ایک با بڑھائی ہے مگر زشتی اور بدنمائی سے خالی نہین۔ مصنف سکہ نے بہت سے نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کیے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب ولفظ کے جواز مین نہین ہے لیکن نقش بد کا وقوع ابتدائے سکہ مین بہتر نہین ہے اور بد معلوم ہوتا ہے پس سکہ یون تبدیل کیا[1]

سکہ زد بر سیم وزر از فضل حق ظل آلہ نائب مہدی نصیرالدین حیدر بادشاہ

مؤلف کہتا ہے کہ پہلے سکے مین بدھر کی جگہ بلک بیٹھ سکتا تھا۔ بعض کا یہ کہنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ آخری سکہ حکیم مہدی علی خان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز تخت نشینی کے جلوس مین معتمدالدولہ نے یہ سکہ مسکوک کرایا تھا۔ بعد اسکے ایک اور شخص نے یہ بیت سکے کیلیے بنائی مگر مضروب نہوئی۔

---

[1] دیکھو وزیرنامہ ۱۲

نصیر الدین حیدر طبع موزون رکھتے تھے

تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ بادشاہ کو کبھی کبھی اُردو اور فارسی مین بھی شعرگوئی کا اتفاق ہوتا تھا اُنکی اُردو کی یہ غزل بہت مشہور ہے بادشاہ تخلص کرتے تھے۔

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے | کہ ساقی لیے ساغر مشکبو ہے
سمایا ہے جب سے تو نظرون مین میری | جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے
جتاؤن مین کیا اپنا حالِ پریشان | عیان زلف دلدار سے مو بمو ہے
چلو تیر فرہاد پر فاتحہ کو | مگر آب شیرین سے لازم وضو ہے
نکل جاے دم تیرے قدمونکے نیچے | یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
ستایا ہے ناحق ہمین تو نے ظالم | یہ انصاف اللہ کے روبرو ہے
کیا چاک وحشت نے ایسا گریبان | نہ بخیے کے قابل نہ جائے رفو ہے
شفق بنکے ہوتا ہے گردون پہ ظاہر | یہ کس کشتۂ بے گنہ کا لہو ہے
عبث مجھکو ہنس ہنس کے دیتے ہو گالی | زبان کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے
اگر ابکی بولا شب وصل جانان | چھری اور مرغ سحر کا گلو ہے

رہے سایۂ پنجتن بادشہ پر
خداوند عالم نگہبان تو ہے

ولہ

بلبل شیدا نے پوچھا گل سے یون روز بہار | اے گلِ رعنا ترے دامن مین کیون لپٹے ہین خار

جو منجم شاہی تھے تعمیر کروایا تھا اور آلات نجوم بھی اسمین نہایت اچھے رکھے گئے تھے سلطان الاخبار مین کوٹھی دلکشا۔ مکان اندراسن۔ گلستان ارم۔ درشن بلاس و فرح بخش کی تیاری کو بھی انکی طرف منسوب کیا ہے اور کچھ اسمین غلطی ہے۔ انکے سوا امام باڑۂ ملحق عمارات چھتر منزل کربلا۔ گومتی پار و تخت گاہ بنام نہاد بارۂ امام محاذ حسین آباد آپ ہی کی عہد سلطنت کے یادگار ہین تخت گاہ مین قوم سادات کی دختران کمسن بہ لقب اچھوتی تلاش کرکے جمع کی گئی تھین جیساکہ تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین مذکور ہے۔

بادشاہ کا ہلاکت سے بال بال بچ جانا

نصیر الدین حیدر ایک روز گجر تھ کی سواری پر تزک اور اہتمام شاہی کے ساتھ جا رہے تھے راجہ بختاور سنگھ اپنے لوازم منصبی کی رو سے شمشیر برہنہ لئے ساتھ تھے دفعتہً ایک نمک حرام سیہ رو بد انجام بادشاہ پر حملہ کرکے رتھ پر پہونچ گیا راجہ معزی الیہ نے فوراً گھوڑا اڑا کر تلوار کے ایک وار سے سر اُسکا قلم کر دیا اس خدمت شایستہ کے جلدو مین بادشاہ نے تلوار اپنی کمر سے کھول کر عطا فرمائی یہ تلوار نادر شاہ کی تھی اجد وفات نادر شاہ احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آئی جب احمد شاہ نے مرہٹون پر چڑھائی کی اور شجاع الدولہ اُنکے پاس گئے جسوقت حضور مین پہونچے بخطاب فرزندی مخاطب فرمایا اور تلوار نادری جو اُسوقت شاہ کی کمر مین تھی کھول کر نواب کو عطا فرمائی اُس پر بہت سی عربی کی عبارتین اور فارسی کا شعر کندہ ہے [1]

[1] دیکھو تاریخ اجودھیا مؤلفۂ راجہ درگا پرشاد صاحب ۱۲

ملکۂ زمانیہ

اس کا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح مین تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اُسکے دو بھائی وارث علی خان اور فتح علی خان دہلی کے باشندے تھے بنارس مین سکونت اختیار کر لی تھی مرزا جوان بخت کے اُستاد شاہ عالم بادشاہ کے عہد کے منصب دارون مین سے تھے حسینی خانم نے انکے گھر مین روٹی کپڑے پر ایک مدت تک اوقات بسر کی جب یہ شخص بھی صدمات بے معاشی مین مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت مین لکھنؤ کو چلی آئی اور ایک فیلبان کے گھر مین جو اُس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی اس عورت کے ایک لڑکا جسکا نام زینب تھا اور ایک لڑکی فیلبان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھیے کہ اسی زمانے مین بادشاہ بیگم کے محل مین منا جان پیدا ہوا حسینی اُسکے دودھ پلانے کے لیے بادشاہ بیگم کے محل مین نوکر ہوئی غازی الدین حیدر زندہ تھے حسینی ادائے دلکش رکھتی تھی نصیر الدین حیدر اسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے اُنکی منظور نظر ہوئی[1]۔ پہلو گرم کیا اب محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیاں ایک بیٹا ساتھ تھے نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصون سمیت نصیر الدین حیدر کے ساتھ کہ ابھی شاہزادگی کی حالت مین تھے حسن باغ مین بھیجا یہان صحبت کا رنگ بخوبی جما تھوڑا بہت زیور و لباس عطا ہوا۔ جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو بی حسینی کو ملکۂ زمانی خطاب دیا اور فیلبان سے جو اُسکا لڑکا تھا اُسکو کیوان جاہ خطاب بخشا اور چھ لاکھ روپے کی جاگیر ملکۂ زمانی کو دی گئی اور وہ خزانہ جو فیض آباد سے بہو بیگم والدۂ آصف الدولہ کی ضبطی ہو کر آیا تھا اور تیس لاکھ روپیہ

---

[1] دیکھو محتشم ثانی ۱۲

ہے نزاکت سے گران سرمہ بھی چشم یار کو　　بار کاکل سے کمر کیونکر نہ لچکے بار بار
تیغ ابرو دیکھکر آئی ندا اے پادشہ
لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

فارسی کے بھی یہ چند اشعار تذکرۂ آفتاب عالمتاب اور روز روشن مین نظر سے گذرے ہین

مرحبا اے سندی عالم علم دہی　　ماہ برج عجمی شاہ سریر عربی
چون نسایند جبین بر در تو جن و ملک　　سرور جملہ رسولی و شہ جملہ نبی
اصل نور تو بود فرع ز انوار خدا　　بعد ایزد ز تو زیباست حوائج طلبی
بوے لطفے برسان پادشہم را بدماغ
اے گل تازۂ رنگین چمن مطلبی

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

برائی خانم

یہ عورت زمینداران مضاف لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور بہ مناجان کی مان ہے بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی مان ہین اس عورت کو حسن مین یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کرکے ڈوے کے طریق بہم پہونچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت مین وہ ڈولا انکو بخشا تھا چنانچہ مناجان اس سے پیدا ہوا اور یہ عورت عین جوانی مین دنیا سے گذری افضل محل اسکا خطاب تھا طلسم ہند سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ مناجان کی مان ایک کنیز تھی اور سکھ چین اسکو کہتے تھے ۔

حلقے ہوتے تھے اور سورج مکھی اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم وزرین غرق چلو مین چلتی تھی اور نقرئی طلا کار سکھپال مین جو بالکل زربفت سے مزین تھا اُس مین ملکۂ زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤن اور شاگرد پیشونکے ہجوم سے سواری کے آس پاس راستہ نہین ملتا تھا۔ سلطنت کا جو کچھ لوازمہ ہے وہ سب ملکۂ زمانی کے محل مین مہیا تھا باوجود اس رتبے کے حکیم مہدی علی بادشاہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت کے ساتھ یہ گرمجوشیان اور اُسکو اس مرتبے پر پہونچانا زیبا نہین غرض حکیم صاحب کی شعلہ زبانی نے ملکۂ زمانیہ کی آتش محبت کو بادشاہ کے دل سے سرد کر دیا اور اس سے ملکۂ زمانیہ کا وقار کم ہو گیا مگر وہ خزانہ جو خزانۂ قارون پر بھاری تھا ہاتھ سے نہین گیا فقط جاگیر ضبط ہو کر جو بیس ہزار روپیہ مقرر رہا کہ دس ہزار ملکۂ زمانیہ کی ذات کا تھا اور چودہ ہزار اُسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین علی خان نبیرۂ نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان ابن نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیاہی گئی تھی یہ بیاہ نصیر الدین حیدر نے کیا تھا اور یہی درماہہ وثیقہ قرار پایا۔ اور کئی برس کے بعد کیوان جاہ دریاے ہیضہ مین مرگیا کربلاے تالکٹورہ مین جو امام باڑہ اُسکے نام سے مشہور ہے دفن ہوا۔

مخدرۂ علیا ولایتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر مین ایک ہندوستانی عورت توم اجلاف سے تھی مسٹر والٹر کے نطفے سے اس عورت کے دو لڑکیان پیدا ہوئین جب وہ بالغ ہوئین تو والٹر اُنکو غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پیشکش کے لیے لایا نصیر الدین حیدر کو ایام شاہزادگی سے انہین سے ایک لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر سے کے

سکہ بنگالہ سے زیادہ تھا اور ابتک علحدہ کوٹھے مین رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل مین داخل ہوا اسکے سوا وہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی ملکۂ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے اپنے عہد نظامت مین غلام حسین چکلہ دار سلطانپور کے متروکہ مین سے ضبط کر کے غازی الدین حیدر کے عہد مین بھیجا تھا۔ ملکۂ زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے یہے دوسرا محل مقرر نہین ہوا تھا۔ بادشاہ نے کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اُنکی نیابت پر مامور ہوئے اب ملکۂ زمانی کا بازار بخوبی گرم ہوا کہ روز کشتیان مالا ہاے مروارید اور طرح طرح کے جواہرات بیش بہا سے لبریز اور اشرفیونکی تھیلیان ہاتھیون پر لدی ہوئین اسکی تحویل مین داخل ہوتی تھین۔ اس نے گولہ گنج مین ایک امام باڑہ بنوایا جو بسبب وسعت اور فراخی کے مشہور ہے مگر اس مین کوئی تعمیر لائق تعریف نہین وارث علی خان اور فتح علی خان شریک دولت تھے بھائی مشہور ہوئے اُنکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکۂ زمانی کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا وہان جاکر ان دونون شخصون نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا ہاتھ پانؤن نکالے بزم عشرت کو اس درجہ رونق دی کہ سو سو طائفے کسبیون کے رات دن ہر وقت حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر اُڑنے لگے اُنکا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی طرح چنا جاتا تھا دو شالہ پوش رفقا کھانے کو جمع ہوتے تھے اور جسوقت وہ ہوادار پر سوار ہوتے تھے تو رقاصان پری پیکر ستارونکی طرح آس پاس جمع ہوتی تھین اور رفیقونکا جمگھٹ پہلو بہ پہلو ہوتا تھا یہ سامان ثروت دیکھکر ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے بادشاہ کی نظر شفقت منا جان کی طرف سے پھر گئی اور اب کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے ملکۂ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دو سو ہاتھی نقرئی اور طلائی حوضون اور کارچوبی جھولون سے آراستہ جلو مین ہوتے تھے اور بہت سے دو برجی رتھون مین مغلانیان اور خواصین ہمراہ ہوتی تھین طلائی مرصع کار پنکھے جنمین بادلے کے

تاج محل

بھجو نام طوائف ساکن حسن پور بندھوا خوش وضع عورت تھی دو تین شخصون سے زیادہ ملاقات نرکھتی تھی پہلے مرزا جانی برادر مرزا علی خان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی دوسرے بھجو بیگ رسالہ دار نجف خانی سے محبت پیدا کی انکے علاوہ اور اکثر شہوت پرست لوگ اس سے راہ ورسم رکھتے تھے۔ میر غلام حسین چکلہ دار سُلطان پور بھی اُس سے ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھون روپون کا اُس سے وعدہ کرتا تھا لیکن اُس نے کنارہ کیا آخر لشکر سے نکالی گئی اس طوائف کی ایک لڑکی نہایت حسین تھی اُس کا نام حسینی تھا اور تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلون مین اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اُسکے جمال دلفریب پر شیدا تھا۔ نصیر الدین حیدر کی نظر پر چڑھ گئی بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور خورشید محل خطاب دیا۔ پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اُسکے سر پر رکھ دیا اور تاج محل خطاب عطا کیا ملکۂ زمانی کی گرمی بازار اسی کی گرما گرمی صحبت نے سرد کی بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل پایا اور عظمت وحشمت شاہانہ کے ساتھ بسر کی

سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین تخت نشینی کی سالگرہ کے جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا اُسکا بیان ہے کہ نواب تاج محل اتنی خوبصورت ہے کہ مین نے اپنی یاد مین ہندوستان کیا انگلستان مین بھی کہین اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہین دیکھی اسکا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا ہاتھ پاؤن چھوٹے چھوٹے نازک ہین اعضا کے تناسب کے علاوہ نقشہ ایسا سڈول کہ مین نے اس سے زیادہ دلاویز

خوف سے وصل کی صورت نہ بندھی اسکی صورت معمولی تھی مگر وہان کی مستورات
اُسے خوبصورت تصور کرتی تھین یہ لڑکی تعلیم یافتہ تھی یعنی زبان انگریزی کے علاوہ
اُردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ دونون بہنین جب اپنی مان کے پاس رہتی
تھین تو اپنے گزارے کے لیے دولتمند شرفا کے زین پوش کاڑھا کرتی تھین شکل وصورت
دونون کی واجبی تھی اس نے اپنی تصویر نصیر الدین حیدر کو بھیجی تھی جو فریفتہ ہوگئے
اور تخت نشینی کے بعد اُسکو مان سمیت طلب کیا اور نقد پچاس ہزار روپیہ اور لاکھون روپے کا
سامان دیکر مخدرہ علیا خطاب دیا اُسکی خوش قسمتی نے بادشاہ کے دل مین محبت کو ایسی
جگہہ دی کہ ایکدم جُدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُنکے دل کو
راحت پہونچتی تھی وہ بھی لیاقت کی پتلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی اور آداب مجلس کا
کمال رکھتی تھی۔ تاج محل سے شادی ہونے سے پیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے تاج محل
کے آنے کے بعد بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف سے پھر گئی۔ اسکی مان پہلے کان پور مین
علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب اُسکی بیٹی بادشاہ کے محل مین داخل ہوئی تو اب یہ
علی بخش ولائتی محل کا باپ مشہور ہوا اور پرگنۂ میان گنج مین ولائتی محل کی جاگیر پر مسلط ہوگیا
اور اسقدر صاحب امارت وثروت ہوا کہ اُسکی تعزیہ داری کا شہرہ لکھنؤ مین مشہور عام ہوگیا
اور نواب امیر مرزا اُسکی اولاد سے تھے جنھون نے عالم پیری مین حسن جوانی دکھایا۔ جادی طوائف
جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی اُسکے گیسوے شبرنگ مین طائر دل پھنسا امیر مرزا اُسیر فریفتہ ہوگئے
اُس سے نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے لاکھون روپون کا جواہرات اور زر نقد اس
تازی محبت مین نواب نے ہار دیا۔ امیرانہ عظمت وشان کے ساتھ باپ کا نام روشن
کیا ولائتی محل کے لیے چھہ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا۔

جو ہم قوم عورت سے تھا جواہر فروشی کی بدولت نصیر الدین حیدر کے دربار تک رسائی پیدا
کی اور اپنی اُس سوتیلی بہن کو محل سلطانی مین داخل کرادیا بادشاہ نے پھول محل اُسکو خطاب دیا

سلطان محل

حسینی نام ایک بازاری طوائف صورت دار تھی بادشاہ نے اُس کو بیگم بنا کر سلطان محل
خطاب دیا۔

بادشاہ محل

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اسکا بھی حسینی نام تھا اکثر ناچنے کے لئے بادشاہ کے
حضور مین حاضر ہوا کرتی تھی اور اُسکی ماں آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے بغل گرم رکھتی تھی
حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا یہ حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسنے آغا محمد کی
رسائی سے حمل کا مصنوعی نقشہ جمایا مورد شفقت بادشاہی ہوئی اُسکے لیے جُداگانہ محل
آراستہ ہوا بادشاہ محل خطاب پایا مگر کچھ دنون کے بعد یہ مضمون طلسمی مشہور ہوا کہ محل کی
عورتون نے وہ جادوگری کی کہ جادو کے زور سے پیٹ مین بچّے کو غایب کردیا غرض یہ
بادشاہ محل بھی تین ہزار روپے ماہوار کی وثیقہ دار تھی۔

بسم اللہ بیگم مخاطب بہ قدسیہ محل

یہ عورت قوم ترک خاندان نوروز بیگ خان اور ہمایون بیگ خان سے تھی جن کے
باپ کا نام دقیا بیگ خان تھا اور انکا گروہ مشہور ہے اپنے شوہر سے لڑ کر محل مین بادشاہ بیگم کی

اور دلکش چہرہ کبھی نہین دیکھا اسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی مسکینی حیا پروری اور حجاب مترشح تھا۔ پوشاک سرخ مخمل کی تھی اور بال بال مین موتی پروئے تھے زلفین شانون پر بکھری ہوئی تھین اور پیشانی پر ایک چھوٹا سا جھومر آویزان تھا جسمین بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ کانون مین بالیان تھین جن مین بیشمار زمرد اور موتی جڑے ہوئے تھے گلے مین متعدد موتیون کی مالاؤنکے علاوہ ہار اور کنٹھے تھے جو اُسکے حُسن کو دو بالا کرتے تھے نتھ مین دو بڑے بڑے موتی اور اُنکے بیچ مین ایک بیش قیمت زمرد آویزان تھا پیشواز اس قدر بھاری تھی کہ اُسے کئی پیش خدمتین سنبھالے ہوئے تھین اسمین شک نہین کہ خود نورجہان بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہوگی [۱]

نصیرالدین حیدر کے بعد اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین بن سید علی کے ساتھ ہوگیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور اس مطعونی کا شور وغل شہر کے گلی کوچے مین پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے کسی قدر سزایاب بھی ہوا مگر دونونکی اُلفت یکی تھی باہم مواصلت کی وہ سبیل نکالی کہ کسیکا خوف باقی نرہا دونون کربلا کو چلے گئے اور وہان باہم نکاح کر لیا اور مزے وصل کے اُڑانے لگے۔ تاج محل نے کربلا ہی مین چند سال کے بعد جمادی الاولی ۱۲۹۲ ہجری مطابق ۱۸۷۵ء مین انتقال کیا۔

پھول محل

بینی رام ساہو کار لکھنوی ساکن محلہ چکلہ نے عاشورن کسبی سے رسم آشنائی بڑھا کر گھر مین رکھا اس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بینی رام کے انتقال کے بعد اُسکے بیٹے رام دیال نے

---

[۱] منقول از اودھ اخبار مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۲ء نمبری ۶ صفحہ ۱۲

پشمینہ از قسم فرش مسند۔ تکیہ۔ لحاف۔ توشک وغیرہ قیمتی نشر لاکھ روپے سے بھر دیا
قدسیہ محل نے ایک لحہ مین وہ تمام پشمینہ اپنے نوکرون کو بخشدیا تین برس کے اندر تین کروڑ
روپے نقد صرف کیئے قدسیہ محل سے بڑھ کر لکھنؤ مین کوئی بیگم سخاوت مین نام آور نہین ہوئی

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا اس حمل کے ساقط کر دینے کے اتہام مین ایک محلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اُسکے ماتم مین لذت دنیا سے ہاتھ اُٹھانا

اب ایک واقعہ عجیب وغریب سُنیئے بادشاہ کو فرزند کی تمنا ہزار دل سے تھی اور آرزو جی
قدسیہ محل کی دل سے ہوا خواہ تھی اُسنے اس بات پر جمایا کہ نطفہ کسی اور شخص کا بادشاہ کے
نام سے بہم پہونچانا چاہیئے لیکن قدسیہ محل کسی دوسرے شخص کی ملاقات پر رضامند نہوئی
ناچار پہلے شوہر کو جو طلاق دیکر لکھنؤ سے بخوف گرفتاری کانپور کی طرف بھاگ گیا تھا
روپے کا طمع دیکر ہزار فریب سے طلب کیا وہ ناکۂ شہر تک آیا تو یہان سے صندوق مقفل
مین اور آلات تحائف کانپور کے ساتھ محلسرا مین پہونچا اور کئی مہینے تک پردے مین اپنا
کام کیا خدا کے حکم سے قدسیہ محل حاملہ ہوئی لیکن ان گناہ کا جانا خیریت سے نہین گذرا یعنی وہ حمل
فرزند ہشت ماہہ کا ساقط ہوا اور یہ خبر تمام محل مین پھیل گئی کہ پیاری نام محلدارنی نے
ملکۂ زمانی کے کہنے سے سحر و جادو کے زور سے یہ حمل ساقط کیا بادشاہ کو بہت غم و اندوہ ہوا

نوکری کے لیے آئی صورت اسکی بہت ایسی دلاویز نہ تھی مگر طالع بلند تھے بادشاہ کی نگاہ محبت اُسپر جا پڑی اُسکی ہر ادا دلفریب تھی حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا حکیم مہدی علی خان نے اس مرض کا اس ڈھنگ سے معالجہ کیا اور وہ نسخہ عمل مین لائے کہ شوہر نے اسکو طلاق دی نام اُسکے شوہر کا کسی نے مرزا بھجو بیگ اور کسی نے میر جھولی کلو ساکن کٹرۂ وفا بیگ خان لکھا ہے - بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت ایک دستار بند کی تھی حسن وجمال مین بے نظیر تھی بادشاہ کے متعہ مین آئی اور خطاب مخدرۂ زمان مہد عظمےٰ البلقیس دوران ملکۂ آفاق قدسیہ سلطان مریم بانو بیگم صاحبہ ہوا مگر مشہور قدسیہ محل کے ساتھ ہوئی ابتدا مین تو اس عورت سے اور بادشاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار تنازع اور خرخشہ پیدا ہو گیا اور باہم نہایت تفضیح آمیز باتین ایک دوسرے کو کہنے لگی - بادشاہ اس عورت پر نہایت مفتون اور فریفتہ تھے یہ عورت نہایت بلند ہمت اور سخی تھی اس نے آغا جی کے بیٹے قادر علی خان کو اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچہزار روپیہ روز ہر صبح جب غربا اور مومنین کو تقسیم ہوتا تھا تب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی تھی اُسکی فیاضی سے غریبون کی ہزارون نا کتخدا لڑکیان بیاہی گیئن اور جس شخص کی نسبت اُسکی ہم قومی کا لفظ مستعمل تھا وہ دولت و ثروت کو پہونچ گیا اُن مین سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہزار منت اور خوشامد سے ہم کلامی کے آرزومند تھے دوسرونکا حساب و شمار کیا اور جملہ محلات شاہی نے سواے ملکۂ زمانیہ اور مخدرۂ علیا کے قدسیہ محل کو نذرین گذرانین مگر ملکہ زمانی اور مخدرۂ علیا رضامند نہ ہوئین - ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مین نے نشیمن خانہ نہین دیکھا حضرت نے حکم دیا کار پردازون نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان

کرکے پوشاک بدلکر جان دینے پر آمادہ ہوئی پچاس ہزار روپے اور کئی ہزار اشرفیان توشے خانے مین موجود تھین اپنے بیٹے کو جو شوہر اول سے تھا بلاکر چار ہزار روپے دیکر کمال محبت کے ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کرکے روئی اور کچھ زر نقد اپنے نوکرونکو دیا اور یاس و حسرت کی باتین کین خواصون نے بہت فہمائش کی لیکن اجل دامنگیر تھی وہ پسا ہوا زہر نوروزی خانم کے ہاتھ سے لیکر کھالیا ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۲۱- اگست ۱۸۳۴ء کو یہ واقعہ ظہور مین آیا جب یہ جانکاہ معاملہ محل مین گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کھلی مرزا علی وغیرہ طبیبون اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان پر کھیل چکی تھی معالجہ قبول نکیا غرض اس کشمکش مین اُسکا کام تمام ہو گیا اور لاش کمال جلوس کے ساتھ کربلاے نو تعمیر واقع مکارم نگر مین دفن ہوئی بادشاہ نے اس غم مین لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور لذت دنیا سے کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ و ساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج والم مین یہ کلمات زبان سے سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صورت اچھی نہین معلوم ہوتی غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھون سے نجات نپائی ۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانو بیگم عالی صفات — حیف از دار فنا سوئے جنان ناگاہ رفت

تیرہ و تار از زمین تا چرخ شد در ماتمش — گوئیا زیر زمین از اوج گردون ماہ رفت

سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک قبول — حیف بلقیسے ز پہلوے سلیمان جاہ رفت

از مؤلف محتشم خانی

کیا گردش فلک نے صدمہ دیا ہے اعظم — عالم نے جسکے غم مین پہنا لباس ماتم

اور اُس محلدارنی کا شمشیرِ غضب سے کام تمام کردیا جب یہ ناوک تدبیر نشانے سے خالی گیا
پھر آتو نے دوسری مرتبہ بجو بیگ کو کان پور سے بلا کر اس خیال سے کہ پردۂ راز فاش نہو رنگ
ترغیب جمایا جس سے بادشاہ نے کوٹھی دلکشا مین قیام اختیار کیا یہان آتش حسرت فرزند
سینے مین مشتعل تھی اور کلام جگر سوز یاس و ملال کے زبان پر جاری تھے ایکدن ایک خواص
خاص نے بادشاہ سے اپنی حفظ جان اور حرمت کی سوگند لیکر پچھلی ساری کیفیت گوش گزار
کی اور کہا کہ نورن دائی اس معاملے سے بخوبی واقف ہے یہ بات سُنتے ہی بادشاہ کو بہت
غُصہ آیا اور قدسیہ محل کی طرف سے بالکل توجہ پھیر لی اور نورن کی طلبی کے لیے حُکم دیا
فتنہ پردازون نے جب یہ دیکھا کہ اب راز فاش ہوتا ہے اُس دائی کو پوشیدہ لکھنؤ سے کانپور
کی طرف بھگا دیا اور وہ ہاتھ نہ آئی۔ دریاے غم کی موج بادشاہ کے سر سے گذر گئی اور بادشاہ کو
بے انتہا پریشانی اور اندوہ پیدا ہوا ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ کی خلوت گاہ مین آنیکا
ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ اب مجھکو تجھ سے کوئی کام نہین اور نہ تجھکو مجھسے کوئی سروکار باقی ہے
قدسیہ محل نے عرض کیا کہ جناب کی طبیعت میری طرف سے پھر گئی دشمنونکے کہنے سے
فساد پر آمادہ ہین حیلہ ڈھونڈھکر میری خرابی کے درپے ہین حضور خوب غور فرمالین کہ مین عمدہ بیگم
کی طرح نہین ہون کہ اول اُسکو اپنی خدمت مین سرفراز کیا بعدہ ایک رکیک جرم پر
بے حُرمت کیا سر کے بال منڈوا کر بھنگی کے حوالے کردیا مین نے حضور سے ہمیشہ یہ بات
عرض کی ہے کہ خدانخواستہ جسدن بندگان حضور کی نگاہ میری طرف سے پھری اُسی روز
زندہ نہ رہونگی نقد حیات نذر محبت کرونگی۔ یہ سُنکر بادشاہ نے بے تکلف جواب دیا کہ مین نے
کسی کو یہان جان نثار راہ محبت مین نہین دیکھا جو اپنے آپکو ہلاک کرے قدسیہ محل کے
سر پر قضا کھیلتی تھی زہر منگوا کر نوروزی خانم کو جو جلیس تھی تفویض کیا اور اُسیدن غسل آخری

لینا چاہا ایکدن بادشاہ کو دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر بلایا اور زنانہ محل مین کہ عورات کا ہجوم تھا نذر گزراننے کے لیے اپنے اہل وعیال کو پیش کیا دختر مرزا باقر علی خان بن حسین علی خان سابق چکلہ دار روہیلکھنڈ کہ بظاہر سرخ وسفید تھی اُسکی جلد بدن باریک تھی آنکھین بڑی بڑی تھین ہونٹ پتلے تھے اور چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن نظر آتی تھی بادشاہ کو دکھائی ایک نگاہ مین بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف مائل ہوگئی اور مواصلت کے خواہان ہوئے نائب نے عرض کیا کہ یہ لڑکی قوم سے اشراف اور خاندان سے عزت دار ہے بازاری عورت نہین کہ حضور کا حکم صادر ہوتے ہی جیسے ہوسکے اپنے آپکو حاضر کرے اگر طبیعت مبارک اسکی طرف رجوع ہے تو اُسکے باپ کو شرفا کے طور پر راضی کرنا چاہیے اور سلاطین ماضیہ جسطرح اپنے جان نثارون کے ساتھ پیش آتے تھے اُسیطرح عقد شرعی کر کے خدمت مبارک مین سرفرازی بخشی جائے یہ صورت اُسکے والدین کی عزت کا موجب ہوگی اور بیاہ مین تکرار اور عذر کی جگہ نرہے گی روشن الدولہ کی عرض بادشاہ نے قبول فرمائی اور شادی کے سرانجام کے واسطے ارشاد کیا روشن الدولہ نے مرزا باقر سے اسطرح تذکرہ کیا کہ عورات مشاطہ نے آپکی بیٹی کا ذکر حضرت تک پہونچایا ہے حضرت اُس سے کتخدائی کے خواہان ہین اگر منظور ہو تو کار خیر ہے اسمین کوئی مضائقہ نہین مرزا باقر نے جوابدیا کہ مین ایک غریب خانہ زاد بادشاہ کا ہون بھلا یہ امر کیسے صورت پذیر ہوگا اول یہ کہ لوگ کہین گے کہ فلان شخص نے لالچ مین آکر یہ کام اختیار کیا ہے (۲) حضرت کے صدہا محل ہین تین روز رغبت کرکے خواص پورہ مین داخل کردینگے تمام عمر مین فضیحت ہوتا ہونگا اور بیٹی کہا کریگی کہ باپ نے جان بوجھ کر مجھے ڈبویا (۳) اگر بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کام اختیار بھی کرون تو فرمائیے کہ شادی کا جو دستور ہے حضور کے مقابلے مین وہ مجھ سے کیا ادا ہو سکے گا مین فقیر ہون وہ بادشاہ ہین بالفرض تمام اثاث البیت

دار فنا سے اُسنے صد حیف کی ہے رحلت | دستِ سخا سے جسکے تھا کامیاب عالم
بتیاب و بیقراری باگریہ آہ وزاری | ہر اک مین مین نے پایا اُسدن بچشم پُرنم
پندرھوین پنجشنبہ ماہ ربیع ثانی | سنہ یکہزار و دو صد پنجاہ تھے مسلم
سال وفات اُسپر پوچھا تو بولا ہاتف | کہہ خلد کو سدھاری قدسیہ بانو بیگم

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم والم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اُنکو عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر نہوتے تھے اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل مین سیر وشکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانون مین رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد مین کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا مین وہ خفقان جو گریبان گیر تھا لیے پھرتا تھا عجب قلق اور بے لطفی مین صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کامونکی طرف ذرا میلان نہ تھا روشن الدولہ وغیرہ درپئے فکر و انتشار مین ڈوبے ہوئے تھے اور یہ منصوبے باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ منعقد کرین تاکہ یہ کاوشین اُنکے دل سے دور ہون اس سے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شوہر تھی تجویز کیا جب یہ کلام زبان پر آیا اس نے کنارہ کیا اور بادشاہ کی طبیعت بھی اُسکی طرف رجوع نہوئی اسلیئے اُسکی شرطین نامنظور کین روشن الدولہ نے اب دوسری تجویز کی کہ قدسیہ محل کے چہلم کے بعد حضرت کا نکاح کسی ناکتخدا لڑکی سے کرانے کی تدبیر کی تاکہ غم غلط ہو جائے لیکن یہ کام دوسرے کے ہاتھ سے کرانے مین اپنی گرم بازاری مین نقصان سمجھکر خود اس کام کو اپنے ہاتھ مین

چند روز کے بعد اسی طرح روشن الدولہ کے مکان پر عقد شرعی بندھا اور جسقدر رسومات دولھا کے لیے ہندوستان مین مقرر ہین وہ بادشاہ نے محل مین جاکر بلا تکرار ادا کیے اور دُلھن کو سُکھپال مین بٹھاکر جہیز ساتھ لیکر شادان و فرحان محل خاص مین واپس آئے روشن الدولہ کے بیان کے موافق چودہ لاکھ روپے کا جہیز تھا محتشم خانی کے مؤلف نے اس تقریب کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے ؎

عجائب لطف برپا چودھوین شب تھا چراغان سے ۔ منور تھی زمین جون روز روشن ماہ تابان سے
فلک نقارہ تھا کہکشان خورشید و مہ جھانجھین ۔ ملائک شادیانہ دیتے تھے گردون گردان سے
جہان سے اُٹھ گیا تھا نام رنج و غم کا یکباری ۔ جدھر مین دیکھتا تھا سب نظر آتے تھے خندان سے
ہوا میری خرد کو فکر تاریخ اس عروسی کا ۔ نظر جب آئی یہ محفل نہایت لطف احسان سے
لکھا یون دیکھکر ہاتف نے عظم و شان شادی کا ۔ شرف بلقیس کو حاصل ہو نواب سلیمان سے

ولہ

شاہانہ جوڑہ پہنے ہوئے دیکھا شاہ کو ۔ تاریخ کی ہوئی فکر اس خیرخواہ کو
ہاتف سے کی رجوع پئے سال تہنیت ۔ بولا کہ مشتری سے ہوا وصل ماہ کو ۱۲۵۰

چوتھی اور چالے کی رسم ادا ہونے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ہماری بیگمات اس دُلھن کو نذرین دین پہلے جو ہماری شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی وہ والدین کی مرضی سے ہوئی تھی اور یہ شادی خود ہم نے اپنی پسند سے کی ہے دُلھن کا خطاب نواب ممتاز الدہر شاہ جہان بیگم مقرر ہوا اور اس تقریب کی بدولت باقر علی خان کے بازار نے رونق پائی اور اس ڈیوڑھی کے کارخانے برحاوی ہوئے اور باقر علی خان کے بیٹے نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس تازہ محل کا بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا

فروخت کرکے انتظام بھی کرلیا تو یہی حکم ہوگا کہ کوئی وکیل نکاح کے لیے چلا جائے اس صورت مین
تمام عمر یہی بدنامی رہے گی کہ فلان نے اپنی بیٹی سُرّیہ[1] طریق پر دیدی اور پھر کبھی میری
بیٹی کی عزت و منزلت نہوگی۔ روشن الدولہ نے جواب دیا کہ زمانۂ سلف سے آج تک
امرانے سلاطین کے ساتھ جو رشتہ داریان کی ہین اگر سب کو بدنامی اور طمع کا خیال پیدا ہوتا
تو یہ کام ہی منقطع ہو جاتا دنیا مین کوئی اسکو جانتا بھی نہین حالانکہ اس کام کا قدیم سے سلسلہ
تمام اقالیم مین جاری ہے اگر یہ احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کی دو دن گرم بازاری ہوکر رہ جائیگی
تو یہ بھی احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ جو صحبت ہوگی وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ نہوگی
اور یہ جو تم نے کہا کہ مین غریب ہون اور طریقۂ سُرّیہ عمل مین آئے گا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ کام
تم سے تعلق نرکھے گا اس لیے کہ مین نے اُسکو اپنی بیٹی بنایا ہے اُسکا بیاہ بڑی عزت و نمود کے
ساتھ عمل مین آئے گا غرض کہ ایسے کلمات سے مرزا باقر کو راضی کرکے بادشاہ کے حضور مین
عرض کیا کہ لڑکی کے باپ راضی تو ہو گئے لیکن ایک حجت رکھتے ہین کہ حضرت سر پر سہرا باندھ کر
اور امیرون اور عزیزون کو ہمراہ لیکر اُنکے مکان پر تشریف لیجائین خانہ زاد کو اس بات سے
وقت معلوم ہوئی اور ایسی حجت پکڑی کہ وہ لاجواب ہو گئے مین نے اُنسے کہا کہ کیا مضائقہ حضرت
بہ نفس نفیس تشریف لاوینگے لیکن اُنکی شان شاہانہ کے مطابق جہیز بھی چاہیے مرزا سمجھے کہ جہیز مین
دس بارہ لاکھ روپے سے کم صرف مین نہ آئین گے مجبور ہو کر ساکت ہو گئے باقی سوالات اُنکے
مین نے قبول کر لیے اور جہیز کا بار اپنے اوپر لے لیا اب التماس یہ ہے کہ اُس لڑکی کو اپنے مکان پر
مایون بٹھاؤنگا اور تمام مراسم شادی کے ادا کرونگا حضرت کوئی تاریخ سعید قرار دیکر سہرا سر پر
باندھکر رزیڈنٹ اور تمام امرا اور رشتہ دارونکو ساتھ لیکر نوبت و نقارے کے ساتھ تشریف لیجائین
اور اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ وہ بھی حضور کا مکان ہے بادشاہ نے قبول فرمایا اور

دل کو نہ بھاتی غرض کہ شرم وحیا کے جوہر کی وجہ سے بادشاہ کے دلکو روز بروز اس نو
عروس سے نفرت پیدا ہونے لگی - اُسکی مان گمانی خانم مرزا مہدی علی خان کی بیٹی تھی محل
مین اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اسکے مزاج سے بیکاری کے ایام کی خست نہین نکلی تھی اسوجہ
سے کفایت شعاری کی فکر مین ہمہ تن مصروف تھی اور جزرسیون پر نظر تھی چنانچہ دو ہزار
روپیہ نوعروسی کے دن تقسیم انعام کے لیے مرحمت ہوا تھا وہ صرف نکیا اور باورچیخانے سے
جو روٹیان آتی تھین بچی ہوئی روٹیونکو دھوپ مین سکھوا کر جمع رکھتی تھی ایکدن بادشاہ نے
شیرینی کی فرمائش کی گمانی خانم نے بازار سے دو روپیہ کی مٹھائی منگادی جو بادشاہ نے
چکھی بھی نہین یہ جزرسیان بادشاہ کے ترشی مزاج کا باعث ہوئین آخر آشفتہ ہو کر کچھ دنون کے
بعد اُدھر سے رغبت پھر گئی - ایکدن خلوت مین بادشاہ پلنگ پر عرض مین لیٹ گئے
پائنتی کی طرف وہ نوعروس بیٹھی تھی شوہر و مرد کے ایک جا ہونے کی وجہ سے مکان غیر سے
خالی تھا ناگہان بادشاہ نے غل مچایا کہ مارے ڈالتی ہے خواصون نے دوڑ کر حال دریافت کیا
فرمایا کہ یہ عورت میرا گلا گھونٹتی تھی اسکو مارو اور لیجا کر خواص پورہ مین ڈالدو کہاریون نے
اُس بیگم کو خلوت سے کشان کشان نکالکر سیکڑون رسوائی و ذلت کے ساتھ قید ظلمت مین ڈالدیا
پھر صحبت بادشاہ کی اُس ہجران نصیب کو حاصل نہوئی اور کنگال محل نام قرار پایا -

عباسی محل

سید مظفر حسین خان کچھ دنون مختار الدولہ کی نیابت مین ممتاز رہے تھے انکے فرزند شمس الدین خان نے
ایک کسبی گھر مین ڈال لی تھی اسکے بطن سے کئی لڑکیان پیدا ہوئین انہین سے ایک نہایت حسین تھی
وہ بادشاہ کی خدمت مین مشرف ہو کر منظور نظر ہوئی زیادہ خوشی کرنا اسکی قسمت مین نہ تھا مرض عرق النسا

اور علاقۂ محمدی کی چکلہ داری ہاتھ آئی اور بیش قرار تنخواہین دونون باپ بیٹونکی سرکار شاہی سے مقرر ہوئین ابتدا مین رتبہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش سے آصف الدولہ کے محل تک آٹھ گھوڑونکی سیج گاڑی پر بادشاہ کے ہم پہلو سوار ہوتی۔

ایکدن آدھی رات کے بعد بادشاہ محل مین آکر سونے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھ گئے اور اُس نو عروس کا انتظار کرنے لگے اور وہ بوجہ لحاظ ادب کے طلب فرمانے کی متوقع تھی کہ یکایک برہم ہوکر دھنیا مہری سے کہا کہ مین بہت عرصے سے تنہا بیٹھا ہوا انتظار کر رہا ہون اور یہ اپنی جگہ سے نہین ہلتی دھنیا نے عرض کیا کہ نو عروس ہین اسلیئے شرماتی ہاین رفتہ رفتہ کم حجاب ہو کر جو کچھ حضور کی مرضی ہو گی اُسکے مطابق عمل کرینگی اس بات سے اور زیادہ بگڑے اور کہا کہ ہم کو مدت سے معلوم ہے کہ تجھکو نواب سے سازش ہے اس لیے باتین بناتی ہے یہ کہکر پلنگ سے اُٹھے دھنیا سمجھی کہ بیگم صاحبہ کو اسوقت مارینگے اور اُنکی عزت خراب کرینگے اس لیے دوڑکر اُسنے حضرت کی کمر پکڑلی اور بیگم کو تکلیف دینے کے لیے نہ چھوڑا جب بادشاہ نے خوب زور کیا تو خود دھنیا زمین پر گر پڑی بادشاہ نے دھنیا کے سینے پر چڑھکر اتنا مارا کہ بدن مین کئی جگہ ورم آگیا دھنیا چلائی کہ اے بیگم صاحبہ شرم وحیا کو دور کرکے آئیے اور مجھے بچائیے غرض کہ بیگم اُٹھین اور بادشاہ کا ہاتھ پکڑکر پلنگ پر لے گیئن اور دھنیا نے رہائی پائی۔ بادشاہ کی طبیعت کو مدت سے یہ عادت تھی کہ جسقدر عورت بے حجاب اور چالاک ہوتی وہ اُسے پسند کرتے تھے اور یہ بات ایسی عورتون مین پیدا ہو جاتی ہے جو عیاش ہون ہر قسم کے آدمیونکی آنکھین دیکھی ہون شوقین مردونکی صحبت خوب پائی ہو اور جو عورتین مکانون مین نہایت شرم وحجاب کے ساتھ پلتی بڑھتی ہین اپنے مردان محرم کے سوا غیر پر نظر ڈالنے کا موقع نہین پاتین اُنھین بیحجابی کہان سے ہو لیکن بادشاہ ایسی عورت کو ناپسند کرتے تھے رشک جو بھی ہوتی تو اُنکے

اسیطرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی کی صورت ظہور مین آتی تھی اور
اکثر کم قسمت بے نیل مرام مفت بدنام ہوکر جاتی تھین اور بعض بدوضع خراب حال دربانون سے
اُلجھ کر رہجاتی تھین بہت کم عورتین خلوت خانۂ شاہی تک پہونچکر آرزوے دلی سے کامیاب
ہوتی تھین اسپر بھی سیکڑون عورتین عیش محل مین داخل ہوئین انمین سے اکثر عورتین
نہایت طرحدار تھین جنکے دیکھنے سے زن مرید دیگی بھوک پیاس دور ہوتی بادشاہ کی اس
زن پرستی نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمۃ للہ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبرین
رزیڈنٹ تک پہونچین اور ادھر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سُلطان بہو کی زندگی مین اُسکی حقیقی بہن کے حسن وجمال پرجو شوہر دار تھی فریفتہ ہوکر اُس سے نکاح چاہنا اُس عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نامنظور کرنا اس لیے اُنکا لکھنؤ سے خارج ہوجانا

شاہزادۂ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے اُنکی ایک
بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منعقد تھی اور ابھی اس سے صورت مواصلت ظہور مین
نہ آئی تھی کہ اُسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی۔ یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر بوجہ تخالف
مذہب شیعہ وسُنی کے زن وشوہر مین ناموافقت پیدا ہوکر علٰحدگی ہوگئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے
لکھنؤ کی بود و باش کی وجہ سے طریقۂ اثنا عشری اختیار کیا تھا اور اسمین بہت غلو تھا اور اُنکے
تمام بیٹے اور بیٹیان اسی رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے اور مرزا سلیم بخت میر محمدی خلیفہ مولوی

اور دق مین مبتلا ہو کر مر گئی عباسی محل خطاب تھا۔

عورات عیش محل جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچ گئی تھی اور اسامیون کے لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تھین

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمین سیکڑون عورتین جمع ہو گئی تھین اُنمین سے ایک بھنگن بھی تھی جسکا خطاب صاحبہ محل تھا ایک کلاونت کی دو بیٹیان تھین انمین سے ایک کا خطاب مہتاب محل دوسری کا آفتاب محل تھا رذیل قوم کی اور بہت سی عورتین اس محل مین داخل اور صاحب خطاب تھین جب یہ بات شہر اور علاقے مین شائع ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے کسی پر پسند نہین تو جس دشمن آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو مین خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا اور اکثر نیک چلن اور بدچلن عورتین دولت و حشمت کی تمنا مین ہزار جان و دل سے مشتاق تھین کہ بادشاہ کے محل تک کسیطرح رسائی ہو اور بہت عورتون نے بادشاہ کے محل مین نوکر ہونے کی آرزو پر شوہرون کو جواب دیا بادشاہی خواجہ سرا اور کہاریان ہولکے گھوڑون پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھین اور خوبصورت عورتونکو زر و زیور کی طمع دیکر عیش محل مین پہونچاتی تھین اگر انکا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی چھوٹی قوم والونکا تو یہ حال تھا اور ارباب آبرو کی عزت پر آبنی تھی اور الامان کا لفظ زبانون پر جاری تھا بہتون نے جلاے وطن اختیار کیا شہر پر لات ماری اور یہ قاعدہ جاری تھا کہ جو عورت عیش محل مین داخل ہونے کی اُمید پر در دولت تک پہونچتی تو وہ چند روز پہرہ والون اور دربانون کے زمرے مین قیام پذیر ہو کر راجہ درشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی پہلے راجہ کا نائب اُسکے دیدار سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی معتمد کو سونپتا

چلے گئے اور ۲۹ - ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری مطابق ماہ ۲ - فروری ۱۸۳۵ء کو آگرے مین انتقال کیا۔

فضل حسین خان کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میر منشی رزیڈنسی کی مداخلت سے اس بلا کا اُسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اُنکی زوجہ حضرت بیگم بنت مرزا جُمّا شوہر کے مال و اسباب پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد عمر تمیز کو پہونچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لئیق اور صاحب علم تھے وزارت لکھنؤ کی تمنا مین اُنکے مقدمے نکلتے اور لندن تک پہونچے اور دوسرے بیٹے نے جسکا مزاج لا اُبالی تھا تھوڑے دنون مین بہت سا روپیہ خرچ کیا آخر کار دونون بھائیون مین آتش نزاع بھڑکی بنارس سے لکھنؤ مین آئے۔ فضل حسین نامی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا اُنکا رفیق تھا اگرچہ یہ شخص تماشبین تھا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا اور رسم پیام جاری کی۔ نصیر الدین حیدر جو ہزار دل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تھے اسکے طلبگار ہوئے فضل حسین نے التفات حسین خان میر منشی رزیڈنٹی کی قوت سے بہزار خرابی اس رسوائی کو روکا۔

بادشاہ کا اولاد ہونے کے لیئے فقرائے اسلام و ہنود سے دعائین لینا

بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے کیونکہ وہ

فخر الدین چشتی سے بیعت رکھتے تھے ہر چند اُنھون نے اپنا رنگ جمایا کہ اُس بہار بوستان عصمت کو اپنے رنگ پر لائین مگر اس کوشش مین کامیاب نہوئے آخر کار زن وشوہر مین نفاق ہوا یہانتک کہ مرزا سلیم بخت نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علحدہ کرکے جانب لکھنؤ رخصت کیا شہرۂ حسن وجمال اس بیگم کا عالمگیر تھا - ملکہ بیگم ایکدن اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولت سرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے لیئے گئی - خدا داد حسن اُس کا بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور خواستگار عقد ہوئے - چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے خلاف شان تھا انکار کیا اور رزیڈنٹ کے ذریعہ سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آئے مگر یہ عقدہ حل نہوا رزیڈنٹ نے کہا کہ مجھکو بادشاہ کی محلسرا تک دسترس نہین آپ سے جو ممکن ہو تدبیر کیجئے - سلیمان شکوہ نے کرنیل کارز کو جو اُنکا سمدھی تھا کاسگنج سے عجلت کے ساتھ بلایا اور اس معاملے مین مدد چاہی اُسنے لکھنؤ مین بادشاہ سے ملاقات کرکے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا جہان پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچے گا مجبور ہوکر اجازت دی کرنیل ڈیوڑھی پر جاکر ملکہ بیگم کو برضا خواہ بے رضا سوار کرالایا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی اور سلیمان شکوہ کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر ہوا یہ ہزارون روپون کے قرضدار تھے قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تھا اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زر قرضہ اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تھا کہ رعایا لکھنؤ کا زر قرض جس صورت سے ہو سکے ادا کرو اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو معتمد الدولہ کی بدولت مقرر ہوا تھا موقوف ہوا ناچار کرنیل کارز نے اپنی پاسداری سخن کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد اپنے پاس سے دیکر زر قرضہ ادا کیا اور تمسک اپنے نام کا لکھا لیا فقط ساڑھے بہاری لال کا روپیہ جو زائد رقم تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ اہل وعیال اور اسباب ومال اُٹھاکر کاسگنج کو

بادشاہ کے مزاج مین آتو جی کی مداخلت

نجبن طوائف جو راجہ جھاؤلال کے گھر مین پڑ گئی تھی اُسکی خواصون مین سے ایک خواص آتوجی کہلاتی تھی اور پانڈے صاحب لالے سے جو رائے بالکرام عرف بڑے صاحب کا بڑا بھائی تھا آتوجی کی آشنائی تھی اُس سے آتوجی کے دو بچے بھی پیدا ہوئے تھے جب جھاؤلال کا کارخانہ بگڑا اور نجبن کا زنگ عشرت زمانے نے خراب کیا تو آتوجی نے اشرف آباد کے ایک کایستھ کے ساتھ جو جھاؤلال کے رشتہ دارون مین سے تھا تعلق پیدا کر لیا اور ایک بچہ اس سے پیدا ہوا معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کے دنون مین روشن الدولہ سے بیسواڑے کا علاقہ متعلق تھا تو یہ اُنکے گھر تلاش معاش کے لیے آنے جانے لگی - یہ عورت جوانی مین نہایت خوبصورت تھی باتین ایسی شایستہ تھین کہ ہر ایک آدمی کو اپنے کلام سے شیفتہ و فریفتہ کرتی تھی بادشاہ شب کو قدسیہ بیگم کے محل مین رہے عادت اُنکی رات بھر جگنے کی تھی اور بے شغل کے رات کا گذرنا مشکل تھا اُنھون یہ چاہا کہ چند معمر اور جہاندیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ عورتین یہان رکھ لی جائین جو رات کو اچھی اچھی حکایتین اور دلچسپ قصے بیان کر کے دل بہلائین حکیم مہدی علی خان نائب سے یہ بات کہی اُسوقت روشن الدولہ حاضر تھے اُنھون نے کہا کہ اگر مجھکو اجازت ہو تو ایک ایسی عورت کہ جسکا مثل اس شہر مین نہین موجود کر دون اور آتو کو بخوبی تعلیم کر کے مہدی علی خان نائب کے مکان مین بھیجوا دیا وہ آتو کی باتون سے ایسے راضی ہوئے کہ اپنی طرف سے خفیہ نویس بنا کر اُسیدن قدسیہ بانو بیگم کے محل مین بھیجوا دیا اور یہ نجانا کہ یہی آفت زمانہ میری وزارت کے زوال کا باعث ہوگی غرضکہ چند روز مین علامۂ روزگار آتو نے بادشاہ اور قدسیہ بیگم کے مزاج مین

مُنّا جان کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے۔ فقرائے مرتاض اور سادات نامے سے دعا کے خواستگار ہوئے چنانچہ عیش باغ مین خاص اس کام کے لیے فقرائے اہل اسلام کے لیے مُصلّے اور خاکساران ہنود کی دھوتیان جمی ہوئی تھین اُس باغ مین ان لوگون کی برکت سے رات دن فیض کا چشمہ آب روان کی صورت جاری تھا نعمت دنیا کی اور غذائین خوشگوار موہن بھوگ اور شیرمال مزہ دار فریقین کے لیے مہیا تھے کسی نے طلسمی نگ سحر وافسون کا جمایا اور کسی نے محراب فلک کی طرف دعا کا ہاتھ اُٹھایا کہ آب نیسان بادشاہی کسی صدف مین پڑ کر گوہر شاہوار کی صورت دکھلائے۔

بادشاہ کی اناکے بیٹے آغا مرزا کی سرکشیان

بادشاہ کی انا کی ثروت اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ اُسکے داماد میر نوروز علی نے جناب عباس کی درگاہ کے قریب محلۂ رستم نگر مین ایک عالیشان عمارت بنائی اور امام باڑے کو لاکھون روپئے کے شیشہ وآلات وغیرہ سے سجایا۔ اس انا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشی حکومت کے ساتھ اس زور پر تھی کہ حکیم مہدی علی خان کا رنگ پھیکا تھا اسکی بے اعتدالی اور ستم شعاری نے خلق اللہ کو ایسا بیچین کیا کہ رزیڈنٹ تک استغاثہ ہوا اور اُس نے بادشاہ تک پہونچایا پھر بھی آغا مرزا اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہ آیا اس کے معاملات مین کوتوال کی دال نہین گلتی تھی اور عدالت کا عملہ اس کی شرارت سے عاجز تھا پندرہ بیس لاکھ روپے کا آدمی تھا نوروز علی نے جب قضا کی تو کربلائے تال کٹورہ مین ضریح کے قریب اُس کا مدفن تجویز ہو کر تکرار کی نوبت آئی وارثان خدابخش نے رزیڈنٹی مین استغاثہ کیا مگر کچھ نہ چلی

پرورش کرنے والی) کہا کرتے تھے - باورچیخانۂ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا جگنا خانم اور نوروزی خانم براتی خانم کی بیٹیں دستی مین تھین انمین سے جگنا خانم کو آب خاصہ کی خدمت تھی اور نوروزی خانم سے متعلق خاصدان کا کام تھا انمین سے ہر ایک کو پان پانسو روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی ہزارون روپے انعام مین پاتی تھین اور اکثر اسیران شہر جنے کے روشن الدولہ ہزارون روپے انکو لیلیے دیتے تھے کہ بادشاہ کے سامنے انکی سعی کرتی رہین انکی دولتمندی اور ثروت زبان زد خلائق تھی - براتی خانم کی دو بیٹیان تھین ایک کی شادی مرزا ذاکر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی اس تقریب شادی مین بادشاہ آپ شریک ہوئے اور لاکھون روپون کا سامان جہیز مین دیا اور دوسری بیٹی بندہ علی خان سے بیاہی تھی جو علامۂ تفضل حسین خان کے خاندان سے ایک چالاک آدمی تھا براتی خانم کی یہ آبرو تھی کہ اکثر روشن الدولہ اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے در پردہ اسکے پاس جاتے تھے - ساٹھ ہزار روپیہ مہینہ مصارف خاصۂ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) مین براتی خانم کے ہاتھ سے صرف ہوتا تھا اور بادشاہ کے دل مین اُسکا اسقدر اعتماد تھا کہ خاصے پر اُسکی مُہر لگتی تھی براتی خانم کے دونون داماد اور تیسرا بیٹا فتح علی خان یہ تینون شخص سفلہ پرست اور لاابالی مشرب تھے - اُنھون نے بھی بڑی بڑی عمارتین بنوائین جگنا خانم اور نوروزی خانم کے شوہر واقربا بھی امیر کبیر تھے اور آنکھونمین شراب نخوت کا نشہ چھا رہتا تھا یہ لوگ علاوہ نمائشی اشیاء کے عشرۂ محرم مین تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے -

جلسہ والیان اور اُنکے لباس وغیرہ کے مصارف

بادشاہی محلات مین صاحب مرتبہ اور دولتمند عورتون کا ایک فرقہ تھا جنکے رشک و

وہ دخل پیدا کیا کہ جبتک وہ نہوتی بادشاہ نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے سونا اور جاگنا
اُس پر موقوف تھا جب محل مین داخل ہوتے تو اول اُسے پوچھتے کہ کہان ہے پھر دوسرے
سے بات کرتے بادشاہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آتو ایک لحظہ کو میرے پاس سے جُدا ہوتی
ہے تو تمام کام میرے گنجفے کے مانند ابتر ہو جاتے ہین آتوجی نے رفتہ رفتہ مشورے مین شریک
ہو کر فکر و تدبیر کا وہ رنگ جمایا کہ مہدی علی خان کی وزارت اُسی کی کوشش سے گئی
اور روشن الدولہ کی وزارت اور سبحان علی خان کی نیابت اُسکے ذریعہ سے رونق پذیر تھی
اس عورت کی تدبیر پر امور کلی و جزئی مین بڑا اعتماد تھا اور حقیقت مین اُسکی دور اندیشی اور
دانائی مین شک نہین - آتوجی کے بیٹے کا نام قادر علی خان تھا جسنے عمدہ عمارات اور ایک
عالیشان مسجد گولہ گنج مین بنوائی قدسیہ بیگم کی طرف سے پانچہزار روپیہ روز یہ شخص مومنونکو
تقسیم کرتا تھا اکثر حاجتمند اسکے دست نگر تھے اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے
پیش آتا تھا دس بیس لاکھ روپونکا آدمی مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل و عقد اس سے متعلق تھا
جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری چھوڑ کر لکھنؤ مین آیا تو اُس نے بخشی گری کے لیے
درخواست کی اور یہ بات لوگون کے سامنے بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور مین نہ آئی تو روشن الدولہ
کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے ایسا کلام اُسکی زبان سے آتوجی کی پشت گرمی سے
نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ جھاؤلال کے خاندان سے تھا اور آتوجی کی آغوش
تربیت مین پرورش پائی تھی آتوجی کے خواص و خدمتگار وہ مرتبہ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر
اُنکی توجہ کے آرزومند تھے -

براتی خانم - جگنا خانم اور نورونی خانم کا رسوخ

براتی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے دَدَا (یعنی)

کروڑ روپے خزانۂ عامرہ مین رکھے تھے جسکے کوٹھے پر مُہر لگی رہتی تھی غازی الدین حیدر کے وقت مین انمین سے بہت سا روپیہ صرف ہوکر تخمیناً ساڑھے چھ کروڑ روپے خزانے مین باقی تھے وہ نصیرالدین حیدر کے ہاتھون سے اسطرح خرچ ہوے کہ ابتداے جلوس مین دو کروڑ روپے کے قریب خرچ مین آئے انمین سے نقد باون لاکھ روپے تو معتمدالدولہ آغامیر کو اور ساڑھے تین لاکھ روپے مہاراجہ میوہ رام اور سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور بیسر فضل علیخان اعتمادالدولہ کی معرفت رنگ محل کے وثیقے کے لیے کروڑ روپے اور خود اعتمادالدولہ کے وثیقے کے واسطے چوبیس لاکھ روپے نئے بھیجے گئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپے ملکۂ زمانیہ وغیرہ کے وثائق کی بابت گئے تھے اور یہ وثائق کے روپے اعتمادالدولہ کے عہد وزارت مین رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی مین داخل ہوئے تھے اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے اپنی وزارت کے زمانے مین ایکبار بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نوٹ کی خریداری کے نام سے نکلوائے اور ایکبار پچاس لاکھ روپے سپاہ کی تنخواہ بیباق کرنے کے واسطے خزانے مین سے لیے -

۱۸۳۲ء مین بادشاہ نے گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکھ روپے اس وعدے پر دیے کہ اسکا سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۳۲ء سے مساکین شہر لکھنؤ مین تقسیم ہوا کرے کل زرسود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اُسکی باقساط ایکہزار روپیہ ماہوار مقرر رہوئی اس روپیہ کی نسبت عہدنامے مین یہ لکھا گیا کہ زمانۂ آئندہ مین کسی حاکم اودھ کے اختیار مین نہوگا کہ روپے واپس کرے یا کسی اور مطلب مین صرف کرے بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ حال کی یادگار مین تقسیم ہوا کرے اور اسکا نام سخاوت نصیرالدین حیدر شاہ اودھ رکھا گیا - انکے سوا باقی روپے ارباب نشاط پر صرف ہوئے -

حسرت مین اکثر اراب خاص جلتے تھے اُنکو جلسہ والیان کہتے تھے کہ دو دو سو تین تین سو
روپیہ ماہوار تنخواہ تھی کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور رقومات
انعام وغیرہ کی انتہا نہین اُنکا پر تکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک
دوپٹہ چار چار ہزار روپے مین تیار ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا
زیور نصیر الدین حیدر کے محلات مین عورتونکے پاس تھا شاید نور جہان اور زیب النسا کو بھی
وہ نصیب ہوا ہوان جلسہ والیونکی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بہ نوبت رات کو چوکی
چوکی صحبت بادشاہ مین فیضیاب اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہتی تھی ان کل بیرہنون کا شہر مین وہ
رنگ جما تھا کہ بڑے بڑے گھرونکی عورتین محل کی نوکری کی آرزو مین ہزارون روپے قرض
لیکر نذر لانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھین تر یاراج اسی وقت سے عبارت ہے - اور سوا جلسے
والیون کے دو فرقے عورتونکے اور تھے ایک فرقہ مغلانیونکا اور دوسرا خواصونکا -

نواب سعادت علی خان کے جمع کیے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہو جانا

نواب سعادت علی خان نے نقد تیرہ کروڑ روپے سے زیادہ جمع کیے تھے اور کہا
کرتے تھے کہ چند کوڑیان روز بد مین سپاہ کے ایکدن کے چنے کھانے کے لیے جمع کی ہین یہ
تمام روپیہ رائگان خرچ مین صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا نواب
سعادت علی خان نے ایک کروڑ روپے جلال الدولہ کی مان خاص محل کے پاس کسی مصلحت
سے رکھدیے تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے سپرد کیے تھے اور چوراسی لاکھ روپے
نواب نصیر الدولہ کے تفویض کیے تھے اور دو کروڑ روپے خزانۂ سپاہ مین جمع رکھے تھے اور آٹھ

کی خدمت مین بہت تقرب حاصل تھا جب مولوی اکرام حسین کلکتے مین پہونچے تو گورنر جنرل نے
سفارت مذکور کپتان منین کی وجہ سے بنظر محبت منظور فرمائی مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت
گورنر جنرل کے کان مین بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دو تین چٹھیان روشن الدولہ کے انتظام کی
تعریف مین حاصل کر کے لکھنؤ کو بھیجین۔ منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنسی کو چونکہ رزیڈنٹ
کے مزاج مین زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی کی رضاجوئی کی غرض سے رسول آباد
کے علاقے کی اصل جمع مین سے ستر اسّی ہزار روپے کی کاغذون مین کمی دیکر عطا حسین خان برادر
منشی مذکور کی مستاجری مین دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک اُسکے پاس رہا اور مولوی
غلام یحییٰ کشمیری کو جو سابق مین مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری
رزیڈنسی مین دکانون اور عمارات کے مقدمات مین پیروی کے لیے آمد و رفت رکھتا تھا روشن الدولہ
نے منشی التفات حسین خان اور مسٹر ماتین صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارش کی وجہ سے
پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنسی کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ کر دی پھر پانسو روپے
مقرر کر دیے اور عہدہ سفارت رزیڈنسی کا خلعت دلایا۔ خان مذکور نے عہدۂ سفارت کو جو تنزل پذیر
تھا خوب مستحکم کر دیا جب روشن الدولہ کی وزارت کو بخوبی استقلال حاصل ہوگیا تو جرنیلی کا
خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسین کو دیا اور اُسکی نیابت پر راجہ لال جی آلوچی کی سفارش
سے مقرر ہوا اور سبحان علی خان کے ہاتھ مین وزارت کے تمام کامونکا حل و عقد تھا۔ مرزا محمد حسین
جرنیل کی ماںکو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا۔ مرزا حاجی صاحب وزارت کے لیے خیالی پلاؤ
پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے نیابت کا سوال و
جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ حرمت کے
ساتھ کانپور کو چلے جائیں یعنی آپ دوسری بار اُنکا اخراج شہر سے ہوا اور جو لوگ روشن الدولہ کے

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الاخری ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۳۲ء کو روشن الدولہ وزیر ہوئے انکا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا نھو اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ ہے اور بعض نے صولت جنگ لکھا ہے اور اشرف علی خان بن بندہ علی خان ثانی کے بیٹے ہین نسب انکا مادری اور پدری دونون واسطون سے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہونچتا ہے جنکو شاہ جہان شہنشاہ ہندوستان کے عہد مین امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا مین وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندھار کے گورنر تھے شاہ ایران سے نمکحرامی کرکے قلعہ قندھار شاہ جہان کے نوکرون کے سپرد کرکے شاہ جہانکے پاس چلے آئے شش ہزاری منصب پایا گو ایران مین خاندان صفویہ کے ساتھ نمکحرامی کی مگر ہندوستان مین اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہ سے تمام امرا پر فوقیت لے گئے یہانتک کہ بادشاہ انکو مخاطبات مین یار وفادار فرماتے تھے ۱۰۶۷ھ ہجری مین قضا کی روشن الدولہ معتمد الدولہ آغا میر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد مین چکلہ بیسواڑہ کے ناظم تھے جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مقید کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتدائے عہد وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضاجوئی مدنظر رہتی تھی روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لیے اور گورنر جنرل کے یہان ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جو ان دنون رخصت لیکر اپنے وطن مین آئے ہوئے تھے انکے بیٹے سبرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ انکے سپرد کیا یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب گورنر جنرل

خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اس بات کی مقتضی نہ تھی کہ اس نظامت سے وہ جدا ہون مگر ایک عجیب سانحہ روبکار ہوا کہ احسان حسین خان اور راجہ بھدوری کے درمیان جنگ ہوئی زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد مین چلا آیا فوج شاہی نے اُسکا تعاقب نہ چھوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھون پائمال ہوئی اس مواخذے مین اُس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی مگر روشن الدولہ کی خدمت مین اُنکا اقتدار ترقی پکڑ تا رہا۔ چنانچہ علاقون کی امانی ومستاجری پر احسان حسین خان کی تجویز سے عامل مقرر ہونے لگے۔ عزل ونصب بالکل اُنکے قابو مین تھا

نادر العصر مین روشن الدولہ کی سخاوت کی تعریف لکھی ہے اور کہا ہے کہ اُنھون نے اپنی وزارت مین اکثر عمارتین تعمیر کرائین ابتک کوٹھی روشن الدولہ کی معروف بہ قیصر پسند مشہور ہے تاریخ بنیاد یہ ہے ع کیا رشک ارم ہے کوٹھی۔

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اُنکے صلاح کارون کی وجہ سے سلطنت کے ہر کام مین تباہی پڑنا خزانے مین مُلک کی آمدنی جمع نہونا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اُسکا خالی ہوجانا تحصیل زر کے لیے دولتمندونکو عہدے دینا

آمدنی مُلک کا خزانے مین داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ پھر قائم ہوگیا۔ کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولدیتے تھے دو ایک روز تاکید زبانی اور رنجش ظاہری کی صورت ظہور مین آتی تھی باقی خیریت آخر کار خزانۂ عامرہ زر نقد سے

رفیق قدیم تھے اُنکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی چھنگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق مین
سرکاری مال کے غبن کرنے کی علت مین ملزم ہوا تھا خانساماں بنایا اور شیخ ہدایت علی اور
جعفر علی کو دیوانخانے کا داروغہ کیا اور میر بندہ علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسرے رفقا کو
علی قدر مراتب بڑی بڑی تنخواہوں کے ساتھ کارخانون پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیون کا
دو دو تین تین سو روپیہ درماہہ مقرر ہوا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو
نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا - شیخ احمد بخش اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ
قطب اعظم اور حکیم میر اتو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مشاہرون سے فیضیاب ہوئے اسوقت امورات
سلطنت کے انتظام مین تنزل اور وزارت کے معاملات مین ترقی بہ نسبت عہد منتظم الدولہ کے
تھی اور عدالۃ العالیہ کا کام مشرف علی خان رفیق مسٹر لوسم پر جو سبحان علی خان سے اتحاد
رکھتا تھا بدستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مسیتا بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے
نام قرار پائی اور زر آمدنی کی تحویل جو خزانۂ سلطانی سے یا ملک سے آتی تھی اور انگریزی نوٹون کی
خرید و فروخت اور نیلام خانہ اور فرمائشات سرکاری کا تعلق مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے
ہوا اور علاقہ گنج کروہی اور تھانجات بحالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطر سے
نور الدین حسین خان بن تاج الدین حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہو کر چلے آئے تھے
متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی اور چکلہ سلطان پور راجہ بختاور سنگھ المخاطب بہ راجہ
بہادر کے پاس رہا اور کچھ دنون مینڈو خان رسالدار نے اس علاقے مین خاک اُڑائی اور ابتدا مین
امانی کا طریق جاری تھا بعد اسکے اس نظامت پر احسان حسین خان ولد سبحان علی خان مقرر
ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی تبدیلی ظہور مین نہ آئی احسان حسین خانکی
نیابت مین کبھی خادم حسین خان مامور رہے اور کبھی قطب الدین حسین خان گو احسان حسین خانکی

اور اُنکی جگھ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے اب روشن الدولہ کے عہد مین میوہ رام دوبارہ
کام کرنے لگے اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب مقدمات مُلک کے واسطے خوشخطین
ناظمون سے ٹھہرتی تھین اُنکے مخفی رکھنے کی غرض سے متصدیان دفتر دیوانی کو بالکل
بیکار سا کر رکھا تھا۔ بقدر ضرورت مطلع کرتے تھے اور باقی فی صدی اپنا حق مقرر کیا تھا
سبحان علی خان اور اُنکے متوسلون کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خان بن سبحان علیخان
اپنے جلسہ مین علانیہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ بڑے بڑے مشکل کام ہم باتون مین حل کرتے ہین
روشن الدولہ مین اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ سلطنت کے کامونکا بوجھ سنبھال سکتے اس لیے
کل بڑے بڑے کامون مین سبحان علی خان کا مشورہ کام کرتا تھا اور چھوٹے کامون مین
احسان حسین خانکو مداخلت تھی۔ اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی وصلباقی کا کاغذ بادشاہ کو دکھاتے
تھے تو روشن الدولہ کی راے کے خلاف ہوتا تھا اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانون مین باتین
ڈال لیتے تھے مگر اُنکی طرف توجہ نہوتی تھی۔ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ
بازار مصاحبت گرم تھا اور راتدن کی حاضرباشی میسر تھی سرکشون کا تدارک اور باقیدارونکی
تنبیہ اور مستاجرونکا قید کرنا اُس سے متعلق تھا یہ شخص وقت اور موقع پاکر جو کچھ دل مین آتا تھا
بے تکلف بادشاہ کے گوش گزار کرتا تھا اسوجہ سے روشن الدولہ کی آنکھون مین خار کی طرح
کھٹکتا تھا اُسکی بیخ کنی کی فکر مین ہمیشہ لگے رہتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی مہاراجہ
میوہ رام بھی اس فکر مین تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کامونکی طرف متوجہ کرین چنانچہ میوہ رام
اور غالب جنگ نے ملک مُلک کی واصلباقی کا کاغذ تیار کیا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی
تھی کہ عاملونکی خودسریون اور سبحان علی خان کے بیٹونکے صاحب اختیار ہونے سے مُلک کی
آمدنی بالکل خرابی مین آگئی تھی اور روشن الدولہ کے کثرت مصارف سے مال سرکار مین

خالی ہوا بادشاہ کے مصارف کی کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اخراجات بھی بڑھے ہوئے تھے ملک کی آمدنی کفایت نکرتی آخر کار خرابی کی صورتین پیدا ہونے لگین متمول اور دولتمند لوگونکے لیے عمدہ خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ اُنسے نذرانہ یا پیشکش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے یا کچھ قرض کی راہ کھلے اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سکھ چند کا غذ والا بلایا گیا یہ شخص دلی کا رہنے والا تھا اس سے قبل شاہ دہلی کا خزانچی تھا اسکو ظاہر مین سونے کی چڑیا سمجھکر دو ایک نظامتون کی پوتہ داری کا خلعت دیا دہان تھیلیو نمین روپیہ نہ تھا تیر تدبیر نشانے پر نہ پہونچا اسلیے کچھ دنونکے بعد معزول ہوکر دلی چلا گیا اسیطرح کئی صورتین بنا کر بگاڑی گئین اور زر نقد ہاتھ نہ لگا مگر درمیانی آدمیونکے پوبارے تھے اُنکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تھا۔

راجہ درشن سنگھ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصل باقی کا کاغذ بناکر بادشاہ کو دکھانا اور ملک کی ویرانی وخستہ حالی اُن کے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندھنا انکو خبر ہوجانا بادشاہ سے عفو قصور کرانا۔ درشن سنگھ اور اُسکے عملے پر افشائے راز کی علت مین بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے بیٹونکی ترقی کے زمانے مین دفتر کا سرشتہ بالکل ماند ہوگیا اُسوقت مین اس سرشتہ کا نام سرشتۂ دیوانی تھا مہاراجہ میوہ رام نومسلم نے حکیم مہدی علی خان منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدۂ دیوانی سے استعفا دیدیا تھا

نے اپنے ہاتھون منھ کی کھائی اپنی حفظ آبرو کے لیے کہ لامحالا ایکدن یہ روز بہ پیش آنا ہے
اتاجی کی معرفت زیارت کربلاے معلے کے لیے خلعت رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود
کی طرف عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اب ظفرالدولہ پر ظفر باقی رہی ۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ فعل کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اُٹھانا روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرے طور پر بھی کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

آغاز وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت مین بادشاہ کی طرف سے جو کچھ خوف تھا وہ جاتا
رہا اب ہمہ تن کھُل کھیلے اور بادشاہ کو آزادمزاجی کی وجہ سے اپنے ملازمونکی نسبت بے پروائی
تھی مرزا محمد حسن پسر روشن الدولہ کے ساتھ اس وضع سے پیش آتے تھے کہ روشن الدولہ سر پر
ہاتھ رکھکر زار زار روتے تھے بلکہ ترک وزارت منظور تھی اور خاص روشن الدولہ کی تصویر ایسی مضحکا خیز
وضع کے ساتھ تیار کرائی تھی کہ اُسکے دیکھنے سے روشن الدولہ کو خجالت پیدا ہوتی تھی آخر کار وہ
علت قبیح دونون باپ بیٹون کی تمام شہر مین مشہور ہوکر وزارت کا رعب جاتا رہا
آخر خدا خدا کرکے احسان حسین خان نے اپنی تدبیرون سے رام بنایا گویا محصور کیا
اب جو چاہتے تھے بلا تکلف ظہور مین لاتے تھے صاحب رزیڈنٹ نے جملہ باتون سے
مطلع ہوکر بادشاہ و وزیر کو نصیحت کی لیکن کیا ہو سکتا تھا ۔ پتھر پر بھی کہین جونک چپٹتی ہے
رزیڈنٹ کہتے کہتے تھک گئے روشن الدولہ کے رفقاے قدیم نے جو دیکھا کہ احسان حسین خانکا
بازار نہایت گرم ہے آتش رشک و حسد مین جل کرحتے الامکان خاک اُڑائی لیکن سبحان علیخانکی
وجہ سے کچھ چل نہ سکی ۔

خیر اندیشان پیدا تھیں یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصّے ہوئے اور روشن الدولہ کی ناکردہ کاری اور کنبوہونکی سازش سے سرکاری مال کا ہضم کرنا اُنپر ثابت ہوگیا غالب جنگ کو حکم دیا کہ تلنگون کے چند پہرے تیار رکھو جوکچھ ہمارا حکم نافذ ہو گا تعمیل کیجیو۔ غالب جنگ نے اپنے نائب ہیمراج کے ذریعہ سے پلٹنونکے افسر کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا ہیمراج نے اپنے کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لیے حکم دیا بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا اسنے مخفی جاکر اُنکے کان کھولے اور اُس راز نہان سے مطلع کیا روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام انتظام اُس شخص کی گرفتاری کا ہے روشن الدولہ نے اُسیوقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس گئے اور سر سے شملہ اُتار کر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا اور عرض کی کہ خانہ زاد معتمد الدولہ اور منتظم الدولہ کی طرح نہین ہے کہ انگریزون سے میل ملاپ رکھے بہرحال حضرت کا از خاک بر داشتہ ہون نظر بندی کے لیے پہرونکی احتیاج نہین اگر حکم ہو تو اپنے ہاتھون سے پاؤن مین زنجیر پہن کر در دولت پر محبوس رہون جان وعزت دونون حضور پر نثار ہین بادشاہ نے فرمایا کہ تمکو اس معاملے سے کیونکر خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال سلسلہ وار جسطرح گوش گزار ہوا تھا بیان کیا معاذ اللہ یہ بلا کسکی تھی اور کس کے سر جاتی ہے بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کر دیا پہلے حکم دیا کہ بھوانی اور ہیمراج شہر سے ابھی نکلوا دیے جائین اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کر دیا جائے اور اُسکا تمام اثاث البیت ضبط ہو چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین غالب جنگ بذلت سے کے ساتھ راجہ بختاور سنگھ کے سپرد ہو کر گرفتار بلا ہوا یہ واقعہ ۱۲۵۲ ہجری سے قبل کا ہے کیونکہ مکّا درزی اسی سنہ مین زوال کو پہونچا تھا اور مکّا کی گرفتاری سے قبل درشن سنگھ غالب جنگ دام بلا مین پھنسا تھا جیسا کہ محتشم خانی سے ثابت ہے۔ اب مہاراجہ میوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ

رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ تک پہونچائی بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کر دیا اُنھون نے یہ نیا فریب کا جال بچھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خان اور تاج الدین حسین خان ہین جو سلطانی جلسہ والیون سے ساز کر کے یہان کی پوست کندہ خبرین حاصل کر کے کلکتے کو بھیجتے ہین اسلیئے اُن اسامیون کو حضور محل سے نکلوا دین اس تقریب مین سو پچاس اسامیان محل سے نکالی گیئن گو یا دس بارہ ہزار روپے ماہواری کی سوا انعامات کے صورت تخفیف اس شکل سے ظہور مین آئی۔ لیکن محتشم خانی مین لکھا ہے کہ براتی خانم۔ جگنا خانم اور نوروزی خانم کی سازش روشن الدولہ سے ثابت ہوئی اور بادشاہ کا مزاج اُن سے صاف نہ تھا بادشاہ متوہم ہوئے کہ یہ عورتین در پردہ اُن سے موافق ہین اسلیے انکو قید کر دیا اور حکم دیا کہ انکا مال و اسباب سرکار مین ضبط کر لیا جائے لوگو ان کو گمان تھا کہ انکے پاس لاکھون روپے کی دولت ہے چونکہ انکو بادشاہ کے برہمی مزاج کی پہلے سے خبر تھی اس لیے اپنا مال دوسرون کے مکانون پر رکھوا دیا اسلیئے ضبطی کے وقت ۲۵ ہزار سے زیادہ کا نقد و جنس نہ ملا مجد الدولہ بسر ظفر الدولہ نے قلم بند کر کے مقفل کر کے اپنے محافظ بٹھا دیے۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر مہمان جانا اور اُنکی بی بی کا اپنی دلکش باتون سے بادشاہ کے دلکو لبھائے رکھنا

اس زمانے مین حد سے زیادہ نصیر الدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اُنکی حویلی پر اکثر اوقات بادشاہ جاتے تھے ایکبار شراب کے نشہ مین گھوڑے پر سوار زینے کی راہ کوٹھے پر چڑھ گئے تھے روشن الدولہ اس روش سے کمال ششدر رہتے تھے کہ ایسا نہو کوئی فتنہ برپا ہو

رزیڈنٹ کا اودھ کی بد انتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا وہان سے بادشاہ کو انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سلطانی سے مخبری کے شبہہ مین خارج ہونا

اودھ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا رزیڈنٹ نے متواتر یہانکی بدانتظامیون کی شکایت گورنر جنرل کو لکھی وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل بادشاہ کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو مگر وہان طبلہ سارنگی کی سُریلی آوازون نے ان نغمون کا اثر نہونے دیا گورنر جنرل اپنی ہی گایا کیے۔ ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی جو اپنے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجیئے لاچار ہوکر گورنر جنرل کو لکھا کہ اودھ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنونکے لیے گورنمنٹ خود لے لے جس سے وہانکی بیچاری خلقت امن و عافیت پائے لارڈ بنٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہین کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ تمھارے ملک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہین تو سرکار پر عہدنامے کے مطابق فرض ہوگا کہ تمھارا ملک لے لے اور نواب کرناٹک وپیشوا کی طرح پنشن مقرر کردے۔ سلطنت کے کامونکی خرابیون نے حد سے زیادہ اشتہار پایا تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت عورات محل کی معرفت بھیجی اور نوروزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانی بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اسکے تمام مضمونسے مطلع کیا اور نوروزی خانم کو خارج سے ساز و باز رکھنے کی علت مین محل سے نکال دیا

اب روشن الدولہ اور اُنکے خاص مشیرونکی یہ لے قرار پائی کہ انجام کار کی فکر مناسب ہے
جسطرح بنے روپیہ وصول کرنا چاہیے اسلیے سولہ سترہ عدالتین تازہ مقرر کین کو توالی اور
عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کردیا تھوڑے زمانے مین شہر کے ساہوکارون
اور اہل دولت مین سے مستغیثون اور اہل معاملہ کی تلاش شروع ہوئی اور لگلے پچھلے فیصلے
نکالکر نئے سرسے اُنکی تجویزین شروع کین دایہ بچے اور کوکے اور ہرکارے اور داروغے
وغیرہ جملہ علی قدر مراتب زرکشی مین مصروف تھے۔ روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ کے لیے
اپنی تمام نقدی میر باقر سوداگر کے پاس جو سبحان علی خان کا دوست اور دیانت دار آدمی
تھا رکھدی۔ سبحان علی خان مآل اندیشی کی وجہ سے روشن الدولہ سے کربلاے معلی کی رخصت
کے خواستگار ہوئے اور خود روشن الدولہ بھی یہی بات کی درخواست بادشاہ سے کرتے تھے
روشن الدولہ نے لاکھون روپونکے نوٹ خرید کیے اور تجارت کی صورت باندھکر آڑہت
کا طریق بنارس اور کلکتہ اور کانپور مین نکالا۔ روشن الدولہ نے پرگنہ سدھارن علاقہ کانپور
جو ہمت گرگو شائین کی جاگیر مین تھا چار لاکھ روپے پر اپنے پاس رہن رکھا اور وہان اپنا
کارندہ اور پوتہ دار روانہ کیا روشن الدولہ رات دن اس فکر مین رہتے تھے کہ اگر کوئی دوست
صادق ہاتھ آئے تو اُسکے ذریعہ سے تجارت پھیلائین حسب اتفاق یوسف علی خان متوطن
عظیم آباد لکھنؤ مین آئے یہ نہایت متقی۔ ملنسار اور خاندانی آدمی تھے اور کچھ جائداد بھی رکھتے تھے
انکے تقوی کے متعلق ایک حکایت اُس زمانے مین مشہور تھی کہ عظیم آباد کے علاقے مین علی العموم
مسلمان یہانتک کہ قاضی اور مفتی تاڑی پیا کرتے تھے اور کوئی اس سے پرہیز نہین کرتا تھا
یوسف علی خان کی ملکیت مین کئی ہزار تاڑی کے درخت تھے جب اُنکو یہ فتوی معلوم ہوا
کہ طریق امامیہ مین تاڑی حرام ہے تو سارے درخت کٹوا ڈالے ہزارون روپے سالانہ کی

یا کوئی حادثہ ظہور مین آئے باہر کوٹھی مین بادشاہ کی نشست اُنکے مزاج کے خلاف سمجھکر زنانے مین اُنکو بٹھاتے تھے وہان ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر مین ڈال لیا تھا اور مرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بیٹا اسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے لشکر سُلطانی کا جرنیل بنایا تھا اور جرنیل کی ماںکو بادشاہ نے سرفراز محل خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہکر اپنی دلکش باتون مین بادشاہ کے مزاج کو لبھائے رکھتی تھی محتشم خانی مین اس طوائف کا نام محبوبن لکھا ہے۔

دولتمندون سے روپیہ لینے کے لیے نئی عدالتین قائم ہونا روشن الدولہ اور اُن کے رفیقون کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر پہونچانے کی کوشش کرنا اور وزارت وحکومت کی بدنامی کے کانٹون سے صحیح وسلامت نکل جانے کی فکر مین مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے کہ سرواری بینوا فقیر آزادانہ کلام جو بادشاہ کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے اس مواخذے مین شہر سے اُنکے اخراج کا حکم نازل ہوا۔ اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے اور بہتون نے لباس آزادی ترک کرکے وضع اور صورت بدل کے شہر مین اپنا قیام غنیمت سمجھا جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے کہا کہ اگر تم سے انتظام مُلک کی کوئی تدبیر نہین ہوسکتی ہے تو ہم یہان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے ہین

استاد سے بڑھ گیا اور بادشاہ بیگم کی طرح گیارہ ازواج ائمۂ اثنا عشر کے لیے جمع کین کہ ہر ایک
کی پوشاک ہزار بارہ سو روپے سے کم مین تیار نہین ہوتی تھی اور اُنکے سوا دوسرے ائمہ کے
واسطے بھی اچھوتیان جمع کین جیسے حضرت قاسمؑ اور حضرت عباسؑ وغیرہ کے لیے اور جب کسی
امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتون کی طرح بہ تصنع درد زہ اور
نفاس وغیرہ مین مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مرصّع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھدی جاتی
اور بادشاہ خود بھی زچہ خانے مین رہتے اور خدمت کرنے والی عورتین اُسیطرح کھانے
تیار کرتین جو زچہ عورتون کو دیے جاتے ہین اور بادشاہ یہ سب چیزین کھاتے اور اُس
مدت مین کوئی شخص بادشاہ کو مس نہ کرسکتا اور خوشی کا جلسہ ہوتا تھا باجے بجتے تھے اور
جو رسمین حقیقی طور پر بچہ جننے کے دنون مین مقرر ہین وہ چھٹی کے دن تک نہایت تکلف
کے ساتھ ادا ہوتی تھین اور جب چھٹا دن ہوتا تو بادشاہ زچون کی طرح غسل کرتے اور
ایک پرستار اُس مصنوعی بچے کو ہاتھ مین لیکر ایک کونے مین کھڑی ہوتی اور دوسری عورتین
پانی کے چھ گھڑے وہان بہا دیتین اور اسکو بچے کا غسل قرار دیا جاتا رات کے وقت بادشاہ
زنانہ آرائش و پیرایش کے ساتھ بچے کو گود مین لیکر لنگڑاتے ہوئے زچہ عورتون کی طرح صحن
مکان مین نکلتے تاکہ آسمان کے تارون کو دیکھین اسطرح چھٹی ہوتی پھر اُس بچے کو مسہری
مین لٹا کر دست بستہ آداب بجا لا کر نذر دکھاتے پھر ہزارون خوان کھانون کے جن مین میٹھے اور
ہر قسم کے کھانے بڑے تکلف کے ہوتے اور اقسام طرح کے میوے بھی رکھے ہوتے وہان لا کر
اُنپر فاتحہ پڑھی جاتی اور خاص خاص جگھون مین حصّے بھیجے جاتے اور جو عورتین محلات مین نوکری
رہتی تھین اُنکو بھی دیے جاتے اور ائمۂ اثنا عشر مین سے ہر ایک امام کی زوجہ کو طلائی
مورت بچے کی دیگئی تھی اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی مورت دی گئی تھی

آمدنی مین داغ لگایا بلکہ اور شخصون نسے بھی تاڑی کے درخت خرید کے کٹوا دیے انکی نیک نہادی سب مین مشہور تھی سبحان علی خان کے توسط سے روشن الدولہ تک پہونچے اور بادشاہ کی سرکار سے خلعت فاخرہ پایا روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کونسل کلکتہ مین معاملات کی درستی کے لیے انکو بھجوانا چاہیے بادشاہ نے منظور کیا روشن الدولہ نے کئی لاکھ روپے اس کارروائی مین صرف کرنے کے حیلے سے لیکر کچھ حصے کے طریق یوسف علی خان کو دیے اور باقی اپنے قبضے مین لاکر وہ روپے یوسف علی خان کو اس غرض سے تفویض کیے کہ اس روپے سے دیہات اور املاک روشن الدولہ کے لیے خرید کے اُنکی ریاست کی بنیاد عظیم آباد مین جمائین اول یوسف علی خان نے اپنے حصہ کا روپیہ لیکر اور وہان پہونچکر قرضخواہون کے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑایا پھر دوبارہ لکھنؤ کو آئے اور وہ روپیہ جو خرید دیہات کے لیے روشن الدولہ نے تجویز کیا تھا لیکر عظیم آباد کو روانہ ہوئے منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ الہ آباد مین انتقال کیا لیکن وہ روپیہ جو لے گئے تھے روشن الدولہ کو تدبیر صاحب سے ہاتھ آیا -

بادشاہ کی غم شہداے کربلا مین ماتم داری اور اس کار خیر کے لیے بلا انتہا مصارف اور عجیب و غریب اچھوتے طریق

بادشاہ اپنے آپ کو ہزار جان و دل سے شیداے ائمہ علیہم السّلام ظاہر کرتے تھے اور وہ وہ حرکات ظہور مین لاتے تھے جو کبھی اگلے مومنون سے باوجود اقتدار و ثروت کے سرزد نہین ہوئین اور اپنے ایام ریاست مین جبکہ مان سے بگاڑ ہو گیا تو خود اُن مراسم کو ادا کرنے لگے جو اُنکی مان ادا کرتی تھین بلکہ اُن باتون پر اور اضافہ کیا یہانتک کہ شاگرد

اور اُنپر فاتحہ پڑھوا کر تمام محل کے آدمیونکو تقسیم کرائے جاتے۔ بادشاہ بیگم نے نصیرالدین حیدر کی پہلی سال مسند نشینی مین حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم عمل مین لایا کرین اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کرین ورنہ سزا ہوگی چونکہ تعمیل اس حکم کی تکلیف سے خالی نہ تھی اس لیے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے نفاذ کی ممانعت آئی مگر بادشاہ بیگم نے نہ مانا اور کہا کہ مین نے اپنی قید کے ایام مین اس امر کی نذر مانی تھی کسطرح اُسکے خلاف عمل مین لاؤن۔ آخرالامر بہزار جرثقیل بادشاہ نے خود بدولت یہ قرار دیا کہ مین وفاے نذر کے لیے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہونگا اور دوسرے بندگان خدا کو اختیار رہے ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہین ہے خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی تعلیم سے بادشاہ عمر بھر ایسے رسوم کے ادا کرنے مین اتنے منہمک رہے کہ انتظام مالی و ملکی کی طرف ذرا توجہ نہ دے سکے۔ بادشاہ نے فرح بخش مین محل زنانے کے قریب ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جس مین بارہ کمرے نہایت شاندار اور وسیع رکھے گئے اور اس مکان کا نام درگاہ دوازدہ امام مشہور تھا قیمتی شامیانے زربفت کے پر تکلف جن مین آبدار موتیونکی جھالرین کلابتون اور بادلے سے ٹکی ہوئی تھین چاندی کے ستونون پر جنپر طلائی کام تھا استادہ تھے اور جھاڑ جن مین چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے کے کام کے نہایت خوشنما وہان رکھے گئے اور نفیس فرش اور قد آدم آئینے نصب کیے گئے اور ہر جگہ ضریح سونے چاندی کی رکھی گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اُس امام کے نام نہاد مکان مین خوشی کا جلسہ ہوتا اسیطرح ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخ مین حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی تھی اور ایک بارگاہ پھولونکی نہایت خوشنما تیار ہوتی تھی باغات سُلطانی مین جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے وہ اور اُنکے سوا بازار ہوون سے پانچہزار روپیے روز کے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے

اور جبکہ سوائے ائمہ اثنا عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اُس کی زوجہ
خود بطرز معمولی زچہ خانے مین جاتی اور وہی رسم ادا کیے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کیے جاتے تھے اصطلاح
مین اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے جسدن اچھوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ
زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (میانہ) مین سوار ہوتے اور میوؤن اور حلووں کے خوان
ہمراہ لیتے اور پیادہ و سوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی اور کمال جلو اور جاہ و جلال کے ساتھ
سواری شہر مین گشت کرتی اور بعد اسکے دولتخانے مین واپس داخل ہوتے اچھوتے کے لیے
کوئی خاص میعاد مقرر نہ تھی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے بھی زیادہ اُس مین بسر ہوتے
عبدالاحد بن مولوی محمد فائق جسنے منا جان کے حالات مین فارسی زبان مین ایک کتاب
موسوم بہ وقائع دلپذیر لکھی ہے اور جس سے ہم نے یہ حالات اخذ کیے ہین وہ کہتا ہے
کہ اس زمانۂ سلطنت مین اس رسم نے ایسی اشاعت پائی کہ اکثر شہر کی عورتین اچھوتی کے
لقب سے ملقب ہین بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہین اور اُنکے خاندان کے مردون نے
تفاخر کی راہ سے رجولیت کو انوثت سے بدل ڈالا ہے اور عورتون کی طرح بات چیت کرتے
ہین اور ویسے ہی اطوار مین رہتے ہین۔ عروسی ائمہ کی تاریخین کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ
اُن دنون مین رسوم ساچق اور حنابندی ادا کرتے ہین چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت
عبدالاحد سے بیان کرتی تھی کہ یکم محرم کو کہ دن نکاح سیدۃ النسا کا ہے مسہری زر نگار پر
زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پیکر ایسے تیار کرائے جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دو
انسان لیٹے ہوئے ہین انمین سے ایک کو جناب امیر المومنین علی اور دوسرے کو بی بی
فاطمہ قرار دیتے اور اُنکا نکاح پڑھایا جاتا اور بادشاہ اُنکو نذر دکھاتے اور تھوڑی دیر سامنے
دست بستہ کھڑے رہتے پھر میوؤن اور حلوؤن اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے آتے

پہناتی تھین جو حقیقت مین کئی سیر بوجھ ہو جاتا تھا اور ایام مقررہ کے بعد یہ سب چاندی سونا
انعام مین دیدیا جاتا تھا اور محرم کے دنون مین تمام راتین بیداری مین کاٹتے تھے شام سے
صبح تک ہر محل مین اکثر خود بدولت اور کمتر خواجہ سرا مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کرتے پھرتے تھے
غرض چالیس دن بادشاہ کو روتے کٹتے تھے گو دختر زر پر ہزار جان و دل سے شیدا تھے مگر چہلم تک
محترز رہتے تھے بہرحال آدھا سال رونے پیٹنے مین عزاداری کے ساتھ گذرتا تھا اُن دنون
مین فرشتے کی بھی مجال نہ تھی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرسکتا وزیر و مشیر کی
قدرت نہ تھی کہ مقدمات سلطنت مین لب ہلائین۔ اگر کوئی سخت کام پیش آتا تھا تو بادشاہ
اُن مقامون مین جہان اچھوتیان رہتی تھین گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت
اچھوتے مین رونق افروز ہین اور دربار قطعًا بند رہتا تھا کم کوئی مہینا ایسا ہوتا تھا کہ نصف
ان معاملوں مین بسر نہین ہوتا تھا۔ آخر سید محمد صاحب مجتہد خلف مولوی دلدار علی صاحب
نے فتویٰ لکھکر بھیجدیا کہ اگر اس تقریب سے ثواب مقصود ہے تو بہرکیف حاصل ہوا اب مناسب
یہ ہے کہ ان لڑکیون کا نکاح مومنین کے ساتھ کردیا جائے نہین تو یہ ثواب عذاب مین داخل کریگا

نصیرالدین حیدر کی اپنی سوتیلی مان بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت روشن الدولہ کا ایسی کارروائی کرنا جس سے بیگم کا انتہاے درجے کی تکلیف اور مذلت اُٹھانا۔ آخر کار رزیڈنٹ کا مداخلت کرنا۔

بادشاہ نے جب اپنی فضول خرچیون سے تمام خزانے پر جھاڑو پھیردی تو اب اُنکو خرچ

اُس زمانے مین خوشبودار پھول بڑے آدمیون کو بھی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے
کم نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا اور کبھی طلائی و نقرئی مقیش اور
ستارون اور بادلے کی جھالرین پھولونکی جگہہ کام مین لائی جاتی تھین عطریات سے وہ
مکان بسایا جاتا تھا غرض کہ ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چھ دن تک راگ
اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کئی روز تک اور سید الشہدا کی شہادت کے زمانے مین
چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ بہ نفس نفیس وہانکی خدمت ہزار جان و دل سے
فرماتے تھے خواجہ سرا اور خواصین وغیرہ اکثر عورتین ان محلون اور مجلسون مین شریک ہوتی تھین
عملہ ملازمین بیرونی کی رسائی وہان تک بہت کم تھی زچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کھانے
اور شیرینیان اور عمدہ میوے اور پر تکلف پوشاکین صرف ہوتی تھین اور وفات و شہادت
کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹھائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف مین
چار پانچ لاکھ روپے سے کم خرچ نہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہئے اور بیگمات بھی ان تقریبون مین
آتی تھین بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتھ تھا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سو
پچاس تعزیے در دولت سے مقام معہود تک اپنے سر پر رکھ کر پہونچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد و رفت
مین کئی کوس زمین پیادہ پا طے ہوتی تھی اور یہ آنا جانا کنکریونکی زمین پر برہنہ پا ہوتا تھا یہانتک کہ
تلوؤن مین وہ کنکریان کانٹونکی طرح کھٹکتی تھین اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون
ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت امام سجاد نے کربلا اور کوفے سے شام تک ننگے پانوٗن زمین طے
کی تھی جنگلی کانٹے اُنکے نازک تلوؤن مین چبھے تھے چونکہ مین بھی محب اُنکا اور شیعہ مذہب ہون
کیونکر تکلیف گوارا نکرون اور چہلم تک فرش زمین پر سوتے تھے بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور
ملکۂ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پانوٗن مین

سمجھین گے اُن سے سمجھ لین گے ان باتون سے بیگم صاحبہ نے نارضامند ہوکر رزیڈنٹ کو کہلایا کہ
ہماری جاگیر کا کاغذ بادشاہ سے منگا دیجئے اس نزاع کی کشمکش مین مغویون نے اور گل تازہ کھلایا
کہ دو تین حبشی خواجہ سرا مسلح بیگم صاحبہ کے محل مین اس طرح سے بٹھا دیے کہ بادشاہ نے سعادت
کے وقت اُنکو دست بہ قبضہ دیکھکر تصور کیا کہ بیگم صاحبہ نے اُنکو میرے قتل کے واسطے مامور
کیا ہے اس بات سے بادشاہ اور بھی غضبناک ہوگئے۔ بادشاہ نے نیا سانگ بنوایا کہ ایک
مفلوک عورت کو بادشاہ بیگم خطاب دیکر محل کی چند عورتونکو حکم دیا کہ ایک مگس رانی کرنے لگی اور
ایک نے مورچھل ہلانا شروع کیا اور ایک نے اُگالدان ہاتھ مین لیا اور ایک نے پنکھا جھلنا
شروع کیا اور ایک نے پاندان کی خدمت اختیار کی اور اسطرح دو نوکرین اُس عورت کے
ساتھ ہوئین اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہین اسطرح بیگم صاحبہ کے افعال
کی نقلین اُتاری جاتی تھین بادشاہ اور محل کی عورتین قہقہہ مارکر ہنستی تھین حالانکہ رونے کا
مقام تھا جب ان حرکتون سے بھی مدعا حاصل ہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا
فریدون بخت عرف مناجان کو اُنکی مان سمیت ہمارے پاس بھیجدو اُنھون نے جواب دیا
کہ جس وقت غازی الدین حیدر نے مجھ سے تمکو طلب کیا تھا تو مین نے نہ دیا تھا اب فریدون بخت
کی مفارقت کسطرح گوارا کرونگی کہ اُسکو تمھارے حوالے کردون بادشاہ نے اپنے نوکرون کو
حکم دیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت نکرے اور بُری بُری باتین اُنھین کہا کرین چنانچہ افضل
چوبدار اُنکی ڈیوڑھی پر نا ملائم الفاظ بے تکلف کہتا تھا جنکو سُنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تھین
اور بادشاہ خوش ہوتے تھے ان باتون کی بدولت چوبدار مذکور مردہ کر دیا گیا آخر کار روشن الدولہ
رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہوئے کبھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور کبھی
مرزا محمد علی خان بن نوازش علی خان بن سالار جنگ کو اور کبھی عبدالباقی خان بن عبدالرحمن خان

پورا کرنے کے لیے بالائی روپیہ کی ضرورت ہوئی بادشاہ کو یہ گمان تھا کہ جس مکان میں بادشاہ بیگم
رہتی ہین اُسمین کوئی حوض زر نقد سے لبریز نواب سعادت علی خان کے وقت کا دفینہ ہے اور
غازی الدین حیدر نے جوکچھ اُنکو عطا کیا تھا اور جاگیر کی آمدنی سے جسقدر وصول ہوتا تھا وہ مستزاد ہے
اسلئے بیگم صاحبہ سے اُس مکان کا لے لینا مناسب تصور کیا اسکے علاوہ بادشاہ بیگم سے اور
کسی سبب سے بادشاہ کو ملال تھا (۱) بادشاہ بیگم کو اعتماد الدولہ پر نظر شفقت تھی اور
بادشاہ اُن سے مکدر تھے (۲) جسوقت قدسیہ محل نے انتقال کیا تو نصیر الدین حیدر نے
حکم دیا کہ محل کی تمام بیگمات اور دوسری عورتین اس ماتم داری مین چالیس دن تک سیاہ
لباس پہنین مگر بادشاہ بیگم نے یہ سیاہ پوشی گوارا نکی اور بادشاہ سے کہا کہ سیاہ لباس پہننا
حضرت امام حسین کے ماتم مین زیبا ہے دوسرونکے غم مین سزاوار نہین اور بادشاہ کو ہر کس و
ناکس کے غم والم مین سیاہ پوشی شایان نہین بادشاہ بیگم کی یہ تقریر سنکر آتو جی نے کہ پرکالۂ آتش
تھی یہ آگ لگائی کہ اگر بادشاہ سلامت بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوتے تو بیشک رنج و ملال
مین حضور کی شریک ہوتین بادشاہ کا مزاج اس تقریر گرم نے اور افروختہ کیا اور بادشاہ بیگم کو
پیام دیا کہ آپ جس مکان مین رہتی ہین وہ خالی کر دیجئے اور پچیس ہزار روپیہ ماہوار ہم سے لیا کیجئے
اُنھون نے کہا کہ یہ مکان میرے سسر نواب سعادت علی خان کا بنایا ہوا ہے اور غازی الدین حیدر
کہ میرے شوہر تھے اُنھون نے یہان بٹھایا ہے تمھارا داعیہ نہین پہونچتا آخر اس نزاع لفظی کی نوبت نے
طول کھینچا اور بادشاہ نے مولوی غلام یحییٰ خان کی معرفت رزیڈنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا
اور اس تقریر مین دونون طرف سے روپیہ بھی خرچ ہوا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو اس معاملے
مین توجہ نہ تھی اُنھون نے سند ہی نکی مولوی صاحب کے مشورے سے بادشاہ نے صاحب رزیڈنٹ کو
یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری طرفداری نہین کرتے تو بیگم صاحبہ کی طرفداری بھی نکیجئے گا ہم جوکچھ مناسب

اُن سپاہیون کی ضرورت واقع ہوئی تو نشان نہ پایا سمجھ گئین کہ نمک حرام اُنکی تنخواہ سرکار سے
آپ لے لیا کرتے تھے چونکہ ایسے موقع پر خواجہ سراؤن سے بازپرس کرنا دانائی سے بعید
تھا اسلیئے خاموش ہو رہین الغرض راجہ مذکور نے پانچ سیڑھیان مضبوط دیوار باغ سے
جو بیگم کے محل کے متصل تھا بندھوا دین اور بیلدارون کو حکم دیا کہ اوپر چڑھ کر محل کو گرا دین
بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیون اور حبشنون کے محل سے نکل کر بادشاہی
آدمیون پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیان برسانے لگین یہان تک کہ وہ لوگ بھاگ نکلے
اور دروازے تک اُن کا تعاقب کیا۔ اس حالت مین راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلہ
امام علی اینٹ سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئین آخرکار راجہ نے ان
سپاہیون کو حکم دیا کہ اب ادب و لحاظ کو ترک کرکے بے تحاشا محل مین گھس پڑو اس
درمیان مین کسی نے محل مین سے بندوق سر کر دی اس وجہ سے لڑائی شروع ہوگئی
اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار حبشنین تیر و بندوق سے ماری گئین اور ظالم سنگھ
صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیون کی گولیون سے
زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک نجیب اور چند عورتین بیگم کی طرف سے
کہ چھت پر تھے تیر و بندوق سے کام آئے اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانین
بند ہوگئین۔ بادشاہ نے یہ خبر سُنتے ہی حکم دیا کہ ایک توپخانہ لیجا کر لگا دو اور علی رضا بیگ
کوتوال کو حکم دیا کہ بازار کے دوکان دارون کو تسلی و تشفی کر دو کہ دوکانین بند نہ کرین
اس اثنا مین بیگم صاحبہ جدال و قتال اور تشنگی و گرسنگی سے جان بلب ہو کر باغ کی جانب
سے دروازۂ درگاہ ائمہ اثنا عشر مین تشریف لائین اور راجہ مذکور سے امان چاہی
نوکرون نے مقتولون کی لاشین دریاے گومتی مین بہا دین اور روشن الدولہ نے حاضر

قندھاری کو جو صاحب رسالہ تھا بلا کر سمجھاتے تھے اور خوف دلاتے تھے لیکن بادشاہ بیگم
بھی جواب دیتی تھیں کہ جب مین نے معتمد الدولہ آغا میر کے افسون کی حقیقت نہ سمجھی تو دوسرا
کیا مال ہے خصوصًا اپنی گود کے پالے ہوئے سے ڈرنا عقل سے دور ہے بیہودہ سرزنش
اچھی نہین یہ معاملہ ابھی طے نہین ہوا تھا کہ رزیڈنٹ کی روانگی کسی ضرورت سے کلکتے کی طرف
ہوئی بیگم صاحبہ کے متوسلون نے مشہور کیا کہ وہ بیگم صاحبہ کی طرف سے جاتے ہین یہ خبر سنکر
بادشاہ بہت متوحش ہوے اور کوٹھی فرح بخش سے اُٹھ کر نواب آصف الدولہ کے تعمیر
کیے ہوئے مکانون مین چلے گئے جب رزیڈنٹ واپس آئے تو بادشاہ کا دل ہاتھون مین
لیا اور وہان سے اُٹھا کر فرح بخش مین لائے اور بادشاہ بیگم سے کہلا بھیجا کہ بادشاہ بیٹا تمھارا نادان
ہے اور آپ دانشمند ہین فرزند کی دلداری واجب ہے اس لیے مناسب ہے کہ آپ اُس مکان سے
اُٹھ کر جو مکان آپ کے پسند ہو وہان قیام فرمائین بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ مجھکو فیض آباد مین
جو میری جاگیر ہے بھیجدیجئے لیکن اُسوقت جاگیر بھی بادشاہ نے بند کر لی تھی یہ صورت قرار پائی
بادشاہ نے جو اپنے حق مین رزیڈنٹ کی اتنی پاسداری پائی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو
حکم دیا کہ جسطرح بن پڑے بلا رو و رعایت قانون تعظیم و تکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرائے
اُس نے حسب الحکم بادشاہ - اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کیے آخر
راجہ شیو دین سنگھ کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ شیودین نے کشن چند مودی
وغیرہ گیارہ ملازمان بیگم صاحبہ کو قید کر کے ٹیڑھی کوٹھی مین بھیجدیا اور ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق
۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۵ء کو بیگم صاحبہ کے مکان کا محاصرہ کیا آب و دانہ بند کر دیا بیگم صاحبہ نے
بھی اپنے چند خاص برداروں کو مسلح کر کے دروازے پر متعین کر دیا بیگم کے یہان دو پلٹنین نوکر تھین
جن کا درماہہ خواجہ سرا اُڑا لیتے تھے اور آدمی اُن مین نہین رکھتے تھے جب ایسے وقت مین بیگم کو

اُٹھادی تاکہ سردی دفع ہو چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا بادشاہ نے اُٹھ کر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپکو بلالونگا اور خود سوار ہو کر چاند گنج مین تشریف لے گئے وہان روشن الدولہ موجود تھے اُنکو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اُنکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی اُن کے فریب کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ اور دلسوز نہین ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوسری مرتبہ ایسا کام نکرین خانہ زادکو معلوم ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہین فلان فلان حبشنین حضرت کے قتل پر زہر کھائے ہوئے تھین لیکن خواجہ سرا نے سینہ سپر ہو کر اُس صدمۂ عظیم سے بچایا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گئے اور اُس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ مین جلوادیا اور اُس خواجہ سرا کو کہ جسکا روشن الدولہ نے نشان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے کہ درپردہ بادشاہ کے جانی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارت کی طمع پر ایسا رضامند کیا اور جن کی صورت شیشے مین اُتارا کہ اُس دیوانے نے اُس مضمون کو طلاقت لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اس وجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی نہ بجھی بلکہ اور بھڑک اُٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی نہ تھا رزیڈنٹ کی زبان بندی کے واسطے یہ امر ظہور مین آیا تھا کہ باوجود عذر و معذرت کے بادشاہ بیگم نے اپنی سخن پروری کی۔ الماس باغ سے واپس آنا قبول نکیا جب بیگم صاحبہ پر اُس خواجہ سرا غلام کی کیفیت کھلی جو قاتلون کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچانے والا بنا تھا تو نہایت دل شکستہ اور پریشان خاطر ہوئین۔ آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور مرزا علی خان وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے جدا تھے تمام یکدل متفق ہو کر حاکم کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر

ہو کر عرض کیا کہ بیگم صاحبہ امان چاہکر یہ خواہش ظاہر کرتی ہین کہ الماس باغ مین جو الماس علی خان کا بنایا ہوا تھا چلی جائین یہ باغ پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لیے تجویز ہو چکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریان بھیجدیجائین چنانچہ پچاس رتھ اور ستر بہلے بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ بقالون کی دو تین دوکانین الماس باغ مین بھیجدے پہر دن رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سُکھپال مین سوار ہو کر چلی گئین اور مغلانیان اور خواصین میانون اور رتھون مین سوار ہو گئین اور پانچ چھ زخمی عورتونکو ہمراہ لے گئین اور اُنکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیان دجیت کی تھین پیاس کی کثرت سے بیگم صاحبہ نے راستے مین پانی مانگا۔ چونکہ مکان برسون سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہان روشنی کا سامان تھا نہ فرش تھا اس لیے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال مین رہین اور دوسری عورتین بھی بے آرام پڑی رہین نہ کھانا ملا نہ کافی پانی۔ اور بیگم صاحبہ کے محل مین بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان کپتان نے قبضہ کرکے تمام کوٹھریون مین قفل ڈالدیے اور اس کش مکش مین اکثر اسباب تلف ہو گیا اور بعد اسکے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہو گئے۔

ایکدن شب کے وقت نصیر الدین حیدر نشۂ شراب کے عالم مین سوار ہو کر جوش محبت مادری مین بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ مین پہونچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لیے مامور تھے اُنھون نے عدم شناسی کی وجہ سے اول رو کا جب معلوم ہوا کہ اس ہیئت سے بادشاہ آئے ہین تو اندر جانے دیا۔ بادشاہ نے سلام و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے ہمراہ محلات مین لیجائین چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے آپ یہان استراحت کرین وقت صبح اگر منظور خدا ہے ظہور مین آئے گا۔ بادشاہ نے اُسوقت سردی کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کرین۔ بستر خواب پر دراز ہوئے بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوپر

ہمیشہ ہر معاملے مین رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑے گی آخر ناجی کی تالیف قلب کر کے
اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ جنبانی ہوئی اُنھون نے
مغلانی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جُدائی منظور نہین اور دشمن اس بات پر زہر کھائے
ہوئے ہین کہ مان بیٹون مین کسی طرح صفائی کی صورت نہو اس سے بادشاہ نے تم کو
طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے بی مغلانی اصل معاملے سے غافل حسب وعدہ سوار
ہو کر در دولت پر پہونچی یہان دام تزویر بچھا تھا ہی ابھی سواری اُتری نہ تھی کہ دربان نے
روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہان سواری
اُترنا محال ہے اس تکرار مین وہ طول کھنچا کہ روشن الدولہ اور کنبوہون کے آدمی بلا کی
صورت پہونچے اور کہارونکو محل سے بلا کر پردہ سواری کا اُٹھایا اور مغلانی کو کشان کشان
روشن الدولہ کے پاس لے گئے اُنھون نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اُس نے
کہا کہ بادشاہ کی طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہون روشن الدولہ نے اُسوقت بہا کر بادشاہ کے
کان مین یہ منتر پھونکا کہ یہ سونے کی چڑیا در اصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے اس
مکر و فریب کے ساتھ ہاتھ آئی ہے اور بہر صورت بندگان حضرت کے فائدے کی بات
ہے بادشاہ کے حکم سے وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش مین قید ہوئی اور آرام کے سامان
بند ہوئے چند عرصے مین علیل ہو گئی اور یہ خبر متواتر رزیڈنٹ کو پہونچی اُنھون نے
روشن الدولہ سے کہا کہ یہ مغلانی اس طرح مر گئی تو تمھارے حق مین اچھا نہوگا ناچار
عالم مجبوری مین کچھ اُس سے لیکر چھوڑ دیا —

مغلانی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی وہ جب تک محل مین تھی
اُسکی کارگزاری کی وجہ سے نوبت فاقے کی نہ آئی اب فاقے پر فاقہ تھا کارپردازان سلطنت

سکونت پذیر ہوئے۔ بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لیے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی چنانچہ امام بخش سقہ ساکن فتح گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اُس نے آٹھ نو ہزار کے قریب آدمی بھرتی کیے اور امام بخش جرنیل مشہور ہوا جن مین ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت وغیرہ تھے۔ اور گھنڈی والی پلٹن ہمراہی غالب جنگ اور سپاہیان بھار ہمراہی فقیر محمد خان رسالہ دار نے جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے یہان نوکری کر لی اور ان کے افسر موہن سنگھ اور لالتا پرشاد راجپوت جو نہایت جوانمرد تھے بنائے گئے انمین سے مسلمانونکو روٹیان اور ایک پیالہ قلیے کا یا دال کا پیالہ اور ہندوؤنکو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور اُن سے یہ وعدہ تھا کہ عروج و دولت کی ترقی کے دن تمھاری تنخواہین مقرر ہو جائین گی اور محل مین بیگم صاحبہ کے پاس بی مغلانی اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کارپرداز تھین بیگم صاحبہ جاگیر کا کاغذ چاہتی تھین اور سفر فیض آباد کے لیے زر نقد کی بھی طالب تھین اور رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر سے اس معاملے مین زیادہ مداخلت کرتے نہ تھے نہ خود بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے۔ نہ زر نقد بھیج سکتے تھے کلکتے سے اس باب مین جواب ملنے کے منتظر تھے۔ اور جب رزیڈنٹ روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے مین کچھ کہتے تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ جس کام پر کمر ہمت باندھی ہے اُسکا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے بدون غیر ممکن ہے اور جاگیر کے باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی منہائی کے بعد جو جمع قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے نہوئی تھی کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دل مین سمجھے کہ یہ جملہ کارپردازی عتماد الدولہ کی بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اُسکو محل سے نکالا چاہیئے اگر یہ نہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی جاگیر پر عامل مقرر ہو گا اور ہماری خورد و برد ضائع ہو گی اور جب تک وہ محل مین موجود ہے

دراز کے بعد تنخواہ دیکھنا نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جرنیل اور قیام الدولہ پسر حسینہ اور فقیر محمد خان اور میگنس صاحب رسالون سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ کے ساتھ اور بالاگنج کا توپخانہ یہ سب بھیجے گئے اور ناکے کے اس طرف جو الماس باغ کے پاس ہے اس سپاہ نے مورچے قائم کیئے اور دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ رزیڈنٹ نے خانگی مقدمات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے بیگم صاحبہ کے جھگڑون مین مداخلت نہین کی تھی لیکن یہ خبر سنکر اہالیان سلطنت کی غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑ کر سلطنت کی بنیاد کو ہلادیگا اسلیئے مخبر بھیجکر اصل کیفیت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تھا پھر آپ موقع پر گئے تو سپاہ شاہی کو نہایت مضمحل اور حقیر حالت مین پایا ساز و سامان بالکل پرانا ٹوٹا پھٹا تھا اور بیگم صاحبہ کی تمام سپاہ کا سامان درست اور آدمی بھی تنآور و قوی و جسیت تھے اندیشہ کیا کہ شہر قریب ہے مبادا کہین طرفین مین ہتھیار چل جائے تو شہر لٹ جائیگا اس لیے ۳۔ جمادی الاولے ۱۲۵۲ھ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۶ء کو میر منشی سید اللہ ذات حسین خانکو بیگم کی خدمت مین فہمائش کرکے اس جمعیت کو موقوف کرنے کے لئے بھیجا وہ الماس باغ مین گئے پس پردہ بیگم بیٹھین اور پردہ کے اس طرف میر منشی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کیطرف سے سلام و نیاز پہونچانے کے بعد کہا کہ ہمکو امر خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے مناقشے مین دخل دینا منظور نہ تھا لیکن خرخشہ طویل ہو گیا اور ریاست مین فساد ہونے کا احتمال ہے اور قریب ہے کہ مخلوق پریشانی مین مبتلا ہو جائے اور سلطنت اودھ کی حراست و حفاظت دشمن بیرونی و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہدنامو نکی وجہ سے ہے اسلیئے طوعاً و کرہاً مداخلت کی جاتی ہے آپ کو اس قدر مسلح آدمی بے اذن والی ملک کے نوکر رکھنا

کچھ سنتے ہی نہ تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے زیور اور جواہر اُن کا
جس کسی نے مول لیا اُس کا گھر ضبط کیا گیا غرض عجب بلا مین مبتلا تھین نہ جائے ماندن
نہ پائے رفتن جعل خورون اور جعلسازون کا بازار گرم تھا اور محل کے خواجہ سرا اپنے خیال
مین پڑے تھے کہ فرخندہ خانم مہردار سے ملکر کاغذ پر مہرین چھاپ کر کشائش کی امید
مین شیرینی کی صورت تقسیم کرتے تھے تاکہ رزیڈنٹ کو بیگم کا مدد معاون بنادین اور
بیگم صاحبہ کے خیال مین یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہونچتے ہین اکثر
عیسائی گل تازہ کھلاتے تھے کہ اپنی میمون کو بلغ مین بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر سبز باغ
دکھاتے وہ نہال ہوکر طلائی و نقرئی اسباب انعام مین بخشتی تھین کہ انھین کی وجہ سے
رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال پہونچکر یہ روز بد سر سے ٹل جائے مگر کسی کی کوشش
سے کام نہ نکلا - اہالی سلطنت ایسے غافل تھے کہ انکو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس
ہو گیا تھا ذرا پروا نہوئی جب ان لوگون نے آس پاس کے باغات مین جاکر
دست اندازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی فراہمی کا حال معلوم ہوا بادشاہ
نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کردینا چاہیئے بیگم نے جواب دیا کہ مین صحرا کے لق و دق
مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لیے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین بادشاہ
کے حکم سے شہر مین منادی ہوگئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کرے گا سزا پائے گا اور
رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کردی گئی اور واسطے تدارک اور دفع فتنہ و فساد کے
سپاہ شاہی متعین ہوئی بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بددل ہو رہی
تھی روشن الدولہ نے اُنکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح بنا تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے
وقت جانبازی سے دریغ نکرین سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ انکی بدولت مدت

غرض جاگیر سے ہے اور نوکرون کو مین ابھی موقوف کرنے کو تیار ہون لیکن عرصۂ دراز سے
اُنکو چڑھی ہوئی تنخواہ نہین ملی ہے اُنکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے جو کچھ سونے چاندی کا اسباب
تھا آج تک فروخت کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نملا اب دینے کو کچھ میرے پاس نہین
اگر تین لاکھ روپیے دلوا دیئے جائین تو اُنکی تنخواہین بیباق کرکے علحدہ کر دیا جائے میرمنشی
نے کہا کہ عرصۂ دو سال سے اُنکو کہان سے دیا گیا کہ اب برطرفی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میرمنشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح بھجا کر قسم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا اور
اُنھون نے بھی میرمنشی کے سامنے سپاہیونکو مورچون سے بلاکر ہتھیار کھولدینے کا حکم سُنادیا
میرمنشی وہان سے رزیڈنٹ کے پاس واپس ہوا اور تمام حال بیان کیا۔ اور رزیڈنٹ
سے اس کام مین مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے
نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اُنکے خرچ کے لیے بادشاہ کی استرضا سے تجویز کیا اور تمام ملازمان
بادشاہی کو حکم سُنا دیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص کسی طرح کی مزاحمت نکرے جہان وہ
جا ہین پھرین چلین اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار روپیہ ماہوار ملا کرین گے اور ایک
لاکھ روپے نقد دیے جائین گے بشرطیکہ آپ کل سپاہ علحدہ کرکے صرف چار سو آدمی اپنی
حفاظت کے لیے رکھ لین بیگم نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تین لاکھ روپے کے بغیر کام نہین
چلے گا اور نہ پندرہ ہزار روپے میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے نہ مانا ناچار
بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپے خزانۂ شاہی سے نکلکر
بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد و خدابخش چوبدارونکو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو تنخواہ
تقسیم کراکر برطرف کرادین۔ بیگم صاحبہ نے چوبدارون کے روبرو اُن روپیون مین سے بعض
سپاہیونکی تنخواہ دلواکر بظاہر اُنکو برطرف کر دیا اور اُن سے خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے نوکر ہو اپنے

مناسب نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کر دین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی
حفاظت وبندوبست کے لیے رہنے دیے جائین میری طرف سے آپکی خیرخواہی مین کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہو گا اور آپکا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہونچتا رہے گا اور حفاظت
اہالی سرکار کمپنی سے اچھی طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھدیا جائیگا
اگر آپ میری گزارش پر عمل نکرینگی تو سپاہ انگریزی کی دو کمپنیان بھیجدیجائینگی جو آپ کی تمام
جمعیت کو پریشان کردینگی اور اُسوقت آپکو تحسر و تاسف فائدہ نہ بخشے گا یہ سُنکر بیگم صاحبہ
اور فریدون بخت اور تمام خواصان محل زار زار رونے لگین پھر بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو
رزیڈنٹ کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور رہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسی نہ کسی طرح
رزیڈنٹ صاحب میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن
پاؤن اور سلیمان جاہ کی جسطرح مین نے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ پر
روشن ہے مگر دشمنون کے بہکانے سے اُنھون نے میری خرابی پر کمر باندھی ہے اب کہ اس
ویرانے مین رہتی ہون تب بھی مفسد توہین اور تذلیل کے درپے ہین اور ہر روز ایک نیا
پیغام بھیجدیتے ہین ورنہ مجھکو اتنے آدمیون کے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی مجبور ہو کر
حفاظت عزت کے لیے اتنی جماعت فراہم کی ہے اگر رزیڈنٹ میری جاگیر جو میرے
شوہر نے عطا کی تھی دلوادین تو وہان چلی جاؤن - میر منشی نے جوابدیا کہ مین اس بات
کے واسطے رزیڈنٹ کیطرف سے مامور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپ کو کچھ
لکھنا سُنانا ہے تو اپنا حال لکھدیجیے مین اُنکے سامنے پیش کردونگا اور آپ کے پاس جواب
آجائے اگرچہ اقرار واثق نہین کر سکتا مگر اتنی تنخواہ گذراوقات کے لیے جو آپ کی ذات اور
نوکرون کے لیے کافی ہو گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہوجائیگی - بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو تو

ہاتھوں ہاتھ لیا اکثر عالم انتشار میں محل کے اندر عورتوں سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ تمھاری
قسمتوں میں ہے جلد جلد مجھ سے لیلو اور عیش کرلو کہ میرے بعد جوار کی روٹی اور ماش کی دال
نصیب ہونا سخت مشکل ہے نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان
کے بیٹوں نے انگریزی افسروں سے تحریرات شروع کی ہین اور چاہتے تھے کہ سلطنت اُن کو
ملجائے اسوجہ سے مجھکو منظور ہے کہ ایک کوڑی خزانے مین باقی نرہے اور روشن الدولہ اس فکر
مین تھے کہ جسطرح بیگم صاحبہ کا اخراج ہوا ہے اسیطرح بادشاہ کے اور ہوا خواہوں کا بھی اخراج
ظہور مین آئے تاکہ پھر کوئی کانٹا باعث کاوش محل مین باقی نرہے آخر یہ نوبت پہونچی کہ براتی خانم
جسکو بادشاہ دَدَا کہتے تھے اور باورچیخانۂ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا اور چگنا خانم اور
باقی اسامیان عیش محل نے جو یہ رنگ خراب دیکھا اور سمجھین کہ انجام کار آبرو پر پانی پھریگا
تو بیماری وغیرہ کا حیلہ کرکے گھروں مین بیٹھ رہین اس عرصے مین گورنر جنرل نے متواتر اودھ کی
بدانتظامی رفع کرنے کے لیے تاکید لکھی اور رزیڈنٹ نے بھی دفتر شکایت مین گورنر جنرل کو
لکھے اور جب رزیڈنٹ وزیر پر تاکید کرتے تو وہ کہتے کہ مجھکو بادشاہ کے مزاج مین مداخلت نہین
اگر اُن سے کسی سیاہ کے بارے مین عرض کرتا ہون تو کہتے ہین کہ میرے نوکرون کو کسواسطے
برطرف کرتے ہو اور مُلک کو امانی کرنا چاہتا ہون تو فرماتے ہین کہ نواب صفدر جنگ کے
عہد سے ہمارے ملک مین یہ رسم جاری نہین ہوئی عملدرآمد قدیم کے خلاف لاکھون روپے کا
نقصان اُٹھانا کیا ضرور اور مصارف محلات کی بابت زبان سے کچھ نکالتا ہون تو یہ
جواب دیتے ہین کہ تمکو ہمارے گھر سے کیا کام ہم جسکو چاہتے ہین بخشتے ہین اور اگر تماشائی بنکر
مہر سکوت لب پر لگاتا ہون تو آپ بدنام کرتے ہین اور اگر زیادہ سبقت کرتا ہون تو حکیم
مہدی علی خان کے مانند مغضوب و معزول ہونے کا خوف ہے اور آپ سے تدارک کی امید

مکانون پر بیٹھے رہو اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اُنکے بھانجے تھے رزیڈنٹ کو
کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے کافی نہین اسلیے اور روپیہ دینا چاہیے بہت سی
گفتگو کے بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپے سے اور امداد کرنے کو راضی ہوئے چنانچہ حسب الحکم شام کو
ایک لاکھ روپے سر بمہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے یہان بھجوا دیے جائین گے کہ رات مین
بادشاہ کا انتقال ہو گیا ۔

مادر مہربان کے ساتھ بادشاہ کے ایسے ناخلفانہ سلوک کا انگریزون پر اثر

ملخص تاریخ اودھ مین ہت پرشاد نے لکھا ہے کہ جن دنون نصیر الدین حیدر کا
بادشاہ بیگم کے ساتھ تنازع ہوا تھا تو اُن سے ایسی نامناسب حرکتین ہوئین کہ انگریزون کو
بہت ناگوار گزرین اور اُنکا سمجھانا مفید نہوا عجب نہ تھا کہ بادشاہ کے جیتے جی سلطنت کا
حال بدل جاتا لیکن اُنکی موت سے پردہ پوشی ہو گئی ۔

بادشاہ کی شکستہ حالی ۔ سلطنت کی ابتری اور آخرکار اپنے مقربین کے ہاتھون سے جان دینا

مادر مہربان کی شکستہ خاطری ۔ رعایا کی پریشان حالی سے آخرکار برق قہر آسمانی حضرت
ظل سبحانی پر ٹوٹی اور اُنکی جان پر آبنی یعنی جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو روشن الدولہ کو
انگریزون کے ساتھ موافقت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بڑا اقتدار حاصل ہو گیا ہر ایک چھوٹا
بڑا اطاعت کرنے لگا ملک کی آمدنی مین کمی ہوئی ۔ خزانہ خالی ہوا ۔ بادشاہ کو اضطراب نے

کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھکر خوش ہونگی - ۳- ربیع الثانی ۱۲۵۳؁ھ ہجری تک اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور اپنے پانون سے چلتے پھرتے تھے اتفاقاً اُسدن انّاجی کے یہان سے کھانا آیا تھا اس مین قلیہ کریلے پڑا ہوا بھی تھا بادشاہ نے اُسکو کھایا رات کے وقت چوکی پر گئے اور وہان سے آکر انگڑائی لی اور بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہوگئے لحاف اوڑھ لیا -

اب یہان مختلف طور پر روایت کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ اسوقت بادشاہ کا کام تمام ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ ابھی رشتۂ حیات منقطع نہوا تھا کہ دھنیا مہری وغیرہ وہان کے حاضرین نے تربوز کے پانی مین زہر ملاکر بادشاہ کے حلق مین اُتارا تاکہ ٹھنڈے ہوجائین آخر نزع کی نوبت پہونچی - روشن الدولہ اور سبحان علی خان نے آکر پہلے نشتر سے پانون کی رگ ہفت اندام چھیڑی خون معلوم نہوا انّاجی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھکر دیکھا ثابت ہوا کہ اب دم باقی نہین ہے لیکن اسوقت بھی اُس شیر مردہ سے ان تیرہ دلون کا زہرہ پانی پانی تھا اسکو سکتہ تصور کیا اُنکا کام اجل تمام کرچکی تھی -

۴- ربیع الثانی ۱۲۵۳؁ھ ہجری موافق ۸ جولائی ۱۸۳۷؁ء کو بعد انقضائے چار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات مین طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی بچیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تھا اور دس برس پانچ یوم حکمرانی کی چھ کروڑ روپے سے زیادہ جو خزانے مین جمع تھے اور جواہرات اور آمدنی ملک کا روپیہ سب صرف کیا جیتے جی سلیمان جاہ لقب تھا مرنے کے بعد خلد منزل کہلائے - جب نصیر الدولہ اُنکی جگہ مسند نشین ہوچکے تو اُنکا جنازہ حسب آئین شاہانہ اُٹھاکر کربلاے مکارم نگر مین جو گومتی کے پار اُنھون نے تعمیر کرائی تھی اور نیم تیار موجود ہے اور شبیہ کربلا اُس کا نام رکھا تھا مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے -

نہین۔ بہرصورت اس مرض سخت کا علاج منظور نظر ہے کہ اس مریض کو ایسا چنگا کیجیے کہ
پھر قیامت تک صورت نظر نہ آئے لیکن اس شرط سے کہ آپ جان اور حرمت کے محافظ
بنین اور عہد مستحکم کے ساتھ ضمانت کرین رزیڈنٹ نے یہ بات سُن کر فقط یہ جواب دیا کہ جس مین
خلق کی بہبودی اور رعایا کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل مین لاؤ
بعد اسکے شراب دار اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور ہنود و نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس
ساقی گری کی خدمت پر ممتاز تھے اس بات پر آمادہ کیے گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے
استعمال مین لائین لیکن یہ تدبیر کارگر نہوئی یہ معاملہ طشت ازبام افتادہ کی مانند مشہور ہوا
اور بدنامی کے ساتھ اُن لوگون کی آبرو پر پانی پھرا اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل
ہوئی تو نہایت بدحواس ہوئے اور اب بادشاہ پر اپنے بدخواہ دوست نماؤن کی عداوت قلبی
کی صورت کھلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کھانے پر اس خوف سے ہاتھ
نہین بڑھاتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے مزدورون اور بہروپئے تلنگون سے بھُنی
ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب مین بھر رکھتے تھے اور اُنکو کھا کر امید و بیم مین اوقات بسر
کرتے تھے اسوقت مین بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری مین کنارہ کش ہوئے فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے اُنہین سے دو کہاریون دھنیا اور ڈلوی نے جو ہمہ تن روشن الدولہ
کے جادۂ اطاعت سے باہر نہ تھین صحبت گرم رکھی قضائے کار بادشاہ کی طبیعت شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناساز ہوئی اور استسقا پیدا ہوگیا ہاتھ پاؤن مین ورم آگیا
ہر وقت موزے اور دستانے پہنے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سُنکر ہمیشہ رنج و الم
مین مبتلا رہتی تھین اور اُنکی بڑی آرزو یہ تھی کہ چل کر آخری دیدار نور دیدہ کا کرین لیکن بادشاہ
دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ مین بیگم صاحبہ سے ملاقات نکرونگا

دیگر

آہ ازین چرخ سخت بے تمکین | کہ مدارش نہ جز بمر کز کین
وی سرے راکہ بر فلک مے سود | کرد امروز جا بقعر زمین
عسلش با مرارت آغشتہ | نوش عیشش بہ نیش غم آگین
سرگذشت شہنشہ ماضی ست | جاے عبرت بچشم آخر بین
بین شہے راکہ وے بیاری بخت | بود باصد شکوہ تخت نشین
گشت امروز تختہ تابوت | مرقد خسرو نصیر الدین
حیف بر نوجوانی شاہ است | ورنہ انجام ہر کس ست ہمین
آخر کار سال تاریخش | گفت واثق شد آن بخلد برین

سپاہ

اس زمانے مین فوج کی برطرفی کے بعد چار ہزار سوار اور ۳۷ پلٹنین تھین

بادشاہ کے مزاج کے قہر و غضب کا نمونہ

اس بادشاہ کے مزاج مین ایسا قہر و غضب تھا کہ جس پر غصے ہوا پھر اُسکی بابت سفارش کی کوئی بات نہ سُنی یہانتک کہ بعضون کو زندہ در گور کرا دیا اور بعض عورات محل کو اعمال قبیحہ کی پاداش مین مکان درشن بلاس کی دیوار مین زندہ چنوا دیا۔ سلطان الاخبار مین اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔

تاریخ وفات

بونصر قطب دین وسلیمان روزگار ‌ ‌ دردا به خلد رفت ازین دار بے مدار
سال وفات خواست چو عقل دقیقه یاب ‌ ‌ گفتا خرد که از غسق نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہِ جہان سلیمان جاہ ‌ ‌ سوے جنت ز بارگاہ اودھ
ہاتفے گفت از سرِ افسوس ‌ ‌ به ارم رفت بادشاہ اودھ

دیگر

رفت از جہان بباغ جنان خسروِ زمن ‌ ‌ بنمود زیر شہپر جبرئیل آشیان
خلد برین و کوثر و تسنیم و سلسبیل ‌ ‌ دادش به لطف خویش خداوند دو جہان
اسمش چو بعد نائب مہدی وحید عصر ‌ ‌ واضح شده برائے سکونت درِ جنان
پرسیدم از سروش چو سال وفات شاہ ‌ ‌ باجان غم کشیده و با چشم خون فشان
گفتا ربیع آخر سوم ز ماه بود ‌ ‌ ہجری ہزار و دو صد و پنجاه و سه بدان

از مرزا محسن خان ثاقب

ہمائے روح پاک شاہ عادل ‌ ‌ چو از اسفل براعلےٰ کرد طیران
فلک ساکن زمین در جنبش آمد ‌ ‌ سیه گردید روے مہر تابان
ز کلک نغز ثاقب سال فوتش ‌ ‌ غروب مه رقم شد ابے عزیزان

اس واقعہ کی اطلاع دی - رزیڈنٹ نے بادشاہ کے چچا نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو
جو نواب سعادت علی خان کے بیٹے تھے اُنکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت
اسلام کے موافق انگریزی فتوے لگاکر اُنکی مسندنشینی کے سارے سامان درست کردیے
اور ایک خط افواج متعینہ کیمپ منڈیاؤن کی حاضری کے واسطے لکھا اور ایک
چوبدار کو جلدی الماس باغ کی طرف روانہ کیا اسکی زبانی بادشاہ بیگم اور منا جان کو کہلا
بھیجا کہ اگرچہ بادشاہ نے خردسالی مین راہ عدم جو سب کے لیے ناگزیر ہے لی جسکا دل کو
صدمہ ہے لیکن اب آپ صاحبونکو چاہیے کہ آرام سے اپنے مسکنون مین رہین کسیطرح کا
خوف دہراس دل مین نہ لائین اور سرکار کمپنی کے حُکم کی تعمیل مین سہل انکاری نکرین
آپ صاحبون کے لیے بادشاہ مرحوم کے عہد سے ہزارون مدارج بہتر ہونگے اور اس
احتیاط سے کہ عورتین ناقص العقل ہوتی ہین مرزا علی خان کو جو بیگم صاحبہ کی طرف سے
وکیل تھے بلاکر بہت جلد بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ہماری طرف سے بادشاہ مرحوم کی
تعزیت کے بعد اُن سے کہنا چاہیئے کہ اب صدر کے حکم کے موافق اس خاندان عالیشان کی
ریاست ایسے شخص کو دیجائیگی جو امور مملکت کی قابلیت اور انتظام مہمات سلطنت کی
لیاقت رکھتا ہوگا رعایا پروری اور مظلومون کی غور رسی کے اوصاف سے متصف ہوگا
بادشاہ مرحوم نے جس قدر ظلم کیے سلطنت کے کامون سے بے پروا رہے لہو ولعب اور
عیش وعشرت مین اپنی عمر عزیز کو خراب کیا سلطنت کے کسی کام مین دلچسپی نلی یہ
باتین تمام اہل الرائے نے ناپسند کین چونکہ سرکار کمپنی کی اس دودمان عالیشان کی
طرف نظر مرحمت وعنایت ہے اور رعیت پروری اور ملک کی آبادانی منظور ہے اسلیے
سرکار موصوف یہ چاہتی ہے کہ اس خاندان سے کوئی ایسا شخص جسمین عدل وانصاف

مرزا مہدی الملقب بہ رفیع الدین حیدر عرف مناجان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی سینہ زوری سے نصیر الدین حیدر کی جگھہ مسند نشین ہو جانا مگر رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونون کو گرفتار کرکے چنار گڈھ پہونچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع دی اُنھون نے رونا شروع کیا اور اپنے بھانجے مرزا علی خانکو رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اب آپ کو میری دوستی بادشاہ کے حق مین اور دشمنونکی دشمنی اُنکے ساتھ ظاہر ہوئی یا ابتک دغدغہ باقی ہے آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین اب مین بلا توقف آتی ہون - ۵ - ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری کو اول شب مین بادشاہ کا مجلس ہستی مین جام عمر لبریز ہوا گو اُنھون نے مناجان کو جو افضل محل کے بطن سے تھا اپنی زندگی مین اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پھر اُسکی ولدیت کا رزیڈنٹ کے سامنے ابطال کیا تھا اور صدر سے یہ حکم آیا تھا کہ اگر ایسا ہو تو نواب سعادت علی خان کی اولاد مین جو بڑا اور نیک خصلت ہو اُسکو بادشاہ کرنا چاہیئے اور اس سبب سے نصیر الدولہ کے سوا ہر طرح کوئی شخص رزیڈنٹ کی نظرون مین نہ جچا اور یون تو کئی اور آدمی بھی جدی وراثت کا دعوی رکھتے تھے لیکن مناسب نہ معلوم ہوے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد مدت تک اہلکارون نے کرنیل جان لو رزیڈنٹ سے اس بات کا اخفا کیا بہت دیر کے بعد اُن کو

گئی تھی انھون نے بھی مژدۂ جلوس سلطنت سُنایا جب حسب ضابطہ معاملات طے ہوگئے
تو کپتان شکسپیر نواب صاحب اور انکے بڑے بیٹے مرزا امجد علی اور دو پوتون اور
دامادون محسن الدولہ اور منیر الدولہ اور عظیم اللہ خان اور رفیق الدولہ اور کوکلتاش اور
چند آدمیونکو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش مین اُترے ابھی پانچ گھڑی رات باقی تھی رزیڈنٹ نے
استقبال کرکے معانقہ کیا اور ساتھ لاکر ایک کمرے مین ٹھہرادیا اور کوٹھی فرح بخش کا
یہ انتظام کیا کہ دو کمپنیان تلنگونکی اور دو توپین مقرر کردین اور انگریزی فوج کے گارد
جا بجا متعین کردیے اور اس خیال سے کہ اسوقت بادشاہ کی وفات کے صدمے سے خاص
محل مین شور و ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کیجائیگی آپ اپنی کوٹھی کو
چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ مائٹن صاحب کو یہان چھوڑ گئے اور سولے فوج
انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپنیان بھی فرح بخش مین دونون جانب کھڑی
کردین۔ اُدھر بادشاہ بیگم نے سواری طلب کی اُسی وقت رزیڈنسی کے چپراسی نے جو انکی
ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہونچائی رزیڈنٹ
خود سوار ہوکر فرح بخش کو روانہ ہوے اور خواجہ بخش چوبدار کو بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ
آپ کا آنا مناسب نہین ریاست فریدون بخت کو نملے گی یہ تخت وراثت نصیر الدولہ سے
رونق پذیر ہوگا مگر یہان کب صبر ہوسکتا تھا گو حکم ممانعت چوبدار نے پہونچایا لیکن اُس پر
بیگم نے التفات نکیا اور اپنے تمام نوکرون کو جمع کرکے اور پالکی مین فریدون بخت کے ساتھ
بیٹھکر دو ہزار آدمیونکی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جنکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد تھے
الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئین جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہونچی تو مرزا علی خان کو
اُنکے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہان آنا مناسب نہین لوٹ جائیے مین آپکے

رعیت پروری غربانوازی انتظام ملک و مال خبرگیری مظلومان علم وحلم کی صفات
پسندیدہ و اخلاق حمیدہ جمع ہون والی ملک بنایا جاسکے اور ایسا شخص خواہ نواب سعادت علیخان کی
اولاد سے ہو یا نواب شجاع الدولہ کے دوسرے بیٹونکی نسل سے مرزا علی خان سے
پہونچ کر رزیڈنٹ کے تمام پیام کو بیگم صاحبہ کی خدمت مین ادا کیا تاریخ مذکور کا مؤلف
لکھتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی عادت یہ تھی کہ حق بات کی فہمائش اُن پر مطلق اثر نہین کرتی تھی
اور جو کام دوربینی اور عاقبت اندیشی پر مبنی ہوتا وہ اُسکو مکروہ جانتی تھین اس لیے
اُنھون نے رزیڈنٹ کے اس پیام کی جو گورنر جنرل کے حکم کے مطابق تھا مطلق پروا نکی
اور میمنت خواجہ سرا اور امام بخش سقے کے مشورے سے کہ انھین دونون کی رائے پر
چلتی تھین فوج کو تیار کرکے روانگی کا ارادہ کیا ۔

اُدھر رزیڈنٹ نے ایک خط نصیر الدولہ کے نام لکھکر اپنے اسسٹنٹ دوم شکسپیر صاحب
اور سید التفات حسین خان میر منشی کو دیکر اُنکے لانے کے لیے بھیجا اور انکو یہ بھی حکم دیا کہ
عہدنامے پر دستخط کرالین علی جان جس کا خطاب قمر الدولہ تھا نصیر الدولہ سے حقیقت حال
سُنکر پیادہ پا عظیم اللہ خان کے ذریعے اور تعارف سے نصیر الدولہ کے پاس آیا اور جلوس تخت
شاہی کی مبارکباد مین نذرین گذرانکر عرض کیا کہ ابھی شکسپیر صاحب آتے ہین اور فساد ہونے کو ہے
حضور مجھے چھپا رکھین چنانچہ وہین ایک مکان مین پوشیدہ ہوا اتنے مین مظفر حسین خان
سبحان علی خان کا بیٹا آیا نواب روشن الدولہ اور اپنے باپ کی طرف سے مبارکبادکی
نذرین گذرانین اور چکنی چپڑی باتین کرکے کہنے لگا کہ اب حضور کو سلطنت مبارک ہووے
اس شرط پر کہ روشن الدولہ وزیر اور ہم دولتخواہ کارفرما ہووین نواب صاحب نے فرمایا انشاءاللہ
وہ تو رخصت ہوا اور شکسپیر صاحب اور منشی التفات حسین آپہونچے اسوقت ڈیڑھ پہر رات

حکمرانی آغاز کی اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازمان شاہی بھاگ گئے بازاری آدمیون
نے تخت کو گھیر لیا اُسوقت اپنے بیگانے کا کچھ تمیز نہ رہا ایک ہلڑ مچا ہوا تھا اُس جگھہ مشعلین بیشمار
روشن تھین امام بخش کے حکم سے جا بجا پہرے تعینات ہوئے۔ رام دھن ہرکارے کو
حکم ملا کہ وہ رابرٹ صاحب کے سپاہیونکو حکم پہونچائے کہ سبحان علی خان کا مکان لوٹ
لین اور اُنکے بیٹونکو یہان حاضر کرین پلٹن کے سپاہیون نے جاتے ہی سبحان علی خان کے
مکان کو کھودنا شروع کیا۔ روشن الدولہ اور سبحان علی خان مع اپنے بیٹونکے وہین ایک
کمرے مین چھپے ہوے تھے ناگہان بیگم کے نوکرونکی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی چاہا کہ اُنکو
گرفتار کرین روشن الدولہ نے کمر سے تلوار لی اور قبضہ پر ہاتھہ ڈالا بیگم کے آدمیون نے اُس کو
مار ڈالنا چاہا مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور یہ شور سُنکر بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری
محاسبہ دار ہے اسکو زندہ گرفتار کرو راجہ شیودین کو بھی قید کر لیا نواب نصیر الدولہ بھی ایک کمرے
مین قید ہو کر دم گننے لگے اور کئی سپاہیان شمشیر برہنہ کا پہرہ اُنکے سر پر تھا اور صاحبزادہ
امجد علی خان بھی سپاہیونکی محافظت مین تھے ایک طرف عظیم اللہ خان اور ایک جانب
رفیق الدولہ مقید تھے روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خان جو جرنیل تھا اُس نے مار دھاڑ سے
بہزار خرابی رہائی پائی اُسوقت وہ صداے شور و فغان بلند تھی کہ کوئی کسی کی بات نہین سنتا
تھا دھنیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گھر کا اسباب لوٹ کر اُسکو کشان کشان لائے
مولوی غلام یحیٰی خان اپنی جان اور حفاظت آبرو کے خیال سے کوٹھی فرح بخش سے دریا کی
طرف کود پڑے اور دریا کے کنارے ایک کشتی دیکھی اُسمین جا چھپے لیکن گرنے سے ایسی چوٹ
آئی کہ پانون کی ہڈی جوڑ سے جدا ہو گئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تھا ڈیڑھ مہینے تک سینکا کیے
اور سبحان علی خان کے بیٹون نے خوشامد درآمد سے کام لیا اور پنجۂ عذاب سے چھوٹ کر

درما ہے کا بندوبست بقدر کفایت کرونگا آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھیں
بیگم نے لوٹنا چاہا منا جان اور امام بخش نے نہ مانا بلکہ ملخص تاریخ اودھ سے یہانتک معلوم ہوتا
ہے کہ درحقیقت بادشاہ بیگم آنے مین راضی نہ تھین لیکن آدمیونکے بہکانے اور منا جان کے
پیچھے پڑنے سے چلی آئین اتنے مین رزیڈنٹ کو خبر پہونچی کہ بادشاہ بیگم مع منا جان اور بہت سے
ہمراہیونکے دروازے پر آگئین اُنھون نے خفا ہو کر روشن الدولہ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے
آپ نے کچھ بندوبست نکیا اُنھون نے کہا کہ مین نے انتظام الدولہ اور راجہ بختاور سنگھ کو ممانعت
کے واسطے بھیجا ہے شاید وہ اور رستے سے گئے ہونگے رزیڈنٹ خود روشن الدولہ کو ہمراہ
لیکر اُس ہنگامے کے دفع کرنے کے واسطے اُٹھے اور اپنے اول اسسٹنٹ مائن صاحب کو تھوڑی
سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ کوٹھی فرح بخش کے دروازۂ مغرب رویہ واقع جانب
مکان فتح علی خان کپتان پر جاکر کواڑ بند کرے مگر امام بخش نے اُس دروازے کے کواڑ ایک
ہتھنی سے تڑوا ڈالے اور اُسکے ہمراہی کپتان جمیس پاٹن صاحب سے یہ ترشی پیش آئے
لیکن صاحب مذکور ایک شخص ماکھن بھرادار کی حمایت سے جان سے بچ گئے بیگم صاحبہ کی سواری
کی پالکی بارہ دری مین تخت سلطنت کے پیچھے جا پہونچی اور قندھاریونکو بلانے کے لیے آدمی
مامور ہوا چنانچہ عبدالرحمن خان قندھاری کا بیٹا مصطفےٰ خان حاضر ہوا اُسوقت بیگم صاحبہ
نے فریدون بخت کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین سونپا جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی
تو اپنے میر منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے سمجھانے کے لیے آئے مگر کثرت جوش و خروش سے
وہ اُن تک نہ پہونچ سکے آخر کار امام بخش اور موہن سنگھ اور للتا پرشاد کی مدد سے
منا جان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ مین لیکر تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور اپنے نوکرونکی
نذرین لینے لگا اور بیگم صاحبہ نے سواری مین سے فرمانروائی شروع کی اور امام بخش سقے نے

اب کل دو منٹ کی مہلت باقی ہے کہ اس گفتگو کے ضمن مین ماٹن صاحب نے جو چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور تھے آکر اپنا خون آلودہ چہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیون نے زخمی کیا تھا رزیڈنٹ کو دکھایا مرزا علی خان نے بیگم صاحبہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُنھون نے ایک بات نہ مانی مجبور ہو کر رزیڈنٹ نے اُس افسر کو جو منڈیانون سے فوج لایا تھا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا اور بہت پرشاد کہتا ہے کہ رزیڈنٹ نے مصطفےٰ خان قندھاری کی معرفت بیگم صاحبہ کو کہلا بھیجا کہ اب پاؤ گھنٹے کی تمھین مہلت دیتے ہین بعد اسکے توپ چلے گی ابھی مصطفیٰ خان اُس ہلڑ مین پیام کہنے نہ پائے تھے اور اس بات کی اُنکو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ رزیڈنٹ کے حکم سے توپین چلنے لگین چند گراپون مین بارہ دری پاش پاش ہو گئی سیکڑون آدمی بھاگ گئے اور چالیس آدمیونکے قریب مارے گئے تلنگون نے سیڑھیان رکھکر آدمیون پر چھرے مارنا شروع کیئے اور تخت کے جواہرات کو اس جلدی مین جتنا بن سکا لوٹ لیا اُسوقت نورانقال کا بیٹا دولہ ناچ رہا تھا اُسکا ہاتھ کلائی کے پاس سے اُڑ گیا بعض کہتے ہین وہ مارا گیا اور تمام انگریز زغہ کرکے کوٹھی فرح بخش پر پہونچے دھُوین کی کثرت نے اُس مکان کو ظلمات بنا دیا شیشہ و آلات توپ کے چھرون سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفےٰ خان نے جو مناجان کا سینہ سپر تھا سینے مین گراب کے دو ٹکڑے کھاکر جان دی موہن سنگھ اور لالتا پرشاد بھی مارے گئے رزیڈنٹ نے مناجان کو سخت و سُست کہکر جھڑکی کے ساتھ کہا کہ جلد تخت سے اُٹھ تیرے مارے جانے مین دیر نہین ہے مناجان نے بھی کہ جان پر بنی ہوئی تھی جواب ترکی بترکی دیکر بندوق کو ہاتھ سے پھینک دیا اور تخت سلطنت سے اُتر کر اپنے آپ کو نشیب کیطرف گرا دیا کہ پاؤن مین صدمہ بھی آیا بیگم صاحبہ کے خاص بردار اور برقنداز بھی بندوق زنی پر مستعد تھے رزیڈنٹ کے گرد سپاہیون نے حلقہ باندھ لیا

باہر آئے توپخانے مین مُنّا جان کی سلامی شروع ہوئی کرنیل جان لو پر ایک یورش کا ہنگامہ نازل تھا لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ حسب آئین وضابطہ کے اپنی زبان سے منا جان کی سلطنت کا اقرار کرین مگر اُنکی زبان سے کب یہ کلمہ نکلتا تھا ہرگز نہ کہا جب دن نکلا تو مرزا علی خان وکیل بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس گئے اور اُس گروہ کے پنجے سے نجات دلائی اور اُن سے کہا کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہین۔ رزیڈنٹ صاحب نے اُنکے پاس پہونچکر بہت کچھ سمجھایا کہ آپ یہان سے لوٹ جائین ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسندنشین ہونگے مگر بیگم نے نہ مانا رزیڈنٹ نے احتیاطاً مرزا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کو بُرا کہتے تھے وہ خاموش تھے کسی کو جواب نہین دیتے تھے یہانتک کہ ایک مفسد نے تلوار کھینچ کر اُنکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علی خان کے کہنے سے باز رہا اور دوسرے نے بندوق سامنے کرکے سر کی جسکی گولی کان کے پاس سے نکل گئی بہزار احتیاط رزیڈنٹ مع لفٹنٹ شکسپیر اور میر منشی کے آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری مین چلے آئے اور اُسیوقت سپاہ انگریزی چھاونی منڈیانون سے مع چار توپونکے آپہونچی تھی اُسکی صف بندی کرانے لگے اور اول اتمام حجت کے لیے مرزا علی اور مصطفےٰ خان رسالہ دار قندھاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو ہماری جانب سے جاکر کہو کہ بہتر یہی ہے کہ یہ تخت سلطنت چھوڑکر اپنے مقام کو لوٹ جائین بیگم صاحبہ نے پالکی مین سے جوابدیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ کونسل کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اس لیے پاؤ گھنٹے کی اور بقول دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گھڑی اسوقت میرے ہاتھ مین ہے منا جان کی اگر جان کی خیر منظور ہے تو تخت سے اُٹھاؤ پھر میعاد کے اندر اُس مضمونکو تین مرتبہ دُہرایا کچھ ساعت بعد اور کلکتے کی چٹھی جو ہاتھ مین تھی اُسکو مرزا علی خان کو دکھاکر فرمایا کہ یہ حکمنامہ کلکتہ کا موجود ہے

اور ایک پلنگ شکستہ کے اُنکے پاس دوسرا فرش نہ تھا اور انگریزی پہرہ اُنکے سر پر
کھڑا رہتا تھا سقّے کا ایک چھوٹا لڑکا جسکا نام محمد علی تھا کھانا پانی پہونچاتا تھا بیگم صاحبہ نے
دو روز تک کھانے پانی کی طرف آنکھ نہ اُٹھائی تیسرے دن تھوڑا پانی پیا اور ذرا سا کھایا
کبھی کبھی رزیڈنٹ اُنکے پاس بطریق خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت
کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اُنکے
چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا نہ تھے - افسوس کارپردازان سفاہت نشان کے ہاتھون
ایسی مقتدر صاحب ثروت بی بی کا یہ انجام ہوا - ائمہ اطہار کی شان مین جو کچھ اُنھون نے
بدعات و منکرات ایجاد کی تھین خدا کی طرف سے یہ اُسکا خمیازہ تھا - آخرکار رزیڈنٹ نے
بارہ جوڑے زنانے و مردانے اور چند برتن کھانا پکانے کے سید التفات حسین میر منشی کی معرفت
مہیا کر کے ساتھ کیے اور آٹھ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۲ جولائی ۱۸۳۷ء چہار شنبہ
کی آدھی رات کے وقت سپاہیونکی حراست مین مع مناجان کے بیگم صاحبہ کو لفٹنٹ شکسپیر
اسسٹنٹ دوم کے ہمراہ پالکی مین سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل اسٹونس کمان افسر فوج
کے سپرد کر دیا تاکہ قید رکھے - بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکۂ
الماس باغ مین سے اشیاے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بحسب ضرورت اٹھارہ
چھکڑون مین لدوا کر اور اٹھارہ کنیزین اور افضل محل والدۂ مناجان کو کانپور کو روانہ کر دیا
اور باقی تمام سامان ضبط کر لیا - ایک نوری طوطا خاص مناجان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی
خدمت کے لیے سولہ آدمی رہا کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ پہونچا تو بیگم صاحبہ
کف افسوس ملنے لگین - محمد علی شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً اُسکو بھجوا دیا اس تمام سامان
پہونچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۱۴ - رجب مطابق ۱۵ - اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور

اور وہ ساکت کھڑے تھے کرنیل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا اُسکے بعض رفیقون نے
تلوارون پر ہاتھ ڈالا مگر انگریزی تلنگون نے اُنکو سنگینون پر دھر لیا جب مناجان گرفتار
ہوکر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے آیا تو آنکھون سے آنسو جاری تھے مسٹر ماٹن اور بختاور سنگھ
نے اُسکی مشکین کسین اور بیگم صاحبہ کی پالکی بھی قید تھی اس بلوے مین جن لوگون نے کہ
نصیر الدولہ اور اُنکے بیٹے کو اپنی قید مین کیا تھا یہ چاہا کہ ان دونون کو قتل کرکے خاک مین دبا دین
اتنے مین رزیڈنٹ کی نظر مرزا امجد علی پر جا پڑی یہ حال دیکھتے ہی پکارا کہ ابھی سرکش موجود ہین
توپ لاؤ یہ سنتے ہی آدمی کائی کی طرح پھٹ گئے اور وہ بچ گئے اُسوقت رزیڈنٹ نے
بادشاہ کے پاس جاکر اُنکو مبارکباد دی کہ یہ سلطنت حضور کو مبارک ہو کچھ خطرہ اب نہین رہا
بادشاہ بیگم اور مناجان گرفتار ہین اُنکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے نصیر الدولہ نے کہا کہ آپکی
حفاظت مین رہین انگریزی سپاہی مناجان کو جسکی مشکین بندھی ہوئی تھین آگے آگے
اور پیچھے بادشاہ بیگم کی سواری کو لیکر بارہ دری سے نکلکر رزیڈنسی کو لے گئے رستے مین جو
دیکھتا تھا قدرت خدا کو یاد کرتا تھا دونون کلان کوٹھی مین پہونچا کر قید کردیے گئے —
سلطان الاخبار مین بیگم کے ہمراہی مقتولون کی تعداد ساٹھ لکھی ہے جن مین مصطفی خان مومن سنگھ
اور لالتا پرشاد راجپوت شامل ہین انگریزی فوج کا صرف ایک تلنگا مارا گیا اور دو تلوار سے
زخمی ہوئے تھے کشتونکی لاشین جو فرح بخش مین پڑی تھین وہ سب نیچے پھینکدی گئین
اور مکان سلطنت کو پاک صاف کیا اور جب رزیڈنٹ نصیر الدولہ کی مسند نشینی سے
فارغ ہوکر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم صاحبہ اور مناجان کو زرد کوٹھی مین بھیجدیا جو مکان
رزیڈنسی سے ملحق تھی دو روز مناجان بادشاہ بیگم سے جدا رہا بعد اس کے رزیڈنٹ نے
اُنکی گریہ وزاری پر رحم کرکے دونون کو ایک جا رہنے کا حکم دیا مگر سوا ئے بوریاے کہنہ

نصیر الدین حیدر کی مدح مین ایک قصیدہ لکھکر لکھنؤ بھیجا یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ کے پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے بادشاہ کے پاس گذرا اور جس دن گذرا اُسی دن پانچ ہزار روپے بھیجنے کا حکم ہوا متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھکو اطلاع نہ دی بظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے تو اُنھون نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا۔ ناچار مین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدے پر کیا گذری اُنھون نے جواب مین لکھا کہ پانچ ہزار ملے تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اسمین سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا اگر نہ بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ مین نے لکھا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہین پہونچے اسکے جواب مین اُنھون نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُسکا مضمون یہ ہو کہ مین نے بادشاہ کی تعریف مین قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجھکو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور مین گذرا مگر مین نے نہین جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ مین کہ ناسخ ہون اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تم کو بھیجدونگا۔ بھائی یہ خط لکھ کر مین نے ڈاک مین روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر مین خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گئے۔

مناجان کے حالات مین مولوی عبد الاحد ابن مولوی محمد فائق نے ایک کتاب فارسی زبان مین لکھی ہے نام اُسکا وقائع دلپذیر ہے اُس کے حالات کو زیادہ تر ہم نے اُسی کتاب سے اخذ کیا ہے۔

تمام شُد

مناجان کو دو کمپنیوں کی حراست میں رکھ کر قلعۂ چنار گڈھ کو پہونچا دیا گیا اور چوبیس سو روپے ماہوار اُنکے مصارف کے لیے سرکار لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت مقرر ہوئے۔ اس کے بعد گورنر جنرل نے مناجان کے حال پر رحم کر کے قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور وہ ۱۶ محرم سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۵۔جنوری سنہ ۱۸۴۶ء کو مرگ مفاجات سے راہی ملک آخرت ہوا اور اُسی سرزمین میں دفن ہوا۔ اُسکے آٹھ سو روپے ماہوار ذاتی سرکار لکھنؤ میں ضبط ہو گئے اسکے بعد ۳۔صفر سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو پنجشنبہ کے دن بادشاہ بیگم نے انتقال کیا۔ انکی عمر انتقال کے وقت ستر برس سے متجاوز تھی اور جب چنار گڈھ کو بھیجی گئیں تھیں تو انکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی بعد اسکے فقط تین سو روپے ماہوار مناجان کی اولاد کے لیے کہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی سرکار شاہی سے باقی رہے اور امجد علی شاہ بادشاہ خلف نصیر الدولہ محمد علیشاہ نے حکم دیا کہ اسباب ضبط کیا جائے اور بال بچے لکھنؤ لائے جائیں۔

روشن الدولہ کی سیر چشمی و امانت داری پر اک نظر

باوجودیکہ روشن الدولہ اور اُن کے رفقا سلطنت پر حاوی تھے اور شب و روز اُسکا ست نکال رہے تھے مال سرکار کے لاکھوں روپے الگ اُڑاتے تھے اور روپے پیسے کے لیے رعایا کے کلیجوں میں الگ ہاتھ گھنگو لتے تھے اسپر بھی انکی زر کشی اور طمع کی یہ نوبت تھی کہ اگر ایک پیسہ بھی ناجائز سے ناجائز طریق پر مل جاتا تو اخلاق اور دیانت کو خیرباد کہکر اُسے بھی نہ چھوڑتے اور کسی لالچ کے کام پر اپنے رتبے اور منصب کا لحاظ نکرتے نمونے کے طور پر اُنکی نیت کا حال ملاحظہ ہو یہ حکایت سننے کے قابل ہے:۔
اردوئے معلّٰی میں مرزا غالب اپنے شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں نے